خزینہ ذوقِ عبرت کا ہے گنجِ شوق حسرت ہے
عجب کچھ منظرِ دلکش طلسمِ جزو فطرت ہے

تاریخ اودھ

حصہ چہارم

(جسین)

نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی سے غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر و مناجان تک کے کل حالات نہایت شرح و بسط سے درج ہین۔ نواب وزیر کی جز رسی ملک کی اس وجہ سے ویرانی عمل و انتظام مین بے عنوانی ان وجوہ سے گورنر کا نواب کو تخت سے محروم کرنے کی دھمکی دیکر بہت سا ملک اودھ کا کاٹ کر سرکاری عملداری مین داخل کر لینا۔ آخر مین نواب وزیر کو زہر دیا جانا اور اُن کے مرنے پر غازی الدین حیدر کا مسند نشین ہو کر کچھ دنون بعد وزیر سے بادشاہ بن جانا اور بادشاہ دہلی سے منھ پھرانا۔ اُن کے انتقال پر نصیر الدین حیدر کا مسند نشین ہو کر لہو و لعب مین مشغول ہونا اور خزانے پر جھاڑو پھیر دینا کمینہ عورتون اور رنڈی بھڑوون کا اقتدار بڑھنا۔ انکی مان کا اچھوتے اور اچھوتیان بنانا۔ اور ہر امام کی ولادت اور چھٹی منانا۔ نصیر الدین حیدر کے انتقال پر مناجان کا بادشاہ بیگم کی اعانت سے انگریزون کی خلاف مرضی تخت پر بیٹھنا اور سزا پانا نہایت پرحسرت واقعات ہین

مصنفہ

جناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری مدظلہ العالی مصنف کتب متعددہ

باہتمام

کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۱۹ء

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپ کر شایع ہوئی
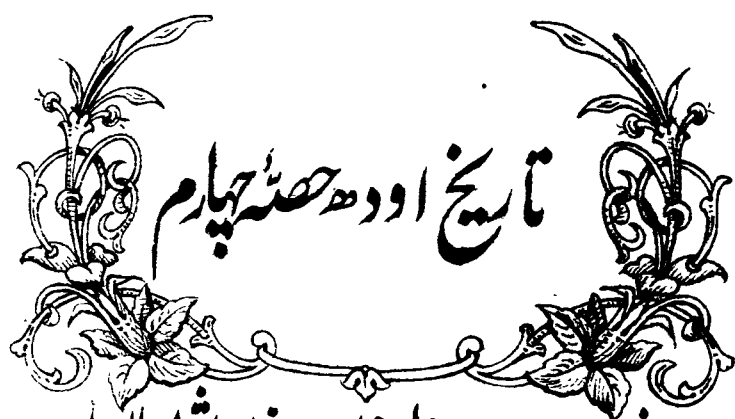
نواب سعادت علی خان بن نواب شجاع الدولہ

آب حیات مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان حرم کے شکم سے تھے اُنکو بچپن مین منگلو کہتے تھے کہ منگل کو پیدا ہوئے تھے۔ اُنمین زیرکی اور دانائی کے آثار بچپن ہی سے عیان تھے۔ نواب شجاع الدولہ آصف الدولہ کی والدہ سے کہا کرتے تھے کہ بیگم اگر منگلو کے سر پر تم ہاتھ رکھو گی تو تمھارے دوپٹے کا پھریرا لگائے گا اور لشکر کا علم زر بدلکے اُس پار گاڑیگا سنہ ۱۱۶۷ ہجری مین پیدا ہوئے تھے خط شکستہ خوب لکھتے تھے خط سکھانے پر تفضل حسین خان علامہ مقرر تھے یہی اتالیق تھے اور مولوی عبد الحکیم کشمیری پڑھاتے تھے عین عالم شباب مین وکیل السلطنت مدار الدولہ مختار الملک نواب سید یوسف علی خان بہادر صمصام جنگ کی بیٹی سے اکبر آباد مین شادی ہوئی تھی طلسم ہند مین بیان کیا ہے کہ مرزا نجف خان نے علاقۂ ہنڈون بیانہ وغیرہ جس کی جمع سالانہ سات لاکھ روپیہ تھی۔ نواب سعادت علی خان کے سپرد کیا۔ نواب کے ساتھ اُسوقت آٹھ ہزار آدمی جمع ہو گئے تھے اور نواب مدار الدولہ نیابت کرتے تھے اور نواب موصوف علاقے کے مفسدون کی سرکوبی مین ہمہ تن مصروف تھے۔ لیکن دلی منشا یہ تھی کہ مرزا نجف خان اور

ثانی مصلحت وقت یافتہ در سنہ یکہزار و یکصد و نود و یک ہجری روانہ بنارس شدند و بہ
دیرے مشہور بہ درگاکنڈ طرح اقامت انداختند زریکہ جہت مصارف سرکار مقرر گشتہ بود بواسطۂ
لی سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر ہمانجا رسید و مدت بست سال بانتظار مژدۂ غیبی ہمانجا
سر کردید۔ بہرصورت نواب سعادت علی خان حسب اشارۂ گورنر جنرل لکھنؤ مین آئے اور نواب
آصف الدولہ سے ملے اور چند روز یہان رہکر کلکتے کو چلے گئے اور وہان گورنر جنرل سے ملاقات
کے اُنکے مشورے سے بنارس کو چلے آئے اور یہان مادھو داس کے باغ مین قیام کیا اور تین لاکھ
کھ روپیہ سالانہ ریاست لکھنؤ سے رزیڈنٹ کی معرفت پہونچنا قرار پایا۔ مشہور ہے کہ جس زمانہ
مین نواب سعادت علی خان کلکتے مین رہتے تھے اکثر گورنر جنرل کی کوٹھی پر آمد و رفت رکھتے
تھے ایکدن ایک گورے نے جو کوٹھی کے دروازے پر پہرہ دے رہا تھا نادانستگی کی وجہ
سے روکا اور کچھ ناملائم الفاظ زبان پر لایا اُس کے جواب مین نواب نے شمشیر ولائتی کمر سے
کھینچ کر ماری وہ گورہ زخمی ہوا گورنر جنرل نے چشم پوشی فرماکر بنارس کو رخصت کیا کہ وہان
قیام اختیار کرین اس مقام مین سعادت علی خان اور گورنرون سے جو لکھنؤ مین آتے اور رزیڈنٹون
اور شاہزادگان اولاد مرزا جوان بخت سے بخوبی راہ و رسم محبت جاری ہو گئی تھی اور اپنے گھر کے
داخل و مخارج کا انتظام اس حسن و خوبی سے کیا تھا کہ چالیس لاکھ روپے بنارس مین اُنکے پاس جمع
ہو گئے تھے خزانۂ قدیم اسی سے مراد تھی اور زمینداری اور باغات اور عمارات اُسکے سوا تھین
جنکی آمدنی بارہ ہزار روپیہ ماہوار تھی۔ نواب کی جزرسی اس حد کو پہونچ گئی تھی کہ اصطبل اور
فیلخانے کا آخور بھی ضائع نہین ہونے پاتا تھا۔ دلنے اور راتب کے پکنے مین کام آتا تھا۔
نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد جب وزیر علی خان مسند نشین ہوا تو نواب

لہ دیکھو جام جہان نما ۱۲

دوسرے کارپردازان بادشاہی کی سعی سے عہدۂ نیابت وزارت جو شجاع الدولہ کے عہد
مین اُنکو حاصل تھا یا کوئی عمدہ جاگیر جس مین کسی قسم کا خرخشہ نہو اور صورت ثروت ظاہری
قائم رہے ہاتھ آئے مگر یہ تمنائے دلی پوری نہوئی مرزا نجف خان کی ہمیشہ جنگ و جدل مین
گذرتی تھی اور نواب سعادت علی خان کے مزاج کو رات دن کی محنت ناگوار تھی آخر آگرے تک
پہونچکر وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل کو جانب کلکتہ خط شوقیہ اس مضمون کا لکھا کہ مرزا نجف خان کی
لشکر کا عنقریب آگے بڑھنے کا ارادہ ہے اُس کے جواب مین گورنر جنرل نے لکھا کہ آپ کا اُسکے
ساتھ جانا مناسب نہین لکھنؤ کی جانب مراجعت بہتر ہے گو نواب آصف الدولہ کے عہد تک
کوئی امر تازہ متصور نہین مگر مین اس بات کا ذمہ دار ہو سکتا ہون کہ اُنکے بعد آپکے سوا کوئی دوسرا
وراثت کے لائق نہین اُسوقت یہ منصب بزرگ آپکے تفویض ہوگا مگر یہ روایت پایۂ اعتبار سے
ساقط معلوم ہوتی ہے - اگر وارن ہیسٹنگز ایسا صریح وعدہ کر لیتے تو وزیر علی خان کی مسند نشینی
اور معزولی کے وقت اُسکا ضرور ذکر آتا اور نواب سعادت علی خان اس تحریر کو سر جان شور گورنر جنرل
کے سامنے پیش کرتے - اس بارے مین سلطان الحکایات مین جو کچھ لکھا ہے وہ حق معلوم ہوتا ہے
اُسکے قول کو اُسی کی عبارت مین یہان نقل کرتا ہون - پس از انقضاے یکسال خود بدولت نامہ
بہ نواب مستطاب گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز صاحب بہادر مشعر عزیمت خود بطرفے کہ خدا برد رقم فرما
کلک گہر سلک نمودند و چون نواب گورنر جنرل بہادر بجوابش نگاشتند کہ عزیمت آن شائستہ ریاست
و ایالت بجانب دگر منافی مصلحت بل ازین عزم نامناسب تشریف بری لکھنؤ انسب چہ در انجا
چہار لک روپیہ سالانہ براے مصارف لابدی مقرر خواہد گشت و تیقہ نواب وزارت مآب
آصف الدولہ بہادر مشعر طلب آن جناب لف مکتوب مفرح القلوب خود فرستادند نزول اجلال
بہ لکھنؤ فرمودند و بود و باش در آنجا ہم ناگوار طبع حیدر بیگ وغیرہ کارپردازان سرکار فیض آثار

جب گورنر جنرل نے اُنکے نواب بنانے کے لیے شرائط پیش کین تو اُن کا کیا مقدور تھا کہ
اس مین حیلہ و حجت نکالتے سب شرائط پر سر جھکا دیا فیض بخش نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ
انگریزون نے نواب شجاع الدولہ کی بڑی بیوی کو پیام دیا کہ آپ کے جو کچھ مطلب ہین وہ بیان
کردیجیے تاکہ نواب سعادت علی خان سے وہ پورے کرادیے جائین - بیگم نے کہا کہ چند مقام
شجاع الدولہ کے عہد سے بغیر دوسرے کی شرکت کے میرے نائبون کے قبضے مین تھے
آصف الدولہ میرا بیٹا تھا اُس نے اُن پر قبضہ کرلیا مین نے کوئی مضائقہ نہ سمجھا اب
وہ میرے آدمیون کے سپرد کرادینا چاہیئے چنانچہ پرگنہ ٹانڈہ و نواب گنج کہ دریاے گھاگرا
کے پاس شمال کی جانب واقع ہے اور تمام صوبے کا کلہ داغ اور اسماعیل گنج جو مچھلی گنج
کے پاس شہر لکھنؤ کے متصل ہے اور قصبۂ اناؤ اور وزیر گنج یہ سب میرے تھے انکی جمع مشخص
کرا کے انکے عوض مین چکلۂ اودھ اور رام پور اور نوراہی مجھے دلوادیے جائین دوسری درخواست
بیگم نے یہ کی کہ نواب شجاع الدولہ کی نکاحی اور متاعی اور دوسری قسم کی عورتون کی تنخواہین
جو خُرد محل کہلاتی ہین اور نواب صفدر جنگ کی خاص محل کے متعلقین کی تنخواہین نقد مقرر ہین
بدشواری کے ساتھ وصول ہوتی ہین اس لیے یہ سب لوگ تکلیفین اُٹھاتے ہین ان کی
تنخواہون کی جگہ محال گونڈہ محسوب کر کے ہمارے آدمیونکے قبضے مین دیدیا جائے تاکہ ماہ بماہ
تنخواہ مشاہرہ ہمارے اہلکارون کے ہاتھ سے پہونچتا رہے - انگریزون نے یہ باتین بھی نواب
سعادت علی خان سے پوری کرادین - نواب موصوف بنارس سے کانپور مین آئے اور کانپور
سے اُنکی جلو مین اُردوے بزرگ ساتھ ہوا اس شان سے لکھنؤ مین آئے -

از بلدۂ بنارس با جاہ و کامرانی — در لکھنؤ چو ماہ برج سعادت آمد
تاریخ مقدمش را جستم ز پیر دانش — گفتا بگو سعادت با صد سعادت آمد

سعادت علی خان نے اُسکی مسند نشینی کو تسلیم نہین کیا اور کلکتے کو گئے اور وہان اپنی مسند نشینی اور وزیر علی خان کی معزولی کی بابت کوشش کی اور وزیر علی خان کی معزولی کے وقت ڈاک کے ذریعہ سے کانپور مین داخل ہوئے - یہان مرزا جنگلی وغیرہ ابناے نواب شجاع الدولہ پرکی اُڑاتے تھے کہ یہ دولت اور ثروت ہمارے نصیب ہونی ہے -

ملخص تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ اتفاقاً تفضل حسین خان اور وزیر علی خان کی جو آپس مین بگڑی تو تفضل حسین خان نے مولوی سدن کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ اس شخص کے حال سے مین اچھی طرح واقف ہون اگرچہ یہ میرا شاگرد ہے لیکن مجھے اسکا ہرگز اطمینان نہین اگر تمھین اس سے اطمینان ہو اور قول وقسم لیلو تو عجب نہین ہے کہ ریاست لسے ملجائے یہ مولوی نواب کا مشیر خاص اور اُستاد بھی تھا غرضکہ اُسدن نواب کلکتے کے رستے مین راج محل مین تھے کہ ڈاک انگریزی کے ہرکارے نے رات کے وقت وہ خط مولوی کو پہونچایا - اُنھون نے اسی وقت نواب کو دکھایا اور جو کچھ اس معاملے مین عرض کیا سب مقبول ہوا اور نواب نے خود اپنے آپ کو شہر بنارس مین پہونچایا - اور صاحب ارزیڈنٹ نے وہان اُن سے اقرار اپنے سامنے اسطرح پر لیا کہ جو کچھ گورنر جنرل فرماوینگے اُس سے اُنھین کچھ انکار نہو گا نواب نے اُسکو بخوشی خاطر منظور کیا دوسرے دن پالکی مین سوار ہوکر کانپور کو روانہ ہوے اور جبتک نواب کے پہونچنے کی خبر نہ پہونچی اُسوقت تک مرزا وزیر علی خان کی گرفتاری مین تامل تھا اور جب اُنکا وہان آجانا معلوم ہو گیا شام کے وقت مرزا کو گرفتار کر لیا -

نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی

جب وزیر علی خان کی معزولی کی ٹھہری تو نواب سعادت علی خان مستحق سلطنت ٹھہرے

کہ نواب یمین الدولہ رونق ‏ — ‏ بہ مسند داد و فائز گشت برحق
سعادت یاب شد خلق از جلوسش ‏ — ‏ دل احباب شد بس خرم و خوش
زنظم و نسق او عالم نوی یافت ‏ — ‏ ز آصف خوش بنائے خسروی یافت
ز و آتق نظم سالش شد مطرز ‏ — ‏ شدہ زیب و قرار حق بمرکز

دریاے لطافت سے مستفاد ہوتا ہے کہ نواب موصوف کو جناب عالی کے لقب سے
ـں یاد کیا کرتے تھے نواب سعادت علی خان سے یہ جدید عہد و پیمان ہوئے کہ ۵۶۷۷۶۳۸ روپیہ
سالانہ کے سوا جو نواب آصف الدولہ نے انگریزی کمپنی کو دینا قبول اور منظور
یا ہے نواب ۱۹۲۲۳۶۲ روپے سالانہ اور بھی ادا کیا کرین گے
ینی کل ۷۶ لاکھ روپیہ سالانہ انگریزون کو دیا کرین گے اور اس روپیہ کو قسط بندی کے
ساتھ بتعداد ۶ لاکھ ۳۳ ہزار ۳ سو ۳۹ روپیہ پانچ آنہ چار پائی کے ماہ بماہ ادا کرین گے
ر احیاناً یہ روپیہ بموجب قسط کے وقت پر ادا نہو گا اور باقی رہ جائے گا تو نواب
سطرح کی ضمانت ادلے بقایا اقساط آیندہ کے لیے کمپنی کے یہان داخل کرینگے
بس سے اُس کو اطمینان ہو گا اور جو روپیہ پہلے اقرار نامون کے بموجب اُن کی
سند نشینی کی تاریخ تک باقی ہو گا وہ فوراً ادا کیا جائے گا۔ مرزا جوان بخت کی بیگم اور
شاہزادگان بنارس کی تنخواہ تعدادی دو لاکھ چار ہزار روپیہ سالانہ اور فرخ آباد کی پنشن تعدادی
۲۳ ہزار چھ سو ۲۳ روپیہ اس چھہتر لاکھ کی رقم مین شامل تھی اور قلعۂ الہ آباد مع تعمیرات و گھاٹ
وغیرہ کے جو اُس کے متعلق تھا کمپنی کے حوالے کیا گیا اور جس قدر اس قلعہ کے مستحکم
رنے اور مرمت کرنے مین روپیہ صرف ہو گا اُس کے دینے کا نواب نے وعدہ کیا
بشرطیکہ تعداد اُس کی آٹھ لاکھ روپے سے زیادہ نہو گی اور قلعہ فتح گڈھ کی مرمت کے لیے بھی روپیہ

سارا لشکر اُنکے پاس انگریزی تھا۔ کیونکہ ان بیکس بیچارے کے پاس سپاہ کہان سے آتی غرض جسوقت نواب سعادت علی خان شہر لکھنؤ مین داخل ہوئے اُسی رات کو وزیر علی خان کوٹھی بی بی پور مین گورنر جنرل کی فرودگاہ پر نظر بند ہوا فقط آفرین علی خان اور اشرف علی خان اُسکے پاس رہے باقی تمام سردارون اور سلطنت کے رشتہ دارون نے گورنر جنرل کے حکم سے استقبال کیا ۳۔ شعبان ۱۲۱۲ ہجری مطابق ۲۱ جنوری ۱۷۹۸ء کو اور بقولے یکم جنوری کو کہ بسنت کا دن تھا بڑے تجمل اور شان سے لکھنؤ کے بازار مین ہوتے ہوئے دولتخانے مین پہونچے اور اُسی دن مسند ریاست پر جلوہ افروز ہوئے اور حق بحقدار رسید کا غلغلہ سارے شہر مین بلند ہوا مسند نشینی کے وقت اُنکی عمر ۴۵ برس کی تھی۔ نواب پہلے بہو بیگم زوجۂ نواب شجاع الدولہ کے پاس جو فیض آباد سے لکھنؤ مین آکر سنہری برج مین مقیم تھین حاضر ہو کر خلعت سے مخلع ہوئے۔ بعد اسکے مرزا سلیمان شکوہ کے پاس جو لکھنؤ مین مقیم تھے گئے یہان بھی خلعت حاصل کیا اسکے بعد دولت خانۂ آصفی مین آکر مسند وزارت پر جلوس کیا وزیر علی خان کا اخراج اور سعادت علی خان کی مسند نشینی علامہ تفضل حسین خان کی حسن تدبیر سے ہوئی تھی۔

تاریخ جلوس

خداوندا یمین الدولہ در دہر ۔۔۔ حکومت را صدوسی سال باشد
خرد سال جلوس مسندش گفت ۔۔۔ بجاہ و حشمت و اقبال باشد

دیگر

سوم بودہ ز شعبان بارک اللہ ۔۔۔ مبارک روز یکشنبہ ازان ماہ
بسنت و ماہ ماگھ از ہندیان بود ۔۔۔ چو گلہا دل شگفتہ بود و خوشنود

قیام گاہ کے پاس واقع تھے اُنکی جاگیر مین شامل کیے اور اس اقرارنامہ کی تعمیل کی
ن انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی ہوئی۔

بہو بیگم اور نواب سعادت علی خان مین نااتفاقی کی دیوار حائل ہونے کے اسباب

جب تک بہو بیگم صاحبہ لکھنؤ مین مقیم رہین صبح و شام آصف الدولہ کی سرکار سے
کا کھانا مقرر تھا وہ آپ تو نہ کھاتی تھین نوکرون اور خادمون کے خرچ مین آتا
صرف دوپہر کے وقت ایکبار اُن کے کھانے کا معمول تھا مولوی فضل عظیم نے جواہر علیخان
ذریعہ سے بیگم صاحبہ سے عرض کرایا کہ اگر آپ ارشاد کرین تو چارسو روپے روز نقد داخل
یے جائین اور جیسی خواہش ہو وہین باورچیخانے مین کھانا پک جایا کرے چنانچہ دوماہ
آصف الدولہ کے عہد مین اور چار ماہ تک وزیر علی خان کے عہد مین اور ایک ماہ تک
ب سعادت علی خان کے عہد مین یہی دستور جاری رہا کہ بارہ ہزار روپیہ ماہوار کے
اب سے سات ماہ کے چوراسی ہزار روپے کھانے کے نام سے بیگم کی سرکار مین پہونچ
ے ہر روز صبح کے وقت مولوی صاحب چارسو روپے پہونچا دیا کرتے تھے جسدن نواب
ن الدولہ بیگم کے حضور مین پہونچے تھے اور اُن سے خلعت حاصل کیا تھا تو اپنا سر
ن کے پاؤن پر رکھکر عرض کیا تھا کہ حضور اپنے دست مبارک سے دستار میرے سر پر
ندھین تاکہ برکت کا موجب ہو اور یہ غلام اس قدر خدمت فدویانہ بجالائے گا کہ بھائی
صاحب خاطر اشرف سے فراموش ہو جائین گے جب مسند نشینی سے ایک ماہ
ے بعد جمع و خرچ ڈیوڑھیات کا کاغذ دیکھا تو ہر کارخانے مین کمی و بیشی کی ان

دینے کا وعدہ کیا جو تین لاکھ روپے سے زیادہ نہو گا - اگر فوج انگریزی چھاؤنی کانپور اور فتح گڈھ سے کسی اور مقام مناسب پر جائے تو نواب خرچ راہ اور تعمیر چھاؤنی مجوزہ کا دینگے انگریزی سپاہ اودھ مین اکثر دس ہزار رہا کریگی اگر تیرہ ہزار سے زیادہ ہوگی تو نواب کو خرچ زائد دینا پڑے گا اور اگر آٹھ ہزار سے سپاہ کم رہے گی تو تناسب کے حساب سے روپیہ منہا کیا جائے گا - انگریزون نے جو محنت و مشقت نواب کی جانشینی کے لیئے اُٹھائی اُس کے عوض مین نواب نے بارہ لاکھ روپے دیئے اور یہ اقرار کیا کہ بغیر اُن کی اجازت کے وہ کسی ریاست غیر سے خط و کتابت نہ رکھین گے نہ کسی اہل یورپ کو نوکر رکھین گے نہ اپنے مُلک مین بسنے دینگے وزیر علی کو ڈیڑھ لاکھ روپے سالانہ اُسکے خرچ کے لیے دینگے اور یہ روپیہ ماہواری قسطون مین تعدادی بارہ ہزار پانسو روپیہ کے انگریزی کمپنی کی معرفت دیا جائیگا اور باقی اور جو بھتیجے مشہور ہین اُنکے لیے معقول گزارہ مقرر کرین گے اور اُن کی پرورش کرینگے اور نواب نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ بوجہ بڑھ جانے زرادائے کمپنی کے اپنے دفاتر اور ملازمین وغیرہ کے اخراجات مین سرکار کمپنی کے مشورے کے مطابق ضروری اور مناسب کمی کرینگے اور انگریزی کمپنی نے تمام دشمنون کے مقابلے مین نواب کے مُلک کی حفاظت کرنے کا وعدہ کیا - اور یہ بھی عہدنامے مین مسطور تھا کہ دونون سرکارونکے تمام کام نہایت یکجہتی اور اتحاد سے طرفین مین سرانجام پایا کرینگے اور نواب ممدوح کو کل اختیار اپنے خانگی کامون پر اور اپنے مُلک موروثی پر اور اپنی فوج اور رعایا پر حاصل رہے گا -

نواب نے ۷ - فروری ۱۷۹۸ء کو بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کے ساتھ ایک عہد نامہ قرار دیا جسکی رو سے ساس کی کنیزون وغیرہ کی اور نواب شجاع الدولہ کی زنان خرد محل کی پنشنونکی عوض مین محال گنڈہ اُنکو دیا اور محالات اودھ بھیم رائے منگلسی جو فیض آباد مین بہو بیگم کے

صاحبہ کے سلام سے مشرف ہو جایا کرتے تھے برسون کے بعد مستورات خرد محل نے
صاحبہ سے عرض کرایا کہ ہم سب کو حضور اپنی کنیزیجھین ہمارا مخفی رہنا نواب شجاع الدولہ
زندگی تک تھا اب امید ہے کہ جب تفریح و سیر کے لیے آپ سوار ہون تو ہمکو بھی خدمتگزاری
کے لیے ساتھ رکھا کرین بیگم نے حکم دیا کہ بازار سے کرایہ کی بہلی اور گاڑی لیکر سوار ہوکر
رہین چنانچہ یہی دستور رہا ان عورتونکو سامنے بیٹھنے کا بھی حکم نہ تھا البتہ جو کسیقدر ممتاز تھین
وہ پشت کے پیچھے بیٹھتی تھین - جب نواب سعادت علی خان مالک ملک ہوئے تو اپنی مان کو
فیض آباد سے بلوایا - اُنکی سواری مین وہی شان وشوکت مقرر کی جو بہو بیگم کے لیے تھی سکھپال
مین بیٹھکر آئین سامنے نقارہ اپنی و شتری بجتا جاتا تھا انکی سواری جب اس جاہ وجلال سے
برج طلائی کے تلے سے نکلی جسمین بیگم صاحبہ مقیم تھین تو یہ بات اُنکے دلکو بیحد ناگوار گزری آشفتہ
ہوکر فرمایا کہ ادھر سے سواری نہ گذرے اور اب اس بات پر آمادہ ہوئین کہ اپنی جائداد
و زر نقد کا انگریزون کو مالک کر دین زریڈنٹ کو بلوایا اور سکھپال مین بیٹھکر برج طلائی کے
تلے آ کر ایک مکان مین خود بیٹھین اور رزیڈنٹ بھی اُسی مین بٹھائے گئے سوائے جواہر علی خان
کے کوئی وہان نہ رہا اب اپنی زبان سے رزیڈنٹ سے کہا کہ آصف الدولہ میرا حقیقی بیٹا تھا
میری حیات مین اُس نے انتقال کیا اب بعد میرے کوئی میرا وارث شرعی باقی نہ رہا میری سرکار
مین زر نقد اور جواہرات اور بیش قیمت کپڑے اور دوسرے سامان کی کثرت ہے جب تک مین
زندہ رہون اپنے تمام مال واسباب کی بدستور مالک ہون بعد اسکے سرکار کمپنی کے حوالے
اس شرط سے کرتی ہون کہ میرے متعلقین کو جو کچھ مین اپنے سامنے دیا کرتی ہون اُنکو اُس قدر
تنخواہ نسلاً بعد نسل ملتی رہے آپ یہ بات گورنر جنرل کو لکھین رزیڈنٹ یہ کلام بیگم صاحبہ کی
زبان سے سُنکر چلے گئے اور گورنر جنرل کو سب حال لکھ بھیجا جب نواب سعادت علی خان کو

دعوت کے چارسو روپون پر نظر پڑی تو دوسو روپون کی کمی کرکے دوسو روپے باقی رکھے بیگم صاحبہ کے دل پر یہ بات نہایت گران گزری فرمانے لگین کہ یہ بیٹا بہت کم حوصلہ ہے یہ نہین جانتا کہ اول تو یہ تمام مال شجاع الدولہ کا ہے بعد اُنکے آصف الدولہ کا اور حقیقت مین دیکھا جائے تو ہمارا ہے دوسرے ہم لکھنؤ مین چند روزہ مہمان ہین عنقریب فیض آباد کی روانگی کا ارادہ ہے اگر دس بیس ہزار روپے ہمارے متعلقین کے کام مین آصف الدولہ کے مال مین سے آجاتے تو ایسا کونسا بھاری نقصان ہو جاتا یہ پہلی کبیدگی خاطر تھی۔

دوسرا سبب کبیدگی کا یہ ہے کہ اس سال بیحد بارش ہوئی دریاے گومتی نے اتنی طغیانی کی کہ برُج طلائی کے چند زینے پانی مین غرق ہوگئے خواجہ سراؤن کے مکان اور بیگم صاحبہ کے باورچیخانے کے مکان جو خس پوش تھے پانی مین ڈوب گئے اس وجہ سے یہ لوگ پنج پولیہ پر ٹھہر گئے اور باورچیخانہ بھی وہین قائم کر دیا نواب سعادتعلیخان نے میر نثار علی داروغہ باورچیخانۂ بیگم صاحبہ کو فرمایا کہ پنج پولیہ سے کارخانے ہٹالو بیگم صاحبہ اس بات سے اور بھی کبیدہ خاطر ہوئین جب بیگم نے لمسڈن صاحب رزیڈنٹ کے پاس شکایت بھیجی تو اُنھون نے بیگم کے باورچیخانے کو پنج پولیہ پر قائم رکھا اور نواب کو خفت حاصل ہوئی۔

اور سب سے بڑھکر وجہ بیگم کی آزردگی کی یہ ہے کہ شجاع الدولہ کو بیگم صاحبہ کی اس قدر پاسداری تھی کہ کوئی شخص یہ قدرت نہ رکھتا تھا کہ اُنکے سامنے کسی خرُد محل کا یا آصف الدولہ کے سوا کسی خرُد محل کے بیٹے کا نام زبان پر لاتا جب شجاع الدولہ نے انتقال کیا تو بتدریج ان لوگون کا چرچا ہوا کبھی کبھی نواب سعادت علی خان اور مرزا جنگلی

بنے بیٹے نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان اور اسٹور صاحب کے ساتھ پانچ چھ ہزار فوج رام پور کو
بی اور حکم دیا کہ اُن صاحبزادونکو لکھنؤ مین لے آئین یہ سپاہ رام پور کے قریب پہونچ کر
دیاے کوسی کے کنارے مقیم ہوئی - نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹے اس بات سے بالکل
ن تھے اُنکا فساد کا ارادہ نہ تھا اس لیے محمد علی خان کے پاس چلے گئے محمد علی خان نے
ب کو خلعت دیے - اسٹور صاحب بھی محمد علی خان کے ڈیرے مین اُن سے ملنے کو آیا
ور صاحبزادون کی بہت دلجوئی کی بعد اس کے لکھنؤ کی فوج نواب سید فیض اللہ خان کے
بیٹونکو اپنے ہمراہ لیکر غرہ محرم ۱۲۱۳ھ ہجری کو رام پور سے لکھنؤ کی طرف واپس ہوگئی اور لکھنؤ
پہونچ کر محمد علی خان اور اسٹور صاحب نے نواب سعادت علی خان سے اُن صاحبزادونکی
ملاقات کرائی - نواب نے سب کو خلعت اور ہاتھی اور شمشیر عنایت کر کے لکھنؤ مین رہنے کے
لیے حویلیان دیدین یہ صاحبزادے ڈیڑھ برس تک وہان مقیم رہے چونکہ اُن سے کوئی جُرم
سرزد نہین ہوا تھا اس لیے لارڈ ولزلی (ارول مارنگٹن) نے کلکتے سے نواب سعادت علی خانکو
لکھا کہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹونکو رام پور کی طرف رخصت کر دینا چاہیئے - نواب
سعادت علی خان نے ہر ایک صاحبزادے کو خلعت ہفت پارچہ اور فیل و شمشیر دیکر رام پور کو
چلے جانے کی اجازت دیدی -

نواب سعادت علی خان کا شاہ دہلی کے ہان سے خلعت وزارت حاصل کرنیکی کوشش کرنا اور اس مین کامیابی نہ ہونا

نواب سعادت علی خان نے بادشاہ دہلی کے حضور مین لطف علی خان پسر رشیدی
بلال محمد خان اور مسٹر پامر صاحب کو خلعت وزارت حاصل کرنے کے لیے بھیجا یہ دونون نذر اور

یہ خبر پہونچی تو داراب علی خان کو طلب کرکے فرمایا کہ بیگم صاحبہ کی اس خلاف معمول حرکت سے بوجہ غیرت وحمیت کے میرا جگر جل گیا بابا جان اور بھائی صاحب کے عہد سے کسی نے کبھی اُنکی آواز نہ سُنی تھی آج کونسی ضرورت پیش آئی کہ اُنھون نے رزیڈنٹ سے بلا واسطہ اپنی زبان سے بات کہی داراب علی خان نے نواب کا یہ کلام بیگم صاحبہ سے بیان کیا اُنھون نے جوابدیا کہ جبکہ تم سے فرزند رشید اسم بامسمےٰ مسند نشین ریاست ہوئے تو اسدرجہ کو نوبت پہونچی اور آیندہ اس سے بھی بڑھکر توقع ہے خدا جانے تمھارے عہد مین اور کئی بار ایسا واقع ہو تم ہرروز انگریزون سے تنہا اپنے مطلب اپنی زبان سے بیان کرتے رہتے ہو مین کبھی اسکا شکوہ نہین کرتی اگر مین نے ایکبار اپنے مطلب کو اپنی زبان سے بیان کیا تو تمھارا کونسا بڑا نقصان ہوگیا ہم اپنے کام کے مختار ہین تمکو اسمین گفتگو کی گنجائش نہین۔

الغرض ۱۷ ماہ تک بیگم لکھنؤ مین رہکر شوال ۱۲۱۳ ہجری مین لکھنؤ سے فیض آباد کو چلی گئین چنکہ گونڈہ اور اودھ اب بیگم کے تصرف مین آگئے تھے اس لیے پیادہ و سوار سابق سے زیادہ نوکر رکھے جمادی الاخری ۱۲۱۴ ہجری مین جواہر علی خان خواجہ سرا کا انتقال ہوگیا۔

نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رام پور کے بیٹون کو شبہہ مخالفانہ پر نواب سعادت علی خان کا لکھنؤ بُلا لینا آخر گورنر جنرل کے حکم سے اُن کو واپس روانہ کرنا

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی سے کچھ دنون کے بعد اُنکو یہ خبر پہونچی کہ نواب سید فیض اللہ خان کے بیٹے مخالفت کرنے کا ارادہ رکھتے ہین اُنھون نے

رہی تفضل حسین خان کو سفیر بنا کر کلکتے کو بھیجدیا جہان وہ پہلے بھی تھے اور پھر سمجھ کر
یے کو اُسکی لیاقت کے موافق بڑے بڑے کام دیے اور جن لوگون نے نمک حرامی کی
انھین سزاے واجبی دی خلعت نیابت سے بدستور سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان
راز ہوئے اور دیوانی راجہ ٹکیت راے کے لیئے تجویز ہوئی جب اُنھون نے ۱۲۱۱ھ
انتقال کیا تو کوئی اولاد نہ چھوڑی ؎

راجہ ٹکیت راے سخا پیشۂ زمان　　چون جان پاک خود بجہان آفرین سپرد
رفتم بفور از پے تاریخ سال او　　آمد ندا ز غیب کہ فیاض عہد مُرد

انی کا عہدہ جے سکھ راے واصل باقی نویس سے متعلق ہوا اور اُسکے انتقال پر دیوانی کا
ت دیا کرشن کایستھ کو خطاب راجگی کے ساتھ عنایت ہوا۔ یہ شخص سیاق وسیاق
ن ید طولےٰ رکھتا تھا۔ اور رتن چند بقال ساکن مراد آباد جو نواب کے ساتھ بنارس سے
تھا عہدۂ نیابت جرنیلی پر سرفراز ہوا۔ یہ شخص نہایت جزرس اور کفایت شعار تھا اسلیے
ب کے مزاج مین دخل پیدا کر لیا اور ملکی کامون مین دال اُسکی گلنے لگی۔ پندرہ ہزار
روپیہ کی جاگیر ملک بانگیرہ مین اسکو ملی اور اس کے انتقال کے بعد اسکا بیٹا انگن لال
س جاگیر پر قابض ہوا اور بخشی گری پر راے تلسی رام متعین ہوا باقی اور خدمتون کی تقسیم کی گئی
خبار شہر کا سر رشتہ صاحب رام سے متعلق ہوا اور چکلون کے اخبار کا کام جینتی پرشاد کو دیا
اور دار الضرب کی خدمت بالکشن کو جسکا چھتا لکھنؤ مین سراے معالی خان مین موجود ہے
دی اور اُسکی نیابت بنسی دھر کے متعلق ہوئی اور ہرکارے خبر کے لیے اور خفیہ نویس ہر ایک
میر دسر دار اور اہل خدمت و محل کی ڈیوڑھیون پر مقرر ہوئے پہلے نواب نے اخبار کا
انتظام فرمایا اور اس کام پر اسقدر متوجہ ہوئے کہ ہرکارے ضروری اخبار کے پرچے

رسوم لیکر داخل دہلی ہوئے اور سند صوبۂ اودھ اور فرمان وزارت کی درخواست شاہ عالم سے
کی میر جعفر قمی مدت سے املاک وغیرہ صفدر جنگ موقوعۂ دہلی کی داروغگی پر مامور تھا اُس کی
معرفت پہلے سے سوال وجواب اس بات مین ہو رہے تھے - اس زمانے مین وہ مرگیا تھا تو
لطف علی خان اُسکی جگہہ مقرر ہو کر بھیجا گیا تھا - شاہ عالم تو کوے بالم تھے جو کچھ کرتا تھا شاہ
نظام الدین کرتا تھا جو مہاجی سیندھیا کی طرف سے دہلی کا صوبہ دار تھا اور بادشاہ کا مدار المہام
تھا اور ابتدا مین شاہ کوری کہلاتا تھا اُس نے جواب دیا کہ اس دودمان عالیشان کی رسم
قدیم ہے کہ پہلے مرحوم کا متروکہ نقد وجنس بطریق ضبطی اس سرکار شاہی مین آکر داخل ہو بعد اُسکے
اپنے مطلب کی طرف رجوع کرو چنانچہ لطف علی خان اور شاہ نظام الدین کے درمیان
صورت مناظرہ واقع ہوئی یہانتک کہ بادشاہ کی طرف سے نہ جواب عرضی مرحمت ہوا اور نہ خلعت
وقلمدان وزارت عنایت ہوا - نواب سعادت علی خان نے بھی جھلا کر سات ہزار روپیہ ماہوار
جو بادشاہ کے باورچیخانۂ خرد کے صرف کے لیے لکھنؤ سے بھیجا جاتا تھا وہ بھیجنا بند کرلیا اور
یہ بہانہ کیا کہ محالات الہ آباد سرکار کمپنی کے ہاتھ مین چلے گئے - لیکن چھ ہزار روپیہ درماہہ
مرزا سلیمان شکوہ کا بحال رہا - باوجود اسکے سرکار انگریزی کی تحریرات مین نواب کو وزیر الممالک
لکھا جاتا تھا ان کا پورا خطاب اس طرح ہے نواب وزیر الممالک
یمین الدولہ ناظم الملک نواب سعادت علی خان بہادر مبارز جنگ

بعض جزوی کامون اور عہدون کا انتظام

چونکہ نواب سعادت علی خان مرزا وزیر علی خان کے معاملے اور ارکان دولت کے
حال سے بخوبی واقف تھے اور یہ منظور تھا کہ حکمت عملی سے ہر ایک کو سزا دین اس لیے

و محمدی کی جانب روانہ ہوئے ایک دن شکار کا ہنگامہ گرم تھا - ایک شیر جنگل سے
نکلا نواب اُس وقت نشۂ شراب مین متوالے ہو رہے تھے وہ شیر اُن کے بہت قریب
آپہونچا نواب نے اُس پر بندوق سر کی گولی شیر کے تو نہ لگی میر محمد علی فیل سوار کے سینے پر
پڑی وہ ٹھنڈا ہوا نواب کا نشہ ہرن ہوا اور نہایت افسوس کیا اور اُسکے وابستون کو
زر نقد دیا اور پھر بہت کم جانب شکار مصروف ہوئے - نواب نے چکلۂ محمدی کو نہایت
ویران پایا کھیتی کا کہین نام و نشان تھا کہین نہ تھا اُس کے آباد کرنے کے لیے حکیم
مہدی علی خان کو جنھون نے اکرام اللہ خان کی معرفت مستاجری کی درخواست کی تھی تین
لاکھ روپیہ کی جمع پر وہ چکلہ ٹھیکے مین دیدیا حکیم صاحب نے پچاس ہزار روپیہ پیشگی کچھ
اپنے پاس سے اور کچھ اپنی آشنا پایزو طوائف سے لیکر داخل خزانہ کیا حکیم صاحب کے
انتظام سے وہ زمین ایسی سرسبز و آباد ہوئی کہ اُس کی جمع بارہ تیرہ لاکھ روپیہ تک پہونچی
رعیت نے بڑی آسائش پائی - بعد اس کے چکلۂ فیض آباد بھی حکیم صاحب کے تفویض ہوا اور
مستاجری کی نوبت چالیس لاکھ روپیہ تک پہونچی اور حکیم صاحب لاکھون روپیہ کے آدمی ہو گئے
اور حسن لیاقت اور دانشوری نے وہ مرتبہ بخشا کہ سعادت علی خان کی مصاحبت نصیب
ہوئی اور پایزو طوائف اُنکے نکاح مین آئی اور عالی شان عمارت محلۂ نہرہ واقع لکھنؤ مین
تعمیر کرائی جب عمارت دو منزلہ سہ منزلہ تعمیر ہوئی اہل محلہ نے استغاثہ کیا کہ ہماری بے پردگی
ہوتی ہے - نواب نے حکم دیا کہ جو دروازے اہل محلہ کی بے پردگی کا باعث ہین وہ بند کر دیے
جائین حکیم صاحب نے منسوخی حکم کے لیے بہت کوشش کی مگر نواب نے بمقتضاے عدالت
پاس ناموس شرفا ملحوظ رکھا اور حکم اول تبدیل نہ ہوا - حکیم صاحب کے کارخانے کا اختیار
صاحب رام پسر پورنچند و ٹیکارام برادر بخشی بھولا ناتھ کے متعلق تھا -

خاص نواب کے ہاتھ مین پہونچاتے تھے سرشتے مین بھی اُنکی نقل نہین ہوتی تھی اور اُن ہر کارون پر اور ہر کارے خفیہ مامور تھے جو اخبار نویسون کی تحریرات کے صدق و کذب سے خبر دیتے رہین نواب کی حکومت کا جملہ دار و مدار پرچۂ اخبار پر تھا اور بخلاف زمانۂ ماضی کے نواب نے جرمانے کی رقم مین ترقی دی اور اُسکو آمدنی کا ایک عمدہ ذریعہ خیال کیا۔ بعد اسکے نواب امور عدالت کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولوی سدّن صاحب نواب کے اُستاد تھے پہلے اُن سے جیب خاص اور کئی خدمات کا تعلق تھا اب عدالت بھی اُن کے سپرد ہوئی اُنکا رسوخ اورون سے زیادہ تھا اور ضروری تحریرات بھی اُن کی رائے سے جاری ہوتی تھین خلوت و جلوت مین شریک ہوتے تھے اور کوتوالی کی خدمت بدستور میر بہادر علی کے پاس رہی اور عرض بیگی کا عہدہ اور دیوانخانے کی خدمت بیگ علی پر بحال رہی اور چکلونکی تقسیم اس طرح ہوئی کہ ملک مابین دوآبۂ گنگا و جمنا جو پٹھانون سے ہاتھ آیا تھا الماس علی خان کے سپرد ہوا۔ اس شخص کا زور شور اس زمانے مین زیادہ تھا۔ بریلی ملک روہیلکھنڈ کا چکلہ مرزا مہدی علی خان اور حسین علی خان کے تفویض ہوا جنکی سفارش پر تفضل حسین خان تھے اور چکلۂ اعظم گڈھ کا ظم علی خان فرزند زین العابدین خان کورٹے والے کے حوالے ہوا۔ اور صورت سنگھ وغیرہ تعلقہ دارون کا علاقہ بدستور تعلقہ دارون کے پاس رہا اور توشہ خانہ موافق سابق تحسین علی خان سے اور عہدۂ نظارت آفرین علی خان سے متعلق رہا یہ دونون خواجہ سرا قدیمی تھے۔

نواب سعادت علی خان کا سیر و شکار کے لیے علاقے مین جانا
حکیم مہدی علی خان کی دولتمندی اور عروج کا شروع ہونا

نواب سعادت علی خان ملک کے دورے کے لیے سیر و شکار کی تقریب سے خیرآباد

[illegible] اُس کو بڑا اقتدار اور اختیار حاصل تھا بندے سے خداوند ہو گیا تھا۔ سب اُس کا لوہا مانتے تھے وہ سب کے لیئے سونشی الماس تھا خطاب اُس کا رُکن الدولہ نصیر الملک محمد الماس علی خان بہادر فتح جنگ تھا۔ غرض یہ سب معاملات ایسے پیش آئے کہ ارل مارننگٹن معروف بہ مارکوئیس ولزلی پر واجب اور فرض ہوا کہ وہ اپنی توجہ کو اس طرف مشغول کرین اُنھون نے ۱۷۹۸ء مین رزیڈنٹ کو یہ لکھا کہ مہمات دکن کی وجہ سے مجھکو لکھنؤ مین آنے کی فرصت نہین ملی اور نہ مجھے ایسی فراغت نصیب ہوئی کہ مین اپنے دل و جان سے بالکل توجہ نواب اودھ کی اصلاح معاملات پر کرتا اب مین تمکو دو باتین لکھتا ہون جب تم کو موقع ملے اُنکی اصلاح اور انتظام کی طرف کمال جدوجہد کرو۔ جب کبھی الماس علی خان مرے توتم اس مین کوشش کرنا کہ سرجان شور کے عہدنامے مین جو زر موعود ٹھہرا ہے اسکی اصلاح ہو اور الماس علی خان کو جو اختیار اُترا دوآبے مین حاصل تھے وہ سرکار کمپنی کو حاصل ہو جائین اور اُسکے عوض زر موعود مین تخفیف کی جائے اُسکے مرنے کے وقت توتمکو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر کوئی دوسرا اُس کا قائم مقام مثل اُس کے صاحب لیاقت اور عالی حوصلہ اور صاحب تدبیر مقرر کیا جائے گا تو ملک کے اندر فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے اور اگر کوئی نالائق مقرر ہو گا یا ملک مختلف زمیندارون کو تقسیم کر دیا جائے گا تو سرحد اودھ ایسی ضعیف ہو جائیگی کہ پھر اُس مین اندرونی لشکرکشی یا کسی اور حملے اور سپاہ کے مقابلے کی قوت نہ رہے گی اس سبب سے بہتر یہی تدبیر ہو گی کہ دوآبے کو سرکار کمپنی خود اپنے قبضے مین کرے نواب سعادت علی خان کی سپاہ کی بُرائیان تم خود ہی جانتے ہو مجھے اُنکے بیان کرنے کی ضرورت نہین یہ ارادہ ہے کہ جب

لارڈ ولزلی گورنر جنرل ہند کا نواب سعادت علی خان کی اصلاح معاملات پر توجہ کرنا اور اُنکی سپاہ کو موقوف کراکے کمپنی کی سپاہ کو بڑھانے کا ارادہ کرنا

انگریزی مؤرخ بیان کرتے ہین کہ مُلک اودھ مین ایک حقدار تخت سلطنت پر بیٹھ گیا تھا مگر اُس سے وہ خرابیان اور دشواریان کہ اس مُلک مین پیش تھین کم نہ ہوئین غریب رعایا پر تحصیل زر مالگذاری مین وہ ظلم وستم ہوتا تھا کہ خدا کی پناہ۔ مگر پھر بھی سرکار کمپنی کے زر موعود کا پورا نہ پڑتا تھا۔ ہمیشہ باقیات رہتی تھین۔ عدالت وانصاف کو سارے ملک مین چراغ لیکر ڈھونڈھیے تو کہین اُسکا سُراغ نہ پایئے فوج کو دیکھئے تو خوگیر کی بھرتی غریبون کو ستائے اپنے ہی آقا کو دھمکائے میدان جنگ مین کبھی نہ جائے اور جو جائے تو نامرد ہاتھی بن جائے۔ دشمن سامنے آئے تو اُسکو موت نظر آئے۔ جب ہندوستانی سرکارونکا ادبار آتا ہے تو یہ بُرائیان اُن مین ہوا کرتی ہین۔ مگر اودھ مین ایک اور طرّہ اُسپر یہ چڑھا کہ بعض فرنگیون نے یہان اپنا جُدا ہی فرنگی محل ملک کے اُجاڑنے کے لیے آباد کیا یہ سارے فرنگی بندۂ زر اپنی قوم مین بدنام تھے۔ بگڑی ہوئی ہندوستانی ریاستین اُن کے لیے کان زر تھین لباس وصورت فرنگستانی کے سبب سے اُن کے پوبارے ہوتے تھے اور سب اُن کے آگے مات ہوتے تھے۔ پس ہندوستانی سرکارون مین مُلک اودھ سے زیادہ اپنے جوہر لیاقت دکھانے کا موقع کہین اور نہ تھا اُن کی بدگہری کے خریدار تو یہین کے جوہری تھے۔ ہندوستانیون کی زشت کاری کے چہرے پر جب فرنگستانی غازہ ملا گیا تو پھر اُس کا اور ہی روپ ہوگیا

جسوقت انگریزی سپاہ کو سرحد پر ایک ہیبت ناک کام کرنے کے لیے ضرورت ہوئی
تواس بات کی حاجت پڑی کہ ایک حصہ اُسکا نواب کی جان کی حفاظت کے لیے لکھنؤ مین
بھی چھوڑا جائے کہ وہ اُن کی خود سپاہ کی شورش کو نہ ہونے دے پس ان واقعات سے
صاف یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ نواب کے مُلک کی حفاظت باہر کے حملون سے اور مُلک کا اندرونی
امن وامان یون ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ یہ بیکار سپاہ کم کر دیجائے جس کی تنخواہ نواب کے
خزانے سے ملتی تھی۔ اس معاملے کی خط وکتابت مین کچھ التوا اس سبب سے ہوا کہ لمسڈن
صاحب رزیڈنٹ نے استعفا دیدیا تھا اور کرنیل سکوٹ صاحب اُن کی جگہ مقرر ہو کر آئے تھے
اور وہ ایک چھٹی کونسل کے وائس پریسیڈنٹ سر ایبور ڈ کلارک صاحب کی نواب کے
نام لائے تھے جس مین اصلاح سپاہ کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت کی وجوہات لکھی ہوئی
تھین اتفاق سے اس چھٹی کو پیش کرنے کا یہ موقع خوب ملا کہ نواب نے رزیڈنٹ سے
اپنی سپاہ کی پلٹنون کی بغاوت کی شکایت کی تھی اُس کو نواب نے پڑھا اور جو کچھ اصلاح
سپاہ کے باب مین لکھا تھا اُسکو پسند کیا اُس پر رزیڈنٹ نے عرض کیا کہ حضور اس معاملے کو
بہت جلد طے فرمائین اور سپاہ کی قسم اور تعداد اور خرچ جو حضور کو منظور ہو اُسکا پورا پورا
حال لکھ کر مرحمت فرمائین مگر بیس روز کا عرصہ گذر گیا کہ نواب نے کچھ خبر نہ لی رزیڈنٹ کا
جب تقاضا ہوا تو اس معاملے پر مباحثہ کرنے کے لیے ایکدن تجویز ہوا مشرقی آداب کا
قاعدہ ہے کہ جب بڑے کوئی بات کہتے ہین تو چھوٹے صاف اُس کے قبول کرنے مین انکار
نہین کرتے ۔ نواب نے بھی اپنے مطلب کو لباس نیازمندی مین یون ادا کیا کہ جو تدبیر
میرے سامنے پیش کی گئی ہے اُسکی تعمیل ممکن تو ہے مگر مجھے یقین ہے کہ اُسکی تعمیل میری
مرضی کے موافق نہ ہوگی۔ سوا اسکے اُنھون نے یہ بھی کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ ایک

کبھی قابو بنے تومین نواب کو سمجھاؤن کہ وہ اپنی سپاہ کو بالکل موقوف کرین فقط اتنی سپاہ رہنے دین جو تحصیل مالگذاری کے لیے کافی ہو اور افسر ایسے عالی خاندان اور شریف منتخب کرکے نوکر رکھین کہ جن کو کچھ اپنے کام اور پیشے کی شرم ہو اور کچھ اپنی شرافت خاندانی کی ننگ ہو گو لکھنؤ مین ایسے آدمیون کا ملنا عنقا ہے۔ یہان سپاہیانہ طبیعت کا آدمی تلاش کرنا گھاس کے ڈھیر مین سوئی کا ڈھونڈھنا ہے۔ یہان کے سپاہی تو وہ نامرد ہین کہ جوانمرد دشمنون کو ملک مین بیٹھے بلاتے ہین اور اپنے ڈرپوک نواب کو ڈراتے ہین وہ سب نکالدیے جائین اور انکی جگہ سرکار کمپنی کے سوار اور پیدلون کی رجمنٹین بھرتی کی جائین اور ان کا سارا خرچ وقت پر نواب دیا کرین سوا اس کے جو فرنگی یون ہی نواب کی ریاست مین گھس آئے ہین اور کامون مین بہت طرح کی خرابیان پیدا کرتے ہین۔ انسانیت کے ساتھ انکے خارج کرنے کی تدبیرین سوچی جائین۔

لارڈ ولزلی کی نیت مین جو اودھ کے معاملات اودھ مین تھے انکی بسم اللہ یہ چھٹی تھی۔

اصلاح سپاہ کے باب مین انگریزون کا تجویزات پیش کرنا نواب سعادت علی خان کی طرف سے اُس مین التوا ہونا

لارڈ ولزلی نے پھر رزیڈنٹ کو یاد دلایا کہ ان ہماری ہدایتون کی تعمیل کرو اور نواب کو اُس سے اطلاع دو اور سمجھا دو کہ زمان شاہ دریاے سندھ سے پار آگیا ہے وہ ضرور ادھر پر حملہ کرے گا روہیلے اودھ کی بغل مین بیٹھے ہین ضرور اپنے ہم قومون کے ساتھ شریک ہونگے اب امن کے زمانے مین ایسی تدبیر کر لو کہ جس سے یہ خوف جاتا رہے سپاہ کے کارخانون کی خرابیون کے نواب خود مقر تھے یہ سپاہ نکمی ہی نہ تھی بلکہ اندیشہ ناک بھی تھی

روپیہ ماہواری صرف بیجا گوارا کرنا خلاف دانشمندی ہے حسن رضاخان سرکار کمپنی کی
منظوری اور مشورے سے مقرر ہوئے تھے نواب اُن سے دق تھے وہ رزیڈنٹ سے جو چاہتے
لگا بجھا آتے یہ سبب بدنظمی کے سابق اسباب پر اور اضافہ ہوگیا تھا۔ جب رزیڈنٹ کی
اس صورت حال کی عرضداشت گورنر جنرل کی خدمت مین گئی تو انھون نے حکم بھیجدیا کہ
حسن رضاخان نائب جن سے نواب ناراض ہین موقوف کردیے جائین۔ اور کوئی
دوسرا لائق آدمی جو سرکار کمپنی کی تدبیر اصلاح سپاہ کا بھی مدد و معاون ہو مقرر کیا جائے
رزیڈنٹ نے یہ بھی لکھا کہ تحصیل مالگذاری مین جو رعایا پر پہلے جور و ستم ہوتے تھے اُس مین
کچھ کمی نہین ہوئی ہے پہلے یہ روپیہ زمیندار اور نواب کے درمیان کے واسطہ دار غبن کر کے
کھا جاتے تھے اور کچھ نواب کے خزانے مین اُس کے گلچھرے اُڑانے کے لیے داخل کر دیتے
تھے اب اس نواب کے عہد مین یہ فرق ہوگیا کہ سارا ظلم کا روپیہ نواب کی جیب خاص
مین داخل ہونے لگا اور کفایت اندیشی اور جزرسی سے خزانہ خانگی مین تھیلیون کا ڈھیر
لگنے لگا۔ غرض تباہی مُلک کی جو اون نوابون کی مسرفی اور کاہلی اور عیاشی اور اوباشی
سے شروع ہوئی وہ اس نواب کی کفایت شعاری اور جزرسی سے اور برسر ترقی
ہوئی ہے۔ سرکار کمپنی نے بعض ہندوستانی سرکارون سے یہ عہد و پیمان کر لیا تھا
کہ اُنکے مُلک کی حفاظت سرکار کی سپاہ کرے گی اور اس خدمت کے عوض مین وہ رئیس زر
مقررہ سالانہ دین گے اور وعدہ کر لیا تھا کہ اندرونی انتظام ملکی مین وہ دست انداز نہوگی
اب یہ معاملہ نازک ایسا آن پڑا کہ سرکار کمپنی کسی عنوان نہ بچ سکتی تھی اگر سرکار انتظام
ملکی بالکل اختیار مین اُن ریاستون کے رئیسون کے کر دیتی تو اسکے یہ معنے تھے کہ رعایا کا
حال جو جی مین آئے کرو تو سرکار پر یہ الزام لگایا جاتا کہ دیکھو بھیڑون پر بھیڑیے چھوڑ دیئے

بات کی درخواست کرون جس مین میرا بھی آرام ہے میری رعایا کی بھی آسایش ہے۔ میری سلطنت کی بھی بہبودی اور فلاح ہے مگر مین اُس بات کا اتا پتا ابھی نہین بتلاؤن گا جبتک گورنر جنرل سے میری ملاقات جسکی توقع جلد ہے۔ لکھنؤ مین نہوگی یا تو اُس رازسربستہ کو اُنکے سامنے کھولون گا یا اُس وقت کہ کسی رزیڈنٹ کے نام اُس میرے منصوبے کی تعمیل کا حکم آئے گا۔ غرض ایک پہیلی سی کہدی جسکو کوئی بوجھ نہ سکتا تھا۔ ہرچند رزیڈنٹ نے اُسکا حال دریافت کیا۔ مگر کچھ نہ بتلایا اور ایک دوسرا روز اور ملاقات کے واسطے ٹھہرایا اور کہا کہ مین ایک یادداشت لکھکر پیش کرون گا۔ مگر جب ملاقات ہوئی تو وہی باتین تھین جو اول روز ہوئی تھین۔ اب رزیڈنٹ نے بدلائل نواب کے سامنے اُس امر کو بیان کیا کہ جو منصوبہ مخفی آپ کے دل مین ہے اگر اُس پر اصلاح سپاہ موقوف کیجائے تو بہت عرصہ اُس مین لگے گا اُس منصوبے کا کھلنا دو باتون پر موقوف ہے یا تو گورنر جنرل سے ملاقات ہو سو وہ بھی ابھی ہوگی نہین یا گورنر جنرل اس آپ کے منصوبے کی تعمیل کے لیے کوئی اپنا نائب مقرر کرین یا رزیڈنٹ سے کہین تو جب تک منصوبے کا معمّا کھُلے گا نہین کیسے گورنر جنرل اُس کی تعمیل کے لیے کسی کو اپنی طرف سے مقرر کرین گے اس کے جواب مین نواب چپ ہوگئے یہ ملاقات بھی یونہین ختم ہوئی۔ کوئی اُس کا ثمرہ نہ حاصل ہوا۔ اب نواب کے منصوبے کی پہیلی بوجھنے مین لوگون نے قیاسات لپنے لگائے رزیڈنٹ کا یہ قیاس دوڑا کہ نواب شاید اپنے نائب کو موقوف کرانا اور اُن کے عہدے ہی کو مٹانا چاہتے ہین کیونکہ اُنھون نے پہلے رزیڈنٹ سے کہا بھی تھا کہ آپ گورنر جنرل کو تحریر کرین کہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ عیش و عشرت مین مشغول رہتے تھے اُن کو اِس لیے نائب کی ضرورت تھی اور مین بذات خود تمام مُلک کے انتظام کی طرف متوجہ ہون مجھے نائب کی حاجت نہین پچیس ہزار

ادا کر دو تو ہم وہان جائین گے نہین تو نہین جائین گے یہ اِس ملک کا پُرانا دستور چلا آتا ہے کہ والی مُلک سپاہ کی تنخواہ بہت دنون کی چڑھا رکھتا ہے کہ جس کے سبب سے سپاہی ہمیشہ مفلس رہین تنخواہ پاکر دولت کے نشہ مین مست نہو جائین۔ نواب سعادت علی خان بھی اس قاعدے کے پابند تھے سپاہ کی تنخواہ بہت دنون کی چڑھا رکھی تھی۔ جب یہ تنخواہ کا تقاضا ہوا تو اُن کو ایسا ناگوار گذرا کہ اُنھون نے سپاہ سے کہا کہ اچھا تنخواہ اپنی لیلو مگر آیندہ نوکری سے ہاتھ اُٹھاؤ۔ کرنیل سکوٹ صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کو یہ بات پسند آئی اس لیے کہ اس مین سپاہ کو اپنی نافرمانی اور بدخواہی کی سزا ملتی تھی اور آیندہ اُس کے موقوف ہونے کا وہ طریقہ نکلتا تھا جس سے توقع ہوتی تھی کہ گورنر جنرل کے حسب دلخواہ بتدریج اصلاح سپاہ ہوجائیگی۔ مگر مشرقی ملکون مین تنخواہ چکنے کا بھی حساب بڑے جھمیلے سے ہوتا ہے سپاہ نے کہا کہ ہمارے پانچ مہینے چاہیین نواب نے کہا کہ نہین تین مہینے جب یہ قضیہ فیصل ہوا تو اُس کے بعد یہ جھگڑا کھڑا ہوا کہ خزانے مین آؤ اور تنخواہ لیجاؤ اور ہتھیار رکھ جاؤ سپاہ کو اس سے یہ اندیشہ ہوا کہ معلوم نہین کہ نواب اس مین کیا دغا کرین اُنھون نے کہا کہ تنخواہ ہماری پلٹن مین بھجوادو۔ رزیڈنٹ نے اس تکرار کو بھی چکایا تو پھر نواب نے حساب مین ایک اور جھگڑا ڈال دیا۔ مگر رزیڈنٹ نے نواب کو سمجھاکر سپاہ کی تنخواہ دلادی اور ہتھیار لنکے لیے۔

گورنر جنرل کا تقاضا اصلاح پر اور اُس پر مختلف رائین

اب ہم اصلاح سپاہ کا ذکر کرتے ہین گورنر جنرل کا خط نواب کے پاس آیا تو اُس کا جواب اُنھون نے گورنر جنرل کو یہ لکھا کہ سپاہ کی اصلاح کا خیال مجھے آپ سے زیادہ ہے

ہین - بیگناہون کو ظالمون کے پنجے مین پھنسا دیا ہے - جن برائیون کا روکنا اُسکا کام تھا اُس مین اور تائید کی ہے اور جب سرکار احتیاط اور اعتدال کے ساتھ انتظام ملکی مین مداخلت کرتی اور اُسکو خود لے لیتی تو یہ کہا جاتا کہ دیکھو عہد شکنی کی اور شخصون کے حق تلف کر کے خود غصب کر لیے مگر مدبران و منتظمان ملکی جو اپنی دیانت و امانت خلوص صداقت پر اعتماد رکھتے ہین وہ ایسی بے اصل بدنامیون سے نہین ڈرتے ہین - مسافر اپنی راہ کو کتّون کی بھون بھون سے کبھی نہین چھوڑتے ہین وہ اپنے ایمان سے کام کرتے ہین اور اُس مین ذرا بھی لغزش و لرزش اس دھیان سے نہین آتی کہ آیا کسی کام کے کرنے سے لوگ ہم کو برا کہین گے یا بھلا کہین گے جن مدبّران ملکی کو ایسا خیال ہوتا تھا کہ ایسا کام کیجیے کہ جس سے سب ہم کو اچھا کہین وہ ایمان سے دیسی ریاستون کے معاملات کا تصفیہ نہین کر سکتے تھے - لارڈ ولزلی اس قسم کے مدبر نہ تھے کہ وہ اوپر کی بات کا خیال کرتے اُنھون نے جیسی حالتین دیکھین اُن کے مناسب کام امانت دیانت اور خلوص صداقت سے کیے نیکنامی اور بدنامی کا کچھ خیال نہین کیا اصلاح سپاہ کو وہ اپنے سچّے دل سے نیک جانتے تھے اُس کے باب مین پھر اُنھون نے نواب کو خط لکھا -

نواب اور سپاہ کے درمیان فساد

اُسی زمانے مین نواب اور اُنکی سپاہ کی بعض پلٹنونکے درمیان ایک معاملہ ایسا آن پڑا جس سے صاف بات کھل گئی کہ نواب اور سپاہ کے درمیان کس قسم کا رشتہ و علاقہ ہے اور باہم ایک کو دوسرے پر کتنا بھروسا اور اعتبار ہے - ایک پلٹن لکھنؤ مین تھی اور کسی مقام پر بضرورت جانے کا حکم ہوا اُس نے کہا کہ اگر ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ کا ایک حصّہ

لشکر کے خرچ کی تدبیر نہو گی مشکل ہے کہ سرکار کمپنی سپاہ کا انصرام معاودفعتہً حملے کی صورت مین کر سکے مین نواب کو وہ عمدہ تدبیر بتلاتا ہون کہ جس سے نواب کو ہمیشہ ایسی ضرورتون کی حالت مین اپنی سپاہ کی کمک کی حاجت ہی نر ہے آخر مین خط کے یہ اور لکھدیا کہ عنقریب نواب کے مُلک مین سپاہ کی تقویت کے واسطے ایک حصہ اُس سپاہ کا بھیجا جاتا ہے جو افزائش کے لیے تجویز کی گئی ہے اور باقی سپاہ بعد اُسکے بھیجی جائے گی

ایک مباحثۂ عظیم اس پر یہ ہے کہ اس افزائش سپاہ کا اختیار گورنر جنرل کو عہدنامے کے موافق تھا بھی یا نہین بعض اس کے مخالف راے رکھتے ہین بعض موافق ہم دونون کو بیان کرتے ہین ـ

اب موفقین کی راے یہ ہے کہ گورنر جنرل نے اپنے کام کے انصاف کے موافق ہونے کی دلیل بیان کردی کہ سرجان شور اور نواب سعادت علی خان کے درمیان جو عہدنامہ لکھا گیا تھا اُسکی ساتوین دفعہ یہ تھی کہ جب کسی ضرورت سے فوج انگریزی ولائتی وہندوستانی پیادہ وسوار و توپخانہ مُلک اودھ مین تیرہ ہزار سے زیادہ کی جائے گی تو نواب سعادت علی خان وعدہ کرتے ہین کہ جو سپاہ زیادہ تعداد مذکورۂ بالا سے ہوگی اُس کا خرچہ وہ علاوہ دینگے ـ

اب سوال یہ ہے کہ اس ضرورت کے وقت مجوز کون ہوگا اس کا جواب کہین عہدنامے مین موجود نہ تھا اب کیا نواب سعادت علی خان اُس کے مجوز ہوتے تو وہ اپنی بات مین ہٹ کے پورے تھے روپے کی محبت مین ایسے اندھے تھے کہ ضرورت کا وقت جب سب کو دن کی طرح دکھائی دیتا تو وہ اندھون کی طرح ہاتھ سے ہی ٹٹولتے کہ کہان ہے کدھر ہے اگر اس ٹٹول ٹٹال مین کہدیتے کہ کیون بہکاتے ہو ضرورت کا وقت

اور مین اُن فائدون کو خوب سمجھتا ہون جو زمانۂ حال و استقبال مین حاصل ہون گے
مین اس اصلاح کے باب مین بہت جلد کرنیل سکوٹ سے مشورہ اور صلاح کرون گا
جو ہم دونون کی صلاح کا نتیجہ ہوگا اُس سے اطلاع دونگا اس اقرار کو اُنھون نے پورا کیا
مگر مشکل سے جیسی اُنکی عادت تھی آخر کو نتیجہ نہین مبتدا کی خبر نہین کرنیل سکوٹ نے
نواب کی عادت کو یون بیان کیا ہے کہ نواب عالیجناب وہ شخص ہین کہ اُن سے کسی معاملہ کا
طے کرنا مراسم آداب و تعظیم کے ساتھ ایسا مشکل ہے کہ اُس کا اشکال خیال مین نہین آتا
جب کوئی بات اُن سے کہی جاتی ہے تو وہ اُس کے جواب مین خاموش ہین۔ یہان
خاموشی کے یہ معنے سمجھے جاتے ہین کہ اب وہ آگے بحث و تکرار اُس معاملے مین
نہین کرین گے مگر درحقیقت وہ چپ کچھ اور سبب سے ہوتے ہین پھر جس بات کا وہ اقرار
کرتے ہین اُس کے پورا کرنے کا ذرا خیال نہین کرتے اُس کے لیے تصنع و تکلف دلائل پیش
کرتے ہین جب گورنر جنرل کے پاس نواب کا جواب جس کا وعدہ تھا نہ پہونچا تو ۵ نومبر
۱۷۹۹ء کو لارڈ ولزلی نے صاف صاف لکھ بھیجا کہ ضرور تین ایسی داعی ہین کہ جو
سپاہ کے انتظام کی تدابیر پیش کی گئی ہین اور اُس پر نواب کو خوب علم ہو گیا ہے اور اُنہین
نواب کو بھی میرے ساتھ اتفاق ہے بے تامل بہ تعجیل اُن کی تعمیل کی جائے۔ اس جلدی
کی ضرورت یہ ہے کہ عہدنامے کے موافق مُلک اودھ کی حفاظت تمام دشمنون سے
برٹش گورنمنٹ کے ذمے واجب اور لازم ہے بالفعل جتنی سپاہ انگریزی نواب کے مُلک مین
ہے وہ غیر کافی ہے اب اُن کے مُلک پر زمان شاہ یا شاید کسی اور دشمن کا حملہ ہونے والا ہے
پس جبتک اصلاح سپاہ نہ ہوگی اور سرکار کمپنی کی سپاہ اُنکے مُلک مین زیادہ نہوگی اور جبتک اُنکی
خود سپاہ بے ترتیب و بے تربیت نہ موقوف ہوگی اور اُس کی تنخواہ کی بچت سے انگریزون کے

ضعف حالی کے سبب اپنے مُلک کی حفاظت سرکار کمپنی کی سپاہ کے حوالے کی اور اس معاملے مین اپنا قائم مقام بنا دیا اور اُسکے واسطے شرائط کو قبول کر لیا - اور اپنے تئین سرکار کے ہاتھ بیچ کر چند فوائد مول لیے ہون تو اُس کا اب یہ حق نہین رہا کہ اُن شرائط کے ایفا کا جب تقاضا اُس پر کیا جائے تو وہ اُن پر اعتراض کرے - مگر برٹش گورنمنٹ کا یہ فرض ہو گیا کہ ایفاے شرائط کے لیے کوئی وجہ ہو تو نواب سے ضرور شرائط کو پورا کرائے اور نواب کو کچھ عذر و حیلہ اُنکی تعمیل مین نہو مگر ناحق اور بیوجہ نواب کو دبانا برٹش گورنمنٹ کو بھی ناجائز تھا -

دوسرا سوال تحقیق طلب یہ ہے کہ آیا اُس وقت ضرور تھا کہ نواب کو افزائش سپاہ کے لیے مجبور کرین اس کا جواب آسانی سے یہ دیا جاتا ہے کہ اودھ پر زمان شاہ حملے کرنے کو تھا وہ لاہور مین تو آپونچا تھا اگرچہ وہ اُس وقت اُلٹا اپنے وطن کو ضرورت کے سبب سے واپس چلا گیا تھا - مگر پھر اُس کا آنا آسان تھا - سیندھیا بھی اودھ کی تاک مین بیٹھا تھا کہ جب موقع ملے تو اُس کے غلّے لگائے - روہیلے بھی تیار بیٹھے تھے - نواب کے سارے مُلک کی رعایا اور سپاہ بگڑی بیٹھی تھی اُس سے بھی بُرے وقت مین حملہ کرنے کا اندیشہ لگا ہوا تھا - اب نواب کی سپاہ کا حال تم پڑھ ہی چکے ہو اگر اور زیادہ حال معلوم کرنا ہو تو سودا کے یہ اشعار پڑھ لو -

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے	دعوے نہ کرے یہ کہ مرے مُنھ مین زبان ہے
مین حضرت سودا کو سُنا بولتے یارو	اللہ رے اللہ رے کیا نظم و بیان ہے
اثنا مین کیا عرض کہ فرمائیے حضرت	آرام سے کٹنے کی طرح کوئی بھی یان ہے
سن کر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہ جا	اس امر مین قاصر تو فرشتے کی زبان ہے
کیا کیا مین بتاؤن کہ زمانے کی کٹی شکل	ہے وجہ معاش اپنی سو جس کا یہ بیان ہے

نہین ہے تو دشمن کے ہاتھ سے مُلک پامال ہوجاتا اور پھر سرکار کمپنی کو وہ وقت اور دشواریان اُٹھانی پڑتین جن کو وہ پہلے سے اپنی عمدہ تدبیر سے رفع کرسکتی تھی شرط عہدنامہ یہ تھی کہ مُلک کی حفاظت سپاہ سے کیجائے گی سپاہ کی تعداد کی قید نہ تھی تو اُس کی حراست ایسی سپاہ سے کہ جو اُسکی حفاظت کے واسطے کافی نہو ایک بیہودہ اور حماقت کی حرکت تھی اس لیے افزائش سپاہ کی شرط ضرورت کے وقت لگائی گئی تھی - اب یہ لارڈ ولزلی کا حق تھا کہ جب اپنی ضرورت سمجھین سپاہ کو زیادہ کرین اگر یہ اختیار نواب کو دیا جاتا تو سرکار کمپنی کو مُلک کی حفاظت کرنا محال تھا - لارڈ ولزلی نے نواب کو لکھا کہ عہدنامے کی ساتوین دفعہ مین یہ لکھا ہے کہ نواب کے مُلک مین بحسب ضرورت گاہے گاہے ازدیاد سپاہ کا بھی اختیار سرکار کمپنی کو ہوگا یہ عبارت غلط ہے - حقیقت مین عہدنامے مین یہ لکھا ہوا ہے کہ سرکار کمپنی کو اختیار ہے کہ جسوقت اُسکو ضرورت افزائش سپاہ کی معلوم ہو تو وہ زیادہ کردے پس اس افزائش سپاہ کے ساتھ کوئی قید نہین لگی ہوئی ہے کہ وہ بالاستقلال دوام کیواسطے ہو یا گاہے گاہے پس گورنر جنرل کو اختیار ہے کہ اس عہدنامے کے بموجب جسقدر افزایش سپاہ کو چاہے مستقل اور مدام کے واسطے تجویز کردے -

مخالفین اس دلیل کا یون مضحکہ کرتے ہین کہ جیسے دین مُلک داری کے فتوے سے جُدا ہوتا ہے ایسے ہی منطق جہانداری کے براہین بھی انوکھے ہوتے ہین زبردست کی زیردست کے ساتھ ایسی ہی دلیل ہوا کرتی ہے جیسی کہ اوپر بیان ہوئی اُن مین بڑے چھوٹون سے ایسے صغرے وکبرے بنا کر نتیجے نکالا کرتے ہین عہدنامے کے موافق یہ امر طے ہوگیا کہ سرکار کمپنی کو افزائش سپاہ کا اختیار حاصل ہے - اب اُس کے خرچ کے واسطے روپے کا نواب کے ذمے تجویز کرنا سرکار کی عنایت ورعایت پر موقوف ہے جب نواب نے اپنی

بحال کرکے مسلمانون کی سلطنت جمانے کا ہندوستان مین دل سے ارادہ رکھتا ہو
مرہٹون کے ایفاے وعدہ کا اعتبار نہو۔ روہیلے لغلی دشمن موجود ہون پھر کیا ایسے
حال مین گورنرجنرل مبارکباد کے شادیانے بجاتے کہ شمال ومغرب مین بالکل امن و
امان ہے کیون اودھ مین افزایش سپاہ کیجئے۔

اُس وقت لارڈ ولزلی نے خیال نہین کیا کہ چند روزہ کی تعریف اور ستایش کے لیے
اپنی راست بینی اور دریادلی سے ہاتھ اُٹھائین اور اپنے مقاصد اعظم کو حاصل کرنے سے
باز رہین وہ یہ سمجھے تھے کہ نواب اودھ کے معاملات مین اس دخل اندازی سے
ضرور متعصب ناعافیت اندیش نامعاملہ فہم اُن کی تذلیل کے درپے ہون گے
لعنت ملامت کا غل مچائین گے مگر وہ ایسے بے سرے راگون پر کب کان لگاتے
تھے اُن کی نظر عالی ان مقاصد اقصیٰ پر تھی کہ ہندوستان مین امن وامان رہے
برٹش گورنمنٹ سلامت رہے اُنکی قوم اور مُلک کا نام آفتاب کی طرح روشن ہو۔ اس
اپنے انتظام سے وہ جانتے تھے کہ اودھ کا نواب نہال ہوگا اور اُس کی رعایا دولت و
امن سے مالا مال ہوگی گو اسوقت غیظ وغضب کے سبب سے اُسکو یہ سودمند امر نظر
نہین آتا تھوڑے دنون کے بعد وہ یہ دم بھرنے لگے گا ع دردم از یار است درمان نیز ہم
خلاصہ یہ ہے کہ یہ عالی ہمت والا نہمت اپنے عزم مین مستقل تھا اور کسی مشکل اور
دقت سے جو اُسکو پیش آتی نہین ڈرتا تھا۔

محققین کی رائے اس کے خلاف مین سُنیئے وہ یہ کہتے ہین کہ لارڈ ولزلی نے جیسی
انوکھی بات اسوقت نواب سعادت علی خان کو اپنے خط مورخہ ۵۔ نومبر ۱۷۹۹ء مین لکھی ہے
ویسی کمتر انسان کے منھ سے نکلا کرتی ہے اُسکے یہ معنی تھے کہ امن وامان کی حالت مین

گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہین کسو کی
گذرے ہے سدا یون علف و دانہ کی خاطر
ثابت ہو جو دکلا تو نہین موزون مین کچھ حال
کہتا ہے نفرِ غزّے کو صرّاف سے جا کر
یہ سُن کے دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ
اس رنج سے جب چڑھ گئے چھتیس مہینے
لیتے ہین باین رو سیہی وہ تو دو ماہہ

تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے
شمشیر جو گھر مین تو سپر بنیئے کے یان ہے
تیرون مین ہو پر گیر تو بے چلہ کمان ہے
بی بی نے تو کچھ کھایا ہے فلقے سے میان ہے
شوال بھی پھر ماہ مبارک رمضان ہے
تنخواہ کا پھر پیٹنا اس شکل سے یان ہے
ٹک دھونس دھڑلے کی جنھین تاب و توان ہے

سر جمیس گریگ صاحب جو سپہ سالار انگریزی سپاہ کے مُلک اودھ مین تھے وہ گورنر جنرل کو لکھتے ہین کہ نواب سعادت علی خان کی سپاہ کا عدم و وجود برابر ہے نواب کی کفایت شعاری اور کنجوسی نے سپاہ کی صورت منحوس بنا رکھی ہے نہ اُسکے پاس ہتھیار ہین نہ وردی ہے نہ کوئی توپ ہے جب ایک موقع پر مین نے نواب سے وردی اور ہتھیار اور توپین سپاہ کے لیے مانگین تو نواب نے کہا کہ میرے پاس یہ سب چیزین فقط اتنی ہین کہ جو سپاہ میری اردلی مین رہتی ہے اُسی کے لیے کافی ہین اور زیادہ نہین جو بھیجون غرض نواب کی سپاہ بالکل نکمّی ہے مجھے خوف ہے کہ اگر اس تبہ مزاج سپاہ کا پہلے سے علاج نہ ہوگا تو اُس کی سیہ کاری کا مرض مضرت رسان ہو جائے گا مین اگر کہین جاؤن اور اس سپاہ کو پیچھے چھوڑ جاؤن تو مجھے اُس سے ایسا ہی خوف معلوم ہوتا ہے جیسا کوئی قلعہ دشمن کے پاس چھوڑ دینے سے خطر ہوتا ہے پس جب ملک کی رعایا اور سپاہ کا یہ حال ہو کہ ایک والی ملک کی جان کو رو رہی ہو اور دوسری اُسکے خون کی پیاسی ہو اور پھر اُس پر زمان شاہ کے حملے کا اندیشہ ہو جو دلّی کے بادشاہ کو

جانتے تھے کہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ میری فوج کو بالکل تباہ و برباد کردے اور ملک کی
حفاظت اپنی سپاہ کے حوالے کرے غرض اُن کا دل سلطنت سے ایسا بجھ گیا تھا کہ وہ
رزیڈنٹ سے اشارون اور کنایون مین ایسی باتین کیا کرتے تھے کہ جس سے معلوم ہوتا
تھا کہ وہ سلطنت کے کام سے بردا شتہ خاطر ہین اور اُس کے چھوڑنے کا قصد ہے باتین تو
اُنکی ایسی تھین مگر کام اُنکے ایسے تھے کہ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمیشہ لکھنؤ مین رہنا
چاہتے تھے۔ تعمیر عمارت کی تیاریان قوانین سلطنت کے بڑے بڑے مسودے امور
خانگی کا نہایت انتظام آخر دل کی بات نہ چھپ سکی اور ایک روز رزیڈنٹ کے سامنے
زبان پر آہی گئی کہ "نہ مین رعایا سے خوش ہون اور نہ رعایا مجھ سے۔ سپاہ میری نہ وفادار ہے
نہ فرمانبردار رعایا و سپاہ دونون سرکش و فساد اندیش اس لیے مجھے سلطنت سے نفرت
ہے مین اِس بار سلطنت کو سر پر نہین اُٹھا سکتا اور خلق جو ودیعت الٰہی ہے اُس کی خبرگیری
اچھی طرح نہین کرسکتا مین تو سلطنت چھوڑتا ہون اور مجھے اِس کا یقین ہے کہ سرکار انگلشیہ
میرے بیٹے کو میرا جانشین کرے گی جس سے میرا نام آیندہ باقی رہے گا اور میرے
خویش و یگانون کا وظیفہ بھی کردے گی جس سے اُن کا گزارہ اچھی طرح ہو سکے گا میرے پاس
جو کچھ سرمایہ ہے وہ زندگی بسر کرنے کے لیے کافی ہے مین اُسے ساتھ لیجاؤن گا" جب رزیڈنٹ
نے یہ باتین سُنین تو اُن سے کہا کہ آپ اپنے اس منصوبے کو گورنر جنرل کے پاس لکھ کر
بھیجدین اُس پر نواب نے فرمایا کہ آپ ہی یہ تکلیف کرین مجھے کسی اور پر اعتبار نہین کہ مین
اپنے راز کی باتین اُس سے کہون۔ غرض رزیڈنٹ نے یہ تمام احوال اور گفتگو مین جو ہوئی
تھین قلمبند کرکے گورنر کے پاس بھیجدین اور اُس پر یہ حاشیے بھی چڑھا دیے کہ نواب
کے بیٹے بہت ہین مگر سب حرامی خزانے کا حال یہ ہے کہ نواب خزانۂ عامرہ سے

بھی سپاہ کے وہی کارخانے اور خرچ رہین جو لڑائی کے وقت مین ہوتے ہین عمدہ گورنمنٹ کے
اصول مین یہ امر داخل ہے کہ امن کے وقت سپاہ کے تمام صیغون کا خرچ جس قدر ممکن ہے
کم کیا جائے خراب گورنمنٹ کا اصول اس کے برعکس ہے۔ اُس مین سپاہ کا خرچ امن کے
وقت مین بھی وہی ہوتا ہے جو نہایت اشد ضرورت جنگ کے زمانے مین ہوتا ہے
ملک اودھ کا حال ایسا نہ تھا کہ اُس مین امن کے وقت مین سپاہ کا وہ خرچ
رکھا جاتا جو جنگ کے وقت مین ضرور تھا اُسکی آدھی سرحد تو سرکار کمپنی کے ملک سے
ملحق تھی اُسپر تو کوئی حملے کا گمان اور اندیشہ ہی نہ تھا دوسرے آدھی طرف زمان شاہ
کے حملے کا خوف اُسوقت ہوتا کہ وہ تمام درمیانی سلطنتون کو فتح کر کے طے کر لیتا اُسکے لیے
تو ہنوز دلی دور تھی۔ رہے مرہٹے وہ آپس کے نفاق کی بلاؤن مین مبتلا تھے اُن کو
اپنی جان بچانی مشکل پڑی تھی اور کس کی خبر لیتے۔ پس افغانون کے حملون کے
خوف سے ملک اودھ مین سپاہ کے اُن کارخانون کا قائم کرنا جو جنگ کے وقت ہوتے
ہین ایسا بیہودہ کام تھا جیسے انگلستان مین ترکون کے خوف سے یہ کام کیا جائے غرض
زمان شاہ کا دھڑکا نواب سعادت علی خان کو دینا ایسا تھا جیسے کوئی بچے کو ہوّے
سے ڈراتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محققین کے ایک گروہ کے نزدیک یہ امر پیش از مرگ واویلا تھا
دوسرونکے نزدیک علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد پر عمل تھا۔

نواب کا ترک سلطنت کا وعدہ کرنا اور پھر اُسکو پورا نکرنا

نواب سعادت علی خان سرکار کمپنی کے مقاصد اصلی پر پہونچ گئے تھے وہ یہ

یہ الزام لگانا بھی ستم تھا اس مین دورنگی اور مکاری کیا تھی اُنکا تارک سلطنت ہونا اپنے بیٹے کی جانشینی پر موعود تھا جب یہ نہوا تو وہ بھی نہوا۔

گورنر جنرل کا نواب کے مُلک مین اُنکی مرضی کے بغیر سپاہ انگریزی کو بڑھا دینا اور نواب کے دلائل کو گستاخی بتلانا نواب کی کچھ سپاہ کا موقوف ہونا

رزیڈنٹ کے پاس یہ حکم لارڈ ولزلی کا آگیا تھا کہ وہ کانپور سے فلان فلان سپاہ بُلا کر جہان مناسب سمجھے نواب کے مُلک مین بھیجدے اور نواب کو اطلاع دیدے اسکی جلدی اس سبب سے پڑی تھی کہ فوج کے سفر کا موسم نکلا جاتا تھا اس ترک سلطنت کے منصوبے کو ترک کردینے کے سبب سے۔ نواب کو اطلاع دی گئی کہ جس قدر سپاہ کی افزائش منظور تھی اُس کا پہلا ڈویزن (غول) نواب کی عملداری مین داخل ہونے کو ہے۔جہان حکم ہو بھیجا جائے۔ نواب نے کہا کہ سفر سپاہ مین جبتک توقف فرمائیے کہ مین اپنی درخواستون کو لکھکر پیش نہ کرون اس پر رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ سفر سپاہ مین التوا ناممکن ہے تمام اسکے وجوہات حضور کے گوش گزار ہو چکے ہین اسکا جواب نواب نے یہ دیا کہ مین نے افزائش سپاہ کو کبھی منظور نہین کیا اگر میری منظوری کی ضرورت نہین تو مجھ سے اس باب مین صلاح و مشورت عبث ہے پھر اس کا جواب رزیڈنٹ نے کچھ نہین دیا اور باتین ہونے لگین۔

۱۵-جنوری سنہ ۱۸۰۰ء کو نواب نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے اور گورنر جنرل کے درمیان

روپیہ اپنی محلسرا سے مین لے گئے ہین آصف الدولہ کے قرض مین آدھی بھی نہین دی ہے
ملازمان سرکار کی تنخواہین چڑھی ہوئی ہین پنشن دارون کی پنشن کا بہت روپیہ دینا ہے نواب
اُس مین سے کسی کو پھوٹی کوڑی نہین دینگے۔ نواب نے اس وقت تک سات کروڑ روپے
جمع کیے تھے۔ گورنر جنرل نے ۱۶- دسمبر ۱۷۹۹ء کو اس کا لمبا چوڑا جواب لکھا کہ "مین نواب کو
ترک سلطنت و عزلت نشینی کی اجازت دیتا ہون بشرطیکہ وہ سرکار کمپنی کی عملداری مین
ہمیشہ سکونت اختیار کرین اور سلطنت اودھ کو ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی کے حوالے کرین
مگر یہ اجازت نہین دیتا ہون کہ وہ اُس خزانۂ عامرہ کو ساتھ لیجائین جو مصارف سلطنت
کے واسطے جمع ہوا ہے" گورنر جنرل نے خیال کیا کہ نواب کی عزلت نشینی سے جب ہی بہت سے
فائدے حاصل ہو سکتے ہین کہ وہ بالکل اپنے ملک کو سرکار انگریزی کے حوالے کر دین
ورنہ کوئی اُن کا جانشین مقرر ہو گا تو وہی بات رہے گی۔ "خرہمان خرست امّا یالان
دیگرست"۔ جب نواب کے پاس گورنر جنرل کا یہ جواب آیا تو اُنھون نے کہا کہ مین سلطنت
سے اس لیے دست بردار ہوتا تھا کہ میرا بیٹا سلطنت کرے نہ یہ کہ سرکار کمپنی میری
جانشین ہو۔ نواب نے کہا کہ آبائی سلطنت سو برس کے عرصے سے چلی آتی ہے اگر مین
اُس کو گورنر جنرل کی مرضی کے موافق ترک کرتا ہون تو ساری دنیا مین میرا مُنھ کالا
ہو گا کہ اپنے آرام و راحت کے لیے سلطنت کو کھو دیا اور باپ دادا کا نام ڈبو دیا
اولاد کو سلطنت سے محروم کر دیا اس لیے اب مین نے ترک سلطنت کا عزم ترک کیا
جب نواب کے اس ارادے سے کرنیل سکوٹ نے لارڈ ولزلی کو اطلاع دی تو وہ
بہت غیظ و غضب مین ہوئے اور اُنھون نے ۲۷- دسمبر کو رزیڈنٹ کو لکھوایا کہ مین
نواب کی اس دورنگی اور مکّاری سے نہایت ناراض ہوا۔

اور پھر یہ تحریر کیا کہ اس زمانے مین جو سرکار دولتمدار نے تجویزین فرمائی ہین وہ پہلے
کبھی نہین ہوئین دنیا کا یہ دستور قدیم سے چلا آتا ہے کہ بڑے چھوٹون کی دستگیری کرتے ہین
جب بڑے شہنشاہ چھوٹے رئیسون اور امیرون کے سر پر ہاتھ دھرتے ہین تو اُنکی اعانت
مین سپاہ اور خزانے سے امداد کرنے مین کسی طرح کا دریغ نہین فرماتے ہین اس لیے مجھے سرکار
دولتمدار کے لطف و کرم سے یہ توقع ہے کہ مین اس امر پر مجبور نہ کیا جاؤن کہ اپنی سپاہ کو
موقوف کرون اور ہزارون آدمیونکو بھوکا مارون اور اس سے طرح طرح کے خطرون مین پڑون
اور سرکار کی سپاہ کو پھیلاؤن جس سے رعایا کی نظرون مین میرا رُعب و داب نہ رہے مجھے
یقین ہے کہ گورنر جنرل کا منشا ہرگز ہرگز یہ نہو گا کہ مین ذلیل و خوار ہو جاؤن یہان تک
تو یہ نیازمندی کی باتین تھین آگے تدابیر پیش شدہ کے خلاف یہ دلائل بیان کین کہ عہدنامے
کی دوسری دفعہ سے حضور کی راے پر روشن ہو گا کہ مین جب مسند ریاست پر بیٹھا تھا
تو اس سلطنت کی حفاظت کے واسطے جس قدر سپاہ پہلے زمانے مین رہتی تھی اُس سے
بہت زیادہ اُسوقت موجود تھی مین نے اُسکے خرچ ادا کرنے کا اقرار کر لیا مگر کہین اُس مین
یہ نہین لکھا کہ بعد ایک عرصے کے اضافۂ سپاہ مستقل طور سے کیا جائے گا اور اُس کا خرچ
میرے ذمے مقرر ہو گا پس شرط سے انحراف کرنا بے ضرورت معلوم ہوتا ہے عہدنامے
کی ساتوین دفعہ کے ملاحظے سے حضور پر واضح ہو گا کہ افزائش سپاہ کا اختیار سرکار کو بلا ضرورت
نہین ہے اور ضرورت کی حالت مین حسب حال ضرورت اور وہ بھی مستقل نہین بلکہ تا ضرورت
پھر دفعہ ۱۷ کو دیکھئے کہ دونون سرکارون مین کام صدق دلی اور موافقت سے کیا جائیگا
اور مجھے بالکل اختیار اپنے امور خانگی مین انتظام ملکی ہین اپنے موروثی ملک کی سلطنت
مین سپاہ پر رعایا پر ان سب پر ہو گا - پس جب میری فوج موقوف کر دیگی تو مین پوچھتا ہون

جو تحریرات ہوئی ہین اُن مین مین نے کبھی یہ نہین لکھا کہ افزائش سپاہ مجھے منظور ہے
مگر گورنر جنرل کے خط سے یہ امر ظاہر ہے کہ اُنھون نے مجھے لکھا تھا کہ اُسوقت تک افزائش سپاہ کا
انتظام نہین کیا جائیگا جبتک کہ اُسکے خرچ کے واسطے میری سپاہ کے موقوف کرنے سے روپیہ کا
انصرام نہو گا ابھی میری فوج بدستور نوکر ہے موقوف نہین ہوئی انگریزی سپاہ میرے مُلک مین آ موجود
ہوئی اُس کا خرچ کس کے گھر سے دیا جائے گا سردست کوئی اُسکے واسطے سامان نہین
سپاہ کا موقوف کرنا کوئی لڑکون کا کھیل نہین سیکڑون خطرے اُس مین ہوتے ہین ہزارون آدمی
بیکار ہون گے سیکڑون مفسدہ پردازی پر آمادہ ہونگے بہت سے بیچارے بیٹھ کر پیٹ کو روئین گے
مگر مجھکو تو سب سے زیادہ گورنر جنرل کی ناراضی کا خوف ہے فقط اُنکی خوشی کے لیے اُنکی تجویز کو
قبول کرتا ہون قہر درویش بر جان درویش اب مین اُن شرائط کو بیان کرتا ہون جو اس
افزائش سپاہ کے باب مین عہدنامے مین مرقوم ہون۔ اوّل شرط یہ ہے کہ افزائش سپاہ ایسی کبھی
نہین کیجائیگی کہ نواب اُسکے خرچ کا بار نہ اُٹھا سکے۔ دوم سپاہ زائد کا ایک ڈویژن ہوگا
اور وہ ایک جگہہ وہان رہے گا جہان زمان شاہ اور دشمنونکے حملے کو روک سکے گا اور
فقط اُس کا یہی کام ہو گا۔ سوم افسران سپاہ کو اختیار نہو گا کہ تحصیل محصول مین دست اندازی
کرین اور کچھ اور چھوٹی چھوٹی باتین لکھ کر یہ مستمندانہ فقرہ لکھا کہ مجھے سرکار دولتمدار
کے لطف و کرم سے یہ امید ہے کہ اس دفعہ تو مین نے گورنر جنرل کی ناراضی کے
اندیشے سے اس سپاہ کے داخل ہونے کو قبول کرلیا ہے مگر آیندہ مجھے اور زیادہ تکلیف
ایسی تدابیر سے نہ دیجائیگی۔

۱۸۔ جنوری کو ایک مراسلہ نواب نے گورنر جنرل کے پاس بھیجا جس کے آغاز مین اپنے
خاندان کی قدامت کا بیان کیا اور سرکار سے جو روابط و اتحاد تھے اُس کا حال مشرح لکھا

گورنر کا نواب کو تخت سلطنت سے محروم کرنے کی دھمکی دینا اور اودھ کا بہت سا ملک کاٹ کر سرکار کمپنی کی عملداری مین داخل کر لینا

نومبر ۱۸۰۱ء مین نواب سے پھر درخواست کی گئی کہ سپاہ جس قدر اور زیادہ ملک کے رہنے کے لیے تجویز کی گئی تھی اور اُسکے ایک حصّے کے لیے تو انتظام ہو گیا اب دوسرے حصّے کے لیے اور خرچ کی تجویز کیجیے نواب نے عذر کیا کہ بڑی مشکل سے ملک کی آمدنی وصول ہوتی ہے مین روپیہ دینے کا عہد و پیمان جب تک نہین کر سکتا کہ اپنے مین قابلیت اُس کے بہم پہونچانے اور ادا کرنے کی نہ دیکھون اگر بغیر سوچ بچار کے اقرار خرچ کا کرونگا اور اُس کا انصرام نہ کر سکونگا تو پھر عہد شکنی کا مجرم ٹھہرونگا اپنے خزانچی سُکھ لال کی معرفت تمام ملک کی آمدنی کا حساب مرتب کرا کے گورنر جنرل کے پاس رزیڈنٹ کی معرفت بھیجدیا اُس حساب کو گورنر جنرل نے ملاحظہ فرما کر لکھا کہ اگر ایسا ہی ہولناک زمانہ آنیوالا ہے کہ جس مین نواب اپنے اقرارون کو گورنمنٹ کے ساتھ ایفا نہین کر سکتے تو برٹش گورنمنٹ پر یہ واجب ہوا کہ نواب کی خود اصلاح مقاصد اور فلاح مآرب کے لیے اور سرکار کمپنی کے منفعت اور فائدے کی خاطر ملک مین ایسی مداخلت کرے کہ جس سے نواب کی سلطنت کے مخازن آمدنی کی نوبت اس حد تک نہ پہونچے کہ اُس سے نہ نواب کا کام چلے نہ سرکار کا۔ اودھ جیسے سرسبز و شاداب مُلک مین جو ویرانی اور بربادی پھیلی ہے وہ صرف نواب کی بدنظمی و نقص تدبیر کے سبب سے ہے اُس پر کوئی آفت ارضی و سماوی ایسی نہین واقع ہوئی کہ جس سے مُلک ویران ہو اُسکے برابر کے مُلک سارے آباد اور خوشحال ہین۔ غرض مدتون سے نواب کو فہمائش ہو رہی ہے کہ وہ اپنے مُلک کا انتظام کرین اور رعایا پر متوجہ ہون مگر یہ سارے پند و

کہ میری سلطنت اور حکومت کہان رہی بے سپاہ نہ امور خانگی مین کچھ کرسکتا ہون نہ رعایا پر رُعب و داب بٹھا سکتا ہون نہ آبائی سلطنت پر حکومت کرسکتا ہون کسی کام کا نہین رہتا ہون اس لیے سرکار دولتمدار کی شاہانہ عنایت اور رافت کا اُمیدوار یہ خاکسار بمقدار ہے کہ جو تدابیر تجویز کی گئی ہین وہ سب موقوف کیجائین۔

موجبات شکایت کا جواب دینا تو مشکل تھا مگر محکوم حاکم کی لڑائی تھی محکوم کا کب یہ منصب تھا کہ وہ یہ کہے کہ یہ ہو اور یہ نہو زبردست کا بس زبردست پر کیا استدلال سے چل سکتا ہے اُسوقت لارڈ ولزلی اور ہی چال چلے اُنھون نے اس خط کو دیکھکر کہا کہ یہ تحریر گستاخانہ قابل جواب نہین اور سکرٹری سے رزیڈنٹ کو لکھوایا کہ تمھاری چٹھی کے ساتھ جو نواب کا خط بجواب چٹھی گورنر جنرل مورخہ ۵ - نومبر کے آیا تھا وہ واپس بھیجا جاتا ہے تم نواب کو وہ دیدو اور ہماری طرف سے نواب کو یہ سُنا دو کہ اُس سرکاری تحریر کے جواب مین جسپر گورنر جنرل کی مُہر ثبت ہو جو نواب نے اس دفعہ طرز اختیار کی ہے وہ نہایت گستاخانہ اور بیباکانہ ہے سلطنت انگلشیہ کا ادب و تعظیم جو اُنپر واجب ہے اُس سے اُنھون نے باہر قدم رکھا ہے اس لیے اس خط کی تحریر جواب پر گورنر جنرل کچھ توجہ نہین فرماتے ہین بلکہ اپنی چٹھی مورخہ ۵ - نومبر کا جواب مانگتے ہین اگر ایکی دفعہ نواب نے سرکار انگلشیہ کی عہد شکنی کے اظہار کے واسطے وہی پوچ براہین پیش کین اور وہی خط کی طرز تحریر اختیار کی تو سرکار کو اس گستاخی کی خبرگیری کرنی پڑے گی - غرض اس چٹھی کا ترجمہ رزیڈنٹ نے فارسی مین نواب کو سنوا دیا بعد اسکے بحثین ہوتی رہین آخر کار نواب نے مجبور ہو کر فروری ۱۸۰۰ء مین اپنی سپاہ کا ایک حصہ موقوف کر دیا تاکہ سرکار کمپنی کی سپاہ کا خرچ اُسکی تنخواہ سے نکل آئے یہ فوج ضرور دنگا و فساد مچاتی مگر رزیڈنٹ نے اُسکی چڑھی ہوئی تنخواہ دلا کر چڑھائی سے باز رکھا اور فساد نہ برپا ہونے دیا۔

اُسکی حفاظت سرکار کمپنی کی عملداری کرتی اور اُن اطراف سے غیر ریاستوں کے حملے کا خوف نواب صاحب کو نہ رہتا اور سرکار کمپنی کو یہ کھٹکا جاتا رہتا کہ کہین نواب اور غیر ریاستوں سے سازش نکرے۔ انھین دنون مین لارڈ ولزلی نے ایک خط نواب سعادت علی خان کو لکھا کہ جب سے تم مسند ریاست پر بیٹھے ہو تو مین اپنے اوپر یہ فرض سمجھتا ہون کہ موافق اُن اصول کے جو ہماری گورنمنٹ نے نہایت استقلال سے اختیار کیے ہین وہ کام کرون جو مین نے آپ کو پہلے خطون مین لکھے ہین یہ سارے کام فقط اس سبب سے بھی کرنے پڑے کہ آپ اپنے مُلک کی بدنظمی کو روک نہین سکتے اور نہ انتظام کر سکتے ہین نہ بیچاری رعایا کے جان و مال کی حفاظت کر سکتے ہین۔ غرض یہ اصول گورنر جنرل نے قائم رکھا کہ جو فرمانروا اپنی سلطنت کا انتظام نکر سکے اور رعایا اُس کی بدخواہ اور ناراض ہو وہ خود ترک سلطنت کرے یا وہ اپنی سلطنت کے کامون سے بجبر معزول کیا جائے سرجان شور کے عہدنامے کے موافق خرچ سپاہ نواب سعادت علی خان سے ۷۶ لاکھ روپیہ سالانہ ٹھہرا تھا اور اب اس افزائش سپاہ کا خرچ ۵۴۱۲۹۹۹ روپیہ سالانہ ہوا یہ دونون مل کر ۱۳۰۱۲۹۹۹ روپیہ ہوا اس لیے نواب سے درخواست کی گئی کہ جس مُلک کی آمدنی اس قدر روپیے کی اس ویرانی کی حالت مین سوائے خرچ تحصیل مالگزاری کے ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی کو دیدیا جائے جب اول درخواست کُل مُلک کے حوالے کرنے کی نواب کے سامنے پیش ہوئی تو اُس پر رزیڈنٹ سے اُنھون نے بڑے بڑے مباحثے کیے اور تحریر دن کے طومار کے طومار لکھے نواب نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ پہلے نوابون کے عہد مین زر موعود کی اقساط وقت پر نہین ادا کی گئین اور مین نے کبھی اداے زر قسط مین ایک لمحہ کا توقف نہین کیا ایک کوڑی میرے ذمے

نصائح نقش برآب وگرہ درہوا ہین۔ آخر کار ملک کی بربادی وویرانی کی وہ نوبت پہونچ جائیگی کہ زرموعود بھی سرکار کمپنی کا ادا نہوسکے گا اس لیے بہتر ہوگا کہ اس سراسر ظلم کی بھری ہوئی حکومت اور زہر کی بجھی ہوئی سلطنت کی قائم مقام وہ گورنمنٹ قائم ہو جس سے رفاہ حال رعایا آسودگی برایا ملک کی سرسبزی اور شادابی۔ نام وناموس جان ومال رعیت کی نگہبانی اور فضل وہنر کی کامرانی تجارت وزراعت کی ترقی غرض تمام اسباب خوشحالی خلق مہیا ہو جائین۔ تاکہ سپاہ فرمانبردار اور رعایا خیرخواہ ہو جائے۔ یہ سب باتین ممکن نہین کہ کسی اور طرح حاصل ہون جب تک کہ نواب سارے ملک کا انتظام مالی و ملکی اور جنگی سرکار کمپنی کو نہ دیدین اور خود سلطنت سے دست بردار نہون اُن کے واسطے اور تمام اُنکے دوست آشنا خویش ویگانون کے واسطے وظیفے معقول مقرر ہو جائین گے صرف یہی تدبیر ہے کہ جو ملک اودھ کو نہال اور رعایا کو مالا مال کرے گی ورنہ وہ کسی طور سے آفات اور مصائب کی لکدکوب سے نہین بچ سکتا۔ لارڈ ولزلی نے اس پر عمل کیا کہ "بمرگش گیر تا بہ تپ راضی شود" رزیڈنٹ کو لکھا کہ اس امر کو وہ مصالحت سے طے کرے اور اگر نواب اس مصالحت کا معاہدہ نکرین تو پھر نواب سے نہایت ادب کے ساتھ وہ یہ عرض کرے کہ پہلی اور حال کی سپاہ زائد یعنی کل سپاہ کے خرچ کے واسطے کوئی ایسا مخزن مقرر کر دین کہ جس سے زرموعود عین وقت پر وصول ہو جایا کرے اور اس مین کچھ خلل نہ آیا کرے اسکے واسطے یہ تدبیر بتلائی کہ وہ اپنے ملک کا حصہ ہمیشہ کے لیے سرکار کو دیدین کہ اُس سے تمام سپاہ کا خرچ چل جائے۔ جو ملک تفویض کرنے کے لیے تجویز ہوا تھا وہ اضلاع دوآب وروہیلکھنڈ مع اضلاع علی گڈھ وگورکھپور تھے اس تفویض سے نواب کا ملک امن کا گنبد ہو جاتا تین طرف سے

اجازت ہو اور میرا بیٹا میرا نائب میری غیبت مین مقرر ہو جو کام ہونے والے ہین وہ میری غیبت مین ہون اپنی آنکھون کے سامنے یہ مُلک دینے کی بلا نہین دیکھی جائے گی مین نہ سرکار کمپنی سے لڑ سکتا ہون نہ مقابلہ کر سکتا ہون جو وہ چاہے کرے مُلک اور خزانہ سب حاضر ہے غرض یہان عجز و نیاز کے لباس مین انکار تھا وہان شاہانہ عتاب و ناز مین اپنی بات پر اصرار تھا۔ لارڈ ولزلی نے اپنی تحریرات کے اندر حقیقت مین سلطنت انگلشیہ کی سطوت و صولت کو دکھایا جو اس کام کے لیے سزاوار تھی کہ اُنھون نے جو اتنی حجّتین کین فقط اس لیے کہ اُنکو یہ منظور تھا کہ یہ امر ظاہر ہو کہ جبر و قہر سے مُلک نہین لیا جاتا ہے وہ دل سے چاہتے تھے کہ نواب اپنا مُلک دیدین سانپ مرجائے لاٹھی نہ ٹوٹے اس لیے اُنھون نے اپنے بھائی ہنری ولزلی کو اپنا پرائیوٹ سکرٹری بنا کر نواب سعادت علی خان کے پاس بھیجا کہ شاید میرا بھائی نواب کی ہٹ کو دور کر دے ۳۔ دسمبر ۱۸۰۱ء کو وہ لکھنؤ مین آگئے اور ۶۔ کو نواب کو سمجھایا کہ یہ آپکی غلطی ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہین کہ اگر مین مُلک دیدون گا تو مین تخت سے محروم ہو جاؤنگا اور میری سلطنت کالعدم ہو جائے گی بلکہ برخلاف اُسکے اُس سے آپکی اولاد کے لیے تخت سلطنت زیادہ استقلال کے ساتھ برقرار ہو جائے گا وہی اعزاز و اکرام شاہانہ آپ کا باقی رہے گا اس مین کچھ فرق نہین آئے گا کوئی آپ کو تخت سلطنت سے محروم نہین کرتا نواب نے اس کا جواب صاف نہ دیا ۱۹۔ دسمبر کو گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو ہدایتین لکھین کہ اگر نواب کو دونون درخواستون مین سے ایک کے بھی منظور کرنے مین اصرار چلا جائے تو تم تمام مُلک مین اپنا بندوبست کر لو اور یہ اُسکے ساتھ معقول دلائل بھی بیان کر دین کہ جبتک نواب ان دونون درخواستون مین سے کسی ایک کو نہ قبول کرینگے مُلک اودھ مین عمدہ انتظام نہین ہو گا اور سرکار کمپنی کی سلامتی نہو گی اس لیے

باقی نہین لیکن مجھسے وہ درخواست کیجاتی ہے جو پہلے کسی نواب سے نہین ہوئی بھلا مین کیسے آبائی سلطنت اپنی چھوڑکر خود ترک سلطنت کرون مین ایسی درخواست کو ہرگز نہ مانونگا۔ سرکار نے سپاہ کے خرچ کے لیے جو ملک دینے مین یہ عذر پیش کیے مین نے کون سی قسط ادا نہین کی کہ جس کے عوض مین اپنا ملک دیدون مجھے خود امید ہے کہ اپنے نظم ونسق سے ملک کو سرسبز وشاداب کرون گا اگر ملک دیدونگا تو میری ساری امیدین منقطع ہوجائینگی اور میرا بڑا نقصان ہوگا اور نہ مین اپنے ملک کا حصہ دیسکتا ہون ان باتون کا جواب گورنر جنرل نے بھی ۵ - اپریل ۱۸۰۱ء کو رزیڈنٹ کو لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ نواب نے میری دونون درخواستون کو نامنظور کیا نہایت افسوس کا مقام ہے - مگر آپ سے صاف صاف کہے دیتا ہون کہ میرا اب یہ عزم مصمم ہے کہ ملک اودھ کو زیادہ برباد ہونے دون اور بندگان خدا پر رحم کرون جو ملک کی ویرانی اور اُس کی کمی کا حال ہوتا جاتا ہے وہ سب نواب پر روشن ہے اور وہ خود اس کے معترف ہین اس ملک کے لینے مین سرکار کمپنی کی سپاہ کے خرچ کی پوری کفالت ہوتی ہے اور ملک کی بھی بہبودی - غرضکہ گورنر جنرل نے اصلاح گورنمنٹ کا اصول یہ قائم کیا کہ جو گورنمنٹ پرلے درجے کی خراب ہو اُس کا علاج یہی ہے کہ وہ بالکل نیست ونابود ہوجائے جس عضو کی صحت کی امید نہو اُس کا کاٹ ڈالنا ہی اُس کی شفا ہے حالت ردی مین اُس کی ناحق مرہم پٹی کرنا مرض اور تکلیف کو بڑھانا ہے - نواب کو اُنھون نے سمجھایا کہ جب اصلاح اختیار مین نہین ہے تو وہ اورون کو کیون نہین اختیار دیدیتے کہ اصلاح کرین وہی مثل ہوئی کہ " نہ خود خورد نہ بکس دہد گندہ کند بہ سگ دہد " نواب کا کلیجا اس معاملے مین تقریر و تحریر سے پک گیا تو مجبور ہو کر اُس مورد رنج و بلا نے کہا کہ مجھے کربلا کی زیارت کی

بارہ ہزار آٹھ سو انہتر روپیہ بارہ آنہ تین پائی مع خرچۂ تحصیل کے تھی ۔

تفصیل جمع

چکلہ کوڑہ و کڑا و چکلۂ اٹاوہ	۵۵۴۸۵۷۷ روپیہ ۔	۱۱ آنہ ۔	۹ پائی
کھر وغیرہ	۵۲۳۳۷۷ روپیہ ۔		۶ پائی
فرخ آباد وغیرہ	۴۵۰۰۰۱ روپیہ		
کھراگڈھ وغیرہ	۲۱۰۰۰۱ روپیہ		
اعظم گڈھ وغیرہ	۶۹۵۶۲۴ روپیہ	۷ آنہ ۔	۶ پائی
گورکھپور و بٹول	۵۴۹۸۵۴ روپیہ	۸ آنہ ۔	
صوبۂ الہ آباد وغیرہ	۹۳۴۳۶۳ روپیہ	۱۱ آنہ	۳ پائی
روہیلکھنڈ	۴۳۱۳۴۵۷ روپیہ	۱۱ آنہ	۳ پائی
نواب گنج کھلی وغیرہ	۱۱۹۲۴۲ روپیہ	۴ آنہ	
محال وغیرہ باستثنائے تعلقہ اردل ۔	۱۶۸۳۷۸ روپیہ	۴ آنہ	

نواب گنج کے پاس اس ملک کے نکل جانے کے بعد کروڑ روپے کا ملک باقی رہا جیسا کہ انگریزی تاریخون مین ہے لیکن بعض کہتے ہین کہ ایک کروڑ بتیس ۳۲ لاکھ روپے کا مُلک باقی رہا تھا جسقدر مُلک ہاتھ سے گیا اُس مین وہ خراج بھی جو نواب فرخ آباد نواب اودھ کو دیتا تھا دیدیا گیا ۔ اور جو مُلک باقی رہا اُسکی حفاظت ہوئی اور اُسکی نسبت عہدنامے مین لکھا گیا کہ آنرایبل ایسٹ انڈیا کمپنی عہد واثق کرتی ہے کہ نواب سعادت علی خان اور اُن کے

یہ امر فقط مناسب ہی نہین بلکہ فرض ہوگا کہ تمام سلطنت نواب سے لے لی جائے
اُنکے خوب کان اور دل کے کواڑ کھول کر سمجھا دو کہ سرکار کمپنی نے مُلک اودھ کے تمام مالی اور
ملکی انتظام لینے کا عزم مصمم کر لیا ہے پس اگر اپنی ہٹ سے نہ ہٹین تو اُنکی سپاہ کو معزول
کر دو اور سارے مُلک کے انتظام کی تدابیر کامل کر لو اور اُس پر قبضہ جما لو نواب نے اُسی روز
کہ یہ ہدایات رزیڈنٹ کو لکھی گئی تھین رزیڈنٹ کو لکھ بھیجا کہ مجھے دوسری درخواست حصۂ مُلک
کے تفویض کرنے کی منظور ہے بشرطیکہ مجھے حج اور زیارت کربلا جانے کی اجازت ہو اور میرا بیٹا
میرا جانشین ہو وجہ اسکی یہ بیان کی کہ مُلک کے دیدینے کے بعد میری غیرت کا یہ اقتضا
نہین ہے کہ یہان اپنے ہمسرون کو اپنا مُنھ دکھاؤن اگرچہ اس آخری شرط سے ایک
حرف سرکار کمپنی پر آتا تھا مگر بعد غور و تامل کے رزیڈنٹ اور ہنری ولزلی نے نواب کی اس
درخواست کو منظور کر لیا اور دستخط اپنے کرکے بھیجدیے۔ ۲۷۔ کو پھر نواب نے لکھا کہ مجھے باقی
میرے ملک مین اختیار کلی دیا جائے اور کسی کو اُس مین دخل نہو اُس پر جواب دیا گیا
کہ اس معاملے مین پہلے بہت گفتگو ہو چکی ہے یہ ملک تو صرف سپاہ کے خرچ کے لیے
جُدا کیا گیا ہے برٹش گورنمنٹ کو تمھارے سارے ملک کی حفاظت کرنے کا اور اُس مین عمدہ
حکومت قائم کرنے کا استحقاق حاصل ہے اس پر نواب نے ۲۹۔ کو اپنے خط مین لکھا کہ آپ کی
اس تحریر سے مجھے معلوم ہوا کہ ملک دینے سے کچھ فائدہ نہین ہوا کیونکہ جو ملک باقی رہا اُس مین
بھی ساقط الاعتبار رہا غرض بعد بہت سی تکرار اور مباحثے کے ۱۰۔ نومبر سنہ ۱۸۰۱ء مطابق ۲۔
رجب سنہ ۱۲۱۶ ہجری کو نواب نے عہدنامے پر جو پہلے سے مرتب تھا دستخط کر دیے اور ۱۴۔ نومبر کو
بنارس مین دریاے گنگا کے کنارے لارڈ ولزلی نے اُسکو اپنے نام سے مزین کیا اس عہدنامے
کے موافق سرکار کمپنی کو وہ ملک حاصل ہوا جسکی آمدنی سکۂ لکھنؤ سے ایک کروڑ بتیس لاکھ

مذکورکے یہ بھی قرار پایا کہ دریائے گنگا اور ممالک طرفین کے دوسرے سرحدی دریاؤن
مین جہاز رانی بلامزاحمت ہوا کرے اور کوئی کشتی محصول طلب کرنے کے لیے نہ روکی جائے
اور نہ اُس کشتی سے محصول طلب ہو جو فریقین معاہدے کے ملک مین اس نیت سے قیام
کرے کہ وہ اپنا اسباب وہان نہ اُتارے گی مگر یہ اختیار دونون سرکارون کو رہا کہ اُس
اجناس پر جو اُنکے ممالک مین آئے یا اُنکے مُلک سے جائے محصول جسکی تعداد رواج اور نرخ
حال سے زیادہ نہو لین۔ اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شے نواب کے ملک مین فوج مقیم علاقۂ
سپرد شدہ کے صرف کے لیے خریدی جائیگی اُنکی نسبت دعوی استثنیٰ ہونے کا پیش کیا جائیگا
اور اُسوقت مین بھی جبتک شے مذکور کمپنی کے افسرون کو دیجائیگی۔

ایک شخص نے شعر ذیل سے اِس معاملے کی تاریخ نکالی ہے۔

خود بخود این دور دورنگی گرفت   مُلک زنواب فرنگی گرفت

دیگر

شور صاحب پس از وزیر علی   کہ جلوسش نہ درخور تسلیم
بجناب یمین دولت و مُلک   داد مُلک و ریاست از تکریم
از پس چار سال حسب شرط   لیک قسمت گرفت مُلک بہ نیم
سال تاریخ یافت قاآنی   کہ شدہ المناصفہ تقسیم ۱۲۱۶

گورنر جنرل نے ولایت کو یہ خبر بھیجدی کہ مُلک پر قبضہ بغیر کسی فتنہ و فساد کے آسانی سے
ہوگیا اور اُس سے یہ فوائد حاصل ہوئے کہ نواب کی سپاہ کی قوت بالکل جاتی رہی لشکر
سرکاری جو مُلک بنگال مین ہے اُس کا بہت سا خرچ نئے حاصل شدہ مُلک کے ذمے
ہوگیا زر موعود جو لشکر کے لیے لیا جاتا ہے اُسکے وصول ہوجانے مین آیندہ کچھ کھٹکا نہین رہا

جانشینون اور وارثون کو اُس قدر ملک پر جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو علاقہ سپرد کر دینے کے
بعد نواب کے پاس باقی رہے گا حکومت وسلطنت بلا مزاحمت کرنے دیگی۔ اور نواب کیطرف سے
یہ اقرار ہوا کہ وہ باقی ماندہ علاقے مین اپنے اہلکارون کے ذریعہ سے ایسا انتظام کرینگے
جس سے رعایا کی بہبودی اور اُس کی جان ومال کی حفاظت متصور ہوگی اور نواب ہمیشہ
حسب ہدایت وصلاح افسران کمپنی کے کاربند ہونگے اور چونکہ یہ حصۂ ملک بعوض سالانہ
خرچ فوج اور تمام دوسرے اخراجات کے جو کمپنی کے نواب وزیر کے ملک وغیرہ کی
حفاظت مین واقع ہوتے تھے دیا گیا اس لیے کمپنی نے اقرار کیا کہ اب ہمیشہ کے لیے وہ سالانہ
موقوف ہو گیا اب اگر ایسٹ انڈیا کمپنی کو اودھ اور اُسکے متعلقات کی حفاظت کے لیے فوج
اور بڑھانے کی ضرورت ہو گی تو ادائے اخراجات ازدیاد فوج کا نواب سے مطالبہ نہو گا اور
آیندہ جو خرچ کمپنی کا فوج کے جمع کرنے مین یا دشمن کا حملہ دفع کرنے یا توہّم حملہ کے روکنے کے
لیے ہو گا یا اُس فوج کی بابت ہو گا جو ضرورت کے وقت سرکشی یا بد انتظامی مٹانے کے لیے
فراہم ہو گی یا جنگ یا کسی اور وجہ سے ہو گا تو اُس کا مطالبہ نواب کے خزانے سے نہو گا
اور ایک حصہ انگریزی فوج کا اور تھوڑا توپخانہ ہمیشہ نواب کی اردلی مین رہنا قرار پایا
مگر خرچ اس کا بھی کمپنی کے ذمے رہا نواب اس کے روپے سے بھی سبکدوش رکھے گئے
اور کمپنی نے یہ بھی وعدہ کیا کہ جو ملک نواب وزیر کے پاس باقی رہا ہے اُس کی حفاظت بیرونی
اور اندرونی دشمنون کے مقابلے مین وہ کریگی بشرطیکہ یہ امر گورنمنٹ انگریزی کے اختیار
مین رہے کہ جہان اُسکو ضرورت معلوم ہو وہان اپنی فوج نواب وزیر کے علاقے مین رکھے
اور یہ بھی شرط کی گئی کہ نواب اپنی فوج کو کم کر کے پیادون کی چار پلٹنین اور ایک ایک پلٹن
نجیب اور میواتیون کی اور دو ہزار سوار اور تین سو گولہ انداز رکھین اور بموجب عہدنامہ

سامان کے اُنھون نے سیندھیا اور ہلکر سے عشر عشیر بھی میدان جنگ مین کام نہ کیا اور ایک شکست مین ایسے بچھڑے کہ پھر کبھی سنبھل نہ سکے اور مردون کے سامنے معرکۂ کارزار مین دو دو ہاتھ دکھلانے کے قابل نہ بن سکے اور جہان کہین اُنھون نے فتح پائی وہ انگریزی لشکر کی مدد سے پائی۔

لارڈ ولزلی اور نواب سعادت علی خان کی ملاقات

۱۹-جنوری ۱۸۰۲ء کو لارڈ ولزلی بنارس سے کان پور مین رونق افروز ہوئے تو نواب سعادت علی خان بھی یہان استقبال کے لیے آئے اور ملاقات سے سعادت یاب ہوئے گورنر جنرل نے اپنی شیرین کلامی اور خاطر داری سے اُنکے رنج وغم کو کم کیا اور دل کو خوش کیا۔ لکھنؤ مین آئے اور نواب سے ملاقاتین ہوئین اُس مین گورنر جنرل نے اُن سے فرمایا کہ تمکو یہ کام کرنے ضرور ہین اوّل یہ کہ اڑتالیس لاکھ روپیہ جو سپاہ بڑھانے کے خرچ کا باقی ہے وہ جلد ادا کر دو اور موافق عہدنامے کے اپنی سپاہ کو گھٹا دو جو نیا ملک سرکار نے لیا ہے اُس کا ایک ضلع بدل دو جس سے سرکار کمپنی کی سرحد مین فصل نہ پڑے اور اپنے خویش و یگانون کی پنشن جو سرکار کمپنی نے مقرر کی ہے وقت پر ادا کرتے رہو اور سپاہ انگریزی جو متفرق مقامات پر ہے اُن سب کو لکھنؤ کے قرب وجوار مین ایک جگہ جمع کر دو نواب سعادت علی خان نے سب کامون کو خواہ رضا سے یا مجبوری سے منظور کر لیا روپیہ دینے کے واسطے مہلت چاہی۔ مگر سپاہ کے یکجا کرنے کے لیے لکھنؤ مین اُنھون نے یہ کہا کہ اُس کی کچھ ضرورت نہین نہ اُس سے کچھ فائدہ ہے۔ اب مطلب دلی گورنر جنرل کا یہ تھا کہ اُنھون نے نواب سے کہا کہ اپنے مُلک کا انتظام نہایت عمدہ کر دو اس پر نواب نے کہا کہ مین بھی اس بات کو

وہ ظلم وستم اور جور وجفا اور زیادتی وسخت گیری جو رعایا پر ہو رہی تھی اور ملک مین سخت ابتری پڑ رہی تھی اوس سے نجات ہوئی۔ ملک کا وہ حصہ جو روے زمین پر اپنی زرخیزی مین جواب نہین رکھتا تھا اور وہ ایک ہندوستانی حکومت کے ظلم کے تودون کے نیچے دبکر خاک مین ملا جاتا تھا پھر اوسکے بھلے دن آئے خزان کے دن گئے بہار کے دن آئے سرکار انگریزی کی پیشانی پر جو اس بدنامی کا دھبہ تھا مٹ گیا کہ اوسنے اس بدنظمی اور تباہی خلقت کے روکنے مین اپنی ہیبت اور صولت کو نہین دکھایا اور خدا کا ترس نہین آیا
تنبیہ لیکن یہان یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندوستان مین اوس وقت ایسی کئی ریاستین موجود تھین جنکی رعایا کی حالت اودھ کی رعایا کی حالت سے کچھ بہتر نہ تھی نہ اون کا انتظام ہی یہان کے انتظام سے اچھا تھا مگر اونکے حق مین یہ گل فشانیان اور کارروائیان نہ تھین کیونکہ وہ ایسے لوگونکے ماتحت تھین جن مین جنگی قابلیت تھی۔ اودھ کے فرمانرواؤن مین کئی باتین ایسی تھین کہ انگریز یا دوسرے کسی جگہ کے اہل دل جو کچھ اونکی نسبت لکھین کم ہے ایک تو وہ فوج کی طرف سے بالکل غافل تھے اسکی خبرگیری کی مطلق پروا نہین کرتے تھے **دوسرے** فوج کی کمان ایسے لوگون کے ہاتھون مین دیتے تھے جو سراسر اس کام کی اہلیت سے عاری ہوتے تھے **تیسرے** ایسے کامون مین جن پر سلطنت کی ہیبت اور رعب ووقار کا دارومدار ہوتا بیدریغ خرچ کرتے تھے اور ضروری کامون مین ایک کوڑی لگانے سے دل پھٹتا تھا **چوتھے** اودھ مین جو رئیس کام کرنے کی قابلیت رکھتا اوسکے تو ہاتھ پاؤن بندھے ہوتے اور جو خود اپنی بیخ کنی اپنے آپ کریگا اور راے نہین رکھتا وہ آزاد ہوتا تھا **پانچوین** یہانکے رئیس سپاہیانہ خو بو خود بھی نہ رکھتے تھے ہان شجاع الدولہ بڑے بہادر مانے گئے ہین مگر ان کا کارنامہ دیکھو کہ باوجود کثرت دولت وحشمت اور فوج

پاس منظوری کو بھیجا اُنھون نے غور و تامل کے بعد جوابات مناسب ہر ایک درخواست کے تحریر کرکے واپس کیا اس کے بعد نواب نے ۲۲- فروری کو گورنر جنرل سے چند جوابات اور اپنی چند درخواستون کی ترمیم چاہی اور ۲۴ فروری کی ملاقات مین اس معاہدے کی نسبت زبانی گفتگو ہوئی اُس گفتگو کا یہ نتیجہ نکلا کہ بعض درخواستین اصل کاغذ کی بالکل موقوف کیجائین اور تیسری تحریر کے جواب گورنر جنرل دیگر نواب کی درخواستون کے مطابق اُنمین ترمیم کرین اور اسی گفتگو مین نواب نے گورنر جنرل کی اس بات کے جواب مین جو نواب سے اُنکی دوسری درخواست کے جواب مین کہی گئی تھی کہ نواب کوئی شخص بطور وزیر کے اجراے کار معمولی کے لیے مقرر کرین بیان کیا کہ وہ اپنے دوسرے بیٹے مرزا احمد علی خان کو اُس کام پر مقرر کرنا چاہتے ہین گورنر جنرل نے اس گفتگو مین یہ بھی مناسب تصور کیا کہ اُن مراتب کو بیان کر دیا جائے جو دونون سرکارون کی دوستی و اتفاق کے قیام و ثبات کے مد متصور تھے اور عہد نامہ ۱۰- نومبر کے نتیجے کے طور پر تھے - اور اس نظر سے کہ آیندہ کسی طرح کا شک و شبہہ اس تحریر و تقریر کے نتیجے اور مطالب مین نہ رہے گورنر جنرل نے اپنی اور نواب کی تمام بات چیت کا ماحصل تحریر کرکے اپنے دستخط اور مہر اُس پر کی اور اُس کی ایک نقل گورنر جنرل کی دستخطی و مُہری نواب کو دی گئی -

درخواست کوئی شخص جیسا ابتک ہوتا ہے آیندہ کسی شخص کا محافظ و مددگار نہو تا کہ ہماری بقایاے واجبی کے طریق وصول مین سدراہ ہو بلکہ بخلاف اسکے ریذیڈنٹ سلطنت تحصیل بقایاے مالگزاری مین مدد دین اگر ریذیڈنٹ کی خواہش یہ ہو کہ وہ کسی مقدمہ مین منع کیا چاہین تو اُنکو لازم ہے کہ مجھسے خلوت مین اُسکا ذکر کرین اور چونکہ میری نیت ہرگز نہین

دل سے چاہتا ہون مگر انتظام عمدہ تو جب ہو کہ مجھے کچھ اختیار بھی ہو بغیر اختیار و اقتدار کے کچھ نہین ہو سکتا جب ہاتھ پیر باندھ دیے جائین تو کوئی کیا کر سکتا ہے رزیڈنٹ کی بھی کچھ شکایت کی اور یہ چاہا کہ مجھے بالکل مطلق العنان کر دیجئے تو پھر دیکھیئے کہ مین کیسا ملک کا نظم و نسق کرتا ہون گو اُنھون نے صاف نہین کہا مگر اس مین اشارہ تھا کہ کرنیل سکوٹ موقوف ہو جائین مگر گورنر جنرل نے ایسی درخواستون پر کان نہ رکھا تو اُنھون نے دق ہو کر یا کسی حکمت عملی کے لیے یہ درخواست کی کہ مجھے زیارت حج پاکر بلا جانے کی اجازت دیجیے اور میرے بیٹے کو میرا جانشین کر دیجئے اس پر گورنر جنرل نے کہا کہ مجھے آپکو اجازت دینے مین عذر نہین ہے مگر اُسکے اندر بعض خرابیان بیان کین - پھر نواب نے جب یہ کہا کہ زر باقی جب ادا ہو گا کہ میری یہ درخواست منظور ہو گی تو گورنر جنرل نہایت افروختہ خاطر ہو گئے -

تنبیہ - فاعتبروا یا اولی الابصار وزیر علی خان جو یہ نسبت نواب سعادت علی خان کے سپاہی طبع اور سپاہ دوست تھا اُسکو نواب نے نہایت توڑ جوڑ کے ساتھ بغیر صدور کسی قصور کے بڑی اہانت کے ساتھ معزول کرایا مگر اس دلفریب سلطنت سے اُنھون نے خاطر خواہ حظ حاصل نہ کیا بلکہ یہان تک اُس سے دق ہوئے کہ ترک کرنے پر آمادہ تھے کبھی دنیا مین بھی مکافات ہو جاتی ہے -

جو امور عہد نامہ مرقومہ ۱۰ - نومبر ۱۸۰۱ء مین صاف نہ تھے گورنر جنرل کا بالمشافہہ اُنکی تصریح کرنا اور اکثر ایسے امور کی تفہیم کرنا جن سے اتحاد اور رسم دونون گورمنٹون کے درمیان قائم اور جاری رہین

۱۵ - فروری ۱۸۰۲ء کو نواب نے ایک کاغذ پر چند درخواستین لکھکر گورنر جنرل کے

اسی مین ہے کہ وہ مجھسے ایسے معاملات مین اتنا نہ کیون بیان کر دیا کرین تاکہ اُنکی مرضی کے موجب میرے اہلکارون کی معرفت وقوع مین آیا کرے ابتک یہ حال رہاہے کہ اکثر خونریزی اور فساد فیض آباد مین اور نواب بہو بیگم صاحبہ کی جاگیر مین رہا کرتاہے اور میری تحریر و تقریر کچھ خیال بیگم صاحبہ نے نہین کیا میرے برادر مرحوم کے عہد حکومت مین جاگیر کے تنازعات سلطنت سے متعلق تھے۔

جواب بیگم صاحبہ کی جاگیر مین انصاف نواب کے زیر حکم رہے گا اور بیگم کے نوکر اُنکے مطیع رہین گے اور عدالتہاے نواب کے احکام کی تعمیل بذریعہ قوت انگریزی ہوگی۔

درخواست مین چاہتا ہون کہ گورنر جنرل بہادر از راہ مہربانی داراب علی خان کو طلب فرمائین اور میری خواہش یہ ہے کہ جاگیر کے سوا جو سرکاری جائداد مثل زمین اور بازار و باغ بکثرت بیگم صاحبہ کے اہلکارون نے بلا استحقاق اور بغیر موجودگی سند ضروری کے چار سال کے عرصے سے لی ہے جسکے حال سے میر لندنی صاحب اور مولوی غلام قادر خان میر منشی اور دوسرے معتبر آدمی جیسے الماس علی خان اور داراب علی خان اور اُنکے وکلا بخوبی واقف ہین اور تصدیق اسکی کر سکتے ہین اور سابق خود بیگم صاحبہ نے اسکا اقبال کیا تھا اور اس حال اقبال کو سرکاری بعض معتبر اہلکار جیسے جے سکھ راے وغیرہ جانتے ہین اور اُن کے کاغذات سے ایسی جائداد کی تفصیل حاصل ہو سکتی ہے اور اس جائداد کے لے لینے سے میرا نہایت نقصان متصور ہے خصوصًا ایسے وقت مین کہ جب مین متحمل ایک ذرا بھی نقصان کا نہین ہو سکتا یہ جائداد مجھے واپس ملے اور جو نفع اس جائداد کا اُن کو وصول ہوا ہے وہ بھی مجھے واپس دیا جائے تاکہ میرے نقصان کا معاوضہ ہو اور یہ امر بیگم صاحبہ کے اقرار کے مطابق ہے۔

کہ بے انصافی ہو اس لیے یا تو مین رزیڈنٹ کو اس مقدمے سے آگاہ کر دونگا یا وہ مجھے قائل کر دینگے - اگر وہ مجھے قائل کر دینگے تو مین اُنکی فہمائش کے بموجب اُس معاملے سے کنارہ کر ونگا اور کسی پر ہماری رائے کی نااتفاقی کا اظہار نہوگا -

جواب - اس مین عیب نہین ہے کہ اسکا لحاظ رہے گا نواب صاحب رزیڈنٹ کے پاس اطلاعًا معاملے کی راستی کے دلائل اور اسناد ثبوت بھیجدیا کرین -

درخواست باقاعدہ عدالتین جس مین میری اپنی غرض بالکل متعلق نہوگی صرف شرع محمدی کے جاری کرنے اور واجبی دعاوی کی دادرسی اور رعایا کی حفاظت جان و مال کے لیے مقرر ہونگی پس یہ لازم ہے کہ ہر ایک شخص اُنکی متابعت کرے اور اگر کوئی اُن کے احکام کی خلاف ورزی کرے یا اُن کی حکومت منظور نہ کرے تو افسران کمپنی مدد کر کے اُنکے حکم کی تعمیل کرائین -

جواب - یہ فعل نہایت عقل و دانائی کا ہے اور بہت مناسب ہے -

درخواست مین نواب بہو بیگم صاحبہ کو اپنا بزرگ جانتا ہون اور میری عین خواہش یہ ہے کہ اُنکی توقیر اور مرتبہ اور اُنکی آسائش زیادہ ہو مجھے کچھ تعلق اُنکی جاگیر کی آمدنی اور پیداوار سے نہین ہے اور نہ کسی دوسرے جاگیردار کی - مگر مظلومونکی دادرسی اور تصفیہ تنازعات کے بعد عدالت کی حکومت اور دیوانی و فوجداری کی سزادہی کی تعمیل کرانا اور دادرسی کے متعلق دوسرے مقدمات میرے حکم کے بموجب شہر لکھنؤ اور فیض آباد اور تمام جاگیرات مین ہونے چاہیین کیونکہ یہ امور والی ملک سے متعلق ہوا کرتے ہین جسکا کام یہی ہوتا ہے کہ ظلم و زیادتی نہونے دے بہو بیگم صاحبہ کے آدمیون کو نچاہیئے کہ ایسے معاملات مین مداخلت کرین کیونکہ حکومت مین شرکت ناممکن ہے خود بیگم صاحبہ کی نیکنامی

ایک جائداد میرے قبضے مین ہے مین چاہتا ہون کہ لارڈ صاحب حکم اس مضمون کا صادر فرمائین کہ اس طرح کی جائداد واقع علاقۂ مذکور کی ہمارے آدمیون کے سپرد کیجائے ایک فہرست اس طرح کی جائداد اور باغات وغیرہ کی داخل کیجائیگی۔

جواب اس قسم کی کوئی جائداد جسکا ثبوت نواب حسب اطمینان لارڈ صاحب کو دین گے وہ البتہ اُنکے ملازمون کے سپرد کیجائیگی۔

درخواست مین نے اضلاع معلومہ فوج کے مصارف کے لیے صرف لارڈ صاحب کی رضاجوئی کی نیت سے سپرد کیے ہین اور یہ امر ہمکو مناسب معلوم ہوا جب ولزلی صاحب آئے تو ہمکو لارڈ صاحب کی خوشی خاطر اور اُنکے حکم کی تعمیل ضروری متصور ہوئی پس اس مضمون کے احکام جاری ہون کہ کوئی شخص مساجد اور مقابر اور امام باڑہ وغیرہ سے جو علاقۂ سپرد شدہ مین واقع ہین متعرض اور مزاحم نہو اور کوئی اُن کو خراب و مسمار نکرے۔

جواب احکام اس کے مطابق صادر ہونگے۔

درخواست یہ وعدہ ہوا تھا کہ جو روپیہ الہ آباد کے گھاٹ پر آئے گا وہ سلطنت اودھ کو دیا جائے گا چار برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ ہر چند متواتر تحریرات اس بارے مین رزیڈنٹ کو بھیجی گئین مگر آج کی تاریخ تک نہین دیا گیا اس سے ہمارا بڑا نقصان ہوتا ہے احکام صادر ہون کہ حسب وعدہ روپیہ دیا جائے۔

جواب اس حساب کے طے کرنے کو حکم صادر ہوگا۔

درخواست نواب وزیر چاہتے ہین کہ اُنکا بیٹا مرزا احمد علی خان انصرام کارِ ریاست کے لیے نائب مقرر کیا جائے۔

جواب گورنر جنرل بہادر اس سے مطابقت کر کے مرزا احمد علی خان کی

جواب تمام مقدمات جو نواب اور بہو بیگم کے درمیان ہین اُنپر لحاظ کامل ہوگا اور اُنکے درمیان مین معاملہ اس طرح طے کرایا جائیگا جو انصاف اور عدل کے مطابق ہوگا۔

درخواست میرے ملک کے مفرورون کو پناہ نہ دیجائے بلکہ مین جب طلب کرون مجھے دیے جائین ورنہ ملک سے خارج کیئے جائین۔

جواب تمام مجرم حوالے ایک دوسرے کے کیے جائینگے سرکارین کی ایسی رعایا جسکی نسبت کوئی جرم عائد نہو گا اُسکو اختیار حاصل رہیگا کہ وہ ایک مُلک سے دوسرے ملک مین بلامزاحمت سفر کرے اور جہان چاہے آباد ہو۔

درخواست اگر اس سرکار کا کوئی متوسل علاقہ سپرد شدہ مین متاجری کی درخواست دے تو اُس سے تحریر لیجائے کہ اُسکو مستاجری اس شرط سے مل سکتی ہے کہ وہ ثابت کرے کہ سلطنت اودھ کا باقی دار نہین ہے۔

جواب تمام بقایاے حال یا جو آیندہ سلطنت کی باقی رہے گی اُسکے واسطے ایک میعاد مقرر کیجائے اور تمام باقی دارون سے اقرار لکھائے جائین کہ میعاد مقررہ مین باقی ادا کرین۔

درخواست اکثر ہمارے عامل جنکی زمین علاقہ سپرد شدہ مین ہے وہ سلطنت کے باقیدار ہین یا تو اُنکے ذمے کے روپے کی معتبری ہمکو دیجائے اور یا وہ عامل ہمارے سپرد کیے جائین تاکہ زر باقی واجبی طور پر ہم وصول کر کے اُنکو رہا کرین اور جب وہ اپنا حساب کتاب ہم سے طے کرلین بعد اسکے مسٹر ویلزلی صاحب کو اختیار ہے اُن سے اپنا معاملہ جسطرح چاہین کرین۔

جواب نواب کے کسی عامل کے ساتھ علاقہ سپرد شدہ مین معاملہ نہین ہوا۔

درخواست۔ سلطنت کے اکثر باغات اور دوسری جائداد اس علاقے مین واقع ہے جو مصارف فوج کے لیے دیا گیا ہے اور وہ جائداد مالگزاری سے جُدا ہے مثلاً اب بنارس مین

قائم کرنے مین اور علاقۂ مذکور کے تمام امور انتظامی مین اور عام کارروائی مین نواب حسب
صلاح گورنمنٹ انگریزی کے اور مطابق اُنکی نصیحت کے کام کرینگے۔ یہ صلاح اور نصائح
ہمیشہ نواب کو دوستانہ اور اعتبار و لحاظ باہمی کے طریق پر دیجائینگی۔ جب کسی بڑے کام
مین خاص گورنر جنرل بہادر کی صلاح درکار ہوگی اور ضرورت وقت ایسی ہوگی کہ اُنکی تحریر
نواب کو جلدی کرنی ہوگی تو گورنر جنرل صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی اُس بارے مین ہوگی
براہ راست بذریعہ تحریر یا بذات خود دینگے۔ رزیڈنٹ مقیم لکھنؤ گورنمنٹ انگریزی کے سفیر
کے طور پر ہے اور تمام مقدمات کی تحریرات مین باہمی واسطہ ہے اس لیے رزیڈنٹ عام
طرز کارروائی مین نواب کو صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی ہوگی گورنر جنرل کے نام سے
دیا کریگا اور جس مقدمے مین رزیڈنٹ صلاح دیگا وہ بطور صلاح گورنر جنرل بہادر کے متصور
ہوگا۔ یہ صلاح رزیڈنٹ تمام مقدمات معمولی مین حسب احکام عام یا خاص گورنر جنرل بہادر
کے دیا کریگا۔ رزیڈنٹ کو چاہیے کہ نواب کو صلاح یکدلی و یکجہتی سے دے اور اجراے کار مین
نواب کے ساتھ اتفاق کی کوشش کرے اور نواب کے ساتھ اتفاق کرکے اُنکے اہلکارون کی
معرفت اُن تدابیر کا اجرا کرے جو گورنمنٹ انگریزی کی صلاح سے قرار پائی ہین۔ جن مقدمات
مین انگریزی فوج کی اعانت و امداد کی ضرورت ہوگی اُن مین حسب ضرورت وقت
اعانت اور امداد کیجائیگی۔ رزیڈنٹ کو چاہئے کہ نواب کی نسبت تمام امور مین غایت
درجے کی تعظیم اور اتفاق کے ساتھ پیش آئے اور تمام اُمور مین اُنکے ساتھ دلی اتفاق اور دوستی
رکھے اُنکی حکومت کو قیام اور استحکام دے رزیڈنٹ کو چاہئے کہ باقیماندہ علاقے کے کسی کام
مین اول بغیر مشورہ کرنے نواب سے یا اُنکے اہلکارون سے ہرگز دست انداز نہو اور رزیڈنٹ کو
چاہئے کہ مشورے مین نہایت رازداری کیا کرے اور جب تک کوئی امر مشورے مین قرار

تقرری کو منظور کرتے ہین ۔

درخواست عنایات گورنر جنرل بہادر سے مجھے امید ہے کہ وہ میرے روبرو مراتب مذکورۂ بالا رزیڈنٹ کو سمجھادینگے اور حکم دینگے کہ اُسکے مطابق کام کیا کرین اور لارڈ صاحب رزیڈنٹ کو یہ بھی حکم دینگے کہ لارڈ صاحب کی روانگی کے بعد وہ میری روانگی کی نسبت کچھ تساہل وہرج نکرینگے بلکہ سامان سفر کی تیاری مین امداد کرین گے ۔

جواب نواب کی درخواست کے مطابق ۲۴ فروری کو مراتب بالا کے احکام اور اطلاع نواب صاحب کے روبرو رزیڈنٹ کو دی گئی ۔

از جانب نواب گورنر جنرل

اب نواب گورنر جنرل بہادر اُن مراتب عامہ کو بیان کرتے ہین جن کے مطابق دونون سرکارون مین اسکے بعد رسم اتفاق اور مراسلت زیب اجرا پائے گی عہد نامۂ ۱۰۔ نومبر ۱۸۰۱ء کی رو سے قرار پایا ہے کہ نواب کی حکومت کلیۃً باقیماندہ علاقے مین مقرر ہوئی ہے اور اُنکے اپنے اہلکار اور ملازم کارروا ہون گے اور گورنمنٹ انگریزی وعدہ کرتی ہے کہ وہ نواب کی حکومت اُن کے باقیماندہ علاقے مین قائم کرائے گی اور اُنکے اہلکارونکی معرفت ملک کا انتظام کرائے گی اور گورنر جنرل بہادر اس سے ہرگز انحراف نہ کرین گے نواب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے باقیماندہ مُلک مین ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کی بہبودی ہوگی اور باشندون کی جان ومال کی حفاظت ظہور مین آئے گی اور یہ انتظام نواب کے اہلکار اور ملازمون کی معرفت ہوگا ۔ نواب نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ افسران کمپنی کی صلاح اور نصیحت کے مطابق کارروائی کرینگے اس لیے باقیماندہ علاقے مین عمدہ انتظام

غیرون سے بچانے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ اور ملک اودھ کو بھی اپنی عملداری کا ایک
حصہ بنا لیا۔ سپاہ سے حمایت و حفاظت کرنی موقوف زرموعود پر تھی جو سال بہ سال وقت پر
ادا ہوتا رہے اب اُسکے لیے اطمینان کی حالت حاصل کرنا ضرور تھا۔ سرکار کمپنی کی فوج کوئی
بھاڑے کا ٹٹو بھٹیارے کا نہ تھا کہ جب تک جی چاہا چڑھے پھر کرایہ دیکر کہدیا کہ چلدے
اس سپاہ کے لیے تو اقرار ہمیشہ کے لیے تھا پس اُسکے خرچ کے واسطے مخزن کا مستقل ہونا
ضرور تھا وہ سوائے ملک کے اور ہو نہین سکتا تھا اس لیے ملک کا لینا کوئی ظلم کی بات
بات نہ تھی اودھ سے جو تعلق سرکار کو تھا اُس مین دو باتون کا ہونا ضرور تھا ایک یہ کہ عہدنامہ
کی شرائط کا ایفا ہو دوسرے مُلک مین امن و امان ہے پس ملک مین امن و امان رکھنے کا
فرض ایسا گورنمنٹ انگریزی کے ذمے تھا کہ اگر شرائط ٹوٹ بھی جامین تو کچھ خیال نہ کیا جاتا
رعایا پر جو ظلم و ستم برپا ہو رہا تھا وہ آنکھون کے سامنے تھا جسکا خود نواب کو اقرار تھا اور
اسی خوف سے وہ خود تارک السلطنت ہونا چاہتے تھے یہ اتفاق کی بات ہے کہ اُنکے سب
بیٹونکی ولادت اس طرح سے ہوئی تھی کہ وراثت کا حق وہی باقی تھا جو باپ اُنکو دیدے
یہ تو اُنکے حق مین ظلم تھا کہ اُنکو اس قدر نہ دیا جاتا کہ وہ آسائش اور آرام سے نہ رہ سکین
مگر باپ کے کہنے سے کسی کو سلطنت کا دیدینا خوف و خطر سے خالی نہ تھا اگر یہ کیا جاتا تو بیچاری
غریب رعایا کی چھاتی پر اور مونگ دلی جاتی بد سے بدتر حالت ہو جاتی گو اس مین بعض
امیرون اور تعلقہ دارون کے پو بارے ہوتے مگر بیچاری رعایا کے تو طامع حاکمون کے پنجے مین
پھنسکر چھکے چھوٹ جاتے غرض گورنرجنرل کو خواہ عہدنامے کے موافق دیکھو خواہ آئین
ملک داری کے لحاظ سے دیکھو ملک لے لینے کا استحقاق حاصل تھا اُس وقت مُلک اودھ
سرکار کمپنی کی عملداری کا ایک حصہ تھا اُس کے انتظام کے واسطے جو مناسب ہوتا وہ گورنرجنرل پر

نیابت اُسکے افشا ہونے مین جہد بلیغ رکھے۔ ان عقائد کے بموجب گورنر جنرل بہادر کو امید ہے
کہ نواب رزیڈنٹ کے مشورے اور صلاح سے کام کرینگے۔ اور چونکہ گورنمنٹ انگریزی اور
نواب کے درمیان کوئی دقت طلب بات باقی نہین رہی اسلیے گورنر جنرل بہادر کو یقینی
امید ہے کہ آیندہ کچھ دقت اجراے امور مین واقع ہوگی۔

نواب اودھ کے معاملات مین محققین کی رائین

افزایش سپاہ کی نسبت تو ہم محققین کی مخالف اور موافق رائین پہلے لکھ چکے ہین اب
اس امر کی نسبت لکھتے ہین کہ گورنر جنرل نے جو نواب سے یہ دو درخواستین کین کہ یا کل
اپنا ملک دیدین یا ایک حصہ ملک کا دیدین وہ عدالت کے موافق ان درخواستون کے
مجاز تھے یا نہین اور پھر جو اُنھون نے ملک کا ایک حصہ لے لیا وہ بھی مقتضاے انصاف
تھا یا نہین۔ ظاہر ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے یا ایک گروہ دوسرے گروہ سے
یا ایک سرکار دوسری سرکار سے یہ کہے کہ تم ہمکو اپنی فلان چیز ان شرائط پر دیدو تو یہ درخواست
نہ اخلاق کے خلاف ہے نہ انصاف سے باہر ہے اگر جانب ثانی انکار کرے اور اُس سے
وہ چیز لے لیجائے تو البتہ بعض صورتون مین وہ بڑا گناہ ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ برٹش
گورنمنٹ کا دونون درخواستون کا کرنا نواب سے نہ اخلاق کے خلاف تھا نہ عدالت کے
مخالف۔ اب جو اُس نے ملک لے لیا اُسکی نسبت بحث کرنی چاہیے کہ وہ انصاف تھا
یا یون ہی ناحق زبردستی و جبر و قہر تھا۔ اس مین کچھ شبہہ نہین کہ نواب کی مسند حکومت انگریزی
سنگینونکی نوک پر تھمی ہوئی تھی جسوقت وہ اُس سے اُنھین علحدہ کرلیتی وہ خاک مین
مل جاتی یہ انگریزی سہارا نہ لگا ہوا ہوتا تو نواب کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا ہوتا۔ انگریزون نے

لکھا ہے وہ ہیضے کے واسطے افیون مستسقی کے واسطے فصد اور مجنون کے واسطے شیر شتر ہی تھا پہلی بُرائی یہ بیان کی کہ نواب کی سپاہ - اوباش - عیاش - آرام طلب ہے - وہ غریب رعایا کو ستائے جاتی ہے - اسکا علاج تو یہ کر دیا گیا کہ اُس سپاہ ہی کو باقی نہین رکھا سب کو نواب سے موقوف کرا دیا - یہ علاج مرض کے موافق ہوا - آنکھ پھوٹی پیر گئی - دوسری بُرائی یہ بیان کی کہ تمام مُلک مین کہین محکمہ عدالت نہین جس سے رعایا کی جان و مال کی حفاظت ہو - مجرم سزا پائے جرمون کا انسداد ہو رعایا اپنے قضایا کا انفصال اُن مین کرائے تیسری خراج ستانی کے دستور ظلم وستم سے بھرے ہوئے تھے جو بڑا اندرانہ دیتا اور زیادہ روپیہ دینے کا وعدہ کرتا اُسی کو زمین دیجاتی - پھر عاملونکے ظلم زمیندارون پر اور زمیندارون کے ظلم غریب رعایا پر جو ہوتے تھے اُنکے بیان کرنے سے کلیجہ منھ کو آتا ہے - جو تحریری معاہدے بھی آپس مین اُن مین ہوتے تھے اُنکا پاس ولحاظ کچھ نہین ہوتا - غرض جو طریقہ زر مالگزاری کے جمع کرنے کا تھا وہ بُرا ہی تھا - اب اُن دونون بُرائیونکے دور کرنے کے واسطے گورنر جنرل نے ہر ضلع مین کلکٹر اور مجسٹریٹ اور اپیل کے محکمے اور پولیس وغیرہ مقرر کیے - اور سچ یہ ہے کہ جو کچھ گورنر جنرل نے اودھ کے حق مین کیا وہ ہی عدالت اور انصاف کے موافق تھا - مگر جس طرح سے کیا وہ نامناسب تھا اُنکو لازم تھا جیسا کہ حاکم محکوم یا زبردست زیر دست کو حکم بھیجتا ہے کہ یہ کام کر و اسی طرح اودھ کے معاملے مین نواب سعادت علی خان کو ایک مختصر سا حکم لکھ بھیجا ہوتا کہ یہ کام یون کرو جسقدر نواب سے شیرین کلامی کی گئی وہ اُنکو زہر ہلاہل معلوم ہوئی اگر پہلے ہی سے تلخ دوا حکم قطعی کی اُنکو پلا دیجاتی تو وہ اُنکو ایسی ناگوار نہوتی - پہلے جتنی شکر کھلائی پھر اتنی ہی تلخ دوا پلانی پڑی جیسا کہ اب بعد تحریرات کے نواب کی مرضی کے بغیر ملک لیا گیا ویسا ہی اول سے لیا ہوتا -

واجب اور فرض تھا نواب سرکار کمپنی کے محکوم تھے پس محکوم جو کسی پر ظلم کرے اور حاکم اُس کو نہ روکے تو وہ بھی حاکم کا ظلم تھا - پس اگر سرکار کمپنی اس ظلم و ستم کا انسداد یون نکرتی تو خود ظالم بنتی کہ ایک ملک کا حصہ خود لیکر اُسکی رعایا کو موذیون کے پھندے سے چھٹایا اور باقی ملک کے عمدہ انتظام کے لیے نواب سے اقرار مستحکم کرایا - غرض جو کچھ کیا - عین عدالت اور انصاف کا مقتضی تھا -

۸۱ اب جو اُسکے خلاف راے رکھتے ہین وہ اسپر اعتراضونکی بھر مار کرتے ہین کہ نواب کی سپاہ کو اول بالکل برباد کردینا سرکار کمپنی کی ریاکاری کا کام تھا - جس سے حقیقت مین نواب سعادت علی خان اپنی سلطنت سے محروم ہو گئے گو سب چیزین اُنکی سلطنت کی ویسی ہی نظر آتی تھین جیسی تھین - سلطنت کا زور سپاہ سے ہوتا ہے جب وہ نرہا تو کیا رہا مُردے کو زندے کے لباس مین دکھایا - اب بڑی گفتگو اس مین آن کر پڑتی ہے کہ بعض محققین اسکو بدیہیات سے مانتے ہین کہ سرکار کمپنی کی عملداری مین جو مُلک آگیا وہ نہال ہو گیا - اور اہل مُلک اپنی عبادات - قضایا و معاملات مین معدلت سے کامیاب ہو گئے - ایسے ہی اُنکے مخالفین کہتے ہین کہ نہایت عمدہ شہادتون اور مشاہدون اور تجربون سے ثابت ہوا ہے کہ ملک کے انتظام اور حفاظت مین جو روپیہ گورنمنٹ انگریزی کا خرچ ہوتا تھا مشکل سے وہ ملک کی آمدنی سے حاصل ہوتا تھا پس جو حفاظت اور انتظام کم قیمت مین رعایا کو حاصل ہو سکتا تھا اُسکو زیادہ قیمت لیکر اُسکے حق مین ظلم و ستم کرنا اور اُسکو لوٹنا تھا پس سرکار کمپنی کو اپنی فراست اور حکمت کو یون کام مین لانا چاہیئے تھا کہ سعادت علی خان کے ہاتھ سے عمدہ انتظام کرایا ہوتا - ملک اودھ کی بدنظمیونکے بیان کرنے مین گورنر جنرل نے منفح نویسی و مبالغہ آمیزی خرچ کی ہے مرض کی تو خوب تشریح و تشخیص کی مگر نسخہ جو اُسکے لیے

سرفرازالدولہ حسن رضاخان کا حال

یہ سلطنت اودھ کے قدیمی افسر- باورچیخانہ[1] - و توشہ خانہ[2] - و دیوان خانہ[3] تھے شجاع الدولہ کے عہد سے وہ اس کام پر مامور تھے نواب آصف الدولہ کے عہد مین بیس برس سے زیادہ عرصے تک اُنھون نے نیابت کا کام کیا - علمی لیاقت سے محروم تھے مگر عقل کے پتلے تھے اور ذہن رسا تھا - فارسی بخوبی سمجھتے تھے اور جب تک دربار مین نہین آتے تھے اور کسی کو مجرے کی نوبت نہین پہونچتی تھی گو آخر آخر مین نواب آصف الدولہ کا دل اُنکی طرف سے کبیدہ ہو گیا تھا - نواب سعادت علی خان نے مسند ریاست پر بیٹھتے ہی گورنر جنرل کے ایما سے عہدۂ نیابت سے علامہ تفضل حسینخانکو ہٹا کر اُنکو مقرر کیا کیونکہ یہ سرکار کمپنی کی تدبیرات کے مؤید تھے اور سلطنت اودھ کو جس سانچے مین ڈھالنے کے لیے تجویزین ہو رہی تھین اُن کا یہ بھی ایک زبردست آلہ تھے

نواب سعادت علی خان جملہ معاملات ملکی اور خانگی مین بذات خود متوجہ تھے کاغذات کے ملاحظے اور اجراے احکام کے وقت انگریزون کی طرح کرسی پر بیٹھ کر کام کرتے تھے مسند سے بہت کم رغبت تھی البتہ خلوت مین مسند پر بیٹھتے تھے - نواب موصوف سرفرازالدولہ سے جس ملکی کاغذ کا سوال کرتے سرفرازالدولہ جواب مین عاجز ہوتے تھے - اس نظر سے نواب اکثر اوقات مسٹر جان لمسڈن رزیڈنٹ لکھنؤ سے اُنکی عدم واقفیت اور ناخواندگی اور خراجی کی شکایت کرتے - سرفرازالدولہ نواب آصف الدولہ کی مہربانیون کے عادی تھے اور حلیم و تحیم آدمی تھے - نواب کے کاغذات کے ملاحظے کے وقت اور معاملات کی روبکاری مین

---

[1] دیکھو جلد دوم تنقیح الاخبار فی آثار الادوار ۱۲ [2] دیکھو عماد السعادت ۱۲ [3] دیکھو فرح بخش مولفہ محمد فیض بخش ۱۲ -

باقی ماندہ علاقے کی کیفیت

نواب کا سارا ملک تین حصّون پر منقسم تھا - لکھنؤ - بہرائچ - خیرآباد - حدود اربعہ اُسکی یہ تھین شمال مین نیپال - جنوب مین الہ آباد - مشرق مین صوبہ بہار - اور مغرب مین دریاے گنگا یہ صوبہ ۲۵۰ میل لمبا اور سو میل چوڑا اور وسعت مین ۲۵۱۰۰ میل مربع تھا بعض مورخون نے اس کو تخمیناً ۲۳ ہزار میل مربع لکھا ہے یہان لاجورد کی کان ہے اور یہان یہ پتھر بہت صاف اور باآب وتاب اور بیش قیمت ہوتا ہے زمین برابر اور پانی کی کثرت سے بہت سیراب ہے - غلہ کثرت سے پیدا ہوتا تھا - گیہون چانول گنا - نیل - افیون اچھی طرح اور آسانی سے پیدا ہوتے تھے - اور اب بھی ہوتے ہین اور ہر قسم کے پھل پھول کثرت سے ہوتے ہین - ملک بسبب کثرت دریا اور ندیون کے ہندوستان کا گویا ایک باغ ہے کثرت آبادی وزراعت و مردم شماری وپیداواری مین ہندوستان کے اور بلاد سے جو اکثر مقابلہ ہوا ہے سب باتون مین صوبۂ اودھ کو ترجیح رہی پہاڑ بالکل ندارد ہین لیکن شاہان اودھ کی بدانتظامی سے آمدنی نے ترقی کی جگھ تنزل اختیار کیا ہمیشہ سے اس ملک مین معافی اور سنکلپ بھی بہت ہے کہ اُس سے گزارہ یہان کی خلائق کا ہوتا تھا -

بڑے دریا اور ندیان اس ملک کے یہ شمار کیے گئے ہین - گنگا - گھاگرہ سرجو - گومتی - راپتی - چوکا - گنگا اس ملک کی سرحد غربی پر بہتی ہے - اور گھاگرہ شرقی پر اور بھی بعض ندیان ہین جو بارھون مہینے روان رہتی ہین —

نواب نے اپنے بیٹے مرزا کاظم علی خان کی شادی سرفراز الدولہ حسن رضا خان کی بھتیجی کے ساتھ قرار دی۔ عمدہ عمدہ اسباب اقربا۔ سرفراز الدولہ نے متروکہ سرفراز الدولہ سے چھانٹ کر دولھن کے جہیز کے واسطے مقرر کیا اور باقی مہاجنان شہر کے قبضہ مین گیا۔ سرفراز الدولہ کے ایک بیٹا محمد رضا خان نامی تھا عہدہ جرنیلی اس سے نامزد تھا یہ شخص آوارہ مزاج تھا مرض صرع اور خلل دماغ مین آخر عمر تک مبتلا رہا نواب نے عہدہ جرنیلی اس لڑکے سے نکال لیا۔

متفرق واقعات

(۱) نواب سعادت علی خان نے اپنے بڑے بیٹے رفعت الدولہ غازی الدین حیدر کو اپنا ولیعہد کیا اور اس منصب کا جملہ انتظام اُنکے سپرد کیا اور دوسرے بیٹے نصیر الدولہ کے نام نیابت قرار پائی اور شمس الدولہ تیسرے بیٹے کے نام جرنیلی مقرر ہوئی۔ مگر کاغذات نگہداشت خود ملاحظہ فرماتے تھے۔ یا کبھی جنرل صاحب کو یا نواب نصیر الدولہ کو حکم دیتے تھے مرزا حسن رضا خان سرفراز الدولہ کی تنخواہ ان تینون صاحبزادون پر تقسیم کردی غازی الدین حیدر کو مرشدزادے کا خطاب ملا اور حکم ہوا کہ اعلی و ادنی تحریر و تقریر مین اُنکو اس خطاب سے یاد کرین تنبیہ بعض کتب تواریخ مین اسی طرح لکھا ہے لیکن دوسری مستند روایت یہ ہے کہ شمس الدولہ کو نیابت ملی تھی جو دوسرے بیٹے تھے۔

(۲) مرشدزادے نے عالم فریفتگی مین اپنی رغبت سے مشیر خان نجومی کی بیٹی کے ساتھ ۱۲۰۵ھ ہجری مین بنارس کے اندر نواب کی اجازت سے نکاح کرلیا تھا اور نصیر الدولہ کا بیاہ نواب نے اپنے عہد مین امام الدین خان[۵۱] نبیرہ قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی بیٹی

---

[۵۱] بعض روایتون مین امام الدین خان کی جگہ حسین الدین خان نام لکھا ہے۔ ۱۳

کھڑا رہنا اُن پر نہایت دشوار تھا اور کاغذات کی جوابدہی باز پرس کے وقت اُن پر بیحد گران تھی اسوجہ سے نواب وزیر اُن سے خوش نہ تھے اور مرزا کا انگریزی متوسلون مین شمار تھا اسلیے یک بحت موقوف بھی نہین کرسکتے تھے - سرفراز الدولہ بھی نواب کے ساتھ نہایت خوشامد سے پیش آتے تھے اور نواب کی بادہ کشی کے وقت جسکے نواب بہت شوقین تھے شراب اپنے ہاتھ سے مرزا کو حاضر کرنے مین دریغ نہ تھا - اور اپنے مصارف کو بھی گھٹا دیا تھا تاکہ نواب کی نظرون مین نہ کھٹکین - مگر نواب کو حسن رضا خان کا تنگ کرنا منظور تھا ظاہر داری وعیاری کی راہ سے سفر وحضر مین حاضر باشی اور سواری اور خواصی کی اجازت دی تھی - نواب نے اپنی سواری کے ہاتھی کا حوضہ نہایت مختصر اور تنگ تیار کرایا تھا - سرفراز الدولہ کو خواصی مین بیٹھنا شکنجۂ عذاب کے صدمے سے کم نہ تھا - آخرکار دن رات کی محنت اور حاضر باشی دربار سے نہایت تنگ آئے جو وقت انکے خواب وآرام کا تھا وہ نواب کے ملاحظۂ کاغذات کا وقت قرار پایا مرزا کے خواب وخور اور بول وبراز مین خلاف عادت فرق پڑا امتلاے عارضہ ہو کر ۱۲۱۶ہجری مین دنیا سے گذرے - مرزا نواب سعادت علی خان کے عہد مین تین چار لاکھ روپے کے قرضدار ہو گئے تھے - کیونکہ اس وقت مین بالائی آمدنی تو مسدود ہو گئی تھی مواجب کے سوا اور کوئی شکل آمدنی کی نہ تھی کثرت مصارف اور قلت آمدنی نے قرضدار کر دیا تھا جب نواب کو پرچۂ اخبار کے ذریعہ سے مرزا کے مقروض ہونے کا حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ مستغیث عدالت مین استغاثہ کرین اور وارثون سے لین ادھر تو یہ حکم ہوا اور اُدھر اسباب شوکت ظاہری مثلاً نوبت نقارہ اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ جو جلوس سرکاری تھا سرکار مین طلب کر لیا گیا - باقی اسباب توپخانہ اور اصطبل وغیرہ جو مرزا کا خاص ذاتی تھا اُسکی نسبت حکم ہوا کہ نیلام ہو کر زر نیلام قرض خواہون کو دلا دیا جائے - اور نیلام کی یہ صورت تھی کہ سو روپے کا مال تیس چالیس روپے کی بولی پر چھوڑا جاتا تھا

قریب پہونچتے تھے کہ ایسا نہو کہ بیگم کا چراغ حیات گل ہو جائے خواجہ سرا اور کارندے خزانے اور توشے خانہ وغیرہ پر ہاتھ صاف کریں۔ اسوجہ سے بیگم نواب سعادت علی خان سے صاف نہ تھی۔ اور جب اُس نے نواب کی حرص کا دامن دراز دیکھا تو خوف کے مارے اس آزمندی کو چھوڑکر گورنمنٹ انگلشیہ کی نیازمندی اور گورنمنٹ انگریزی سے درخواست کی کہ وہ اُنکو اپنا وارث قرار دیگی اگر وہ نواب سعادت علی خان کی اطاعت سے بری کی جائے اور اُسکے رشتہ دار اور واسطہ دار بلا مزاحمت اپنی اپنی جائداد پر قبضہ رکھیں ۱۸۰۵ء مین بیگم نے ایک وصیت نامہ درست کیا اور اُس مین گورنمنٹ انگریزی کو اپنے باقی ماندہ علاقہ کا وارث کیا یعنی اسقدر علاقے کا جو بعد دینے چند جاگیر اور نقدی کے اور بعد اخراجات مقبرہ وغیرہ کے بچا تھا۔ نواب سعادت علی خان نے بنظر فراست عاقبت اندیشی سے کام لیا اس سے قبل کہ اس وصیت نامہ کا معاملہ شہرت پذیر ہو اور جان بیلی صاحب رزیڈنٹ اُسکے مضمون سے گورنر جنرل کو مطلع کریں نواب نے ایک فتوی اسمائے فرضی کے ساتھ تیار کرایا جسکا مضمون یہ تھا۔

علماے دین اور مفتیان شرع متین اس باب مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص زید نام ناحق شناسی کی وجہ سے وارث شرعی کے موجود ہوتے اپنا ترکہ عمرو کے حوالے کرتا ہے اور ورثہ شرعی کو مطلق محروم رکھنا چاہتا ہے۔ یہ بہ شرع شریف کے موافق درست ہے یا نہین علماے لکھنؤ اور دوسرے بلاد نے فتوی دیا کہ وارث شرعی کا ترکہ زید سے محروم رہنا شرع کے خلاف ہے۔ جب یہ فتوی تیار ہو چکا تو کلکتے پہونچا وہان کے پادریون نے کہ اصل مطلب کا علم نہ تھا علماے لکھنؤ کے فتوے کے موافق دستخط کردیے جب وہ کاغذ مکمل ہو چکا تو جان بیلی صاحب کو بیحد ملال ہوا اور تمام خوشی جاتی رہی اور کونسل کلکتہ کے ممبر بھی نواب سعادت علی خان کی دانشمندی سے جو بنظر تقدم بالحفظ ظہور مین آئی تھی

سے کیا اور شمس الدولہ کی شادی مرزا جما پسر سالار جنگ کی بیٹی کے ساتھ کی اور چوتھے بیٹے صادق علی خان کو مدارالدولہ کی بیٹی کے ساتھ منعقد کیا۔ اور پانچوین بیٹے کاظم علی خان کا بیاہ سرفراز الدولہ کی بھتیجی کے ساتھ کیا تھا۔

(۴۲) ۱۴ جنوری ۱۸۱۲ء مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۱۲۲۶ ہجری کو نواب سعادت علی خان اور انگریزون مین ایک عہدنامہ اس سبب سے منعقد ہوا کہ جو اکثر تکرار سرحد کے باب مین طغیانی یا فرو ہونے دریا کے باعث سے واقع ہوتی تھی وہ رفع ہو۔ اس عہدنامے مین صرف تکرار کا انسداد دونون سرکارون کے درمیان مین تھا اور کوئی مضمون حقوق زمینداری کی بابت نہ تھا۔

بہو بیگم کا حال

۱۷۹۹ء مین نواب سعادت علی خان اور سکوٹ صاحب رزیڈنٹ مین انگریزی فوج کے اخراجات کے واسطے سرکار کمپنی کو ملک تفویض کر دینے کی گفتگو ہو رہی تھی تو نواب نے یہ کہا تھا کہ مین نواب آصف الدولہ کا جانشین ہون جو انکو اختیارات حاصل تھے وہ مجھے بھی ہونے چاہئین۔ رزیڈنٹ نے اس معتے کے یہ معنی بیان کئے کہ انکا ارادہ ہے کہ بہو بیگم کی دولت اور جاگیر پر ہاتھ مارین۔ یہ بیگم امیر الدولہ حیدر بیگ خان کی ماری اور جلائی ہوئی ابتک زندہ تھی۔ اور اس عہد دولت مین خودمختاری اور مطلق العنانی کے ساتھ اپنی جاگیر اور دولت پر قابض تھی۔ اس بیگم کی بدولت ہزارون شریف اور آبرودار آدمی حرمت اور امارت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ فیض آباد مین رہتی تھی اسکی جاگیر نہایت سیر حاصل تھی۔ خزانہ معمور تھا۔ نواب سعادت علی خان اس جاگیر اور بیگم کے مال و دولت کی ہمیشہ تاک مین رہے جب کبھی بیگم کی طبیعت کسلمند ہوتی تو سیر و شکار کے پردے مین فیض آباد کے

بعض امرایان لکھنؤ کی پنشنون اور جاگیرون کا تقرر محالات خالصہ کی آمدنی۔ اور بعض عاملون کا بیان

علامہ تفضل حسین خان کشمیری کے پاس ساٹھ ہزار روپیہ سال کی جاگیر تھی نواب سعادت علی خان نے اُسکی سند نسلاً بعد نسلٍ او بطناً بعد بطنٍ کے لیے عطا کی۔ اور ایک ہزار روپے ماہوار خاندان مختار الدولہ کے نام سرکار انگریزی کے ایما سے مقرر کیا گیا اور امیر الدولہ حیدر بیگ خان کے دو بیٹون کے لیے دو ہزار روپے ماہوار قرار پائے۔ اور آفرین علیخان خواجہ سرا۔ جو نواب سعادت علی خان کی اطاعت مین سرگرم تھا اُسکو بدّو مضافات میواڑہ کا محال جاگیر مین دیا جسکی آمدنی ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ تھی۔ اور تحسین علی خان خواجہ سرا کا درماہہ وثیقہ محل آصف الدولہ مین قرار پایا اور اُسکی طرف سے میان شیخ شمس عرف شہاب الدین مختار رہا اور تحسین علی خان کی وفات کے بعد تقسیم وثیقہ کی مختاری اُسی سے متعلق ہوئی۔ نواب ظفر جنگ والی فرخ آباد کا بڑا بیٹا رستم علی خان اپنے باپ کو زہر دینے کے جرم مین لکھنؤ مین جلاے وطن کیا گیا تھا میجر جان بیلی رزیڈنٹ کی سفارش سے اُسکی تنخواہ بھی مقرر ہوئی۔ اور مچھرہٹہ جو ساٹھ ہزار روپے کی آمدنی کا علاقہ تھا۔ نواب مدار الدولہ کے نامزد کیا گیا نواب سعادت علی خان کے طریقہ انتظام سے علاقہ کی آمدنی بہت بڑھ گئی جسکی تفصیل یہ ہے۔

نام چکلہ	تعداد محال	جمع سالانہ
گونڈہ	۱۵	۱۴۷۸۵۰۰ روپیہ
بیسواڑہ	۲۳	۳۲۰۵۰۰۰ روپیہ
بانگر	۹	۷۳۲۰۰۰ روپیہ

متعجب ہوکر دریاے حیرت مین ڈوب گئے۔گورنر جنرل کی مرضی تھی کہ بہو بیگم کی درخواست کی منظوری دین مگر تدابیر اُسکی ختم نہ ہوئین اور مصلحتاً اس بات کو منظور نہین کیا کہ سرکار کمپنی بہو بیگم کی دولت وجاگیر کی وارث ہو۔آخرکار وصیت نامہ مذکور منسوخ ہوا۔

شہزادۂ جہانگیر کی لکھنؤ مین آمد

شاہزادۂ جہانگیر اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بن شاہ عالم ثانی کے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۸۰۹ء مین اُنھون نے برسٹن صاحب رزیڈنٹ دہلی کے طمانچہ ماردیا اس سبب سے انگریزون نے اُنکو دہلی چھوڑنے پر مجبور کیا ۳ صفر ۱۲۲۷ھ ہجری کو بڑے ساز وسامان کے ساتھ لکھنؤ کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہوئے اور بعد قطع منازل رونق افروز لکھنؤ ہوئے۔نواب سعادت علی خان نے کوئی دقیقہ اُنکی عظمت وپاسداری مین فروگذاشت نہین کیا۔استقبال کرکے خواصی مین بیٹھکر شہزادے کو دھوم دھام سے شہر لکھنؤ مین ساتھ لائے اور جو خلعت شاہزادے نے دیا تھا پہنا اور بکمال دلجوئی کے ساتھ پیش آئے۔ناپسندیدہ حرکتین شاہزادے مین موجود تھین اور طبیعت مطلق العنان تھی۔ سفرط نشہ شراب مین گھوڑے پر سوار ہوکر لکھنؤ کے تنگ کوچون مین پھرتے تھے بازاری لوگ اور چلنے والے پامال سم توسن برق رفتار ہوتے تھے۔اور شہر کی طوائفین باوجود مسلوک ہونے کے شہزادے پر مستغیث ہوتی تھین جس مالزادی کو چاہا بجبر داخل محل کیا اور جس طوائف کو چاہا اپنے نوکر کے ساتھ ہم آغوش کردیا اور اس اوضاع نامطبوع کے ساتھ طرہ یہ تھا کہ درگاہ حضرت عباس مین اپنے جانے کے لیے ممانعت تبرا کی درخواست رکھتے تھے۔یہ صورتین مخل قیام لکھنؤ ہوئین صاحب رزیڈنٹ اور کونسل کلکتہ کو ہرگز پسند نہ آئین آخرکار شہر لکھنؤ سے کانپور کو اور کانپور سے الہ آباد کی طرف روانہ کیے گئے۔

کی جمع کو پہونچی اور اسیطرح جملہ گنجیات مین جمع نے ترقی پائی۔ ایک بات بڑے غور سے سننی چاہیئے کہ جسوقت نواب نے گورنمنٹ انگریزی کو ملک دینا چاہا اور سرکار انگریزی نے کاغذ طلب کیا تو الماس علی خان اور مہدی علی خان اور کاظم علی خان وغیرہ عاملون نے آپس مین یہ قرار دیا کہ اگر اپنے ایام مستاجری کی جمع مشخصہ دام دام حضور مین گذرانتے ہین تو نواب صاحب نہایت کاغذی اور حِرز رس ہین ایسا نہ ہو کہ محاسبہ توفیر ملک کی بابت شکنجے مین کھینچین اور زر توفیر مانگین اس نظر سے جو کاغذ انگریزون کی جانب لیا گیا اسکی توفیر پوشیدہ تھی تشخیص کے وقت اُن محالات مین جمع کی زیادتی اور افزونی ظہور مین آئی اور نواب کی سرکار مین اُسکے برعکس کمی کی صورت سال بسال واقع ہوئی اور یہ امر نواب کی طبیعت کے اوپر شاق گذرا۔ حکم دیا کہ ان لوگون کو ملک مستاجری مین نہ ملے جدید عامل مقرر ہون مرزا مہدی علی خان نے باقی کے مطالبہ مین قید ہو کر زندان حیات سے بواسطہ اجل رہائی پائی اور مرزا مہدی علی خان کا بھائی حسین علی خان بریلی کی چکلہ داری سے معزول ہوکر لکھنؤ مین آیا نواب نے یہ تصور کیا کہ یہ شخص بڑا دولتمند اور محاسبے سے پاک ہے اسکو کسی علاقے کی مستاجری دیکر یا کسی طرح محاسبے مین بیکر روپیہ کھینچنا چاہیئے مگر وہ نواب کے مافی الضمیر پر آگاہ ہوچکا تھا رضامند نہ ہوا۔ مرزا جعفر کی بیٹی اُسکے فرزند کے ساتھ منسوب تھی اور وہ جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کا متوسل تھا حسین علی خان نے اسکی صحبت مین خانہ نشینی کے دن بسر کیے اور دار و گیر کے صدمے سے محفوظ رہا فضل علی خان اور مرزا خانی وغیرہ اقربائے مرزا مہدی علی خان نے علاقہ داری قبول کی اور خلعتون سے مخلع ہوئے کاظم علیخان پسر میر زین العابدین خان چکلہ دار اعظم گڈھ نے نواب کی کم التفاتی پر اطلاع پائی تو لکھنؤ نہ آیا حیدر آباد دکن کو چلا گیا الماس علی خان جسکی دولتمندی تمام اہل لکھنؤ سے

نام چکلہ	تعداد محال	جمع سالانہ
پچھم راٹھ	۴	۴۵۲۷۰۰ روپیہ
جگدیس پور	۳	۲۲۵۰۰۰ روپیہ
خیرآباد	۳۳	۲۲۴۹۵۰۰ روپیہ
دیوی دسترکھ وغیرہ	۹	۶۳۱۰۰۰ روپیہ
دریاباد وغیرہ	۹	۵۵۸۰۰۰ روپیہ
رام نگر	۳	۵۷۴۰۰۰ روپیہ
محمدی	۱۸	۶۹۵۵۰۰ روپیہ
سنڈیلہ رسول آباد و صفی پور	۱۱	۱۵۶۵۰۰۰ روپیہ
سلطان پور	۲۹	۲۰۰۰۰۰۰ روپیہ
گوشائین گنج	۴	۳۲۵۰۰۰ روپیہ
مانک پور بہار	۲	۲۱۲۹۰۰ روپیہ
حضور تحصیل		۳۴۳۰۰۰ روپیہ
املاک صفدرگنج واقع دہلی		۱۲۰۰۰ روپیہ
املاک بنارس زرخرید نواب سعادت علی خان		۱۲۰۰۰ روپیہ
	میزان کل	(۱۵۲۶۱۱۰۰)

سائر اور کوتوالی اور گنجیات اور جوہری بازار اور نخاس اور دارالضرب کی آمدنی جو تخمیناً تین لاکھ روپیہ سالانہ سے کم نہوگی جمع مال کے علاوہ تھی متاجری اخبارمین جو اس عہد سے پیشتر بیس تیس ہزار روپیہ سال سے زیادہ نہین آتا تھا۔ اب اسکی نوبت دو لاکھ روپے

نواب کی سپاہ

نواب آصف الدولہ کے آخر عہد تک باوجود برطرفی اور کمی کے اسّی پلٹنین پیادون کی اور پندرہ ہزار سے زیادہ سوار ملازم تھے اور بعض مؤرخون نے اس سے زیادہ بیان کیا ہے۔

اب نواب سعادت علی خان نے لارڈ ولزلی سے معاہدہ ہو جانے کے بعد حکم دیا کہ کل چالیس پلٹنین اور تین ہزار سوار ملازم رہین اور مابقی موقوف ہون اسپر بھی راے رتن چند نے اپنی جزرسی کو کام فرمایا کہ سوارون کی فی روپیہ دو آنے اور پیادون کی فی روپیہ ایک آنہ تنخواہ کم کر کے کفایت کی صورت نکالی اور مورد عنایت ہوا۔ ۳۶ ہزار پیادہ و سوار نواب سعادت علی خان کے ملازم رہے مگر انگریزون کی چھ پلٹنین بیرونی دشمنون کی حفاظت کے لیے مامور ہوئین۔ اُن کی چھاؤنی تین جگہ قرار پائی۔ ایک چھاؤنی منڈیاؤن مین جو لکھنؤ سے دو کوس کے فاصلہ پر شمال و مشرق کی سمت واقع ہے ایک کرنیل اور کپتان یہان مقیم تھا اور وسیع میدان سردارون کے بنگلون اور سپاہیون کی بارکون کے لیے اور قواعد سپاہ کے واسطے جداگانہ پیمائش ہو کر کمان افسر کے تفویض ہوا۔ اور دوسری چھاؤنی سیتاپور ضلع محمدی مین معین ہوئی۔ اور تیسری چھاؤنی سلطان پور مین مقرر ہوئی اور ایک متصدی پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار کا تینون مقامون مین بطور وکیل کے ریاست کی طرف سے مامور ہوا کہ اہل چھاؤنی کو ضرورت کے وقت گاڑیان اور مزدور اور کہار وغیرہ پہونچاتا رہے اور رسد رسانی کرے اور ریاست کے عاملون اور انگریز

بڑھی ہوئی تھی اُس نے سپاہ موقوف کر کے عیش و عشرت مین کر و فر کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی
اس دولتمند کی عالی ہمتی مشہور زمانہ تھی۔ یہ شخص نواب آصف الدولہ کی ماں کے ساتھ جہیز
مین آیا تھا اور بہو بیگم کے ساتھ کے تمام خواجہ سرایون مین ممتاز تھا الماس علی خان جس وقت
مرض الموت مین مبتلا ہوا کرورون روپیہ اسکے پاس تھا۔ کلکتہ اور حیدرآباد اور بمبئی اور راجپوتانہ وغیرہ
مین اسکی کوٹھیان جاری تھین اور لاکھون روپیہ اُسکا امرائے لکھنؤ پر قرض تھا جنکی دستاویزین اُسکے
پاس موجود تھین۔ جب اس شخص کو یہ یقین کامل ہوگیا کہ اجل کے ہاتھ سے اب رہائی غیر ممکن ہے
تو ایک دن اپنی مسجد مین آکر حوض کے کنارے بیٹھا اور صندوقچہ منگوا کر اُن دستاویزون کے
کاغذ حوض مین ڈالدیے اور میان رحمت بیگانہ وغیرہ اپنے عملے کو بلا کر کہا کہ اکثر ارباب شہر شریف
اور نجیب اُس شخص کے قرضدار ہین اور نواب کے مزاج کی کیفیت معلوم ہے اگر دستاویزین
انکو دستیاب ہوئین تو وہ بیچارے عذاب سخت مین مبتلا ہونگے اسلیے مین نے سب کو معاف کردیا
اب مناسب ہے کہ اُن مین سے کوئی شخص اپنے آپکو میرا قرضدار ظاہر نہ کرے اور یہ باقی لوازمہ
ظاہری جو موجود ہے وہ بہرکیف نواب کے اختیار مین ہے۔ اور قسمت لوگون کی نواب
سعادت علی خان کو الماس علی خان کی یہ بات نہایت ناگوار گذری جسوقت الماس علی خان
نے قضا کی اُسکا چیلہ حیدر بخش اور جملہ متوسل مدت تک گرفتار بلا رہے۔ آخرکار حیدر بخش وغیرہ
نے مرزا جعفر سے ملکر رزیڈنٹ کی بدولت لکھنؤ سے رہائی پائی۔ جہان آباد اور کوڑے مین
جو انگریزی عملداری مین تھا جا کر سکونت پذیر ہوئے اس رہائی مین پچاس ہزار روپیہ
صرف ہوا۔ درمیان والون نے مال مارا تاہم ان لوگون کے پاس املاک کے سوا لاکھون
روپیہ موجود تھا اور الماس علی خان کی املاک اور چھاونی اور باغات اور عمارات اور امام باڑہ
اور مسجد اور خانقاہ وغیرہ اور جملہ کارخانجات امارت ظاہری نواب کی سرکار مین ضبط ہوئے

بیلی بھیت سے حافظ رحمت خان کی نوکری چھوڑ کر شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا - شیدی بشیر کی سپاہ مین شجاع الدولہ نے اُسکو رسالہ دار کر دیا اور اس خیال سے کہ یہ شخص حافظ صاحب کے متوسلون مین سے ہے نواب شجاع الدولہ اُس کی بہت عزت کرتے تھے - یوسف خان کے بعد عبدالرحمن خان باپ کا قائم مقام ہوا - شجاع الدولہ اسکی بھی بہت خاطر کرتے تھے اور آصف الدولہ بھی نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے - مگر پہلے صرف پانسو سوارون کا رسالہ عبدالرحمٰن خان کے متعلق ہوا تھا - جب فوج انگریزی کے ساتھ کمک کے لیے متعین ہوکر دکن کو گیا اور مرہٹون کی لڑائی مین کار نمایان کیے تو رسالے نے ترقی پائی سولہ سترہ سو سوارون کا رسالہ دار بنا - گو نواب سعادت علی خان نے اُس کے سوارون کو کم کر دیا - لیکن عزت و توقیر مین کمی نکی - اور وزیر علی خان کی معزولی کے محضر پر اُسکے مہر نہ کرنے سے نواب سعادت علی خان کے دل مین ملال آیا تھا - مگر نمک حلال مشہور تھا آخر اسّی برس کی عمر مین شہسوار اجل نے اس کا کام تمام کیا - اُسکے رسالے مین عمدہ اور عالی خاندان آدمی نوکر تھے - عبدالرحمن خان اپنے پاس سے اکثر جمعدارون اور دوسرے افسرون کو پانسو چارسو تین سو دو سو روپیہ ماہوار دیتا تھا - عالی ہمتی مین بے نظیر تھا - اُسکے چار پانچ بیٹے تھے - سب مین بڑا حبیب اللہ خان تھا یہ شخص باپ کی طرح شجاع اور سخی تھا - جب بھائیون مین نزاع کی صورت پیدا ہوئی اور حبیب اللہ خان نے نواب سعادت علی خان کی چشم عنایت پھری ہوئی دیکھی تو لکھنؤ سے چلا گیا اور مرہٹون کی نوکری کر لی اور اُنکے ساتھ لڑائیون مین عمدہ عمدہ کام کیے حبیب اللہ خان کے جانے کے بعد رسالہ عبدالرحمٰن خان کے

افسرون مین واسطہ رہے۔ نواب کی جملہ سپاہ کی تنخواہ ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ تخمیناً
قرار پائی۔ اور چار چار مہینے کے بعد تنخواہ اُن کی نقد خزانے سے ملتی تھی۔ اور پلٹنون
مین شرح یہ تھی۔ سپاہی کے چار روپے جمعدار کے پانچ روپے نائب تمندار کے دس روپے
تمندار کے پندرہ روپے اور کمیدان کے اسّی روپے ماہوار مقرر تھے اور سررشتہ دار
پندرہ روپے کا اور وکیل دس روپے کا مقرر تھا اور سوارون مین سپاہی کی تنخواہ
علی العموم بیس روپے ماہوار تھی اور اُن کے افسرون کی تنخواہ رتبے کے موافق ہوتی تھی
جملہ سردارون مین عبدالرحمٰن خان قندہاری ممتاز تھا۔

قندہاریون کے حالات

یوسف خان قندہاری افغانستان سے حافظ رحمت خان والی بریلی کے پاس
آیا تھا حافظ صاحب نے اُسے عہدۂ رسالہ داری پر پہونچا دیا تھا۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے
کہ اُسوقت کا رسالہ دار بھی سو آدمیون کا افسر ہوتا تھا۔ جیساکہ آج کل ہوتا ہے۔ اُسوقت
کا رسالہ ہزار پندرہ سو بلکہ دو ہزار سوارون کا مجموعہ ہوتا تھا اور رسالہ دار کو اپنے رسالے
کے آدمیون کی موقوفی اور بحالی کے پورے پورے اختیارات حاصل ہوتے تھے وہ آج
کل کے جنرل سے بدرجہا زیادہ اختیارات رکھتا تھا نقارہ و نشان اُسکے ہمراہ ہوتا تھا
اور بڑی جاگیر اور ہزارون روپے کی تنخواہ رکھتا تھا۔ عبدالرحمن خان اور محمد سعداللہ خان
اُسکے بیٹے تھے حافظ صاحب نے ان دونون کے لیے علیحدہ علیحدہ رسالے مقرر کر دیے تھے
جب نواب ضابطہ خان بن نواب نجیب الدولہ کو مرہٹون کے ہاتھ سے ۱۱۸۵ھ ہجری
مین شکست ہوئی اور مرہٹے روہیلکھنڈ مین پھیلے تو اُس زمانے مین یوسف خان قندہاری

روے زمین کی ہر قسم کی جنس شہر لکھنؤ مین آسانی کے ساتھ میسر آنے لگی نواب صاحب کو سعادت گنج کی آبادی کا بڑا خیال تھا۔ نواب جس وقت مرزا نجف خان کے لشکر سے لکھنؤ مین آئے تھے تو اُس زمین پر آکر مقیم ہوئے تھے اور اپنے قیام کی جگہ کے پاس چند دوکانین اور ایک بازار بنایا تھا اور اُس کا نام سعادت گنج رکھا تھا اب اسوقت کہ صاحب مُلک ہوئے سعادت گنج کا نام گنج مُبارک رکھا اور تمام سوداگرون کو حکم تھا کہ وہین جاکر دوکانین کھولین۔ اور کوتوالی کا مکان بڑے تکلف سے تعمیر کرایا تھا۔ کوتوال شہر کے حد اختیار سے گنج مبارک کے مقدمات خارج تھے۔ اُسکی کوتوالی علحدہ مقرر کی تھی۔ سعادت گنج کی کوتوالی کا حکم دور دور قصبات اور اطراف مین دریاے گنگا اور دریاے گھاگرہ اور کوہستان شمالی کے دامن تک جاری تھا اور یہ حکم تھا کہ جو کوئی گنج مبارک مین سکونت اختیار کرے اُس پر حاکم گنجیات اور کوتوالی شہر کا حکم نافذ نہین اور قرض خواہ کو قدرت نہ تھی کہ وہان جاکر مقروض پر تقاضا کرتا اور جو مجرم وہان جاکر پناہ لیتا تھا قصاص اور سزا سے محفوظ رہتا تھا۔ اس وجہ سے اُسکی آبادی نے نہایت رونق پائی تھی اور وہان جاکر اکثر ہندو مسلمانون نے قیام کیا تھا۔ اس گنج کی حفاظت خاص نواب کی ذات سے متعلق تھی۔ حضرت عباس کی درگاہ بھی سعادت گنج سے متعلق تھی تمام ناکون پر نواب نے حکم بھیجدیا تھا کہ جو مسافر باہر سے شہر مین آئے اُس سے کسی طرح کی مزاحمت نہو اور جو مسافر شہر لکھنؤ سے باہر جائے تو اُس کے مال واسباب کا جائزہ لیا جائے نقدی کی نسبت یہ حکم تھا کہ مصارف سے زیادہ جو منزل مقصود تک پہونچادے کوئی شخص نہ لیجائے اور پروانۂ راہداری سے کے

دوسرے بیٹے عبدالہادی خان کے نام مقرر ہوا۔ حبیب اللہ خان کا بیٹا خلیل اللہ خان پھر لکھنؤ مین آیا اور نوکری کر لی اور فقیر محمد خان اور حبیب الرحمٰن خان کے ساتھ تھا عبدالرحمٰن خان قندہاری کا نواسہ مصطفےٰ خان نصیرالدین حیدر نبیرۂ نواب سعادت علی خان کے عہد تک صاحب رتبہ تھا اور فریدون بخت عرف منا جان کے ہنگامے مین مارا گیا۔

نواب سعادت علی خان کو گھوڑون کا شوق

نواب کو گھوڑون کا بڑا شوق تھا۔ ایرانی۔ ترکستانی۔ عربی۔ ہندی قسم قسم کے نہایت عمدہ گھوڑے اپنے اصطبل مین جمع کئے تھے اور خانہ زاد بچھیرے یہان بہم پہونچائے تھے اور لاکھون روپیہ رمنے کی تیاری مین صرف کیا جہان نواب کے گھوڑے نہایت آرام سے چرتے تھے اور ولایت کی گھانس اُس رمنے مین بوائی۔ اور گھوڑ جئی کی زراعت کرائی۔ دریاے گومتی اُس رمنے کے درمیان مین ہوکر بہتا تھا۔ ارنے بھینسے بھی بہت سے جمع کیے تھے اور گجراتی بیل دکن سے منگوائے تھے۔ اور گھوڑون کی اتنی آسائش منظور تھی کہ خانہ زاد بچھیرون کو گایون کا دودھ پلایا جاتا تھا۔ اور گھوڑون کو دانہ دودھ مین بھگو کر کھلایا جاتا تھا۔

شہر کا انتظام اور غلّے کا بندوبست

نواب نے مال تجارت اور غلّے اور کرانے کے محصول کا ایسا انتظام کیا کہ گنجون کی جمع پہلے وقت سے چوگنی ہوگئی اور تاجرون کو بھی خاطر خواہ نفع حاصل ہونے لگا

دینا پڑے گا چونکہ یہ صورت غیر ممکن تھی تمام بقال اور تاجر رجوع ہوئے اور جس قدر غلّہ اُنکے پاس زمین مین دفن تھا اُس کا حساب حاضر کیا اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس قلمرو مین ابھی اتنا غلّہ موجود ہے کہ خدانخواستہ اگر تین برس برابر بارش نہو تو بھی کفایت کر سکتا ہے۔ نواب نے حکم دیا کہ تین برس تک غلّہ معمولی نرخ پر یعنی گیہون تیس سیر فروخت ہون اور لکھنؤ کا سیر ۹۶ روپے بھر کا ہوتا تھا۔

نواب صاحب کے عہد مین لکھنؤ کی آبادی نے بڑی ترقی پائی شہر کی آبادی تکیہ یودلی سے بی بی پور تک جن کے درمیان پانچ کوس سے فاصلہ کم نہ تھا اور عرض مین چارباغ سے علی گنج اور بانس منڈی یعنی دریاے گومتی کے اُس پار تک کہ اُن مین تین کوس کی وسعت تھی پہونچ گئی تھی اس طول و عرض کے اندر سیکڑون محلے اور کٹرے آباد ہو گئے۔ نواب سعادت علی خان کے عہد حکومت سے قبل یہان زیادہ تر جنگل اور نالے تھے دور تک زمین ہموار کا نشان نہ تھا۔ شہر مین اسباب امارت اس کثرت سے آگیا اور اس خوبی کے ساتھ دوکانین آراستہ ہوئین کہ جن چیزون کا آنکھون سے دیکھنا مشکل تھا وہ ارزان قیمت پر ہاتھ آنے لگین۔

سررشتۂ اخبار کی عجیب و غریب کیفیت

نواب کو پرچۂ اخبار سے بہت شوق تھا سرکاری نیک و بد کی اطلاع دینے کے لیے ضلعون مین ہرکارے مقرر کیے تھے اور شہر مین بھی ہر ایک امیر و سردار اور اہل خدمات و محل کی ڈیوڑھیون پر ہرکارے خبر لکھنے کے لیے مقرر تھے اور کوئی سررشتہ سرکاری ایسا نہ تھا جس مین ہرکارہ نہو ہرکارون کا خاص یہ کام تھا کہ سود و زیاں ریاست کے متعلق

حاصل کیے بغیر مجال نہ تھی کہ پرندہ بھی ناکہ شہر سے نکل جائے۔

نواب صاحب کو اس بات کا یقین تھا کہ شہر لکھنؤ کی آبادی طوائفون کے باعث سے زیادہ ہے اس لیے حکم دیا کہ کوئی طوائف لکھنؤ سے نہ نکلنے پائے اسوقت لکھنؤ مین باون گنج اور بہت سے بازار مشہور تھے۔ نواب سعادت علی خان کے عہد سے پیشتر مستاجری جمع گنجیات کی دو لاکھ سے زیادہ نہ بڑھی۔ اسوقت مین چار پانچ لاکھ روپے کی نوبت پہونچی۔ پہلے گنجیات کا رشتہ میر بہادر علی کوتوال شہر سے متعلق تھا۔ بعد اُسکے گنج بہاری لال پسر بینی بہادر کے تفویض ہوا اس شخص نے خوب نام پیدا کیا۔ علاقہ پرمٹ و سائر و گنجیات مین لاکھون روپے پیدا کیے گنجبہاری دلال کی کوشش سے سائر اور چھاپہ اور پارچہ کی جمع بھی ایک لاکھ روپے سے دو لاکھ چالیس ہزار تک پہونچ گئی اور بڑی احتیاط کے ساتھ ہر ایک امر کی نگرانی رکھی جاتی تھی۔

نرخ غلہ کا انتظام جو نواب سعادت علی خان نے کیا وہ نہایت تعریف کے قابل ہے۔ رعیت کی پرورش کی نظر سے غلّے کی کمی بیشی پر بھی ہمیشہ نظر رکھتے تھے سنہ ۱۲ فصلی مین کمی بارش کی وجہ سے غلّے کا نرخ گران ہونے لگا گنجون کے مستاجرون اور تاجرون کو بلاکر پہلی مرتبہ تاکید فرمائی کہ اس مُلک کا غلہ دوسرے مُلک مین نہ جانے پائے جب اس حکم پر بھی ارزانی کی صورت ظہور مین نہ آئی تو یہ حکم جاری کیا کہ سوداگر جس قدر غلہ زمین کے اندر مدفون رکھتے ہون آج بیچ ڈالین اُن سے کچھ مواخذہ نہین مگر کل اگر قلمرو سرکار کی زمین مین غلہ دفن رہا تو زمین کا روزانہ محصول جسکی مالک سرکار ہے سرکار کو

اطلاع
اس حصے صفحہ ۱۲۰ سطر ۶ مین سنہ ۱۸۱۸ء کی جگہ سنہ ۱۸۱۹ء پڑھنا چاہیے ۱۲

اخبار نویس کے صدق و کذب سے خبر دیتے رہیں مگر اس گھر میں سب بھوکے تھے خفیہ نویسوں
میں بھی سوائے طماعی کے دوسری بات نہ تھی۔ میرے ماموں حکیم محمد اعظم خان صاحب مرحوم
مولف اکسیر اعظم بیان کرتے تھے کہ جب ہم سکندر بیگم والیہ بھوپال سے رخصت لیکر لکھنؤ کو گئے وہاں
زمانے میں واجد علی شاہ والی اودھ علیل تھے حکیم صاحب کرنیل سلیمن صاحب رزیڈنٹ سے
ملے جن سے مالوے سے ملاقات تھی انھوں نے سلطنت لکھنؤ کی شکایتوں کے ضمن میں یہ بھی
بیان کیا کہ سررشتۂ اخبار مستاجری میں دیا جاتا ہے جس سے بڑی بےچینی پھیلی ہوئی ہے یہ تو خیر
پچھلے زمانے کی بات ہے کہ جب لکھنؤ میں بالکل گڑبڑ مچی ہوئی تھی۔ نواب سعادت علی خان کے
وقت میں بھی کہ جو انتظام کا زمانہ سمجھا جاتا ہے بوجہ مستاجری کے اخبار کا صیغہ رعایا اور ملازمین
کے حق میں کوئی مفید نہ تھا بجز سرکاری برائے نام فائدے کے یا ملازمان اخبار کے نفع کے
کوئی بہبود اُس سے متصور نہ تھا۔ اخبار نویس نہایت سرگرمی سے سرکاری فائدوں اور دوسروں
کے اسباب نقصان رسانی کی تلاش میں رہتے تھے۔ ایک حکایت اُنکی ہوشیاری کی یہاں
شن رکھنے کے قابل ہے کہ رائے رتن چند نے اپنی حکومت کے زمانے میں کئی بار یہ چاہا کہ اپنا زر نقد
جو جمع کیا تھا مراد آباد کو جو اُسکا وطن خاص تھا روانہ کرے۔ مگر نواب کا حکم نہ تھا کہ کوئی شخص
زر نقد لیکر ناکے سے نکل جائے ایک بار رتن چند نے نہایت اخفا کے ساتھ اچار اور مربے کے
گھڑوں میں کئی ہزار اشرفیاں بھر کر اور خیموں میں دربردہ سلوا کر چھکڑوں پر روانہ کیں ہرکارے
اخبار نے یہ خبر صاف سرکار میں پہونچا دی۔ نواب نے بالا بالا منگا کر خزانۂ عامرہ میں داخل کیں
اور رتن چند کے روبرو فرماتے تھے کہ اچار اور مربے اور خیمے رائے صاحب سے بہتر دوسرا
شخص تیار کرنا نہیں جانتا ہے۔ اور کسی روز طبیعت جب مزاج پر آجاتی تھی تو کہتے تھے کہ رائے صاحب
اُس قسم کے مربے اور اچار ہمارے واسطے بھی تیار کرنا چاہیئے جیسا کہ اپنے گھر کے واسطے بھیجتے ہو۔

اور خاص خبرین بالتحقیق بہم پہونچاکر دار الاخبار کے افسر اعلی کے پاس پہونچادین جو اُنکو نواب تک پہونچا دیا تھا بلکہ نہایت اہم اور ضروری خبرین بلا واسطہ نواب تک پہونچا کرتی تھین۔ محکمۂ اخبار کے ہرکارے تمام ضروری مقامات پر متعین رہتے تھے اور ہر کارون کے فرائض مین یہ بات داخل تھی کہ روزانہ اخبار قابل اطلاع نواب تک پہونچاتے رہین۔ مفصلات کے ہرکارون کے پرچے بذریعۂ ڈاک آیا کرتے تھے۔ یہ سررشتہ مستاجری مین دیاجاتا تھا جسکی آمدنی دو لاکھ روپیہ سالانہ تک پہونچ گئی تھی مستاجر کو داروغۂ اخبار کہتے تھے۔ لوگون کو اسبات کے سننے سے بڑا تعجب ہوگا کہ سررشتۂ اخبار کے متعلق کونسی جاگیر تھی جسکی آمدنی سے نوکرون کو تنخواہ دیجاتی اور سرکاری ٹھیکے کا روپیہ بھی ادا کیاجاتا اور مستاجر بھی مزے اُڑاتا۔ اس مین بڑا نفع پردے مین مُنھ چھپائے ہوئے تھا جسکو مین آشکارا کرتا ہون کہ جن امیرون اور سردارون اور حاکمون کے یہان اخبارنویس متعین رہتے تھے وہ اپنی عزت وآبرو اور نقصان کے خوف سے ہزارون روپے اخبارنویس کی تواضع کیاکرتے تھے اور بالا بالا مستاجر اخبار کو بھی دیتے تھے۔ مستاجر اخبار اُسی اخبارنویس کو اس کام پر بھیجتا تھا جو سب سے زیادہ نذرانہ دینے کا وعدہ کرتا تھا اور اُسی سے حاکم اور عامل اور شریف کی عزت محفوظ رہتی اور دام بلا کا شکار نہوتا جو عملۂ اخبار کو خوب دیتا رہتا تھا۔ مثلاً اخبارنویس یا داروغۂ اخبار نے کسی کو یہ دھمکی دی کہ مین نواب تک یہ خبر پہونچادونگا کہ انکی بہو بیٹی یا یہ خود بدچلن ہین یا انکے یہان بدمعاشونکا مجمع ہوتاہے۔ یا نواب کے حق مین یہ یہ مخالفانہ الفاظ کہے تھے یا یہ افسر رشوت خوار ہے۔ رعایا پر جبر وظلم کرتاہے خواہ یہ الزام غلط ہی ہو۔ مگر وہ اُنکی مُٹھی گرم کرکے اپنا پیچھا چھوڑاتا تھا اور پھر جو چاہتا تھا اودھم مچاتا تھا۔ ہر آدمی خیال کرسکتاہے کہ ایسی کارروائی کا جو عام اثر ہوگا وہ کتنا روح فرسا اور جانگزا ہوگا۔ اگرچہ نواب نے خبرنویس ہرکارون پر اور خفیہ نویس ہرکارے مامور کیے تھے جو

آپ ہوشیاری سے رکھیے۔ اُسدن سے وہ امیر بڑی ہوشیاری سے اُن پستولون کو رکھنے لگا
مگر کسی ترکیب سے فتو نے اُڑا لی صاحب مال نے اُنکی تلاش مین بہت کوشش کی مگر پتہ نہ چلا
دوسرے دن فتو نے وہ جوڑی لیجاکر اُس امیر کو دکھائی کہ یہ حاضر ہے اُس دولتمند نے کچھ زرنقد
سمیت وہ جوڑی فتو ہی کو دیڈالی ایکبار فتو قید تھا عشرۂ محرم قریب آیا محافظون سے کہا کہ مجھکو رہا
کردو عشرہ محرم کے بعد پاں کا باندھا حاضر ہونگا۔ لیکن مخلصی کی صورت ظہور مین نہ آئی ایکدن محافظونکو
مغالطہ دیکر زنجیر آہنی توڑکر جیلخانہ سے نکل گیا اور کسی سے اُسکی محافظت نہو سکی مگر تعزیہ داری سے
فارغ ہو کر عشرۂ محرم کے بعد جیلخانہ مین آموجود ہوا آخرکار نواب سعادت علی خان نے اُسکی تنخواہ
مقرر کردی اور کوتوالی کے نظر بازون مین مقرر ہوا۔ اسیطرح اور بھی کئی نامی چور گرفتار ہو کر کوتوالی
کی خدمات پر نوکر ہو گئے جس سے مفسدہ پردازی کا سدباب ہوا اور بیرونی چور اکبرپور اور سلطانپور
سے جو آتے تھے اُنکی حرکات بھی اعجاز سے کم نہ تھین اس عہد مین چورون کی یورش کا باعث
یہ تھا کہ نواب آصف الدولہ کے عہد تک عامل لوگ چورون کو زندہ نہین چھوڑتے تھے اب خونریزی
کی بڑی ممانعت تھی اسوجہ سے چورون کا بازار گرم تھا اور رعایا پریشان و سرگردان تھی۔ مگر
چورون کی پناہ کے لیے شہر مین جگہ نہ تھی علاقے مین سکونت رکھتے تھے۔ علاقے کا یہ حال تھا
کہ زمیندار لوگ فصل ربیع کا غلہ اپنے صرف مین لے آتے تھے اور معتبر ضمانت دیکر ادائے زر کا وعدہ
ماہ جیٹھ اور اساڑھ کا کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ ایام بارش کے قریب انگریزی تلنگے رخصت لے کر
نہتے اپنے گھرون کو جاتے تھے اور اُنکی کمرون مین اشرفیون کا ہونا مشہور تھا اسلیے یہ زمیندار
قطاع الطریق اُنکو لوٹ لیتے تھے اور عمال مستاجری خفیہ نذرانہ لیکر مالامال ہوتے تھے اسواسطے
کم تدارک اُسکا ظہور مین آتا تھا اور اخبار نویس بھی اس عہد مین مستاجر ہوتے تھے اُنکو بھی سوائے
زر کے دوسرا کام نہ تھا اسوجہ سے نواب سعادت علی خان اُسکے تدارک واقعی سے مجبور تھے

عدالتون کا نظم و نسق۔ چوری اور غارتگری کا بندوبست

نواب آصف الدولہ کے عہد تک مقدمات کا فیصلہ کوتوال کی تجویز اور پنچون کی رائے اور احکام شرع پر ہوتا تھا اب سررشتۂ عدالت تین صورتون پر منضبط ہوا۔ فوجداری۔ دیوانی مرافعہ عدالت فوجداری کوتوالی شہر سے متعلق ہوئی تھی۔ میر بہادر علی اور میر خیرات علی مہتمم تھے بعد انکے خواجہ محمود کے تفویض ہوئی۔ پھر دھومی بیگ کوتوال کے حوالے ہوئی اور پلٹنین کوتوال کے ساتھ تھانہ بندی کے لیے مقرر کی گئین۔ شہر مین شبخون اور ڈاکہ زنی کی وارداتون کا بیرونی آدمیون کے ہاتھون سے بخوبی انسداد ہوگیا۔ مگر شہر کے لچے شہدے اکثر شہر مین مفسدے برپا کرتے تھے انکے کئی گروہ ہوگئے۔ ہاتھون مین تلوارین اور بندوقین لیے ہوئے شب کو اہل شہر کے گھرون مین گھس پڑتے تھے۔ اور انکا مال واسباب لوٹ لیجاتے تھے اور تھانہ دار انسے مقابلہ کرتے تھے اگر مکانون کے دروازے ان بدمعاشون کو کھلے نہ ملتے تو دیوارون پر سیڑھیان لگاکر مکانون مین کودتے دولتمندون کے مال واسباب سے گذر جاتی بنتی تھی آخرکار نواب نے کوتوال شہر پر انکی گرفتاری کے لیے بہت تاکید کی اسکی کوشش سے اکثر زندہ گرفتار ہوئے اور کچھ مارے گئے۔ اُس زمانے مین شہر کا ایک آدمی فتّو نامے نہایت بدمعاش تھا یہ شخص چوری کیا سینہ زوری کرتا تھا بڑے بڑے مکانون پر چڑھ جانا اور پھر اُن پر سے کود پڑنا اسکے نزدیک ایک کھیل تھا۔ رنڈیون کو ہزارون روپے کھلاتا تھا۔ گانجہ اور چرس وغیرہ نشون سے صحبت گرم رکھتا تھا۔ غریب اور محتاجون کے مال پر ہاتھ نہین ڈالتا تھا۔ بلکہ اُن کی حاجت براری کرتا تھا۔ ایکدن مرغ بازی کے جلسے مین فتّو بھی پہونچا۔ لکھنؤ کے ایک امیر کے پاس ولائتی پستول کی جوڑی دیکھکر فتّو نے اُس سے مانگی اُس امیر نے نہ دی فتّو نے کہا کہ حضرت یہ ہمارا مال ہے

نواب سعادت علی خان کا ایک جانگاہ حادثے سے بچ جانا

سلیمان خان اسد لکھنوی نبیرہ زادۂ حافظ رحمت خان نقش سلیمان مین لکھتے ہین کہ خواجہ حسین چشتی نام ایک سید محبت خان بن حافظ رحمت خان کی مصاحبت مین رہتے تھے اُنکی سیادت کی وجہ سے آصف الدولہ اور انکے بھائی سعادت علی خان انکی عزت کرتے تھے حسب اتفاق ایک روز نواب سعادت علی خان راجہ ٹکیت رائے کے باغ مین ناچ دیکھ رہے تھے اور اُجاگر طوائف مجرا کر رہی تھی۔ سید خواجہ حسین چشتی بھی شریک جلسہ تھا۔ نواب موصوف ان دنون تک مے نوشی کا شغل کرتے تھے۔ پس نشہ کی حالت مین اُس رنڈی سے یہ فرمایا کہ اُجاگر میان صاحب کی گود مین بیٹھ جا اُس نے قصد کیا تو میان صاحب نے اشارہ سے روک دیا چند ساعت کے بعد پھر نواب صاحب نے اُس طوائف سے یہی کہا اُس نے پھر قصد کیا میان صاحب نے اُسکو جھڑکا تو وہ الگ ہو گئی۔ لیکن میان صاحب کے دل کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور خیال کیا کہ نواب صاحب خلاف عادت اسوقت مجھ سے تمسخر کرتے ہین۔ نواب صاحب نے پھر تیسری مرتبہ برہم ہو کر اُس طوائف سے فرمایا کہ ہم تجھ سے چند مرتبہ کہہ چکے تو میان صاحب کی گود مین نہین بیٹھ جاتی اُسوقت وہ رنڈی خوف حاکم سے مجبور ہو کر بہت قریب میان صاحب کے آگئی اور قصد گود مین بیٹھ جانے کا کیا میان صاحب نے اُسکو ہاتھ سے ڈھکیل کر یہ فرمایا کہ دور ہو یہان سے یہ گودی ہائے زادیون کے بیٹھنے کے لایق نہین اس مین وزیرزادیان اور شہزادیان بیٹھین تو کیا مضائقہ ہے یہ بات اُس نشہ کی حالت مین نواب سعادت علی خان کو بہت ناگوار گذری اور کلمۂ نامناسب یعنی بجائے تم کے تو کی لفظ سے میان صاحب کی طرف

ورنہ نواب کی طبیعت رعیت پروری کی طرف بہت تھی - نواب کے حقیقی بھائی شہامت علی خان نے ایک زمیندار سے قطعہ زمین لیکر اُسکی عورتون کو ظلم سے نکال دیا تھا اور منظور تھا کہ وہان عمارات بنوائین نواب کو یہ امر ناگوار گذرا اور انکو شہر سے نکال دیا -

عدالت دیوانی - ابتدا مین یہ محکمہ مولوی سدن اور اُن کے بعد مولوی ظہور اللہ خان کے متعلق رہا -

عدالت مرافعہ - اس محکمے مین ہفتے مین ایک مرتبہ نواب بذات خاص اجلاس فرماتے تھے اور مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے اس عدالت کا اجلاس حسن باغ مین قرار پایا تھا اور باہر ایک صندوق رکھا جاتا تھا جس مین مستغیث اپنی عرضیان ڈلتے تھے اور نواب اُن کو نکالکر حکم لکھتے تھے -

ابتداے مسند نشینی سے انتقال تک نواب کا کوئی دن ملاحظۂ کاغذات سے خالی نہین گیا اور جس کمرے مین کاغذات ملاحظہ کرتے تھے اُسکے دروازے کے باہر پردے کے قریب ایک طرف نواب کے بیٹے نصیر الدولہ اور راجہ دیاکرشن مع ضروری عملے کے اور عاملون کے وکیل حاضر رہتے تھے اور دوسری طرف نواب کے بیٹے شمس الدولہ اور رتن چند اور اہل انشا اور بعض افسران فوج حاضر رہتے تھے اور ایک طرف طوائفون اور رقاصون کی چوکی جمع رہتی تھی ان پردون اور نواب کے درمیان ایک دروازہ شیشے کے کواڑون کا حائل تھا جسوقت نواب کا دل ملاحظۂ کاغذات سے اُکتا جاتا تھا توکرسی سے اُٹھکر شیشون مین سے نظارہ بازی کرتے اور رقص وغیرہ کا تماشہ دیکھتے تھے جس امر مین نواب سعادت علی خان نے قاعدہ اور قانون جاری کیا آخر عمر تک بخوبی انجام کو پہونچایا -

اتفاقاً ایک روز نواب سعادت علی خان کو موسم گرما مین یہ خبر پہونچی کہ نول گنج کے قریب جو لکھنؤ سے سات کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور اُس زمانے مین اس گنج کے قریب کسی قدر جنگل بھی تھا ایک شیر آگیا ہے اور اُس نے کسی قدر مویشی وغیرہ کو مارا ہے باشندگان نول گنج نہایت خائف و ترسان ہین نواب صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ کل ہم خود جاکر اُس شیر کا شکار کرینگے چنانچہ دوسرے دن شکار کے لیے لکھنؤ سے جانب نول گنج روانہ ہوئے -- یہ خبر نواب محبت خان کو پہونچی - ان مین اور سید خواجہ حسین صاحب مین کمال اتحاد تھا اس لیے محبت خان اپنے مکان سے ہوادار پر سوار ہو کر میان صاحب کے مکان پر آئے - میان صاحب اُسوقت خط بنوا رہے تھے دور ہی سے چھاتا اور پنکھا اور آفتابی وغیرہ جو نظر آئی تو اپنے ایک ملازم سے کہا کہ دوڑ کر دیکھ تو کیا نواب محبت خان آتے ہین اُس نے دیکھکر عرض کیا کہ وہی آتے ہین - میان صاحب ویسے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور حسب معمول قدیم نواب محبت خان کو تابہ صحن مکان آکر لیگئے اور فرمایا کہ برادر اسوقت تمنے کیون تکلیف کی مجھکو طلب کر لیا ہوتا - نواب محبت خان نے کہا کہ اسوقت میان صاحب مین تمھارے پاس سخت ضرورت سے آیا ہون جو مین کہون وہ تمکو قبول کرنا پڑے گا - میان صاحب نے جواب دیا کہ برادر تمام اثاث البیت اور مکان اور لڑکے بالے وغیرہ سب تمھارے ہین مجھ سے کسی بات کے پوچھنے اور کہنے کی کیا ضرورت ہے - نواب محبت خان نے فرمایا کہ وہ بات تمسے ہی کہنے کی ہے اور تمکو ضرور اسوقت منظور کرنا ہوگی - میان صاحب نے استفسار کیا تو محبت خان نے کہا کہ تم میرے سر کی قسم کھالو کہ مین منظور کرونگا اُسوقت مین بیان کرونگا اول تو میان صاحب نے کچھ عذر کیے جب محبت خان نے اصرار کیا تو میان صاحب نے اُنکے سر کی قسم کھائی اُسوقت محبت خان نے میان صاحب سے کہا کہ نواب سعادت علی خان

مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ کیا بات بیہودہ کہی۔ اُسوقت میان صاحب کو غصہ ضبط کرنے کی تاب
نہ رہی اور چھُرے پر ہاتھ ڈال کر فرمایا کہ اے دختر شجاع الدولہ خموش اگر دوبارہ ایسا کلمہ زبان سے
نکالا تو اسی وقت اپنی جان اور تمھاری جان ایک کردونگا اور سینہ پر چڑھ کر لہو پی جاؤن گا
یہ سخن میان صاحب کی زبان سے نواب سعادت علی خان سُن کر دم بخود ہوگئے اور گردن جھُکالی
وہ جلسہ درہم وبرہم ہوگیا میان صاحب چند ساعت توقف کرکے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سلام علیک
کرکے نہایت ہوشیاری کے ساتھ دہنے بائین دیکھتے ہوئے باغ مذکور سے نکلکر پالکی مین سوار ہوکر
مکان پر چلے آئے۔ نواب سعادت علی خان نے بھی فی الحقیقت بپاس ولحاظ سادات نہایت تحمل کو
کام فرمایا ورنہ حاکم اور محکوم مین بڑا تفاوت ہے۔ میان صاحب کی جان جانے مین کیا تامل تھا
اُسدن سے نواب سعادت علی خان اور میان صاحب سے یک لخت ملاقات ترک ہوگئی اور
نواب صاحب نے وہ پانسو روپیہ ماہوار جو نواب آصف الدولہ کے عہد سے میان صاحب کو
ملتا چلا آتا تھا بالکل بند کردیا دو ایک ماہ کے بعد سے میان صاحب کو اخراجات کی تکلیف ہونے
لگی نواب محبت خان اور میان صاحب کے بڑے بھائی شاہ خواجہ حسن صاحب نے سید خواجہ حسین کو
بہت کچھ سمجھایا کہ تم بغیر طلب نواب سعادت علی خان کے پاس چلے جاؤ اُسوقت نشے کی حالت
مین اُن سے یہ ایک حرکت خلاف ہوگئی اور تمکو بھی غصہ آگیا جسوقت تمھارا اور اُنکا سامنا ہوجائیگا
تو یقین ہے کہ باہم صفائی ہوجائیگی اور کدورت نہ رہیگی۔ لیکن میان صاحب نے یہی کہا کہ اب
جب تک نواب سعادت علی خان از خود مجھے طلب نکرینگے مین ہرگز نجاؤن گا اس مین جو چاہے
سو ہو یہانتک کہ اسیات کو عرصہ قریب آٹھ دس ماہ کے گذر گیا اور میان صاحب کو بسبب بند
ہوجانے تنخواہ کے ہر طرح کی تکلیف ہونے لگی کیونکہ مصارف میان صاحب کے کثیر تھے اور اولاد
وغیرہ بھی کثرت سے موجود ہوگئی تھی لیکن ضد کے مارے نواب سعادت علی خان کا سامنا نکرتے تھے

آتی ہے میان صاحب نے بھی جو غور سے دیکھا تو اُس کا کہنا سچ معلوم ہوا - اسلیے میان صاحب نے
فیلبان سے کہا کہ ہاتھی دوڑا - فیلبان نے موافق حکم میان صاحب کے ہاتھی بہت تیز
دوڑایا دوسرے ہمراہیون کو یہ ثابت ہوا کہ شاید میان صاحب کو نواب صاحب نے طلب
فرمایا ہے جو یہ اپنا ہاتھی اسقدر تیز بھگائے ہوئے جاتے ہین طرفہ یہ کہ تلوار کی چمک کسی کو نظر نہ آئی
خلاصہ یہ ہے کہ جب میان صاحب قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک شخص تلوارین پالکی پر مار رہا ہے
اُنھون نے فیلبان سے کہا کہ ارے جلد ہاتھی بٹھا اُس نے ہاتھی بٹھایا سیڑھی لگانے کی نوبت
نہ آنے پائی تھی کہ میان صاحب فوراً ہاتھی پر سے کود پڑے جسکے سبب سے کسی قدر صدمہ اُنکے
ایک پانوُن مین آیا لیکن انھون نے کچھ خیال اُسکا نکیا فوراً جھپٹ کر اُس شخص کو للکارا اور کہا کہ او
مردود یہ کیا کرتا ہے اور میان صاحب بہت قریب اُسکے جا پہونچے تھے کہ اُس شخص نے پالکی کو
چھوڑ کر ایک تلوار میان صاحب کو ماری میان صاحب کے ہاتھ مین جو بیراگی تھی اُنھون نے
اُسپر روکی اُس نے اور دوسری تلوار ماری وہ بھی میان صاحب نے بیراگی پر روکی اور بہت
قریب اُس سے ملکر وہی بیراگی گھماکر اُسکے سر پر ماری کہ وہ شخص اُس چوٹ کے صدمہ سے چکرا گیا
بس میان صاحب نے بچالا کی تمام خم اوس بیراگی کا اُس شخص کی گردن مین ڈالکر ایک جھٹکا
زور سے مارا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور میان صاحب پیش قبض کمر سے نکال کر اُسکے سینے پر چڑھ بیٹھے
اور یہ قصد کیا کہ اُسے ہلاک کردن اس درمیان مین نواب سعادت علی خان پالکی کے پٹ کھول کر
باہر نکل آئے اور فرمایا میان صاحب تمھین میرے سر کی قسم اسے مارنا نہین اسلیئے میان صاحب نے
اپنا ہاتھ روک لیا اس اثنار مین دوسرے نوکر وہمراہیان سواری بھی آپہونچے اور اُس شخص کی
مشکین باندھ لین بعد اُسکے اُس سے دریافت کیا کہ تو نے یہ حرکت نالائق کسواسطے کی تو اُس نے
بیان کیا کہ مین فلان پلٹن مین تلنگون کے زمرے مین نوکر تھا عرصہ ہوا کہ تخفیف مین آکر برطرف ہو گیا

شیر کے شکار کے لیے نول گنج کی طرف تھوڑا عرصہ ہوا تشریف لے گئے ہین اسلیئے مین تم سے
کہنے آیا ہون اور سواری کے لیے ہاتھی کی تیاری کا بھی حکم دے آیا ہون تم میرے کہنے سے اسوقت
نواب سعادت علی خان کے پاس فوراً چلے جاؤ ورنہ مجھے ملال ہوگا - میان صاحب نے یہ بات
سُنکر کسی قدر تامل اور انکار کیا - محبت خان نے کہا کہ میان صاحب تم میرے سر کی قسم کھاچکے ہو
اسکا خیال کرنا چاہیئے اور اُنکے بڑے بھائی خواجہ حسن نے بھی سمجھایا - خواجہ حسین صاحب نے نہایت
اپنا سر دُھنا اور محبت خان سے کہا کہ برادر تم نے اسوقت دھوکے مین اپنے سر کی قسم مجھ سے
لے لی اچھا الامر فوق الادب مین جاؤن گا لیکن خط بنوالون محبت خان نے کہا کہ خط اسوقت
نہ بنوائیے میرے کہنے سے سوار ہو جائیے - ناچار میان صاحب نے کپڑے پہنے ہاتھ مین بیراگی
اور کمر مین پیش قبض لگایا اور ہاتھی پر سوار ہو کر نول گنج کی طرف روانہ ہوئے -

نواب سعادت علی خان اُس مقام پر پہونچے جہان شیر کا پتہ لگا تھا ہانکہ وغیرہ حسب معمول
کیا گیا تو کہین شیر کا سُراغ نہ ملا پس نواب موصوف منغض اور بدمزہ ہوکر وہان سے پلٹے اور
بسبب اُسکے کہ ہاتھیون اور سوارونکے ہمراہ ہونے سے گرد بہت اُڑتی تھی نواب صاحب نے
حکم دیا کہ ہم سے جملہ ہمراہیان سواری بہت دور پیچھے رہین فقط بذات خود پالکی مین سوار اور چند
کہار و خدمتگار اُنکے ہمراہ رہے اور باقی سب لوگ پیچھے رہ گئے اُسوقت میان صاحب پہونچے
اور انھون نے بھی اپنا فیل سواری اُنھین ہاتھیون کے ساتھ جو کہ پیچھے نواب صاحب کی سواری کے
آتے تھے ملا یا اور آہستہ آہستہ دوسرے اشخاص سے باتین کرتے ہوئے واپس آتے تھے کہ ایک
نشیب مین نواب سعادت علی خان کی پالکی اُتری اور لوگونکی نظرون سے اوجھل ہوگئی چند
ساعت کے بعد صلابت خان چیلہ کہ جو میان صاحب کی خواصی مین بیٹھا تھا اُس نے جھک کر چپکے
سے میان صاحب کے کان مین کہا کہ ملاحظہ تو کیجئے مجھے نواب صاحب کی پالکی پر تلوار چمکتی نظر

عماراتِ جدید

نواب آصف الدولہ کی عمارتین ایسے موقع پر تعمیر تھین کہ برسات کا پانی جمع ہو کر لوگونکی
آمد و رفت اُدھر سے مشکل ہو جاتی تھی خاص چوک اور فرنگی محل مین کہ ناف شہر ہے ایسی
تنگ گلیان نجس اور خراب ہوتی تھین کہ گرمی اور جاڑے کے دنون مین بھی اُدھر سے گذر دشوار
ہوتا تھا نواب سعادت علی خان کے یہ عمارات پسند نہ تھین اور دوسری بات ان عمارات کی
طرف سے تکدر پیدا ہونے کی یہ تھی کہ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے وقت انگریزی تلنگونکے
دو پہرے دولت خانۂ قدیم آصفی مین مامور ہوئے تھے اور اب تک اپنے مقامون پر قائم تھے علاوہ
ان باتونکے نواب کو نئی عمارتین جدید نقشون پر بنوانے کا شوق بھی تھا اور چاہا کہ کلکتے کی وضع کا
ایک نیا شہر بنائین اسوجہ سے شہر اور بی بی پور کے درمیان مین جہان کی زمین کچھ بلند اور کچھ
ہموار تھی عمارات بنوانا چاہین۔ نواب آصف الدولہ کے عہد مین جنرل مارٹین ایک انگریزی تاجر نے
کہ نہایت متمول تھا دو کوٹھیان بنوائی تھین۔ ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی اُسکو پچپن ہزار
روپے کو نواب سعادت علی خان نے مول لے لیا اور اپنی عمارات جدید مین ملا لیا اور مسند نشینی سے
پانچ چھ برس کے بعد اپنے رہنے کے مکانون کو چھوڑ دیا اور سرطان کی بیماری مین جو نواب کو
عارض ہوئی تھی بطور نقل مکان کے دولتخانے سے اُٹھ گئے وہان اُنکو شفا ہوئی اس لئے اُسکا نام
فرح بخش رکھا۔ نواب نے پانچ چھ کوٹھیان اور بھی نئی نہایت اعلیٰ نقشے پر تعمیر کرائین آلات
شیشہ سادہ و منقش اور آئینے قد آدم سے اونچے اور انگریزی باجے اور گھڑیان اور طرح طرح کے
ہتھیار اور لاکھون روپے کا سامان مول لیکر اُن مین سجایا اور باغون مین قسم قسم کے میوونکے درخت
لگائے۔ شہر کی کثافت دفع ہو گئی اور ہر ایک امیر کو حکم ہوا کہ عمارات عالی تعمیر کرائے اور دو سو سقے

حتی کہ اب نوبت میری فاقہ کشی کو پہونچی تو دل مین یہ خیال آیا کہ تو مرتا تو ہے پس کسی ایسے شخص کو مار کر مرکہ جس سے نام دنیا مین رہجائے اسوجہ سے مین نے یہ حرکت کی تھی - غرضکہ نواب سعادت علی خان بعد اس قصے کے پالکی مین سوار ہوئے اور میان صاحب سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ آؤ - جب دولتخانہ پر پہونچے اور جلہ ہمراہی پہونچا کر رخصت ہوئے تو میان صاحب کو نواب صاحب اپنے ساتھ کوٹھی مین لے گئے اور میان صاحب کی نہایت شکرگزاری و مدح و ثنا کی اور باآہستگی غلامی خان خانساماں کو حکم دیا کہ کشتی ہاے خلعت لاؤ چنانچہ اُس نے فوراً اکیس کشتیان لاکر حاضر کین اُسوقت نواب صاحب نے میان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میان صاحب یہ کشتیان خلعت وغیرہ کی موجود ہین ہمراہ لیجاؤ میان صاحب نے اُسکے لینے میں انکار کیا اور عرض کیا کہ مین ان کشتیون کے لینے کا مستحق نہین - اگر یہ کام آپ کے ملازمان مین سے کوئی رسالدار یا کمیدان یا دوسرا کوئی افسر فوج کرتا تو البتہ اس انعام کا مستحق تھا - مین بیچارہ ایک فقیر ٹکڑ گدا کوئی بانکا یا سپاہی نہین کہ یہ انعام لون مجھ سے جو کچھ ظہور مین آیا یہ سب فقط آپ کے اقبال کا باعث تھا ایک گنوار کو پکڑ لیا تو کیا فخر کیا - مین یہ خلعت و انعام کسیطرح پر نہ لونگا اس سے مجھے معاف فرمانا چاہیئے ناچار نواب صاحب خاموش ہو گئے اور دل مین سمجھے کہ میان صاحب ہرگز اسے قبول نکرینگے اسکے بعد میان صاحب رخصت ہو کر اپنے مکان پر آگئے - دوسرے روز نواب سعادت علی خان نے میان صاحب کی چڑھی ہوئی تنخواہ ایک ہزار روپیہ ماہوار کے حساب سے اُنکے مکان پر بھجوادی اور اُنکو طلب کیا اُس روز سے صفائی کامل نواب صاحب اور میان صاحب کے درمیان دوبارہ ہوگئی اور ہزار روپیہ ماہانہ مقرر رہا اور آمد و رفت میان صاحب کی نواب کے پاس بدستور ہوگئی -

---

اور طلائی گنبد رکھوایا بارہ دروازے اُس مین رکھے مرزا قتیل نے یہ تاریخ اس عمارت کی کہی ہے
ع این گنبد جدید بنا ے سعادت است -
کوٹھی دلکشا - اس کو نواب سعادت علی خان نے اپنے سیر و شکار کے واسطے بنوایا تھا اور گرد و پیش کے جنگل کو صاف کروا کر ایک چراگاہ مقرر کی تھی اور اُس مین جانوران شکاری مثل ہرن وغیرہ چھڑوا دیے تھے اس کوٹھی مین اکثر بیگمات بھی سیر کے واسطے آیا کرتی تھین -
موتی محل - احاطے کے شمال کی جانب ہے اور موتی محل اسکا اس واسطے نام رکھا گیا تھا کہ اس مین ایک بُرج بنا تھا جو موتی کی شکل پر تھا مگر اب مسمار ہو گیا ہے -
شاہ منزل - جس مقام پر اب قیصر باغ تیار ہوا ہے واسطے لڑائی حیوانات کے تعمیر ہوا تھا چھوٹے چھوٹے جانورون کی لڑائی احاطۂ شاہ منزل مین ہوا کرتی تھی اور شیر وغیرہ کی لڑائی بھی اُسی احاطے مین ہوتی تھی اسواسطے مضبوط کٹہرے اور مستحکم مامن تماشا دیکھنے والون کے واسطے تعمیر ہوے تھے مگر لڑائی ہاتھی اور گینڈے کی دریا پار میدان مین حضور باغ کے سامنے ہوا کرتی تھی کیونکہ ایسے حیوانات کی لڑائی کی سیر کے واسطے فاصلہ بہت ضرور ہے نواب اور دیگر ارکان سلطنت برآمدہ شاہ منزل پر سے دیکھا کرتے تھے -
خورشید منزل - اس تعمیر کو سعادت علی خان نے شروع کیا تھا اور غازی الدین حیدر نے ختم کیا -
ماہ منزل - یہ کوٹھی بھی نواب موصوف نے بنائی تھی -
موسیٰ باغ - یہ باغ نواب اعظم الدولہ نے تیار کرایا تھا اور جو تعمیرات اُس مین ہین اُن کو سعادت علی خان نے واسطے سیرگاہ خاص کے بنوایا تھا اُنکے اول وقت مین لڑائی حیوانات کی اُس مین ہوا کرتی تھی اس نام کی روایت مشہور یہ ہے کہ ایک روز آصف الدولہ سوار اُس طرف

اور دو تین سو گھڑے والے صبح و شام سڑکون پر چھڑکاؤ کے واسطے مقرر کیے اور کئی سو لالٹینین سونے چاندی کی نفیس نفیس بنوائین جو رات کے وقت نواب کی سواری کے ساتھ رہتی تھین اور اُن مین مومی شمعین روشن ہوتی تھین -

فرح بخش - اس مین نواب ہمیشہ اجلاس کرتے - اس کوٹھی مین ایک نہر کاٹ کر تہ خانون کے اندر لائی گئی تھی اور نہر کے اندر صحن مین کوڑیان منقش اور رنگین اسطرح بچھائی تھین کہ دو اُنگل بلندی سے پانی اُن پر ریزش کرتا تھا اور مخمل اور اطلس کے پردے کارچوبی کام کے نہایت مکلف اُس مکان مین لگے تھے اور کرسیان سادہ اور مرصع جا بجا بچھائی تھین اور طائران خوش الحان جن پر قدرت کے ہزار رنگ نثار تھے طلائی پنجرون مین آویزان تھے اور چھوٹے بڑے آئینے نزدیک مین اور دور بین اور معکوس بین اور ہزار بین اکثر مقامون پر نصب تھے اور سر راہ بارہ دری بنوائی تھی اور دو رویہ دو کانین کلکتے کی وضع پر تعمیر کرائی تھین - فیلخانہ - اصطبل - شاگرد پیشہ اور سپاہ کی چھاونی کے مکانات پختہ تعمیر کرائے اور چوڑی سڑکین بنوائین کوٹھی فرح بخش مین تختگاہ تھی جس کو قصر السلطان کہتے تھے یہ مکان صرف واسطے دربار شاہی کے آراستہ ہوتا تھا اور جب کبھی کوئی بادشاہ جلوس کرتا تھا تو اُسکی تخت نشینی کی رسم یہین ادا ہوتی تھی کوٹھی فرح بخش سعادت علی خان کے عہد سے محل شاہی تھی اور اس مین واجد علی شاہ کے اول عہد تک مقام قیام شاہان رہا جب تک قیصر باغ تیار نہین ہوا تھا اس کوٹھی کی وہ جانب جو دریا کی طرف ہے جنرل مارٹین کی تیار کردہ ہے باقی تعمیرات جو اُسکے ملحق تھین اور تخت گاہ سب سعادت علی خان نے بنوائی تھین اب یہ مکان یادگارانہ مرمت ہو کر خالی پڑا ہے -

درگاہ حضرت عباس - مفتاح التواریخ مین لکھا ہے کہ روضۂ حضرت عباس کی تعمیر ابتک خام تھی کچی چھت تھی اور کچی دیوارین تھین ۱۲۱۳ھ ہجری مین نواب نے عالیشان عمارت تیار کرائی

اپنے آخر عہد تک جمع کر لیے ان مین سے چوراسی لاکھ روپے نواب نصیر الدولہ کی تحویل مین تھے
اور ایک کروڑ روپے شمس الدولہ کے پاس رہتے تھے اور ایک کروڑ روپے خاص محل کی تحویل مین
رہتے تھے اور آٹھ کروڑ روپے بڑے خزانے مین جمع تھے جسکا نام خزانۂ عامرہ تھا اور وہ ظفر الدولہ کے
سپرد تھا اور دو کروڑ روپے سپاہ کے خزانے مین رکھے تھے اور یہ خزانہ گلزاری مل خزانچی کے
تفویض تھا سلطان الاخبار مین ہے کہ نو کروڑ روپیہ اور چند لاکھ اشرفی سوا جواہر بیش بہا
اور قمشۂ نفیسہ کے چھوڑا۔

دو چار آدمی ایسے دولتمند نواب کے مطیع تھے جن سے نواب نے دیدہ و دانستہ چشم پوشی
کی تھی نواب اُنکو اپنی جیب خاص تصور کرتے تھے وہ یہ لوگ ہن حکیم مہدی علی خان کہ ایک
کروڑ روپے سے زیادہ کا گمان تھا دوسرا غلام حسین چکلہ دار سلطان پور یہ شخص چالیس ہم
پچاس لاکھ سے زیادہ نقد روپے اپنے پاس رکھتا تھا اسی طرح مشرف علی خان اور
تجمل حسین خان اہل ثروت تھے۔ نواب آصف الدولہ کے عہد مین مُلک المضاعف تھا
اگر یہ دولت و خزانہ اُنکو دستیاب ہوا اُنکے عہد مین ہر سال سفر کو وقت بس پانچ لاکھ روپے ریاست پر
قرض ہو جاتے تھے اور نواب شجاع الدولہ نے بھی باوصف اولوالعزمی اور دعویٰ مُلک گیری کے
اتنا خزانہ نہین دیکھا بلکہ جب انگریزون سے مصالحہ ہوا تو بمشکل پچاس لاکھ روپے اُن سے فراہم
ہو سکے نواب سعادت علی خان اکثر کہا کرتے تھے کہ اسقدر روپیہ جو خزانۂ عامرہ مین جمع کیا ہے
اصل تو یہ ہے کہ روز بد مین ایک وقت بھُنے ہوئے چنونکے لیے بھی یہ روپیہ کفایت نہین کر سکیگا
سُبحان اللہ طبیعت کیا زرکشی پر مائل تھی۔

نواب سعادت علی خان کی صحبت زیڈنٹونکے ساتھ

ظاہر ہے کہ جسقدر نواب صاحب نے اپنی بے اختیاری مین محنتین کین تاکہ اختیار واپس

جاتے تھے اور سب ہمراہی پیچھے تھے کہ وہان ایک موش یعنی چوہا نکلا اور نواب کے گھوڑے
کی ٹاپ سے وہ مرگیا اُسکے مرنے سے کچھ دل مین نواب کے رنج آیا اور اسلیے حکم دیا کہ ایک قبر
اُس موش کی اُس مقام پر تیار ہو اور باغ بھی بنے اور اُس موش کے نام سے یہ تعمیر مشہور ہوئی کیونکہ
موش کو ہندی مین موسا کہتے ہین مگر ایک روایت قرین قیاس یہ ہے کہ سعادت علی خان نے
یہ تعمیر باہتمام ایک فرانسیس کے تیار کروائی تھی مہتمم کا اور نام تو بھول گئے مگر اُسکے اول کا حرف
یعنی موسیو یاد رہا کثرت استعمال سے تخفیف ہوکر موسی رہگیا۔

دیگر تعمیرات عہد سعادت علی خان

عمارات مفصلۂ ذیل بھی سعادت علی خان نے بنوائی تھین تاکہ شہر غربی جانب سے
ویساہی آراستہ ہو جیساکہ آصف الدولہ نے شرقی جانب کو درست کیا تھا (۱) کوٹھی حیات بخش
(۲) کوٹھی دارالشفا (۳) کوٹھی بیگم (۴) کنکر والی کوٹھی (۵) کوٹھی نور بخش (۶) چینی بازار
(۷) ٹیڑھی کوٹھی۔ ان مکانات مین اکثر صاحبزادے رہا کرتے تھے جس مکان کے بیے
اُنکے دل مین آتا اُس مین سیر و تماشا کیا کرتے تھے اور ٹیڑھی کوٹھی واسطے سرانجام امور ملکی کے
تیار ہوئی تھی جو کام ملکی ہوتا تھا وہ وہان درپیش ہوتا تھا ان مکانات مین سے اکثر مکانون
کے نام غدر کے بلوے مین مشہور ہوگئے۔

خزانے کا حال

نواب سعادت علی خان کے پاس بنارس مین چالیس لاکھ روپیہ جمع ہوگئے تھے سی کو خزانہ قدیم
کہتے تھے۔ مسندنشینی کے بعد مُلک کی آمدنی اور جرمانہ وغیرہ مین تیرہ کروڑ روپیون کے قریب

رزیڈنٹ کی کسی تحریر کا ایسا جواب نہین دیا کہ جو نواب کے خلاف ہو- نواب کو مرزا جعفر کا رزیڈنٹ کو ورغلانا ناگوار تھا- اُنھون نے مسٹر ادرنی کو جو اُنکے مصاحبون سے تھا- کسی فرمائش کے بہم پہونچانے کے بہانے سے لندن کو بھیجا درپردہ یہ مقصود تھا کہ وہان جاکر ممبران پارلیمنٹ اور شاہ لندن سے معاملات مین سوال وجواب کرے یہ سب کیفیت رزیڈنٹ پر کھل گئی اُنھون نے کاغذ کے گھوڑے دوڑائے اور دلون مین کدورتین پیدا ہوگئین اور تحریرون مین مضمون پُرپیچ وتہ دار قلمبند ہونے لگے اور زبان قلم پر ترش کلام آنے لگے دونون طرف سے یہانتک طبیعتین کھنچین کہ اگر سر راہ باہم سواریان دوچار ہوگئین توسلام وکلام سے تنفر رہا- اس رنجش وملال نے یہانتک طول کھینچا کہ نواب کے آخر عہد مین یہ بات مشہور ہوئی کہ اُنھون نے رزیڈنٹ کے سترہ قصور لائق سزائے سنگین کے لکھکر تیار کیے ہین اور رزیڈنٹ نے جواب ترکی بترکی تیار کیے ہین- نواب کو جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کی تبدیلی بدل منظور تھی مگر مرزا جعفر کی مستحکم تدبیرون اور رزیڈنٹ کی دانشمندی کی وجہ سے وہ صورت وقوع مین نہین آئی اور باوجود ان شرارتون کے مرزا جعفر کے ساتھ نواب نے مراعات سے چشم پوشی نہین کی بیٹیون کی شادیون مین دیدہ ودانستہ اعانتین کین-

(۲) علامہ تفضل حسین خان جو کلکتے مین نواب کی طرف سے سفیر تھے کسی کام کیواسطے لکھنؤ کیطرف روانہ ہوئے مگر کلکتے سے مرض الموت بھی ساتھ ہوا کلکتہ اور مرشدآباد کے درمیان مین ۱۵- شوال سنہ ۱۲۱۵ ہجری کو قابض ارواح کے ہاتھ سے جان دی- شاہ محمد اجمل الہ آبادی نے اُنکی تاریخ وفات مین کہا ہے-

گر بپرسند سال تاریخش | باسر حیف وغم بگو افسوس

نواب سعادت علی خان کو اُنکی جاگیر کی قرقی منظور تھی اور جان بیلی صاحب اور کلکتے کے

آدمی سے بڑی مشکل ہین اسی سبب سے بہت سے رزیڈنٹون سے اُنکے مزاج مین کدورت آجاتی
تھی اُنکے شروع عہد ریاست مین مسٹر جان لمسڈن عہدۂ رزیڈنٹی پر مامور تھے اور غلام قادرخان
جائسی میر منشی تھے اور اُنکے بعد کرنیل ولیم سکوٹ رزیڈنٹ ہو کے آئے اُنھون نے نواب کا
قافیہ بہت تنگ کیا پھر یہان سے عہدۂ رزیڈنٹی دہلی پر مقرر ہو کر روانہ ہوئے تھے کہ رستے
مین قزاق اجل نے قافلۂ حیات لوٹ لیا کرنیل سکوٹ کی جگہ عہدۂ رزیڈنٹی لکھنؤ پر کرنیل کولنس
آئے جنھون نے وزیر علی خان کو جے پور سے بلا لیا تھا - اور اس عہد مین میر منشی کا عہدہ مرزا بابو علیجان کے
تفویض تھا مگر کرنیل کولنس مرض نقرس مین مبتلا ہو کر لکھنؤ مین مر گئے اُنکا مقبرہ مشہور تھا - بعد اُسکے
جان بیلی صاحب اودھ کے رزیڈنٹ مقرر ہو کر آئے یہ صاحب ایک مدت تک
بوندیلکھنڈ اور اضلاع باندہ و کالپی مین جو انگریزون نے مرہٹونکے ہاتھ سے تازہ فتح
کیے تھے مامور تھے - مرزا جعفر جو سرفراز الدولہ کا ہمزلف اور اُنکا خالہ زاد بھائی تھا مسٹر جان بیلی کا
اُستاد تھا - مرزا حاجی اُسکا بیٹا تھا یہ باپ بیٹے ہمیشہ رزیڈنٹ کے ہمراہ رہتے تھے -

کرنیل کولنس تک سوائے سکوٹ صاحب کے اور رزیڈنٹونکی صحبت نواب سعادت علی خان
کے ساتھ اچھی رہی اور لطف سے گذری اب چند وجہون سے صورت مخالفت ظہور مین آئی
جنکی تفصیل یہ ہے -

(۱) ایکبار مرزا جعفر کو بیلی صاحب نے اپنے ہمراہ نواب کے پاس لاکر کھانے پر بیٹھنے کا حکم دیا
نواب نے طوعًا و کرہًا اجازت تو دیدی مگر یہ امر نہایت ناگوار گذرا - اسلیے کہ نوکرون مین فقط چند
شخصون کو بیٹھنے کا حکم تھا مرزا جعفر لکھنؤ کے معاملات سے بخوبی واقف تھا اور چالاک آدمی تھا
اکثر سہل معاملات کی رپورٹ رزیڈنٹ سے مشکل تقریر دن مین گورنر جنرل کو لکھاتا تھا کہ
رزیڈنٹ کا دبدبہ نواب پر قائم ہو اس زمانے مین عہدۂ گورنر جنرل پر لارڈ منٹو تھے اُنھون نے

ڈنکے کی چوٹ نہ پڑے کہ اس سے ہماری نیند اچٹتی ہے اس عذاب سے نواب کو چھڑانے کا وعدہ لارڈ مائرا الملقب بہ مارکوئس ہیسٹنگز نے کیا نواب نے بھی گورنمنٹ کے خوش کرنے کو ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ کیا کیونکہ اسوقت سرکارکمپنی کا خزانہ خالی تھا اور گورکھون کے ساتھ لڑائی چھیڑنے کا ارادہ تھا مگر جب لارڈ مائرا ۱۸۱۴ء مین لکھنؤ کی طرف چلے تو نواب سعادت علی خان مر گئے۔

ملخص تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ فی الحقیقت کرنیل جان بیلی کا بھی قصور نہین کیونکہ بعض امراء ہر امرین انکو بہکاتے تھے اور اپنے تئین سرکارکمپنی کا خیرخواہ ٹھہراتے تھے جب لارڈ مائرا نے اول بار کوٹھی رزیڈنٹی مین کرنیل بیلی سے ان لوگون کا حال پوچھا تو انھون نے کہا کہ یہ لوگ سرکارکمپنی کے متوسل اور خیرخواہ ہین لارڈ صاحب نے فرمایا کہ کس معنی سے آیا انھون نے ضرورت کے وقت کمپنی کی مدد روپے سے کی یا فوج اور اسباب سے بلکہ ہماری دانست مین یہ سب صفت نواب صاحب مین ہے کہ ہر طرح سرکارکمپنی کے شریک دولت رہتے ہین اور یہ لوگ تو محض اپنے بچاؤ کے واسطے ہماری پناہ مین آ گئے ہین۔ جب اس طرح انھون نے فرمایا تب ان لوگون کے چہرے بگڑ گئے۔

نواب کو مسموم کیے جانے کی وجہ

ملخص تاریخ اودھ مین لکھا ہے کہ گورنر ولزلی صاحب جو نواب صاحب کے خاص مصاحب اور نہایت دوست تھے اور یہان کے حال سے بالکل واقف تھے اور بطریق رخصت ولایت کو گئے تھے انھون نے ولایت مین یہ چاہا کہ اگر ایسے وقت مین نواب صاحب کے حق مین مجھ سے کچھ بہتری ہو سکے تو بڑا نام ہو گا اور اس امر کی درستی کے واسطے کوئی تدبیر

اکثر انگریزون کو خان مرحوم کی اولاد کی حمایت منظور تھی اسلیے نواب کی وہ خواہش ظہور مین نہ آئی

(۳) خانہ زاد خان اور حیدر بخش خان الماس علی خان کے چیلے تھے نواب نے اُنکے مال و اسباب کی ضبطی کی بڑی کوشش کی مگر مرزا جعفر کی حمایت کی وجہ سے مراد پوری نہوئی اور وہ دونون لکھنؤ سے تمام مال و اسباب لیکر نکل گئے۔

(۴) محمد رضا خان بن سرفراز الدولہ کے انتقال کے بعد اس گھرانے مین دو بھائی باقی تھے ایک غلام رضا خان دوسرا موسیٰ رضا خان جان بیلی صاحب نے سرفراز الدولہ کے متعلقین کی تنخواہ کے لیے اور مرزا جعفر کی تنخواہ کے واسطے بہت کوشش کی مگر نواب سعادت علی خان نے قبول نکیا آخر کار سرکار کمپنی کے یہان سے ایک ہزار روپیے ماہوار سرفراز الدولہ کے ورثاء کے لیے اور تین سو روپیہ ماہوار مرزا جعفر کے لیے مقرر کرائے۔

(۵) حسین علی خان بریلی کا چکلہ دار اور مرزا جعفر کا سمدھی تھا جب وہ بریلی سے معزول ہوکر آیا تو نواب سعادت علی خان چاہتے تھے کہ اُسکو عذاب محاسبہ مین مبتلا کرین مگر مرزا جعفر کی وجہ سے رزیڈنٹ نے اُسکو بچا دیا۔

ایسی ایسی صورتین نواب کی اور رزیڈنٹ کی ناچاقی کا باعث ہوئین نواب سعادت علی خان تو رزیڈنٹ کی اسقدر منزلت سمجھتے تھے کہ وہ سرکار انگریزی کی طرف سے فقط اخبار خیر و عافیت کے دریافت کرنے کے لیے مامور رہے اور طرفین کے خطوط و کاغذات کا پہونچانا اُس سے متعلق ہے اور دوسرے کسی کام مین اُسکو مداخلت نہین اور رزیڈنٹ اسکے خلاف اپنے آپکو تصور کرتا تھا اور اپنی جان کو ریاست کا نگران اور حاکم اعلیٰ سمجھتا تھا پس یہ صورتین مخالفت کی تھین یہانتک کہ رزیڈنٹ نے نواب سعادت علی خان کا ناک مین دم کر رکھا تھا ہر کام مین اُنکے دخل دیتا تھا خود ایسے نازک مزاج بنے تھے کہ نواب کے نوبتخانے مین حکم تھا کہ نقار خانے مین نقارے پر

وقت گذارنے کے لیے ایک عجیب جوڑ ن تیار ہوا تھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انگریزون خصوصًا اورنی صاحب کی معرفت نواب صاحب نے بادشاہ لندن اور ممبران پارلیمنٹ سے اس امر کی درخواست کی تھی کہ مملکت ہندوستان مین جس قدر حصہ سرکار کمپنی کے قبضے مین ہے اُسکی مستاجری نواب کو دیدیجائے۔ مصارف افواج اور ملازمون کی تنخواہ منہا ہونے کے بعد جسقدر روپیہ پس انداز ہوتا ہے اُسکو نواب ادا کرتے رہین گے اور سال بسال اضافہ بھی قبول کیا۔ ہندوستان کا جمع خرچ اُس زمانے مین ۴۵ کروڑ روپے کا تھا اور ہندوستان سے کمپنی کو بجز فاضلات کے کچھ پس انداز نہین ہوتا تھا۔ اس لیے یہ بات وہان پسند کی گئی کہ نواب سعادت علی خان کو تمام ہندوستان کی مستاجری دیدیجاے کیونکہ نواب کی دولتمندی کا ہندوستان بھر مین جواب نہ تھا چنانچہ لارڈ مائرا اس کام کی درستی کے لیے لندن سے گورنر جنرل کرکے بھیجے گئے تھے مگر گورنر جنرل کی تشریف آوری سے پیشتر ہی نواب کا انتقال ہوگیا یہ بات طلسم ہند مین بیان کی گئی ہے۔

انتقال نواب سعادت علی خان

نواب کی عمر ساٹھ برس سے تجاوز کر گئی تھی اور ورم جگر و استسقا کے مرض مین مبتلا تھے کئی مہینے تک حکیم علی شریف نے معالجہ کیا مگر اُنکا کوئی علاج راست نہ آیا کسی قدر افاقہ ہوا تھا کہ حکیم صاحب کی اجازت سے نواب بتقریب غسل صحت تامجان پر سوار ہوئے اور تھوڑے سے مصاحبونکو اپنے ساتھ لیکر درگاہ حضرت عباسؑ کی زیارت سے مشرف ہوکر تماشائے رقص و سرود مین مصروف ہوئے۔ پھر رات گئے آب یخنی طلب کیا نواب کے سالے رمضان علی خان نے جو دیوانخانے اور آبدارخانے اور دواخانے کا افسر تھا حاضر کیا

سوجھتی نہ تھی آخر معلوم ہوا لارڈ مائرا بادشاہ وقت یعنی جارج چہارم کے بڑے رفیق ہین لیکن
قرضداری کے سبب اُنکی سب املاک رہن ہوگئی ہین گورنر ولزلی صاحب نے خیال کیا کہ اگر
نواب صاحب ایسے وقت مین انکے ساتھ سلوک کرین تو اسکا ثمرہ کسی وقت مل رہے گا چنانچہ
نواب صاحب کو اس مضمون کی ایک چٹھی بھیجی اور نواب صاحب نے جسطرح بنا بطور تحفہ وغیرہ کے
اُنکے پاس بہت کچھ پہونچایا۔ لارڈ مائرا اس دوستی غائبانہ سے اُنکے بہت احسانمند ہوے جب
چوتھے جارج کے وقت مین یہ کلکتے کے گورنر جنرل ہوے تو انھون نے نواب صاحب کو ایک خط
لکھا کہ مین ہندوستان اسی آرزو سے آیا ہون کہ پہلے آپ کے مقدمات کی درستی کرون نواب صاحب
اسبات سے بہت خوش ہوئے یہانتک کہ اکثر اپنی صحبت مین کہتے تھے کہ گورنر جنرل آوین تو
ہم نکحراموں سے یون سمجھین گے اور اُنکے حق مین یہ یہ کرینگے ان باتون کو سنکر نمکحرام چوکنے ہوگئے
اور اپنی جان و مال کے خطرے سے نواب صاحب کی جان کے خواہان ہوے قیصر التواریخ سے
معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے بحیلۂ طلب تحائف چھ لاکھ روپے بھیجے تھے اور اُس ضمن
مین تین لاکھ روپے پل آہنی کی خریداری کے لیے بظاہر روانہ کیے۔

فضل التواریخ مین رام سہاے نے لکھا ہے کہ نصف ملک دینے کا صدمہ سعادت علی خان کے
دل سے محو نہوا اور ہمیشہ تدبیر و اپسی ملک منقسم و حصول دیگر ممالک مین مصروف رہے اور
کوشش بلیغ سے وہ معاملہ صدر سرکار انگریزی سے درست ہو گیا قریب تھا کہ ظہور اُس کا
خاص و عام مین ہو سعادت علی خان نے قفل حزم و ہوشیاری کو کلید زبان سے کھول دیا اعزۂ
حاضر کی مجالس مین یہ لب پر آگیا راز فاش ہوا زمانہ کمین گاہ مین مترصد وقت تھا ایک عزیز
خاص جسکو مار آستین کہنا چاہیے مطلع ہوا اُس نے اُسی شب نواب کو زہر ہلاہل سے شہید کیا۔

(۳) لکھنؤ کے بے فکرے جنھین کھانے کے ہضم کرنے سے زیادہ کوئی کام دشوار نہین اُن کے

تاریخ وفات زبان ناسخ سے۔

افسوس کہ نواب یمین الدولہ | از ملک فنا رفت بحکم تقدیر
تاریخ وفات او نوشتم ناسخ | افسوس وزیر بود آصف تدبیر

دیگر

دستور جہان بجنت آمد

دیگر

ہاتف بگفت آہ شدہ لکھنو خراب

دیگر

ناگہان رحلت ازین عالم نمود | زینت افزا شد بفردوس برین
من شنیدم سال تاریخش زغیب | آہ شد گنج سعادت در زمین

دیگر

توقع نہ از دور چرخ مقرنس | کہ دارد مدار قرارش بیک کس
فنا رے دہد گر گلے را ز خارے | برآرد ز شاخ دگر نور نورس
سعادت علی خان بہادر کہ بودہ | بکلی و جزئی گل آگاہ و حزرس
بہ بست و دوم از رجب اول شب | ز تسمیم بے جوہرے سخت و ناکس
بناگاہ جام شہادت چشیدہ | فغان زد کہ عباس فریاد مارس
بتاریخ فوتش رقم کرد واثق | کہ شد جنت آرام گاہ مقدس

فائدہ مجموعۂ تحریرات خاندان مجتہد سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے حالت بیماری میں مولوی سدن وغیرہ کی وساطت سے شراب نوشی کی اجازت بطور علاج کے چاہی لیکن

بعض کہتے ہین کہ جواہر علی خان خواجہ سرا نے اپنے ہاتھ سے دیا وہ پی کر پلنگ پر آرام کیا ابھی آنکھ نہ لگنے پائی تھی کہ طبیعت کا رنگ بدلنے لگا یک بیک چونک کر تین بار حضرت عباس علی کا نام مبارک لیا اور کلمات یاس زبان پر آئے اور عجلت کے ساتھ ولی عہد بہادر کو یاد فرمایا حکیم مرزا علی اور عصابردار ابھی ولیعہد کے پاس نہین پہونچنے پائے تھے کہ روح نواب کے جسم سے مفارقت کر گئی منگل کا دن تھا اور پہر بھر رات گذری تھی اور ۶۳ برس اور کئی مہینے کی عمر تھی۔ قیصر التواریخ مین ۷۰ یا ۷۲ برس کی عمر غلط بتائی ہے کیونکہ وہ ۱۱۶۷ھ مین پیدا ہوے تھے اُسی وقت جان بیلی رزیڈنٹ مع ایک ڈاکٹر اور چند سرداران انگریزی کے پہونچ گئے یہان شب حیات تمام تھی منھ سے خون جاری تھا۔

رزیڈنٹ نے نواب مرحوم کے سرہانے پہونچکر اُنکے اوپر سے دوشالہ اُٹھوادیا اور ڈاکٹر ولین نے رفع شک کیواسطے اُنکے گلے مین تسمہ ڈالکر دونون کنپٹیون مین نشتر مارا کہ ایک طرف سے ذرا سا خون اور دوسری جانب سے کچھ چربی نکلکر رہ گئی بس اُنکو مرجانے کا یقین ہو گیا یہ بات ملخص تاریخ اودھ مین مذکور ہے۔

سید دلدار علی صاحب مجتہد نے آکر لاش کو غسل دیکر کفن پہنایا حاضرین کا بیان ہے کہ سینے پر نیلگون لکیر تھی رمضان علی خان کی نسبت زہر خورانی کا شبہہ ہوا تجہیز و تکفین کے بعد جس مکان مین غازی الدین حیدر خود رہتے تھے اُس مین مدفون ہوئے مشہور ہے کہ جب غازی الدین حیدر مسند نشین ہوے تو ظاہر کیا کہ جب مین نواب مرحوم کی مسند اور محل پر قابض ہوا تو مجھے لازم ہے کہ اپنا مکان اُنکو دون اس خیال سے فوراً حکم دیا کہ جس مکان مین وہ رہتے تھے اُسکو مسمار کر کے ایک قبر نواب مرحوم کی تعمیر ہو۔ یہ سانحہ جانگداز ۱۱ جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۱ رجب ۱۲۲۹ھ کو گذرا بعض تاریخون مین تاریخ انتقال اسکے خلاف بیان کی ہے اُنکا لقب بعد وفات جنت آرام گاہ مقرر ہوا

اُنکے شاگرد تھے - یہ لوگ بھی اُستاد کی رفاقت مین ترک وطن پر آمادہ ہوئے انشاءاللہ خان نے امیر علی صاحب کے جانے کا سبب پوچھا تو وہ معاملہ معلوم ہوا - سید صاحب نواب سے نہایت مقرب تھے اُسی وقت دربار مین پہونچے نواب سعادت علی خان نے دوبارہ آنیکا سبب دریافت کیا اُنھون نے ایک غزل پڑھی جسکا ایک شعر یہ ہے -

دولت بنی ہے اور سعادت علی بنا یارب بنا بنی مین ہمیشہ بنی رہے

پھر کہا کہ حضور غلام جو اسوقت رخصت ہو کر چلا تو دل سے کہا کہ اپنے دولھا کی دُلھن (عروس سلطنت) کو ذرا دیکھون - حضور واقعی کہ بارہ ابھرن سولہ سنگھار سے سجی تھی - سر پر جھُومر وہ کون مولوی دلدار علی صاحب کانون مین جھُمکے وہ کون دونون صاحبزادے گلے مین نولکھا ہار وہ کون تفضل حسین خان علامہ - غرض اسی طرح چند زیورون کا نام لیکر کہا کہ حضور غور جو کرتا ہون تو ناک مین نتھ نہین دل دھک سے ہو گیا کہ اللہ سہاگ کو قائم رکھے یہ کیا نواب نے پوچھا وہ کون کہا حضور نتھ امیر علی صاحب بعد اسکے کیفیت مفصل بیان کی نواب نے ہنسکر کہا کہ اُنکی فرزندان پشیمان بیجا ہین - مین ایسے صاحب کمال کو فخر لکھنؤ سمجھتا ہون - غرض اُنکی تسلی کے لیے دوسو روپیہ درماہہ خانہ نشینی مقرر کرکے پروانہ اور ۵۰۰ روپے کا خلعت امیر علی صاحب کے واسطے انشاءاللہ خان کے ہاتھ بھیجا -

مرزا محمد حسین قتیل جو پہلے ہندو مذہب فرید آباد کے کھتری تھے پھر مسلمان ہو گئے - نظم و نثر مین اُستادی کے رتبے کو پہونچ گئے تھے قواعد فارسی وغیرہ کے بیان مین اُنکے کئی چھوٹے چھوٹے رسالے اور ایک دیوان فارسی اُنکا مشہور و معروف ہے اور ۱۲۳۳ھ ہجری مین وفات پائی - مگر حافظ شیخ محمد ساکن قصبۂ دیوا علاقۂ لکھنؤ نے جو مرزا کے ایک مصرع سے تاریخ وفات نکالی ہے اُس سے ۱۲۳۲ھ مین انتقال کرنا ثابت ہوتا ہے -

اجازت اس بات کی نہ دیگئی اس سے معلوم ہوا کہ نواب آخر عمر مین مے کشی سے تائب ہو چکے تھے۔

نواب کی عادات اور دلی شوق۔میلان طبعی اہل علم وشرفا کی قدردانی

نواب سعادت علی خان ارباب کمال کے ساتھ لطف وعنایت سے پیش آتے تھے ایک شخص خاندان مجدالدولہ عبدالمجید خان سے جو شاہ عالم ثانی کے امرا سے تھا ادب وقاعدۂ سلطنت سے آشنا وضع قدیم پر پگڑی باندھے اور کپڑے پہنے سر سواری باریاب مجرا ہوا نواب نے تاڑ لیا کہ یہ چراغ کسی عمدہ خاندان کا ہے بلا کر نوکر رکھا اور بیش قرار تنخواہ مقرر کردی میر الٰہی تقیم خان کے جو بنگالے کے رئیسون سے تھے سات سو روپے مقرر کیے اور اُنکی بہت پاسداری کرتے تھے۔سبحان علی خان اور تاج الدین حسین خان کنبوہ بھی اُنکی قدردانی سے سرفراز تھے یہ دونون شخص سرکار انگریزی مین تحصیلدار تھے لیکن انکی ثروت اور دولتمندی کی بنیاد اس عہد کے بعد سے پڑی۔خواجہ باسط کے نواسے میر امیر علی ایک سوزخوان تھے کہ علم موسیقی مین اُنھون نے پایۂ کمال حاصل کیا تھا مگر اپنے گھر ہی مین مجلس کرکے پڑھتے تھے نواب نے انکے شہرۂ کمال سے مشتاق ہو کر طلب کیا اُنھون نے انکار کیا اور کئی پیام وسلام کے بعد یہ بھی کہا کہ اگر وہ حاکم وقت ہین تو مین سیادت کے اعتبار سے شاہزادہ ہون اُنھین میرے یہان آنے سے عار کیا ہے نواب نے کہا کہ سید میرے یہان ہزارون سے زیادہ ہین میر صاحب نے اگر فخر سیدا کیا تو یہی کیا کہ سید تھے اب ڈوم بھی ہو گئے خیر اُنھین اختیار ہے۔امیر علی صاحب نے یہ سُن کر خیالات چند در چند سے دکن کا ارادہ کیا۔سید انشاء اللہ خان کے بھتیجے بھانجے بھی

قلم سے یہ فقرہ تحریر کیا منشی نوکر نفظ نوع از بطرز نو نوشتہ عین خطا کرد لہذا ہفتاد روپیہ
جرمانہ گیرند اس مین لطف یہ رکھا تھا کہ لفظ عین کے ستر عدد ہین اتفاقاً کسی جلسے مین نواب کے
قلم سے املا غلط نکل گیا منشی بھولا ناتھ مہتمم منشی خانہ نے وہ کاغذ حضور مین لا کر عرض کیا کہ آج
صحت اس لفظ کی خانہ زاد کو ہوئی کہ اس املا سے درست ہے نواب نے اپنی نسبت اسطرح
جرمانہ کیا کہ منشی خانے کے جملہ منشیون کی تنخواہ دوچند ہوگئی اُسوقت کا فن کمال یہی تھا کہ زبان
فارسی یا اُردو یا عربی مین نظم و نثر لکھ لینا بعض قریب الفہم محسنات بدیعی اور بیش یا افتادہ
اوزان شعر سے واقفیت رکھنا یا ارسطو کے فلسفے کی موٹی موٹی باتین زبان عربی مین طوطے
کی طرح رٹ لینا وغیرہ وغیرہ۔

ایک خیاط نوکر قدیم نے عرضی اضافۂ معاش کی گذرانی نواب نے اُسپر دستخط کیے ؎

گر زمین را بآسمان دوزی　　نہ دہندت زیادہ از روزی

انشاء اللہ خان دریاے لطافت مین سعادت علی خان کی فصاحت لسانی کی بڑی تعریف
کرتے ہین اور وہ کہتے ہین کہ جس کسی کو میرے قول مین خوشامد کا گمان ہو اُسکو نواب کے
حضور مین خاص کر ہولی کے موسم مین آنا شرط ہے تاکہ دیکھے کہ راجہ اندر پریون کے اکھاڑے
مین اچھا معلوم ہوتا ہے یا نواب حور نژادونکے مجمع مین اور اس قدر دانی کی وجہ سے دہلی
کے تمام اہل کمال لکھنؤ مین چلے آئے اور جو کچھ اہل دہلی کو نواب کے سایۂ عاطفت مین
میسر ہے وہ دہلی مین خواب مین بھی میسر نہین۔

نواب سعادت علی خان ارباب نشاط کے بھی بڑے قدردان تھے۔ ایک شخص پرکاش
نامے الہ آباد سے آیا تھا اور لکھنؤ مین اپنے فن والون سے گوے سبقت لے گیا تھا بتاشے
اور کوڑی پر رقص کرتا تھا اور کوئی دقیقہ علم موسیقی کا اُس سے فرو گذاشت نہین ہوتا تھا

خود آن کافر نگفتا باسر کفر قتیل کافر ایمانے ندارد

ایکدن انکو بھی نواب سعادت علی خان نے طلب فرمایا اور ملاقات چاہی مگر یہ شخص بہت آزاد وضع تھا عرض کرایا کہ حصول دولت ملازمت عین سعادت ہے لیکن چند عادات اپنی وضع آزادنے پسند کی ہین ایک یہ کہ مداریہ (حقۂ گلی) سے طبیعت بہت مانوس ہے اور اُس سے ہر دم شغل رہتا ہے۔ دوسرے دستار سے طبیعت اُلجھتی ہے فقط کلاہ سادہ مطبوع طبع ہے تیسرے جو علم حاصل کیا ہے اسکی تعظیم و تکریم کا امیدوار ہون۔ اگر یہ تینون صورتین ناگوار خاطر عالی نہون تو طلب فرمائین فقیر حاضر ہے اور اگر خلاف رائے بندگان حضور ہے تو قیام شہر نامنظور ہے۔ نواب نے کہ علم دوست اور ہنر آشنا تھے یہ باتین قبول فرمائین اور بے تکلف آنیکی اجازت دی۔ مگر تعظیم کو کس پردے مین بچایا کہ جسوقت مرزا قتیل کے دروازے پر پہونچ جانے کی خبر ہوئی پہلے سے اُٹھکر ٹہلنا شروع کیا جسوقت مرزا نے دروازے مین قدم رکھا پہلے کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی بعد اُسکے بیٹھے باقی حقہ رہا ادھر اُسکی طرف نواب نے آپ توجہ نہین فرمائی اور اُدھر مرزا نے بھی دم نہین مارا۔ رہی کلاہ سادہ وہ زیب سر تھی۔ نواب کی انشا پردازی بھی مشہور تھی اور نواب ہر امر مین سلیقہ اور صفائی کے پابند تھے اُنھون نے حکم دیا تھا کہ اہل قلم خوشخط لکھین اور فی غلطی حرف پانچ روپیہ جرمانہ اور فی لفظہ ایک روپیہ جرمانہ اتفاقاً اعلے درجے کے اہل انشا مین مولوی یحیٰ ایک شخص تھے اُنھون نے فرد حساب مین اجناس کو اجناس لکھدیا۔ نواب سعادت علی خان تو خود ہر شے پر نظر رکھتے تھے اُنکی بھی نگاہ پڑگئی مولویون کو جواب دینے مین کمال ہوتا ہے اُنھون نے کچھ قاموس اور کچھ صراح سے اجناس کے معنی بتاے کچھ قواعد نحو سے ترخیم مین لیگئے نواب نے سید انشاء اللہ خان شاعر کو اشارہ کیا اُنھون نے مارے رباعیون اور قطعون کے اُلّو کردیا ایک منشی نے نوع کو نو لکھدیا تھا نواب نے اپنے خاص

تمام گلزار لکھنؤ مین بہار تھی اگرچہ شگفتہ طبعی ہر جیتے جی کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور ہے مگر نہ اس قدر جیساکہ اہل لکھنؤ نے اس مین حصہ لیا تھا اور دلیل اس پر یہ ہے کہ میر انشاء اللہ خان متخلص بہ انشا نے جو نواب سعادت علی خان کے بڑے مصاحب اور اُنکی خلوت و جلوت کے شریک تھے نواب کے حکم اور اُنکے نہایت شوق سے کتاب دریاے لطافت زبان اُردو کی صرف و نحو و منطق و عروض و قافیہ و بیان مین لکھی ہے، در جیساکہ زبان عربی اور فارسی مین ان علوم کی تحقیق کیگئی ہے اُسی کے مطابق اس کتاب کو آراستہ کرنے کا دعوے کیا ہے اور ذخیرۂ جاودانی سمجھا ہے اس کتاب مین ایسے تمسخر اور استہزا و فحش کا خاکہ اڑایا ہے کہ اُسکو دیکھ کر شایستگی کبھی آنکھین بند کر لیتی ہے کبھی کانون مین اُنگلیان دے لیتی ہے اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ کی طبیعتین عوام سے لیکر خواص تک عیاشی کی طرف نہایت مائل تھین اور اصلی تہذیب و شایستگی مزاجون مین بہت کم باقی تھی اور اسکی تصنیف مین مرزا محمد حسن قتیل بھی شریک ہین مگر اس حمام مین سب ننگے تھے انکے یہان بھی سوائے شہدپن کے کوئی بات نہین تمام کتاب مین مثالین بھی وہی دی ہین جن مین عورتون کے متعلق خرافات ہے مثلاً مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کی جگہ پری خانم پری خانم پری خانم پری خانم کہتے ہین فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن کی جگہ چت لگن چت لگن چت لگن چت لگن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کی جگہ بی جان پری خانم بی جان پری خانم لکھتے ہین اور فعول فعلان فعول فعلان کی جگہ۔ کہتے ہین لگو بی جان لگو بی جان۔ صنعت عکس کی مثال مین لکھتے ہین ؎ پیا زودہ ہین دیگی بلا کر نٹی گالی۔ صنعت توشیح کی مثال مین لکھتے ہین ؎ پیاز و آج کمیا کے یا سنے بندی کے گھر ناحق الفو کے سامنے مارا گھر مین سندری تھی سو وہ دو سالے کی گاتی باندھے چوڑی بجا رہی تھی خوب جب غل ہوا تو اُٹھ گئی اور کوٹھے پر جا کر لیٹ رہی

نواب تک پہونچا نواب نے اُسکی بیش قرار تنخواہ مقرر کرکے جا بجا جانیکی ممانعت کی۔سُندر طوائف نواب آصف الدولہ کی نوکر تھی اور وہ وزیر علی خان کے عہد مین محل سے نکلی تھی خیال گانے مین یکتا تھی اور حسُن وجمال مین بے مثل تھی نواب سعادت علی خان بھی اُس کے حُسن پر فریفتہ ہوکر جویاے مواصلت تھے۔جب یہ نواب ہوے تو وہ طوائف سید قاسم علی فرزند میر انور داستان گو پر فریفتہ تھی نواب نے یہ خبر سُن لی تو اکثر اُس سے فرماتے تھے کہ ہرچند دل سے تجھپر رغبت ہے لیکن تیری طبیعت دوسری جانب گرفتار ہے اسلیے مجھکو تیرے وصل سے انکار ہے کہ بے لذت ہے۔غرض اس قدر طبیعت پر قابو تھا کہ گو اُسپر مائل تھے لیکن عالم مے کشی مین بھی کہ حیا وحجاب کا خون کرتی ہے اُسکی طرف ہاتھ نہین بڑھایا اور انعام وغیرہ دیتے رہے نواب ایسے حسُن دوست تھے کہ اہل شہر حسُن پرستی کا لفظ اُنکی نسبت اطلاق کرتے تھے نواب کو دانشمندون اور صاحب کمالون سے صحبت مین گرمجوشیان تھین اور بے علمون سے نفرت کلی تھی۔ایکدن ایک گدھا رمنہ خاص مین گھُس آیا اور بھیڑون کا دانہ کھانے لگا نواب کی نظر پر چڑھ گیا گرفتار ہوا منسارام نام رکھا گیا اور وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ایک شخص منسارام نہایت احمق تھا اُسکو خر کہتے تھے۔یہ گدھا چند گدھیون پر چھوڑا گیا بہت سے بچے پیدا ہوئے۔ایکدن نواب محل مین داخل ہوئے محل کی عورتون کو دیکھا کہ بادلہ اور مقیش سے زیور تیار کرکے گردن اور گلے مین پہنا ہے خواجہ سراؤن کو حکم دیا کہ تمام طلائی اور مرصع کار زیور اُنکے چھین لو اس حکم کی تعمیل ہوئی چند روز ضبط رہا اور پھر عنایت ہوا۔

لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اسوقت مین بھی اہل لکھنؤ نے کوئی اخلاقی اور مادی ترقی نکی اور نہ علم وفنون مین کارآمد تصنیفات کا ذخیرہ جمع ہوا جس سے لکھنؤ اور اہل لکھنؤ کو نیکنامی اور دولت وپائداری حاصل ہوتی عیش وعشرت ولہو ولعب اور ہنسی ومذاق کی

نواب سعادت علی خان کو اپنی تمام بیگمات مین جلال الدولہ کی مان سے زیادہ محبت تھی بنارس مین اُسکو اپنی زوجہ بنایا تھا۔ پہلے یہ بیگم ٹاٹ محل کے نام سے مشہور تھی اب خاص محل خطاب ہوا کہتے ہین کہ اس بیگم کے پانون مین پدم تھا ایک نجومی نے نواب سے عرض کیا تھا کہ اسکا خاصہ یہ ہے کہ بادشاہ یا وزیر کی بی بی ہو۔ مگر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ حضور نے اُسے عوام سے داخل خواص محل کیا۔ نواب نے اپنی مسندنشینی کے بعد اسکو نوابگنج کا علاقہ جسکی جمع ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ تھی عطا کیا۔

تنبیہ جب مین نواب کی اولاد پر نظر کرتا ہون تو افسوس ہوتا ہے کہ اُنکا جانشین ایسا صاحب توفیق نہوا کہ اُنکے مصالح کی پیروی کرتا اور دست و بازو دولت و اقبال کا ہوتا نواب کی زبان سے شمس الدولہ اور جلال الدولہ کی نسبت کبھی کبھی نکل جاتا تھا کہ بڑے مرزا سے تو یہ دونون ہونہار معلوم ہوتے ہین۔ مگر بڑے بیٹے کے ہوتے انکا کچھ حق نہ تھا۔

نواب سعادت علی خان کے بیٹے صاحبات محل سے

(۱) نواب غازی الدین حیدر خان عرف بڑے مرزا۔

(۲) نواب احمد علی خان المخاطب بہ شمس الدولہ نجم الملک صولت جنگ انکی شادی حضرت بیگم بنت نواب شوکت الدولہ عرف مرزا جھجّا سے ہوئی۔

(۳) نصیرالدولہ مرزا محمد علی خان۔ یہ جہان آرا بیگم عرف کھیتو بیگم بنت نواب حسین الدین خان سے کتخدا ہوئے نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ یہ حسین الدین خان ذریات قمرالدین وزیر اعظم محمد شاہ سے تھے اور آصف الدولہ کے عہد مین لکھنؤ مین آکر مقیم ہوئے تھے انکے ایک بیٹا تھا جسکا نام امام الدین خان عرف خوجم صاحب تھا اور ایک بیٹی تھی جو نواب نصیرالدولہ سے

اور جو نوچیان تحین ہے ہے کرنے لگین سرفراز و توروئی" صنعت معرب کی مثال مین لکھتے ہین "اے تیری بیٹی کے پیچھے مین مینج ایضاً چنیال کب کا وعدہ کر گیا ہے مان کا لوڑا ابتک آتا ہے ایضاً جو تم مجھکو ن دو تو تم کو گندم دون " اور زحاف کا نام سنگار رکھا ہے اور رکن سالم کا صاحب طائفہ رقاصہ و خانگی اور فرع کا نوچہ صاحب طائفہ یا کنیزان خانگی نام مقرر کیا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ ایسی باتون کے نہایت دل دادہ تھے اُنکو عیش و نشاط اور صحبت ارباب نشاط کے سوا کسی امر ترقی ملک و قوم اور رفاہ خلائق کی طرف توجہ بہت ہی کم تھی اور نواب بھی ادھر بخوبی رغبت رکھتے تھے جس کی بدولت زنانہ مزاجی دبے ہمتی اور بزدلی عام لوگون مین پیدا ہو گئی تھی -

نواب سعادت علی خان کی ازواج واولاد

آروِن صاحب نے تاریخ فرخ آباد مین لکھا ہے کہ خان خانان پسر اکبر خان خلف نجیبین نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کی بیٹی نواب سعادت علی خان کو منسوب ہوئی تھی لیکن نواب احمد خان نے شادی روک دی اور کہا کہ جب تک لکھنؤ کے خاندان کی کوئی لڑکی میرے بیٹے محمود خان کو نہ ملے گی تب تک خان خانان کی لڑکی لکھنؤ نہ جائیگی نواب سعادت علی خان کی اُس بی بی کا نام جس سے اکبر آباد مین بیاہ ہوا تھا اور خاص محل کہلاتی تھی افضل بیگم ہے اس کے باپ کا نام مدارالدولہ سید یوسف علی خان تھا اور مان کا نام مستورہ بیگم بنارس مین انتقال کیا در گاگنڈ کے پاس مقبرہ ہے - اس بیگم سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے ایک کا نام امیر مرزا خان تھا اور دوسرے کا امراؤ مرزا خان ایک چیچک سے دوسرا مرض الموت سے طفولیت مین مرگیا -

انکا عقد نکاح نواب عباس قلی خان کی بیٹی سے کیا تھا جن سے نہ موافقت رہی نہ اولاد ہی ایک اور بی بی سے دو بیٹے شمس الدولہ اور آفتاب الدولہ پیدا ہوئے افضل التواریخ مین انکی اولاد کا نام امیر الدولہ احتشام الملک علی حسین خان بہادر شجاعت جنگ اور شمس الدولہ مختار الملک علی حسن خان بہادر مستقیم جنگ لکھا ہے جبکہ نواب سعادت علی خان کا خطاب ناظم الملک تھا تو انکی وفات کے بعد یہ خطاب مرزا محمد حسن خان کو ملا ہو گا مین نے افضل التواریخ مین یہ خطاب انکے نام کے ساتھ دیکھا ہے۔ یا نظام الملک کو ناظم الملک کر دیا ہے۔

نواب کی بیٹیان صاحبات محل سے

(۱) خیر النسا یہ سب بہنون سے بڑی تھین اور غازی الدین حیدر کی حقیقی بہن تھین انکی شادی میر شاہ علی بن نواب قاسم علی خان عالیجاہ سے ہوئی انکے بطن سے اولاد نہوئی انھون نے ایک لڑکی اپنی اولاد کی طرح پرورش کی تھی جسکی شادی غازی الدین حیدر کے عہد مین مرزا نظام الدین حیدر بن نواب نجابت علی خان سے کی گئی۔

(۲) فاطمہ بیگم یہ نصیر الدولہ کی حقیقی بہن تھین انکی شادی مرزا ابو طالب خان سے ہوئی تھی افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ انکے بھائی نے اپنے عہد حکومت مین انکو زبدۃ الخواتین عصمت قباب تقدس احتجاب ملکۂ زمان شریف النسا نواب فاطمہ بیگم لقب دیا تھا۔

(۳) فخر النسا بیگم انکی شادی نواب میر کلو بن نواب قاسم علی خان عالیجاہ سے ہوئی ان کے ایک بیٹی مسماۃ وزیر بیگم پیدا ہوئی جس کی شادی مرزا شاہ میر خان کے بیٹے سے ہوئی تھی۔

(۴) ولائتی بیگم انکی شادی نواب حسین الدین خان بن نواب امام الدین خان سے

بیاہی گئی - لیکن قیصر التواریخ مین مذکور ہے کہ امام الدین خان کی بیٹی سے نصیر الدولہ کتخدا ہوئے تھے اور یہ امام الدین خان حسین الدین خان کے باپ تھے -

(۴) نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علی خان بہادر ذوالفقار جنگ انکی شادی لطف علیخان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی جو مجنون تھی کوئی اسکے بطن سے اولاد نہوئی -

(۵) نواب اعتماد الدولہ مجاہد الملک مرزا حسین علی خان مہابت جنگ انکی نسبت شہامت علیخان عرف مرزا بھورا کی بیٹی سے ہوئی نصیر الدین حیدر کے وقت مین رخصت عروس ہوئی تھی -

افضل التواریخ مین بہاء الدولہ منیر الملک حسین علی خان بہادر جلادت جنگ لکھا ہے

(۶) نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علی خان انکا عقد مسماۃ وزیر بیگم بنت میرن صاحب ابن میر نعیم خان سے ہوا -

(۷) نواب صادق علی خان انکی شادی نواب نور علی خان ساکن سرنگ پٹن ایک مدراسی امیر کی بہن کے ساتھ ہوئی -

(۸) نواب جلال الدولہ شجاع الملک مہدی علی خان بہادر شجاعت جنگ انکی شادی نہین ہوئی نیام نامی امرا فقط دو تین حرم تھین افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ یہ جلال الدولہ نشاط باغ املاک مہاراجہ ٹکیت رائے مین اکثر مقیم رہتے تھے مشہور یہ ہے کہ دو تین عورات عوام سے صحبت تخلیہ مین حاضر رہتی تھین -

(۹) نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خان یہ نواب خاص محل کے پاس رہتے تھے سعادت علی خان کے انتقال کے بعد غازی الدین حیدر نے چار ہزار روپیہ درماہہ مقرر کردیا اپنے سب بھائیون مین بہت لائق تھے انکی شادی خود پسندی سے ہوئی تھی -

(۱۰) نواب رکن الدولہ ناظم الملک مرزا محمد حسن خان بہادر بہرام جنگ غازی الدین حیدر نے

ہاتھون سے ہوتا تھا بڑے بیٹے غازی الدین حیدر بڑے مرزا کے نام سے پکارے جاتے تھے
عیش وعشرت انکی گھٹی مین پڑی تھی مگر مزاج مین جرأت خداداد تھی جب عوام کی نظر باسباب
ظاہر وارث تخت وتاج مالک باج وخراج ہونے کے واسطے پڑتی تھی تب اُنکی نگاہ خونخوار شمشیر آبدار پر
دیکھی جاتی تھی اور اکثر زبان سے یہی نکل گیا ہے کہ میرے سوا کسکو دست قدرت ہے کہ سریر
سلطنت پر قدم رکھے اس ہمت مردانہ کی سند اُس روایت معتبر سے ملتی ہے کہ ایک مرتبہ
نواب سعادت علی خان نے اپنے سب فرزندون کو واسطے تعمیر عمارت کے روپیہ عطا فرمایا
سب نے عمارتیں اپنی اپنی ضرورت کے موافق بنالین لیکن اُنھون نے دوسرے کامون مین اپنا روپیہ
صرف کرڈالا جب یہ خبر نواب صاحب کو پہونچی اُنکو طلب کرکے دریافت کیا کہ تمھارے بھائیون نے تو اپنی اپنی
عمارتین تیار کرلین تم نے ابتک کیون توقف کیا بڑے مرزا نے عرض کیا کہ جو عمارتین حضور تعمیر
فرمارہے ہین وہی میرے لیے کافی ہین اس جواب سے نواب خاموش رہ گئے اور سمجھ گئے
کہ کاتب تقدیر نے فرمان تخت نشینی اسی دلاور کے نام لکھا ہے چنانچہ وہی معاملہ پیش آیا۔

غازی الدین حیدر کی تخت نشینی

ایک پہر رات باقی تھی کہ نواب رمضان علی خان داروغۂ دیوان خانہ نے
جو نواب سعادت علی خان کا سالا اور بہت معتمد اور شمس الدولہ کا معین تھا فوراً دوڑ کر
کرنیل جان بیلی صاحب رزیڈنٹ کو اس امر کی اطلاع کی اُنھون نے اُسیوقت ایک شترسوار کو
حکم دیا کہ منڈیاؤن کی چھاؤنی سے پلٹنونکو بندوبست کے واسطے لائے اور مرزا جعفر اور
مرزا حاجی کو بلانے کے واسطے ایک آدمی کو بھیجا اور ڈاکٹر ونسن صاحب اور کپتان فارجن صاحب
اور ۲۳ سپاہیونکو اپنے ساتھ لیکر فرح بخش مین پہونچے اور سب دروازے ایوان شاہی کے
بند کراکے مناسب موقعون پر پہرے کھڑے کردیے شمس الدولہ اپنی فکر مین مصروف تھے

ہوئی۔ نواب حسین الدین خان واجد علی شاہ کے نانا تھے جیسا کہ قیصر التواریخ مین ہے۔ لیکن نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ امام الدین خان کے ساتھ ولائتی بیگم بیاہی گئی تھین جو حسین الدین خانکے بیٹے تھے۔

(۵) نھی بیگم انکی شادی نواب احمد علی خان بن نواب محمد علی خان سے ہوئی۔

رفیع الدولہ رفیع الملک غازی الدین حیدر خان شہامت جنگ بن نواب سعادت علی خان

نواب موصوف ۲۴ - اگست ۱۷۶۹ء مطابق عشرۂ ثانیۂ جمادی الاخری ۱۱۸۳ ہجری کو مقام بسولی مین پیدا ہوئے تھے جیسا کہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین ہے اسوقت مین شجاع الدولہ روہیلکھنڈ مین روہیلیونکے استیصال کے لیے گئے ہوئے تھے انکی عمر مسند نشینی کے وقت اکتالیس برس کی تھی۔

افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان کا التفات میر شمس الدولہ پر بہ نسبت دوسرے فرزندونکے بوجہ لیاقت و کارگزاری کے زائد تھا اور اسوجہ سے کار نیابت انکے تفویض رہا مرزا غازی الدین حیدر عرف بڑے مرزا سے جو از روے شرع و رواج خاندان مستحق ریاست تھے کشیدہ خاطر رہتے تھے ان وجوہ سے ہر شخص کو یہ گمان قوی تھا کہ بعد رحلت نواب سعادت علی خان کے شمس الدولہ بہ محرومی فرزند اکبر مسند نشین ہون گے ہر دو فریق کے کارپرداز اور خیرخواہ اپنے اپنے آقا کے سود و بہبود مین سرگرم رہتے تھے تاریخ اجودھیا مین اجودھیا پرشاد صاحب لکھتے ہین کہ نواب سعادت علی خان کے وقت مین انکے فرزند دوم شمس الدولہ کارپرداز مہمات سلطنت تھے اور تمام تر اجراے کار ممالک انھین کے

پہلے تو اُنھون نے کچھ توجہ نکی جب انھون نے کئی بار کہا تب کرنیل صاحب روکھے ہوکر بولے
کہ ہان ہان مجھے معلوم ہے جو آپ کہین گے وہ دیوانہ ہے مرزا جعفر نے بھی برہم ہوکر کہا کہ میری
ایک بات تو سُن لو کہ قانون اور ضابطہ کے موافق بڑی اولاد کو ریاست کا حق پہونچتا ہے
اگر اُسکی دیوانگی صدر مین ثابت ہو جائیگی تو اُسکے بٹھانے اور اُٹھانے کا سرکار کو اختیار ہے
رزیڈنٹ نے اسبات کو سُن کر مجلس مشورت آراستہ کی بعض اشخاص شمس الدولہ کی قابلیت کو
ترجیح دیتے تھے اور اکثر استحقاق کو مقدم کرتے تھے ہنوز کوئی امر طے ہونے نہین پایا تھا کہ
رزیڈنٹ نواب سعادت علی خان کی لاش پر مع ڈاکٹر بحبت تصدیق وفات آئے ہونہار
بادشاہ نے فوراً رزیڈنٹ کا ہاتھ پکڑ لیا جس سے نمائیاں درخواست دستگیری نکلتی تھی اور ایسی کچھ
تقریر کی کہ اُنکے خیالات بدل گئے اور قبای شاہی انھین کے قامت زیبا پر راست دیکھی
جو کلمہ رزیڈنٹ کی زبان سے نکلا روایت کیا جاتا ہے کہ آپ مطمئن رہین آپ ہی مسند نشین
ہونگے رزیڈنٹ اپنے ہمراہی انگریزونکے ساتھ تھوڑی دیر خلوت مین کچھ گفتگو کرتے رہے
اور پھر غازی الدین حیدر سے تخلیہ کرکے باہم عہد و پیمان مستحکم کر لیا اور نصیر الدولہ وغیرہ
اُنکے دوسرے بھائیون سے کہا کہ نواب سعادت علی خان کے مرنے کا ہمکو کمال رنج ہے ۔ مگر بجز
صبر کے کیا کیا جائے تم بھی صبر کرو اور نواب غازی الدین حیدر کو بمنزلے خیالعالی کے تصور کرو
کیونکہ وہ سب سے بڑے بیٹے ہین یہ بھی بزرگانہ طریق سے پیش آکر کوئی مہربانی کا امر دریغ
نہ رکھین گے کیونکہ یہ خلاف سے دور ہین سب نے بالاتفاق کہا کہ ہم والد کی حیات ہی مین
انکو باپ سے کم نہین جانتے تھے اور اب کہ سرکار کمپنی کی اعانت سے رئیس ہوتے ہین تو پھر
کیسے ہم انکو خیالعالی سے کم سمجھین گے بہر صورت ہم انکو اسی طرح اب بھی سمجھتے ہین جبکہ رزیڈنٹ کو
انکی طرف سے اطمینان حاصل ہوگیا تو شمس الدولہ کو جو انگریزی سپاہیونکی مانعت کی وجہ سے

اور رزیڈنٹ کا خیال بھی شاید بلحاظ کارپردازی انھین کی جانب تھا اور درحقیقت یہ نوجوان
بار فرمانروائی اٹھانیکی قابلیت بھی رکھتا تھا مگر مشیت ایزدی کچھ اور تھی رزیڈنٹ اس فکر مین
تھے کہ شمس الدولہ نماز پڑھنے کو اپنے مکان کو روانہ ہوئے حکیم ظفر علی خان اُنکے مصاحب نے
عرض کیا کہ اس وقت یہان سے آپکا جانا مناسب نہین مگر اُنکو غرہ تھا کہ ریاست میرے لیے
ہے اگر مین یہان نہ ہونگا تب بھی ضرور ہے کہ طلب کرکے رئیس بنایا جاؤنگا اسلیے جواب دیا
کہ میرے یہان رہنے کی کوئی ضرورت نہین جب تک مین یہان نہ آجاؤن گا یہ امر ملتوی
رہیگا محمد غلامی نواب مرحوم کے ایک اردلی نے نواب غازی الدین حیدر کے پاس جاکر یہ سب
حال کہہ سنایا اور راجہ بختاور سنگھ نے گزارش کیا کہ یہی وقت کشش در کوشش کا ہے خود بدولت فوراً اٹھ کھڑے
ہوئے تلوار اور دو رفیق مرنے مارنے والے ساتھ تھے ہر طرف کے دروازے بند پائے ہمت نے
کمند ڈالدی مع راجہ بختاور سنگھ ایک دیوار پر چڑھ کر نواب خاص محل کے محل کی سقف سے
بارہ دری مین داخل ہوئے اور اُس مقام پر جا پہونچے جہان لاش نواب کی رکھی تھی تلوار
خونخوار نے ایک ہاتھ چلکر پہرے والے کے سر سے اپنی نذر لی[۱] اور یہ بالین پدر پر گرا کر ایک طرف
بیٹھے خود رو رہے تھے مگر دوسری جانب اُنکا اقبال ہنس رہا تھا آغامیر بھی کہین سے راہ پاکر
آموجود ہوئے رزیڈنٹ یہ خبر پاکر غور مین پڑگئے اور اپنے ہمراہیون سے انگریزی مین کچھ گفتگو کی
کہ اس مین شمس الدولہ کا بھی نام آیا اور شمس الدولہ ہاتھی پر سوار ہوکر دروازے پر آگئے تھے
ایک مدت سے آغامیر کو مرزا حاجی کے ساتھ رسوخ تھا اُس وقت مرزا نے آغامیر کے
اشارے سے اپنے باپ مرزا جعفر کو یاد دلایا اور کہا کہ یہی وقت ہے ایسا نہو کہ مدت کی محنت
مفت رائگان جائے مرزا جعفر نے کرنیل صاحب سے کہا کہ مجھے اس وقت کچھ آپ سے کہنا ہے

---

[۱] دیکھو تاریخ اجودھیا ۱۲

؁ خرد گفت جشن وزارت مبارک

منشی عبدالاحد رابط نے ایک تاریخ لکھی ہے جسکے نو شعر ہین اس تاریخ مین یہ صنعت رکھی ہے کہ پہلے مصرعون کی ابتدا سے ایک ایک حرف لیکر اُنکے عدد نکالین تو سنہ ہجری پیدا ہوا اور انھین مصرعون کے آخر کا ایک ایک حرف جمع کرکے عدد لین تو سنہ فصلی نکلے اور دوسرے مصرعون کے پہلے حروف کے جمع کرنے سے سنہ عیسوی ظاہر ہوا اور ان مصرعون کے حروف آخر کے اعداد سے سمت بکرمی معلوم ہو۔

زہے غازی دین عالیجناب — وزیر الممالک سعادت مآب
بعالم درآمد چو اقبال او — سر مقبلان گشت پامال او
خداوند ملک و خداوند جاہ — رعیت نواز و عدالت پناہ
فریدون جنابے بہ نیروے بخت — تہمتن رکابے ببازوے سخت
نریمان دستان فولاد دست — بہم دستیش دست یکسر شکست
ملک شاہ ثانی بہ جود و سخا — جہان مروت سحاب عطا
شکوہش ز بس سر برفعت فراشت — شکوہ فلک نام رفعت گذاشت
قدیرے کہ از دست تقدیر خویش — نمودہ جہان را بتدبیر خویش
نگہدار دادر ابلطف خودش — رساند بخوبی بہر مقصدش
بتاریخ ہندی چو خمسین و سبع — کم آمد عدد گفت فی الفور طبع
کہ رابط مکن فکر دور و دراز — بسر ناز برگیر و پاے نیاز

۵۰

دیگر

وزیر غازی دوران و رستم آفاق — تحبے جلوس وزارت نمود بادل شاد

دریچۂ بارہ دری کی راہ سے اندر نہین گھس سکے تھے طلب کیا جب وہ یہان پہونچے تو
دوسرا رنگ دکھا رزیڈنٹ نے ان سے بھی وہی بات کہی جو دوسرے بھائیون سے کہی تھی چونکہ
یہ مسند نشینی کے مدعی تھے ان کلمات سے برہم ہو کر بولے کہ ہمکو ان باتون سے سروکار نہین
جو کچھ آپ مناسب جانین کرین رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ رنجیدگی کا کلام ہے پھر اُس نے کہا کہ
زمانے کا رسم یہی ہے کہ باپ کا جانشین بڑا بیٹا ہوتا ہے مین نے جو کچھ آپ سے کہا ہے رسم کے
خلاف نہین کہا ہے شمس الدولہ نے جواب دیا کہ یہ بات آپکی درست ہے مگر جبکہ رئیس نے
اپنے سامنے کسی کو امتیاز نہ دیا ہو اور مجھکو باپ نے اپنا نائب اور ولیعہد بنایا تھا تو اس صورت
مین میرے کام مین پھر کیون تردد کیا جاتا ہے رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ اگر اپنے منصب کے
خواہان ہو تو وہ اب بھی موجود ہے لیکن ریاست شئے دوسری ہے اور اُسکو ضیا بعالی نے
کسی کے نام پر مقرر نہین کیا ہے یہ فقط بڑے بیٹے کا حق ہے پس وہ رئیس ہوئے اور آپ
نائب رہین گے۔ شمس الدولہ بولے کہ مین اپنے باپ کا ولی عہد اور نائب تھا۔ اب مجھکو یہ خدمت
دوسرے کے سامنے منظور نہین یہ منصب بھی کسی اور کو دیدیجیے رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ
آپ کو اختیار ہے۔ غرضکہ رزیڈنٹ نے غازی الدین حیدر سے اس مضمون کی ایک تحریر لیکر
کہ نواب سعادت علی خان کے طریق کے خلاف جو صاحبان انگریز خاص کر صاحب رزیڈنٹ
کے ساتھ جاری تھا کوئی مالی یا مُلکی کام جان بیلی صاحب کے مشورے کے بغیر ظہور مین نہین آئیگا
اُنکو جانشین کیا مبارکباد کی توپین سر ہوئین اور حاضرین دربار کو نذر پیش کرنے کا حکم ہوا
جب نواب کے دوسرے بھائی شمس الدولہ کی نوبت آئی تو اُنھون نے مجبوراً ایک ہاتھ
سے نذر پیش کی غازی الدین حیدر نے ظرافت کے طور پر اس ڈھب سے ہاتھ نذر پر ڈالا
کہ اشرفیان زمین پر بکھر گئین اور شکر رنجی مین تلخکامی بڑھ گئی تاریخ جلوس اس مصرع سے نکلتی ہے

تمھارے باپ کے واسطے مین راضی نہین ہون مرزا حاجی نے باپ کا خیال کر کے خلعت نہ لیا انھین دنون مرزا جعفر کو غم کے سبب سے دق کی بیماری ہوگئی اور اس مرض مین انتقال کیا

تاریخ وفات مرزا جعفر

میرزا جعفر کہ دائم از امام جعفر ش | حب بر دل بود این بر ہر دو عالم ظاہر ست
بہر تاریخ وفاتش چون تامل شد مرا | آمد از ہاتف ندا جعفر بہ نزد جعفر ست

اُس زمانے مین جان بیلی صاحب رزیڈنٹ روزانہ نواب غازی الدین حیدر کے پاس آتے اور نواب خود ہفتے مین دو مرتبہ اُنکی کوٹھی پر جاتے۔

مرزا جعفر کی وفات کے بعد قمر الدین احمد خان معروف بمرزا حاجی قمر تخلص عہدۂ خزانچی رزیڈنٹی سے مستعفی ہوکر منصب نیابت کی امید پر کار ہاے متعلقہ نیابت کو سرانجام دینے لگے۔ رزیڈنٹ کو مرزا حاجی کی یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی کہ بغرض رفع اشتباہ کے واسطے ہماری خدمات دیرینہ کو چھوڑ دیا بس ان دنون سے کرنیل صاحب کا دربار خالی ہوگیا اور منشی علی نقی خان رزیڈنٹی کا میر منشی یکایک بڑھا آغا میر جو نیابت کے خلعت کے آرزومند تھے زمانے کو دیکھکر میر منشی سے مل گئے اور اُسے اپنا باپ قرار دیا۔

رزیڈنٹ کا انتظام مُلک کی صورت تجویز کرنا گورنر جنرل کا اودھ مین آنا اور نواب سے قرضہ لینا

اب انتظام کی صورت رزیڈنٹ کی اعانت سے اسطرح قرار پائی کہ ہر تین لاکھ روپے کے علاقے پر ایک تحصیلدار مامور ہو اور حق التحصیل اُسکو زر تحصیل سے دہ یک ملے اور

ندا رسید ز ہاتف بمن کہ تاریخش بگو سعید بتو دائما وزارت باد

دیگر

بالش خیر و ہم سعادت یافت از جلوسش چو نو سرافرازی
زدہ پائے و سر اعادی گوے واثقا سال حیدر غازی

دیگر

باطالع سکندر غازی دین حیدر گردید مسند آرا بالخیر و السعادت
بود از رجب سہ شنبہ بست و دوم خوش آوان بر نغمہ گوشہا شد از کوسہاے نوبت
سال جلوس واثق می جست با دل خوش ناگہ سروش شادی داد از فلک بشارت
برخوان سر اعادی برکندہ در حضورش انوار صد فزودی با مسند وزارت

غازی الدین حیدر کی مسند نشینی کی تاریخ وزیر نامے مین ۳- رجب ۱۲۲۹ھ ہجری مطابق ۲۴ جون ۱۸۱۴ء لکھی ہے اور مشہور یہ ہے کہ اُسدن ۱۲- جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۲ رجب ۱۲۲۹ھ ہجری تھی اور اسی تاریخ اُنکے اور گورنر جنرل کے درمیان ایک عہدنامہ قرار پایا جسکی رو سے سابق کے تمام عہدنامے جو اگلے نوابونکے ساتھ قرار پائے تھے کلیتہً بحال اور برقرار رہے سب مقربین کو خلعت ملے مدار المہامی کا خلعت بلا شرط نیابت آغا میر کو عطا ہوا اور عہدۂ واصل باقی پر دیا کرشن کو منسوب کیا اور اُسکو راجہ کا خطاب دیا مظفر علی بن لطف علی خان نے خلعت توپخانے کا اور اہتمام سواری کا پایا اور ولیعہدی کا خلعت مرزا نصیر الدین حیدر کو عنایت ہوا- اس وقت سے فخر الدین احمد خان معروف بمرزا جعفر اور قمر الدین احمد خان معروف بمرزا حاجی کا دور رہوا- غازی الدین حیدر نے مرزا حاجی کی خدمتون پر نظر کر کے کہا کہ اگر نیابت کا خلعت تم چاہتے ہو تو موجود ہے- لیکن

لارڈ ماڑایون توے نہین سکتے تھے مگر اُسکو قرض کے طور پر لیا جس کا سود بحساب چھ روپیہ فی صدی سالانہ قرار پایا پرانا قرض آٹھ روپیہ سیکڑا پر تھا اوسکو گورنمنٹ چھ روپیہ سیکڑا کا بنانا چاہتی تھی اسلیے اِس کمی سود کا اشتہار دیا اور لوگون کو قرض کا روپیہ دینا شروع کیا مگر یہان تو خزانہ خالی تھا پچاس لاکھ روپیہ قرض کا باقی رہ گیا وہ اس نواب کے روپے مین سے دیا گیا۔

معتمد الدولہ آغامیر کو نیابت ملنے کی وجہ

حکیم مہدی علی خان نے نواب غازی الدین حیدر کو یہ سبز باغ دکھایا کہ مزاحاجی رزیڈنٹ کا متوسل ہے مُلک کے تمام معاملات اور راز کے امورات رزیڈنٹ کو یہی شخص سوجھاتا ہے جس سے وہ ریاست کے معاملات مین مداخلت کرتے ہین اور اس سے انگریزی عمل و دخل پیدا ہونے کا خوف ہے نواب مرحوم نے ہزارون روپے انگریزونکی تنخواہون مین صرف کیے ہین اس لیے مصلحت یہ ہے کہ ان انگریزون کے ذریعہ سے گورنر جنرل سے معاملات ریاست کی درستی کی صورت نکالی جائے چنانچہ ایک انگریز جو ریاست کا ملازم تھا سفیر بناکر گورنر جنرل کے حضور مین بھیجا گیا اُس نے یہ بات گورنر جنرل کے خاطر نشین کردی کہ نواب غازی الدین حیدر جان بیلی صاحب سے ناخوش ہین گورنر جنرل نے رزیڈنٹ سے کہا کہ نواب کی سرکار مین تمھاری مداخلت بیجا ہے اگر اپنی نیکنامی منظور ہے تو نواب سے راضی نامہ لیکر پیش کرو جب رزیڈنٹ نے یہ سمجھ لیا کہ نواب کے راضی نامہ کے بغیر گورنر جنرل کی خوشنودی مشکل ہے تو اُنھون نے منشی علی نقی خان سے جو نواب کی خدمت مین آمد و رفت رکھتا تھا مشورہ کیا علی نقی خان نے سید محمد خان عرف آغامیر بن میر تقی کو جو اولاد شاہ ترکمان سے تھے

ملازمین اور سہ بندی وغیرہ کے جملہ مصارف اسکے متعلق رہین اور فی سیکڑہ ایک روپے
سے مصارف پولیس کے واسطے امداد ہو اور تھانہ داران پولیس تحصیلدار کے ماتحت رہین اور
بیس بیس لاکھ روپے کے ملک پر ایک ایک ناظم مقرر کیا جائے اور دو دو ہزار روپے ماہوار
تنخواہ ہر ایک کو ملے اور سپاہ ناظم کے ساتھ متعین رہے جب اس مضمون کی رپورٹ رزیڈنٹ
نے کونسل کلکتہ کو بھیجی تو وہان سے جواب ملا کہ عنقریب نواب گورنر جنرل اس ملک مین جانیوالے
ہین نواب اودھ سے ملاقات کرکے اُنکی رائے سے تجویز ہوگا اس وقت سائر اور پرمٹ کے
محصول پر نظر نہ تھی نواب سعادت علی خان کے عہد مین کوئی شخص اجازت اور جائزے کے
بغیر شہر کے ناکون سے قدم باہر نہین رکھ سکتا تھا اور اُس وقت مین کوئی شخص دس روپون سے
زیادہ سرحد ملک سے باہر نہین لیجا سکتا تھا اب یہ روک ٹوک یک لخت موقوف ہو گئی
سنہ ۱۸۱۴ء مین لارڈ ہیسٹنگز گورنر جنرل جو لارڈ مائرا کے نام سے مشہور و معروف تھے اضلاع
مغرب کی طرف آئے تو نواب نے کانپور سے اُنکا استقبال کیا وہ دھوم دھام کے ساتھ لکھنؤ
مین رونق افروز ہوے بیس دن یہان رہے بڑے اہتمام سے دعوتین ہوئین قیصر التواریخ
مین لکھا ہے کہ جب کانپور مین غازی الدین حیدر گورنر جنرل کے خیمے مین داخل ہوے۔ تین سو
کرسیان میز کے گرد تھین نواب نے بہ قلت تعداد کرسی کہ مبادا و فا نکرے نواب محتشم الیہ سے
کہا کہ ہم اور ہمارے اقربا مہمان ہین اگر تقدیم اپنے مہمانون کی ہوگی تو ہم بھی اسی صورت سے
پیش آئین گے۔ نواب گورنر جنرل نے بطیب خاطر قبول کیا۔ چنانچہ وہی صورت انگریزون
کے واسطے لکھنؤ مین ہوئی۔ امرا دوسرے کمرے مین میز پر بیٹھے اور نیز بخلوص نواب سعادت علیخان
نواب غازی الدین حیدر گورنر جنرل کو القاب عموی بزرگ لکھتے تھے۔ نواب نے اپنے باپ کا
وعدہ پورا کیا اور ایک کروڑ آٹھ لاکھ بچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو دیا اس روپے کو

اور ہزار درجے آغا میر سے علم و لیاقت مین اچھے تھے محروم رہے آغا میر کے حوصلے سے یہ عہدہ بڑھا ہوا تھا لکھنؤ کے بعض بڑے آدمیون نے چند مدت اُنکو نیابت کی نذر دکھانے مین توہین سمجھ کر اعماض کیا آخر کار اس درجے کو نوبت پہونچی اور ترقی اقبال کا ڈنکا بجا کہ آغا میر کو سلام کرنا اور اُنکی خدمت تک پہونچنا اپنے بزرگان مردہ کا افتخار سمجھتے تھے۔

شمس الدولہ کا بنارس کو چلا جانا اور انتظام ملک کے معاملے مین جان بیلی صاحب کی تجویز کا موقوف رہنا اور محاصل ملک مین بہت کمی واقع ہو جانا

شمس الدولہ یہان کے انتظامات کو دیکھ کر مایوس ہوے اور اپنے تمام اہل و عیال اور خزانہ اور اسباب امارت اور رفقا کو لیکر بنارس کو چلے چودہ ہزار ایکسو اکہتر روپے ۱۴ آنے ماہوار جو نواب سعادت علی خان کے عہد سے مقرر تھے بدستور بحال رہے بلکہ دو ہزار چار سو چرانوے روپے ساڑھے بارہ آنے حال مین اضافہ ہوئے تھے دو سو اونٹ اور سو کہار باربردار اور پچیس ہاتھی اور دو سو گھوڑے اور پیادہ و سوار اور نوبتخانہ اور نقارہ و نشان یہ سب سامان امارت اُن کے ساتھ تھا اب غازی الدین حیدر کا دل مطمئن ہوا جس وقت شمس الدولہ بنارس کی طرف چلے ہین تو ان کے پاس دو کروڑ سے زیادہ کا مال و اسباب اور نقد و جنس تھا جو راجہ مہرا وغیرہ لوگونکی ضبطی ہو کر نواب مرحوم کے وقت مین ان کے پاس جمع ہوا تھا کئی دولتخواہون نے نواب سے عرض کیا کہ تمام نقد و جنس نواب مرحوم نے جمع کیا تھا کس لیے آپ چھوڑتے ہین لیکن انھون نے اپنی ذاتی فیاضی کی وجہ سے اُن سے تعرض نہ کیا جیسا کہ تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین مذکور ہے۔

اور نواب غازی الدین حیدر کے یہان ایام صاحبزادگی اور ولی عہدی سے پیش خدمتون کے زمرے مین ملازم تھے اور اب نواب کی سرکار کے معتمد علیہ تھے اسبات پر آمادہ کیا کہ وہ نواب سے رزیڈنٹ کے لیے صفائی مزاج کا کاغذ لکھا دین تو اسکے صلے مین رزیڈنٹ انھین نیابت دلا دینگے اور منصب مین ترقی کرا دینگے کرنیل کلیود صاحب اور ڈاکٹر لا صاحب اور جو نواب سعادت علی خان کے ہمراز و مصاحب تھے یہ چاہتے تھے کہ اگر نواب پچھلی باتون کا بدلہ لینے مین ثابت قدم رہین اور راضی نامہ رزیڈنٹ کو ندین تو بہت جلد مطلب براری ہو سکتی ہے لیکن آغا میر کو نواب غازی الدین حیدر کے یہان بہت دخل تھا اور محض نیابت کے مل جانیکی طمع پر اور منشی علی نقی خان کے سمجھانے سے نواب سے عرض کیا کہ حضور کو ان انگریزون سے اطمینان ہے کہ ان سے مقدمہ کی درستی ہو جائیگی اور اس سبب سے رضی نامہ دینے مین تامل ہے اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ شمس الدولہ کی طرف ریاست منتقل نہو جائے اور ہماری برسونکی محنت رائگان ہو جائے اپنے حق نمک سے ادا ہوتا ہون حضور کو اختیار ہے نواب نے کچھ سوچ سمجھ کر راضی نامہ اپنی مہر سے مکمل کر کے رزیڈنٹ کو دیدیا جب وہ کاغذ گورنر جنرل کے ملاحظے مین گذرا تو حکیم مہدی علی خان مغوی قرار پاکر نظرون سے گر گئے اور وہ چار انگریز جو نواب سعادت علیخان کے عہد سے ملازم تھے موقوف ہوئے اب جان بیلی صاحب کی کوشش سے آغا میر کو عہدۂ نیابت ملا اور بائیس پارچے کا خلعت اور معتمد الدولہ خطاب عطا ہوا - دیکھو بات کہنے مین مزاجاجی کی صحبت برہم ہو گئی اور وہ خانہ نشین ہوے اور حکیم مہدی علی خان کو حکم ہوا کہ اپنی نظامت کے علاقہ خیر آباد مین سرکاری کام کو جاؤ -

اقبال الدولہ بن مختار الدولہ اور اکبر علی خان بن امیر الدولہ حیدر بیگ خان اور اقربائے سرفراز الدولہ محمد حسن رضا خان اور تفضل حسین خان کے بیٹے جو قدیم سے اس منصب کے امیدوار تھے

میر روشن علی کے گھر مین جو معتمد الدولہ کا بھائی کہلاتا ہے رہتے ہین کبھی کسی کی مجال ہوئی
کہ روشن علی کا نام زبان پر لاسکے کوتوال کا یہ عذر نہ سُنا گیا وہ بقاے آبرو کے لیے کچھ کھاکر
مرگیا ڈاکہ برآمد نہوا بعد اسکے شیدی ناصر علی خان کو جو شیدی فولاد خان کی اولاد سے تھا
معقول نذرانہ دینے کے بعد کوتوالی کا عہدہ حاصل ہوا۔

بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کی جاگیر وزر نقد کا معاملہ

یہ بیگم سلطنت اودھ کے پہلو مین ایک خار تھی اور چند بوالہوس آزار مند لوگونکے ہاتھ
مین گرفتار تھی اسکے طفیل سے بھی اکثر انگریزونکو سلطنت مین مداخلت کا موقع ملتا تھا اور
سلطنت کے رعب و داب مین فرق آتا رہتا تھا اور کبھی اطمینان کے ساتھ اسکی جاگیر مین
شور و شر اور فتنہ و فساد کے دبلنے کا موقع نہین ملتا تھا۔ اور خدا کی شان کو دیکھیے کہ عمر
کتنی لمبی پائی اگر اتنی لمبی عمر شجاع الدولہ کی ہوتی تو سلطنت نے ابتک جو زوال کا مُنھ دیکھا
تھا اتنا سخت روز بد اسکو دیکھنا نصیب نہوتا اور اُس مین بدنظمی بقدر نہ آجاتی جس سے
بخوبی انگریزونکی والا فطرتی کا شکار ہوگئی۔

جبکہ بہو بیگم کا وہ وصیت نامہ جس مین اُس نے چاہا تھا کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کو
اپنے علاقے اور زر نقد کا وارث قرار دیگی اگر وہ نواب سعادت علی خان کی اطاعت
سے بری کیجائے اور اُسکے رشتہ دار اور واسطہ دار بلا مزاحمت اپنی اپنی جائداد پر قبضہ
رکھین منسوخ ہوا تو اُس نے ۲۰ رجب سنہ ۱۲۲۸ ہجری مطابق ۲۵ جولائی سنہ ۱۸۱۳ء کو
ایک امانت نامہ گورنمنٹ انگریزی کے نام تحریر کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ امانت نامہ
نواب بہو بیگم دختر موتمن الدولہ اسحاق خان زوجہ نواب شجاع الدولہ و والدۂ نواب

جان بیلی کی مداخلت انتظام مالی وملکی مین باقی نرہی اس لیے جو نقشہ انتظام ملک کا
اُنھون نے تجویز کیا تھا وہ منسوخ ہوا طریقہ مستاجری قدیم کا جاری کیا مگر نظامت اور کلکٹری
کی صورت بدستور قائم رہی دو کلکٹریان علی نقی خان میر منشی کے ذیل مین تھین اُن مین سے
ایک کلکٹری قطب الدین حسین خان سے نامزد تھی اور دوسری جعفر علی خان پسر زین العابدین
خان سے متعلق تھی جو زر کثیر علی نقی خان کو دیکر حاصل کی تھی اور ایک چکلہ معتمد الدولہ کے
فرزند کے نام مقرر ہوا اور اُسکی نیابت بھوانی پرشاد کو ملی اور ایک کلکٹری کنور رتن سنگھ کے
نامزد ہوئی یہ شخص رائے بالکرام کا بیٹا اور راجہ جھاؤلال کا قریبی رشتہ دار اور دیاکرشن کا سمدھی تھا
اور ضلع بریلی سے کئی برس کے بعد آیا تھا نہایت دانشمند اور صاحب علم آدمی تھا زخمی تخلص تھا
مرزا قتیل کا شاگرد تھا اور خیرآباد و محمدی کی کلکٹری حکیم مہدی علی خان کو راجہ دیاکرشن کی کوشش
سے کچھ جمع کی بیشی کے ساتھ ملی باوجود اس انتظام کے ملک کی آمدنی کم ہوئی چالیس لاکھ سے زیادہ
کی کمی پیدا ہوگئی صرف کروڑ روپے وصول ہوے باقیات کی سبیل کے لیے یہ راستہ کھلا
کہ متصدیان محکمۂ دیوانی زر باقیات علاقہ کو جمع حال کے شامل کر کے عامل قدیم یا جدید
سے مہر کرا لیتے تھے۔

شہر کے عملۂ کوتوالی کی بدنظمی

نواب سعادت علی خان کے عہد مین باہر کے ڈاکو شہر مین نہین آنے پاتے تھے اور
شہر کے رہنے والے اگر کوئی واردات کرتے تھے تو اُن کا بخوبی تدارک ہوتا تھا نواب غازی الدین حیدر
کے عہد مین بالگوبند مہاجن کے گھر پر عین ساہوکارے مین سر شام ڈاکہ پڑا اور اس کا جرم
دھومی بیگ کوتوال کے سر پر رکھا گیا اُس نے بہت عذر کیا کہ یہ چور شہر کے نہ تھے۔ اکثر بدمعاش

اور اسکا بھی لحاظ رکھے گی کہ کوئی شخص اُنکو یا اُنکے ورثہ کو اُنکے مقبوضات کی نسبت تکلیف
ندے اور چونکہ میرے ایماندار ملازم داراب علی خان ناظر نے اور میری سرکار کے دوسرے
نوکرون وخواجہ سراؤن ومتوسلون نے مجھکو اب تک رضامند رکھا ہے اور آیندہ بھی مجھکو
میری زندگی بھر خوش اور رضامند رکھین گے اسلیے مین چاہتی ہون کہ اُن سے کچھ مطالبہ
نکیا جائے اور نہ اُن سے کچھ حساب وکتاب لیا جائے صرف یہ امر ہو کہ میرے بعد فورًا
اُن سے حسب الحکم میرے تمام جائداد ونقدی واسباب مذکورۂ بالا جواب میرے قبضے
مین ہے اور اسکے بعد میرے پاس جمع ہوگا آنریبل کمپنی کو دلوا دین اور اس تمام جائداد
وغیرہ کا حساب وہ بایمانداری دینگے ماسوائے رقوم پرورش مندرجۂ فرد منسلکہ کے میرے
ملازم داراب علی خان کو تین لاکھ روپیہ سکۂ لکھنؤ میرے مقبرے کی تعمیر کے لیے اور ایک لاکھ روپیہ
نذرانۂ کربلا اور نجف اشرف اور دوسرے مقامات متبرکہ کے لیے دیا جائے اور اسکے صرف
مین اختیار اُسی کا رہے اور چونکہ وہ ایماندار اور راست کردار ہے اسلیے وہ اُس روپے کو
امور مذکورہ مین صرف کرے گا اور مقبرۂ مذکور کے سالانہ صرف کے لیے دیہات پرگنہ
پچھم راٹھ جسکی آمدنی دس ہزار روپیہ سکۂ لکھنؤ ہے دیے جائین اور جو کچھ آمدنی مین سے بچے
وہ صرف غربا اور مومنونکی خیرات کے خرچ مین آئے جو اُس مقبرے مین رہتے ہون
تاکہ دلجمعی سے وہان رہین۔ میرے عزیزون بھتیجون اور بھانجون اور خواجہ سراؤن اور
اور بوا اور خادمون اور دوسرے متوسلین کا زر تنخواہ وقت پر میری جاگیر اور میری
ذاتی جائداد کی آمدنی سے داراب علی خان کو دیا جائے اور وہ زر مذکور اُن مین تقسیم کرے گا
اور اُسکی سفارش اور بیانات اُنکی نسبت جس قسم کے ہون اُسکے مطابق اُن کا لحاظ کیا جائے
تنخواہ اور رقوم مذکورۂ بالا کے دینے اور تمام کرنے کے بعد جو کچھ نقد وجنس میری جائداد

آصف الدولہ کی طرف سے گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کے نام ہے جسکا وعدہ حفاظت و امنیت
میرے اور میرے عزیز و لواحقین کے بارے مین بدین مضمون مدت سے قائم ہے کہ میری
جاگیر و مکانات جائداد اور ہر قسم کا اسباب میری زندگی مین میرے قبضۂ اختیار مین ہے گا
اور صرف مجھکو ہی اُسکے صرف کرنے کا اختیار اُن لوگونکی پرورش اور پرداخت مین حاصل
رہے گا جو میرے عزیز اور میرے وابستہ اور رشتہ دار اور خواجہ سرا اور خادم ہین جس طرح
مجھکو مناسب معلوم ہو اُسطرح اُسکو صرف مین لاؤن۔ مگر اس خیال سے کہ زندگی چند روزہ ہے
اور اس نظر سے کہ آیندہ کا بندوبست حی القائم اور صحیح النفس و العقل ہونے تک ضرور ہے اسلیے
مین تمام جائداد و اسباب نقد و جنس ظروف و جواہرات وغیرہ جو اب میرے قبضے مین ہے
تعدادی و قیمتی ستر لاکھ روپیہ بموجب بند علحدہ مہری و دستخطی میرے کے بطور امانت کے
گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کے حوالے کرتی ہون اور جو بعد اسکے تا ایام زندگی میرے پاس جمع
ہوگا اُسکا بھی اختیار گورنمنٹ انگریزی کو اس غرض اور نیت سے دیتی ہون کہ اہالیان
گورنمنٹ مذکور بنظر دوستی قدیمہ جو اُس نے میری زندگی مین میرے ساتھ مرعی رکھی ہے
وہ میرے بعد بھی مرعی رکھکر محافظ میرے اُن تمام لوگون کی ہوگی جو میرے عزیز اور بھانجے
اور بھتیجے اور رشتہ دار اور خواجہ سرا اور متوسل ہین اور اُنکی جاگیرین اور نقد تنخواہین ہر ایک
شخص کی اور اُنکے ورثار کی میرے ذاتی روپیہ کی آمدنی سے قائم اور جاری رکھے گی اُسی قدر
جسقدر مین نے فرد منسلکہ مہری مین درج کی ہے تاکہ اس ذریعے سے اُنکو مستغنی الاحتیاج رکھے
اسکے سوا گورنمنٹ انگریزی میرے اُن رشتہ دارون اور متوسلون کی حفاظت غیر کے
ظلم و زیادتی کے مقابلے مین کریگی اور اُنکی اعانت اُن مکانات اور باغات اور بازار
اور دوکانات وغیرہ کے قبضے مین کریگی جو میری زندگی مین اُنکے قبضے مین ہون گی

اور گورنمنٹ انگریزی اُنکی بھی اعانت ہر موقع پر میری وجہ سے کریگی اور اگر آیندہ مرزا ہاشم علیخان کی وفات کے بعد نواب وزیر اُنکی کل یا جزو تنخواہ ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامے کے عمل کرے یعنی اُنکے ورثہ کی تنخواہ معقول میری جاگیر یا جائداد امانت سے دلا کرے۔ اور لواحقان خاص محل کی تنخواہ محال گونڈے سے مثل سابق ملا کرے اور اُس محال کے اہلکار بموجب فرد منسلکہ کے تنخواہ دیا کرین اور اگر آیندہ لطف النسا اور مرزا محمد تقی خان اور مرزا نصیر یا اُنکی اولاد کی کل یا جزو تنخواہ نواب وزیر ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامے کے عمل کرے یعنی میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے اُنکی معقول تنخواہ دے۔ مرزا انجا کی اولاد کی تنخواہ میری وفات کے بعد مثل سابق کے جاری رہے گی اور اگر ضبط ہو جائے تو گورنمنٹ انگریزی اُنکو گزارے کے لیے میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے معقول تنخواہ مقرر کر دے۔ تنخواہ ماہواری جو ظفر الدولہ کی جاگیر کی عوض مین مقرر ہوئی تھی اُنکی اولاد اور متوسلونکو دیجائیگی ورنہ گورنمنٹ انگریزی معقول تنخواہ اُنکے واسطے میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے دے یہ اُن تنخواہونکی نسبت تھا جو سرکار وزیر سے اُن لوگونکے لیے مقرر تھین۔

نواب سعادت علی خان جب تک زندہ رہے اُنپر اس امانت نامہ کا حال نہین کھلا اُنھون نے ۱۱۔ جولائی ۱۸۱۴ء کو وفات پائی۔ اس امانت نامے کو گورنمنٹ انگریزی نے قبول کر لیا اور اسکی تعمیل کی ضامن ہوئی کہ جہانتک اُسکے متعلق ہوگا تعمیل اُسکی ہوگی اور حجت بھی اسکے لیے یہ قائم کر دی کہ بیگم کا رتبہ ایسا عالی ہے اور نواب وزیر سے اُسکا ایسا رشتہ ہے کہ وہ اُسکی رعایا سے مستثنیٰ ہے جسکے سارے مال کا مالک بادشاہ ہوتا ہے۔ اب اُنکی جان و مال کی وارث وہی سرکار ہوتی ہے جو خود نواب کی مسند نشینی کا سبب ہوئی ہے۔ بہو بیگم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی دولت کو جس مصرف مین چاہین خرچ کرین۔ بشرطیکہ وہ صرف نواب کی

مین سے فاضل رہے اُسکا کل اختیار گورنمنٹ آنرایبل کمپنی کو ہے جو چاہے کرے اور جسطرح چاہے اُسکو صرف مین لائے۔ مگر چونکہ میرے چند واسطہ دار اور رشتہ دار جنکا ذکر فرد منسلکہ مین درج ہے جاگیرات و نقدی وغیرہ عطیۂ سرکار وزیر پر قابض ہین اور یہ جاگیر وغیرہ اُنکی وفات پر بخلاف رسم میری سرکار کے ضبط ہو جائیگی تو سرکار گورنمنٹ انگریزی آنرایبل کمپنی پر فرض ہے کہ وہ تنخواہ وغیرہ مندرجۂ فرد تفصیل کے دینے کے بعد اسقدر روپیہ اپنے قبضے مین رکھے کہ وہ اُن رشتہ دارون اور واسطہ دارون کے پسماندگان کی پرورش دوامی کے واسطے کافی ہو جنکی جاگیر وغیرہ وفات کے بعد ضبط ہوگی تاکہ کوئی میرے متوسلین وغیرہ مین سے محتاج ہو کر خوار نہو۔ میجر جان بیلی صاحب رزیڈنٹ فیض آباد خود بیگم صاحبہ کے پاس گئے اور اُنکے ہاتھ سے فرد جمع خزانہ تفصیلی جو ستر لاکھ روپے کی حاصل کی۔ بیگم صاحبہ نے رزیڈنٹ کو یہ بھی اطلاع دی کہ اس رقم کے سوا اُنکے پاس ایک لاکھ روپیہ نقد اور پانچ لاکھ کا جواہرات وغیرہ بھی اُنکے مکانات مین موجود ہے۔ فرد منسلکۂ امانت نامہ کی رو سے کل دو لاکھ چھیانوے ہزار نوسو چھہتر روپیہ سالانہ یا چوبیس ہزار سات سو اڑتالیس روپیہ ماہوار دینا مقرر ہوا۔

اس فرد کے آخر مین بیگم صاحبہ کی طرف سے یہ مضمون تحریر ہوا تھا کہ میرے بھائیون۔ (نواب مرزا علی خان اور نواب سالار جنگ) کے خاندان کی تنخواہ ویسی ہی رہیگی جیسی نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھی اور گورنمنٹ انگریزی اُنکی رعایت اور اعانت ہر موقع پر کیا کریگی اور اگر آیندہ قابضان حال کی وفات کے بعد تنخواہ مذکور یا جزو تنخواہ اُنکی نواب وقت ضبط کرین تو گورنمنٹ انگریزی بموجب درخواست مندرجۂ امانت نامہ کے اُن کی نسبت عمل کرے گی یعنی میری جاگیر کی آمدنی مین سے یا میری جائداد مین سے جو اُسکے سپرد ہوگی معقول تنخواہ اُنکی مقرر کردیگی مرزا قاسم علی خان کی تنخواہ بھی اُسی حال پر رہیگی جیسے نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھی

ضلع پچھم راٹھ جمعی دس ہزار روپے سالانہ کے علحدہ ہوکر مصارف مقبرۂ بیگم صاحبہ کے لیے عطا کیے جائین گے اور اُس کے سوا تمام تنخواہین اور زر پرورش جو بیگم صاحبہ کے رشتہ دارون کے نام پر ہے اور اب تک اُن کو اس سرکار سے ملتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے اُنکے اور اُنکے ورثا کے نام قائم اور جاری رہے گا اور کچھ کمی اُس مین نہو گی آپکو اپنا دوست صمیمی اور خیرخواہ تصور کرکے مین چاہتا ہون کہ آپ بلاتوقف یہ سب مراتب گورنر جنرل بہادر کی خوشنودی کے لیے اطلاعاً تحریر فرمائین۔

بہو بیگم کی وفات

بہو بیگم کی عمر چھیاسی سال کو پہونچ گئی تھی ضعف و ناتوانی نے مزاج پر غلبہ کیا تھا ان کا برسون سے معمول تھا کہ ابتداے عشرۂ محرم مین تعزیے کی زیارت کے لیے اپنے بھتیجون کے مکانون پر جایا کرتی تھین اور وہان فاتحہ پڑھکر لوٹ آتی تھین موت سے پہلے جو عشرۂ محرم آیا تو اس سال سردی شدت سے تھی ہوا مین برودت کے سوا تیزی تھی وہان جانے کا قصد کیا داراب علی خان نے عرض کیا کہ فاتحہ یہان سے بھی ہو جاے گی آپ کا وہان جانا ایسی حالت مین اندیشے سے خالی نہین جواب دیا کہ چونکہ معمول ہے اگر نہین جاؤن گی تو بچون کی دلشکنی ہوگی چار و ناچار سوار ہوئین واپسی مین نزلہ عارض ہوگیا اور ہلکا سا بخار بھی چڑھ گیا اور ان عوارض کو ہر روز ترقی ہونے لگی اطبا نے اپنے مقدور بھر معالجہ کیا لیکن کچھ فائدہ نہ تھا بیگم بھی سمجھ گئین کہ اب وقت آخر ہے اپنی زبان سے کہتی تھین کہ سفر آخرت کی ساعت قریب ہے مرنے سے ایک روز پیشتر فرمایا کہ نواب شجاع الدولہ استقبال کے لیے آئے ہین داراب علی خان نے گھبراکر پوچھا کہ آپ کیا فرماتی ہین اُسی بات کا اعادہ کیا ۱۲۳۱ہجری کو جمعرات کے روز کہ دوپہر

ریاست کے لیے مضرت رسان نہو اور جب اُن کا انتقال ہوگا تو سرکار کمپنی اُنکی ساری دولت
نواب کو ملک اودھ کے رفاہ عام کے کامون مین خرچ کرنے کے لیے دیدیگی تدابیر مجوزہ کا افشا
بہو بیگم کی مرضی سے نواب غازی الدین حیدر پر کیا گیا اور اُنکا اطمینان کیا کہ بعد وفات بیگم کے
گورنمنٹ اُنکو وارث منظور کریگی بشرطیکہ تمام عہود امانت نامہ کی تعمیل وہ کرین اس تجویز کی نسبت
نواب نے اپنی رضامندی بذریعہ تحریر مرقومہ ۱۴۔ اگست ۱۸۱۴ء ظاہر کی اور جان بیلی صاحب
رزیڈنٹ کی چھٹی کے جواب مین نواب نے گورنمنٹ انگریزی کی عطوفت اور فیاضی کا اسباب مین
جو شکریہ ادا کیا ہے وہ سُننے کے قابل ہے اُنھون نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے پاس آپکی چھٹی مرقومہ
۱۹۔ جولائی ۱۸۱۴ء پہونچی نہایت خوشی ہوئی آپنے لکھا ہے کہ آپکے پاس گورنر جنرل کا حکم پہونچا
ہے کہ آپ مجھے معاملہ فیض آباد وغیرہ سے اطلاع دین اور مین نے تمام کاغذات مرسلہ نہایت غور
اور خیال سے پڑھے سچ تو یہ ہے کہ اس سرکار کا کبھی کوئی ایسا دوست صمیمی اور رفیق دلی نہ تھا
اور نہ آیندہ ہوگا جو ایسی بے غرضانہ و بے ریا دوستی رکھتا ہو جیسی گورنمنٹ آنرایبل کمپنی رکھتی
ہے جسنے بغیر لحاظ اپنے فائدے کے اسقدر قیمتی جائداد کے لینے سے انکار کیا جو نواب بہو بیگم صاحبہ
اُسکے نام کرتی تھین اور یہ قرار دیا کہ وہ سب جائداد بعد ادا کرنے تنخواہ و سالانہ وغیرہ کے جو
بہو بیگم صاحبہ نے صدق نیت سے اپنے رشتہ دارون اور متوسلون کے نام کیا ہے اور گورنمنٹ
انگریزی نے اُسکے ادا ہونے کا وعدہ کیا ہے مجھکو دیجائے جو میرے دل پر اس کا اثر پیدا ہوا ہے
اُسکے بیان مین نطق قاصر ہے اور بے تامل مین نہایت خوشی سے اُن تجویزون کو منظور کرتا ہون
جو گورنر جنرل نے دہات یچھم راٹھ مصارف مقبرہ بہو بیگم صاحبہ اور دوسرے اخراجات
مندرجۂ وصیت نامہ کے لیے دینے کو مجھے لکھا ہے بموجب اُس کے مین اس تحریر کی رو سے
اقرار کرتا ہون کہ جب بہ فضلِ الٰہی میری دادی اس جہان فانی سے انتقال کرینگی تو دہات

دل مین خیال کرتے تھے کہ آخر اسقدر کثیر مال سرکار انگریزی مین جائیگا کچھ اس مین سے ہاتھ لگ سکے تو بیجا نہین لیکن کچھ بھی نہ ملا بیگم کی وفات سے تیسرے دن انگریزی تلنگونکی کمپنی موضع سکروره سے کہ دریاے سرجو کے پار واقع ہے دریا کو عبور کر کے فیض آباد مین پہونچی اور جا بجا پہرے بیٹھ گئے بعدہ نواب غازی الدین حیدر کی سرکار سے سپاہ اگر متعین ہوئی بیگم نے جائداد قیمتی ۹۹ لاکھ ۸۴ ہزار ۹ سو ۱۶ روپے کی چھوڑی فرح بخش مین محمد فیض لکھتا ہے کہ نواب غازی الدین حیدر ایسے بلند حوصلہ تھے کہ اُنھون نے بیگم کے مال کی ذرا پرواہ نکی غیرت ذاتی اور شان امارت کی وجہ سے اسباب زنانہ اور بیگم کے استعمال کے تمام کپڑے زمین مین دفن کرا دیے تاکہ بیگانے کی اُس لباس عصمت پر نظر نہ پڑے - جبکہ لارڈ مارٹرا لکھنؤ مین رونق افروز ہوے تو بیگم مرچکی تھین دارا ب علی خان خواجہ سرا جو بیگم صاحبہ کے لکھے ہوئے کاغذ کے سوال وجواب کے لیے لکھنؤ مین آیا تھا خلعت سے سرفراز ہو کر موجود تھا گورنر جنرل تک جب بیگم کی جاگیر اور مال واسباب فیض آباد کا قضیہ پہونچا تو فرمایا کہ نواب صاحب اس ملک کے مالک اور جملہ مال واسباب کے وارث ہین رائگان ہونا وہانکے اسباب کا منظور نہین بہو بیگم صاحبہ کی وفات کی وجہ سے ہزارون آدمی بیکار اور بے معاش ہو گئے تھے - اہالیان کمپنی اور ریاست کے افسر فیض آباد مین مامور ہوئے اور سلون اور گونڈہ کا علاقہ بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کی جاگیر مین مقرر ہو گیا راجہ بختاور سنگھ برہمن جس کو نواب سعادت علی خان نے ترقی دی تھی اور نہایت ہوشیار آدمی تھا ریاست کی جانب سے بہو بیگم کے خزانے کی موجودات کے لیے بھیجا گیا اور اسکے ساتھ نصیر الدین حیدر ولی عہد بھی تھے اور انکے ہمراہ کپی متصدی بھی گئے اور رزیڈنٹ نے اپنے اسسٹنٹ کو بھیجا اور اُسکے ساتھ منشی حیدر گیا اور مرزا اینا ہ علی مرثیہ گو افسردہ تخلص واقفیت کی وجہ سے اس جماعت کے شریک تھا

چھہ گھڑی گذری تھین بیگم کا طائر روح قفس قالب خاکی سے پرواز کر گیا شیخ محمد فیض بخش نے فرح بخش مین یون ہی لکھا ہے۔ لیکن اس کتاب کے حاشیے پر ایک ثقہ آدمی کی تحریر نظر سے گذری اُس مین ہے کہ زوال شمس پر شاید ایک گھڑی گذری ہوگی جو بیگم نے انتقال کیا ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ مردمان اندرونی و بیرونی نے کئی گھڑی تک اُنکی رحلت کی خبر اس لیے مخفی رکھی کہ لاکھون روپے نقد و جنس بیگم صاحبہ کا اور اپنا مال بھی کہین چلا دین انتہی۔

بیگم کے پاس دس ہزار پیادہ و سوار اور بہت سے ہاتھی گھوڑے اور بیشمار کارخانے تھے اتفاقاً اگر کوئی انگریز فیض آباد کی طرف آنکلتا تو اُسکو کہلا دیا جاتا کہ رعیت سے رسد نہ لے اور کسی پر زیادتی نکرے جو کچھ مطلوب ہو بیگم کی سرکار سے مانگ لے۔ داراب علی خان بیگم کا معتمد اور وصی تھا اُس نے لاش کو دریا پر لیجا کر غسل اور تجہیز و تکفین شاہانہ طور پر کی اور نہایت جاہ و جلال کے ساتھ دریا سے جواہر باغ تک لایا یہ مقام قلعہ فیض آباد سے جنوب کیطرف شہر پناہ کے قریب واقع ہے اور دریا سے کوس بھر کا فاصلہ رکھتا ہے یہان قبر کھودکر اوّل کربلا کی مٹی جو عرصہ دراز سے جمع کیجاتی تھی سر سے قدم تک قد کے برابر بچھا کر اُس مین دفن کیا اور رات بھر قبر پر ہزار آدمی جاگتے اور قرآن پڑھتے رہے سیجے کے بعد مرقد پر بنگلہ قرآن خوان مقرر کر دیے بیگم کا ہر ایک آدمی اپنے اپنے کام کی فکر مین اُنکے مرنے کے بعد مصروف ہو گیا۔ مرزا نصیر خان مرزا تقی خان اور اُنکی اولاد ہمیشہ بیگم کی حیات مین دعا کرتی رہتی تھی کہ اللہ اوّل ہمکو اُٹھائے تاکہ بیگم صاحبہ کا روز بد ہمکو دیکھنا نصیب نہو یہ لوگ بیگم کے مرتے ہی اپنے اپنے مکانون مین جا کر پانوٗن پھیلا آرام سے سوئے اور جو لوگ بیگم کی غلامی کا دعوے رکھتے تھے وہ بھی اسیطرح الگ ہو گئے۔ صبح کے وقت بیگانون کی طرح مرقد پر جا کر فاتحہ کی رسم ادا کی لیکن کسی کی آنکھ سے ایک قطرۂ اشک بھی نہ ٹپکا۔ بلکہ زر و جواہر کے اُڑانے کی فکر مین تھے اور

اختیار کامل نواب غازی الدین حیدر کو رہا۔ بہو بیگم کی وفات کے بعد یہ تجویز ہوئی تھی کہ اُنکی جائداد کے بارے مین جو شرائط قابل التعمیل گورنمنٹ انگریزی اور نواب کے درمیان ہون اُنکی نسبت عہدنامہ تحریر ہو مگر نواب اسپر راضی نہوے اور اُنھون نے بیان کیا کہ جو ایک عہدنامہ ۱۸۱۶ء مین ہو چکا ہے وہ کافی ہے اب اور عہدنامہ کیا ضرور ہے اسلیے گورنمنٹ انگریزی نے اصرار اس امر مین نہین کیا۔ بہو بیگم کی تمام ذاتی جائداد نواب کے سپرد ہوئی اور اُنھون نے ۵۶ لاکھ ۴۸ ہزار ۲ ۸ روپے انگریزی خزانے مین داخل کیے کہ اُسکے سود سے اکثر پنشنین جنکی ادائی بموجب کاغذ امانت داری کے جائداد پس ماندہ بہو بیگم سے مشروط تھی ادا کیجائین اس قسم کی پنشن کو امانتی کہتے ہین اُنکے سوا اور اکثر جاگیرین ایسی تھین کہ اُنکا دینا بھی خزانۂ اودھ سے مشروط تھا اور اگر نواب اُن مین کمی کرتے یا اُنکو موقوف کرتے تو گورنمنٹ انگریزی اُسقدر روپیہ وثیقہ دارون کو جائداد پس ماندۂ بیگم سے دلوادیتی اور اس قسم کے وثیقے سے مرزا علی اور سالار جنگ اور اُنکے تینون بیٹون یعنی مرزا قاسم علی اور اکبر علی اور اصغر علی اور خاص محل کے واسطہ دارون کے وثیقے متعلق تھے مرزا علی اور سالار جنگ اور اُنکے تینون بیٹونکے وثیقے اُس انتظام مین شامل ہو گئے جو وزیر علی سے پہلے زر قرضہ اودھ کے باب مین عمل مین آیا تھا اور خاص محل کا وثیقہ جو لطف النسا اور مرزا محمد تقی خان اور مرزا نصیر اور اُنکی اولاد کے نام پر ہے اور جس کی تعداد ۶ ہزار روپیہ ماہواری ہے۔ ضمانت انگریزی کی رو سے اُن کے تعلق ہوا یہ وثیقہ ضمانتی کہلاتا ہے۔

زر قرضہ جو گورنمنٹ انگریزی کو دیا گیا تھا اُس کا سود وثائق مین محسوب ہونا

۱۸۱۴ء مین جو نواب وزیر نے ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو

داراب علی خان خواجہ سرانے خزانے کی کنجی اسسٹنٹ کے سپرد کر دی اور چند عرصے کے بعد اُس کا انتقال ہوگیا یہ شخص متدین تھا اس کے مرنے کے بعد بہو بیگم کے مال و اسباب مین خیانت پیدا ہونے لگی۔ راجہ بختاور سنگھ کا صاحب ثروت ہونا اس وقت سے مشہور ہے اور جو کوئی اس معاملے مین شریک تھا وہ بھی صاحب دولت بنگیا جو کچھ نقد و جنس بیگم کی سرکار سے ضبطی مین آتا تھا فتح علی خان کی جسکا خطاب ظفر الدولہ بہادر تھا تحویل مین داخل ہوتا تھا اور اُس کے عوض وزیر علی کے خزانے سے زر نقد خزانۂ رزیڈنسی مین داخل ہوتا تھا اور بہو بیگم کے متعلقین کی ڈیوڑھیات کی داروغگی کا عہدہ اصغر علی خان اور مرزا حسین علی خان بن نواب قاسم علی خان نے رزیڈنٹ سے سفارش کرکے پناہ علی مرثیہ گو کو دلایا یہ عہدہ اگرچہ گمنام تھا مگر در پردہ فتوح عظیم اس مین حاصل تھی تھوڑے عرصہ مین یہ شخص لاکھوں روپے کا آدمی ہو گیا پناہ علی کی وفات کے بعد معتمد الدولہ نے مرزا حسین علی خان کو روغن قاز ملکر اسبات پر راضی کیا کہ پیشکش نذر کرے تو پناہ علی کا قائم مقام بنایا جائے اسکی وجہ یہ تھی کہ حسین علی خان کو نواب سالار جنگ اور قاسم علی خان کے گھر دن سے قیمتی جواہرات ہاتھ آگئے تھے اور معتمد الدولہ کو اُنکا حاصل کرنا منظور تھا لیکن صاحب رزیڈنٹ کو مرزا محمد تقی خان کی پاسداری منظور تھی اس لیے حسین علی خان اُس جگہہ پر مقرر نہو سکا۔ مرزا محمد تقی خان مالک وثیقہ اور گویا فیض آباد کے نواب تھے بی بی لطف النسا بیگم جو بہو بیگم کی روشنی چشم تھی وہ اُنکے نکاح مین تھی مرزا حیدر خلف مرزا محمد تقی خان اسکے بطن سے تھے رزیڈنٹ نے فیض آباد کے تمام معاملات کا انتظام محمد تقی خان کی رائے پر رکھا اور گنگا پرشاد کایستھ تقسیم وثیقہ کے واسطے نوکر ہوا اور چند سال مین اتنی دولت جمع کی کہ نئی عمارتین اور باغات تیار کرلے پھر ایک مدت تک یہ کام مرزا حیدر سے متعلق رہا مگر یہ شخص کو منشی گنگا پرشاد کی وجہ سے آخر کار کھٹائی مین پڑا اور اسقدر مناقشہ اہل وثائق مین پیدا ہوا کہ اُسکے نقشے دست بدست قرار پائے اور بہو بیگم کے تمام مال و اسباب پر

نام وثیقہ دار	تعداد زر وثیقہ ماہواری	تعداد زر وثیقہ سالانہ
متوسلان ومتعلقان		
تحسین علی خان ۹ شخص	۷۷۵ روپیہ	۹۳۰۰ روپیہ
میزان کل	۵۴۲۴ روپیہ ۹ پائی	۶۵۰۹۰۴ روپیہ
فاضل	۷ روپیہ ۵ آنہ ۳ پائی	۹۵ روپیہ ۷ آنہ
مجموعہ ہر دو	۵۴۲۵۰ روپیہ	۶۵۱۰۰۰ روپیہ

۱۸۱۵ء مین کثرت مصارف جنگ نیپال کی وجہ سے ایک کروڑ روپیے کی سود فی صدی چھ روپے سالانہ پر اور درخواست کی گئی مجبوری وہ بھی اُنھون نے قرض کے طور پر دیدیے مگر جب جنگ ختم ہوئی تو قرض کے عوض ضلع کھیر اگڈھ اور ملک ترائی جو گورکھون سے لیا تھا نواب وزیر کو دیا گیا یہ علاقہ دریاے گھاگرا اور گورکھپور کے درمیان واقع ہے اور نواب وزیر کو پرگنہ نوابگنج بھی جو ضلع گورکھپور کا جز تھا دیکر اُن کا پرگنہ مہدیا عرف کیوی جو ضلع پرتاب گڈھ مین شامل تھا اور درمیان اضلاع انگریزی جونپور اور مرزاپور اورالہ آباد کے واقع تھا گورنمنٹ انگریزی نے تبادلے مین خود لے لیا نوابگنج کا محاصل مہدیا کے مساوی تھا۔ اسبارہ مین ایک عہدنامہ یکم مئی ۱۸۱۶ء مطابق ۲ جمادی الاخری ۱۲۳۱ھ ہجری کو اسٹریچی صاحب رزیڈنٹ کی معرفت لکھا گیا جو رزیڈنٹی گوالیار سے جان بیلی صاحب کی جگہ مقرر ہو کر آئے تھے نیپال کی مہم مین غازی الدین حیدر نے تین سو ہاتھی بھی انگریزونکے پاس مدد کو بھیجے ۔

معتمد الدولہ آغا میر کا قید ہونا

معتمد الدولہ کے زوال کی صورت کئی وجہ سے ظہور مین آئی (۱) کسی شخص نے آمد و رفت کے

قرض دیا تھا اُسکا سود بحساب چھ روپیہ فی صدی سالانہ قرار پایا تھا اُسکے سود کی نسبت یہ قرار پایا کہ سود کا تمام روپیہ جسکا ماہواری چوّن ہزار دو سو پچاس روپیہ اور سالانہ چھ لاکھ اکاون ہزار روپیہ ہوتا ہے وثائق مین دیا جائے اور یہ بھی مقرر ہو گیا کہ جو ضبط ہو جائے اُسکا اصل روپیہ سرکار اودھ کو واپس ملے پنشن مذکور یکم ذیحجہ سنہ ۱۲۲۹ ہجری مطابق ۱۴ نومبر سنہ ۱۸۱۴ء سے شروع ہوئی۔

نام وثیقہ دار	تعداد زر وثیقہ ماہواری	تعداد زر وثیقہ سالانہ
شاہزادہ مرزا سلیمان شکوہ	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
نواب شمس الدولہ مع خاندان ومتوسلان	۱۶۶۶۱ روپیہ ۱۰ ر ۶ پائی	دو لاکھ روپیہ
متعلقان شمس النسا بیگم ۵ شخص	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ
مرزا شہامت علی خان	۲۸۰۰ روپیہ	۳۳۶۰۰ روپیہ
مرزا منیڈو	۱۶۴۷ روپیہ	۱۹۷۶۴ روپیہ
خاندان مرزا علی خان و سالار جنگ	۶۷۲۷ روپیہ ۱۳ آنہ ۹ پائی	۸۰۷۳۴ روپیہ
مرزا قاسم علی خان	۳۳۹۹ روپیہ	۴۰۷۸۸ روپیہ
اکبر علی خان و اصغر علی خان	۲۱۰۹ روپیہ ۶ آنہ	۲۵۳۱۲ روپیہ ۸ آنہ
متعلقان طیبہ بیگم ۱۴ شخص	۳۲۶۶ روپیہ ۲ آنہ ۶ پائی	۳۹۱۹۳ روپیہ ۱۴ آنہ
مرزا رمضان علی خان	۴۸۵۱ روپیہ	۵۸۲۱۲ روپیہ
متعلقان حسین علی خان ولد حیدر بیگ خان ۲۴ شخص	۲۰۰۰ روپیہ	۲۴۰۰۰ روپیہ

غریب ہندو مسلمانون کے زارنالے گوش فلک تک پہونچے مگر نواب کے کان تک پہونچنا بحمال دشوار تھا کیونکہ کسی کی عرضی معتمدالدولہ کی نظرثانی کے بغیر نواب تک جانہ سکتی تھی اتفاقاً کسی کی عرضی نواب کے ملاحظے تک پہونچ بھی جاتی تھی تو معتمدالدولہ عرض کرتے تھے کہ شہر کے کوچے تنگ ہین اور بھیڑ ہوتی ہے جسکی وجہ سے بگھی اور سیج گاڑی کا گذر مشکل سے ہوتا ہے مکانونکی شکست وریخت آراستگی کے لیے ظہور مین آتی ہے اور مکانون کی قیمت خاطرخواہ صاحب مکان کو دیجاتی ہے لیکن یہ مفسد لوگ اس پردے مین چاہتے ہین کہ بندگان عالی کو مجھ سے ناراض کردین خلاصہ یہ ہے کہ ایک خلق گرداب بلا مین پڑی تھی اور کسی کی بددعا کا اثر آغامیر پر نہوتا تھا معتمدالدولہ کا دماغ آسمان پر تھا اپنے آپ کو ولی عہد سلطنت سے کم نہین سمجھتے تھے اور اب معتمدالدولہ کو یہ منظور ہوا کہ عامل سلون کو جو بادشاہ بیگم اور میرفضل علی کی طرف سے مامور تھا موقوف کرکے اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو وہان مقرر کرین اور ولی عہد کی سرکار کی دیوانی کسی اپنے رفیق سے متعلق کرین (۷) فرخ آباد کے سفر مین اکثر حرکات ناملائم ولی عہد کی نسبت عمل مین آئین۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب گورنر جنرل لارڈ ماٹرا ممالک مغربیہ سے پھر کر فرخ آباد مین آئے تو معتمدالدولہ اور ولی عہد نصیرالدین حیدر ملاقات کو گئے گورنر جنرل کے یہان سے چار پانچ انگریزی افسر استقبال کو آئے اور ولی عہد کو لیجاکر کیمپ مین ٹھہرایا پہلے دن ولی عہد گورنر جنرل کی ملاقات کو گئے تو محفل ہمانی مین یورپین لیڈیون کا ناچ ہوا معتمدالدولہ گورنر جنرل کی خدمت مین معاملات کے سوال وجواب کے لیے آمدورفت رکھتے تھے اُنھون نے گورنر جنرل پر ظاہر کیا کہ نواب کے خزانے پر گو مجھکو قابو نہ تھا مگر آپ کی استدعا کی وجہ سے نواب کو سمجھاکر دینے کی سبیل ظہور مین لایا اُدھر مغویون نے ولی عہد کے مزاج مین یہ آگ لگادی کہ معتمدالدولہ کی گرم بازاری گورنر جنرل کے پاس گرم ہے اور حضور کو کوئی پوچھتا بھی نہین اور اُن کی

در وانسے پر اس مضمون کا ایک کاغذ چسپان کر دیا کہ علی نقی میر منشی رزیڈنٹی اور معتمد الدولہ
دونون شیر و شکر ہو رہے ہین غازی الدین حیدر کو اس مضمون سے اطلاع ہو گئی تو یہ منظور ہوا کہ
معتمد الدولہ کو سزا دیجائے (۲) شہر مین تبرا کا یہ زور رہا کہ ساتوین اور آٹھوین محرم کو آغا باقر مرحوم
کے امام بارہ مین اہل سنت اور اہل شیعہ مین بہت دنگہ ہوا یہانتک کہ جو علم ڈیوڑھی خاص محل
اور خرد محل سے اُٹھے تھے وہ گرا دیے گئے اور نوبت کشت و خون کی آئی اور فرنگی محل کے کوچے مین
مرزا جعفر اور مرزا حاجی کے مکانون کے قریب وہ شور و ہنگامہ برپا ہوا کہ شیعہ نے اُن اہل شام اور
کوفہ کو جو جناب امیر اور اُنکے صاحبزادون سے لڑتے رہے نام لیکر متوسلان کمپنی و سکنائے لندن
وغیرہ کے حق مین ایسے شور و شر سے تبرّیٰ کی یورش کی کہ رزیڈنٹ نے نواب وزیر سے اسبات کی
شکایت کی۔ (۳) کارپردازان گنجیات کی نسبت یہ شکایت پیش ہوئی کہ قحط سالی مین غلے
کی گرانی مین رعایا سے کثرت سے رشوت لیتے رہے جس سے رعایا کو بڑی پریشانی کا سامنا ہوا
(۴) معتمد الدولہ نے آمدنی ملک کو اپنی ذات خاص کے مصارف مین اس کثرت سے خرچ کرنا
شروع کیا کہ ریاست کے ملازمونکی تنخواہ تقسیم نہوسکی (۵) معتمد الدولہ کا بھائی میر روشن علی
اہل حرفہ پر ظلم و تعدی کرتا تھا کسی سے اگر سو روپیہ کا اسباب مول لیتا تو اُسکو دس روپے بھی
بمشکل دیتا تھا اور لوگون کو ہر وقت گالیان دیتا رہتا تھا اور معتمد الدولہ اسکا کچھ انتظام نہین
کرتے تھے (۶) معتمد الدولہ نے دولت پورے مین اپنے واسطے عمارات تیار کرائین تو ہزارون مکان پختہ
و خام رعایا کے کھود کر خاک مین ملا دیے گئے اور مکانات والے پریشان حال مارے مارے
پھرنے لگے اور اگر کسی مکان کا معاوضہ دیا تو ہزار مین سو روپے دیے اور مکانات کے خریدنے
اور خالی کرانے مین وہ عجلت کی کہ مکانات والون کو اپنا اسباب اُٹھانا مشکل تھا غرض اس ظلم
و تعدی کے ساتھ کئی محلے کھُدکر معتمد الدولہ کی عالیشان عمارات عین ناف شہر مین تیار ہوئین

(۲) عباس قلی خان جن کے باپ منیرالدولہ شاہ عالم کی طرف سے الہ آباد مین ناظم تھے آئے یہ صاحب نہایت متین اور نازک طبع تھے اور اپنے باپ کی جاگیر مین نواح عظیم آباد کی طرف رہتے تھے زیارت کربلاے معلے اور نجف اشرف سے مشرف ہوکر ایران سے لوٹ کر لکھنؤ مین آئے اور مجرے کے وقت شمشیر قیمتی نواب کو نذر کی اور ایک کتاب اپنی تصنیف کی ہوئی پیش کی اس کتاب مین اپنے سفر عرب وعجم کے حالات بیان کیے تھے۔ اقوام ڈکیتی پیشہ کے ہاتھون جو مصائب اُٹھائے تھے اور اُنکے پنجۂ عذاب مین گرفتار ہوکر دو تین لاکھ روپیہ کا اسباب برباد کیا تھا یہ حال مفصل بیان کیا تھا کئی برس کے بعد انکا کئی ہزار روپیہ مشاہرہ قرار پایا۔

(۳) نواب قاسم علی خان بن نواب سالار جنگ نے قضا کی یہ نواب عمدہ عمدہ کھانون کے بڑے شوقین تھے بلکہ خود اچار اور مربّے بنانے مین مشاق تھے اور ہاتھی۔ گھوڑے اور تلوار کو خوب پہچانتے تھے نغمہ و سرود اور مرثیہ خوانی مین داؤد ثانی تھے بوجہ دولتمندی کے حکام انگریزی اُنکی بہت عزت کرتے تھے گورنر جنرل سے بھی روشناس تھے۔ قاسم علی خان کے بعد اُنکے بیٹے حسین علی خان اور بھائی نوازش علی خان اس گھرانے کے سربرآوردہ تھے۔

(۴) نوازش علی خان بن نواب سالار جنگ نے انتقال کیا یہ بھی بڑے دولتمند تھے جو صفات انکے بھائی قاسم علی خان مین تھے وہ ان مین نہ تھے۔

(۵) رمضان علی خان جن کی بہن نواب سعادت علی خان کی حرمون مین داخل تھی اور اسوجہ سے نواب کے مقرب اور ندیم تھے اور بیش قرار مشاہرہ رکھتے تھے اور دولتمند آدمی تھے اور انکی نسبت نواب سعادت علی خان کو زہر خورانی کا شبہہ ہوا تھا۔ اسیر پنجۂ اجل ہوئے انکی تنخواہ اُنکے بیٹو نپر مقرر ہوئی۔

(۶) گلزاری مل خزانچی کا خزانہ حیات قزاق قضا نے لوٹ لیا اس شخص کی عمارت شیخن

سواری کی رونق حضور کی سواری سے زیادہ ہوتی ہے ولی عہد کے مزاج مین معتمد الدولہ کیطرف سے بل پیدا ہوگیا - اتفاقاً ایک دن ایسی آندھی چلی کہ اہل لشکر کے خیمے گر گئے بلکہ جس خیمے مین ولیعہد بہادر تھے وہ بھی سو کو بی ہوا قریب تھا کہ بالکل گر پڑے اور معتمد الدولہ کے خیمے کو ہزارون فراشونکے سوا امراے عالیشان دست بدست تھامے ہوئے تھے اس لیے گرنے سے محفوظ رہا ایسی باتون سے بادشاہ بیگم کے دل مین آگ لگ گئی اور معتمد الدولہ کی طرف سے دل مین سرد مہری پیدا ہوگئی اور انگریزونکے ساتھ جو انکو خصوصیت حاصل ہوگئی تو اس وجہ سے خود بادشاہ کا مزاج جل بجھا اور یہانتک نوبت پہونچی کہ ایک دن کہنے لگے کہ معتمد الدولہ کو ہم نے آبرو دی مگر انگریزی دوستی نے اُسکا دل ہماری دولت خواہی سے پھیر دیا اسطرح اکثر الفاظ شکایت سر دربار علی محمد خان اور محمد علی خان اور صمصام الدولہ کے روبرو زبان پر لائے جب معتمد الدولہ فرخ آباد سے واپس آئے تو نواب نے اُنکو نظر بند فرماکر ارشاد کیا کہ اب دیکھتا ہون کہ کون اُنکی ضمانت کرتا ہے اور حکم دیدیا کہ بدون طلب ہمارے سلام کو نہ آیا کرے -

معتمد الدولہ پر قرض خواہون کا تقاضا اور شہر کی شکایتون کا ہنگامہ برپا ہوا یہانتک کہ اُنکے گھر کا اسباب نیلام ہوا -

اُن عمائد کے حالات جو ان دو برسون کے اندر لکھنؤ مین آئے اور بعض لکھنؤ مین رہ کر مُلکِ عدم ہوئے

(۱) نواب منصور علی خان بن اشرف الوزرا شاہ ولی خان وزیر احمد شاہ دُرّانی تلاش معاش کے لیے لکھنؤ مین آئے اور محلہ حیدر آباد مین جو نیا آباد ہوا تھا ٹھہرے ابھی کوئی مستقل سلسلہ روزگار پیدا نہوا تھا صرف معتمد الدولہ کے ذریعہ سے مدد خرچ کی صورت ظہور مین آئی تھی کہ بیمار ہوکر دار فنا سے گذرے -

اور بادشاہ بیگم کی جاگیر کا کام آفرین علی خان خواجہ سرا کرتا تھا اور سلطان پور کا علاقہ مرزا حاجی کے چھوٹے بھائی مرزا محسن سے متعلق تھا مرزا حاجی اور آفرین علی خان یہ دونوں نواب غازی الدین حیدر کے مشیر تھے کچھ دنون محبت نے رنگ دکھایا چین سے گذری باہم شیر وشکر تھے یکایک پیر فلک نے کروٹ لی جسکی تفصیل یہ ہے۔ معتمد الدولہ نے خیال کیا کہ بادشاہ بیگم کی آزردگی اپنے منصب نیابت کی بربادی کا باعث ہے اس فکر و تدبیر مین عرق ریزی شروع کی کہ انکا دل صاف ہوجائے کوئی دقیقہ سحر و افسون وطلسم و دعا و تعویذ وغیرہ مذہب اہل سنت و امامیہ سے باقی نرہا کہ جو ظہور مین نہین آیا آخر کار سبحان علیخان نے بی بی قطبی کے ذریعہ سے بادشاہ بیگم کا آئینۂ دل زنگ آزردگی سے صاف کیا اور صفائی کی صورت پیدا ہوکر آغا میر اٹھارہ ماہ معطل رہنے کے بعد پھر خلعت نیابت سے مع نوبت ونقارہ سرفراز ہوئے۔ اس عرصے مین مسٹر اسٹریچی رزیڈنٹ لکھنؤ سے چلے گئے اور کچھ دنون مسٹر ریبیٹر اسسٹنٹ قائم مقام رزیڈنٹ رہے۔ پھر مسٹر جان بکٹن جو سابق مین دفتر فارسی کلکتہ مین سکرٹری اور رزیڈنٹ بنگالہ تھے عہدۂ رزیڈنٹی لکھنؤ پر مامور ہوکر آئے کچھ دنون کے بعد یہ بھی مستعفی ہوکر ولایت کو چلے گئے اور اس عہدے پر مسٹر رکھن صاحب مقرر ہوئے۔

نواب غازی الدین حیدر کا بادشاہ بننا اور شاہ زمن لقب اختیار کرنا آغا میر کو وزارت ملنا

شاہ عالم ثانی کا سکہ ۱۲۵۲ھ ہجری تک تمام ہندوستان مین انگریزون نے جاری رکھا جو پیسے دار روپیہ کہلاتا تھا یہ مین نے دیکھا ہے انھون نے بیاسٹی برس کی عمر مین ۷۔ رمضان ۱۲۲۱ھ ہجری کو انتقال کیا برلے تمام ۴۸ سال قمری

دروانسے کے قریب اور مینا بازار مین بلند اور وسیع تھی یہ تمام مکانات غدر کے بعد مسمار ہوئے
یہ شخص قوم کا بنیا تھا راجہ رائے رتن چند کی وجہ سے معتمد الدولہ کا ملازم ہوا نواب سعادت علی خان کے
عہد مین تقسیم سپاہ کے خزانے کا جس مین دو کروڑ روپیہ ہمیشہ موجود رہتا تھا خزانچی تھا اس کے
مکان عالیشان کا دروازہ صحن حیدر باغ اور عمارات سنگین محل کے مقابل سر بازار واقع تھا
حکم ہوا کہ وہ کھودکر زمین ہموار کردیجائے لیکن مکاندار نے کچھ نذرانہ دیکر اُسکی بلندی کچھ پست کردی
(۷) نواب مدار الدولہ امرائے نامی شاہ جہان آباد سے تھے پرگنہ مچھریٹہ متعلقہ خیرآباد جسکی
جمع ساٹھ ہزار سالانہ تھی اُنکی جاگیر مین تھا یہ نواب مدت سے علیل تھے نواب وزیر کے
اور گورنر جنرل کے دربار مین نقرئی پایون کی کھٹولی پر بیٹھ کر جایا کرتے تھے۔ آخر کار مر گئے
ترکہ کے واسطے ورثہ مین نزاع پیدا ہوا۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ گھر کی سربرآوردگی وسرغنائی محمد علی خانکے
نامزد ہو اور جاگیر ضبط ہو کر پانچہزار روپیہ ماہوار نقد خزانۂ عامرہ وزارت سے عنایت ہوتا رہے
اور اس رقم مین نواب مہدی علی خان اور نواب احمد علی خان اور نواب امجد علی خان کی بھی تنخواہ
قرار دیجائے۔
(۸) تجمل حسین خان پسر علامہ تفضل حسین خان نے انتقال کیا علاقہ بیسواڑہ مین جو جاگیر
اُنکی ساٹھ ہزار روپے کی تھی وہ انگریزونکی حمایت سے احمد حسین خان اور حیدر حسین خان
فرزندان تجمل حسین خان پر بحال و برقرار رہی۔ گو کارپردازان ریاست نے مداخلت کی
مگر انگریزونکی حمایت کی وجہ سے نہ چل سکی۔

مرزا حاجی کا کار نیابت انجام دینا مگر آخر کار دوبارہ معتمد الدولہ کا بحال ہوجانا

معتمد الدولہ آغا میر کے نظربند ہونے کے بعد نیابت کا کاروبار مرزا حاجی چلاتے تھے

دو بھائی قوم کایست سکسینہ اطراف شاہ جہان پور ملک روہیلکھنڈ سے لکھنؤ مین وارد ہوئے تھے اور سر رشتۂ دار الضرب مین نوکر ہوئے تھے اُنھون نے ایک جدید صورت سکے کے لیے اختراع کی اور نواب کی خدمت مین پیش کی اسکی صورت یہ تھی کہ دو شیرون کے درمیان تصویر منقش تھی نواب نے اس سکے کو پسند فرمایا اور یہی سکہ جاری کیا گیا اور چند روپے حسب دستور کلکتے کو بھیجے گئے کہتے ہین کہ گورنر جنرل نے اسکے جواب مین نواب کو لکھا کہ نواب صاحب اپنے ملک کے مالک ہین اور اپنی قلمرو کے بادشاہ ہین اگر سکہ اپنے نام سے مضروب فرماتے تو بھی مناسب تھا معتمد الدولہ نے گورنر جنرل کے مضمون خط سے نواب غازی الدین حیدر کو اطلاع دی تو نواب نے رزیڈنٹ کی معرفت کونسل کلکتہ مین اس امر کی درخواست کی کہ سکہ ہمارے نام سے جاری ہو۔ سیر المحتشم مین وجہ اس کی یہ لکھی ہے کہ لارڈ ماڑا مارکوئس ہیسٹنگز گورنر جنرل ہند کو ۱۸۱۳ء مین جب ہندوستان کے دورے کا اتفاق ہوا تو اُنھون نے اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بن شاہ عالم و لد عزیز الدین عالمگیر ثانی سے ملاقات کے وقت کرسی کا سوال کیا بادشاہ نے یہ امر جدید بخلاف عہد قدیم کے قبول نفرمایا جبکہ گورنر جنرل کی یہ مراد پوری نہوئی تو دل مین بجید رنج پیدا ہوا اور شاہ دہلی کو مات کرنے کے لیے غازی الدین حیدر کو بادشاہ بنانے کا منصوبہ کیا۔

محتشم خوانی مین اس بات کو یون لکھا ہے کہ معتمد الدولہ کے دل مین یہ بات پیدا ہوئی کہ رئیس کو عہدۂ وزارت سے مرتبۂ بادشاہت پر پہونچائین گورنر جنرل کے یہان سے ایک تحریر آئی تھی جس مین غازی الدین حیدر کو لکھا تھا کہ صاحب اپنے ملک کے آپ بادشاہ ہین کسی کو آپ کے مقدمات خانگی مین مداخلت نہین ہے اس تحریر کو سند سمجھ کر نواب اودھ کی جانب سے بادشاہت کا سلسلہ ملایا۔ اور چند ایسے آدمیونکے نام لکھے کہ وہ سابق مین شاہ ایران کے

اور پانچ مہینے تک بادشاہت کی جن مین سے بارہ برس اور ۵ مہینے بہار اور الہ آباد مین بسر کیے دہلی مین ۷ ابرس دونون آنکھونکی بینائی کے ساتھ گزارے اور اُنیس سال نابینائی کی حالت مین کاٹے اُنکے سکّے کا شعر یہ ہے ۔

حامیٔ دین محمد سایۂ فضل الہ سکہ زد بر ہفت کشور شاہ عالم بادشاہ

مگر مشہور اس طرح ہے ؎

سکہ زد بر ہفت کشور سایۂ فضل آلہ حامیٔ دین محمد شاہ عالم بادشاہ

راجپوتانے کی بعض بعض ریاستون مین ۱۸۷۸ء تک انکے نام کا سکہ جاری ہے جو اگلے زمانے کا مسکوک ہے ٹکسال اسکی بند ہے ۔

نواب اودھ کی ٹکسال مین جو سکہ جلوس رئیس کا ہر سال نیا پڑتا تھا وہ شاہ عالم کے نام سے مسکوک ہوتا تھا اور کچھ نمونے کے طور پر کلکتے کو بھیجا جاتا تھا نواب غازی الدین حیدر نے اپنے جلوس کے تیسرے سال سکے کی یہ صورت مقرر کی کہ ایک طرف شاہ عالم کا نام تھا اور دوسری جانب مچھلی کی صورت اور اودھ کا نام تھا اور مچھلی کی صورت یہان کی رسم قدیم تھی اسوجہ سے کہ جب صفدر جنگ صوبۂ اودھ مین داخل ہوئے تو پہلے پہل داخلے کے وقت مچھلی نظر پڑی اسلیے اسکو نیک شگون خیال کر کے سکے مین رواج دیا۔ یہ بیان بعض مورخون کا ہے مگر ہم برہان الملک کے حالات مین ایک اور تاریخ سے لکھ چکے ہین کہ جب برہان الملک صوبہ دار اودھ ہو کر اس ملک کے قبضہ کرنے کے لیے آئے اور گنگا کو عبور کرنے کے لیے کشتی مین سوار ہوئے تو ایک مچھلی جست کر کے اُنکے دامن مین آپڑی اور نواب نے اُسکو شگون نیک جان کر رکھ چھوڑا جو واجد علی شاہ کے عہد تک رہی گوشت دور ہو کر ہڈیان رہ گئی تھین ۔

بہرصورت نواب نے اس قسم کے سکے مسکوک کرا کر کلکتے کو بھیجے ۔ جمعیت رائے اور روشن لال

وزارت مانی جاتی تھی تمام ہندوستانیونکے دل متنفر ہو جائین گے کہ اپنے بادشاہ کو کمزور پاکر اپنے رتبے سے بڑھکر قدم رکھا اور یہ عداوت ہمیشہ باقی رہے گی اور اس صورت مین سرداران ہندوستان کی طرف سے سازش کا اندیشہ جاتا رہیگا اور اس امر مین ہماری تمامی اُسوقت متصور تھی کہ تحریص سرکار کمپنی کی طرف سے ہوتی حالانکہ ہمارے خواب وخیال مین بھی یہ بات نہ تھی اور یہ کام خلاف قانون و دستور بھی نہین ہے کیونکہ نواب خود لکھتے ہین کہ ہمارے بزرگون مین سے کئی بادشاہ گذرے ہین اور ممانعت کی اُس وقت مین جگہ تھی کہ نواب اپنے بزرگون کے خلاف کوئی کام کرنا چاہتے اور یہ کام نواب کا فتنہ و فساد کا احتمال رکھتا تو روکنے کے قابل ہوتا بلکہ یہ تو ایک قسم کے لہو ولعب اور عیش وعشرت کی شاخ ہے پس یہ کام سرکار کمپنی کے لیے عین مصلحت ہے کیونکہ جسقدر عیش وعشرت مین مبتلا ہون روکنا اُس سے مقتضاے دانائی کے خلاف ہے فتنے کا خواب مین رہنا بہتر ہے بیدار ہونے سے۔ نواب کی یہ تخت نشینی اسی قسم کی ہے اور آداب ملاقات ومراسلات مین تو تفاوت اُس وقت پڑسکتا ہے کہ اجازت دیجائے گورنر جنرل نے بھی فریق ثانی کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا کیونکہ انکو ملاقات کے باب مین بادشاہ دہلی سے رنج پہونچا تھا[۱] اور کہا کہ نواب اودھ اپنے ملک مین ہرطرح کا اختیار رکھتا ہے اور بادشاہ دہلی کی شکایت ہم سے ہو نہین سکتی نواب سے ہوگی جب صدر سے اجازت تخت نشینی کی پہونچی تو غازی الدین حیدر معتمد الدولہ کے کام سے ایسے راضی ہوئے کہ کبھی ایسا کوئی مالک اپنے نمکخوار سے راضی نہوا ہوگا اس خدمت کے صلے مین ریاست مین پورے اختیارات بخشنے اور دم واپسین تک اُنکے حق مین کسی شکایت پر التفات نکیا۔ اثنا عشریہ کے نزدیک ۱۸ تاریخ ذی حجہ کی مبارک ہے

[۱] چونکہ نواب ممدوح از بادشاہ دہلی پر درد درباب ملاقات رفتہ بود رائے ثانی را بر رائے اول ترجیح دادہ بجلوس سلطنت مجاز نمود ۱۲ محتشم خانی نواب ممدوح سے مراد گورنر جنرل ہے ۱۲

ماتحت تھے اور تحریر کیا کہ میرا تعلق بادشاہ دہلی سے کسی قسم کا نہین ہے مین شاہ انگلستان کا تابع
ہون اور وہ شاہنشاہ ہین اسلیے میری خواہش یہ ہے کہ عہدۂ وزارت کو ترک کرکے سرکار
انگریزی کی مدد سے تخت نشینی اختیار کرون میرے خاندان مین سے پہلے کوئی شخص سلطنت کے
مرتبے کو پہونچے ہین اور صدر سے فلان تاریخ جو مراسلہ آیا ہے اس مین بھی مندرج ہے کہ آپ اپنے
مُلک کے بادشاہ ہین پس یہ درخواست قبول کرکے اجازت سے دریغ نکرین جب گورنر جنرل کی
کونسل مین یہ مراسلہ پیش ہوا تو تعجب پیدا ہوا اور ممبران کونسل کو اس امر مین اختلاف پیدا ہو گیا ایک
فریق کی یہ رائے تھی کہ اس صورت کا پیدا ہونا مناسب نہین اور دوسرے فریق نے وزیر کی
درخواست کی تائید کی فریق اول کی دلیل یہ تھی کہ جبتک انکا بادشاہ زندہ ہے یہ امر مناسب
نہین ہے دوسرے صفدر جنگ کے عہد سے اس وقت تک کسی نے یہ حوصلہ نہین کیا تھا۔ اب
غازی الدین حیدر کا ایسا کرنا خلاف دستور ہے۔ تیسرے جس وقت یہ خبر ممالک مین پھیلے گی
تو سرکار کمپنی بدنام ہو گی کہ باوجود تسلط اور اختیار کے اس نامناسب کام سے نہ روکا جو تھے ملاقات
اور تحریرات مین تفاوت پڑ جائیگا اور یہ دستور قدیم کے خلاف ہے۔

دوسرے فریق کی دلیل یہ تھی کہ ہمکو وزیر اور بادشاہ کی خوشنودی اور رنجیدگی سے کوئی غرض
نہین جسکام مین سرکار کمپنی کی بہتری ہو وہ ہمارے نزدیک اولے ہے اور اس امر مین نواب کو اجازت
دینا سراسر مصلحت کے موافق ہے کیونکہ جتنے عہدنامے سرکار کمپنی اور ریاست اودھ کے درمیان وزارت
کے عہد مین منعقد ہوئے تھے وہ تخت نشینی کے وقت کالعدم ہو جائین گے یہ سرکار کمپنی کی خوش اقبالی
کے آثار ہین کہ ابتدا اس امر کی نواب کی طرف سے ہوئی دوسرے جس قدر اولاد شجاع الدولہ کی
شریک ریاست تھی وہ سب خارج ہو کر سوا امتیاز الدولہ کے دوسرا باقی نہ رہے گا اور اس کا بھی
مآل کار دیکھنا چاہیے کہ کہانتک طول کھینچتا ہے تیسرے اودھ کی ریاست تمام ہندوستان مین

مقابلے مین تھین اب معتمد الدولہ کا عہدہ نیابت بھی وزارت کے ساتھ مبدل ہوا
شیخ امام بخش نے غازی الدین حیدر کے بادشاہ ہونے کی تاریخ اس طرح موزون کی ہے

بحمد اللہ کہ با اقبال و دولت — بہ تخت زر جلوس شاہ گردید
زمین و آسمان یک بزم عشرت — ز ماہی خرمی تا ماہ گردید
مبارک باد اے آفاق عالم — طلوع آفتاب جاہ گردید
ندا آمد بگوشم زود یارب — کہ شاہ امروز شاہنشاہ گردید
پے سال ہمایون جلوسش — بگو تاریخ کہ ظل اللہ گردید

دیگر

بر تخت شہی جلوس فرمود — زیبائے سریر بادشاہی
آوازۂ جود فیض بخشی — تا ماہ رسیدہ اش ز ماہی
نافذ ز ثرے ست تا ثریا — حکمش ز اوامر و نواہی
جاری باد ا بہفت اقلیم — این سکہ و حکم خاص شاہی
تاریخ جلوس ساختہ ورد — واثق بدعاے صبحگاہی
نو تاج شہی و سکہ و ملک — قائم بدوام وے الٰہی
۱۲ ۳۴

تاریخ جلوس نمودن بر تخت مرصع و وزیر اعظم شدن معتمد الدولہ -

چون شاہ زمن صاحب جود و انصاف — شد بر سر اورنگ مرصع جالس
گردید وزیر اعظمش ضیغم جنگ — کو ہست بہ غمار ز فراست فارس
ساز د قدم شاہ خزف را یاقوت — وز خاک در وزیر زر گردد مس
تاریخ سعید کرد ناسخ تحریر — شہ اسکندر وزیر ارسطالیس

کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ جناب سرورکائنات حجۃ الوداع سے پھرے تو غدیر خم کے مقام پر کہ ایک جگہہ مکے اور مدینہ کے درمیان مین ہے ۱۸ ذیحجہ کو سب صحابہ کو جمع کرکے حضرت علیؑ کی مولائیت کی بشارت دی تھی جس سے مراد یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا کے بعد امامت کے لیے اولے ہین پس اس تاریخ کو سنہ ۱۲۳۴ ہجری مین کہ ۹۔ اکتوبر سنہ ۱۸۱۹ء سے مطابق تھی شنبہ کے دن نوابی کی صورت سلطنت سے مبتدل ہوئی۔ اور بادشاہ کا لقب ابو المظفر معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر مقرر ہوا اور بزم جشن جلوس منعقد ہوئی۔ اب چتر وتخت لوازمۂ شاہی کی بھی ضرورت واقع ہوئی جنکی تیاری کے لیے دو کروڑ روپے ساہ گوبند لال پسر ساہ بہاری لال کی تحویل مین جمع ہو کر تخت اور چتر مرصع ومکلل جواہر کار اور کارچوبی شامیانہ تیار ہوئے۔ اس تخت کی کیفیت یہ ہے کہ یہ چاندی اور سونے سے بنایا گیا تھا اور اُس کے آس پاس چار حاشیے لعل اور زمرد اور یاقوت اور فیروزہ اور پکھراج اور موتی اور مونگے سے اس طرح کاریگرون نے لگائے تھے کہ وہ تارون بھرے آسمان کی طرح بہار دیتا تھا اور اُس تخت پر مخمل سُرخ کی مسند بچھی تھی اور اوپر ایک شامیانہ زربفت کا ایستادہ تھا جسکی جھالرون مین موتی اور مقیش ٹکے تھے چوبین اس شامیانے کی سونے اور چاندی کی تھین اور کلابتون کی ڈوریون سے تنا ہوا تھا۔ تخت اس شامیانے کے تلے تھا اور تخت کے سامنے چالیس گز لمبا بیس گز چوڑا ایک دوسرا شامیانہ کھڑا تھا جس کی تیاری مین سلمہ وستارہ ومقیش وکلابتون خرچ ہوا تھا۔

انگریزونکو بہت کچھ دیا گیا۔ رکھن صاحب رزیڈنٹ کو لاکھون روپے اور لاکھون کے تحائف دیے گئے اور تمام بڑے بڑے اہلکارون کو خلعت مرحمت ہوئے سات دن تک جشن رہا۔

سکہ جو سبحان علی خان نے موزون کیا ہے یہ ہے۔

سکہ زد بر سیم وزر از فضل رب ذو المنن   غازی الدین حیدر عالی نسب شاہ زمن

سکے پر ایک طرف یہ بیت تھی اور دوسری جانب دو مچھلیون اور دو شیرون کی تصویرین ایک دوسرے کے

محسوب نہ تھا لیکن مزاجاجی سے جو معتمد الدولہ کا دشمن تھا موافقت رکھتا تھا اس سے لیے
معتمد الدولہ کا دل اُس سے مکدر تھا دربار مین آنے کے واسطے اُسکو ممانعت تھی اس تھوڑے سے
عرصے مین آفرین علی خان ملک عدم کا رہرو ہوا۔ تاریخ وفات زیب قلم ہوتی ہے۔

چون محمد آفرین رحلت ازین عالم نمود — مدفن او شد بخاک آستان شاہ دین
چون نمودم فکر بہر سال تاریخ وفات — ہاتفی گفتا کہ ہے ہے کرد رحلت آفرین

اُس کا نائب میر حیدر بخش محاسبے مین مقید ہوا طوق اور زنجیر پہنی اور بڑی رسوائی کو پہونچا
پھر رزیڈنٹ کی سفارش سے جو آفرین علی خان پر مہربانی رکھتا تھا رہا ہوا مگر دربار مین بادشاہ
کے جانا پھر نصیب نہوا اور آفرین علی خان نے جو اپنے متروکے مین سے اُسکے لیے وثیقہ
سرکار انگریزی مین مقرر کیا تھا وہ بھی حاصل نہوا۔ یہ شخص مذہب امامیہ مین اتنا غلو رکھتا تھا
کہ صحابہ کے نام لکھ کر فرش کے تلے بچھوا لیے تھے تاکہ پائمال ہون لکھنؤ کی کربلاے تالکٹورہ مین اب تک
یہ بات موجود ہے میر حیدر بخش نے ایک کربلا بنائی ہے جو بہت مشہور ہے نام اس کا شبیہ
روضۂ امام علیہ السلام ہے۔ اُسکی تیاری کی تاریخ یہ ہے

در ایام غازی دستور ہند — کہ ہم نام حیدر بجود و عطاست
نہے رکن اقبال او ناظر ست — جہان آفرین خوان او دائماست
بدربار او سید باوفا — خدا بخش نامش بفضل خداست
بناکرد چون کربلا — بچشم جہان خاک او طوطیاست
زروے بشارت خرد سال او — بگفتا کہ این نقشۂ کربلاست

جب میر حیدر پر ہاتھ صاف ہوچکا تو معتمد الدولہ کی نظر حکیم مہدی علی خان پر پڑی
پہلے کئی لاکھ روپیہ اُنکے ذمے واجب وغیر واجب نکال کر طلب کیا اُنھون نے کہ دانشمند

صاحب رائے کہتا ہے:۔

بر تخت چو پادشاہ غازی بنشست — صد شکر خدا داد زبان مردم
تاریخ جلوس او مبارک باشد — ماہ ذی حجہ شنبہ با ہیزدہم

راجہ دیا کرشن کے انتقال ہونے پر اسکے بیٹے نول کرشن کو راجہ کا خطاب اور خالصے کی واصل باقی کی خدمت ملی اور بخشی گری کا عہدہ بیٹر چند کے تفویض ہوا تھوڑے عرصے میں نول کرشن کا فرد حساب بھی دست اجل نے چاک کیا تو عہدۂ دیوانی خالصہ پر راجہ میوہ رام مقرر ہوے اور راجہ بال کرشن پسر راجہ نول کرشن واصلباقی نویس ہوئے نواب روشن الدولہ بن مظفر علی خان بن بندہ علی خان وزیر دوم اور علی محمد خان بن نوازش علی خان بن نواب سالار جنگ وزیر سوم اور صمصام الدولہ مرزا مجو صاحب برادر محمد تقی خان وزیر چہارم مقرر ہوئے اور میر ندر علیخان فرزند میر افضل علی بائیسی والا کو جو معتمد الدولہ کا داماد تھا جرنیلی کا عہدہ دیا گیا اور اُس کی نیابت پر فقیر محمد خان مقرر ہوئے اور وزیر اعظم کی نیابت کا خلعت سبحان علی خان کو ملا اور خلیل الدین خان خلعت وکالت مطلق سے سرفراز ہوئے اور کچہریون کے نام اس روش پر تبدیل ہوئے۔ دارالانشا۔ دارالاجرا۔ صدر الصدوری۔ کچہری سلطانی۔ دفتر نظامت دفتر جرنیلی۔ دفتر دیوانخانہ۔ وغیرہ اور علاقۂ لکھنؤ کے زمینداورن نے اپنی عرضہ اشتین مبارکباد سلطنت کی نذرون کے ساتھ بھیجین اور راجگی اور رائے کے خطابون سے نامآور ہوئے اور بعض کوتہ اندیشون نے گڑھیان اور قلعے بنوا کر بغاوت اختیار کی۔

معتمد الدولہ وزیر اعظم اور اُن کے مخالفون کی چوٹین

آفرین علی خان خواجہ سرا جو آصف الدولہ کا غلام تھا گو معتمد الدولہ کے بدخواہون میں

مرزا حاجی سے قلبی عداوت تھی اس لیے وزیر اعظم نے اُنکے بھائی مرزا محمد محسن کو جنکے سلطانپور کے محاسبے مین جسکو اُس نے مرزا حاجی کی ضمانت سے اجارے پر لیا تھا اور سرکاری روپیہ ادا نکلیا تھا گرفتار کیا اور اُسکی علت مین دربار مین آنے کی ممانعت مرزا حاجی کے لیے بادشاہ کیطرف سے صادر کرائی۔ معتمد الدولہ نے یہانتک اُنکی تذلیل کی صورت نکالی کہ شہر سے مع گھر بار کے اخراج کا حکم صادر کرایا اور روانگی مین اتنی عجلت کی جو مرزا حاجی کی شان کے بالکل خلاف تھی مرزا حاجی پیادہ پا سر بازار تمازت آفتاب مین اپنے مکان سے نکلکر روانہ ہوے جو شخص دیکھتا تھا اُنکی شان و ثروت و عظمت و حشمت کو یاد کر کے روتا تھا۔ مرزا محسن بھی اُن کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اُنھون نے یہ تاریخ اپنے اخراج کی فی البدیہہ استخراج کی۔ ہاے غریبی (۱۲۳۸ھ)

تاریخ دیگر

میرزا حاجی کہ آن از سالہا در قید بود	ناگہان او را برون از شہر کردہ این فلک
سال حال سرگذشتش چون ز ہاتف خواستم	گفت مرزا حاجی بیچارہ رفتہ یک بیک

مرزا حاجی کے اخراج کی نسبت جو اسطرح حکم ہوا اُسکی علت یہ تھی کہ اُنھون نے میر غلام علی پسر میر حامد علی کی صلاح سے ایک برہمن یا راجپوت کو جیسا کہ محتشم خوانی مین لکھا ہے اور بقول خود میر غلام علی کو کئی ہزار روپے دینا لکھ کر معتمد الدولہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ حکیم واجد علی کے بیٹے کی شادی مین ایک دن محفل رقص و سرود منعقد تھی لکھنؤ کے بڑے بڑے آدمی شریک تھے اور معتمد الدولہ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور میر غلام علی بھی مسلح شریک محفل تھا اور معتمد الدولہ کے قتل کی تاک مین تھا۔ شیخ امام بخش ناسخ نے جنکے معتمد الدولہ با اخلاص شاگرد تھے اس بھید سے مطلع ہو کر فقیر محمد خان کی معرفت معتمد الدولہ کو خبردار کرایا فقیر محمد خان نے

آدمی تھے حکمت عملی سے کام لیا وکیل کی معرفت زر مطلوبہ بلکہ حساب سے کسی قدر زیادہ دیکر آیندہ کے لیے خلعت کے خواستگار ہوئے معتمد الدولہ بھی مصلحۃً غفلت دہی کے واسطے لطف وکرم سے پیش آئے اور چکلہ بہرایچ اُنکے علاقۂ قدیم پر اضافہ کیا۔ حکیم صاحب نے اس علاقے کا بندوبست بھی بخوبی کیا لیکن اُس علاقے کا ایک چودھری کہ صاحب دولت تھا معتمد الدولہ کے اشارے سے انتظام مین خلل ڈالنے لگا حکیم صاحب نے اُسکو تدبیر سے کسی شخص کے ہاتھ سے عدم کا راستہ دکھایا اور اُسکا تمام مال واسباب اپنی سرکار مین داخل کیا معتمد الدولہ کو اس معاملے سے بڑا صدمہ ہوا۔ حکیم مہدی علی خان ارسطوے وقت تھے اُنھون نے شاہجہان پور عملداری سرکار کمپنی مین جو محمدی سے نزدیک تھا جاکر عمارات بنوائین اور بتدریج اپنی تمام دولت وحشمت کو وہان پہونچادیا اور خود بھی وہان سکونت اختیار کر کے انگریزونکے ذریعہ سے بادشاہ کی خدمت مین لکھا کہ جو محاسبہ مجھسے لینا منظور ہو انگریزونکی وساطت سے لین مین اُسکے دینے کو موجود ہون لیکن لکھنؤ مین حاضر ہونے سے قاصر ہون ۔ معتمد الدولہ کے دل مین یہ خار کھٹکتا ہی رہا۔ اور مجبور ہو کر ظہور اس امر کا اپنی خوبی اقبال سے تصور کر کے زر محاسبہ تمام وکمال طلب کر لیا چونکہ شیخ ناسخ آغا میر کے دوست تھے حکیم صاحب کے چلے جانے کی اُنھون نے تاریخ کہی جسکا مادہ گریختہ (۱۲۳۵) ہے اور پہلا مصرع یہ ہے ؎

(کاشو بلاے بختش شلغم گریختہ) اور جب نوبت مرزا حاجی کی آئی تو یہ بھی بلاؤن مین مبتلا ہوئے ایام معطلی مین بھی وزارت کی امید پر اسباب امارت اُسی شان وعظمت کے ساتھ مہیا رکھا بتیس ہاتھی سو ڈیڑھ سو گھوڑے انکے فیل خانے اور اصطبل مین رہے انکی معطلی کے زمانے مین اکثر بادشاہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایک شیر خونخوار پنجرے مین بند کیا ہے جس وقت رہا ہو دیکھیے کس کس کو لقمہ کرے خلاصہ اس تقریر کا معتمد الدولہ کی طرف اشارہ تھا۔ معتمد الدولہ کو

جب معتمد الدولہ اُس سے پرخاش پر آمادہ ہوے تو اُن جوانون کے ساتھ دن کو تمام مال و اسباب لدوا کر بندوقین چھتیا تا ہوا شہر سے نکلکر کانپور کی طرف روانہ ہوا - اور در دولت کے پاس ایک کوٹھی اُسکی بنوائی ہوئی کمال پر تکلف موجود تھی - کانپور پہونچ کر نئی عمارتین بنواکر اُن مین رہنے لگا - چند عرصے کے بعد اُسکی لکھنؤ کی کوٹھی مسمار کرادی گئی -

اسی طرح امام بخش مردھے کو کسی قصور کی علت مین کشان کشان شہر سے خارج کیا یہ شخص بڑا دولتمند تھا اُس کے بیٹے کی شادی ہوئی تھی تو ہزار جوڑ قاب و کاسہ کے ایک رنگ دسترخوان پر چنے تھے اور دو تین لاکھ روپیہ اس کا بازار مین پھیلا ہوا تھا - امام بخش بریلی کو جو اُس کا قدیمی وطن تھا چلا گیا اور علاقہ زمینداری کا مول لیکر امیرونکی طرح رہنے لگا اور انگریزی درباردارون مین محسوب ہوا -

خلاصہ یہ ہے کہ معتمد الدولہ نے اپنے کسی مخالف کو باقی نہ چھوڑا اور بادشاہ کے پاس اب کوئی ایسا آدمی باقی نہ رہا جو تہ دل سے اُنکا خیر طلب ہو اور معتمد الدولہ کی بدخواہیونکی روک تھام کرتا ہو -

معتمد الدولہ کا روشن کہار کو زندہ درگور کرنا

روشن کہار جو نواب سعادت علی خان اور غازی الدین حیدر دونون کا معتمد تھا اور خزانہ حضور اور جواہر خانے کی کنجیان اُس کے پاس تھین - معتمد الدولہ نے ایکدن اُس سے کچھ روپے طلب کیے اُس نے بادشاہ کی اجازت بغیر دینے مین تامل کیا بلکہ بادشاہ سے معتمد الدولہ کی خیانت کی شکایت کی معتمد الدولہ نے بعض قومات اُس سے زبردستی لیکر اُنکا تغیر و تبدل کیا اور بادشاہ کی دہشت سے اُس کہار کو ایکدن ساتھ لیکر جہان اپنی عمارت

بنظر تقدم بالحفظ غلام علی خان سے ہتھیار طلب کیے جب وہ دینے پر راضی ہوا تو فقیر محمد خان نے اُسکے تپنچہ مارا غلام علی خان نے زخم کھا کر فقیر محمد خان کے تلوار ماری کہ اُنکا ہاتھ مجروح ہوا غلام علی گرفتار ہوا۔ جب یہ شخص برہنہ کیا گیا تو مہاجن کی ہنڈی دس ہزار روپے کی اُس کے بازو سے جو تعویذ کی طرح بندھی ہوئی تھی دستیاب ہوئی اس کاغذ نے شہادت عزم مرزا حاجی کی بادشاہ کے روبرو دی اور حکم اخراج کا جاری ہوا۔ اور غلام علی دائم الحبس ہو کر کئی برس کے بعد مرگیا یہ شخص بات کا اتنا پورا تھا کہ معتمد الدولہ نے بہت کچھ چاہا کہ اگر وہ اپنے اور مرزا حاجی کے گناہ کا اقرار غازی الدین حیدر کے سامنے کرے تو اُسکو رہا کر کے زر نقد دے مگر اُس نے نہ مانا

اب معتمد الدولہ کی فکر مظفر علی خان بن لطف علی خان کے دامنگیر ہوئی۔ یہ شخص سپاہی منش اور شجاع تھا اس کے متعلق دیوان خانے اور توپخانے کا کام تھا سوا بے بادشاہ کے دوسرے کی طرف سر جھکانے سے عار تھی۔ آخر کار امرت لال کایستھ کو جو نظم و نثر مین مرزا قتیل کا شاگرد تھا اور مظفر علی خان کا متصدی تھا پیش کر کے چند قصور مظفر علی خان پر رکھکر اُسکو خانہ نشین کیا۔

اس کے بعد اسد الدولہ معروف بہ غلامی کی تخریب کی طرف متوجہ ہوے یہ نواب سعادت علی خان کے غلامان پرورش یافتہ مین سے تھا اور اُنکی خدمت مین تقرب رکھتا تھا اور نہایت دلیر تھا اور صاحب ثروت تھا۔ چند متفرق علاقے اُس کے سپرد تھے اُسکی بہادری کے متعلق ایک واقعہ سن رکھنے کے قابل ہے کہ ایکدن غازی الدین حیدر نے ایک شیر کو پنجرے سے کھول کر حاضرین دربار سے فرمایا کہ دیکھین کون اسکو شمشیر اور چابک سے شکار کر سکتا ہے۔ میان غلامی نے اُسکے مقابل ہو کر چابکون سے اُسکا بدن ایسا اُتو کیا کہ وہ ناتوان ہو کر بیٹھ گیا اُس وقت سے اسد الدولہ خطاب پایا چار پانسو راجپوت اسکی رفاقت مین تھے

(۴) روشن علی یہ شخص سادات کا نام بدنام کرنے والا تھا سفلہ طبع خراب وضع بدزبان فحش گو ممساک وبخیل - نہایت بے مروت تھا نوکر کو تنخواہ اور بائع کو جنس کی قیمت دینا اس کے مذہب مین حرام تھا کوئی شخص علی الصباح اس منحوس کا نام زبان پر نہ لاتا تھا

(۵) میر اسد یہ شخص وجیہ سفید پوست لحیم وشحیم تھا چند کوٹھیون کی تحویلداری اس کے حوالے تھی ایکدن جائزے کے وقت ایک گھڑا خاک سے آلودہ کوٹھی مین رکھا ملا اُس کو باہر لاکر دیکھا تو کئی سیر طلائی ورقون سے بھرا ہوا تھا اُس نے وہ گھڑا اپنے گھر کو بھیجدیا اس قسم کی دولت سے مالامال ہوگیا تھا -

(۶) اشرف باورچی اس شخص کی بھی بخوبی دال گلی تھی ہزارون روپے جمع کرکے دولتمند ہوگیا تھا -

(۷) میر بندہ علی بن شاکر علی یہ شخص قوم کا حمامی تھا نہایت ذلیل اوقات تھا مہاراجہ دولت راو سیندھیا کی سرکار مین پہونچ کر مسخرے پن کی بدولت کچھ سرمایہ بہم پہونچایا اور وہان کسی طوائف کی لڑکی پر جو مہاراجہ کی منظور نظر تھی آنکھ ڈالتا تھا اس قصور مین اُس سرکار سے نکالا گیا ٹوپی ترک سوارونکی طرح سر پر رکھتا تھا اپنے آپکو سید کہکر پہلے سیاہ لباس عشرہ محرم کا اور نذر کی اشرفی اور طلائی زنجیر جو ہمیشہ نذر سادات ہوتی تھی معتمد الدولہ کی سرکار سے حاصل کیا کرتا تھا - آخر مسخرگی اُسکی اسقدر چلی کہ کبھی حسب الحکم سر بزم اُسکی مقعد غیرت شمع بنتی تھی اور کبھی مولی اُسکی کون مین رکھا کر بکریان اُسکے پیچھے دوڑائی جاتی تھین اور یہ کیفیت دیکھکر معتمد الدولہ اور حضار مجلس ہنستے ہنستے دیوار قہقہہ بن جاتے تھے ایکدن موش مسلم حلق مین اُتار گیا انھین وتیرون مین لاکھون روپے کا آدمی ہوگیا ایک ایک دن مین پچاس پچاس ہزار روپیہ اور پشمینہ وغیرہ کی گاڑیان انعام پاتا تھا - نوجوان عورتین اپنے نکاح مین لاکر

بن رہی تھی وہان پہونچے اور کسی کو اشارہ کیا کہ اُس نے روشن کو خندق مین ڈھکیل کر مٹی سے
اُس کو پاٹ دیا معتمد الدولہ نے بادشاہ کو خبر کی کہ روشن مرگیا۔

خیرخواہان معتمد الدولہ

(۱) اعظم علی خان یہ ایک بازاری شخص محض ناخواندہ لڑکپن سے معتمد الدولہ کا رفیق تھا
جب معتمد الدولہ نیابت اور وزارت کی دولت کو پہونچے تو کاغذ اور قلمدان اور نذر کی اشرفیان
اعظم علی کے ہاتھ مین رہتی تھین پہلے دوشالہ اور پوشاک وغیرہ انعام مین پاکر معتمد الدولہ
کے مزاج مین مداخلت کلی حاصل کی اور رفتہ رفتہ مخفی امور مین محرم راز ہو کر خزانہ اور توپخانہ
وغیرہ تمام کارخانون کی افسری حاصل کی اور انعام واکرام اور امانت وخیانت مین اسقدر
دولت کثیر ہاتھ آئی کہ کروڑپتی مشہور تھا اسکی عمارتین بھی معتمد الدولہ کی عمارتون کے برابر اُسی کروفر
سے تعمیر ہوئین ابتک وہ عمارات باقی ہین اور ایک کوٹھی فلک فرسا نول دروازے مین موجود ہے
اور جسوقت سوار ہوتا تھا تو شہر و بازار مین ہزار پانسو روپے فقیرون اور محتاجون کو تقسیم کر ڈالنا بات
نہ تھی اُسکے خدمتگار بیش قیمت پوشاکون سے آراستہ رہتے تھے اور ہزارون روپیہ رقص وطرب مین
جا وبیجا صرف ہوتا تھا معتمد الدولہ کے نوکرون مین ایسا صاحب ہمت اور نیکنام دوسرا آدمی نہ تھا
(۲) ٹیپو خان جو شتر سوارون مین پندرہ روپے کا نوکر تھا معتمد الدولہ کی رفاقت مین اُسکی
دولت نے یہ ترقی کی کہ ہزارون روپیہ کنکریون کے مانند طوائفون کے انعام مین صرف ہوتا تھا
نہ حرف شناس تھا نہ کتاب مروت کا سبق پڑھا تھا اکثر چوپایون کے کارخانے اُسکے متعلق تھے۔
(۳) سنگین خان یہ شخص عدالت العالیہ مین مداخلت رکھتا تھا شراب کثرت سے پیتا تھا ہمیشہ نشے
مین متوالا رہتا تھا اسکی بدولت فاحشہ عورتین اور کسبیان مالامال تھین یہ شخص بیچارہ محض تھا۔

دور دور مشہور تھا۔

معتمد الدولہ کے اسراف کا تھوڑا سا بیان اور بادشاہ کو شراب اور بھنگ کے نشے پر لگا کر غفلت مین ڈالدینا

معتمد الدولہ نے ایکدن ایک فراش کو نہایت مغموم و محزون دیکھا اُس سے سبب دریافت کیا اُس نے عرض کیا کہ میری بیٹی جوان قابل شادی ہو گئی ہے اور میرے پاس اس قدر روپیہ نہین کہ اُس کے سامان جہیز کے بارگران سے سبکدوش ہو جاؤن۔ معتمد الدولہ نے چوبدار کو حکم دیا کہ اعظم علی خان سے دریافت کرے کہ آج کی آمدنی خزانے مین کس قدر جمع ہے معلوم ہوا کہ لاکھ روپے کسی عامل کے مرسلہ آئے ہین۔ معتمد الدولہ نے اُس فراش کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تیری قسمت مین اسی قدر آمدنی تھی جلد اعظم علی خان سے لے لے اُسیوقت وہ روپیہ ہاتھیونپر بار ہو کر اُسکے گھر مین پہونچا۔

(۲) ۱۸۳۱ء مین شیخ امام بخش ناسخ کو سوا لاکھ روپیہ قصیدے کے صلے مین دیا۔

(۳) معتمد الدولہ کے ہر ایک رفیق کے مصارف مین دس بارہ ہزار روپے اور کم سے کم دو تین ہزار روپے ماہوار آتے تھے۔

ایسے ایسے مصارف نے سلطنت کے خزانے کو کھوکل کر دیا تھا معتمد الدولہ کی نیابت اور وزارت کے زمانے مین ایک کوڑی خزانے مین داخل نہوئی تمام آمدنی ملک کی معتمد الدولہ کی فرمائشات مین کام آتی تھی ایکدن سبحان علی خان نے معتمد الدولہ کی آنکھون سے غفلت کے پردے کھولے اور عاقبت اندیشی کی باتین سوجھائین اور کہا کہ انجام اس اسراف کا کیا ہونا ہے مناسب ہے کہ وہ فکر کیجائے کہ انتظام ملک و خزانے کی صورت ظہور مین آئے

محلہ ترسنی گنج مین عالیشان عمارت بنوائی تھی ـــ

اس قسم کے بیسیون آدمی معتمد الدولہ کی مصاحبت مین تھے جنکا ذکر طوالت کے خوف سے یہان ترک کیا گیا۔

ایسے لوگونکے علاوہ عمدہ اور مہذب اور صاحب علم آدمی بھی اس سرکار مین تھے اُنھون نے وہ دولت پیدا کی تھی کہ معتمد الدولہ کے زوال کے بعد برسون عیش و عشرت مین اُن کی اوقات بسر ہوئی اُن مین سے بعض کا یہان تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) سبحان علی خان۔ یہ شخص علامہ عصر اور بہمہ صفت موصوف۔ نثار بے نظیر عالی فکر خوش تدبیر تھا معتمد الدولہ انکے بغیر مشورے کے کوئی کام نہ کرتے تھے۔

(۲) تاج الدین حسین خان ذیعقل ارسطوے عہد تھے کمبوہونکی قوم مین ایسا آدمی کم گذرا ہے۔

(۳) فقیر محمد خان گویا تخلص یہ صاحب بخشی محمود خان آفریدی مدار المہام نواب قائم خان بنگش والی فرخ آباد کے خاندان سے تھے۔ شجاع اور دلیر آدمی تھے شعر و سخن سے بہت ذوق و شوق تھا صاحب دیوان ہین شیخ امام بخش ناسخ سے مشورہ تھا۔

(۴) مینڈو خان یہ صاحب بدل بیگ خان رئیس دہلی کے خاندان سے تھے قوم کے مغل خاندان ترک جیک سے تھے مستاجری ملک کی بدولت انھون نے بڑی ثروت پیدا کی تھی

(۵) مولوی خلیل الدین خان فرزند قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان خاندان جمیل الدین خان تورانی سے تھے۔ جو نواب شجاع الدولہ کے عہد مین رسالہ دار تھے اور قصبۂ کاکوری کے رؤسا مین شمار پاتے تھے۔ خلیل الدین خان جامع فنون صاحب علم و کمال اور دولتمند خوش اقبال تھے۔

(۶) حکیم واحد علی خان موہانی یہ صاحب علم طب مین جالینوس ثانی تھے ـــ

(۷) ساہ بہاری لال فرخ آبادی اور اُس کا بیٹا گوبند لال ساہوکار انکی دولتمندی کا شہرہ

رفیقونکے دوسرونکی مداخلت نہو اور آمدنی ملک میرے قبض و تصرف مین رہے (۳) لکھنؤ کے متمول لوگون سے جسطرح بنے روپیہ لیا جائے (۴) سپاہ شاہی کے مصارف مین کمی ہو اس صیغے سے روپیہ ہاتھ لگے چنانچہ فوج مین نذرانے کا قاعدہ جاری کیا اور ہر پلٹن اور رسالے سے بیس ہزار تیس ہزار روپیہ پیشگی وجہ نذرانہ مین لینا شروع کیا۔ ساہوکارون اور اہل حرفہ سے بھی روپیہ کھینچنا شروع کیا۔

معتمد الدولہ کا بادشاہ کو انتہا درجے کا دھوکا دینا کہ بعض آدمیونپر اُنکو بھوت پلید کا یقین دلا دینا اور بعض زندہ آدمیون کو اُنکے سامنے مُردہ ظاہر کرنا اور جبکہ بادشاہ کا کسی موقع پر اُنکو دیکھکر پہچان لینا تو معتمد الدولہ کا اور اُن کے ایما سے تمام حاضرین کا اُنکو جن یا صورت مثالی ثابت کرنا

(۱) کالکا داس گوٹہ کناری والا زمرۂ اہل حرفہ سے ایک دولتمند آدمی تھا اُس نے لاکھ روپے کا مال فرمائشات محلات معتمد الدولہ مین دیا جب وہ اپنے روپے مانگنے لگا تو معتمد الدولہ کے کارپردازون نے اُس حماقت شعار کو پری کی مانند اس طرح شیشے مین اُتارا کہ اگر بادشاہ سلامت کی قدمبوسی تجھکو حاصل ہو جائے تو ہم چشمون مین عزت کا باعث ہو وہ دیوانہ فریب مین آگیا اور معتمد الدولہ کی خدمت مین حاضر ہو کر منت و سماجت کے ساتھ خلعت بادشاہی کا اُمیدوار ہوا۔ معتمد الدولہ کہ اسی فکر مین تھے اُس کو اپنے ساتھ دیوان خاص بارہ دری سلطانی مین لیجا کر ایک مقام پر بٹھا دیا اور کہا کہ مین بادشاہ سے عرض کر کے تدبیر حصول خلعت عمل مین لاتا ہون

سبحان اللہ معتمد الدولہ نے اسکا انتظام اس طرح کیا کہ بادشاہ کو جو امراض ورم جگر و استسقاء و صلابت معدہ وغیرہ مین مبتلا تھے حکیم مرزا علی وغیرہ اطبا ے سلطانی کے سازوبانسے جام شراب اور پیالہ بھنگ پر گو انکار تھا رکھ لیا اور افراط کی نوبت اس حد کو پہونچی کہ شام سے صبح تک اور صبح سے شام تک عالم مخموری اور نشے مین گذرتی تھی اتفاقاً اگر کسی وقت بادشاہ ہوش مین آکر امور سلطنت کی طرف توجہ فرماتے تھے یا کسی معاملے کا استفسار کرتے تھے تو معتمد الدولہ سر اور دستار اُنکے قدم پر رکھ کر عرض کرتے تھے کہ پہلے حضور جام صحت بخش جو باعث تندرستی اور اعتدال مزاج عالی کا ہے نوش فرمالین پھر خانہ زاد ہر قسم کی کفش کاری کا سزاوار ہے اور سرکاری آبدار و نکو تاکید تھی کہ میرے حضور اور غیبت مین کسی وقت پانی مسکرات سے خالی نہ رہے اس پردۂ غفلت مین معتمد الدولہ اپنا کام نکالے جاتے تھے - اور رزیڈنٹ سے منشی غلام حسین خان کی معرفت میل پیدا کر لیا - اور معتمد الدولہ نے مفتی خلیل الدین خان کو کلکتے بھیج کروہ کارروائی کی کہ اخبار صحیفۂ لکھنؤ کا جو کلکتے مین چھپا کرتا تھا لکھنؤ مین آنا موقوف ہوا بلکہ اہل اخبار کے ساتھ کچھ ایسا سلوک کیا کہ جو پرچہ دفتر شمس الاخبار یا جام جہان نما کا کلکتے سے آتا تھا اُس مین غازی الدین حیدر کی تعریف کے سوا لکھنؤ کے متعلق اور مضمون نہین ہوتا تھا اور رزیڈنٹ بھی معتمد الدولہ کی پاس خاطر سے یہان کی کیفیت گورنر جنرل کو نہین لکھتے تھے جو آخرکار بدنامی کا باعث ہوا -

معتمد الدولہ کی طمّاعی

معتمد الدولہ کو چار فکرین پیدا ہوئین (۱) جس طرح ہو سکے جو کچھ خزانۂ سلطانی سے نکلے میرے گھر مین داخل ہو (۲) ملک کا بندوبست اسطرح قرار دیا جائے کہ سوا میرے

کہ ہمراہ تھے اُنھون نے چارون طرف نظر دوڑائی کارپردازان سواری نے کہ نظر شناس تھے تعمیل حکم بادشاہ سے چشم پوشی کی اور اپنی جگہ سے نہ ہلے اور وہ تینون وزیر بھی معتمد الدولہ کی آنکھین دیکھتے رہے اور باہم چار آنکھین ہوکر صورت آئینہ متحیر بن گئے بادشاہ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ سب نے بالاتفاق ایک زبان ہوکر عرض کیا کہ حضور کو اللہ نے چشم پرنور جہان بین عطا کی ہے ظاہر و باطن کے پردے کھلے ہین جو کچھ حضرت ملاحظہ فرماتے ہین ہم سب لوگ ہرگز نہین دیکھ سکتے حاصل کلام یہ ہے کہ بادشاہ کی زبان پر یہ کلام تھا کہ وہ ہے وہ ہے اور ان کورنمکون کی زبان پر دیدہ و دانستہ یہ حرف تھا کہ کہان ہے کہان ہے بادشاہ کو یقین کامل ہوگیا کہ یہ صورت لباسی تھی - اس طرح کی حکایتین بہت ہین ناظرین اُولوالابصار کو بطریق نمونۂ اقتدار معتمد الدولہ معلوم کرنے کو اسی قدر کافی ہے -

نظامتون کی تقسیم اور انتظام مُلک کی کیفیت معتمد الدولہ اور اُنکے رفقا کا عین المال سلطنت کو خُرد بُرد کرنا

معتمد الدولہ نے چکلۂ بلسواڑہ جسکی آمدنی نواب سعادت علی خان کے عہد مین ۲۰۵۰۰۰ ۲ روپیہ تھی اپنے سمدھی روشن الدولہ کو سرکار شاہی سے دلایا اس چکلہ سے چار پانچ لاکھ روپے خسارۂ مُلک کے نام سے خزانۂ معتمد الدولہ مین سات برس تک برابر داخل ہوا کیے اور باقی جمع معتمد الدولہ کی فرمائشات اور تنخواہ سپاہ متعینہ اور صرف ناظم مین لگی ایک کوڑی بھی خزانۂ شاہی مین داخل نہوئی اسّی لاکھ روپے عین المال کے اس عرصے مین روشن الدولہ نے خرچ کیے - روشن الدولہ کے ایک ایک رفیق کا پانچ پانچ سات سات سو روپیہ درماہہ تھا -

یہ کہکر وہ تو سراپردہ سلطانی مین چلے گئے اور یہ دیوانہ پری زدہ تمنائے خلعت کے نشاط مین پھولا ہوا بیٹھا تھا کہ اتفاقاً بادشاہ بارہ دری مین چلے آئے اور اُسکو بہت کریہ لحیم وشحیم دیکھکر فرمایا کہ یہ کون ہے ملازمون کی مجال نہ تھی کہ معتمد الدولہ کے ساتھ لائے ہوئے کو زبان پر لائین خاموش رہے بادشاہ نے فرمایا کہ ہم مدت سے سنتے تھے کہ اس جگہ دیو پلید کا مقام ہے عجب نہین کہ وہی ہو نظر بند رہے حکم سنتے ہی لوگون نے دست بدست پکڑکر گرفتار کیا۔ اور اس درجہ کشاکش ہوئی کہ وہ سہم گیا سمجھا کہ جان و دولت اور ناموس وعزت پر پانی پھرا اور ہم چشمون مین ذلیل ہوا۔ معتمد الدولہ کے قدمون پر سر رکھکر زارنالے شروع کیے۔ معتمد الدولہ نے اُس بوالہوس سے زر مذکور کی فارغخطی لیکر بلکہ شے زائد حساب جرمانہ مین لکھواکر رہا کیا وہ اپنی جان وعزت لیکر کافور ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو بادشاہ پھر وہان آئے دریافت فرمایا کہ وہ دیو کہان ہے کسی کو مجال و قدرت نہ تھی کہ اصل حال کو بیان کرے ادھر اُدھر اُسکی تلاش مین دوڑے آخر کار معتمد الدولہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالے نے بندگان حضور کو لباس کرامت ظاہری اور باطنی سے آراستہ فرمایا ہے اصل مین وہ مرد پلید بیشک دیو سیاہ تھا کہ اس چوکی اور پہرے سے جہان فرشتہ پر نہین مار سکتا عنقا کی صورت غائب ہو گیا اور اُن تینون وزیرون اور حاضرین نے بھی معتمد الدولہ کے کلام کی تائید کی جس سے وُہ بلا معتمد الدولہ کے سر سے ٹلی۔

(۲) ایک دوسری حکایت اس سے بڑھکر ناظرین تاریخ سُنین کہ ایک شخص تھا جس پر غازی الدین حیدر کو نظر التفات تھی اور چند روز سے اُسکی تلاش مین تھے۔ معتمد الدولہ نے آزردہ ہوکر اُسکو حکم دیا کہ تو اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھنا اور بادشاہ سے یہ بات بیان کی کہ وہ شخص مرگیا ایکدن شامت اُس بیچارے پر سوار تھی کہ اُس نے قدم گھر سے باہر رکھا تھا کہ اتفاقاً بادشاہ کی سواری اُس پر نگاہ جا پڑی حکم دیا کہ یہ فلان شخص ہے جلد حاضر کرو معتمد الدولہ

تاج الدین حسین خان اور سپاہ متعینہ کے صرف مین خرچ ہوتی تھی ایک حبہ سلطانی خزانے
مین داخل نہوا - تاج الدین حسین خان نے بنارس اور کانپور مین ہنڈی کی دکانین کھولین
اور لکھنؤ و کانپور مین بڑی بڑی عمارتین بنوائین ضبطی حاکم سابق کے سوا بائیس لاکھ روپے
نقد آمدنی سرکاری کے خان مذکور پر متصدیان دفتر کے حساب سے واجب الادا تھے -

اور اسی طرح جو علاقہ اور چکلہ فقیر محمد خان اور مینڈو خان کے تفویض تھا اُنکی آمدنی
لنکے رسالونکی تنخواہ مین محسوب تھی اور کچھ معتمد الدولہ کی فرمائشات مین صرف ہوتی تھی سرکاری
خزانے سے کچھ واسطہ نہ تھا -

اور جو علاقہ ساہ جی کے متعلق تھا وہ معتمد الدولہ کی جیب خاص کہلاتا تھا
چکلہ بہرائچ میر ہادی خان مخاطب بہ سیف الدولہ بن میر زین العابدین خان کے
متعلق تھا یہ علاقہ نہایت سرسبز اور شاداب تھا - اس چکلہ مین محصولات زمین کی آمدنی
کے سوا ایک دوسری آمدنی یہ بھی کہ ایک قوم سَرب کھوّا یعنی گیدڑ اور سانپ کی
کھانے والی دزدی پیشہ ڈاکہ زن بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ گنگا اور گھاگرہ کے کنارے
دشوار گزار مقام مین رہتی تھی اور سوداگرون - مہاجنون اور مسافرون کا مال و اسباب
لوٹتی تھی اور سپاہ انگریزی کے آدمی جو اپنی فوجون سے رخصت یا رضا لیکر اپنے وطن کو جاتے
تھے اُنکو جنگل مین مار کر اُنکی کمرونکی ہمیانیان کھول لیتی تھی سیف الدولہ نے اس قوم کا ایسا
قلع وقمع کیا تھا کہ اُس کے انتظام سے سب اطاعت و فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے تھے
اور بہت سا روپیہ نذر کرتے تھے یہان سے بھی معتمد الدولہ کی سرکار مین نصف روپیہ
پہونچتا تھا اور دفتر دیوانی کے متصدی مالامال تھے -

عاملونکی طرف سے خزانۂ شاہی مین روپیہ کی ارسال آنا بند ہو گئی اور عاملون سے

چکلۂ محمدی اول ساہ گوبند لال نے اس شرط سے لیا کہ بعد خرچ سپاہ و فرمائشات جو کچھ پس انداز ہوگا سرکار مین پہونچاتا ہونگا -
علاقۂ سلطان پور - کہ چوبیس لاکھ روپے کا تھا تاج الدین حسین خان کو دیا اور آخر عہد معتمد الدولہ تک اُن پر بحال رہا - تاج الدین حسین خان کا لشکر محمد شاہ کے لشکر کا جواب تھا چاندنی چوک آراستہ کیا سیکڑون طائفے ارباب نشاط کے جمع کیے اور دُکانین ہر پیشے کی جیسے بزازہ اور صرافہ اور نان بائی اور حلوائی وغیرہ موجود تھین اور توپخانہ سپاہ بھی اسی عظمت کے ساتھ تھی - غلام حسین خان سابق چکلہ دار نواب سعادت علی خانکا آبرو دیا ہوا تھا اور اسقدر دولتمند تھا کہ سو پچاس چھکڑے خزانے سے معمور ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتے تھے یہ شخص کمال جری اور شجاع تھا - اُسکے عہد حکومت مین چکلے کا حال بہت اچھا تھا چونکہ لاوارث فوت ہوا اُس کا لاکھون روپے کا مال تاج الدین حسین خان کے ہاتھ لگا اور اسی قوت سے ایسے ہاتھ پانٔون نکالے کہ جادۂ اعتدال سے گذرے - ایک زمیندار ایک لاکھ اور کئی ہزار روپے کا باقی دار تھا اور قلعہ بند ہوکر اُس نے مقابلہ شروع کیا ایکدن مجلس عزاے حضرت امام حسینؑ مین تنہا بیک بینی و دو گوش آموجود ہوا اور اپنے نام کا پتا دیکر بیان کیا کہ مین حضرت امام حسینؑ کی ضمانت سے حاضر خدمت ہوا ہون اب چاہو بخشو اور چاہو قتل کرو اُس وقت تاج الدین حسین خان سے اسکے سوا کچھ بن نہ آئی کہ اُسکے محاسبے کا کاغذ اپنے دفتر سے لیکر چاک کرکے پانی کے حوض مین ڈالدیا اور فارغخطی دیکر رخصت کیا عشرۂ محرم مین تاج الدین حسین خان کا لاکھون روپون کا صرف تھا گویا یہ علاقہ اُنکی جاگیر مین تھا یہی دفعہ چکلہ دار سابق کی ضبطی سے تھوڑی سی رقم خزانۂ شاہی مین داخل ہوئی اور بعد اسکے کچھ آمدنی دست برداشتہ معتمد الدولہ اور سبحان علی خان کی فرمائشات مین آتی تھی بلکہ جملہ

معتمد الدولہ کے ہاتھ سے مجبور رات دن مخمور بادۂ غفلت مین شیشۂ دل عاشق کی طرح چور

ہین جب یہ باتین پیش آتی تھین تو بادشاہ قسم دلاکر تسلی آمیز کلام سے پیش آتے تھے ۔

راجہ بختاور سنگھ کی عزت افزائی

غازی الدین حیدر نے مسند نشینی کے بعد بختاور سنگھ کو خطاب راجگی بخشا اور خدمت

صاحبت و منصب داروغگی تحویل جیب خاص کا خلعت گران بہا عطا فرمایا ۔

جب نواب نے بادشاہی کا خطاب لیا تو راجہ بختاور سنگھ کو ایک خلعت فاخرہ دیا

ور اپنی وہ خاص تلوار جو بادشاہ اُس وقت لگائے ہوئے تھے اپنی کمر سے کھولکر راجہ صاحب کو

عطا کی یہ وہ تلوار ہے جو عباس صفوی بادشاہ ایران نے شہنشاہ دہلی کو بھیجی تھی اور احمد شاہ بن

محمد شاہ بادشاہ دہلی نے نواب صفدر جنگ کو عطا فرمائی تھی اس پر یہ عبارت کندہ ہے

بندۂ شاہ ولایت عباس

ایک روز حضرت بادشاہ ہاتھی پر سوار شراب کے نشے مین چور چلے جاتے تھے

راجہ صاحب بھی ساتھ تھے کشتی کے ایک پل سے گذرنا چاہا راجہ بختاور سنگھ نے اُس پل کو غیر

مضبوط خیال کرکے بادشاہ سے دست بستہ عرض کیا کہ یہ پل مخدوش ہے اس طرف سے

حضور عطف عنان فرمائین لیکن بادشاہ نے کسی طور سے اس امر کو نہ سُنا اُسوقت راجہ نے دلاورانہ

جان نثارانہ بادشاہ کو ہاتھی سے اُتار لیا اور فیلبان سے کہا کہ تم ہاتھی پل پر لیجاؤ جیسے ہی

ہاتھی پل پر پہونچا اُس کے بوجھ سے پل شکست ہوگیا اس وفاداری اور خیر اندیشی سے

بادشاہ نے خوش ہوکر وہ تلوار عطا فرمائی جو نواب صفدر جنگ کو بروقت وزارت

دہلی سے ملی تھی ۔

ایک ادنی محرر تک کسی کو اسبات کی پروا نہ تھی کہ کوئی شخص ہمارا گریبان گیر ہوگا اور علاقونکی آمدنی کے گلچھرے اُڑانے مین مصروف تھے - ظفر الدولہ کپتان فتح علی افسر خزانہ اس بات سے نہایت برافروختہ خاطر تھے کہ بادشاہ کو آمدنی کی کچھ پروا نہین ہے جو کچھ صرف ہوتا تھا خزانے سے نکلتا تھا - جب بادشاہ کے رشتہ دارون اور سیاہ اور شاگرد پیشہ اور امراے لکھنؤ کی تنخواہ کا تقاضہ ہوتا تو اُنکو کچھ علی الحساب دیکر اُنکی زبان بندی ہوتی تھی یا خزانے پر گذرتی تھی اور سائر اور گنجیات شہر کی آمدنی اسقدر نہ تھی جو اس خرچ کو کفایت کرتی اور غلے کی گرانی اس درجہ ترقی پذیر ہوئی کہ نواب سعادت علی خان کے عہد مین گیہون ایک روپیہ مین بیس سیر سے کم نہین بکے اور اس عہد دولت مین ابتداے جلوس سے آخر تک آٹھ دس سیر سے زیادہ فروخت نہین ہوے

ظفر الدولہ فتح علی خان کپتان اور معتمد الدولہ مین نزاع پیدا ہونا

حقیقت مین ظفر الدولہ ریاست کے بہت بڑے خیر طلب اور دولت خواہ تھے اگر اس شخص کا قدم اس راہ مین نہوتا تو خدا معلوم کیا نوبت گذرتی جب پانچ چھ کروڑ روپے خزانے سے ان صورتون مین خرچ ہو چکے تو ظفر الدولہ کی زبان پر حرف شکایت علانیہ آنے لگا اور معتمد الدولہ نے اُنکی جان و حرمت کے درپے ہو کر اسقدر تنگ پکڑا کہ ظفر الدولہ نے خزانہ اور جواہر خانہ اور توشہ خانہ کی کنجیان بادشاہ کے روبرو رکھدین اور کعبۃ اللہ اور کربلاے معلے کے لیے خواستگار رخصت ہوئے لیکن یہ صورت ظہور مین نہ آئی اور کچھ دنون یہ معاملہ اسی طرح سے اُلجھا رہا - جب ظفر الدولہ ہمہ تن عازم سفر کربلا ہوئے محلات سُلطانی کو یقین کامل ہوا کہ اب کوئی پشت و پناہ ہمارا سرکار شاہی مین نہین رہا - سب محلات نے باہم اتفاق کرکے بادشاہ سے عرض کیا کہ جب ظفر الدولہ جاتے ہن تو ہم بھی رخصت کے امیدوار ہین کس لیے کہ حضور

زر امانت بادشاہی خزانے مین داخل کرو اور اُنکے تمام رفقا کی آمد و رفت بند کی اور عظیم اللہ
ورحیم اللہ قوم حجام کہ نصیر الدولہ کے رفیق و مشیر تھے اُنکی طلبی کا حکم جاری ہوا اور عظمین طوائف
کہ عظیم اللہ کی آشنا تھی اسکو بھی گرفتار کراکے بلوایا اور چوکے پہرے اُسکے گھر پر مامور کیے عظیم اللہ نے
عالم اضطراب مین سواے رجوع ہونے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا اسلیے زر مذکور دینا مناسب سمجھا
اور نواب نصیر الدولہ بھی عظیم اللہ کی رہائی معتمد الدولہ کے پنجۂ غضب سے غنیمت سمجھے۔

اسکے بعد نواب جلال الدولہ مہدی علی خان کی نوبت آئی یہ نواب سعادت علی خان کے
سب فرزندون مین چھوٹے تھے اور نواب کو اپنے اس چھوٹے بیٹے سے بہت محبت تھی اور
مہدی علی خان کی مان خاص محل جسکا پہلے ٹاٹ محل خطاب مشہور تھا سب بیگمات سے
نواب سعادت علی خان کے نزدیک زیادہ محبوب تھی اس بیگم کے پاس امانت مین نقد
کروڑ روپے سواے جواہرات کے تھے جو ماہولال کایستھ دیوان خانگی کی تحویل مین اس شرط
سے تھے کہ اُنکا منافع جمع کیا کرے ماہولال نے ان روپون مین سے دو تین لاکھ روپے
لیکر تعمیر عمارت مین صرف کردیے تھے اور اسقدر بد اطواری کے ساتھ عیش و عشرت مین مشغول ہوا
کہ خاص محل پر بدنامی کا حرف آیا اور یہ کیفیت معتمد الدولہ نے بادشاہ کے گوش گزار کردی
اور رزیڈنٹ کو اطلاع دیکر کروڑ روپے کا محاسبہ اُنکے سرون پر رکھا گیا اور ماہولال کو
کشان کشان بے آبروئی کے ساتھ بلواکر پہلے بہت بُرا بھلا کہا اور پھر ایک لکڑی مین بند کرکر
ایسا عذاب دیا اور اتنا پٹوایا کہ اُسکی جان زار لبونپر آگئی۔ جلال الدولہ بھی اس متصدی سے
اس لیے رنجیدہ خاطر تھے کہ جب یہ جوش شباب مین روپیہ خرچ کے واسطے طلب کرتے تھے
تو وہ مقدار مناسب سے زیادہ نہین دیتا تھا حسن اتفاق سے اُسی زمانے مین غازی الدین حیدر
نے پچاس ہزار روپے ولادت فرزند کی تقریب مین صرف کرنے کے لیے جلال الدولہ کو

نواب سعادت علی خان کی بیگمون اور بیٹون اور نوکرون کے ساتھ معتمدالدولہ کی سخت گیری

نواب شمس الدولہ چونکہ بنارس کو چلے گئے تھے وہ تو لکھنؤ کے مخمصون سے آزاد تھے غازی الدین حیدر کے باقی بھائی جو یہان موجود تھے اُنکو معتمدالدولہ نے بہت دق کیا۔ اُنکی تنخواہین اُنکو دستیاب نہوتی تھین یہانتک کہ بادشاہ سے علی الاتصال نوبت عرض معروض کی آئی اور رزیڈنٹ نے بھی بادشاہ سے اُنکی سفارش کی اور اُنکے تصفیۂ معاملات مین قدم رکھا پہلے نواب نصیرالدولہ جو بادشاہ سے چھوٹے بھائی تھے مگر دوسرے بھائیون سے بڑے تھے تنخواہ کے خواستگار ہوئے۔ معتمدالدولہ نے عرض کیا کہ اگر حساب نام بےحسابی کا ہے تو جو کچھ حکم ہو بجا لاؤن اور اگر حساب کوئی چیز لائق شمار کے ہے تو نواب سعادت علی خان کے خزانے کے کاغذات سے یہ بات ثابت ہے کہ نصیرالدولہ حساب مقدمات مالی و ملکی کے بالکل مالک تھے اور دیوانی اور دیہات خالصہ کے جملہ امور اُن سے متعلق تھے شمس الدولہ کا صرف اخبار اور خبرنیلی کے کام سے تعلق تھا اور اسلیے قطع نظر رجوع مقدمات کے وقت عاملون سے سالہا سال زر نقد جو اُنکو دستیاب ہوا اُس سے اُنکا صاحب دولت و ثروت ہونا سب پر ظاہر ہے کہ کوئی دولت مین اُنکے ہم پلہ نہین ہے اور چوراسی لاکھ روپیہ نقد امانت اُنکی تحویل مین جمع ہے اُسکو منافع سمیت خزانۂ عامرہ مین داخل کرین بعد اسکے تنخواہ کا حساب پیش فرمائین یہ پیچدار تقریر سنکر بادشاہ اور رزیڈنٹ نے کہا کہ بیشک زر امانت لے لینا چاہیے اور اُن مفسدونکو سزا دینی مناسب ہے اُسی وقت ایک توپ اور نجیبون کا تمن اور تلنگونکی کمپنی نواب نصیرالدولہ کے دروازے پر بھیجکر اُنکو تاکید کی کہ نواب سعادت علی خان کا

رہتے تھے وہ شاہ میر خان کی بحث مین خفا ہوکر کانپور عملداری انگریزی مین چلے گئے لیکن رزیڈنٹ لکھنؤ نے واپس اُنکو بلوالیا اور معتمد الدولہ نے اُنکے چھوٹے بھائی مرزا جھجو کو وزیر چہارم مقرر کیا اور صمصام الدولہ خطاب دلایا۔

بادشاہ بیگم کے حالات۔ نصیر الدین حیدر کی ولادت کی کیفیت

وقائع دلپذیر مین مذکور ہے کہ بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر مُبشّر خان منجم تقویم ساز کی بیٹی ہین اور مبشر خان مشرف خان کے بیٹے ہین اور خیر اللہ رصد بند محمد شاہی کے شاگرد تھے مبشر خان نے بادشاہ بیگم کو درسی علوم سکھانے کے بعد تخریج احکام نجوم کی بھی اچھی طرح تعلیم دی تھی غازی الدین حیدر عالم صاحبزادگی سے اُنکے حسن وجمال پر فریفتہ تھے دہلی مین نواب سعادت علی خان نے اُنکے ساتھ غازی الدین حیدر کی شادی ۱۲۰۹ہجری مین کی اُسوقت غازی الدین حیدر کی عمر اکیس برس کی تھی اور بعض کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیاہ بنارس مین ہوا تھا اس شادی کا حال ایک انگریزی خاتون نے اس طور پر لکھا ہے کہ رسم شادی کے اختتام پر جواہرات کی بوچھار ہوئی رزیڈنٹ کی اور میری آستین پر چند جواہرات آپڑے تھے رزیڈنٹ کو آستین جھٹکتے ہوئے دیکھ کر مین نے بھی اُنکی تقلید کی اور جواہرات زمین پر پھینکدیے شاہی خواصون نے سمیٹ کر باہم تقسیم کرلیے اس بوچھار مین زمرد پکھراج نیلم اور ہیرے تھے خاتون مذکور لکھتی ہے کہ یہ کیسی لاثانی اور قیمتی اور تعجب خیز بخشش اور فیاضی ہے۔

بادشاہ بیگم سے بیاہ ہوجانے کے بعد اُنکی ایک خواص کے ساتھ جسکا نام صبح دولت تھا نواب غازی الدین حیدر کو عشق پیدا ہوگیا اور اُن سے اُس کے حمل رہ گیا بادشاہ بیگم کو

جنھین فرزند سے کم نہین سمجھتے تھے عنایت فرمائے تھے معتمدالدولہ نے زرمذکور ادا کرنے کے وعدے پر رسیدین مہری منگوا کر رقم مذکور مین پچاس ہزار روپیے مجرا کر لیے اور باہولال سے کئی لاکھ روپیہ نذرانہ لیکر فیصلہ کیا اور باقی تک کے واسطے وعدہ خلافی کرکے اُسکو پھر گرفتار کیا اور وہ کاوش و پرخاش کی کہ جلال الدولہ کو جسقدر اشرفیان اور جواہرات ہاتھ آیا وہ لیکر گھوڑے پر سوار ہوکر مخفی کلکتے کے عزم سے لکھنؤ سے نکل گئے وہان پہونچکر جب دیکھا کہ معتمدالدولہ کی شکایت کی یہان شنوائی نہین ہوتی تو جہاز پر سوار ہوکر بیت اللہ اور کربلاے معلےٰ کا راستہ لیا نواب سعادت علی خان کے بیٹون مین یہی دو بیٹے زیادہ صاحب اعتبار تھے جب انکی یہ صورت گذری تو اُنکے اور بیٹون کا حوصلہ پست ہوا۔ چنانچہ رکن الدولہ محمد حسن خان نے بھی جلاے وطن اختیار کیا اور باقی کاظم علی خان اور جعفر علی خان کو جوکچھ معتمدالدولہ تھوڑا بہت دیدیتے تھے وہ اُس پر قانع تھے لیکن ان مین سے ہر ایک شخص وافر دولت رکھتا تھا۔

اسی زمانے مین معتمدالدولہ اور مرزا تقی خان کے درمیان نزاع پیش آیا وجہ اُسکی یہ تھی کہ معتمدالدولہ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی جو پانوٗن سے معذور تھی اور میر نذر علیخان پسر میر افضل علی خان بائیسی والے کے ساتھ منعقد تھی اور معتمدالدولہ کا ایک بیٹا روشن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منعقد تھا اور دوسرے بیٹے کی نسبت شاہ میر خان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی یہ شاہ میر خان بہو بیگم کے خاندان سے تھے چونکہ یہ نسبت شاہ میر خان کی قدر و منزلت کے خلاف تھی اُنھون نے معتمدالدولہ کی درخواست کے وقت شادی سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ غریب کی بیٹیان غریب خاندان مین جاتی ہین یہ بات سُن کر معتمدالدولہ نے جبر و ظلم کی راہ اختیار کی شاہ میر خان نے مجبور ہوکر شہر چھوڑا کلکتے کو چلے گئے وہان جسکو دیکھا معتمدالدولہ کا دوست ہے وہان سے جہاز پر سوار ہوکر لندن کی طرف سدھارے اور محمد تقی خان کہ لکھنؤ اور فیض آباد مین

صاحب الزمان کے واسطے ایجاد کی چھٹی یہ ہے کہ زچہ عورت جننے سے چند دن کے
بعد مع بچہ کے غسل کرتی ہے اور عمدہ لباس پہن کر جلسہ کرتی ہے اعزہ کو مہمان بلاتی ہے
بادشاہ بیگم اس رسم کو اُس امام عالیمقام کی طرف منسوب کر کے ہر سال ماہ شعبان مین ادا
کرتین اور بہت سا روپیہ خرچ کرتی تھین اور اس معاملے مین بہت دھوم دھام کرتی تھین
دوسرے اشرافونکی دوشیزہ اور خوبصورت لڑکیان روپیہ خرچ کرکے یا کسی دوسری
تدبیر سے بہم پہونچا کر ائمۂ اثنا عشر کی اُنکو ازواج بناتین اور اُن ائمہ کی ازواج کا نام
سُنکر وہی نام اُن لڑکیون کے رکھتین اور اُن لڑکیون کا خطاب اچھوتی مقرر کیا تھا
اچھوتی اُس چیز کو کہتے ہین جو چھونے کے قابل نہو تاکہ آلودہ اور نجس نہو جائے مگر حضرت
فاطمہ زہرا کی پاسداری کی وجہ سے حضرت علیؑ کے لیے کوئی عورت تجویز نہین کرتی
تھین اور ہر ایک اچھوتی کی خدمت مین تین نوکرین خدمتگزاری کے لیے رکھتی تھین
اور اُنکو عمدہ عمدہ کھانے کھلاتین اور نہایت نفیس کپڑے پہناتی تھین اور اُنکی اتنی خاطر
اور ادب کرتی تھین کہ ہر روز صبح کو اُٹھکر پہلے اُنکی زیارت اور سلام کرتین تب کوئی
دوسرا کام کرتین اگر اُن مین سے کوئی جوان ہو جاتی اور دل اُسکا مناکحت کو چاہتا تو مانع
آتین اور کہتین کہ بعد زوجیت ائمۂ اطہار کے دوسرے کے ساتھ تزویج اور عقد کرنا اور
اُس سے ہم بستر ہونا ملت پاس و ادب اور رعایت قانون اسلام مین حرام ہے۔ وہ بیچاریان
شہوت مین گرفتار نہ رہنے کی طاقت اور نہ قدرت فرار۔ ایک اُن مین سے اتنی شہوت کے
ہاتھون مغلوب ہوئی کہ اُس نے ایک عجب شعبدہ کھڑا کیا کہ اول شب مین خواب سے مضطربانہ
اُٹھکر زور سے رونے اور چھاتی کوٹنے لگی اپنی شومی طالع پر فریاد و فغان کرتی تھی۔ شور غل
سُنکر محل کی تمام عورتین جمع ہوگئین اور اُسکی گریہ و زاری کا حال بادشاہ بیگم سے عرض کیا

اسوجہ سے کمال غضب ورشک پیدا ہوا جب ۲۲ جمادی الاولے ۱۲۰۸ہجری کو بیٹا ہوا بادشاہ بیگم نے کہ نہایت مغلوب الغضب تھین سخت شدائد وآلام کے ساتھ جس سے بڑھکر متصور نہین صبح دولت کوم واُدالاجو جہانگر باغ مین مدفون ہوئی یہ وہ زمانہ تھاکہ نواب سعادت علی خان اودھ کی سلطنت پر متمکن ہو چکے تھے نصیرالدین حیدر نے اپنی حکومت کے زمانے مین اس قبر پر عمارت بنوادی بادشاہ بیگم نے چاہا کہ اُس بچے کو بھی مارڈالین مگر فیض النسا نے جو بادشاہ بیگم کے پاس غلانیون مین نوکر اور طلاقت لسانی مین یکتا تھی اور میر فضل علی خان کی پھوپھی اور بقوے بہن تھی جو بیگم کے محل کے تمام کامون کا مختار تھا اس فعل سے منع کیا اور انکو نصلح و پند کے ساتھ سمجھاکر اس ارادے سے باز رکھا بیگم نے اُس بچے کا نصیرالدین حیدر نام رکھا اور پالنے لگین اور نہایت محبت کرنے لگین بیگم صاحبہ کی طبیعت اگرچہ عبادت اور تلاوت قرآن وادعیہ ماثورہ کی طرف نہایت مائل تھی لیکن حکومت وجاہ طلبی اور خودرائی اور خودسری اور مغلوب الغضبی اور امور مذہب اثنا عشریہ مین اختراع وبدعت اُن مین اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے قوت غضبی اتنی تھی کہ غازی الدین حیدر برسون اُن سے ترسان اور لرزان رہے اور اُنکی اطاعت وانقیاد مین سرمو فرق نہین کرتے تھے جب غضب حد سے گذر گیا تو زن و شوہر مین افتراق کی نوبت پہونچی - بہو بیگم کی وفات کے بعد سلون کا علاقہ جو جگیم راٹھ مین شامل تھا اُنکی جاگیر مین دیا گیا اُنھون نے میر فضل علی خان کو اس علاقے مین مقرر کیا - بیگم کی جاہ طلبی کی یہ حالت تھی کہ ہمیشہ چاہتی تھین کہ کل سلطنت پر حاوی رہین -

امور مذہب اثنا عشریہ مین بادشاہ بیگم کی مخترعات

بادشاہ بیگم کی اختراع امور دینیہ کی یہ کیفیت ہے کہ اول اپنی طبیعت سے ایک چھٹی

ادا کرتی تھین۔

جنون کا بادشاہ بھی بادشاہ بیگم کے پاس آتا تھا جو اُنپر عاشق تھا بیگم کا معمول تھا کہ ہفتے عشرے مین غسل کر کے پر تکلف لباس اور زیور پہن کر اور عطر مین سراپا بس کر ایک مکان مین تنہا بیٹھ جاتی تھین مجال نہ تھی کہ پھر وہان خواصون یا ماماؤن کے فرشتے پر مار سکین اور بیگم صاحبہ اپنی زبان سے کہا کرتی تھین کہ آج اُس جن کی آمد آمد ہے چنانچہ کوئی خواص کہتی تھی کہ ہم نے اپنے کانون سے حقہ پینے کی آواز اس کوٹھری سے سُنی تھی اور کوئی کہتی تھی کہ بیگم سے بات چیت ہونے کی آواز آتی تھی اور خاص اس تقریب کیلیے ایک عمدہ مکان آراستہ کیا گیا تھا گانے بجانے کا جملہ سامان وہان جمع رہتا تھا۔ خوش گلو عورتین اُس جلسے مین گایا کرتی تھین اس جلسے کا نام ہندی مین بیٹھک (بائے موحدہ کے فتحہ اور یائے تحتانی کے سکون اور تائے ہندی کے فتحہ اور ہائے ہندی اور کاف ساکن سے) ہے۔ نصیر الدین حیدر جو خاص بیگم صاحبہ کے پاس پلے تھے اُنکو بھی لڑکپن سے اُس مین بیٹھنے کی عادت تھی۔ چنانچہ اسبات کا شہرہ تھا کہ جنون کا بادشاہ۔ بادشاہ بیگم کے پاس اور شاہزادہ شاہزادے کے پاس آیا کرتا تھا۔ اور پریان بھی خدمت مین حاضر ہوتی تھین۔ ہر ہفتے مین مان بیٹے اس تقریب سے خلوت مین بیٹھتے تھے اور جو ڈومنیان کہ گانے کے واسطے آتی تھین اُنکو انعام ملتا تھا۔ اس تقریب مین کم سے کم چار پانسو اور کبھی ہزار دو ہزار روپے صرف مین آتے تھے اور جو پوشاک بیگم صاحبہ اُسوقت پہنے ہوتی تھین وہ گانے والیون کو انعام مین دیجاتی تھی

بادشاہ بیگم کی بے پروائی کی وجہ سے بادشاہ کا محسن الدولہ کو اپنے پاس رکھ لینا

تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین ہے کہ غازی الدین حیدر اپنے نواسے محسن الدولہ کو

وہ خود بستر راحت سے اُٹھ کر پاس گئین اور حال دریافت کیا تو اُس اچھوتی نے روتے ہوئے لہجے مین بیگم کو جواب دیا کہ اس وقت مین نہایت بیخبر سو رہی تھی کہ یکایک خواب مین کیا دیکھتی ہون کہ صاحب الامر والزمان میرے پاس پہونچے اور آپ اُسوقت نہایت غضب آلودہ تھے فرمایا کہ مین نے تجھکو طلاق دی اور اپنی زوجیت سے جُدا کیا جب میری آنکھ کھلی تو اپنی سیہ بختی پر رونے لگی کہ جب ایسے امام الزمان کے نکاح سے خارج ہوئی تو اب دین و دنیا مین میری کسطرح گذرے گی الغرض بادشاہ بیگم نے یہ بات سُن کر اُس عورت کو فوراً پالکی مین سوار کراکے مع اُسکے تمام سامان کے اُسکے باپ کے گھر پہنچادیا۔

اچھوتے کی رسم بھی اُنھون نے ایجاد کی اچھوتی اور اچھوتے مین تذکیر و تانیث کا فرق ہے۔ اچھوتہ بھی ایسی چیز کو کہتے ہین جو بوجہ طہارت و نفاست کے مس کرنے کے قابل نہو تاکہ نجس نہو جائے اچھوتے کی حقیقت یہ ہے کہ بیگم نے محل مین ایک حجرہ ائمہ ہدا کے واسطے مخصوص کیا تھا کوئی آدمی اُس مین آنے جانے نہ پاتا تھا جب کسی امام کی پیدائش کا دن آتا تو اُس حجرے کو طرح طرح کے نفیس فرش فروش سے آراستہ کیا جاتا زرین قندیلین لٹکائی جاتین اور زربفت کی مسندین بچھائی جاتین اور اُس امام کے نام نہاد اچھوتی عورت کو زیور اور مکلف پوشاک سے آراستہ کرکے مسند زرنگار پر بٹھاتین اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ اُسکو نذر دکھاتین اور خادمانہ طریق سے مراسم عجز و نیاز بجالاتین اور تمام لباس نفیس اور زیور جواہر کار اس عورت کو دیدیتین اور حجرے کا دوسرا تمام اسباب محل کے کسی نوکر کو بخشدیتین اور محلسرا مین ائمہ اثنا عشر کے روضون کی نقلین تیار کرائی تھین اور ہر روضے کے سامنے ایک ایک مسجد بنوائی تھی اور ہر روضے مین ضریح کی نقل اور عتبات عالیات کے دوسرے تبرکات رکھے تھے اور روضۂ عباس کی ایک نقل بھی وہان تیار کراکے شب و روز مراسم تعزیت

بادشاہ بیگم کے پر و پرزے توڑنا مقصود تھا اور یہ دونون معتمد الدولہ کے خیر خواہ تھے

بادشاہ بیگم سے معتمد الدولہ کی مخالفت اور میر فضل علی کا اخراج

جب معتمد الدولہ نے بخوبی ہاتھ پانون نکالے تو بادشاہ بیگم کی اطاعت سے قدم اُٹھایا اور چاہا کہ ولیعہد بہادر کی دیوانی سبحان علی خان کے تفویض ہو اس کام کے لیے اول اسبات کا کرنا ضرور تھا کہ میر فضل علی خان یہان سے نکالا جائے۔ معتمد الدولہ نے بد انتظامی جاگیر بادشاہ بیگم کے باب مین جو فضل علی خان سے متعلق تھی چند پرچہ اخبار درست کرکے بادشاہ کے حضور مین پیش کیے آخر کار بیگم صاحبہ تک پہونچکر میر فضل علیخان معزول ہوے لیکن تنخواہ گھر بیٹھے بیگم صاحبہ عنایت فرماتی رہین اور ڈیوڑھی پر آمد و رفت جاری رہی جب معتمد الدولہ کی شمشیر تدبیر نے کاٹ کیا تو چند مختلف مقدمے بادشاہ تک پہونچاکر میر فضل علی کے اخراج کا حکم بادشاہ سے حاصل کیا بادشاہ اس امر سے فضل علی سے بہت ناراض تھے کہ وہ محسن الدولہ کی خاطر داری مین بیگم صاحبہ کے یہان بخوبی مصروف نہ رہتے تھے بے پروائی رکھتے تھے۔ میر فضل علی بیگم صاحبہ کے فرمان پذیر تھے اُنھون نے معتمد الدولہ کو جواب دیا کہ مین تمھارا مطیع نہین ہون بادشاہ بیگم کے حکم کے بدون جن کا مین ملازم ہون شہر سے قدم باہر نہین رکھونگا۔ یہ جواب گرم سنکر معتمد الدولہ جل گئے اور اس مضمون کو بڑی آب و تاب سے خلاف پیرایے مین بادشاہ کے گوش گزار کیا اُنھون نے خفا ہوکر حکم دیا کہ میر فضل علی کو گرفتار کرلاؤ اور اگر زندہ نہ آئے تو سر کاٹ لاؤ۔ معتمد الدولہ نے چاہا کہ اس حکم کی تعمیل کرین اور سوار ہوکر اُنکے مکان پر یورش کرین لیکن معلوم ہوا کہ چار سو آدمی اُنکے مکان کے آس پاس مسلح بیٹھے ہین جان تو ہر شخص کو عزیز ہے دو تو مین اُنکے دروازے

بہت چاہتے تھے بعض لوگون نے اُن سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم صاحبہ
مرشدزادۂ آفاق نصیر الدین حیدر پر بوجہ پرورش کے محبت قلبی رکھتی ہین
اور اُن کے تمام کامون کے انتظام مین مصروف رہتی ہین اور حضور کے دوسرے
فرزند یعنی محسن الدولہ بہادر کے تمام کام اپنی ڈیوڑھی کے مختار میر فضل علی کے حوالے
کر رکھے ہین اور اسوجہ سے انکے اکثر کام خراب رہتے ہین بادشاہ نے فرمایا کہ بغیر تحقیق کے ہم اسبات کا
یقین نہین کرتے بادشاہ نے خفیہ طور پر بیگم صاحبہ کے نوکرون سے دریافت کیا جو کچھ پہلے
بادشاہ سے عرض ہوا تھا اُس سے زیادہ پایا گیا بعد اسکے خود محسن الدولہ کو اپنے پاس بلاکر
اس کیفیت کی حقیقت دریافت کی وہ خاموش رہے اُنکی خاموشی کو بادشاہ نے نیم رضا سمجھا
اور اُنکو یقین ہوگیا کہ بیگم صاحبہ محسن الدولہ کے معاملات مین قاصر ہین بادشاہ نے محسن الدولہ
کے نقد دس ہزار روپے ماہوار مقرر کیے اور خاصہ اور پوشاک بھی علحدہ مقرر کر دی اور بہت کچھ
عنایت اُنکے حال پر مبذول کی اور اُنکو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ سے کام نرکھین اور اُنکی شادی
بڑی دھوم دھام کے ساتھ نصیر الدولہ محمد علی خان کی بیٹی سُلطان عالیہ کے ساتھ کی اور
مرزا حاجی کی عمارت رہنے کو عنایت کی اور روز بروز عنایت و مرحمت محسن الدولہ کے
حال پر زیادہ ہونے لگی جب کبھی گورنر یا کوئی بڑا انگریز آتا تو استقبال کے لیے اُنھین کو بھیجتے
کیونکہ نصیر الدین حیدر کی اکثر حرکات و سکنات سے بیزار تھے اور محسن الدولہ ہمیشہ بادشاہ کی
اطاعت و فرمانبرداری مین مصروف رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ نصیر الدین حیدر اپنے عہد سلطنت
مین محسن الدولہ سے دل مین ہمیشہ ناراض رہے گو بظاہر پاس رکھتے تھے

ہمت پرشاد کی تاریخ سے مستفاد ہوتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ اور انور علی بیگ اُستاد نے
محسن الدولہ کو نانی سے جدا کرایا تھا اور میرے نزدیک ضرور ایسا ہوا ہو گا کیونکہ معتمد الدولہ کو

عداوت کونا مسموع کیا بیگم صاحبہ کو یہ بات ناگوار گذری اُنھون نے چاہا کہ ولی عہد نصیر الدین حیدر اور میر فضل علی کو ہمراہ لیکر اور اسباب اُٹھاکر فیض آباد چلی جائین یہ بات معتمد الدولہ نے بادشاہ سے عرض کی اُنھون نے ۲۴ - ذیقعدہ ۱۲۳۷ھ ہجری مطابق ۱۳ - اگست ۱۸۲۲ء کو فوج بھیجکر بیگم صاحبہ کو جانے سے روکا ریبپر صاحب قائم مقام رزیڈنٹ نے فساد کی طوالت کے خوف سے کپتان جان ہوم صاحب کو چار کمپنیان تلنگون کی دیکر اور اپنے میر منشی سید باقر علی کو ساتھ کرکے بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجا ہوم صاحب زیرک آدمی تھا اُس نے سلطانی سپاہ کو لڑائی سے روک کر بیگم صاحبہ کو سمجھایا اور سید فضل علی اور اُنکے باپ غلام حسین کو رزیڈنسی کی کوٹھی پر لیگئے معتمد الدولہ کے حکم سے فضل علی کا مکان منہدم ہوا مال و اسباب سپاہ نے لوٹ لیا ۱۹ - محرم ۱۲۳۸ھ ہجری مطابق ۶ - اکتوبر ۱۸۲۲ء کو میر فضل علی اور اُنکے باپ غلام حسین اور پھوپھی فیض النسا اور دوسری چودہ مغلانیان انگریزی تلنگونکی حفاظت مین کانپور کی طرف روانہ کردی گئین اور شہر مین منادی عام ہوگئی کہ جو کوئی بیگم صاحبہ کی نوکری کریگا وہ مورد عتاب ہوگا اور سلطنت کی طرف سے سزا پائے گا -

اب اچھی طرح عداوت بادشاہ بیگم اور معتمد الدولہ کے درمیان واقع ہوئی اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ولی عہد دربار مین نہ آئین اور بیگم صاحبہ کے سیکڑون نوکر جو میر فضل علی کے طرفدار تھے گرفتار ہوکر قید ہوئے اور باقی بھاگ گئے اور فضل علی کا گھر مسمار ہوکر لاکھون روپے کا اسباب غارت ہوا بادشاہ بیگم کی جاگیر پر معتمد الدولہ کی طرف سے عامل مقرر ہوا اور بادشاہ بیگم اور ولی عہد پر صدمے پہونچنا شروع ہوئے - نصیر الدولہ کی بیٹی سلطان عالیہ بیگم کے ساتھ ولی عہد کی شادی کی تجویز تھی مگر یہ بات شائع نہوئی تھی اور طرفین مین باہم اس تقریب کے مراسم ادا نہوئے تھے کہ اس واقعہ کی وجہ سے بیاہ کا لفظ طرفین کی زبان پر نہ آیا - ۲۰ شعبان ۱۲۳۸ھ ہجری

بیچ مین ابھی پورا نگی حویلی کا محاصرہ نہونے پایا تھا کہ فضل علی خان بھی خفی اپنے مکان سے نکلکر بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی مین پہونچ گئے۔ معتمد الدولہ نے ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۳۷ھ ہجری مطابق ۱۳۔ اگست ۱۸۲۲ء روز سہ شنبہ کو بادشاہی فوج سے بیگم کے مکان کا محاصرہ کرادیا اور فضل علی خان کو طلب کیا بادشاہ بیگم نے جواب دیا کہ ہم نے تمھارے قید ہونے کے وقت دستگیری اسی امید پر کی تھی کہ مقابلے پر آئے۔ اب فضل علی کا سر میرے سر کے ساتھ ہے اور یہ سوال وجواب میر فضل علی کی بہن بی مغلانی کی معرفت تھا اسکی تقریر آرائیون نے اور بھی نقیض کی صورت پیدا کی صبح سے چار گھڑی دن رہے تک یہ حشر برپا رہا اُس عہد مین مسٹر ریکٹس کور زیڈنٹی کا چارج تھا اُنھون نے ایک انگریز متعینہ چھاؤنی منڈیاؤن کو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجکر پیام دیا کہ آپس مین نزاع کرنا خونریزی خلائق کا باعث ہے اس لیے میر فضل علی کو ہماری ضمانت وکفالت پر ہمارے پاس بھیجدو جان ومال کو اُنکے صدمہ نہ پہونچے گا بادشاہ بیگم نے عہد وپیمان سے اطمینان کر کے فضل علی کو رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا اُنھون نے ایکدن اپنی کوٹھی پر رکھکر دوسرے دن تلنگون کے گاردو نکی حفاظت مین مال واسباب کے ساتھ کانپور کی طرف روانہ کردیا اور ساٹھ ہزار روپے نقد خرچ کے واسطے بادشاہ بیگم سے دلادیے معتمد الدولہ نے اس راہ مین بہت خاک اُڑائی اور اُنھین ہرگز یہ منظور نہ تھا کہ وہ لکھنؤ سے سلامتی کے ساتھ جائین لیکن رزیڈنٹ نے قبول نکیا۔ اس واقعہ کو سلطان الاخبار مین کسی قدر اختلاف سے بیان کیا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ محسن الدولہ جو بادشاہ بیگم کے پاس رہتے تھے اُنھون نے معتمد الدولہ کی اغوا سے اپنی نانی (بادشاہ بیگم) اور ماموں (نصیر الدین حیدر) کی شکایت بادشاہ سے کی اور میر فضل علی داروغہ ڈیوڑھیات کی نسبت اپنی تنخواہ مین سے چار لاکھ روپے کے تغلب کا ذکر کیا معتمد الدولہ کے ذریعہ سے بادشاہ نے اسقدر روپے کا مواخذہ میر فضل علی سے کرایا اور اُنکے

جب معتمد الدولہ کو خواصی مین بیٹھنے کا حکم ہوا تو ایک علحدہ ہاتھی پر سوار ہو کر برات کے ساتھ رہے غرض عقد نکاح کے بعد دُلھن کو نواب سلطان بہو صاحبہ[۱] خطاب ملا اور یہ رسم ۱۸۔ رمضان ۱۲۳۹ھ ہجری مطابق ۱۳ امئی ۱۸۲۴ء کو ادا ہوئی۔

نقل نکاح نامہ ـ هو المولف بین القلوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سپاسیکہ عارض دلربائے شاہد بیان را غازۂ پیرائی نماید وستایشے کہ قامت دلفریب عروس سخن را بحلی وحلل آراید مالک الملکے را سزاوار ست کہ خیال وصال خرائد مخدرات معرفتش در آغوش حوصلۂ خردہ بینان خطۂ عرفان نگنجد وعیار نقد کامل عیار کبریا و عظمتش را محک غوامض ناقدات افکار عرصۂ ذوق ووجدان نسنجد و درودیکہ شمیم روح فزایش مشام جان ایمان را معطر سازد و سلامیکہ طیب عنبر آگینش دماغ ہوش صاحب دلان را معنبر نماید نثار آستان ملک پاسبان آن خاتم نص رسالت باد کہ چہرہ کشائے عرائس احکام بابلغ تبلیغ و احسن ارشاد فرمودہ و عروس خلافت را بداماد خویش اعنی نفس رسول و زوج بتول عقد دوام بستہ صلی اللہ علیہ الی یوم الدین و علی اہلبیتہ الطیبین الطاہرین الائمہ الاثنا عشر شفعاء یوم المحشر سیما یعسوب الدین و قاتل المشرکین اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ و علی آلہ الکرام آلاف التحیۃ والسلام۔ اما بعد غرض از نظم لآلی آبدار و مقصود از جلوۂ این ابکار افکار آنکہ بنا بر منطوق کریمہ وانکحوا الایامی منکم الآیہ و بمضمون خبر خیر اثر النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی در بہترین اوقات و خوشترین ساعات کہ چون صبح شادمانی عنبر بیز و مانند بہار زندگانی نشاط انگیز بود نو بادۂ بوستان سلطنت

---

[۱] دیکھو جلد اول قیصر التواریخ ۱۲

مطابق ۲۔ مئی ۱۸۲۳ء کو ہارڈ نٹ رکیٹ صاحب رزیڈنٹ ہوکر داخل لکھنؤ ہوئے اور اُنکے سمجھانے سے انگریزی تلنگون کے پہرے بیگم صاحبہ کے مکان سے اُٹھ جانے پر بادشاہ راضی ہوئے اور صاحب عالم ۔ (نصیر الدین حیدر) کی آمد و رفت بھی دربار مین جاری ہوئی ۔

مرزا نصیر الدین حیدر کا بیاہ

جب نصیر الدولہ کی بیٹی کے ساتھ انکی نسبت ظہور مین نہ آسکی اور معتمد الدولہ نے وہ بساط بچھائی کہ اس لڑکی کے ساتھ بادشاہ بیگم کے نواسے محسن الدولہ کی شادی ہوگئی تو اس بات سے بادشاہ بیگم کے مزاج مین معتمد الدولہ کی طرف سے اور بھی زیادہ تکدر پیدا ہوا بادشاہ بیگم نے ۲۷ ۔ شعبان ۱۲۳۹ھ ہجری مطابق ۲۹ ۔ اپریل ۱۸۲۴ء کو ولی عہد کی نسبت مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی کے ساتھ قرار دیکر عین وقت پر بادشاہ کو اطلاع دی بادشاہ کسی رسمیات شادی مین شریک نہ ہوئے البتہ معتمد الدولہ وغیرہ ارکان سلطنت اور رزیڈنٹ اس شادی مین شریک تھے ۔ گو معتمد الدولہ کی مخالفت کی وجہ سے شادی مین خاطر خواہ رونق ظہور مین نہ آئی لیکن دو ہفتہ کامل عیش وعشرت کا ہنگامہ گرم رہا بادشاہ بیگم کا دل معتمد الدولہ سے کھٹکا ہوا تھا اور اُنکا برات کے وقت سواری کے ساتھ رہنا منظور نہ تھا ولی عہد کی حفاظت جان کے لیے رزیڈنٹ کو پیام دیکر سو پچاس بڑے بڑے سرداران انگریزی طلب کیے جو سواری کے ہمراہ ہاتھیون پر شاہزادے کے گرد حلقہ زن تھے اور رزیڈنٹ بھی شریک جلسہ تھے بادشاہ سلامت مرزا حسن رضا خان کی بارہ دری مین جو گومتی کے پار تھی رونق بخش تھے اور محفل شادی کا جلسہ حسن باغ کی بارہ دری مین آراستہ تھا

جبکہ شاہزادے کی اسطرح شادی ہوجانے سے معتمدالدولہ کے دل مین خار حسرت کھٹکنے لگا تو اُنھون نے دوسرا رنگ جمایا کہ مرزا محمد حسن پسر نواب روشن الدولہ کو سلیمان شکوہ کی دوسری بیٹی کے ساتھ باوجودیکہ اُنکو یہ رشتہ نہایت ناپسند تھا بزور وظلم منعقد کیا اور اس حیلے سے وہ سات ہزار روپیہ ماہوار جو خوراک خاصۂ شاہ عالم بادشاہ دہلی کے لیے شجاع الدولہ کے عہد سے الہ آباد کی آمدنی سے بادشاہ کی خدمت مین جاتا تھا اور نواب سعادت علی خان کے عہد سے مسدود تھا مرزا سلیمان شکوہ کے نام واگذاشت کرایا وہ پہلے سے چھہ ہزار روپے کے درماہہ دار تھے اب یہ سات ہزار روپیہ ملکر تیرہ ہزار روپے مین اوقات عیش وآرام مین بسر ہونی شروع ہوئی لیکن بادشاہ بیگم کو معتمدالدولہ کی اس کارروائی سے بیحد ملال ہوا اور بادشاہ سے اُنکی شکایت کی لیکن جواب دندان شکن پایا کہ پھر شکایت لبو نپر نہ آئی اور ولی عہد نے بھی سلطان بہو کی صحبت سے پرہیز کیا -

لیکن نادرالعصر کی روایت محتشم خانی کی روایت سے بہت مختلف ہے اُس مین لکھا ہے کہ ولی عہد کی شادی خود بادشاہ کی تدبیر سے وقوع مین آئی تھی - اُنھون نے سلیمان شکوہ کے لیے متصل بیلی گارد تا تکیہ بھم سر لب دریا کئی لاکھ روپے صرف کرکے ایک مکان بنوادیا اور دس ہزار روپے ماہواری مصارف کے لیے اور دو ہزار میوہ خوری کے لیے مقرر کردیے تھے بعد دلجوئی اور خاطرداری کے اپنے فرزند ولی عہد مرزا نصیرالدین حیدر کی شادی کا اُنکی لڑکی کے ساتھ پیغام دیا چنانچہ بعد شرائط مرزا سلیمان شکوہ نے وہ شادی منظور کی اور بڑی بیٹی سلیمان شکوہ کی عقد نصیرالدین حیدر مین آئی اس شادی کے ہونے سے غازی الدین حیدر نے پچیس لاکھ روپے کے نقد وجنس سے سلیمان شکوہ کے ساتھ سلوک کیا تھا بعد چندروز کے معتمدالدولہ نے دوسری بیٹی کے واسطے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کا پیغام دیا مرزا سلیمان شکوہ بسبب طمع دولت کے

و تاجداری و سرو جوبار گلستان شوکت و شہریاری سلالۂ شاہ عالم پناہ فلک بارگاہ سکندر شان خدیو زمین و زمان مہر سپہر گیتی ستانی مرکز دائرۂ جہانبانی شہریار عادل و شہنشاہ باذل خسرو عدالت گستر جمشید سیما فریدون فر مروج شریعت حضرت سید المرسلین مؤید مذہب حق ائمہ معصومین صلواۃ اللہ علیہ و علیہم اجمعین السلطان الاعظم الافخم الخاقان الاعدل الاکرم الملک الموفق المنصور علی الاعادی ابو المظفر معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر پادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ واجرے فی بحار السلطنۃ فلکہ اعنی اعلی حضرت خورشید منزلت صاحب عالم و عالمیان شاہزادۂ جہان و جہانیان سلیمان جاہ مرزا نصیر الدین حیدر بہادر ادام اللہ اقبالہ و ضاعف اجلالہ بحبالۂ عقد دائم در آورد نفس نفیسۂ بلقیس سراپردۂ سلیمانی بانوے حجلۂ دودمان صاحبقرانی بالغۂ رشیدہ جناب عفت قباب قمر رکاب خورشید احتجاب رقیہ سلطان بیگم بنت عالیجاہ معلی بارگاہ ثمرۂ شجرۂ سلطنت و کامرانی دوحۂ حدیقۂ شوکت و جہان بانی غرۂ ناصیۂ تخت و تاجداری قرۂ ناصرۂ کامگاری و بختیاری سلالۂ دودمان سلاطین تیموریہ نقاوۂ خاندان خواقین شاہ جہانیہ عالی جناب فلک رکاب شاہزادہ عالی تبار مرزا سلیمان شکوہ بہادر دام اقبالہ و زاد اجلالہ بر صداق و کابین مبلغ پنج کرور روپیہ سکوکۂ ضرب دار السلطنۃ لکھنؤ صانہ اللہ عن طوارق الحدثان و حرسہ عن نوائب الدہر الخوان بو کالت جناب مجتہد العصر والزمان مولوی سید محمد صاحب دام فیوضہ عن جناب الناکح المعظم و بو کالت جناب رفیع المناقب مولوی میر سید علی صاحب زاد مجدہ عن جناب المنکوحۃ المعظمۃ ختم العقد صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً علی وجہ الشہرۃ والاعلان لا علی طریق الخفیۃ والکتمان و کان ذالک الاربعا الثلث لیال بقین من شہر شعبان المعظم سنۃ تسعی و ثلثین بعد المائتین والالف من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہ آلاف الاثنیۃ والتحیۃ۔

برداخت کے لیے حکم دیا اُسکی تعمیل نہ کی اور نصیر الدین حیدر کے بے اعتبار کرنے مین کوئی دقیقہ نہ چھوڑا یہانتک کہ اُنکو نطفۂ ناتحقیق مشہور کر دیا جبکہ گورنر جنرل کے کانون تک یہ خبر پہونچی تو اُنھون نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ بادشاہ کی نسل کے معاملے مین بخوبی تحقیقات کیجائے اسوقت معتمد الدولہ نے اپنے خبث باطنی اور عناد دلی سے گورنر جنرل کو جواب مین یہ لکھوا کر بھجوا دیا کہ نصیر الدین حیدر بادشاہ کے نطفے سے نہین ہین بادشاہ بیگم نے ایک خواص کے بچے کو پرورش کر کے تہمت بادشاہ پر باندھی ہے۔ اب گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ تم بادشاہ سے خود مل کر اسبات کی زبانی تحقیق کرو ابھی یہ تحریر رزیڈنٹ کے پاس پہونچنے پائی تھی کہ معتمد الدولہ نے تمام شہر مین اشتہار اس مضمون کے چسپان کرا دیے کہ مرزا نصیر الدین حیدر کو کوئی شخص بادشاہ کا فرزند قرار نہ دے۔ جب رزیڈنٹ کے پاس گورنر جنرل کی تحریر آئی تو اُنھون نے بادشاہ کے پاس جا کر حال دریافت کیا تو بادشاہ نے اپنی زبان سے نصیر الدین حیدر کی ولدیت کا اقرار کیا۔ جب یہ تیر تدبیر معتمد الدولہ کا نشانے پر نہ پہونچا تو دوسری فکر کی اور ایک دن بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم نے اسوجہ سے کہ مجھپر حضور کی نظر توجہ ہے اور اُنکی شکایت پر میرے حق مین حضور التفات نہین فرماتے دس لونڈیان ترکنین اور حبشنین دشمنان حضور کے قتل کے لیے مامور کی ہین اور اُنکا یہ ارادہ ہے کہ اس سانحے کے ظہور کے بعد گورنر جنرل سے اصلاح کر کے مرزا نصیر الدین حیدر کو تخت سلطنت پر بٹھائین اور آپ مختار بنین معتمد الدولہ نے اس طلاقت لسانی سے اس مضمون کو ادا کیا کہ بادشاہ نے بیگم صاحبہ سے ملنا بھی موقوف کیا اور دروازہ جو خوابگاہ بادشاہ اور محل قیام بادشاہ بیگم کے درمیان واقع تھا وہ بھی تیغہ کیا گیا اور ملاقات طرفین کی بند ہوئی اور بادشاہ بیگم پر یہانتک سختی کی گئی کہ اُنکی جاگیر کی آمدنی بھی بند کر لی گئی اور اس وجہ سے نوبت ناداری کی

راضی ہوگئے شادی قرار پاگئی یہ خبر غازی الدین حیدر کو پہونچی آگ ہوگئے اور دونون سے اسقدر آزردہ ہوئے کہ جسکی شرح حد سے باہر ہے یہانتک کہ مرزا سلیمان شکوہ کو اوسی دن شہر سے نکالدیا اور مکان بھی اُنکا کھُدواڈالا بار بار یہ فرماتے تھے کہ ہم اس شاہزادے کو ایسا لالچی نہ جانتے تھے کہ بھلو بیٹی دیکر میرے نوکر کو اپنی بیٹی دیگا - سلیمان شکوہ جو یہان سے نکالے گئے قریب دلی کے پہونچے اُس زمانے مین اکبر شاہ ثانی کا دور تھا اُنھون نے جو یہ حال سُنا حکم دیا کہ ایسے شخص کا یہان آنا مناسب نہین چنانچہ سلیمان شکوہ وہان سے پھر کر کوڑیا گنج مین آئے اور طرح اقامت ڈالی - گارن صاحب (یا کرنیل کارنر) سوداگر جاگیردار کوڑیا کا سگنج نہایت دولتمند تھا اس کے دام طمع مین آکر شاہزادے موصوف نے شادی اُس لڑکی کی اُس سے کردی - بعض کتابون مین گارن صاحب کا انکا سمدھی لکھا ہے -

اس عرصے مین غازی الدین حیدر قضا کر گئے نصیر الدین حیدر کو بھی اس عورت کے یہان آنیکی کمال تمنا تھی رزیڈنٹ کے ذریعہ سے بادشاہ نے اجازت آنیکی دی گارن صاحب ۱۲۴۳ھ ہجری مین اس عورت کو لکھنؤ مین لائے تھے اور حسن باغ مین اُترے اور لاکھ روپے صرف کرکے محرم مین تعزیہ داری بڑی دھوم سے کی -

معتمد الدولہ کا بادشاہ کے بھولے پن سے اتنی جسارت کرنا کہ نصیر الدین حیدر کو نطفۂ ناتحقیق مشہور کردینا آخر کار بادشاہ کا اُن کو اپنا بیٹا تسلیم کرلینا بادشاہ اور بیگم کے درمیان سخت ناچاقی کرادینا اور اس حالت مین بیگم پر نہایت سخت گیری کرنا

معتمد الدولہ نے بادشاہ بیگم کی آمدنی پر دست درازی شروع کی اور بادشاہ نے جو بادشاہ بیگم کی

آسائش نہین حسن باغ مین کہ مقام خوش فضا لب دریا واقع ہے تشریف لے چلین شاہزادے نے
کہا کہ اس شرط سے چلونگا کہ ملکۂ زمانی کو بیگم صاحبہ کے مکان سے طلب کر لیا جائے دوسرے
بِتّا طوائف کو میرے ساتھ کر دین چونکہ بِتّا خادم حسین کی آشنا تھی جو معتمد الدولہ کا رفیق تھا
جسکی دل شکنی و آزردگی معتمد الدولہ کو منظور نہ تھی اسلیے اُنھون نے وہ چال چلی کہ جس سے شاہزادے کو
بِتّا سے دست بردار ہونا پڑا۔ عرض کیا کہ بدون اطلاع بادشاہ کے غلام کی طاقت نہین کہ
ایسے کام کر سکے اور بادشاہ یہ دونون رکیک امر قبول نکرینگے اگر ان مین سے ایک بات کی
نسبت ارشاد ہو تو اگرچہ اُس کا سرانجام بھی مشکل ہے مگر بہر صورت عرض کر کے اُسکی درستی
کیجائیگی چونکہ ملکۂ زمانی سے اُنکو کمال محبت تھی اور حرم محترم مین داخل کر لیا تھا اُسکی جانب کو
ترجیح دی اور رقاصہ سے دست بردار ہوے اور معتمد الدولہ کے فریب سے آگاہ ہو کر درد
بھرے ہوے دل کے ساتھ حسن باغ کو تشریف لے گئے مگر محل سے نکلکر شیر جنگ کے باغ مین
معتمد الدولہ کے فریب کی وجہ سے آنے سے بہت نادم اور تنگ تھے۔

بادشاہ بیگم کو چونکہ شاہزادے کے ساتھ بیحد الفت تھی چند روز کی جدائی سے نہایت
بیتاب ہو گئین ایک مالن شاہزادے کے لیے ہار پھول لیجایا کرتی تھی بیگم نے شاہزادے کے
پاس اس مالن کی معرفت یہ پیام بھیجا کہ معلوم نہین کہ ان دنون کون سی بہتری کی بات
معتمد الدولہ کی طرف سے اپنے حق مین دیکھی جو ہمارے حقوق دیرینہ کو خیر باد کہا اور اُسکی جھوٹی
باتون مین آکر ناحق بیکسی حاصل کی ایجان عزیز اگر تمھاری بہتری وہان کے رہنے مین ہے
تو چشم ما روشن دل ما شاد لیکن دل کو اس بات کا نہایت رنج ہے کہ دشمنونکے درمیان مین
جا پہونچے ہو اللہ تمھاری حفاظت کرے مین تو ایک بوڑھی عورت ہون مجھکو کوئی ریاست کا
دعویٰ نہ تھا جو کچھ مین نے کیا وہ تمھاری بھلائی کے لیے کیا تھا جو کچھ مجھپر گذرا وہ تمھاری

پہونچی اب بیگم کو ایک روپیہ ہزار روپیون کے برابر تھا اسباب نقرئی اور طلائی پردے
مین بک کر اوقات بسر ہوتی تھی ان زخمہاے دامن دار پر بھی معتمد الدولہ کی نمک پاشی کم نہوئی
یعنی وہ اس بندش اور تجسس مین رہتے تھے کہ جو اسباب بکنے کے وقت ظاہر ہوا اُسکو منگواکر
اپنے توشہ خانہ مین داخل کیا جائے اُنکی سرد مہریون سے سات سات آٹھ آٹھ روز تک بیگم کے
محل مین چولھے مین آگ سُلگانے کی نوبت نہ آتی تھی بعض اوقات من دو من چنے یا جوار
بھنواکر محل مین تقسیم ہوتی تھی۔

شاہزادے کا چند روز تک بیگم سے علحدہ رہکر پھر اُن کے پاس چلا جانا

معتمد الدولہ نے نصیر الدین حیدر کو شیر جنگ کے باغ مین بُلایا وہ بنظر تقدم بالحفظ
انجام کو سوچ کر ایکدن اس باغ مین گئے اور خاصہ طلب کر کے نوش کیا۔ معتمد الدولہ نے
جادۂ اطاعت سے قدم باہر نہین رکھا اور دلاسے کے ساتھ پیش آئے اور اپنا قصور معاف
کرایا اور اُنکی دلجوئی حسب مراتب ہر وقت ملحوظ خاطر تھی مگر دل مین عداوت بھری رہی بلکہ
ایک عجب حرکت کی جو یہ ہے کہ شاہزادے کے خوش کرنے کو جنکی طبیعت عیاشی اور لہو و لعب
کی طرف زیادہ رغبت رکھتی تھی چند رقاصہ عورتین اُنکی خدمت مین بھیجدین اور اُن کو
حکم دیا کہ شاہزادے کا دل اپنی طرف مائل کر لین تقاضاے سن کی وجہ سے کہ عمر اُنکی
۲۲ سال کی تھی مسماۃ بگّا سے مالوف ہو گئے جب معتمد الدولہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اُنھون نے
یہ خیال کیا کہ انکو دوسری جگہ بھیجدیا جائے کیونکہ ماں بیٹون مین مفارقت منظور تھی اس لیے
عرض کیا کہ یہ مکان تنگ ہے حضور کی آسایش کے لائق نہین اور حضور کو بھی یہان خاطر خواہ

آئے تو ولی عہد اس دربار سے محروم تھے ایکبار بادشاہ نے ولی عہد کو حکم دیا کہ نماز عید الفطر کے لیے عید گاہ کو جائین مگر وہ نہ گئے[1]

لارڈ ام ہرسٹ کا ورود

صاحبزادۂ سید کریم اللہ خان خلف نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رام پور سیر کریمی مین واقعات ۱۲۳۹ھ ہجری مین لکھتے ہین کہ مجھ سے بنارس کے بڑے صاحب نے بیان کیا کہ شاہ اودھ نے لارڈ ام ہرسٹ صاحب گورنر جنرل کی ملاقات کے وقت ایک تلوار بہت نادر کہ جسکا قبضہ اور سازبیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا اور نہایت قیمتی جواہرات کی مالا جو عجیب چیز تھی سوائے دوسرے تحائف کے گورنر جنرل کو دی اور ولی عہد سلطنت نصیر الدین حیدر استقبال کے لیے نہ گئے اور نہ اُس وقت گئے جب کہ گورنر جنرل شاہ اودھ کے محلات مین ملنے کو آئے (بنارس کے بڑے صاحب کو اندرونی معاملات کی کیا خبر تھی شاہزادے صاحب بادشاہ کے حکم سے شرکت رسم استقبال و دربار سے محروم رہے تھے) مگر جب گورنر جنرل نے رزیڈنسی مین بادشاہ کی دعوت کی تو باپ کے ساتھ ولی عہد بھی گئے اور معتمد الدولہ کی طرف سے پشت کر کے بیٹھے معتمد الدولہ کا ارادہ تھا کہ اگر شاہزادے نظر التفات فرمادین تو سلام کرین مگر اُنھون نے کچھ التفات نکیا لکھنؤ مین گورنر جنرل کی رونق افروزی کے وقت وہان کے آدمیون نے ۱۲ سو استغاثے کی عرضیان گورنر جنرل کو دین لیکن اُنھون نے بادشاہ کے پاس خاطر سے کسی کو کچھ جواب نہ دیا - دوسری جگہ ہوتا تو ہر ایک عرضی پر جداجدا حکم لکھوایا -

[1] دیکھو عشم خانی اور وقائع دلپذیر ۱۲

ہوا خواہی و دوستی کی وجہ سے گذرا ۔ جائے شکایت نہین ہے جو کچھ پیش آیا قسمت کا لکھا تھا
شاہزادے کو جب یہ پیام پہونچا تو آبدیدہ ہوے اور کہلا بھیجا ۔
مصرعہ من ہمان بندۂ دیرینہ کہ بودم ہستم ۔ برسین گذرین کہ آدمی معتمد الدولہ کی طرف سے
پیام لاتے تھے کہ مین آپ کا غلام و خانہ زاد ہون اگر میری خطا معاف کیجائے تو خدمت کو
سعادت دارین جانکر ایسی جان فشانی کرونگا کہ یادگار زمانہ رہے گی اور حضور کو کیفیت
خادمیت و مخدومیت کی ثابت ہوجائیگی اور آپ پر یہ بھی بخوبی روشن ہے کہ تکلیف اخراجات
سے میری طاقت طاق ہوگئی تھی اور اُسکی بیداد سے میرے نوکر چاکر تنگ آگئے تھے باچار
یہ کام کیا اگرچہ یہ امر سبک تھا لیکن اس بدباطن کے دل کا حال بدون اصلاح ظاہری کے
معلوم ہونا ناممکن تھا محض اِس مصلحت کی وجہ سے آپکی مفارقت گوارا کی گئی ہے جب سے
میں آپ سے جُدا ہوکر یہان آیا ہون سوائے نفاق کے کچھ اور اُسکی طرف سے ظہور مین نہین
آیا ۔ الحمدللہ کہ اب مین نے حجت تمام کردی اور دروغ گو کو مکان تک پہونچادیا ۔ اور
حاشا کہ آپکی طرف سے ارادت مین کوئی قصور و فتور نہین ہوا ہے ۔ بلکہ پانچون وقت کی
نماز کے بعد دعا کرتا ہون کہ اللہ آپ کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ برقرار رکھے ۔ مالن جب یہ
جواب لیکر بادشاہ بیگم کے پاس گئی تو اُسکے دوسرے دن اُنھون نے شاہزادے کے پاس
یہ پیام بھیجا کہ اگر وہان کے رہنے مین اپنا مطلب حاصل ہوتا دیکھو تو وہان رہنا چاہیئے
ورنہ ایکدم کی مفارقت ایکسال کے برابر ہے جلد یہان آجانا چاہیے اب جدائی کی تاب
نہین ہے ۔ شاہزادے یہ پیام پہونچتے ہی دوپہر کے وقت محل مین چلے آئے اور اُسوقت
سے غازی الدین حیدر کے مرنے تک دربار مین نہ گئے اور سرکار شاہی سے بھی شاہزادے
کے لیے کہین آنے جانیکی ممانعت کا حکم نافذ ہوا یہانتک کہ جب لارڈ ایمہرسٹ گورنر جنرل

دشمن گھات مین ہے وہ بہت فضیحت کریگا اسلیے اُنھون نے یہ فکر کی کہ حمل کا پردہ ہی نہ اُٹھے اسلیے کسی بچے کی تلاش مین مصروف ہوئین جس زمانے مین کہ سکھ چین کو خون آنے لگا ایک دھوبن کے بچہ پیدا ہوا تھا اُسکو منگالیا اور سکھ چین کے دردزہ کے شروع ہونے کی خبر اُڑا کر بچے کو خون سے آلودہ کرکے نہایت احتیاط سے سکھ چین کے پاس لٹا کر صدائے مبارکباد اور تہنیت کے وہ تمام مراسم جو ولادت پسر کے موقع پر مرسوم ہین ادا کرائے یہ واقعہ ۵ ذیحجہ سنہ ۱۲۳۵ ہجری مطابق ۱۴ - ستمبر سنہ ۱۸۲۰ء پہردن رہے کے وقت کا ہے پرستاران محل نے اُس بچے کو غسل دیکر چار گھڑی دن ہے بادشاہ بیگم کی آغوش مین دیا اُسکا نام محمد مہدی اور لقب رفیع الدین حیدر اور عرف منا جان ہوا اور سکھ چین کا خطاب افضل محل ہوا۔ معتمد الدولہ کو پہلے سے اُن دائیون نے جو بادشاہ بیگم سے حمل ہونے کا حال بیان کرتی تھین مرض ریاحی کی کیفیت بتادی تھی معتمد الدولہ نے بچہ پیدا ہونے کی خبر سُنکر اُن دائیونکو بلوا کر اصرار کے ساتھ اقرار کرالیا تھا کہ یہ بچہ خواص مذکور کے بطن سے نہین ہے اور تمام ماجرا بادشاہ سے عرض کردیا تھا بادشاہ بیگم نے نصیر الدین حیدر کو اُس لڑکے کی پیدایش کی نذر کے لیے بادشاہ کی خدمت مین بھیجا امرت لال اور فتح علی خان عرض بیگیون اور عبدالکریم داروغۂ دیوانخانہ نے عرض کیا کہ آپ کی باریابی کے لیے حضور کا حکم نہین ناچار ولی عہد بے نیل مقصود واپس ہوے اور دوسرے دن بادشاہ نے امرت لال عرض بیگی سے حال معلوم کرکے اُن سپاہیون اور افسرون کو جن کے پہرون مین سے صاحب عالم آئے تھے موقوف کردیا۔ جان منگٹن صاحب رزیڈنٹ تھے اُنھون نے جب یہ ماجرا سُنا تو خیال کیا کہ یہ صورت بادشاہ کی طرف سے محض اِس وجہ سے وقوع مین آئی ہوگی کہ اُنمین اور ولی عہد مین ملال ہے۔ چنانچہ اُنھون نے بادشاہ سے ملاقات کرکے کہا

سلہ دیکھو محتشم خانی ۱۲

اور رکیٹ صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ نے غازی الدین حیدر کے بھائی حسین علی خان کی عرضی
جو اُنکے نام کے خط کے ساتھ آئی تھی بادشاہ کی خدمت مین بھیجی تو بادشاہ نے واپس کرکے جوابدیا
کہ مین بھائی حسین علی خان کی عرضی نہ لونگا (انتہیٰ)

مناجان کی پیدایش اور بادشاہ بیگم کا یہ مشہور کرنا کہ وہ نصیر الدین حیدر کے نطفے سے ہے معتمد الدولہ کا بیگم کی دھول اُڑانے مین کسر باقی نہ رکھنا اور انجام کار مناجان کا ولی عہد کے نطفے سے ثابت نہ ہونا

بادشاہ بیگم کی ایک خواص کا نام سُکھ چین تھا صاحبزادگی کے زمانے سے نصیر الدین حیدر کی
صحبت مین رہتی تھی بہت خوبصورت تھی کوئی سوبار سے زیادہ صاحب عالم کی ہم بستری
سے مشرف ہوئی تھی ایکبار حیض کے ایام ٹل گئے اور معلوم ہوا کہ اُسکو حمل ہے سات مہینے اس
حمل کو گذرے موافق دستور ہندوستان کے نہایت خوشی کی گئی اور حمل کی یہ خبر دور دور پھیل گئی
معتمد الدولہ کو بیگم اور نصیر الدین حیدر سے قلبی عداوت تھی انھون نے اس حمل کی تحقیقات شروع
کی حقیقت مین یہ حمل نہ تھا ریاحی مرض تھا ریاح دفع ہوکر پیٹ پتلا پڑگیا حالانکہ مرض کے درمیان
مین خون حیض بند تھا پیٹ مین بچے کی سی حرکت معلوم ہوتی تھی چھاتیون سے دودھ نکلتا تھا
ریاح کے نکلتے ہی یہ سب باتین مٹ گئین بادشاہ بیگم کو اطلاع ہونے پر بہت رنج وندامت
ہوئی کہ تمام مین یہ خبر پھیلی اور بادشاہ تک پہونچی اور انجام یہ ہوا اُن بیگمات کے سامنے
بھی خجل ہونا پڑیگا جو حمل کے دنون مین خوشی کی رسمون مین آئی تھین بیگم نے خیال کیا کہ معتمد الدولہ

بادشاہ نے فرمایا کہ بچہ پیدا ہونے کی امید ۲۵ ماہ کے بعد ظہور مین آئی ہے۔ بعد اسکے رزیڈنٹ نے
بات کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور اس سے ۱۵ ماہ قبل بادشاہ کی زبانی رزیڈنٹ کو
معلوم ہوا تھا کہ ولی عہد بہادر کے یہان بچہ پیدا ہونے کو ہے لیکن بعد اسکے کوئی خبر بچہ پیدا
ہونے کی معلوم نہوئی تھی اور ایک اخبار نویس نے رزیڈنٹ کو خبر دی تھی کہ بادشاہ بیگم نے
چار عورتین از قوم سادات ولی عہد کی صحبت مین رکھی ہین اور جو طفل کہ اب پیدا ہوا ہے اُن مین
سے ایک عورت کے بطن سے ہے۔ رزیڈنٹ نے یہ تمام حال گورنر جنرل کو لکھا کہ ولی عہد
بہادر تو ولدیت کے مقر ہین مگر بادشاہ انکار کرتے ہین اور بادشاہ کے قول کی تحقیق
مشکل ہے کہ فرماتے ہین کہ نصیر الدین حیدر طفل مذکور کے باپ نہین ہین اور سب سے زیادہ
مشکل جانبین کے دوستون اور دشمنونکی غرض کا ادراک ہے ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۲۰ء کو گورنر جنرل کا
جواب طامس متکلف صاحب سکرٹری دفتر سفارت کے ذریعہ سے یون پہونچا کہ آپکی تحریر
مرقومہ ۱۹ ستمبر سنہ حال سے معلوم ہوا کہ ولی عہد کے مکان مین ایک لڑکا پیدا ہوا ہے
جسکو بادشاہ تسلیم نہین کرتے اس امر کی تحقیق ضرور ہے تاکہ آیندہ کوئی دقت امور سلطنت مین
پیش نہ آئے اور تکرار واقع نہو اسلیئے مناسب ہے کہ اب اچھی طرح طفل مذکور کے نسب کی بابت
تحقیقات کرین کہ فی الحقیقۃ ولی عہد کا نطفہ ہے یا نہین اور نواب گورنر جنرل امید رکھتے ہین
کہ جناب بادشاہ اودھ ایسے امر نازک مین اپنے اشتباہ کا رفع کرنا اور اُسکی تحقیقات ضروری
جانینگے رزیڈنٹ نے اس خیال سے کہ بادشاہ اپنی زبان سے اس لڑکے کو دھوبی کا
بچہ بتاتے ہین اور عوام مین بھی یہ مشہور ہے کہ ایک حاملہ دھوبن مدت سے غائب ہے یہ مناسب
جانا کہ اُسکے شوہر کے اظہار لیے جائین مگر اسوجہ سے کہ مبادا خبر پاتے ہی آدمی دھوبی سے
ملکر جلسازی کرین اپنے میر منشی کو حکم دیا کہ تم اپنے یہان اُس دھوبی کو نوکر رکھ لو بعد اُسکے اُسکے

کہ حضور نے مجھکو ولادت فرزند کی خبر کیون ندی تاکہ تہنیت کے مراسم بجالاتا بادشاہ
اس بات سے دل مین کبیدہ ہوئے اور بظاہر ایسی بے پروائی کی کہ گویا صاحب کی بات کا
مطلب آپکے ذہن مین نہین آیا اور تجاہل کی راہ سے فرمایا کہ مین نے کونسی بات کی آپکو خبر
ندی صاحب نے کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ ولی عہد بہادر کے محل مین بیٹا پیدا ہوا ہے یہ خبر مجھکو
صبح کے وقت پہونچی تھی اور ادائے تہنیت کا منتظر تھا۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت
کرکے فرمایا کہ اسباب مین گفتگو نامناسب ہے اس جواب سے رزیڈنٹ متحیر ہوئے اور کہنے
لگے کہ مجھکو حضور کے پوتے کی پیدائش کی خبر پہونچی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ولی عہد بہادر
نذر کو گئے اور بے نیل مرام واپس ہوئے اور پھر سپاہیان متعینہ دروازہ برطرف کردیے گئے
کیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ بادشاہ نے جواب دیا کہ شام کو ولی عہد بہادر مع خاص بردارونکے
زبردستی حاضر ہونا چاہتے تھے اور لڑکا دن مین پیدا ہوا تھا اگر فی الحقیقت ہمارا اصلی پوتا ہوتا
اور وارث حقیقی ہوتا تو ہم پہلے اس سے سازوسامان جشن اور ادائے لوازم تہنیت کے لیے
برضا و رغبت حکم دیتے لیکن اس معاملے مین ہر طرح جعل و فریب ہوا ہے اور حقیقت مین
یہ بچہ دھوبن کا ہے کہ ۲۵ روز سے اُسکو محل مین لے گئے ہین۔ رزیڈنٹ نے فہم و فراست
کی راہ سے کہا کہ مبادا یہ بات معاندین و مخالفین نے مشہور کردی ہو بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے
اسکو خوب تحقیق کرلیا ہے پھر رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ امر بہت مشکل ہے کہ ولی عہد بہادر ایسا
فریب کھاتے اور حقیقت اُن سے مخفی رہتی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اُس بیچارے کو کیا سمجھ
ہے یہ تمام چالاکی بادشاہ بیگم کی طرف سے ہے اور وہ بیچارہ بسبب کم عمری اور بے عقلی
کے کیا سمجھ سکتا ہے رزیڈنٹ نے کہا کہ حضور سابق مین شکایت کرتے تھے کہ ولی عہد بہادر گی
عورتونکے ساتھ صحبت اور اختلاط رکھتے ہین۔ چنانچہ بعض اُن مین سے حاملہ بھی ہوگئی ہین

اُسیوقت میرے گھر سے چلی گئی تھی چونکہ مجھکو بعض آدمیونکی زبانی یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ پردھن علی کی شرکت سے مینا کٹنی نے اُسکو فروخت کردیا اسیلئے مین کٹنی کے گھر پر گیا اُس کے بیٹے نے کہا کہ وہ دو دن سے مکان پر نہین آئی ہے آخر تیسرے دن مین نے اُسکو پایا اور کوتوال کے پاس لیگیا اور تمام حال ظاہر کر کے گرفتار کرادیا چار دن کے بعد اُس کٹنی نے عورت کے حاضر کرنے کا اقرار کیا اُسکی ضمانت لیکر کوتوال نے چھوڑ دیا بعد اسکے میری ساس نے نالش کی تو پھر معتمد الدولہ نے اُس کٹنی کو پکڑوا کر کوتوال کے پاس بھیجدیا وہان قید ہوگئی اور معتمد الدولہ نے میری زوجہ کو تلاش کرنے کے لیے حکم تاکیدی صادر کیا کوتوال نے نہایت تخویف و تہدید کی مگر کچھ مفید نہوا آخر کار مجھکو کہا کہ وہ رنگ محل مین ہے اور وہان کوتوالی کا حکم نہین چلتا مین نا امید اور مایوس ہوگیا اور کٹنی بھی چوتھی محرم کو رہا ہوگئی اور مجھکو بہت سے معتمد آدمیونکی زبانی معلوم ہوا کہ میری زوجہ رنگ محل مین ڈیڑھ سو روپے کو فروخت کردیگئی ہے رزیڈنٹ نے بادشاہ کی شرح ملاقات اور دھوبی کا اظہار گورنر جنرل کے پاس بھیجدیا بعدہ عہد قائم مقامی فیلکس السنٹ ریپٹر صاحب مین ایکدن بادشاہ نے محسن الدولہ سے فرمایا کہ تمھارے ماموں یعنی نصیر الدین حیدر ہمارے بچھنے کو کہ پاؤن مین چوٹ لگ گئی ہے کیون نہین آتے محسن الدولہ نے عرض کیا کہ حکم عالی کے منتظر ہین ارشاد ہوا کہ ابھی جاکر ہماری طرف سے کہو کہ اپنے بیٹے کو ہمراہ لیکر آئین - محسن الدولہ نے جاکر بادشاہ بیگم سے کہا انھون نے ولی عہد کو مع فرزند مسطور بادشاہ کے حضور مین بھیجا ولی عہد نے بادشاہ کے قدمون پر سر رکھدیا بادشاہ نے اُن کا سر اُٹھا کر گلے سے لگایا اور شفقت پدری کے جوش مین آکر خوب روئے اور بچے کو گود مین لیا اور لمحہ کے بعد ولی عہد کو مع اُس بچے کے خلعت دیکر رخصت کیا قائم مقام رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو یہ ساری کیفیت ۱۰- اپریل ۱۸۲۱ء کو لکھ بھی اس بچے کے نسب کے باب مین دوسرے لوگون کے معتمد الدولہ نے اظہار لوائے تو

اظہار لوائے اور بادشاہ سے ملاقات کے وقت ایک پرچہ پیام متضمن ضرورت تحقیق نسب
طفل مذکور کہ مبادا انجام کو معاملۂ ریاست مین تکرار پیش آئے بادشاہ کے حوالے کرکے زبانی
کہا کہ ایسے امر نازک مین عتاب اور خفگی دل سے دور کرکے اسکا جواب اسطرح تحریر فرمائین کہ
اب اور آیندہ اشتباہ باقی نرہے اور سب سے یہ بہتر ہے کہ جناب والا خود محل مین تشریف لیجاکر
اس لڑکے کو بچشم خود ملاحظہ کرلین مگر بادشاہ نے محل مین جانا قبول نکیا اور فرمانے لگے کہ اگر
فی الحقیقۃ میرا پوتا ہوتا تو اس سے بہتر اور خوشتر کیا تھا۔ لیکن وہ اصل مین میرا پوتا نہین ہے اور
بادشاہ بیگم نے اُسکی ولادت کے وقت حسب دستور مستمرہ کیلیے ہمارے خاندانی بیگمات کو جمع نکیا
مگر رزیڈنٹ کی طرف سے بہت تاکید ہوئی کہ اس معاملے کی پوری پوری تحقیقات کیجائے اسلیے
بادشاہ نے دائی کو تلاش کرایا اور اسباب مین ایک خط بادشاہ بیگم کو لکھا اسی اثنا مین اخبار نویس نے
رزیڈنٹ کو اطلاع دی کہ ۲۵ جمادی الآخری ۱۲۳۲ہجری مطابق ۱۳۔مئی ۱۸۱۷ء کو جناب
بادشاہ اودھ نے تین عورتین منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کی پیش کی ہوئین معرفت میمنت خواجہ سرا
کے بادشاہ بیگم کو عطا کی تھین اُن مین سے دو مر گئین ایک زندہ ہے اور وہی اُس بچہ کی ماں ہے
اور اُسکا خطاب افضل محل ہے اور وہ خود طفل کو دودھ پلاتی ہے ولی عہد بہادر اور بادشاہ بیگم کہتی ہین
کہ اگر بادشاہ کا دل چاہے تو خود آکر لڑکے اور اُسکی ماں کو ملاحظہ کرلین دھوبی کا نام پیرا تھا اُسنے
اپنے اظہارون مین بیان کیا کہ میری زوجہ منا نام جسکی عمر سترہ سال کی اور آٹھ ماہ کا حمل تھا
۷ ذیقعدہ ۱۲۳۵ہجری مطابق ۱۷۔ اگست ۱۸۲۰ء کو دن کے ساڑھے دس بجے پرورش علی
کے گھر کپڑے لیکر گئی تھی وہان سے غائب ہوگئی۔ دوپہر کے وقت مسماۃ مینا کٹنی میرے گھر آئی
اور میری زوجہ کا حال پوچھا میری ساس نے کہا کہ وہ پرورش علی کے گھر کپڑے لیکر گئی ہے
مینا چلی گئی مین نے شام تک اُسکا انتظار کیا بعد اسکے پرورش علی کے گھر پر گیا اُس نے کہا کہ وہ

آزردگی کے ساتھ فرمایا کہ اگر وہ لڑکا میرے بیٹے کا ہوتا تو رسم شلک عمل مین آتی ولی عہد حاضری کی اجازت نپاکر بے نیل مقصود لوٹ گئے - چونکہ بادشاہ بیگم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق بادشاہ کی بہن اور پھوپھی کو ولادت کے وقت شریک نہ کیا تھا - اور نیم خواجہ سرا نے بھی بیان کیا تھا کہ اس طفل کے ولی عہد کے نطفے سے ہونے پر اعتماد نہین اور دائی نے بھی ظاہر کیا تھا کہ تمام کام مین جعل ہے اور خداوند سلطان وقت کے سامنے غلط بات نکہونگی میرے سامنے بچہ پیدا نہین ہوا بلکہ جنا ہوا بچہ میرے سامنے لائے اور کہا کہ اسکی ناف کاٹ دے مین نے ناف کاٹ دی مجھکو ایکہزار روپے دیے اور مسماۃ سکھ چین مین ذرا بھی جننے کے آثار نہین پائے جاتے اس لیے بادشاہ نے یہ تمام کیفیت تحقیقات کی جان منگٹن صاحب رزیڈنٹ سابق سے بیان کردی تھی چند مدت کے بعد ولی عہد اور محسن الدولہ لڑکے کو کسی عورت کے ہاتھ مین لیکر بادشاہ کے پاس آئے حضور نے خشم و غضب کی وجہ سے اُسکی صورت نہ دیکھی - اور میری (معتمد الدولہ کی) وساطت سے رزیڈنٹ کو خبر دی - رزیڈنٹ نے کہا کہ مین نے سنا ہے کہ بادشاہ نے اُس لڑکے کو گود مین لیا تھا بادشاہ نے رزیڈنٹ کا یہ قول سُنا تو نہایت مکدر ہوئے اور اُنکو کہلا بھیجا کہ کسی نے آپکو یہ خبر فریب کی راہ سے دی ہے اگر وہ ہمارے بیٹے کا بیٹا ہوتا تو ہم اُسکو گود مین لیتے اور فلکس السنٹ ریپر صاحب قائم مقام رزیڈنٹ اور رکنس (ریکٹ) صاحب رزیڈنٹ سابق سے بھی بادشاہ نے روبرو فرمایا تھا کہ کبھی نصیر الدین حیدر سے کوئی بچہ پیدا نہین ہوا - لازم ہے کہ اس خاندان کی ریاست اس خاندان کے وارثونکو دیجائے نہ غیر کے ہاتھون مین - جبکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے یہ بات مشتہر ہوئی تھی کہ سکھ چین ولی عہد سے حاملہ ہے تو سُنکر بادشاہ نے ایک

پرورش علی خان عرف چھوٹے خان اور مرزا عنایت علی اور شیخ ضیاء اللہ کے بیانات سے ثابت ہوا کہ سماۃ منا دھوبن حاملہ بادشاہ بیگم کے محل مین گئی تھی اور اُس کے جانے سے پندرہ سولہ دنکے بعد محل مین بچہ پیدا ہونے کی خبر سننے مین آئی اور مہتاب دائی نے اپنے اظہارون مین بیان کیا کہ سکھ چین خواص کا پیٹ مین نے بادشاہ بیگم کے حکم سے خوب دیکھا مگر حمل کے آثار نہ پائے اور زباقی خانم مغلانی ملازم بادشاہ بیگم نے بھی کہا کہ منا جان سکھ چین کے شکم سے نہین سکھ چین کو کبھی حمل ہی نہین رہا معتمد الدولہ نے رزیڈنٹی کے دفتر کو اسطرح کیفیت لکھی کہ جب بادشاہ بیگم نے بادشاہ سے ظاہر کیا کہ سکھ چین نصیر الدین حیدر سے حاملہ ہے تو بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت کرنے کے بعد فرمایا کس لیے کنیز کو شاہزادے کے پاس بھیجا ہماری خواہش اور نیز نواب گورنر جنرل کی مرضی یہ تھی کہ کسی خاندان عالیشان مین بیاہے جاتے تاکہ فرزند صحیح النسب پیدا ہوتا آخرالامر بادشاہ نے نو مہینے تک انتظار کیا جبکہ بچہ پیدا نہوا تو بیگم صاحبہ کے قریب کو بلاکر پیام دیا کہ اسقدر دیر ولادت مین ہونا مقام تعجب ہے بادشاہ بیگم نے جواب دیا کہ بچہ پیٹ مین تو موجود ہے لیکن جنات و شیاطین کے آسیب سے پیدا نہین ہو سکتا اس بات سے بادشاہ کو زیادہ شبہہ ہوا اور فرمایا کہ بچے کی پیدایش ہماری ہمشیرہ اور پھوپھی اور دوسری بیگمات خاندان کے سامنے ہو الغرض اس وتیرے پر ۲۵ ماہ گذرے اور بادشاہ کا تعجب روز بروز بڑھتا جاتا تھا اور انھین دنون اخبار کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ محل مین زن حاملہ کی بڑی تلاش ہے متعاقب اُسی کے اخبار سے دریافت ہوا کہ ایک حاملہ دھوبن ملازم منشی محمد باقر غائب ہے اس حال کے دریافت ہونے سے بادشاہ نے مکرر حکم دیا کہ جب سکھ چین کے بچہ پیدا ہو تو بیگمات خاندان کو اُسوقت بلالیا جائے اُن کے سامنے ولادت واقع ہو بعد چند روز کے ناگہان حضور کو خبر پہونچی کہ بیٹا پیدا ہوا اور ولی عہد فریب کی راہ سے نذر گذراننے اور شلک سلامی کی اجازت حاصل کرنے کے لیے آتے ہین بادشاہ نے

وہ وصیت کر جائے دیا جائے اور دو تہائی باقی اور سیقدر بعد خرچ حسب وصیت نامہ
تہائی اول سے باقی رہے یا اگر وہ کچھ وصیت نہ کر جائے تو وہ ایک تہائی بھی اس مین
شامل ہو کر سب روپے کے دو حصے ہون ایک حصہ نجف اشرف مین دیا جائے اور دوسرا
حصہ کربلا مین امام باڑہ اور مجاورون کے لیے یا اُن شخصون کے لیے جو بادشاہ کی جانب سے
مہتمم ہون دیا جائے تاکہ بادشاہ کو اُسکا ثواب نصیب ہو۔ اور یہی شرط سُلطان مریم بیگم کے
وثیقہ مین بھی مبارک محل کی اصل وحقیقت اسطرح سے ہے کہ یہ عورت کرنیل عیش کے نطفے
سے مسماۃ چمپا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی کرنیل عیش کا بنگلہ کانپور مین اسی کے نام سے مشہور تھا
جب یہ کرنیل ولایت کو چلا گیا تو یہ لڑکی اسکول مین لڑکون کے ساتھ پڑھنے کو جایا کرتی تھی
مذہب عیسائی تھا جب غازی الدین حیدر نے تعلیم وتلقین فرمایا تو صدق دل سے
ایمان لائی۔ یہ عورت فی الحقیقۃ بہت حسین تھی اور ذی ہمت اور سیرچشم بھی تھی کئی ہزار آدمی
اسکی بدولت پرورش پاتے تھے۔ اسکی سرکار مین سیاہ وسفید کا اختیار حکیم بندہ رضا خان کو
تھا اس بیگم نے واجد علی شاہ کے عہد مین انتقال کیا۔ موت سے کچھ دنون قبل سے علیل تھی
ایکدن باغ سے آمونکی ڈالی آئی تھی اُسمین سے کئی آم رات کو کھائے مزاج کچھ برہم ہوا حکیم صاحب
نے موافق معمول دوا بھی اُسے کھلایا پھر استفراغ کیا آخر کار شب ہشتم ماہ شعبان ۱۲۶۵ھ ہجری
مطابق ۳۰ جون ۱۸۴۹ء کو شنبہ کے دن انتقال کیا امام باڑہ نجف مین غازی الدین حیدر
اپنے شوہر کے ہم پہلو دفن ہوئی۔ پشمینہ اور جواہرات مبارک محل کے پاس مشہور تھا کارندونکی
خیانت سے کچھ اُسکا پتا نہ لگا۔

مبارک محل سے نکاح کر لینے کے بعد بادشاہ نے ڈاکٹر شارٹ کانسل بغداد کی بیٹی کے
ساتھ نکاح کیا اور اُسکو نواب سلطان مریم بیگم خطاب دیا یہ بھی عیسائی مذہب اور ارمنی الاصل تھی

یونانی حکیم اور ایک انگریز ڈاکٹر اپنے ملازم اور ایک دوسرے ڈاکٹر کو کہ نووارد تھا اس امر کی تحقیق کے لیے بیگم صاحبہ کے محل مین بھیجا تھا مگر اُنھون نے تحقیق نکرنے دیا اور یہ خبر چار سال تک مشہور رہی لیکن کوئی بچہ پیدا نہوا[1]۔

محتشم خانی کا مؤلف کہتا ہے کہ مجھکو سفیر کے منشی باقر کی زبانی معلوم ہوا کہ ہمارے دفتر مین جو تحقیقات ہوکر کاغذات آئے ہین ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بچہ صاحب عالم کے نطفے سے نہین ایک دھوبن کے پیٹ سے ہے یہی تحریر دفتر رزیڈنٹی مین داخل کی گئی ہے وہ دھوبن معتمد الدولہ کے اخراج تک کوٹھی نور بخش مین قید تھی۔

معتمد الدولہ کی ترغیب سے غازی الدین حیدر کا دو عیسائی عورتون سے نکاح کرکے اُن کو خطاب و جاگیر دینا

بادشاہ کے دل مین بادشاہ بیگم کی مفارقت سے خار الم کھٹکتا تھا معتمد الدولہ نے اُسکے رفع کرنے کے واسطے یہ تجویز نکالی کہ ایک خوبصورت عورت جو ایک انگریز کے نطفے سے ایک ہندوستانی عورت کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اور اُسکو مرزا حاجی کانپور سے اپنے ساتھ لائے تھے بادشاہ کے ساتھ منعقد کی بادشاہ نے رنگ محل خطاب دیا اور مبارک محل نام مشہور ہوا۔ دس ہزار روپے ماہوار کی جاگیر اُسکے لیے مقرر کی۔ بادشاہ نے یکم محرم ۱۲۴۱ھ ہجری کو جو گورنمنٹ انگریزی کو ایک کروڑ روپیہ قرض دیا تو اُسکے سود مین سے دس ہزار روپیہ ماہوار کا وثیقہ مبارک محل کے نام پر مقرر کر دیا اور یہ قرار پایا کہ یہ روپیہ زندگی بھر مبارک محل کو ملے اور اُسکی وفات کے بعد ایک تہائی روپیہ جسکے نام یا جس کام کیواسطے

[1] دیکھو وقائع دلپذیر ۱۲

اپنے مذہب عیسائی پر مستقل رہی اسلیے میری تجہیز وتکفین موافق مذہب عیسائی کے ہو
اور ایک ثلث میری تنخواہ مین میری وصیت جاری ہو بعد اس کے حسن علی خان کپتان کے
متصل امام باڑہ آغا باقر خان کرایہ پر لیکر اُس مین رہی آخر کار ۷- اپریل ۱۸۴۹ء کو شب کے
وقت مرگئی اور موافق وصیت کے شاہ پیر جلیل کے ٹیلے کے متصل رومن کیتھولگ کے
گورستان مین مدفون ہوئی۔ حسب الحکم شاہی مجدالدولہ نے تعلیقہ کرکے پہرے بٹھا دیے جب
کلکتے سے رزیڈنٹ کی رپورٹ کا جواب آیا تو متروکہ اُسکا جوزف شارٹ کو ملا ہرچند پرچۂ
پیام پھر اسباب مین گیا کہ اس صورت مین ساری تنخواہ وثیقہ کربلا سے مِلنے جائے لیکن کچھ نہوا
غازی الدین حیدر کے بعد سے ایک حکیم صاحب اسی بیگم کے یہان بھی بڑا اختیار رکھتے تھے

تعمیرات

مبارک منزل - یہ کوٹھی بادشاہ نے کنارۂ دریا پر تعمیر کرائی تھی -
قدم رسول - یہ ایک مذہبی مقام اہل اسلام کا ایک بلند مقام پر بادشاہ نے تعمیر
کرایا تھا اور اسمین ایک سنگ پارہ رکھا تھا جو عرب سے ایک حاجی لایا تھا اُسپر آنحضرت
کے قدم کا نقش تھا غدر مین سنگ پارۂ مذکور گم ہو گیا -
نجف اشرف - جو بنام شاہ نجف مشہور ہے اسکو غازی الدین حیدر نے اپنا مقبرہ
بنوایا تھا اور اُسی مین دفن بھی ہوے ہین اس مقام کو یہ نام اسواسطے دیا گیا تھا کہ ایک مقام
کوہ نجف ہے جسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قبر ہے اُسکی نقل یہ مقبرہ بنوایا تھا بادشاہ نے
کچھ روپیہ واسطے مصارف اس مقبرے کے سرکار کمپنی مین جمع کر دیا تھا جسکے سود سے خرچ
اس تعمیر کی مرمت کا اور تنخواہ عملۂ مقبرہ کی ادا ہوتی ہے

اس کی ابتدائی حالت یہ ہے کہ غازی الدین حیدر کے جلوس سے تیسرے سال اس لڑکی کی
ماں اسکو ساتھ لیکر کانپور سے لکھنؤ مین آئی اور ایک مکان کرایے پر لیکر اُس مین رہی حال ہم
تک لباس انگریزی پہنے سڑک پر کھڑے ہوکر بادشاہ کو سلام کرتی رہی جب قسمت نے یاوری
کی بادشاہ نے ایکروز آدھی رات کے بعد میر کلو خواص کو مع میانہ سواری بھیجکر بلایا اُس کی مان
میر کلو سے کہنے لگی کہ ہم مایوس ہوکر کانپور جایا چاہتے تھے منتظر خرچ کے تھے غرض بن سنور کر
داخل کمرۂ محلسرائے فرح بخش ہوئی حکم ہوا کہ منبر پر سے ایک قطعی تین لاکھ روپے کے زیور جواہر کی
اُٹھالے اور اُسے پہن کر ہمارے پاس آئے - جب بادشاہ کی صحبت سے مشرف ہو چکی تو پانچہزار
روپے دیکر رخصت کیا بعد کئی دن کے پھر رات کو طلب فرمایا دوسری قطعی زیور جواہر کی اور
دو ہزار روپے اور ہزار اشرفیان اور تین بدرے ہر قسم کے پارچے کے عنایت ہوئے بعد
کئی دن کے بُلاکر حضرت عباسؑ کی حاضری اپنے ہاتھ سے کھلاکر مذہب اسلام تلقین کیا
اور فرمایا کہ ہم نے تمکو بیگم کیا اُس نے نذر دی پھر ایکدن جڑاؤ جوڑی ہاتھو نکے کڑونکی جسکی قیمت
ایک لاکھ روپیہ تھی اور اُس مین الماس کے نگینے سفید و گلابی جڑے ہوئے تھے اور ایک
نتھ قیمتی ایک لاکھ روپے کی عنایت فرمائی - اور پانچہزار روپے ماہواری مقرر ہوا - رہنے کے
لیے محلسرائے کی بارہ دری عنایت ہوئی اور اہتمام ڈیوڑھی اور لوازمۂ اسباب ضروری کے
لیے مظفر الدولہ کپتان فتح علی خان کو حکم ہوا اسکھپال سواری کو ملا اس نے بھی واجد علی شاہ کے
عہد مین انتقال کیا دو برس سے کھانسی اور تپ دق مین مبتلا تھی اُسے مرض الموت جان کر
اور بخوف حاکم وقت ایک وصیت نامہ لکھکر رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا جسکا مضمون یہ تھا کہ مین
اصلی مذہب عیسائی پر تھی اور ہون میری مان نے محض بطمع زر دنیا مجھے مسلمان کو دیا مین بھی
اپنی نافہمی سے مجبور تھی ہر چند بادشاہ نے مجھے اپنے مذہب کی تعلیم و تلقین کی مگر باطن مین مین

سید علیسیٰ کی زبان پر یہ حرف تھا کہ اگر ان بیچارون کی جان کی خیر منظور ہے تو معتمد الدولہ بیباجان کو محل سے نکالدین نہین تو انکا کام تمام ہے ایک حشر تازہ برپا ہوا اُن بچونکی جان تلف ہونے کے خوف سے کوئی اُن سفاک ظالمون کے پاس نہ جا سکتا تھا دور سے تلوار و بندوق دکھاتے تھے اور دونون جابریہ کہتے تھے کہ اگر کسی نے ہمپر ہاتھ ڈالا تو ہم ان دونون بچونکو ذبح کر ڈالین گے یہانتک نوبت پہونچی کہ رزیڈنٹ کو خبر ہوئی اور وہ آئے اور مجبور ہوکر بیباجان کو محل سے نکال کر سید علیسیٰ کے روبرو کھڑا کر دیا - اور اُسکی تنخواہ کے چالیس یا پچاس روپے جسکا وہ طلبگار تھا حاضر کیے - سید علیسیٰ نے اُس طوائف کی طرف گرم نگاہ سے دیکھکر اُسکے سر پر تُف کیا اور دو ہزار روپے اُسکو دیکر کہا کہ ایسے ہی نامردونکی ہمت پر ناز کرتی تھی اور اُن لڑکونکا ہاتھ صاحب رزیڈنٹ کے ہاتھ مین دیدیا اور یہ درخواست کی کہ شرط جوانمردی یہ ہے کہ مجھکو بے مزاحمت کانپور پہونچا دو - رزیڈنٹ نے کھڑے کھڑے اُسکو ہاتھی پر سوار کر کے گنگا پار پہونچا دیا - لیکن صاحب جج بریلی نے اُس مجرم کو پکڑ کر قید کیا - اتفاقاً گورنر جنرل جیلخانے مین قیدیونکے ملاحظے کے لیے گیے - سید علیسیٰ نے سلام کرکے عرض کیا کہ آپ قوم نصاریٰ سے ہین اور نام میرا علیسیٰ ہے بیوجہ گرفتار عذاب ہون چونکہ یہ لطیفہ غیرت انگیز تھا گورنر جنرل نے اُسی وقت اُسکو رہا کر دیا -

معتمد الدولہ کے اخلاق

ملخص تاریخ اودھ مین ہے کہ اگرچہ معتمد الدولہ لیاقت اور مروت اور اور صفتون مین بے نظیر تھے لیکن ہر کسی کو اپنی اپنی زندگی بھاری پڑی تھی غریبون پر جو اُنکے رفیق ظلم کرتے تھے تو اُنکی فریاد نہین سنتے تھے اور شہر کی بربادی بڑی بڑی عمارتون کے بنانے اور مکانونکے

باحسن عقیدت نجف اشرف را فرمود بنا بہند نواب وزیر
تاریخ مبارکش چو جستم از عقل ہاتف گفتا عجب نجف شد تعمیر

معتمد الدولہ کے فرزندون کے ساتھ سید عیسیٰ کی بیرحمی

سید معصوم جو حافظ رحمت خان روہیلہ والی بریلی کے پیر تھے اور سید احمد عرف شاہ جی میان کے بیٹے تھے اور سید علی بابا کی اولاد مین تھے جو سادات ترمذ سے امام زین العابدین کی نسل سے ہین سید معصوم کی اولاد اب تک بریلی مین نو محلے والے سید و نکے نام سے مشہور ہے۔

سید معصوم کا بیٹا عیسیٰ نامے دکن سے پھرتا ہوا لکھنؤ مین آیا اور معتمد الدولہ کی ملازمت سے بہرہ ور ہوکر رسوخ پیدا کیا۔ بیبا جان طوائف خوش گلوئی اور نغمہ سرائی کی وجہ سے سید عیسیٰ کی منظور نظر تھی۔ معتمد الدولہ کی اجازت سے میان عیسیٰ بیبا جان کو اپنے گھر مین بٹھا کر نکاح کرنے پر آمادہ ہوئے بیبا کی مان کا نام محبوبن تھا اُسکی مرضی نہ تھی اُسنے روکنا چاہا میر اسد نے جو معتمد الدولہ کا رشتہ دار تھا محبوبن سے یہ وعدہ کیا کہ معتمد الدولہ کو کہکر ممانعت کرا دونگا میر اسد کی وجہ سے دونون کسبیان معتمد الدولہ کے محل مین آتی جاتی تھین وہان جاکر بیٹھ گئین اور کئی روز باہر نہ نکلین۔ سید عیسیٰ اسیر فریفتہ تھا آمادۂ فساد ہوا۔ عید کے دن نذر پیش کرنے کے لیے دربار خاص مین پہونچا معتمد الدولہ داخل محل ہو چکے تھے۔ سید عیسیٰ مکتب خانے مین گیا وہان معتمد الدولہ کے دو لڑکے پڑھ رہے تھے اُنکو نذر دکھا کر سید عیسیٰ نے ایک کو اپنی آغوش مین لیا اور دوسرے کو اُسکے رفیق نے پکڑا اور خنجر بُرّان دونون نے کمرون سے نکال کر اُنکے سینونپر رکھدیے اُن بچون کا رنگ زرد ہو گیا حاضرین مکتب خانہ پریشان ہوئے

انگریزی چھوڑا جائے مگر چونکہ گورنمنٹ کو تنگی روپیہ بوجہ طول کھنچنے جنگ برہما کے تھی اور
بادشاہ کا خزانہ پُر تھا اسواسطے یہ تجویز قرار پائی کہ ایک کروڑ روپیہ بادشاہ سے قرض لیا جائے
اور اُس روپیہ کا سود بموجب عہدنامہ مورخہ یکم محرم ۱۲۴۱ سنہ ہجری مطابق ۱۷- اگست ۱۸۲۵ء
کے گورنمنٹ انگریزی نے وعدہ کیا کہ بادلے بعض وثیقون کے دیا جائے گا اور گورنمنٹ نے
یہ بھی وعدہ کیا کہ پابندگان وثائق کی حفظ حرمت اور بہبود ہو گی اور کمپنی اُنکے مقبوضات
مثل مکان اور باغ وغیرہ کے بھی محافظ بادشاہ اور اُنکے دشمنون سے رہے گی گو یہ مکان
وباغ وغیرہ اُنکو بادشاہ اودھ نے عطا کیے ہون یا اُنھون نے خود تعمیر یا خرید کیے ہون
اور جہان اور جس شہر مین وہ ہونگے اُنکو وہان یہ وثیقے دیے جائین گے اور بادشاہ اودھ کو
اختیار حاصل نہوگا کہ زر اصل دوبارہ لین یا اُسکے سود مین کچھ مداخلت کرین جب یہ عہدنامہ
منعقد ہوا تو اُس زمانے مین ایم رکیٹ صاحب رزیڈنٹ تھے اس رقم کے سالانہ سود مین سے
امام باڑہ جدید موسوم بہ امام باڑہ نجف اشرف کے لیے بھی روپیہ مقرر کیا گیا اور معتمد الدولہ
آغا میر کے لیے بھی وثیقہ پچیس ہزار روپے ماہوار کا قرار پایا جس مین سے بیس ہزار روپیہ
ماہوار تو خاص معتمد الدولہ کے نام پر تھا اور دو ہزار اُنکی بیگم کی تنخواہ ہوئی اور ایک ہزار اُن کی
بیٹی عالیہ بیگم کی تنخواہ کی گئی اور دو ہزار روپے اُنکے بیٹے امین الدولہ کی تنخواہ قرار پائی
اور پختگی کے لیے عہدنامے مین یہ مضمون لکھا گیا کہ یہ روپیہ ہمیشہ معتمد الدولہ اور اُنکے ورثہ کو
دیا جائے گا - نواب کی وفات کے بعد اُنکے وصیت نامے کے بموجب اُنکے بیٹون اور
بیٹیون اور بی بیون اور متوسلون کو دیا جائے گا اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ وہ وصیت
نکرین تو یہ روپیہ اُنکے وارثان شرعی کو بموجب حصص شرعی مذہب اثنا عشری کے دیا جائیگا
اور جو روپیہ اُنکی تنخواہ مین سے اُنکی بیوی اور ایک فرزند اور دختر کے لیے اب مقرر ہے

زبردستی چھین لینے سے ہوئی۔ تفضل حسین خان علامہ کے بعد کلکتے کی وکالت کا عہدہ موقوف ہو گیا تھا لیکن معتمد الدولہ نے آغاز اور انجام کو سوچ کر پہلے دیوان دلی بیگ کو اسباب کے خریدنے کے بہانے کلکتے کو روانہ کیا انھون نے دفتر والون سے بہت میل ملاپ کر لیا اور گورنر جنرل کے دربار عام مین جا کر کہا کہ بادشاہ کی طرف سے اسباب کے خریدنے کے واسطے کلکتے مین آیا ہون آخر مرزا اپنی نالیاقتی کے سبب لوٹ آیا ایک مدت کے بعد گورنر جنرل نے دونون سرکارون کی بہتری کے واسطے وکیل کا رہنا منظور کیا محمد خلیل الرحمن خان دونون سرکار کا مقبول تھا بطور وکالت مقرر ہوا معتمد الدولہ کے عہد مین ملک مین زرریزی بہت ہوئی چنانچہ اُس گرانی غلہ کے وقت مین بھی سرکاری آمدنی مین کچھ نقصان نہوا۔

معتمد الدولہ کا سرکار کمپنی کو اپنا حامی بنانا۔ غازی الدین حیدر کا مرض الموت مین ایک کروڑ روپے سرکار کمپنی مین جمع کر کے معتمد الدولہ وغیرہ کے لیے وثیقے مقرر کرنا

ولی عہد سلطنت نصیر الدین حیدر اور معتمد الدولہ آغا میر آپس مین سخت دشمن ہو گئے تھے گو ایک دفعہ ظاہر مین صفائی ہو گئی مگر انکا غبار نہ گیا آغا میر کو ولی عہد سے خوف پیدا ہوا تو اُنھون نے سرکار کمپنی کو ۱۸۲۵ء مین ضرورت کے وقت ایک کروڑ روپیہ قرض دلایا اور اسکو اپنی جان و مال کا محافظ مقرر کیا اول بادشاہ نے درخواست کی کہ اس روپے کے عوض مین کچھ ملک سابق اُن کا واپس دیا جائے کیونکہ ۱۸۱۹ء مین گورنمنٹ نے انکو بادشاہ بنایا تھا اس امر مین نہایت تامل واقع ہوا کیونکہ یہ امر از حد عذر انگیز تھا کہ علاقہ یا جزو علاقہ

اُسی کروڑ روپے کے زرسود مین وثیقہ قرار دیکر کاغذ تیار کر کے مسٹر جان بیلی برادر جان بیلی صاحب رزیڈنٹ سابق کو کہ عہدۂ ڈائرکٹری پر ملازم تھا بھیجکر مسٹر موڑ نٹ رکیٹ صاحب کو طلب کیا اور اس کاغذ پر رزیڈنٹ کے دستخط کرائے اور رزیڈنٹ سے کہا کہ معتمد الدولہ پر کوئی محاسبہ مالی و ملکی باقی نہین ہم نے اُسکو اپنا فرزند کیا ہے اُسکو اہالیان کمپنی مین وثیقہ دار بنا کر آپ کے سپرد کرتے ہین ہر رزیڈنٹ لکھنؤ کو واجب ہے کہ اُسکی عزت و توقیر کرتے رہین اور وثیقہ دار سمجھکر تمام آفتون سے اپنی ضمانتون مین محفوظ رکھین اور جو شرط مبارک محل کے وثیقے مین تھی وہی سُلطان مریم بیگم اور ممتاز محل اور سرفراز محل اور متوسلان سرفراز محل کے وثائق مین رہی

تنبیہ نصیر الدین حیدر جس عورت سے متولد ہوئے تھے ممتاز محل اُسکا بھی خطاب تھا مگر وقائع دلپذیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بیگم نے اُسکو نصیر الدین حیدر کی ولادت کے زمانے ہی مین کہ ۱۲۱۸ ہجری تھے مروا ڈالا تھا۔

سال آیندہ مین پھر چوتھی مرتبہ قرض نصف کروڑ روپے کا سودی پانچ روپیہ فیصدی سالانہ بادشاہ سے گورنمنٹ انگریزی نے لیا اور اُسکے ادا کرنے کا وعدہ دو سال کا قرار پایا مگر قبل وفات کے ۱۸۲۷ء مین بادشاہ نے درخواست کی کہ یہ قرضہ بھی دوامی ہو جائے اور اُسکا سود بعض وثیقہ دارونکو ملا کرے اور گورنمنٹ انگریزی اُن وثیقہ دارون کی حفظ مراتب و بہبودی کی ضمانت کرے مگر پہلی ضمانتونکی تعمیل مین بھی گورنمنٹ کو نہایت دقت عائد ہوتی تھی اسواسطے یہ درخواست منظور نہین ہوئی۔

غازی الدین حیدر کی وفات

بادشاہ کے عارضے نے یہانتک طوالت کھینچی کہ اکثر اوقات اُنکی زبان پر حسرت و یاس کے

وہ بھی ہمیشہ اُنکو اپنے معمولی حصّون کے سوا ملے گا اور جو کچھ نواب اسکے سوا اُنکو دیا چاہینگے
وہ بھی اُنکو ہمیشہ علحدہ ملا کریگا اور اگر نواب وصیت نکر جائین تو روپیہ کی بھی تقسیم ان تینون
مین حسب حصص معینۂ شرع ہو گی۔

یہ وظیفہ معتمد الدولہ نے عجیب حرفت اور عیاری کے ساتھ مقرر کرایا جسکی تفصیل
اسطرح ہے کہ جب بادشاہ کے ورم جگر اور دوسرے امراض نے استعمال شراب اور غذا ہائے
نامناسب کی وجہ سے طول کھینچا اور مرض الموت کی صورت پیدا ہوئی تو معتمد الدولہ نے
ایکدن تازہ دام تزویر بچھایا کہ اُنھون نے روشن الدولہ و صمصام الدولہ و محمد علی خان و مرزا علی کو
سکھا کر بادشاہ کے پاس بھیجا ایک نے یہ بات بادشاہ سے عرض کی کہ اس زمانے مین بدخواہ
اولاد باپ کے مرنے کی خواہان ہوتی ہے خصوصًا شاہزادۂ نصیر الدین حیدر کو ذرا بھی حضور کے
مرض کا رنج و ملال نہین دوسرے نے کہا کہ اس زمانے مین خیر خواہ نوکر نایاب ہے مگر معتمد الدولہ
انتخاب ہے تیسرے نے کہا کہ معتمد الدولہ ازلی غریب و محتاج ہے لیکن بادشاہ سلامت کی
عنایت نے وہ مرتبہ بخشا کہ شاہزادے آتش رشک مین جلتے ہین چوتھے نے یہ تقریر کی کہ ہم سب
اہل وثائق شمار کیے جاتے ہین سدرمق موجود رکھتے ہین مگر معتمد الدولہ کے ہاتھ مین کاسہ گدائی کے
سوا اور کچھ ہونا معلوم بادشاہ نے یہ تقریرین کہ جادو و افسون کا دم بھرتی تھین سُنکر ارشاد کیا
کہ ہم پر بھی یہ بات روشن ہے کہ ہمارے بعد یہ شخص خراب و برباد ہو جائیگا بادشاہ نے معتمد الدولہ
اور اُنکے متعلقین کے لیے پچیس ہزار روپے ماہوار کا وثیقہ مقرر کیا اور اسیطرح مبارک محل کے لیے دس ہزار
روپے ماہوار کا اور سلطان مریم بیگم کے لیے پندرہ سو روپے ماہوار کا اور ممتاز محل کے لیے
گیارہ سو روپے ماہوار کا اور سرفراز محل کے لیے ہزار روپے ماہوار کا اور ملازمان و متوسلان
سرفراز محل کے لیے تین سو اٹھتیس روپے ماہوار کا اور امام باڑۂ نجف اشرف اور اُسکے مہتمم کے لیے بھی

دھر گر دید بھر ما دوزخ | بہ بہشت آن جناب پاک شدہ
دیدہ باشد بماتمش نمناک | سینہا آہ دردناک شدہ
رفت دامان صبر از دستم | جیب صبر و شکیب چاک شدہ
گشت تاریخ مصرعۂ اُستاد | اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

دیگر

گیا شیر غازی جو اس دہر سے | کیا باغ جنت کو سارا ہرا
جو تاریخ مرنے کی پوچھے کوئی | تو کہدینا اُس سے کہ آغا مرا

دیگر

از وفات غازی الدین حیدر شاہ زمن | بار غم ہر دل کہ می دارد نیاید در قلم
چون جہانے را بزیر بار غم ہاتف بدید | گفت سال رحلت شاہ زمن شد بار غم

اور یہ تاریخ امام باڑۂ نجف اشرف مین جس جگہ غازی الدین حیدر مدفون ہین کاغذ زرین پر بخط جلی لکھی ہے

چون رفت شہ زمن ز دنیا | ماتم دل خاص و عام بگرفت
از روے بکا و آہ گفتم | حیدر بہ نجف مقام بگرفت ۱۲۴۳ھ

شیخ ناسخ کی تاریخ کے الفاظ دیکھ کر آب حیات کی اُس روایت پر تعجب ہوتا ہے کہ غازی الدین حیدر کے عہد مین جب ناسخ کی تعریفون کی آوازین بہت بلند ہوئین تو اُنھون نے نواب معتمد الدولہ آغا میر اپنے وزیر سے کہا کہ اگر ناسخ ہمارے دربار مین آئین اور قصیدہ سنائین تو ہم اُنھین ملک الشعرا کا خطاب دین معتمد الدولہ اُنکے با اخلاص شاگرد تھے جب یہ پیغام پہونچایا تو اُنھون نے بگڑ کر جواب دیا کہ مرزا سلیمان شکوہ بادشاہ ہو جائین تو وہ خطاب دین

کلمے آنے لگے اور حکیم مرزا علی معتمد الدولہ کے حکم کے خلاف شراب وغیرہ سے کہ امراض لاحقہ کو سم قاتل تھی ممانعت نکر سکتے تھے آخر کار نوبت قریب نزع کے پہونچی اور معالجے سے اب ہاتھ اُٹھا لیا گیا - بادشاہ بیگم ظفر الدولہ کے ایما سے جاگیر کی سند لکھوا کر نصیر الدین حیدر کو ساتھ لیکر بادشاہ کے مکان مین پہونچین امرت لال عرض بیگی نے بہت منع کیا لیکن اُنھون نے نہ مانا جو خواجہ سرا بادشاہ قریب بیٹھا تھا اُس نے بادشاہ کو ہوش مین لاکر بیگم صاحبہ کے آنے سے آگاہ کیا بادشاہ نے پاس بٹھایا بادشاہ بیگم رونے لگین بادشاہ نے اُسوقت اپنے ہوش وحواس درست کرکے ولی عہد کے ذریعہ سے اپنی مہر ظفر الدولہ سے طلب کرکے جاگیر کے کاغذ پر لگادی اس تھوڑے سے عرصے مین بادشاہ کا حال اور متغیر ہوا چھ گھڑی رات رہے ۲۷ - ربیع الاول ۱۲۴۳ھ ہجری مطابق ۱۹ - اکتوبر ۱۸۲۷ء کو دیوالی کے دن چودہ برس حکومت کرکے دنیا سے کوچ کیا اور حسب وصیت امام باڑۂ نجف مین جو اُنھین کا تعمیر کیا ہوا تھا مدفون ہوئے ۱۱۸۸ھ ہجری مین پیدا ہوئے تھے اس حساب سے اُنکی عمر چھپین ۵۶ برس سے زیادہ نہ تھی خلد مکان خطاب بعد الوفات مقرر ہوا - یہ بادشاہ اگرچہ سخی اور نیک نیت تھا کہ سیکڑون تا کتخدا لڑکیان ہزارون روپیون کے جہیز سے بیاہ دین لیکن کاروبار سلطنت مین اُس سے محنت نہین ہوسکتی تھی اس لیے سارا اختیار معتمد الدولہ کو سونپ دیا تھا -

تاریخ وفات بہ تعمیہ

رحلت نمود گرچہ ز دنیا شہ زمن	نوشیروان نمرد بہ نیکی چو نام یافت
تاریخ انتقال شد از پایۂ نیاز	رضوان بہ گفت جنت علیا مقام یافت

از امام بخش ناسخ

از وفات جناب شاہِ زمن	گوئیا عالمے ہلاک شدہ

لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان مرحوم نے ملائی کا نام بالائی رکھا تھا۔ لکھنؤ مین عام اور دلی وغیرہ مین کم رائج ہے مگر مذاق سلیم دونون کے لطف مین امتیاز کر سکتا ہے نواب کی نظر ٹوپی کی فلاسفی کی طرف نہ دوڑی ورنہ پاپوش کے مقابلے مین اُسکو سرپوش کے لفظ سے یاد کرتے۔

معتمد الدولہ پر بادشاہ کی جو عنایات تھین اُنکا حال تم نے سن لیا مگر پھر بھی یہ رعب ڈالا تھا کہ بادشاہ کے روبرو جاتا اُنپر سخت تھا وجہ یہ کہ بادشاہ ہر وقت غیظ و غضب کی حالت مین طمانچے اور گھونسے اور لات سے اُنکی خبر لیتے رہتے تھے ایک فراش کی تنخواہ کئی مہینے سے چڑھی ہوئی تھی فقر و فاقہ کے صدمے سے اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ ایکبار زمین پر گر پڑا بادشاہ کو جب کیفیت معلوم ہوئی تو چوبدار معتمد الدولہ کے گھر پر مامور کر دیے کہ بارہ پہر تک معتمد الدولہ کے گھر مین سب پر کھانا بند رہا اور فی الفور اُس فراش کی تنخواہ دلوائی

بادشاہ کی ایک مؤلفہ کتاب پر ریویو

مولوی قبول محمد نے ایک کتاب علم لغت مین لکھی ہے جسکا نام ہفت قلزم ہے موی الیہ اس کتاب کو بادشاہ کی تالیف بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ دیباچہ اسکا لکھنے کے واسطے بادشاہ نے مجھے حکم دیا بعد اُسکے لکھا ہے۔ کہ روزے بتقریبے بادشاہ میفرمودند کہ در روز اکثر از امور مالی وملکی فراغت گرفتہ و داد ستم رسیدگان و مظلومان دادہ و حاجت جمیع حاجتمندان بر آوردہ بہ تحریر مسودہ این کتاب از سر شام نشستہ زمانے بر خاستہ ایم کہ سپیدۂ صبح دمیدہ۔ قبول محمد کا یہ قول پایۂ صداقت سے نہایت دور ہے جس بادشاہ کے حالات ایسے ہون وہ اور کتاب بنائے اور پھر کتاب بھی نہایت ضخیم اور وہ بھی علم لغت مین

یا گورنمنٹ انگلشیہ خطاب دے انکا خطاب لے کرمین کیا کرونگا۔ نواب کے مزاج مین کچھ حدّت بھی تھی حسب الحکم شیخ صاحب کو نکلنا پڑا اور چند روز الہ آباد مین جاکر رہے نواب مر گئے تو پھر لکھنؤ مین آئے۔ محمد حسین آزاد جبکہ یہ جانتے تھے کہ آغا میر شیخ ناسخ کے بااخلاص شاگرد تھے اور نواب کے قابو مین بادشاہ تھے تو پھر شیخ ناسخ کے ساتھ یہ واقعہ کیسے پیش آسکتا تھا اور اگر ایسا ہو بھی جاتا تو آغا میر فوراً اصلاح کر دیتے۔ بات یہ ہے کہ منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان اور آغا میر مین خلاف تھا اور آغا میر کی طرفداری کی وجہ سے ناسخ نے جبکہ بادشاہ کی نظر انکی طرف سے پھر گئی تھی انکی ہجو کہی تھی جب دوبارہ دربار لکھنؤ مین انکو رسوخ حاصل ہوا اور آغا میر کی کمان گر گئی تو ناسخ کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا۔ یہ واقعہ نصیر الدین حیدر کے عہد کا ہے

بادشاہ کے مخترعات اور رعب و داب اور معتمد الدولہ کو لات گھونسون اور طمانچون سے مارنے کا تذکرہ

کئی چیزین بادشاہ نے اختراع کی تھین۔ کشتیان کوئی مچھلی کی صورت اور کسی مین گھوڑے وغیرہ کی صورت بنی ہوئی نقرئی و طلائی کار تیار کرائی تھین۔ اس بادشاہ کو سواری بجرہ و سیر دریا سے بہت شوق تھا۔ خیمہ اسطرح کا ایجاد کیا کہ بغیر طنابون اور میخون کے پل کی طرح کھڑا رہتا اور ہوا سے نہ گرتا۔ شکاری حوضے اسطرح کے بنوائے کہ شکاری جس طرف متوجہ ہو اُسی طرف حوضے کا رُخ پھر جائے۔ عمارات مین روشنی کے شیشہ و آلات نصب کئے اور کھانون مین بھی طرح طرح کی ایجادین کین مثلاً نان آفتاب اور شب دیگ اور بڑی روٹی جس کا وزن دو من سے کم نہوتا میدہ اور قند سے تیار کرائی۔ اور کئی چیزونکے نام بھی تبدیل کئے ملائی کا نام بالائی رکھا۔ دہی کا نام دہی مقرر کیا حقّے کا نام حسن محفل قرار دیا لیکن آب حیات مین

رائے مہملہ اور نون اور یائے تحتانی سے لکھا ہے اور اس غلطی میں مؤید الفضلا کا مؤلف بھی شریک ہے اور آسمان درہ جو کہکشان کے معنی مین ہے اُسکو آسران سکون سین مہملہ و فتح رائے قرشت و سکون الف و نون سے لکھا ہے۔

جہان قواعد فارسی کا بیان ہے وہان بھی بیحد غلطیان ہین اور بعض جگہ ایسی فاحش غلطیان ہین کہ اہل علم کی زبان سے اُنکا صدور تعجب معلوم ہوتا ہے مثلاً لکھا ہے کہ واو ترہیب راہب و مرہوب کے درمیان آتی ہے اور ڈرانے کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ راہب و مرہوب صیغۂ اسم فاعل و مفعول رہب سے مشتق نہین ہوتے کیونکہ رہب حرف اول مضموم سے ڈرنے کے معنے مین مصدر لازم ہے اور صیغۂ مفعول لازم سے بلا تعدیہ حرف جر کے درست نہین ہوتا اسیطرح راہب ڈرانے والے کے معنی مین نہین آتا۔

نثر عاری کی مثال مین یہ عبارت سہ نثر ظہوری کی لکھی ہے۔ آرایش سرو بن گلشن فتح۔ خنجرش ماہی دریائے ظفر حالانکہ یہ دو فقرے نثر مرجز کی مثال ہین جس مین وزن ہوتا ہے قافیہ نہین ہوتا اور نثر عاری وہ ہے جس مین نہ وزن ہو نہ قافیہ صاحب کتاب البانہ فی اصول اللغہ نے اسکے حق مین کچھ جھوٹ نہین لکھا ہے کہ کثیر الحجم و قلیل النفع ہے اسکی غلطیان ہم نے تفصیل وار کتاب نہج الادب مین دکھائی ہین جو زبان فارسی کے قواعد صرف و نحو مین نہایت ضخیم کتاب زبان فارسی مین ہے۔

بادشاہ کے مزاج مین کچھ خبط بھی تھا

محاربۂ غدر تالیف منشی میڈی لال مین مذکور ہے کہ غازی الدین حیدر بادشاہ کا کیا پوچھنا وہ تو ہوئے خبطے مشہور ہی تھے اکثر یہ شغل فرمایا کرتے تھے کہ کونڈے مین ناجاکی

جو بادشاہ کے مذاق سے بالکل بعید تھا ہفت قلزم جیسی ضخیم کتاب مدت دو سال مین غازی الدین حیدر جیسا شخص رات رات بھر بیٹھ کر تالیف کر لے کیسی عجیب وغریب بات ہے کہ جسکو کوئی ذیعقل جو بادشاہ کے لائف سے واقف ہے باور ہی نہین کر سکتا بہر صورت اس کتاب مین کوئی خوبی نہین صرف لغات برہان قاطع کو ترتیب قوافی کی رعایت پر جمع کر دیا گیا ہے اور برہان نے جس لفظ کا حلیہ بموزن لفظ مشہور لکھکر جتایا ہے وہان اعراب کی تشریح سے طول لاطائل کر دیا ہے اور جس لغت کا حلیہ مجہول تھا وہ بغیر تحقیق اور حوالہ کتاب کے اپنے قیاس و گمان سے لکھدیا ہے اور اس کتاب مین لغات جمع کرنے کے وقت کسی دوسری کتاب سے بہت کم مدد لی ہے کیونکہ جو تصحیفات و تحریفات برہان قاطع مین ہین اور انکی تصحیح و تنقید صاحب سراج اللغتہ وغیرہ محققین نے کی ہے وہ بعینہ ہفت قلزم مین موجود ہین اور یہ غلطیان ایسی صریح ہین جنکو اہل ایران نے بھی تسلیم کر لیا ہے چنانچہ انجمن آرائے ناصری مین ان غلطیونکی تصحیح موافق تصحیح سراج اللغتہ کے کر دیگئی ہے مثلاً چکاک بروزن ہلاک مین لکھا ہے کہ پیشانی کو کہتے ہین اور جو کوئی قبالہ لکھتا ہے اُسکو بھی کہتے ہین اور نگینہ کھودنے والے کو بھی بولتے ہین اور یہ بالکل غلط ہے۔ پیشانی کے معنے مین چکاد دال مہملہ سے لفظ فارسی ہے اور قبالہ نویس کے معنے مین صکاک صاد مہملہ سے حداد کے وزن پر عربی ہے اور نگین کھودنے والے کے معنی مین حکاک حاے حطی سے عربی ہے اور بیغا کو جو دو باے موحدہ سے طوطے کے معنے مین ہے بیغا باے موحدہ کے بعد یاے تحتانی سے لکھا ہے ـــ اور قومس جو ایک شہر کا نام ہے قاف اور واو سے اُسکو فرمس فا اور رے سے لکھا ہے۔

ہفت قلزم مین ترقی کی گئی ہے کہ برہان کی غلطیون پر اور اضافہ کیا ہے مثلاً آبادیدن دال مہملہ اور دو یاے تحتانی سے ستودن اور ستودہ آمدن کے معنی مین ہے اُسکو آبارانیدن

ظفر الدولہ کپتان فتح علیخان	محمود شاہ وغیرہ	دیہات لکھنؤ
۸ لاکھ روپیہ	۳۵ لاکھ روپیہ	۱۲ لاکھ روپیہ

مگر اسی کتاب مین ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ ایک کروڑ اُنتالیس لاکھ پچاس ہزار روپیہ جمع بعد ضبطی جاگیر ہو بیگم صاحبہ کے تھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

غازی الدین حیدر کی اولاد

(۱) مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر مسماۃ صبح دولت المخاطب بہ ممتاز محل کے بطن سے

(۲) پوتی بیگم بطن بادشاہ بیگم سے۔ پوتی بیگم مقرب الدولہ مہدی علی خان بن نواب محمد علی خان بن نواب محمد قلی خان برادرزادہ صفدر جنگ سے منعقد تھین اور یہ بیاہ نواب سعادت علی خان نے اپنی حکومت کے ایام مین کیا تھا۔ پوتی بیگم سے ایک بیٹا اور دو بیٹیان پیدا ہوئین اُن کے بیٹے نواب محسن الدولہ محسن علی خان کا بیاہ نواب نصیر الدولہ یعنی محمد علی شاہ کی بڑی بیٹی نواب سُلطان عالیہ بیگم سے ہوا تھا ان کے کئی بیٹے عالم طفلی مین مر گئے ایک بیٹا مرزا علی قدر رہا جسکی شادی علی نقی خان وزیر واجد علی شاہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ پوتی بیگم کی بیٹیون کے نام یہ ہین۔۔ حاجی بیگم اور وزیر بیگم ان صاحبزادیون کو انکی نانی بادشاہ بیگم نے پرورش کیا تھا حاجی بیگم کی شادی مرزا ابو تراب خان بن مرزا ابو طالب خان سے ہوئی اور وزیر بیگم کی شادی فخر الدولہ مرزا ابو القاسم خان بن مرزا ابو طالب خان سے ہوئی وزیر بیگم کربلائے معلےٰ کو گئی تھین شرف زیارت کے بعد لکھنؤ واپس ہوکر انتقال کیا لفظ وزیر بیگم وقائع دلپذیر مین ہے اور دوسری بعض کتابون مین اس جگہ زہرہ بیگم لکھا ہے۔

اور بعد فراغت کے جو سامنے پڑا اُس سے کہا اسکو کھاؤ وہ یہ سنتے ہی آسمان کو تکنے
لگتا تھا آخر کار معتمد الدولہ اُسکے بچانے کے واسطے اُسکے قریب ہو جاتے تھے اور آہستہ سے
اُس سے کہتے تھے کہ مین تجھ سے کہون کہ مین گوہ کھاؤن گا اور تو مجھ سے کہنا کہ مین کھاؤنگا
غرض اسطرح دونون باہم کہتے سنتے لڑتے جھگڑتے اُس گوہ کو معتمد الدولہ نگاہ سے پوشیدہ
گومتی مین ڈالدیتے تھے وہ شخص گوہ کھانے سے بچ جاتا تھا ۔

بادشاہ کی فضول خرچی۔ سپاہ۔ اور آمدنی ملک

(۱) جو روپیہ کہ نواب سعادت علی خان نے خون جگر کھا کر ہزارون تدبیرون سے
جمع کیا تھا نصف سے بھی زیادہ لاأبالی مصارف ۔ ناچ و رنگ اور تماشون مین کوڑیونکی
طرح خرچ ہوا ۔

(۲) انکے وقت مین سات ہزار سوار اور اکتالیس پلٹنین تلنگون اور نجیب کی علاوہ
توپخانے کے تھین ۔

(۳) ملخص تاریخ اودھ مین ہے کہ آمدنی ملک ایک کروڑ اسی لاکھ روپیہ تھی جب بہو بیگم کا
علاقہ شامل ہوا تو ملک کی جمع بڑھ گئی ۔

تذکرۂ حکومت السلطین مین لکھا ہے کہ ان کے وقت مین آمدنی ملک ایک کروڑ ایک لاکھ
اسّی ہزار روپے تھی ۔

افضل التواریخ مین لکھا ہے کہ انکے عہد مین علاقجات حسب تفصیل ذیل تفویض ناظمان و اہلکاران
ریاست تھے ۔

مرزا حاجی	محمد آغز بن علی خان	مہدی علی خان منتظم الدولہ
۵۷ لاکھ روپیہ	۵۹ لاکھ روپیہ	۱۸ لاکھ روپیہ

کہ رزیڈنٹ اس قسم کا سوال کرین گے اور مین اُسوقت اپنی زبان سے جواب دینا مناسب نہین جانتا اسلیے کہ وکیل کا یہ حق نہین کہ موکل کے سامنے جوابدے حضور اس جواب کے ساتھ اُنکو ساکت کر دین چنانچہ معتمد الدولہ نے جو جواب بتایا تھا وہ رزیڈنٹ کو نصیر الدین حیدر نے یون دیا کہ آصف الدولہ کے بعد مرزا وزیر علی خان ایک غیر مستحق شخص مسند سلطنت پر متمکن تھا اُسوقت نواب سعادت علی خان نے ملک موروثی حاصل کرنے کے لیے ملک دیا اور غازی الدین حیدر کے تو بھائی وارث شرعی تھے اور شمس الدولہ سلطنت کے طلبگار تھے اس آتش فتنہ کے انطفا کے واسطے انھون نے کروڑ روپیہ دینا قبول کیا اب میرے واسطے کہ بلا شرکت غیرے وارث ریاست ہون اہالیان سرکار کمپنی نے کو نسا امر تازہ تجویز فرمایا بیان کیجئے تاکہ حکم آپ کی رضاجوئی کا ظہور مین آئے صاحب رزیڈنٹ اپنے کلام کو لطیفے مین ڈال کر ہنس دیے اور لفظ مبارکباد اجلاس اورنگ سلطنت زبان پر لائے الغرض ۲۸ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ ہجری مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء کو نصیر الدین حیدر نے ۲۵ سال کی عمر مین تخت سلطنت کو رونق بخشی معتمد الدولہ نے پایۂ وزارت پر کھڑے ہو کر کرسی زر نگار صاحب رزیڈنٹ کے لیے بچھوائی اور صمصام الدولہ داہنی طرف مگس رانی مین مشغول ہوئے اور مہاراجہ میوہ رام نے بائین طرف چنور ہلانا شروع کیا۔ میتا بیگ کوتوال نے اسبات کی منادی کرائی۔ مسند نشینی سے تیسرے دن ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے جشن جلوس قرار پایا۔ کیونکہ مسند نشینی کے دن چاند بالکل ڈوبا ہوا تھا سات دن برابر مسند نشینی کا جشن رہا۔

پہلے دن۔ بادشاہ لباس فاخرہ پہن کر تاج مرصع اوڑھ کر موتیون کی حمائل جسمین یاقوت اور زمرد بھی تھے گلے مین پہن کر تخت پر بیٹھے سامنے رنڈیان عمدہ لباس اور زیورون سے آراستہ ناچ رہی تھین ہر قسم کے ساز جیسے رباب۔ عود۔ پکھاوج۔ مندل وغیرہ موجود تھے۔

نصیرالدین حیدر سلیمان جاہ بن غازی الدین حیدر

مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر ۲۲۔ جمادی الاولی ۱۲۱۸ ہجری کو بسماۃ صبح دولت المخاطب بہ نواب ممتاز محل سے پیدا ہوئے جسکا مقبرہ جہانگر باغ مین بنا ہے مرزاے موصوف کی پرورش بادشاہ بیگم خاص محل نواب غازی الدین نے کی تھی باپ کی حیات مین اُنکا خطاب ابو النصر امتیاز الدولہ سلیمان جاہ صاحب عالم ولی عہد میرزا نصیر الدین حیدر بہادر اسد جنگ تھا۔

نصیرالدین حیدر کی مسند نشینی

ہم انکے حالات زیادہ محتشم خانی سے استنباط کرکے لکھین گے جسکو محتشم خان بن نواب محبت خان خلف حافظ رحمت خان نے نصیر الدین حیدر کے حالات مین لکھا ہے اور زیادہ تر اپنی چشم دید ایسی باتین بیان کی ہین جن مین سے بعض مین وہ شریک تھے کیونکہ درباری آدمی تھے جسوقت غازی الدین حیدر شاہ زمن خلد مکان کا روز نامچہ عمر دست قضا نے طے کیا دو گھڑی رات باقی تھی کہ مسٹر مورڈنٹ رکٹس (ریکٹ) صاحب رزیڈنٹ ضروری مقامات پر پہرے کھڑے کرکے موتی محل مین پہونچے اور حسب مشورہ معتمد الدولہ آغا میر نصیر الدین حیدر کو بلاکر پہلے یہ بات کہی کہ نواب سعادت علی خان مسند نشین ہوے تو نصف ملک گورنمنٹ انگریزی کو اس خدمت کے جلدو مین دیا اور غازی الدین حیدر نے کروڑ روپے سے سرکار کمپنی کی مدد کی آپ کیا اقرار فرماتے ہین یہ بات اپنی خیرخواہی جتانے کے لیے معتمد الدولہ نے رزیڈنٹ کو سکھادی تھی اور ادھر ولی عہد بہادر سے یہ کہہ رکھا تھا کہ قراین سے یہ معلوم ہوتا ہے

رُخ بر آوردہ ز برقعۂ نو عروس بکر فکر | زیب تاج و تخت تاریخ جلوس او بگفت
برقعہ کا حرف اول با ہے اس کے عدد ۲ ہیں یہ عدد الفاظ زیب تاج و تخت سے
نکالدیں تو تاریخ عیسوی پیدا ہو۔

از صاحب رائے

تخت پر ہے جلوہ فرما بادشاہ گنج بخش | ہیں زمین پر شاد آدم اور فلک پر مہر و ماہ
شور عشرت ہے عیاں اس مصرعہ تاریخ سے | اب ہوا مرزا نصیر الدین حیدر بادشاہ

دیگر

بر تو اے بادشہ قیصر سان عالم | تخت این مملکت ہند مبارک باشد
سال تاریخ جلوس طرب افزا بشنو | جاودان سلطنت ہند مبارک باشد

دیگر

مورد الہام طبع بادشاہ | از نسیم فیض حق چون گل شگفت
سال تاریخ جلوس میمنت | آفتابم شرف عالم خود بگفت

دیگر

بہ بست ہفتم ماہ ربیع الاول و شنبہ | نصیر الدین حیدر شاہ والا شد سریر آرا
جہان از جوش شادی شد فرح ناوک طرب آگین | بگفت از خازن دولت در گنجینہ ہا بکشا
غرض بنور جلوس میمنت مانوس و بعد از ہم | قرومس سیم و زر بخشید و پوشانید خلعت ہا
بتاریخ جلوسش قطعہائے نذر موزون شد | کہ خواہد بود بر نوک زبان و یاد اکثر ہا
ولیکن از سر الہام واثق گفت تاریخش | نصیر الدین حیدر داد زیب اورنگ ملکی را

آج معتمد الدولہ نے چند اشرفیون اور روپیون پر یہ بیت مسکوک کراکے نذر کیے ؎

سکہ زد بر سیم زر از سایۂ فضل الٰہ ‏ ‏ ‏ نائب مہدی نصیر الدین حیدر پادشاہ

اور کئی مثقال سیم و زر اور ہمات قسم کے جواہرات تصدق ہوئے - فریدون بخت عرف مناجان کو خلعت ولی عہدی پہناکر سونے کی کرسی پر بٹھایا - معززین اور رشتہ دارونکو خلعت دیے رزیڈنٹ اور انگریزی افسرون کو ہر قسم کے کپڑون کی کشتیان - جواہر کے خوان - گوٹے کے ہار اور عطر کی شیشیان دین وہ رخصت ہوئے دوپہر تک یہ صحبت گرم رہی - اس کے بعد بادشاہ محل مین گئے اور حسینی کو ملکہ زمانی بنایا اور جاگیر دی - اُسکے بیٹے زینب کو کیوان جاہ کا خطاب عطا کیا اور بادشاہ بیگم کی جاگیر پر اضافہ ہوا -

دوسرے دن سردارون اور امیرونکو خلعت دیے

تیسرے دن اہلکارونکو خلعت بخشے

چوتھے دن بڑے بڑے افسران فوج نے خلعتون سے اعزاز حاصل کیا

پانچوین دن اہلکاران دفتر رزیڈنٹی نے خلعت پہنے -

چھٹے دن جشن مین رزیڈنٹ شریک نہ تھے مگر سامان جشن اُسی کروفر سے رہا

ساتوین دن ہر فرقے کے مردمان بازاری نے خلعت پائے -

قاضی محمد سعد الدین خان متوطن کاکوری نے تاریخ جلوس اسطرح لکھی ہے

آن سلیمان جاہ رونق بخش تخت سلطنت ‏ ‏ ‏ کز جلوسش باغ امید جہان گل گل شگفت
عاقل و سلطان عادل قابل و بیدار بخت ‏ ‏ ‏ وز شکوہ رعب عدلش ظلم رفت و فتنہ خفت
پیش دست جود و انعامات آن نوشیروان ‏ ‏ ‏ نام حاتم طے شدہ در پردۂ خجلت نہفت
غوطہ زد در بحر فکرش بہر تاریخ سعید ‏ ‏ ‏ در سلک تسمیہ چون در بہ سفت

اور تین لاکھ روپیہ نقد صیغۂ انعام مین مرحمت کیا اور سبحان علی خان کو نیابت وزارت عطا
ہوئی اور تحریرات صدر (کلکتہ یا کونسل گورنر جنرل) کا یکقلم اختیار ملا اور دارالانشا کی افسری
دی اور پچاس ہزار روپیہ نقد دیا اور بادشاہ معتمد الدولہ کی دلجوئی مین اسقدر مصروف ہوئے
کہ ایک ساعت کی مفارقت بھی ناگوار تھی۔ اکثر معتمد الدولہ اپنے جلسے مین کہتے تھے کہ شاہ
زمن (غازی الدین حیدر) کے تفضلات میرے دل سے بھول گئے اور دوسو کے
قریب معتمد الدولہ کے عزیزون اور رشتہ دارون کو بادشاہ نے خلعت، ہاتھی و پالکی سمیت
دیے اور کئی مغلانیان اور چند خواصین اور گائنین جنکو غازی الدین حیدر کے وقت مین
ناچنا گانا سکھایا جاتا تھا معتمد الدولہ کے لیے بھیجین۔ ایکدن سبحان علی خان نے معتمد الدولہ سے
کہا کہ مجھکو اس اختلاط مین حیلہ نظر آتا ہے اس لیے کہ جو کوئی کام تم پیش کرتے ہو بادشاہ
بغیر چون وچرا کے اُسے منظور کر لیتے ہین باوجودیکہ تمھاری طرف سے بہت سی ناگوار باتین
اُنکی نسبت ظہور مین آئی تھین اسلیے معنی شناس مشوش ہین کہ مبادا پردۂ غفلت مین ڈالکر
دام فریب مین پھانس لین۔ معتمد الدولہ نے دوسرے آدمیون پر نظر ڈالکر یہ جواب دیا کہ
عنایت الٰہی سے صفائی حاصل ہوگئی ہے لوگ حسد کی وجہ سے ایسا خیال کرتے ہین سبحان علیخان
نے یہ باتین سُنکر آگے کو کچھ کہنا چھوڑ دیا رزیڈنٹ کو بھی حیرت تھی اُنھون نے ایکدن معتمد الدولہ
سے کہا کہ بادشاہ سے تو خوب صفائی حاصل ہوگئی اور تم اپنے مقصود پر کامیاب ہوئے
غازی الدین حیدر کے مرض الموت مین اُنکی وفات سے ایکدن قبل رزیڈنٹ نے بطور نصیحت کے
معتمد الدولہ کو سمجھایا تھا کہ تمکو اچھا وثیقہ مل گیا اور محاسبے سے فارغخطی بھی دستیاب ہوئی اب آیندہ
یہ لازم ہے کہ جب بادشاہ مرجائین تو فوراً کام چھوڑ دیجیو اس صورت مین کوئی تم سے متعرض
نہوگا اور یہ مین خوب جانتا ہون کہ طمع حکومت تمکو کنارہ کشی نکرنے دیگا اگر بادشاہ کے

اوائل سلطنت مین بارش ہوکر قحط سالی بالکل رفع ہوگئی دس سیر سے بیس سیر بلکہ زیادہ تک نرخ غلہ پہونچا بلکہ تمام باغات مین شادابی پیدا ہوگئی۔

بادشاہ بیگم اوربی حسینی کو مریم مکانی وملکہ زمانی کا خطاب ملنا اور ملکہ زمانی کے بیٹے کو جو فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ خطاب عطا ہونا

یہ بیان مجملاً پہلے مذکور ہوچکا ہے تفصیل اسکی یون ہے کہ بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کو ابتداے زمانۂ جلوس مین مریم مکانی خطاب عنایت ہوا سلون اور گونڈے کی جاگیر جو ضبط ہوگئی تھی واپس ملی۔ محتشم خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ جاگیر قدیم کے سوا چھ لاکھ روپے کی جدید جاگیر دیگئی اور بی حسینی دایۂ مناجان کو جو زمان شاہزادگی سے منظور نظر ہوکر محلات مین داخل ہوئی تھی ملکۂ زمانیہ بنایا اور پرگنہ ہرہٹہ پروا متعلقہ چکلہ بسواڑہ اُسکو جاگیر مین عنایت کیا جسکی آمدنی چھ لاکھ روپے کی تھی ملکۂ زمانی نے وارث علی خان اور فتح علی خان کو جو دونون اُسکے بھائی تھے خلعتہاے فاخرہ دیکر نیابت کے طرف پرروانہ کیا اور ملکۂ زمانی کے بیٹے کو جو ایک فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ کا خطاب دیا۔

معتمد الدولہ اور میوہ رام او سبحان علی خان کو خطابات اور انعامات عطا ہونا

معتمد الدولہ کو برادر سبحان برابر خطاب مرحمت ہوا اور باون لاکھ روپیہ نقد انعام مین دیا اور میوہ رام پسر نول کرشن بن دیاکرشن کو مہاراجہ افتخار الدولہ خطاب دیا اور دیوانی کا عہدہ بخشا

اور ان دنون فرخ آباد مین بھی لکھنؤ روانہ کیا تاکہ بادشاہ اور بادشاہ بیگم کا مزاج معتمد الدولہ
کی طرف سے پھیر دے مغلانی ڈولی کی سواری مین دفعۃً لکھنؤ مین آئی اور بادشاہ بیگم کی
خدمت مین حاضر ہوئی اور اُسکے سبب سے سرنو خط کتابت میر فضل علی اور حکیم مہدی علیخان
سے شروع ہوئی اُسوقت سب کو یہ حال معلوم ہوا معتمد الدولہ نے یہ خبر سُنکر بادشاہ سے
شکایت کی اُنھون نے کہا تمکو مجھ سے کام ہے نہ والدہ صاحبہ سے ایسے گُتّے اور لونڈیان
بہت سی آتی ہین اور چلی جاتی ہین یہ کوئی پریشانی کی بات ہے معتمد الدولہ اس جواب سے
مطمئن ہوگئے حکیم مہدی علی خان نے وہ رنگ جمایا کہ نصیر الدین حیدر کی طرف سے
ایک کاغذ پر جو پہلے سے بادشاہ کی مہر ہوکر اُن تک پہونچا تھا معتمد الدولہ کی عداوت کی
وہ تمام باتین جو اُنھون نے نصیر الدین حیدر کے ساتھ صغرسنی سے کی تھین لکھکر گورنر جنرل
کے پاس روانہ کیا اس مراسلے مین لکھا تھا کہ معتمد الدولہ قدیم سے ہمارے ساتھ عداوت
رکھتے ہین اور خلد مکان (غازی الدین حیدر) کے عہد مین جو کچھ ہماری خرابی کی وہ اظہرمن الشمس ہے
اس قصے سے سب چھوٹے بڑے واقف ہین لیکن خداے پاک کی حفاظت شامل حال تھی
اُنکا ہر وار خالی گیا۔ اب تمام رعیت اور فوج اُنکے حکم مین ہے اسلیے ہم کسی کام مین مداخلت
نہین کرتے جو کچھ اُنکے جی مین آتا ہے کرتے ہین ہم اپنی جان کے خوف کے مارے دم نہین مارتے
گورنر جنرل نے یہ خط دیکھکر رزیڈنٹ کو لکھا کہ بادشاہ سے دربردہ دریافت کرو کہ یہ تحریر
اصل رکھتی ہے یا نہین بادشاہ نے اس نظر سے کہ رزیڈنٹ اور معتمد الدولہ دونون باہم شیر و شکر
ہین اُسکا افشا غیر مناسب سمجھا اور انکار کردیا اور کہا کہ کسی نے میری مہر بناکر یہ جعلسازی
کی ہوگی اور معتمد الدولہ کی بہت سی تعریف کی رزیڈنٹ نے یہی جواب گورنر جنرل کو لکھ بھیجا
تھوڑے دنون کے بعد پھر اس مضمونکا خط بادشاہ کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس پہونچا

مرنے کے بعد اُنکے بیٹے کی مسند نشینی کے وقت تم نے گھڑی بھر کو بھی دربار مسند نشینی مین کھڑے ہوکر لوگون کی نذرین لینا شروع کین تو اتنی دیر کی شرکت سے تم محاسبے مین پھنس جاؤ گے رزیڈنٹ کو معتمد الدولہ نے یہ جواب دیا تھا کہ ایسے وقت مین میرا کنارہ کشی کرنا مطعونی کا موجب ہوگا لوگ کہین گے کہ بادشاہ کے باپ کے طفیل سے ایسے رتبے کو پہونچے اور اسکا لحاظ نکرکے پہلے ہی دن سے بیٹے سے علحدہ ہوگئے اور اُنکو تنہا چھوڑ دیا رزیڈنٹ نے کہا کہ تمکو اختیار ہے جو کچھ نصیحت کا حق تھا ادا کر دیا چونکہ زوال اقبال قریب تھا اسی پردۂ غفلت مین گرفتار غضب ہوئے۔

معتمد الدولہ کی تخریب کے لیے بادشاہ کی طرف سے مخفی کارروائی

معتمد الدولہ کی امارت اور کثرت دولت اور ترقی جاہ وحشمت کے سامنے زن و فرزند بادشاہ کو اسقدر دست قدرت حاصل نہ تھا کہ انکی مقاومت مین قدم دھرین انکا مرتبہ یہانتک پہونچا تھا کہ اہل لکھنؤ مین مشہور تھا کہ ایک درویش کامل نے چند انگوٹھیان نگینہ دار نقش تسخیر سے منقش معتمد الدولہ کو دی تھین وہ جسوقت اُنکو پہنتے تھے بادشاہ اور تمام اہل دربار اُنکی محبت کا دم بھرتے تھے جب ستارۂ اقبال برج نحس مین آیا تو پہلے نصیر الدین حیدر نے وہ انگوٹھیان کسی حیلے سے لیکر اپنی اُنگلیون مین پہن لین معتمد الدولہ نے بہت کوشش واپسی کی کی مگر ہاتھ نہ آئین جب یہ سونے کی چڑیا معتمد الدولہ کے ہاتھ سے اُڑ گئی اقبال نے روگردانی کی جب حکیم مہدی علی خان کو فرخ آباد مین معتمد الدولہ کی بادشاہ کے ساتھ صفائی کی خبر پہونچی تو فیض النسا مغلانی کو جو اپنے بھائی میر فضل علی کے ساتھ کانپور اور فرخ آباد کی طرف گئی تھی

جلوس کے ساتھ راہ مین ملے ہاتھیون پر سوار تھے باہم ملاقات کرکے خوب اختلاط کے ساتھ
کیوان جاہ کے خیمے مین پہونچے یہان بادشاہ کی طرف سے حاضری تیار تھی لُسے کھایا
اسکے بعد کیوان جاہ کی طرف سے کشتیان پیش ہوئین ان مین سے صرف عطر اور گوٹے کا
ہار لارڈ صاحب نے قبول کیا دوسرے دن صبح کو کیوان جاہ کی دعوت لارڈ کیمبرمیر کے
خیمے مین ہوئی پانچ گھڑی دن چڑھے لارڈ صاحب کا مترجم مسٹر مکان اور ایک دوسرا
انگریز کیوان جاہ کے خیمے مین آئے اور بیان کیا کہ لارڈ صاحب انتظار مین ہین کہ جناب
حاضری نوش کرنے کے لیے تشریف لیچلین گوٹے کے ہار ان انگریزونکو دیکر سوار ہوئے
جب خیمے کے دروازے پر پہونچے تو لارڈ صاحب اور دوسرے چند انگریز استقبال کو باہر
نکلے لارڈ صاحب کیوان جاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر اندر گئے اور اپنے پاس کرسی پر
بٹھایا معتمد الدولہ اُنکے سامنے بیٹھے محتشم خانی کا مؤلف بھی اس صحبت مین شریک تھا
اور بھی کئی معزز آدمی جیسے مرزا محمد عباس اور مرزا علی محمد اور مرزا علی جان کہ معتمد الدولہ کے
مصاحب تھے کرسیون پر بیٹھے گھڑی بھر تک یہ صحبت گرم رہی پھر عطر و پان لیکر رخصت
ہوئے اور اپنے اپنے خیمون مین پہونچے معتمد الدولہ کھانا کھانے مین مشغول ہوئے کہ یکایک
امرت لال داروغہ دیوانخانہ پریشان آیا اور ایک پرچۂ اخبار معتمد الدولہ کو دیا کہ دو گھڑی
رات گئے بیس سوار جن مین سے ایک کے ڈھاٹا بندھا ہوا تھا ناکہ پل دریا سے شہر مین
پہونچے اور بادشاہ بیگم کے مکان تک پندرہ اُن مین سے علٰحدہ ہوگئے اور باقی پانچ مین سے
ایک نے اندر جانے کا ارادہ کیا دربان مانع ہوا سوار نے تیغے سے دربان پر حملہ کیا وہ تو ہٹ گیا
اور سوار محل کے زنانے دروازے تک پہونچا اور گھوڑا چھوڑ کر ڈھاٹا کھول دیا معلوم ہوا کہ یہ فضل علی
داروغہ قدیم محل کا ہے مریم مکانی نے مطلع ہوکر چاندی کے پایون کا پلنگ آرام کے لیے بھیجا

اور پھر اسکی نقل رزیڈنٹ کو اُنھون نے اس غرض سے بھیجی کہ وہ بادشاہ سے اُس کی تصدیق کرین اب بھی بادشاہ نے وہی بھلا ساجوابدیا۔ رزیڈنٹ نے بادشاہ سے کہا کہ اگر حضور افشاے راز کے اندیشے سے دل کا حال نہین کھولتے تو اس سے اطمینان رکھنا چاہیے کہ معتمد الدولہ کو کبھی یہ بھید معلوم نہوگا جو کچھ دل کا ارادہ ہو ظاہر فرمادیجے تاکہ اُسکے مطابق کارروائی کردیجائے بادشاہ کا دل رزیڈنٹ سے مطمئن نہ تھا وہی جوابدیا رزیڈنٹ نے وہ مضمون صدر کو لکھ بھیجا اتفاقاً لارڈ کیمبر میر کی آمد الہ آباد کی طرف مشہور ہوئی جنھون نے ۱۲۴۱ھ ہجری مطابق ۱۸۲۶ء مین بھرتپور کے قلعہ کو فتح کرکے درجن سال کو گرفتار کیا تھا منتظم الدولہ مہدی علی خان اُن سے الہ آباد مین ملے اور اُنکے آگے بیان کیا کہ جو فلان خط شاہ اودھ کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس گیا تھا اُسکے حال سے آپ واقف ہین یا نہین اُنھون نے جوابدیا کہ ہان ہم بخوبی مطلع ہین بلکہ گورنر جنرل نے اُس کے دریافت کرنے کے لیے ہم سے کہا ہے اور صاحبان کونسل بھی اُسپر متفق ہین یہ سُنکر منتظم الدولہ نے یہان کی ساری کیفیت پوست کندہ گوش گذار کی اور کہا کہ شاہ اودھ معتمد الدولہ کی دہشت سے جو اُنکے دشمن جانی ہین اور صاحب رزیڈنٹ سے سازش رکھتے ہین اسقدر چھپاے ہوئے ہین کہ وہ سواے انکار کے دوسرا حرف زبان پر نہ لائین گے اسلیے آپ صاحب رزیڈنٹ سے علیحدہ خلوت مین شاہ اودھ سے اس معاملے کو دریافت کرین اور اس عرصے مین منتظم الدولہ نے بھی ایک عرضداشت بادشاہ کو بھیجی اور تمام تقریر جو لارڈ کیمبر میر سے کی تھی ظاہر کی جب لارڈ کیمبر میر لکھنؤ کے قریب پہونچے تو بادشاہ کی طرف سے حسب دستور قدیم معتمد الدولہ اور کیوان جاہ استقبال کے لیے راحت گنج تک گئے صبح کو اس طرف سے یہ دونون صاحب کمال جاہ وحشم کے ساتھ اور اُس طرف سے لارڈ موصوف ترک سواران انگریزی کے

بھی کر بادشاہ کے کان بھرے۔

اس اثنا مین لارڈ کیمبر میر کی آمد آمد شہر لکھنؤ مین مشہور ہوئی معتمد الدولہ ظہر تک شہر مین رہکر راحت گنج کو کہ خیمہ گاہ لشکر بادشاہ سے چار کوس پر تھا لوٹ گئے۔

بادشاہ کی سواری کا نظارہ

اب بادشاہ نے داروغون اور اہل خدمات کو حکم دیا کہ کل پانچ گھڑی دن چڑھے ہم استقبال کے لیے سوار ہونگے تمام سامان جلوس وحشمت کا در دولت پر حاضر رہے جب رات ختم ہوگئی اور دن نکلا بادشاہ نے بیدار ہوکر حمام کیا پوشاک بدل کر اس شان سے سوار ہوے۔ لباس شاہی زیب تن کیا تاج مرصع سر پر رکھا موتیوں کا ہار گلے مین پہنا جواہرات سے جڑے ہوئے چھوٹے بڑے جوشن بازوون پر باندھے اُنگلی مین انگوٹھی پہنی اور اصفہانی تلوار کمر مین لگائی اور اس بناؤ سے ہاتھی پر طلائی حوضے مین سوار ہو کر فرح بخش سے برآمد ہوئے۔ یہ حکم پہلے سے دیا تھا کہ بازارون کی دوکانین اور لب سڑک کے مکانات آراستہ رہین۔ صراف اپنی اپنی دوکانونکو طرح طرح کے رنگون سے منقش کرکے لباسہاے فاخرہ پہن کر بیٹھے تھے۔ جن کے سیدھی جانب اشرفیان رکھی تھین اُلٹی طرف روپونکے ڈھیر تھے اور سامنے قسم قسم کے زیور اور سونے چاندی کے برتن رکھے ہوے تھے بزازون نے بھی اپنی اپنی دوکانونکو بادلہ۔ زربفت۔ کمخواب اور اطلس کے قیمتی اور رنگین کپڑون سے سجایا تھا اور دوکانونکی چھتونپر طوائف سنگار کرکے سواری کے تماشے کی منتظر تھین سڑک پر تماشبین نوجوان بانکے ترچھے اچھے اچھے کپڑے پہنے پھرتے تھے کہ سواری بادشاہ کی آئی اسمین علحدہ علحدہ جلوس کی صف بندی تھی۔

اور دروازۂ محل پر حاضر باشی کا حکم دیا دو گھڑی کے بعد راجہ بختاور سنگھ اور راجہ شیودین سنگھ نے بھی پہونچ کر یہی خبر دی چونکہ معتمد الدولہ کا مزاج صفراوی مائل بحرارت تھا ان خلاف طبع باتونکی تاب نہ لاکر اسی وقت کیمپ سے شہر مین آئے بادشاہ کے پاس پہونچے اور عرض کیا کہ بادشاہ مرحوم کے بعد میرا کوئی حوصلہ بجز اسکے نہ تھا کہ اُنکے مرقد پر جاروب کشی کرون مگر حضور نے ازراہ تفضل والطاف اس نمکخوار کو کھینچا اور خدمات لینا چاہین جشن عالی مین اگرچہ اعلیٰ وادنیٰ سب کو تبرکات کے ذریعہ سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ مگر فدوی نے عہدہ وزارت کا خلعت اتبک نہ پہنا جس کسی کو وزارت عنایت کرنا منظور ہو عطا فرمایا جائے خانہ زاد اُس کا تابع رہے گا بادشاہ نے زمانہ سازی سے کام لیا اور فرمایا کہ نواب بھائی تمہارا خیال اسوقت کہان گیا۔ اگر ساتون اقلیم کی سلطنت ملے تو تمھاری مداخلت کے بدون ہیچ ہے۔ اور میر فضل علی کو خود ہی ایام صاحبزادگی سے ناپسند کرتا ہون اور نہ اب اُس سے صاف ہون اور نہ اب وہ میری راے سے آیا ہے بیحیائی سے بدون طلب والدہ ماجدہ کے پاس آگیا ہے اگر اسوقت اُسکو نکالتا ہون تو ایک بڑے فتور پڑنے اور والدہ سے جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ بھی تم سے مکدر ہین اور تمھاری خرابی کے درپے ہین اس لیے مین نے تمھارے عہدۂ وزارت کے لیے کلکتے کو لکھا ہے جواب باصواب کے حاصل ہونے کی امید قوی ہے اُسوقت جناب عالیہ کی پوری پوری بیدخلی ہو کر ہمکو اختیارات کلی حاصل ہو جائینگے پھر اُسکا اخراج آسان ہے جو کام آسانی سے ہو سکے اُسکو مشکل مین ڈالنا محل تعجب ہے تم سا ارسطو فطرت اور ایسے امر رکیک کو خیال مین لائے فرض کیا کہ وہ یہان ہے گا تو اس سے زیادہ نہین ہے کہ داروغہ ہوگا تم بہرحال وزیر اعظم ہو تمکو میرے گھر کا انتظام چاہیے نہ اُس سرکار کا معتمد الدولہ ان باتونکو سُن کر مطمئن ہو گئے اور خواب خرگوش مین پڑ گئے میر فضل علی نے

بادشاہ کی داہنی طرف رزیڈنٹ دوسرے ہاتھی پر سوار تھے اور بائین طرف
رزیڈنٹ کا نائب ایک اور ہاتھی پر بیٹھا ہوا تھا اور پیچھے بادشاہ کے رشتہ دار اور سردار
ہاتھیون پر سوار تھے جو عمدہ عمدہ جھولون سے آراستہ تھے۔ اُدھر سے لارڈ ڈیکمبرمیر کی سواری
آئی جنکے ساتھ انگریز اور کیوان جاہ اور معتمد الدولہ تھے اور جلو مین دو سو ترک سوار و نکار رسالہ تھا
عالم نگر کے میدان مین پہونچے اس طرف سے بادشاہ ہاتھی پر سوار اور اُس جانب سے
لارڈ صاحب ہاتھی پر بیٹھے ہوئے تھے جب دونون ہاتھی قریب ہوے تو بادشاہ نے اُن کا
ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھی پر لے لیا اور اس مقام پر روپے اور اشرفیان نچھاور کین جہان جہان
بادشاہی سپاہ کے سوار و پیادے کھڑے ہوئے تھے اُنکی سلامی لیتے ہوئے فرح بخش مین
پہونچ گئے جب حاضری کی میز پر جلوہ افروز ہوئے تو ۲۱ فیر سلامی کے سر ہوئے حاضری
سے فارغ ہوکر ناچ گانا ہوا اس صحبت مین صرف شوقیہ بات چیت ہوئی رخصت کے وقت
بادشاہ کی طرف سے کشتیون مین بانات اور زربفت اور کمخواب کے کپڑے اور جواہر لارڈ صاحب کے
سامنے پیش ہوئے اسی طرح اُنکے اسٹاف کے انگریزون کو تحائف دیے گئے عطر اور گوٹے کے
ہار بھی تقسیم ہوئے ۔ دوسرے دن بادشاہ لارڈ صاحب کی فرودگاہ پر رونق افروز ہوئے
اُنھون نے استقبال کیا اور صدر مین بادشاہ کو بٹھایا اور محبت کی باتین ہوکر کشتیان بادشاہ کے
روبرو پیش ہوئین اور گوٹے کے ہار تمام امرائے ہمراہی کو ملے اور لارڈ صاحب نے تشریف آوری کا
شکریہ ادا کیا۔ رخصت کے وقت لارڈ صاحب نے اُس مقام تک مشایعت کی جہانتک
استقبال کیا تھا تیسرے دن بادشاہ کی طرف سے بڑی بھاری دعوت ہوئی آتشبازی
چھوٹی روشنی ہوئی اور دیر تک شوقیہ بات چیت ہوکر رخصت ہوئے ۔

پہلی صف مین - ایک بڑے ہاتھی پر نشان تھا اور اس کے بعد چند ہاتھیون پر ماہی مراتب تھا -

دوسری صف مین - ہاتھیون اور اونٹون پر نقارے تھے اور اُن کے پیچھے پیچھے سوشتر سوارون کا رسالہ تھا جس کے سوار سبز و سُرخ بانات کی وردیان پہنے اور زر کار ستارے لگائے ہوئے تھے -

تیسری صف مین - نہایت عمدہ خانہ زاد عربی و دکھنی پچاس گھوڑون پر نقارے تھے اور عمدہ ساز و سامان اور زیور اُنپر پڑا ہوا تھا -

چوتھی صف مین - کوہ پیکر کلان سر اور قوی دندان ہاتھیون کی قطار تھی جن پر زربفت اور بانات کی جھولین پڑی تھین اور ہر ایک پر ایک پہلوان ہاتھونمین گرز گران لیے بیٹھا تھا

پانچوین صف مین - تین سو سوار تھے جنکے رسالہ دار و جمعدار زربفت اور پشمینۂ رنگین کے لباس پہنے اور قیمتی ہتھیارون سے مسلح تھے

چھٹی صف مین - دو سو کے قریب ترک سوار سیاہ بانات کی وردیان پہنے اور ننگی کرچین ہاتھون مین لیے ہوے تھے -

ساتوین صف مین - دو سو خاص بردار زرین منڈیلین سر پر باندھے ہوئے تھے اور انکے ہاتھونمین چقماتی بندوقین تھین جنپر بانات کے غلاف چڑھے ہوئے تھے -

آٹھوین صف مین - سو آدمیون کے ہاتھون مین چمکدار نشان تھے -

نوین صف مین - سو آدمیون کے ہاتھون مین چاندی کی برچھیان تھین جنمین پرچم لٹک رہے تھے -

دسوین صف مین - سو چوبدار چاندی سونے کے عصا ہاتھون مین لیے ہوئے تھے -

اطلاع دی دوسرے دن حاضری کے بعد خلوت ہوئی رزیڈنٹ مترجم کی تعلیم کے
موافق کنارہ کش ہوئے اب لارڈ صاحب نے وہ خطوط بادشاہ کو دکھائے اور مستفسر حال ہوے
اول بادشاہ نے انکار کیا اُنھون نے کہا کہ اگر آپ صاف صاف بیان نہ فرمائین گے تو آیندہ پھر
کبھی معتمد الدولہ کے باب مین آپکی کوئی سکایت گورنر جنرل نہ سنین گے اس لیے صاف صاف
اب کہدینا چاہیے اُسوقت بادشاہ نے عہد و پیمان قسم کے ساتھ لیکر اقرار کیا اور جو ایذائین معتمد الدولہ
کے ہاتھ سے پائی تھین حرف بحرف بیان کین اور کہا کہ اسکا مضمون جملہ ہماری منشا کے
موافق ہے نقطے کا خلاف نہین اور جو شاہنامہ فردوسی کا کپتان مکان صاحب نے
باخراج اشعار اسدی وغیرہ انتخاب کیا تھا اُسکے چھاپنے کے واسطے پچاس ہزار روپے
عنایت کیے - جب لارڈ صاحب لکھنؤ سے رخصت ہوکر دریاے گنگا کے کنارے
پہونچے تو تاکیدی چھٹی لکھنؤ کے رزیڈنٹ کو اس مضمون کی لکھی کہ جسطرح بنے معتمد الدولہ
کی گرفتاری کی صورت ظہور مین آئے - رزیڈنٹ اس چھٹی کے مضمون سے مطلع ہوکر
بادشاہ کے پاس خلوت مین حاضر ہوا اور الفاظ عذر زبان پر لاکر کہا کہ حضور کے دوست
و دشمن اپنی نظرون مین بھی دوست و دشمن ہین - بہر حال آپکی رضا جوئی منظور ہے
اگر پیشتر سے ارشاد ہوتا تو یہ عرصہ اڑھائی مہینے کا ہرگز طے نہوتا - ابھی معتمد الدولہ کی گرفتاری
کی صورت ظہور مین لاتا ہون - لیکن در دولت پر انکی گرفتاری فساد عظیم کا باعث ہے
بلکہ خونریزی کا احتمال ہے - جب یہ مضمون ختم ہوا تو رزیڈنٹ نے وہ کاغذ جو اس بارہ مین
لکھا ہوا اپنے ساتھ لایا تھا دستخط کے واسطے پیش کیا اُسوقت معتمد الدولہ سے قلمدان کا طلب
فرمانا خلاف مصلحت تھا اسلیے بادشاہ نے انگریزی قلم سے اُسپر دستخط کیے اور فرمایا کہ مہر آیندہ
لگائی جائے گی - جب رزیڈنٹ وہان سے رخصت ہوا تو بادشاہ نے معتمد الدولہ جو خرابی

یعنی شہنشاہ مذکور سے جس سے صحیح نام مین فرق ہے
۱۶/۲/۰

بادشاہ کا معتمد الدولہ پر عتاب نازل ہونا

اب لارڈ صاحب کو اُن مراسلات کی تحقیق کی فکر ہوئی اُنھون نے اپنے مترجم مسٹر مکان سے کہا کہ ان کاغذات کی تحقیقات جو ہمارے ساتھ ہین کیسے ہو اس لیے کہ انکی تحقیق خلوت چاہتی ہے اور رزیڈنٹ کا شامل ہونا مشکل ہے کیونکہ وساطت اُسکے عہدے کی ذمہ داری ہے اور اگر اُسکے سامنے بادشاہ سے دریافت کیا جائے گا تو وہی جواب ملے گا جو پہلے ملا تھا - پس ایسی صورت کرنی چاہیئے جس سے رزیڈنٹ تخلیے مین شریک نرہے اور اُسپر یہ امر گران بھی نگذرے - مترجم مذکور نے دوستانہ طور پر رزیڈنٹ سے کہا کہ بادشاہ کی طرف سے جو تحریر معتمد الدولہ کی شکایت مین گورنر جنرل کے پاس پہونچی تھی آپ کے ذریعہ سے اُسکی بابت بادشاہ سے پوچھا تو انکار کر دیا بلکہ اُلٹا اُسکی تعریف کرنے لگے بعد اسکے پھر اس مضمون کی تحریر پہونچی تو اب گورنر جنرل کے دل مین یہ بات پیدا ہوئی کہ یا تو تم خلاف واقعہ لکھتے ہو یا بادشاہ تمھاری وجہ سے کہ تم معتمد الدولہ کے دوست مشہور ہو افشاے راز ہونے کے خیال سے انکار کرتے ہین تم اپنے آپکو کیون مطعون کرتے ہو اس بات کی تحقیقات لارڈ کیمبر میر صاحب کرین تو تم اُس صحبت مین شریک نرہنا اور کہنا کہ اگر میری طرف سے کوئی شبہہ ہے تو مین اس معاملے کی تحقیق کے وقت شامل رہنا نہین چاہتا آپ خود بادشاہ سے تحقیق کر لین چونکہ بادشاہ رزیڈنٹ سے اس مبالغے کے ساتھ انکار کر چکے تھے کہ اُسکو یقین کلی تھا کہ یہ بادشاہ کے دل کی بات ہے اور وہ لارڈ صاحب کو بھی وہی جواب دینگے جو مجھے دیا تھا مترجم کی صلاح کو پسند کر کے شکریہ ادا کیا اور یہ وعدہ کیا کہ کل کی صحبت خلوت مین مین شریک نہ ہونگا مترجم نے اس طرف سے دلجمعی کر کے لارڈ صاحب کو

متوسل معتمد الدولہ کا ہو اُسے گرفتار کرکے لاؤ اور اُنکے مکانون مین چوکی پہرے بٹھاؤ اُس روز لکھنؤ مین ایک تہلکۂ عظیم برپا تھا مہاجن اور سوداگر جدا جدا فریاد کرتے تھے کہ ہمارا روپیہ معتمد الدولہ سے ہمکو وصول ہو جائے۔ آخرش رزیڈنٹ نے معتمد الدولہ سے کاغذ عدم مفسدہ پر دازی کا لکھوا کر مہر لگوائی اور اُنھون نے نظر بندی اپنے مکان پر رضامندی سے قبول کی اور رزیڈنٹ نے اُنکو ہاتھی پر سوار کراکے انگریزی پلٹن کی کمپنی کی حفاظت مین اُنکے مکان پر بھجدیا اور کہدیا کہ قرضہ قرض خواہون کا حساب وکتاب کی رو سے ادا کردو یہ معاملہ سرکار کا نہین ہے بلکہ آپکی ذات کا ہے اُنھون نے دو توپین اپنے مکان کے آس پاس دونون طرف کوچے مین نصب کرائین اگرچہ یہ مجال نہ تھی کہ مکان سے قدم باہر رکھین لیکن دونون وقت گھر مین ایک دربار عظیم برپا رکھتے تھے اور دریلے انعام واکرام نے آگے سے زیادہ مواجی شروع کی اور یہ صورت رزیڈنٹ کی بدولت نمایش وآبرو کے لیے حاصل تھی یہ واقعہ ۱۲۴۳ھ ہجری کا ہے صاحب رائے مورخ نے یہ تاریخ اُنکی معزولی کی لکھی ہے ؎

آج اس گھر کا سنیچر اُترا ۱۲۴۳ھ

رزیڈنٹ نے اپنی طرف سے ایک انگریز کو معتمد الدولہ کے قرضے کے انفصال کے لیے متعین کیا نواب نے اُسکے سامنے روشن علی کے ہاتھون سے زر قرضہ دام دام ادا کردیا۔

معتمد الدولہ کے متعلقین کے مکانون پر بادشاہی پہرے مقرر ہونا اور اُنکا مذلت اُٹھانا۔ میر فضل علی خان کا عہدۂ وزارت پانا منتظم الدولہ مہدی علی خان کا وزارت کی دستیابی سے محروم ہو کر فرخ آباد کو چلا جانا

معتمد الدولہ کے نظر بند ہونے کے بعد میر فضل علی کو خلعت نیابت بائیس پارچے کا ملا اور

ریاست کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے تھے - پان عنایت کرکے ارشاد کیا کہ کچھ کلکتے سے تمھارے
حق مین سفارش آئی ہے - تم ابھی رزیڈنٹ کی کوٹھی پر جاکر دریافت کرو اور اُسکا ترجمہ حسب
سررشتہ لاؤ اُدھر رزیڈنٹ نے اپنی کوٹھی پر پہونچکر پلٹن کے کپتان کو بلاکر اُس مضمون سے
مطلع کیا اُسنے اپنی کمپنی کے آدمی مکان رزیڈنٹی مین جا بجا مامور کیے اور رزیڈنٹ نے
اپنے میرمنشی کی معرفت فقیر محمد خان اور مینڈو خان کو کہلا بھیجا کہ اسوقت اپنے گھرون سے
قدم باہر نہ رکھین لیکن تذکرۂ حکومتہ المسلمین سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر محمد خان معتمد الدولہ کے
ساتھ تھے - معتمد الدولہ کئی ہزار سوار و پیادہ ہمراہ لیکر نہایت تزک وشان کے ساتھ رزیڈنٹ کی
کوٹھی پر پہونچے - جب رزیڈنٹ نے اُنکے آنے کی خبر سُنی تو موافق دستور قدیم کے مراسم قوانین مقررہ
سے پیش آئے اور باہم تذکرۂ سلطنت کے باب مین کچھ کچھ صلاح ہوتی رہی تھوڑی دیر کے بعد رزیڈنٹ
دوسرے کمرے مین چلے گئے اور معتمد الدولہ کو وہین بٹھا گئے - فوراً دو انگریز کرچ برہنہ معتمد الدولہ
کے سر پر آکر کھڑے ہوے اور یہ حکم سُنایا کہ آپ بادشاہ کے حکم سے قید ہوئے ہتھیار کھول کر رکھ دو
یہ سنتے ہی طائر ہوش وحواس معتمد الدولہ کا اُڑ گیا فی الفور ہتھیار کھول کر دیدیے - بعد ایکساعت کے
رزیڈنٹ پھر وہان آئے اور نہایت تسلی کرکے کہا کہ تم خدا کا شکر کرو کہ ہمارے پاس قید ہوے
اگر بادشاہ کی قید مین آتے تو وہ تمکو طرح طرح کی تکلیفین پہونچاتے جو کچھ تمکو منظور ہو ہم سے کہدو
معتمد الدولہ نے آبدیدہ ہوکر عرض کیا کہ اب عزت وآبرو میری آپکے ہاتھ ہے - بعد اس کے
رزیڈنٹ نے اُنکے ساتھیونکو جو دروازے کے باہر تھے حکم بھیجا کہ تمھاری نوکری اور عزت
اسی مین ہے کہ اپنے اپنے رسالون مین چلے جاؤ تمھارے آقا گرفتار ہوے ورنہ تمپر بھی قید کی بلا
نازل ہوگی آغا میر کے ہمراہی پانؤن سر پر رکھ کر بھاگے مگر اعظم علی خان اور دو خدمتگار
حاضر رہے - جب نصیر الدین حیدر نے گرفتار ہونا معتمد الدولہ کا سُنا تو علی العموم حکم دیا کہ جو کوئی

وغیرہ مین جو پہرے سُلطانی پہونچے تھوڑا سا اسباب یہان کا تلف ہوا لیکن نقد روپیہ کسی جگہ نہ تھا۔

امرت لال عرض بیگی کایستھ سکسینہ جو غازی الدین حیدر کے عہد سے معزز و ذی اختیار چلا آتا تھا اور ایام شاہزادگی مین نصیر الدین حیدر کی خبرین معتمد الدولہ اور غازی الدین حیدر کو پہونچایا کرتا تھا۔ اول اُسکو بطور دل دہی خلعت و خطاب راجگی عطا فرمایا اس ہنگامے مین وہ بھی گرفتار ہو کر راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کورمی کے حوالے ہوا مار پیٹ کی نوبت آئی اور مداخل و مخارج دیوانخانہ کے محاسبے مین مبتلا ہوا اُس نے کچھ زر نقد جو امکان مین تھا پیش کیا اور باقی سبیل زر کیواسطے اجازت طلب کی کہ اپنے مکان مین جاکر جو دفینہ موجود ہے حاضر کرے اور اس حیلے سے رخصت لیکر اپنے گھر پہونچ کر چاقو سے گلا کاٹ کر اپنا کام تمام کیا تاریخ اس واقعہ کی صاحب رائے مورخ نے یون لکھی ہے

ہاتف زغیب گفت کہ شاباش امرت لال   این کار از تو آید و مردان چنین کنند

پھر اعتماد الدولہ نے چاہا کہ بلاے محاسبہ مین معتمد الدولہ کو مبتلا کرین چونکہ وہ انگریزی قیدی تھے اعتماد الدولہ نے بہت کچھ خاک اُڑائی لیکن کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔

حکیم مہدی علی خان نیابت کی امید مین فرخ آباد سے لکھنؤ مین آئے کہ وہ دولت اعتماد الدولہ کو نصیب ہو چکی مجبور ہو کر نذر وزارت دینے مین کہ کسر شان تھی تامل کیا آخر کار بصورت تالیف قلب ظہور مین آئی۔ چونکہ منتظم الدولہ مرد آخر بین اور صاحب دانش تھے اعتماد الدولہ کا دل نذر دیکر خوش کیا۔ ایکدن منتظم الدولہ بادشاہ کے پاس حاضر تھے دیکھا کہ کیوان جاہ پسر ملکہ زمانی خلعت جرنیلی سے سرفراز ہو کر کاغذات سپاہ پر احکام لکھ رہا ہے مہدی علی خان نے نہایت آزردہ ہو کر کاغذ اُس کے ہاتھ سے لیکر بآواز بلند یہ باتیں کہیں

اعتماد الدولہ خطاب عنایت ہوا - یہ میر فضل علی وہی شخص ہین جو بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر کی جاگیر کے منتظم تھے اور اپنی بہن بی مغلانی کی وجہ سے جسکا نام فیض النساہے بیگم صاحبہ کی سرمین پورا استلط رکھتے تھے اور معتمد الدولہ کی عداوت کی وجہ سے کانپور کی طرف نکلوائے گئے تھے چونکہ فیلبانونکے زمرے مین سے تھے اسلئے ایک شخص نے اُنکی وزارت کی تاریخ اس طرح پر نظم کی ہے -

یہ اوج مسند عزت نشست چون نائب ‌ ‌ زفیض جملہ نشینان ہودج عصمت
مورخش بسر فیل فکر رفت و گفت ‌ ‌ گرفتہ از سر آنکس بری بری دھت دھت
(۱۲۴۴)

میر فضل علی دہلی کے سادات صحیح النسب سے تھے انکے بزرگ عہدہ فوجدار خانی پر سرکار شاہی مین ممتاز رہے یعنی سواری کے وقت خاص بادشاہ کا فیل چلاتے تھے انتظام الدولہ منظفر علی خان جو خانہ نشین تھے اُنکو خلعت دیوان خانہ ملا اور معتمد الدولہ کے متعلقین و متوسلین کے مکانون پر بادشاہ کی طرف سے پہرے کھڑے ہوگئے اسم شماری اُنکی یہ ہے - میر محمود وغیرہ پسران میر افضل علی بانسی والہ یہ میر افضل علی معتمد الدولہ کا سمدھی تھا - سبحان علی خان - تاج الدین حسین خان حکیم واجد علی خان - دولت رائے واصلباقی نویس - ٹیپو خان - میر بندہ علی مسخرہ - مولوی جلال الدین - سنگی خان - جیون خان میواتی - اعظم علی اور قطب شاہ وغیرہ وغیرہ یہ تمام آدمی نظر بند ہوے - اور انکا اکثر اسباب لٹ گیا مگر وہ لوگ محفوظ رہے جن کے مکانون پر پیشتر سے معتمد الدولہ نے انگریزی پہرے بٹھا دیے تھے وہ یہ ہین - فاطمہ بیگم معتمد الدولہ کی بہن اور میر الٰہی بخش معتمد الدولہ کا بھتیجا اور میر روشن علی اور میر شاہ علی معتمد الدولہ کے سالے اور میر نثار حسین اور میر اسد غرض اس کش مکش ہین کہ حشر بپا تھا شہر کے بازار اور رعیت کے گھرونکے دروازے بند ہوگئے اور کوٹھی نور بخش اور حیدر گنج اور باغ دوار کا داس

جاؤن گا تو دفتر دیوانی کے افسر مجھے مکان پر رہنے نہ دینگے اور معتمد الدولہ کے مکان پر انگریزی پہرے ہین یہان اُن کا ہاتھ نہ پہونچے گا مگر اس فکر مین تھے کہ کسی طرح معتمد الدولہ سے اس روپے کی فارغخطی ہاتھ لگ جائے چندروز کے بعد جب معتمد الدولہ کے متعلقین کی گرفتاری کی شورش موقوف ہوگئی اور شہر مین امن قائم ہوگیا اور فتنہ ٹھنڈا ہوگیا۔ تو معتمد الدولہ نے تاج الدین حسین خان سے کہا کہ اب ہمکو اطمینان ہے آپ یہان بے آرام ہین اپنے اہل وعیال مین چلے جائیے مین آپکو برضا ورغبت اجازت دیتا ہون تاج الدین حسین خان نے اُس محاسبے کا عذر کیا معتمد الدولہ نے سوچ کر کہا کہ جو کوئی تم سے پوچھے یہ جواب دیجیو کہ مین وہ روپیہ معتماد الدولہ کو دیچکا ہون جو کوئی مجھ سے کروڑ دو کروڑ روپے کا حساب لیگا اُس روپکو بھی حساب دیدونگا تاج الدین حسین خان نے عرض کیا کہ اگر یہ پرورش منظور ہے تو دستور کے موافق رسید عنایت ہوجائے تاکہ جو کوئی مجھ سے محاسبہ کرے تو بطور سند کے دکھادون معتمد الدولہ نے فراخ حوصلہ سے اسیوقت رسید اپنی مُہری عنایت کردی۔

القصہ تاج الدین حسین خان نے فقیر محمد خان اور مینڈو خان اور ساہ گوبندلال کی رضاجوئی اور اعتماد الدولہ کی اطاعت اختیار کی اور اپنا دامن محاسبے سے پاک کیا۔ معتمد الدولہ کے زمانے کے سب عہدہ دار اعتماد الدولہ کی طرف رجوع لائے واجد علی خان نے بھی وہ زمانہ سازی کی کہ دونون پلے برابر رکھے۔ ان باتون کے بعد اعتماد الدولہ نے انتظام ملک کی جانب قلم اُٹھایا عامل مستاجری کے طور پر روانہ کیے۔ یہانتک واقعات ۱۲۴۳ھ ہجری کے تھے۔

سنہ ۱۲۴۴ ہجری کے بعض قابل ذکر واقعات کا بیان

(۱) سال دوم جلوس مطابق ۱۲۴۴ھ ہجری کا آغاز ہوا تو اعتماد الدولہ کو بادشاہ نے حکم دیا

کہ [illegible] ہے جب [illegible] صاحب [illegible] سمجھتا ہے [illegible] آوری
بادشاہ کو پسند نہ آئی اور دل مین ملال پیدا ہوا۔ مہدی علی خان نے اس پیرایے مین کہ میری
تجارت کے کام خراب ہونگے تھوڑے عرصے مین انتظام دیکر پھر در دولت پر حاضر ہونگا رخصت
حاصل کی اور فرخ آباد کو چلے گئے چونکہ وہ آغامیر کے رقیب تھے ناسخ نے پھر تاریخ کہی۔
بازگریختہ (۱۲۴۵ھ) اب رفتہ رفتہ رزیڈنٹ کے دل مین اعتماد الدولہ کے اعتبار نے
گھر کیا نیکنامی کے ساتھ یاد کرنے لگا جب سبحان علی خان سے مواخذے کی نوبت پہونچی تو ثابت
ہوا کہ یہ شخص خیر طلب سرکار شاہی کا تھا اس لیے وہ نیابتاً شریک مشورہ ہوئے اور اُن کی
تجویز سے منشی عاشق علی خان رفیق اعتماد الدولہ سفیر کلکتہ مقرر ہوے اور وثیقے کی درستی ان سے
متعلق تھی چنانچہ اس کام کی بدولت صاحب دولت ہو کر انھون نے رنگ تجارت کلکتے مین
جمایا اور وہان عالیشان عمارت تعمیر کرائی اور وزارت کی دیوانی منشی جانکی پرشاد سے متعلق تھی
اور بیت الانشا کا دفتر منشی جوالا پرشاد کے حوالے تھا اور کونسل کلکتے سے تحریرات کی مسودہ نویسی
سبحان علی خان سے تعلق رکھتی تھی یہ امر تازہ ظہور مین آیا کہ سبحان علی خان و تاج الدین حسین خان
مین جو باہم اتحاد و محبت تھی وہ جاتی رہی۔ نقش عداوت صفحۂ دل پر بیٹھا اور سو جبہ سے تاج الدین حسین خان پر
بائیس لاکھ روپیہ کا محاسبہ چکلہ سلطان پور کی بابت قرار پایا۔ تاج الدین حسین خان معزول ہو کر
لکھنؤ مین آئے دریافت ہوا کہ مکان پر بادشاہی چوکی پہرے مامور ہین اسطرح اسیر ہو معتمد الدولہ
آغامیر کے مکان پر چلے گئے اور چند روز رہکر بواسطہ استحقاق رفاقت دست آویز جو فارغ خطی کا
کام کرے حاصل کر کے بکشادہ پیشانی اپنے گھر مین آ بیٹھے۔ محتشم خانی مین اس رسید کی کیفیت
یون لکھی ہے کہ جب معتمد الدولہ اپنے مکان پر مقید ہوئے اور یہ خبر شہر مین پھیلی تو تاج الدین حسین خان
اُسیدن اُنکے پاس پہونچ کر شریک حال ہو گئے اور رفاقت مین رہنے لگے انکو ڈر تھا کہ اگر اپنے مکان پر

(۳۲) وقائع دلپذیر مین لکھا ہے کہ بادشاہ نے مناجان کو جب فریدون بخت خطاب دیا تو بادشاہ بیگم نے ۲۲ جمادی الاولی ۱۲۴۳ھ ہجری کو اپنے محل مین محفل جشن آراستہ کی اور نصیر الدولہ کی والدہ اور نواب جعفر علی خان و نواب کاظم علی خان وغیرہ کی بیگمات خاندان منصوریہ کو طلب کر کے اول بادشاہ کو پوشاک فاخرہ پہنا کر چھبیسوین سالگرہ منائی اور وقت شب کے محسن الدولہ کی بہنون کی رسم کتخدائی ابوطالب خان کے بیٹون کے ساتھ ادا کی اور پھر فریدون بخت کا ختنہ کرایا اور ختنہ کرنے والے نائی کو بیس ہزار روپے مرحمت کیے اور پچاس ہزار روپے کے شال دوشالے بادشاہ کے پاس بھیجے تاکہ وہ اپنے خاص خاص نوکرون کو تقسیم کردین باوجودیکہ ابھی بادشاہ اور بادشاہ بیگم مین آتش فساد و عناد مشتعل نہوئی تھی لیکن اُنکو اسبات سے نہایت طیش آیا۔ تمام پشمینے کو جلوا دیا اور کرنیل جان لو صاحب رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ اگر بادشاہ بیگم آپ کو شیرینی بھیجین تو واپس کر دیجئے چنانچہ بیگم صاحب نے نقرئی ٹھلیون مین شیرینی بھر کر بھیجی تو اُنھون نے نہ لی بادشاہ کی غرض اس سے یہ تھی کہ فریدون بخت کے میرا بیٹا ہونے پر یہ امر دلیل ہو جائے۔ اور انھین دنون مین بیگم صاحبہ نے محسن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ فریدون بخت کا بیاہ قرار دیا ابھی سامان عروسی تیار ہی ہو رہا تھا کہ لڑکی کا انتقال ہو گیا۔

نصیر الدین حیدر کی طبیعت کا اعتماد الدولہ کی طرف سے مکدر ہو جانا

بعض تاریخون مین لکھا ہے کہ یہ وزیر نہایت نیک نیت اور بامروت اور صاحب خلق اور باخدا تھے سب کو اپنا دوست سمجھتے تھے اور اپنے دشمن کو دشمن نہ جانتے تھے۔ بادشاہ کی

کہ جشن کی تیاری کرین - اگرچہ جشن عظیم ہوا لیکن بعض امورمین ایسی بے اعتدالی واقع ہوئی کہ اعتمادالدولہ کی بے سلیقگی کھُل گئی اور کچھ روپے کی خیانت بھی اُنکی نسبت ثابت ہوئی اور بعد اسکے ملک مین خرابی پیدا ہوگئی اور خزانہ عامرہ مین آمدنی بھی بہت کم ہوگئی اور ملک مین چارون طرف فساد پھیل گیا اور لوٹ مار سے مسافرونکا ناک مین دم آگیا - رزیڈنٹ نے اسبات کی بادشاہ سے شکایت کی اور صاحبات محل اور سپاہ کی تنخواہ بند ہوکر واویلا پر نوبت پہونچ گئی -

(۲) نصیرالدین حیدر کی خواہش یہ تھی کہ چند عورات خاندان کی تنخواہ دوامی طور پر وثیقہ مقرر ہوجائے اس نظر سے اُنھون نے اس امر مین گورنمنٹ انگریزی کو تحریر کیا کہ جو پچاس لاکھ روپیہ غازی الدین حیدر کے عہد مین چوتھی مرتبہ قرض دیا گیا ہے وہ دوامی ہوجائے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپیہ اور لیا جائے اور قرضہ گورنمنٹ انگریزی مین منظور ہوا اس کل روپے کا سالانہ سود تین لاکھ بارہ ہزار روپیہ فی صدی پانچ روپیہ سالانہ کے حساب سے ہوا - مگر یہ شرط قرار پائی کہ جو تنخواہ دار یا وثیقہ دار فوت ہوگا اُسکا روپیہ جب منظور ہوگا واپس ملے گا اور اگر کوئی وثیقہ دار یا اُسکا وارث بادشاہ کی حیات مین لاولد مر جائیگا تو وثیقہ منضبطہ بادشاہ کو ملیگا -

وثیقہ دارون کی حفاظت کے باب مین گورنمنٹ نے ضمانت نہین دی مگر اقرار کیا کہ اُنکی خاطر کیجائیگی ۱۴ - شعبان ۱۲۴۴ھ ہجری مطابق یکم مارچ ۱۸۲۹ء کو اس باب مین عہدنامہ منعقد ہوا

نام وثیقہ دار	ماہواری	سالانہ
ملکۂ زمانیہ	۱۰۰۰۰ روپیہ	۱۲۰۰۰۰ روپیہ
تاج محل	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
مخدّرہ علیا	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
سلطان عالیہ ہمشیرہ شاہ	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ

پوچھی اور فرمایا کہ تم خوب جانتے ہو کہ یہ کام میرے اشارے سے نہین ہوا ایک شخص نے نشے کی حالت مین بے اعتدالی کی ہمکو بھی بُرا معلوم ہوا چونکہ قوم کا انگریز تھا سوا قید کے دوسری سزا اُسکے لیے مناسب نہ معلوم ہوئی اگر یہ گناہ دوسرے سے سرزد ہوتا تو اُسکو پوری سزا ملتی اللہ تعالےٰ قرآن مین فرماتا ہے۔ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سُکاریٰ۔ جبکہ خود نماز فرض کے لیے نشے کی حالت مین ایسا حکم دیا تو دوسرے کامون پر کیا حکم ہوا اگر کسی راہ رو پر کوئی دیوانہ کیچڑ ڈالدے تو اُس راہ رو کی عزت مین کیا بٹا لگے گا تم اس کا دل مین کچھ خیال نکرو بادشاہ نے اسطرح اُنکی تشفی کی اور اپنے ساتھ لائے لیکن اُنھون نے بھی نکھ کر کامون سے ہاتھ کھینچا ایکدن بادشاہ نے کثرت نشۂ شراب مین ہرکارون کے جمعدار کو حکم دیا کہ جلو کے آدمی تیار ہون جو فوج حاضر تھی حسب الحکم تیار ہوئی اعتماد الدولہ نے بنظر حفظ ماتقدم صاحب رزیڈنٹ کو درپردہ اطلاع دی کہ ہوشیار رہین مگر یہ بات کچھ اصل نہ رکھتی تھی دوسرے روز رزیڈنٹ نے بادشاہ کے پاس آکر دریافت کیا بادشاہ نے جوابدیا کہ آپکو کیونکر معلوم ہوا اُسنے کہا کہ اعتماد الدولہ نے ہمکو خبر دی تھی یہ صورت بادشاہ کو نہایت ناگوار خاطر ہوئی اور آئینۂ دل مین تازہ غبار کدورت جم گیا آخر اس کش مکش مین اعتماد الدولہ ۱۲۴۶ہجری مین جہان فانی سے گذرے جبتک زندہ تھے باوجود بیکاری و خانہ نشینی کے بادشاہ بیگم کے لحاظ سے کہ اُنکے ساختہ و پرداختہ تھے نیابت اُنھین کے نام پر رہی۔ شبیہ کربلا مین جسکو میر خدابخش نے تعمیر کیا تھا اُنکا جنازہ دفن کیا گیا فقط دو لڑکیان اولاد مین رہین جو میر جان علی اور میر حیدر حسین قوم سادات کے ساتھ منعقد تھین۔ بعض تاریخون سے ثابت ہوتا ہے کہ چوبیس لاکھ روپے بادشاہ نے اپنے خزانے سے اعتماد الدولہ کے وثیقے کے لیے۔ مسٹر مورڈنٹ رکیٹ صاحب کی معرفت جمع کرلیے تھے۔ اعتماد الدولہ کا وثیقہ ان دونون داما دون

طبیعت انکی طرف سے کئی وجہون سے صاف نہ تھی (۱) جسطرح ایام شاہزادگی مین
اتالیقی کرتے تھے اُسیطرح اب بھی اطوار شائستہ کی تفہیم مین قاصر نہ تھے (۲) جو انتقام
کہ معتمد الدولہ سے منظور نظر سُلطانی تھا وہ ظہور مین نہ آیا (۳) شرکت صحبت بادشاہ سے
جو خلاف وضع تھی دور دور رہتے تھے۔ آخرکار رفتہ رفتہ صورت نقیض پیدا ہوئی اور بادشاہ کی
طبیعت جوانان نوخاستہ کی طرف مائل ہوئی اور بزم بادۂ گلرنگ نے گل کھلائے اور ناچ
ورنگ کا جلسہ جما اور اُن لوگون کا بازار آہستہ آہستہ گرم ہوا۔ اور اعتماد الدولہ کی گرما گرمی سرد
ہوئی۔ ملخص تاریخ اودھ مین بہت پرشاد کہتا ہے قضارا اقبال الدولہ پیش ہوگئے اور عہدۂ
جرنیلی پاکر سلطنت کے کامون مین دخیل ہوئے بادشاہ کی طبیعت اعتماد الدولہ کی طرف سے
پھیر دی اور جہان پناہ کو یقین کرایا کہ معتمد الدولہ سے سازش رکھتے ہین یہانتک کہ بادشاہ
اُنکے جانی دشمن ہوگئے اور اُنکے خراب کرنے کے درپے ہوئے۔ ایکدن نصیر الدین حیدر بجرے
مین سوار ہوکر دریا کی سیر کر رہے تھے اور نشۂ شراب سے لایعقل ہو رہے تھے کہ ناگاہ ایک
فرنگی بچے کی ٹوپی عالم نشۂ شراب مین دریا مین گرگئی اُسنے بادشاہ کے اشارے سے وہ
دست افشانی کی کہ قریب تھا کہ اعتماد الدولہ کی دستار سر سے جُدا ہو جائے لیکن اُنھون نے
پیچ وتاب کھاکر دونون ہاتھون سے سنبھالی اور فرط حجاب نے قالب سے باہر کیا اور
چاہا کہ شمشیر آبدار کے جوہر دکھائین لیکن جب اہل کشتی نے میان سے تلوار کھینچنے ندی تو
اعتماد الدولہ نے زبان سے بہت کچھ بُرا بھلا کہا بادشاہ نے دلجوئی کی راہ سے اُس لڑکے کو
قید کرکے رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا لیکن اعتماد الدولہ اس بے حرمتی سے لوگونکی نظرون
مین بے اعتبار ہوگئے اور آنا جانا دربار کا موقوف کیا۔ وزارت کا کام چھوڑ دیا ہرچند
بادشاہ نے بُلایا نہین آئے آخرکار بادشاہ خود منانے کو اُنکے گھر گئے اور وجہ خانہ نشینی کی

مہاراجہ دولت راؤ سیندھیا کے لشکر مین چلے گئے اور اُسکی ملازمت حاصل کی۔ جب نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ تخت نشین ہوئے تو پُرانی محبت کی وجہ سے شتر سوار کو دو ہزار روپون سمیت بھیجکر جعفر علی خان کو گوالیار سے بلواکر عہدۂ توپخانۂ سلیمانی عطا کیا اور پانسو روپے تنخواہ مقرر کردی اور بادشاہ کے مصاحب و ندیم ہو گئے وہ آبرو بہم پہونچائی کہ درباری آتش حسد مین جلنے لگے تاج الدین حسین خان نے فتنہ و فساد کی وہ آگ بھڑکائی کہ جعفر علی خانکی گرم بازاری سرد ہو گئی۔

رام دیال کا اپنی بہن کو بادشاہ کے محل مین پہونچاکر راجگی کا خطاب اور عزت پانا

بینی رام لکھنوی ساکن محلۂ چکلہ مرد لحیم و شحیم خوش وضع و سفید پوست تھا سپیاریان بیچا کرتا تھا اور لین دین کرتا تھا صاحب تقدیر تھا کہارون کا جمعدار بھوانی مہرا مر گیا اُسکے پاس چھ سات لاکھ روپیہ نقد تھا وہ زر بے محنت بینی رام کے ہاتھ آیا۔ اور اس روپے کی بدولت عاملون سے پوتہ داری کے ذریعہ سے زر کثیر حاصل کیا۔ عاشورن نام ایک لکھنوی طوائف سے رسم آشنائی بڑھاکر اُسکو گھر مین ڈال لیا اُس کے بطن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی بیٹے کا نام احمد علی رکھا جب بینی رام نے انتقال کیا تو ایک بیٹا منالال عرف رام دیال ہمقوم عورت سے بھی چھوڑا وہی ساہوکارے کی کوٹھی اور تمام مال و اسباب کا وارث بنا چالاک تھا کہ جوہر فروشی کی بدولت صاحبزادگی سے محل شاہی مین اُسکا لین دین تھا اب بادشاہ کے دربار تک رسائی بہم پہونچائی اور اپنی سوتیلی بہن کو جو عاشورن طوائف سے تھی بادشاہ کے پاس پہونچایا جس سے

وغیرہ پر جو حصہ دار تھے تقسیم ہوا ۔ آخرکار یہ دونون داماد لکھنؤ سے نکلکر دہلی کو چلے گئے اور وہین سکونت اختیار کی ۔

ظفر الدولہ کے بیٹے اور داماد کہ بعض انُ مین سے وزیر سلطنت کے ہمسر تھے اور انتظام سلطنت مین دخیل تھے

ظفر الدولہ کپتان فتح علی خان کے بڑے بیٹے محمد علی خان کا اقبال الدولہ خطاب تھا اور عہدہ جرنیلی کی نیابت اُن سے متعلق تھی جو کیوان جاہ کے باپ یہ نام تھا اور فتح علی خان کے دوسرے بیٹے کا خطاب مکرم الدولہ اور تیسرے کا خطاب مجد الدولہ تھا ان دونون کے متعلق پلٹنین تھین اور فتح علی خان کے یہ تین داماد تھے ایک مرزا حسنو جنکے سپرد جلیبی توپخانہ تھا دوسرے میر علی اکبر پسر میر علی شیر یہ بائیسی پلٹن کے مختار تھے اور تھوڑے سے سوار بھی اُنکے ماتحت تھے تیسرے محمد میر یہ سادات بارہ کے گھرانے سے تھے اور عدالت انکے سپرد تھی اقبال الدولہ پر بادشاہ کی بڑی مہربانی تھی یہانتک کہ انکا منھ دیکھ کر خوابگاہ سے اُٹھتے تھے اور ہر وقت عیش وعشرت کے جلسون مین اُنکو شریک رکھتے تھے اور اُنکے متعلقہ کامونکو منشی غلام مرتضی مرثیہ خوان پسر ملا محمد روضہ خان سرانجام دیتا تھا اقبال الدولہ کی بدولت غلام مرتضی کی خوش گلوئی اور الحان دلکش کے ساتھ مرثیہ خوانی بہت ثروت وشہرت کو پہونچی تھی ۔

نجم الدولہ جعفر علی خان

جعفر علی خان ابن مظفر علی خان ابتداے شباب مین اپنے باپ سے رنجیدہ ہو کر

شاہی مین بڑے رتبے پر پہونچایا۔
اسی سنہ مین ایک روز کا قصہ ہے کہ بادشاہ ظہر کے بعد مکھ بلاس نامے مکان کی چھت حجامت بنوا رہے تھے اور اقبال الدولہ اُسوقت حاضر تھے ممن خان اور محمد بخش دونون نماز کے لیے چھت سے تلے اُتر رہے تھے کہ ایک دیوانہ آدمی شمشیر برہنہ ہاتھ مین لیے اور بندوق کاندھے پر رکھے بے محابا موتی محل کے دروازے سے محل کے اندر گھسا راجہ شیودین اور دربان وہان بیٹھے ہوئے تھے اُنھون نے منع کیا اُنکو تلوار سے ڈرا کر بھگا دیا اور مکھ بلاس کی طرف قدم بڑھایا جو کوئی اُسے روکنا چاہتا تلوار سے دھمکا کر بھگا دیتا تلوار کی آنچ کی کوئی تاب نہ لا سکا دور سے لوگ ڈراتے پاس نہ آتے نجم الدولہ کی دور سے اُس پر نظر پڑی وہ بھی پاس نہ آسکے دیوانخانہ اُنکے باپ کے ماتحت تھا اُنھون نے چوبدارون کو حکم دیا کہ اسے روکین مگر کسی مین یہ جرأت نہ تھی کہ قریب جاکر اُسے منع کرتا وہ بڑھتے بڑھتے مکان مذکور کے زینے تک پہونچ گیا بادشاہ اس دیوانے کی جرأت اور لوگون کے شور وغل سے متحیر تھے ممن خان اور محمد بخش تلے سے اوپر چڑھے اور جون ہی اُس دیوانے نے پہلے زینے پر قدم رکھا اور چاہا کہ بادشاہ تک پہونچے ممن خان نے چالاکی و چستی کرکے فوراً ایک ہاتھ کمر مین ڈالا اور دوسرے سے اُسکی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا یہ ضعیف اور دیوانہ قوی ہیکل تھا لیکن محمد بخش نے ممن خان کی مدد کرکے اُسے تلوار مارنے کی فرصت ندی دونون نے اُسے زمین پر دے مارا تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اب نجم الدولہ دلیری کرکے دور سے دوڑے اور اُسکی بندوق دونون ہاتھون سے پکڑ کر اس زور سے سر پر ماری کہ سر کی ہڈیان پارہ پارہ ہوکر بھیجا ناک کی راہ بہ گیا اور فوراً مر گیا بادشاہ ممن خان کی جرأت سے بہت خوش ہوئے تعریف کی خلعت فاخرہ اور کئی ہزار

محلات شاہی مین داخل ہوکر پھول محل خطاب پایا اور رام دیال کو راجگی کا خطاب عطا ہوا
سنہ ۱۲۴۴ ہجری مین اعتماد الدولہ کے تنزل سے رام دیال کی کارگزاری کا ستارہ چمکا اور تمام
معاملات پر اُس کا حکم جاری ہوا بلکہ عمال کا عزل نصب اُسکی رائے سے ہونے لگا اور
رزیڈنٹ کے پاس بادشاہ کی طرف سے سفارت بھی کرتا۔ اور رزیڈنٹی کے خزانچی سے
راہ ورسم پیدا کر کے اُسکی وجہ سے غلام حسین میر منشی رزیڈنٹی سے صورت اتحاد نکالی بلکہ رزیڈنٹی کا
تمام عملہ بھی اُسکی توقیر کرتا تھا۔ لیکن بے علم کندۂ ناتراش تھا جب سر ہربرٹ مڈک لکھنؤ کے
رزیڈنٹ ہوکر آئے اور اُنھون نے ایکدن رام دیال سے دریافت کیا کہ آپ کا فراج کیسا
ہے تو اُس نے جوابدیا کہ پیٹ نفس (نفخ) بہت رہتا ہے یہ سُنکر صاحب رزیڈنٹ
نے جانچ لیا کہ یہ شخص بڑے اور ذمے داری کے کام کے قابل نہین یہانتک واقعات
سنہ ۱۲۴۴ ہجری کے تھے۔

دو رقاصہ عورتون کی سرفرازی ممن خان اور محمد بخش کی ترقی ایک مجنون کی عجیب حرکت

مسند نشینی سے تیسرے سال سنہ ۱۲۴۵ ہجری مین جشن موقوف رہا۔ لیکن دو رقاصہ
عورتون کو جن کا نام حسینی تھا اپنی صحبت کے لیے پسند کر کے ایک کو بادشاہ محل خطاب
دیا اور دوسری سلطان محل۔
دو لڑکے تھے ایک کا نام ممن خان تھا اور دوسرے کا محمد بخش یہ دونون غازی الدین حیدر
کے پانوُن دابا کرتے تھے اُنکو نصیر الدین حیدر نے منظور نظر فرما کر بڑے رتبے پر پہونچا
دیا ممن خان کو اول ارباب نشاط کا داروغہ بنایا پھر فوج کی حکومت دی اور خواص

مدار المہامی باعث آغاز بدانجامی ہے۔ بادشاہ اور رزیڈنٹ کے درمیان آمدورفت اور پیام وسلام کا دروازہ رام دیال پر بند ہوا بادشاہ کو یہ نصیحت مصلحت آمیز پسند نہ آئی مگر رزیڈنٹ کی خاطر سے پرچہ پیام چوبدار کے ذریعہ سے جاری رہا اور اگر مشکل کام پیش آتا تو نجم الدولہ کے ذریعہ سے انجام پاتا۔

رام دیال کی طرف سے رزیڈنٹ کی زیادہ تر ناخوشی کا سبب یہ امر تھا کہ اُنھون نے اُس سے ایکدن دریافت کیا کہ کیوان جاہ بادشاہ کا بیٹا ہے یا نہین اسکی تحقیق کر کے ہمکو خبر دو اور یہ بات کہکر تاکید کردی کہ یہ راز بادشاہ پر نہ کھُلے اس بنیئے کے پیٹ مین پانی کب ہضم ہوتا تھا یہ ماجرا بادشاہ تک پہونچایا اُنھون نے تیسرے روز ملاقات مین رزیڈنٹ سے شکایت کی کہ آپکو ایسے امر کی ہم سے تحقیقات چاہیئے کہ بیٹے کی پیدایش کی اطلاع باپ کو اچھی طرح ہوتی ہے صورت اسکی یہ ہے کہ اسکی مان میری متوعہ تھی لیکن خلد مکان اور مریم مکانی کے خوف سے اسبات کو چھپائے رکھا تھا جبکہ وہ حاملہ ہوئی اور وضع حمل کا زمانہ قریب آیا تو بچہ کی پیدائش اپنے محل مین مناسب نہ جانکر اُسکے مکان کو روانہ کردیا تھوڑے دنون کے بعد بیٹا پیدا ہوا ہرچند یہ بات چھپائی لیکن زبان بزبان مریم مکانی کے کانون تک پہونچی اُنھون نے بچے کی پرورش غیر جگہ اپنی شان کے خلاف سمجھکر عورت کو معہ بچے کے اپنے پاس بلا لیا اور خلد مکان کے خوف سے یہ مشہور کیا کہ یہ عورت دودھ پلانے آئی ہے۔

رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ بالکل بہتان ہے کسی نے مجھ پر باندھا ہے مجھکو ایسے معاملات سے کیا کام آپ اُس کا نام تو بتائین تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس آدمی نے کہا ہے۔ کلام اُس کا اعتماد کے قابل ہے یا نہین بادشاہ نے رام دیال کا نام بتادیا صاحب کو پہلے ہی سے

روپے عنایت کیے اور ہر ایک محل سے ہزارون روپیہ انعام مین ملا۔ لیکن بادشاہ بیگم
نے سب سے زیادہ دیا۔ اُس دن سے من خان کی آبرو سب مین بڑھ گئی اور بادشاہ کے
دل مین پکڑ کر امرا مین داخل ہو گیا۔

نئے رزیڈنٹ کا بادشاہ کو سمجھانا کہ انتظام ملکی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے رام دیال کا کیوان جاہ کے نسب کی تحقیق کی علت مین ندامت اُٹھانا

ایم رکیٹ صاحب رزیڈنٹ نے لکھنؤ کے معاملات مین اتنی چشم پوشی کی کہ آخرکار
بدنام ہو گئے اور میرمنشی غلام حسین کی وجہ سے کہ نہایت راشی اور طامع تھا بدنام ہو کر سنہ ۱۲۴۵ھ
مین لکھنؤ کی رزیڈنسی سے اُنکی تبدیلی ہو گئی۔ صاحب رزیڈنٹ نے وقت رخصت
بادشاہ سے یہ بات کہی کہ مین نے اکثر خیر خواہی کی راہ سے آپکو سمجھایا۔ لیکن آپ نے
بمقتضاے شباب کہ انجام اُسکا خراب ہے میری نصیحت پر عمل نکیا اور مجھکو بدنامی نصیب
ہوئی لیکن مین یقین کرتا ہون کہ پہلے روبکاری رزیڈنٹ منصوب سے کیوان جاہ اور
فریدون بخت کے باب مین پیش آئے گی کہ وہ شاہزادے ہین یا نہین یہ صاحب تو
بادشاہ کے کان کھولکر یہان سے چلے گئے اور ناوک صاحب قائم مقام رزیڈنٹ ہو کر
آئے اور وہ بخط مستقیم ڈاک کے ذریعہ سے بلا انتظار استقبال یکایک لکھنؤ مین داخل ہوے
چونکہ یہ طریقہ آئین قدیم کے خلاف تھا اسلیے بادشاہ کے پسند نہوا۔ اس رزیڈنٹ نے
بادشاہ کو نصیحت شروع کی اور اُنکے کان کھولے کہ دن رات نشۂ شراب مین رہنا عقل سے
دور ہے اور رنڈیون کی صحبت مین پڑا رہنا بہتر نہین اور رام دیال جیسے آدمی کی

گڑے ہوئے مُردے اُکھیڑنا اور ناحق اس فکر و محنت مین دل کو پریشان کرنا ضرور نہین جو کچھ مناسب وقت تھا طرفین سے ظہور مین آیا۔ سر ہربرٹ مڈک اس جواب سے بے حد خوش ہوئے لیکن کونسل کے حکم سے مجبور تھے۔ اور اسبات کی تحقیقات منظور تھی اس لیے غلام حسین میر منشی رزیڈنٹی کو طلب کیا بادشاہ نے اقبال الدولہ کو اجازت دی اُنکے حکم سے راجہ بختاور سنگھ سوار لیکر اُس کے مکان پر پہونچا اور صورت محاصرہ ظہور مین آئی۔ غلام حسین نے دیکھا کہ عزت و آبرو جاتی ہے پستول بھر کر اپنے پیٹ پر خالی کیا۔ قضا سر پر سوار تھی پُر ارمان اور لاولد جہان سے گذرا اور اُسکے دو خدمتگار جو محرم اسرار تھے بندوق کی گولیان کھا کر اپنے آقا کے پیچھے پیچھے راہی مُلک عدم ہوے اُس کا تمام مال و اسباب ضبطی مین آیا۔ التفات حسین خان میر منشی گری سے سرفراز ہوا لیکن روبرو بیٹھنے کی قدرت نہ تھی اور نہ کسی کام مین دم مارنے کی قوت۔

ایم رکیٹ صاحب کی بدنامی کے باعث یہ تین شخص تھے (۱) تاج الدین حسین خان کہ اس زمانے مین نظر بند ہوگئے تھے (۲) ساہ بہاری لال اُسنے یہ لکھکر اپنا دامن پاک کیا کہ مین مہاجنی پیشہ ہون مجھکو معاملات شاہی سے کیا کام (۳) رام دیال کہ اسی کے سر پر بدنامی کا ٹوکرا رہا۔

دشمن کہتے ہین کہ نصیر الدین حیدر مین رجولیت کی قوت نہ تھی

تاریخ مناجان مین لکھا ہے کہ سر ہربرٹ مڈک رزیڈنٹ نے مناجان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے کے باب مین بھی تحقیقات کی بادشاہ بیگم نے ظاہر کیا کہ طفل مسطور کا حمل دو سال سے زیادہ تک رہا اور عوام مین یہ بات مشہور تھی اور معتمد الدولہ کے اظہار سے جو مڈک صاحب کے

رام دیال کا گمان تھا کیونکہ سوا اُس کے کسی اور سے اُنھون نے اسکا چرچا نہین کیا تھا جب بادشاہ نے نام اُس کا بتادیا تو رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ شخص حرام زادہ اور مفتری ہے جھوٹی بات بناتا ہے اور دونون سرکارون مین فساد ڈالتا ہے حضرت اُسکے جھوٹے قول پر اعتماد نکرین اور ایک ایسے بنیے سے سفارت کا کام نہ لین کہ نہ وہ اسرار بادشاہی کے قابل ہے اور نہ ہم لوگون کی ہم کلامی کے لائق - محتشم خانی مین واقعات ۱۲۴۵ ہجری مین اسیطرح لکھا ہے -

ڈک صاحب کا رزڈینسی پر مقرر ہونا اور فریدون بخت کے نسب کی تحقیق

۱۲۴۶ ہجری مین جشن مسند نشینی ملتوی رہا اور مسٹر ڈک صاحب کی آمد کی خبر گرم ہوئی جنکے نام اصالتاً رزیڈنٹی کا عہدہ تھا - بادشاہ اور قائم مقام رزیڈنٹ باوجود کشیدہ خاطری کے ضرورتاً عالم نگر تک کہ استقبال کی حد وہان تک مقرر تھی استقبال کو گئے اور ملاقات کر کے بادشاہ اپنے ہاتھی پر بٹھا کر فرح بخش مین لائے اور رسوم معمولی سے فراغت پاکر رخصت کیا قائم مقام رزیڈنٹ کو اتنا رنج تھا کہ گوٹے کا ہار فرح بخش ہی مین چھوڑ کر چلے گئے ادھر سے بھی کسی نے نہ پوچھا اور اپنے مستقل عہدے پر دوسرے شہر کو روانہ ہو گئے ایکدن رزیڈنٹ نے بادشاہ کو پیام دیا کہ معتمد الدولہ کو ہمارے پاس بھیجدینا چاہیئے اُن سے کچھ باتین کہنا سننا ہین - بادشاہ نے اُنکا رزیڈنٹ کے پاس جانا مصلحت کے خلاف سمجھا اور اجازت نہ دی آخر کار رزیڈنٹ نے بطور خود معتمد الدولہ کو جو در اصل انگریزی قیدی تھے بادشاہ کی اجازت کے بغیر اپنے پاس بلا لیا اور اُن سے رزیڈنٹ سابق اور عملۂ رزیڈنٹی کی رشوت ستانی کا حال تحقیق کیا مگر معتمد الدولہ نے ہرگز افشاے راز نکیا اور کہا ؎ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند +

جاتا ہے وہ اُس مقام کے تمام حالات اور آدمیون کی کیفیت اپنے جانشین کے لیے لکھ جاتا ہے تاکہ اُسکے موافق ہر ایک کے ساتھ برتاؤ اور سلوک اور بندوبست کرے چونکہ ناوک صاحب رام دیال سے بیحد مکدر اور رنجیدہ خاطر تھے اُسکی بے حقیقتی اور کم اصلی اور تنگ ظرفی کے معاملے مین ایک تحریر مڈک صاحب کو دے گئے تھے اسیلیے صاحب موصوف اُسکی ملاقات کے روادار نہ تھے۔ اس عرصے مین کسی شخص نے رام دیال کو خبر دی کہ رزیڈنٹ نے تیری شکایت فلان تاریخ گورنر جنرل کو لکھی ہے۔ رام دیال نے اپنے رفیقون کو حکم دیا کہ ایسا بندوبست کرنا چاہیئے کہ گورنر جنرل کی طرف سے جو جواب آئے وہ رزیڈنٹ تک نہ پہونچ سکے اُنھون نے بعض ڈاکوؤن سے ملکر اُنکو اسبات پر آمادہ کیا کہ قاصد کو راستے مین قتل کرکے گورنر جنرل کا جواب چھین لین چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ خط رام دیال کے پاس آگیا یہ شخص انگریزی جانتا نہ تھا کسی انگریزی خوان سے مضمون معلوم کر لیا۔ بعض آدمی رزیڈنٹ کے ملنے والے رام دیال سے ناخوش تھے اُنھون مفصل خبر اس کرتوت کی مڈک صاحب کو دی وہ تو پہلے ہی رام دیال کی شکل سے متنفر تھے اور اُسکے خراب کرنے کی فکر مین تھے یہ سُنتے ہی فوراً بادشاہ کے پاس گئے اور اُس کی بہت کچھ شکایت کی بادشاہ نے رزیڈنٹ کی خاطر سے اُس سے چشم محبت چرائی اور دو کمپنیان بھیج کر گرفتار کرا کر ٹیڑھی کوٹھی مین قید کر دیا اس برگشتہ بخت کو تمناے رہائی اور آرزوے منصب مدار المہامی مین ایک مدت گذری مگر آرزو بر نہ آئی۔

اب سفارت کا عہدہ اکبر علی خان پسر امیر الدولہ حیدر بیگ خان کو ملا مگر بادشاہ کا نائب کوئی نہوا یہ شخص ہر کام مین بیحد محتاط تھا اس لیے اکثر کامون کے اجرا مین التوا کرتا تھا لوگ اُسکی کارروائی کو بے سلیقگی پر حمل کرتے اور اُسکی وضع قدیمی کو جو طرز جدید کے منافی تھی بُرا جانکر متواتر بادشاہ تک شکایتین پہونچاتے کہ اس شخص سے کسی کام کی امید نہین۔

سامنے ہوا تھا ثابت ہوا کہ نصیر الدین حیدر مین ابتدا سے رجولیت کی قوت نہ تھی اور وہ عورت سے صحبت کرنے کی بالکل قابلیت نہین رکھتے تھے اس لیے بیگم صاحبہ موصوفہ اُنکی اولاد کی طرف سے مایوس ہو گئی تھین اور فریب و حیلہ سے یہ لڑکا بہم پہونچایا تھا۔

منتظم الدولہ مہدی علی خان نے بھی مڈک صاحب کے پاس گواہی دی کہ بادشاہ اودھ یعنی نصیر الدین حیدر نے مجھ سے مفصل اور مشرح فرمایا تھا کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت دونون میرے اصلی بیٹے نہین ہین اور اسبات کا افسوس کرتے تھے کہ کوئی فرزند وارث تاج و تخت مجھ سے پیدا نہین ہوا مڈک صاحب نے یہ بیان یکم جنوری ۱۸۳۱ء مطابق ۱۶ رجب ۱۲۴۶ھ کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا۔

تنبیہ اوپر محتشم خانی کی روایت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بادشاہ اپنی زبان سے کیوان جاہ کے اپنا صلبی بیٹا ہونے کا اقرار کر چکے ہین۔

تنبیہ دوم محتشم خانی وغیرہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے اولاد کے لیے درویشون سے چارہ جوئی کی اس سے مستفاد ہوا کہ اُن مین قوت رجولیت تھی اگر نہ ہوتی تو وہ اسبات کی کوشش کیون کرتے علاوہ اسکے عورتون کے ساتھ اُنکی ہمبستری کرنے کے واقعات بھی پائے جاتے ہین۔

منصب وزارت۔ رام دیال کی گرفتاری

اعتماد الدولہ کے انتقال کے بعد اُنکے عہدے کے دو شخص خواہان تھے (۱) اقبال الدولہ (۲) رام دیال جو سرکار انگریزی کا گناہگار تھا۔

انگریزون کا دستور ہے کہ اُن مین سے جو شخص عہدے سے کنارہ کش یا معزول ہو کر

اقبال الدولہ کے ساتھ اتنی محبت ہوگئی ہے کہ انکو خفیہ ڈولی کی سواری مین محل مین بلاکر
رات بھر اپنے پاس رکھتی ہین اور دو گھڑی رات باقی رہے باہر روانہ کر دیتی ہین خانہ زاد
کے قول کی صداقت پر یہ دلیل ہے کہ جو اچھے اچھے سامان حضور مخدرۂ علیا کو بخشتے ہین وہ
اقبال الدولہ کو عنایت کر دیتی ہین چنانچہ فلان انگوٹھی جو حضور نے بیگم کو دی تھی وہ اقبال الدولہ
کی اُنگلی مین ہے اور فلان تھان کہ جس کا نظیر شہر بھر مین نہین اُسکی قبا اقبال الدولہ کے بدن پر
ہے حضور تجاہل کر کے اُن سے پوچھین کہ یہ تھان تمھارے پاس کہان سے آیا یقین ہے کہ جواب
دینگے کہ بازار سے خرید کیا ہے حضور فرماوین کہ ایک دوسرا ایسا ہی ہمارے واسطے بھی لاؤ اگر
لا دیا تو خانہ زاد کا قول جھوٹ سمجھا جائے ورنہ خانہ زاد سچا ہے اب بادشاہ نے اُن چیزونکو
دیکھکر پہچان لیا اور تجاہل کے طور پر اقبال الدولہ سے دریافت کیا اُس نے وہی جواب
دیا اور حضرت نے بھی وہی سوال کیا اقبال الدولہ نے قیاس کیا کہ اگر بازار سے خریدا ہوگا
تو دوسرا بھی ملجائے گا ورنہ بیگم سے دوسرا طلب کر کے دیدونگا تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ایک ہی
تھان تھا اور بادشاہ نے بیگم کو دیا تھا اسطرح کا دوسرا تھان نہ سرکار مین ہے نہ بازار مین
اب اقبال الدولہ سٹپٹائے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ ان دو تین دن مین بہت تلاش کیا
دوسرا تھان نہ ملا بیچنے والا کہتا ہے کہ یہ ایک ہی آیا تھا بادشاہ نے بائع کو بلایا تو وہ بھی میسر
نہ آیا پھر انگوٹھی کا حال دریافت کیا اُسکا بھی اقبال الدولہ نے فریبانہ جواب دیا بادشاہ نے
اُنکو اپنے دربار سے نکلوا دیا اور حکم دیا کہ کبھی ہمارے سامنے نہ آئین باپ کی مروت سے اس پر
خیر گذری کہ انکی منکوحہ مندرا رقاصہ کو جو بادشاہ کی اجازت سے نکاح مین آئی تھی اور صاحب
اولاد تھی اُنکے گھر سے نکلوا کر پھر چکلے مین بٹھا دیا کہ جو اپنے ناچ گانے کے کسب مین مشغول ہوگئی
ورنہ خدا جانے کیا خرابی برپا ہوتی اقبال الدولہ کا کارخانہ درہم برہم ہوا اور جرنیلی کی نیابت کا

مخدرۂ علیا کے ساتھ آشنائی کی تہمت میں اقبال الدولہ کا پایۂ اقبال سے گر جانا

ظفر الدولہ کے بیٹے اقبال الدولہ کا ستارۂ اقبال ایسا چمکا کہ تمام انتظام مالی و ملکی اُنکی ذات سے وابستہ تھا اور ان کامون کی کارپردازی غلام مرتضیٰ سے متعلق تھی اقبال الدولہ کی وجہ سے عہدۂ سفارت کلکتہ بھی منشی غلام علی خان سے نکالکر حکیم ظفر علی کے نام قرار پایا دو ڈھائی برس اقبال الدولہ کا خوب طوطی بولا آخر بہر کمالے راز والے ارباب حسد پیشہ آتش رشک مین جلنے لگے مخدرۂ علیا کے ایک خواجہ سرا سے جسکا نام مسرت تھا بیحد عداوت پیدا ہوگئی خواجہ سرا اقبال الدولہ کی خرابی کی فکر مین تھا مخدرۂ علیا کے پاس ایک عورت رہتی تھی جس کا نام امیر بہو تھا یہ عورت اقبال الدولہ کے بھائی کے ساتھ دور کا رشتہ رکھتی تھی اور اقبال الدولہ کے مکان پر اکثر آیا جایا کرتی تھی چونکہ یہ عیاش آدمی تھے اور وہ بھی بدچلن تھی لوگون نے سمجھا کہ ان دونون کی باہم آشنائی ہے اقبال الدولہ کو بادشاہ کے پاس بیحد رسوخ تھا اکثر آدمی اپنا کام نکالنے کو اُن سے رجوع رکھتے تھے مخدرۂ علیا بھی اقبال الدولہ کے خوش رکھنے کو امیر بہو کی معرفت تحفے بھیجا کرتی تھین ان تحفون میں سے اکثر وہ چیزین بھی تھین جو بادشاہ نے مخدرۂ علیا کو عطا کی تھین ایکدن ایک انگریزی قسم کا تھان جو نہایت تحفہ و کمیاب تھا بادشاہ نے مخدرۂ علیا کو دیا اُنھون نے وہ تھان اقبال الدولہ کو بھیجا نوجوان آدمی تھے بدنامی کا تو خیال نکیا چند ماہ کے بعد اُسکی قبا سلوا کر دربار مین پہن کر جانے لگے مسرت خواجہ الزام لگانے کی تاک مین تھا ہی اُس کپڑے کو پہچان کر بادشاہ سے عرض کیا کہ مخدرۂ علیا کو

بادشاہ کے دل مین بھی یہ بات سما گئی تھی کہ اکبر علی خان سے کچھ نہو سکے گا ان عرائض کو دیکھکر بادشاہ کی طبیعت اُنکی طرف مائل ہوئی اپنے ندیمون اور مصاحبون سے مشورہ کیا ان دنون رجب علی قوال بادشاہ کو ستار بجانا سکھاتا تھا اُس نے اپنا راگ چھیڑا کہ حکیم مہدی علی خان معاملات سلطنت کا بخوبی انتظام کر سکتے ہین یہ کاوش بغیر انکے دور ہونا دشوار ہے فقیر محمد خان اور انتظام الدولہ دار وغۂ دیوانخانہ وغیرہ نے بھی اسکی تائید کی بادشاہ بیگم نے بھی مشورے کے وقت حکیم مہدی علی خان کی قدامت پر نظر کرکے بادشاہ کا مزاج اُنکی طرف راغب کیا یہ مشورہ بادشاہ کو پسند آیا اور بدون صلاح صاحب رزیڈنٹ کے حکیم مہدی علی خان کی طلبی مین شقہ مظفر علی خان کے داماد بندہ حسن کے ہاتھ سنہ ۱۲۴۶ ہجری مین فرخ آباد کو حکیم صاحب کے پاس بھیجا وہ بھی بے اجازت اور تحریر گورنر جنرل کے ڈاک کی سواری مین لکھنؤ پہونچے اول بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی پر پہونچکر نذر دی بعد اسکے بادشاہ کی ملاقات سے سرفرازی حاصل کی بادشاہ نے حکیم صاحب کی رزیڈنٹ سے ملاقات کراکے کہلایا کہ یہ اس ریاست کے نمکخوار قدیم اور منتظم اور دیانتدار ہین اور امور مالی و ملکی مین تعلیم نواب سعادت علی خان سے حاصل کی ہے مین اس تدبیر مین ہون کہ انکو دخل دیکر انکے ہاتھ سے کام لون رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ آپ ملک کے مالک ہین جو کچھ آپکو مناسب معلوم ہو عمل مین لائیے۔

رزیڈنٹ کے مشورے کے بموجب بادشاہ کا حکیم مہدی علی خان کو خلعت وزارت دینے مین تامل کرنا

حکیم مہدی علی خان نے ٹیڑھی کوٹھی مین قیام کیا بادشاہ نے اُنکی اتنی قدر و منزلت کی کہ حضور لقب دیا۔ جیسا کہ بہت پرشاد کی مختصر تاریخ اودھ مین مذکور ہے لیکن گورنر جنرل کے

عہدہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کا لکھنؤ مین ورود

جب اعتماد الدولہ نے قضا کی اور اقبال الدولہ خانہ نشین ہوئے اور راجہ رام دیال قید ہوا اور ظفر الدولہ نے جن پر اس خاندان شاہی کی خیر خواہی ختم تھی باوجود عنایت بادشاہ اور منظوری رزیڈنٹ کے وزارت سے کنارہ کیا تو اب کوئی شخص لکھنؤ مین اس منصب کے سنبھالنے کے قابل نرہا اور بادشاہ کا مزاج عیش پسند تھا وہ عورتون کی صحبت مین رہتے تھے یہانتک کہ محلات سے برآمد ہونا بھی موقوف ہوا اور فرشتون کی رسائی وہان تک محال تھی ارباب نشاط کے مشورے پر انتظام سلطنت تھا منشی ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ بادشاہ سلامت محلون کے پلے ہوئے تھے وہ سواے زنانی باتون کے مردانی باتین سلطنت کی کیا جانتے سر ہربرٹ مڈک نے کہا کہ جبتک کوئی وزیر اپنا لائق مقرر نکروگے ہم تمھاری بات نہ پوچھین گے لارڈ ولیم بن ٹنگ نے بھی دھمکی دی تھی کہ ملک کا انتظام کرو نہین تو سارا ملک سرکار کمپنی خود لے لیگی اور بندگان خدا کو ظلم سے چھڑا دیگی جب بادشاہ کی جان کو یہ بڑی آ کر بنی تو ایک لائق فائق نائب کی تلاش ہوئی

حکیم مہدی علی خان کا بھی حال سُنئے کہ جسدن سے وہ لکھنؤ سے گئے تھے لکھنؤ کی وزارت کی تمنا مین ہزارون روپے بگاڑ رہے تھے دربار شاہی کے آدمیون کو گانٹھ رہے تھے محلات کی بیگمات سے لاکھون روپے پیش کرنے کا وعدہ کر رہے تھے اور ہر مہینے بادشاہ کو عرضی بھیجتے اُس مین اپنی خیر خواہی کی باتین لکھتے کہ فدوی ملک کا نہایت اچھا انتظام کریگا ملازمین کی تنخواہ تمام و کمال اپنے پاس سے دیگا معتمد الدولہ کو قید کرا کر اُن کا وثیقہ باطل کرا دیگا

سابق جو نفس الامر مین غازی الدین حیدر کے محسن تھے اُنھون نے شمس الدولہ کی ولی عہدی کے باوجود بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے غازی الدین حیدر کو مسند نشین کیا اس شخص نے شمس الدولہ کی دوستی مین جان بیلی صاحب کے چند قصور لکھ کر غازی الدین حیدر کے ہاتھ سے گورنر جنرل کے پاس بھجوائے اگر معتمد الدولہ سا خیرخواہ نہوتا تو غازی الدین حیدر کے ہاتھ سے ریاست نکل جاتی یہ وہی ریاست ہے جس مین حضور عیش و عشرت کر رہے ہین اس شخص نے شمس الدولہ کے لیے جو کچھ تجویز کیا تھا غازی الدین حیدر کے اقبال اور معتمد الدولہ کی خیرخواہی سے وہ بات ظہور مین نہ آسکی علاوہ اس کے یہ شخص گورنر جنرل کی اجازت کے بغیر لکھنؤ مین آیا ہے اسلیے وزیر بنانے مین جلدی نکرنی چاہیئے کیونکہ سابق مین صدر سے انکے لکھنؤ مین رہنے کی ممانعت آچکی ہے جو دفتر مین موجود ہے گورنر جنرل عنقریب آنے والے ہین اُنکی تشریف آوری کے بعد اُنکی صلاح سے جو کچھ کرنا ہو کیا جائے بادشاہ کا دل ان وحشت آمیز باتون سے متردد ہوا اور خلعت وزارت حکیم صاحب کو ملنا گورنر جنرل کے آنے تک ملتوی رہا حکیم صاحب نے جو دیکھا کہ تیر تدبیر رزیڈنٹ نشانے پر بیٹھا تو دوسری فکر مین مشغول ہوئے۔

بادشاہ کا سات خواصون کو ایک کوٹھری مین بند کرا دینا جن کا تشنگی سے تڑپ تڑپ کر مرجانا

سنہ ۱۲۴۶ ہجری مین بادشاہ کے مزاج مین عیش و عشرت نہایت بڑھ گیا تھا رات کو شراب خواری کی کثرت ہوتی تھی اور چند خوبصورت خواصین زیور و پوشاک سے آراستہ ہوکر صحبت مین رہتی تھین اور راگ کا زور ہوتا تھا ایکدن شب کے وقت سات خواصون نے اتنی شراب پی کہ نہایت مدہوش ہو کر بادشاہ کے ساتھ شوخی اور بے ادبی

ایک مراسلے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا خطاب خود بادشاہ نے اپنی ذات کے لیے قبول کیا تھا چونکہ صاحب رزیڈنٹ کی رائے کے خلاف یہ امر ظہور مین آیا تھا اسلیے باہم دلون مین کدورت تھی حکیم صاحب نے بڑی دانائی سے سلطنت کا انتظام شروع کیا سارے کارخانون کا انصرام کیا زنانے کا خرچ گھٹایا مالگذاری کو عمدہ انتظام کرکے بڑھایا انصاف کے لیے عدالتین مقرر کین پولیس کا انتظام کیا مگر رزیڈنٹ کا دل حکیم صاحب سے صاف نہوا اکبر علی خان سفیر شاہی کی موقوفی کا بھی رزیڈنٹ کے دل کو صدمہ پہونچا جو انگریزی متوسل اکبر علی خان کے دوست تھے اُنھون نے رزیڈنٹ سے یہ بیان کیا کہ آپکی دوستی کی وجہ سے اکبر علی خان کو معزولی کا مُنھ دیکھنا پڑا۔

اسکے سوا حکیم مہدی علی خان متکبر آدمی تھے فرخ آباد مین انگریزون سے برابری کی ملاقات کرتے تھے لکھنؤ مین آکر اگلے نائبون کے خلاف رزیڈنٹ سے ہمسری کا دعویٰ کرنے لگے اُنکے سامنے حقہ پیتے رزیڈنٹ ایک متبع انگریز تھا اُسکو یہ بات ناگوار گذری رزیڈنسی کے عہدہ دارون نے رزیڈنٹ سے عرض کیا کہ شجاع الدولہ کے عہد سے آجتک کوئی نائب رزیڈنٹ سے ایسی نخوت سے نملا رزیڈنٹ گورنر جنرل کا قائم مقام ہوتا ہے۔ ابھی سے جب انکا یہ حال ہے تو عہدۂ وزارت پر جم کر ہمکو کیا خیال مین لائینگے رزیڈنٹ کے دل مین حکیم صاحب کی طرف سے بہت کدورت پیدا ہو گئی اپنے چوبدارونکو حکم دیا کہ اگر ہمارے سامنے حکیم مہدی علی خان حقہ طلب کرین تو تم ممانعت کردیجو یہ خبر حکیم صاحب کو بھی پہونچ گئی دوبارہ رزیڈنٹ کے پاس گئے تو حقہ ساتھ نہ لے گئے مگر دل کو ناگوار بہت ہوا اور دونون کے دلون مین ایسی دشمنی پڑی کہ اُسکا دور کرنا محال تھا یہانتک کہ رزیڈنٹ اس فکر مین ہوا کہ حکیم صاحب کو کھڑے بادشاہ سے کہا کہ یہ شخص سلطنت کا پُرانا بدخواہ ہے اس لیے کہ مسٹر جان بیلی رزیڈنٹ

پاس ایک عالیشان خیمے مین ٹھہرایا اس سلطنت کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بڑا انگریز مہمان
آتا تو رزیڈنٹ کے ذریعہ سے بادشاہ سے ملتا مگر حکیم صاحب نے اپنے کام کے لیے خفیہ اپنے ساتھ
شب مین لیجاکر مسٹر لوہم کی بادشاہ سے ملاقات کرائی مسٹر مذکور نے بادشاہ کو سمجھا دیا اور
ایسی باتین کین کہ رزیڈنٹ کے کہنے سے جو بادشاہ کے دل مین فکر پیدا ہو گئی تھی وہ
جاتی رہی اور ۷۔ جمادی الاُخریٰ ۱۲۴۹ھ ہجری مطابق ۲۴۔ نومبر ۱۸۳۳ء کو خلعت وزارت
دیکر منتظم الدولہ کے خطاب سے سرفرازی بخشی اگرچہ یہ خطاب مہدی علی خان کا پرانا تھا
لیکن انکے اخراج کے بعد معتمد الدولہ نے غازی الدین حیدر سے تاج الدین حسین خان کو دلوا
دیا تھا رزیڈنٹ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس فکر مین مصروف ہوئے کہ جسطرح ہو سکے
حکیم مہدی علی خان کو یہان سے نکلوا دیا جائے اب تاج الدین حسین خان کا حال سُنئے
کہ ان پر اس درجہ حکیم مہدی علی خان نے زرباقی کا تقاضا کیا کہ آبرو پر آبنی قریب تھا کہ
عزت پر پانی پھرے لیکن یہ شخص خوش فکر تھا اور فارغخطی معتمد الدولہ کی موجود تھی اس نے منتظم الدولہ
سے تحریرات کے ذریعہ سے ملاقات بہم پہونچائی بالمشافہہ یہ مضمون کہا کہ معتمد الدولہ کی فارغخطی سے
میرے اوپر باقیات کا ہونا ثابت ہے بہرحال جان و مال حاضر ہے مگر میری حرمت کا خون
کرنا مناسب نہین اگر میری عزت باقی رکھی جائیگی تو مین وہ تدبیر کرونگا جس سے آپ کے دل سے
رزیڈنٹ کی طرف سے فکر دور ہو جائیگی ایک نامی انگریز گورنر جنرل کے اسٹاف مین موجود ہے
تام اُس کا مک لائن ہے وہ میرا پکا دوست ہے اُسکے ذریعہ سے ایسی کوشش کیجائے گی
کہ گورنر جنرل کے دل مین آپکی طرف سے جگہ ہو جائیگی اور صاحب رزیڈنٹ کی طرف سے جو کاوش
آپ کے دلکو ہے وہ دور ہو جائیگی یہ بات سُن کر منتظم الدولہ کی افسردہ دلی کم ہوئی اور تاج الدین حسین خان کے
ہزار دل سے مہربان ہوئے اور مطالبہ زرباقی کی وجہ سے جو سختی انپر تھی اس عذاب سے نجات دی

اگر سنے لگین اور مزامیر کے ذریعہ سے اتنی باہم زدوکوب کی کہ نغمات کے آلات تمام ٹوٹ
پھوٹ گئے چند خواصین زخمی بھی ہوگئین جس سے بادشاہ کا عیش منغص ہوگیا بادشاہ نے
تنبیہ وتادیب کے لیے سب کو ایک کوٹھری مین بند کر دیا اور قفل لگوا کر کنجی اپنے پاس
لیکر سو رہے زوال کے وقت تک کسی نے اُنکی واویلا اور فریاد پر توجہ نکی موسم کی حرارت اور
نشۂ شراب کی گرمی اور کوٹھری کی تنگی وحبس کی وجہ سے پیاس کی فریاد کرتی تھین مگر کوئی
اُنکے حال پر متوجہ نہوا یہانتک کہ نہایت بیتابی کے ساتھ ساتون مرگئین - بادشاہ بیدار
ہوئے اور جب قفل کھلوایا تو سب مُردہ پائی گئین اُنکو نہایت رنج وافسوس ہوا ساتونکی
لاش کو راجہ درشن سنگھ کے حوالے کیا گیا اُس نے سب کو ایک قبر مین دفن کرا دیا ہرچند
اخفا مین کوشش کی گئی مگر خون ناحق کب چھپ سکتا ہے خاص وعام سب کو خبر ہو گئی
یہانتک کہ رزیڈنٹ تک یہ واقعہ پہونچا اور اُس نے حکیم مہدی علی خان سے تحقیق کیا
حکیم صاحب نے کتنی ہی تاویلات کین مگر عذر بدتر از گناہ[1] سمجھا گیا -

حکیم مہدی علی خان کا خلعت وزارت پانا

سنہ[2] ۱۲۴۴ھ مسٹر ... فرخ آباد کا جج تھا اس زمانے مین وہ اپنے عہدے سے علٰحدہ ہوکر کلکتے کو
جارہا تھا حکیم مہدی علی خان نے دل مین خیال کیا کہ شاید اس سے کچھ کام نکل جائے اسلیے
اُسکو تحریر کیا کہ آپ کلکتے کو جاتے وقت لکھنؤ ہوتے ہوئے جائیے یہان کی سیر بھی کیجئے
اور بادشاہ سے بھی مل لیجئے مین نے اُنکو آپکی ملاقات کا مشتاق کر دیا ہے چنانچہ صاحب
مذکور حکیم صاحب کا طلبیدہ لکھنؤ مین آگیا مہدی علی خان نے اپنے مکان کے دروازے کے

---

[1] دیکھو منتخب خانی ۱۲ [2] بعض نسخون مین ۱۲۴۳ھ واقع ہے ۱۲

چھٹا جو مخمصے سے وہ عزیز مصر جلال — کی دل مین فرد کی تاریخ مخلصی نے جگھ
سروش غیب سے آئی صدا کہ سال خلاص — محاق خدع سے نکلا وہ ماہ کنعان کہ

اس تاریخ سے بارہ سو بیالیس عدد نکلتے ہین اور مفتاح التواریخ مین اسکو اسی سال کے واقعات مین لکھا ہے حالانکہ سنہ ۱۲۴۲ ہجری مین تو نصیر الدین حیدر مسند نشین بھی نہوئے تھے سنہ ۱۲۴۳ ہجری مین وہ مسند نشین ہوئے اور معتمد الدولہ قید ہوئے۔ معتمد الدولہ کی تمام جائداد لکھنؤ نزول سلطانی مین آئی۔ دم واپسین تک لکھنؤ کی ہوس وزارت نہ گئی اور اسی ارمان مین بہت جلد جان گئی دوشنبہ ۵ ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۷ ہجری مطابق ۷۔ مئی سنہ ۱۸۳۲ع دنیا سے انتقال کیا کانپور مین دفن ہوئے اُنکی وفات کی تاریخ ناسخ نے یون کہی ہے۔

دلا نواب ضیغم جنگ امروز — گذشت از دار فانی ناگہان ہائے
نوشتم سال تاریخ وفاتش — دوشنبہ پنجم ذی حجہ اے وائے

ایضاً از میر فرد

جب معتمد الدولہ پناہ عالم — دنیا سے گذر گیا وہ رشک حاتم
تاریخ کی فکر مین ارم کے در پر — رضوان نے کہا بیا وزیر اعظم

رزیڈنٹ کا الہ آباد جاکر گورنر جنرل سے نائب کی شکایت کرنا

رزیڈنٹ لکھنؤ سے الہ آباد کو گورنر جنرل کی خدمت مین پہونچے اور منتظم الدولہ کی طرف سے بیحد شکایتین کین گورنر جنرل کے دل کو اس مبالغے سے دشمنی کا شبہہ پیدا ہوا اسلیے جواب دیا کہ تم لکھنؤ کو لوٹ جاؤ وہان پہونچ کر دیکھا جائیگا رزیڈنٹ اس تصور مین رہے کہ میری تمام

مگر نظر بندی کا سلسلہ منقطع نہین ہوا - تاریخ اجودھیا مین حکیم مہدی علی خان کا اتنا طویل خطاب نقل کیا ہے - رکن رکین خلافت وجہان داری اعتضاد سلطنت مدار المہام عمدۃ الامرا وزیر الممالک منتظم الدولہ ناظم الملک مہدی علی خان بہادر سپہدار جنگ یار وفادار سپہ سالار فدوی خاص سلیمان جاہ بادشاہ غازی اوفض امری الی اللہ

مڈک صاحب رزیڈنٹ کی وجہ سے معتمد الدولہ کا لکھنؤ سے رہائی پاکر کانپور مین سکونت اختیار کرنا

جب گورنر جنرل کے الہ آباد مین ورود کی خبر مشہور ہوئی تو رزیڈنٹ وہان جانے کو تیار ہوئے تاکہ مہدی علی خان کی طرف سے بہت سی شکایات کرکے لکھنؤ سے خارج کرائین اور انھون نے اپنی روانگی سے قبل معتمد الدولہ کا لکھنؤ سے باہر چلا جانا بہتر خیال کیا کیونکہ اندیشہ ہوا کہ اگر گورنر جنرل آگئے اور بادشاہ نے اُن سے کہا اور نائب نے لجاجت کی اور گورنر جنرل نے اس معاملے مین تعویق کی تو پھر معتمد الدولہ کا چھٹکارا مشکل ہو جائیگا اور واقع مین ایسا ہی ہوتا اس لیے رزیڈنٹ نے اُن سے بیس لاکھ روپے بادشاہ کو دلاکر اس بات پر رضامند کیا کہ وہ تمام نقد وجنس سمیت کانپور چلے جائین بادشاہ کے راضی ہونے کے بعد سواران انگریزی کی حفاظت مین کانپور کو روانہ کردیا اور انکی املاک پر خود قبضہ کرلیا معتمد الدولہ اکتوبر ۱۸۳۱ء مین کانپور مین اقامت گزین ہوئے اس واقعہ کی میر فرد نے یہ تاریخ کہی ہے ؎

جناب معتمد الدولہ یعنی ضیغم جنگ | حشم سے جسکے ہے شرمندہ آج حشمت مہ
حسد سے چرخ جفاجو کے مثل یوسف وہ | فریب و مکر زمانے مین پڑ گیا ناگہ
دے تھا فضل آلٰہی جو اُسکے شامل حال | چلی نہ شیر کے آگے غدلیت روبہ

مہدی علی خان کے نصیب مین لکھی تھی۔

سنہ ۱۸۳۱ء مین یہ خبر لکھنؤ مین پہونچی کہ گورنر جنرل کانپور مین داخل ہو گئے لکھنؤ سے بادشاہ تمام خدم وحشم کے ساتھ کانپور گئے اور دریاے گنگا کے اس طرف شاہی خیمے برپا ہوئے اور دوسری طرف گورنر جنرل کا لشکر خیمہ زن ہوا گورنر جنرل سے بادشاہ نے ملاقات کر کے اپنے ساتھ بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ لکھنؤ مین لے آئے۔

اُس زمانے مین اکبر علی خان سے سفارت رزیڈنٹی کا کام نکل جانے کے بعد ظفر علیخان ساکن فیض آباد کرتا تھا یہ شخص اقبال الدولہ کے عہد مین کچھ دنون تک انگریزی کا کام کرتا رہا تھا نہایت چلتا ہوا آدمی تھا۔ ہر روز رزیڈنٹ کی طرف سے ایک تازہ ایسی خبر لا کر مہدی علی خان کو سُناتا کہ وہ پریشانی مین پڑ جاتے خواب وخور اُنپر حرام ہو جاتا۔ ایک شخص عیسائی ارمنی تھا گازران کا رہنے والا جو مسلمان ہو گیا تھا اور اب نام اُسکا مہدی قلیخان مقرر ہوا تھا اسکو انگریزی زبان مین بڑی مہارت تھی اور انگریزون کے ساتھ زیادہ صحبت رکھنے سے بے رُعب اور قانون دان بن گیا تھا اُس نے حکیم صاحب سے ایکدن عرض کیا کہ اس زمانے مین مین جناب کو نہایت مشوش پاتا ہون جب اس کا سبب معلوم ہوا تو بڑے تعجب سے اُس نے عرض کیا کہ آپ جیسا عالیشان تجربہ کار مُدبّر دانا لوگون کے بیہودہ باتین بنانے سے اسطرح اپنے آرام کو خاک مین ملائے اپنے دل مین غور فرمانا چاہیئے کہ اگر کوئی خطا عمداً یا سہواً سرزد ہو جائے یا کسی طرح کی خونریزی کا ارتکاب کیا ہو یا سرکار انگریزی کے کسی دشمن سے میل رکھا ہو تو البتہ خوف اور فکر کا مقام ہے جبکہ ان بُرائیون سے دامن پاک ہے تو کس بات کا اندیشہ وباک ہے رزیڈنٹ کی کیا حقیقت ہے اگر خود گورنر جنرل بھی ہون تو اُن سے خوف کا مقام نہین۔ انگریزون کی یہ عادت ہے

باتین پذیرا ہو جائینگی - پس خوش وخرم لوٹے -

بادشاہ کا کانپور پہونچکر لارڈ ولیم بنٹنگ گورنر جنرل سے ملنا اور اُنکو اپنے ہمراہ لکھنؤ لانا - گورنر جنرل کے اسٹاف کے ایک انگریز کے توسط سے حکیم مہدی علی خان کا رسوخ پیدا ہو کر رزیڈنٹ کی مخالفت کا بے اثر ہو جانا

جب سے رزیڈنٹ گورنر جنرل کے پاس الہ آباد کو گئے تھے - حکیم مہدی علی خان کو اپنے معاملے مین بڑی تشویش تھی اُنھون نے یہ خیال کیا کہ گورنر جنرل کے یہان آنے تک اگر کوئی اچھا کام مجھ سے ظہور مین آجائے تو بڑی سرخروئی کا موجب ہو اسلیے اُنھون نے یہ کام کیے (۱) سلطنت کے ملازمین کی تنخواہ تین برس سے چڑھی ہوئی تھی اور اُسکی عدم وصولی کی وجہ سے واویلا کرتے رہتے تھے مہدی علی خان نے بالکل بیباق کردی (۲) راجہ درشن سنگھ قوم کورمی سپاہی وضع جو غازی الدین حیدر کے وقت سے خارج البلد تھا اُسکو غالب جنگ خطاب مرحمت کرا کے شہر کی گشت اور نگہداری اُسکے متعلق کردی حضرات لکھنؤ کی خونریزی اُس زمانے مین مشہور تھی اور رعایاے شہر ہندو مسلمان چھوٹے بڑے شمشیر بکف رہتے تھے غالب جنگ نے ایکدن مین تمام رعایا کے ہتھیار لے لیے ممکن نہ تھا کہ ایک چھری بھی کسی کی کمر مین نظر آتی سیتا بیگ کوتوال نے اس معاملے مین بہت سے ہاتھ پانون مارے تھے لیکن نیکنامی غالب جنگ کے نصیب ہوئی بارہا صدر کلکتے سے اس معاملے مین تاکید آتی تھی مگر کسی نائب سے اسکی درستی نہو سکی یہ نیکنامی

جوان آدمی کے ہاتھ مین کیون ایک ایسا عمدہ کام حوالے کیا اس خیال مین مضطربانہ کبھی
چمن کی روش پر ٹہلتے کبھی بیٹھ جاتے اور ندیمون سے غصہ ہو ہو کر کلام کرتے اور دروازے
کی طرف نظر تھی - اب مہدی قلی خان کا حال سنیئے کہ وہ ریزیڈنسی کے دروازے پر پہونچا اور
ایک چھٹی اس مضمون کی مسٹر ریسن کے پاس بھیجی کہ مہدی قلی خان جو کلکتے مین آپ سے عرصے
سے ملاقات رکھتا تھا اس شہر مین چند دنون سے مسافرانہ وارد ہے آپکی تشریف آوری کا
حال سُن کر ملاقات کی امید پر آیا ہے اندر سے زبانی جواب آیا کہ ذرا ٹھہرو دو تین دوست جمع ہین
اُنکے رخصت ہونے کے بعد بلالونگا - باہر بیٹھنے کے عرصے مین ایک دوسری چھٹی منتظم الدولہ
کی طرف سے مسٹر ریسن کے نام لکھ کر جیب مین رکھ لی جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ نیازمند فرخ آباد
اور دوسرے اکثر مقامون مین جلیل القدر انگریزون سے ملاقات رکھتا ہے اگرچہ اعلیٰ درجہ کے اوصاف
رکھنے والے بہت سے صاحبان عالیشان سے ملنے کا اتفاق ہوا مگر مہدی قلی خان کی زبانی
آپکے لاثانی اوصاف کا حال سُنکر ملاقات کا اشتیاق دل کو ہے اور بہت سے اہم معاملات
خیرخواہی سرکار کمپنی کے برسون سے دل مین محفوظ ہین اُنکو کسی اعلیٰ درجے کے قابل اور ارسطو فطرت
انگریز کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا الحمد للہ کہ عرصہ دراز کی جستجو کے بعد حسب دلخواہ جناب سامی کو
پایا - اب امید ہے شرف ملاقات بخشا جائے تاکہ اُن مقدمات کو عرض کیا جائے - جب مسٹر ریسن کے
پاس سے آدمی اُٹھ گئے تو آواز آئی کہ حیدر قلی خان کون ہے اور کہان ہے یہ شخص اوپر چڑھ گیا
اور سلام کیا خیر و عافیت پوچھنے کے بعد کرسی پر بیٹھنے کا حکم دیا اور دریافت کیا کہ کے برس سے
یہان ہو اور کس کے پاس نوکر ہو مہدی قلی خان نے بیان کیا کہ ایکسال کے عرصے سے اس شہر مین
وارد ہون اور بادشاہ کے نائب منتظم الدولہ کا منشی ہون وہ اپنے جس انگریز کو چھٹی لکھتے ہین تو
مجھسے انگریزی مین لکھواتے ہین پھر دریافت کیا کہ تمھارے آقا کیسے آدمی ہین جواب دیا کہ منتظم الدولہ

کہ ان مین سے کوئی شخص کوئی کام خلاف قانون نہین کرتا - ہندوستان کے انگریز حاکمونکے سر پر دوسرے حاکم لندن مین بیٹھے ہوئے ہین اگر ہندوستان مین کوئی ظلم و زیادتی ان سے وقوع مین آئے تو جواب طلب ہو مواخذہ کیا جائے نائب نے کہا کہ تم ابھی کم عمر ہو یہ قوم بلائے روزگار ہے یہ لوگ اپنی قوم کی جو رعایت کرتے ہین دوسرے کی اُسکے مقابلے مین نہین کرتے گو دوسرا حق بجانب ہو لیکن اپنی قوم کے مقابلے مین اُس کے حق کو نظر انداز کر دیتے ہین مہدی قلی خان نے کہا کہ آپکا یہ ارشاد بجا ہے مگر ہر جگہ نیک بھی ہے اور بد بھی اگر آپ حکم دین تو ان مین سے ایک ایسے شخص کو آپکی طرفداری پر آمادہ کر دون جسکے سامنے رزیڈنٹ ناچیز اور بے حقیقت ہے بلکہ اکثر کامون مین اُسکا محتاج رہتا ہے بس یہ انگریز آپکو اندیشے سے نجات دلائیگا مہدی علی خان نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے مہدی قلی خان نے کہا کہ مسٹر برین یہ شخص گورنر جنرل کا مشیر ہے اور مجھ مین اور اُس مین کلکتے سے ربط و ملاقات ہے بلکہ مین جب سے یہان آیا ہون اُنکے اور میرے درمیان مین کئی بار خطون کے آنے جانے کا اتفاق ہوا ہے حکیم مہدی علی خان نے کہا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر مسٹر برین میرے حال پر متوجہ نہوئے اور رزیڈنٹ کو یہ خبر پہونچ گئی تو وہ اور بھی دشمنی پر آمادہ ہو کر خرابی کار کے درپے ہوجائینگے اور اس بات کی کوشش کرینگے کہ بغیر انکی وساطت کے کوئی بات گورنر جنرل تک نہ پہونچ سکے مہدی قلی خان نے کہا کہ مین یہ نکرونگا کہ فوراً ملتے ہی اُن سے آپ کا حال بیان کرنے لگون بلکہ وہ خود مجھ سے دریافت کرینگے کہ آج کل تم کہان نوکر ہو اور معاش کا کیا طریقہ ہے اُسوقت مین آپکا ذکر کرکے ایک وصف کو دس کے برابر بیان کرونگا اور دس کو ہزار کرکے دکھاؤنگا اور آپکی ملاقات کا مشتاق کرکے اُن سے آپکو ملا دونگا مہدی علی خان نے اُنکی اس رائے کو پسند کیا اور جانے کی اجازت دی مگر روانگی کے بعد یہ خلجان دل مین پیدا ہوا کہ مین نے ایک ناتجربہ کار تیس برس کے

خوش وقت ہوکر کہا کہ جناب کا ارشاد زبانی کہنے کے بجائے اگر تحریر کا جواب تحریر سے دیا
جائے تو میری بات کو توقیر حاصل ہوجائے اور میرا اعتبار بڑھ جائے مسٹر پرسن نے جوابی
چٹھی لکھدی مہدی قلی خان نے یہان آکر دیکھا تو نواب پریشان خاطر بیٹھے ہوئے دروازے
کی طرف تک رہے تھے جون ہی اس پر نظر پڑی اور چہرے پر اسکے رونق معلوم ہوئی تو سمجھے
کہ جواب باصواب لایا ہے پھر بھی نہایت اشتباہ کے ساتھ خلوت مین لیجاکر حال دریافت
کیا اُس نے سب باتین بیان کین اور جوابی چٹھی دیدی منتظم الدولہ بیحد خوش ہوے
پانچ اونی کپڑے اس کام کے صلے مین عطا کیے نماز مغرب کے بعد دروازے کا راستہ رزیڈنٹ
کے لحاظ سے چھوڑکر فتح علی خان کے دروازے کی طرف سے ہوکر پرسن صاحب کے پاس گئے
بخوبی ملاقات ہوئی۔ رزیڈنٹ کو بھی انکے ملاقی ہونے کی خبر پہونچ گئی غصے سے کانپنے لگے اور
فوراً اُس مکان کے دروازے پر پہونچ کر اپنی اطلاع کرائی اور اجازت شامل صحبت ہونے کی
چاہی پرسن صاحب نے منتظم الدولہ سے دریافت کیا کہ رزیڈنٹ صاحب کے یہان آکر شریک
صحبت ہونے مین آپکی باتون مین حرج تو نہ پڑے گا اُنھون نے جوابدیا کہ مین اُنکے یہان آنے کو
مانع تو نہین لیکن میرا مطلب ملتوی ہوجائے گا اسلیے اپنی بے قصوری جو اُنکی تحریرون کے خلاف
ہے بخوبی ادا نہ کرسکونگا اور میرا آنا بیکار ہوجائیگا پرسن صاحب فوراً اُٹھے اور گورنر جنرل کے پاس
جاکر یہ تمام حال بیان کرکے عرض کیا کہ جو آپ حکم دین تعمیل کرون اُنھون نے فرمایا کہ اگر منتظم الدولہ
رزیڈنٹ کی شرکت نہین چاہتے تو شریک صحبت کرنا مناسب نہین پرسن صاحب نے واپس آکر
یہ بات منتظم الدولہ سے بیان کی اور رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ اسوقت آپ کا آنا مناسب نہین
ہم منتظم الدولہ کی خاطرداری مین مصروف ہین دوسرے وقت آنا چاہیئے رزیڈنٹ مجبوراً
وہین سے لوٹ گئے اب منتظم الدولہ نے اپنی تمام سرگذشت اول سے آخر تک بیان کی اور کہا

اسم باسمی ہین یقین ہے کہ جناب کو اُس ملک کی خبرون سے اُنکا حال معلوم رہتا ہوگا اس شہر
مین کوئی دن نگذرتا تھا کہ خونریزی اور خانہ جنگی نہ ہوتی ہو۔ نواب سعادت علی خان اور
غازی الدین حیدر نے بہت چاہا اور کوشش کی مگر اس خونریزی کے انسداد مین کوئی تدبیر کارگر
نہو سکی اور خاطر خواہ انتظام نہوا منتظم الدولہ نے ذرا سے عرصے مین تمام شہر کے ہتھیار لے لیے
اُسدن سے خونریزی کا نام مٹ گیا دوسرے برسون سے عہد غازی الدین حیدر سے صاحبات
محل اور نوکرون کی تنخواہ چڑھی ہوئی تھی اور کرورون روپے کے قریب سلطنت پر واجب الادا
تھا اہل تنخواہ واویلا اور شور و فریاد سے گذر کر بلوے پر آمادہ تھے اعتماد الدولہ اور رام دیال نے
اس امر کی تدبیر کی کہ مخمصہ پاک ہوجائے لیکن کوئی صورت وقوع مین نہ آسکی اس شخص نے حسن تدبیر
اور سرکار کے کم خرچ مین یہ سب جھگڑا بکھیڑا مٹادیا اور انتظام ملک کا حال تو روشن ہے بیان کی
حاجت نہین انکے آنے کو پہلا سال ہے لیکن پچھلے زمانون کی بہ نسبت آمدنی کے صیغون نے بڑی
ترقی کی ہے عمارتین بن رہی ہین لگلے انتظام اور اس پچھلے انتظام مین زمین و آسمان کا فرق
ہوگیا ہے غرضکہ چند باتون مین مسٹر ریسن کے مزاج کو اپنی طرف متوجہ کرلیا کیونکہ انگریز
جوہر شناس ہین اور قابل آدمیونکے خریدار ہین صاحب موصوف منتظم الدولہ کے یہ تمام اوصاف
سُن کر مسکرائے اور کہا کہ مین بھی اخبارون مین پڑھتا ہون کہ منتظم الدولہ دانشمند اور تجربہ کار
آدمی ہین۔ مہدی قلی خان نے جب دیکھا کہ میرا افسون اثر کر گیا تو وہ چھٹی جو منتظم الدولہ کی
جانب سے استدعاے ملاقات کے واسطے لکھکر لایا تھا پیش کی مسٹر ریسن نے پڑھ کر کہا کہ
ذرا تم ٹھہرو مین اندر ہوکر جلد واپس آتا ہون اندر گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر کہا کہ مین نے
یہ چھٹی گورنر جنرل کو دکھائی تھی فرمایا کہ اگر تم سے ملنے کی خواہش ہے تو مضائقہ نہین بلالو پس تم
اپنے نواب کو جاکر میرا سلام کہو اور کہدو کہ رات کو تشریف لاکر ملاقات کرین مہدی قلی خان نے

حاصل کر لیا جائے حکیم مہدی علی خان عرصہ دراز سے یہ تمام باتین انگریزی بین لکھواکر اپنے ساتھ رکھتے تھے اسیوقت کاغذ پیش کر دیا مسٹر ریزن اُسے گورنر جنرل کے پاس لے گئے اور انھین دکھایا فرمایا کہ ہمارا سلام منتظم الدولہ کو کہکر جواب دین کہ اگر ضرورت ہو تو ابھی دیکھکر جواب دیا جائے ورنہ آدھی رات کے وقت ہمکو فرصت ہوتی ہے اُسوقت دیکھکر جواب پہونچوادیا جائے گا منتظم الدولہ نے دوسری شق اختیار کی اور خوش و خرم اپنے مکان کو لوٹ آئے اور بادشاہ سے تمام حال عرض کیا صبح کو مسٹر ریزن کی معرفت گورنر جنرل کی طرف سے تحریری جواب پہونچا جسکا مضمون یہ تھا کہ "اگر خداوند کی عنایت و پرورش آپکے حال پر مصروف ہے تو اطمینان خاطر سے اپنی سرکار کا کام کیے جاؤ۔ رزیڈنٹ کو اس معاملے مین کسی طرح کی مداخلت نہوگی"

غرضکہ منتظم الدولہ نے اس نوید روح افزا سے جان تازہ حاصل کی اور وہ خوشی نصیب ہوئی کہ ستر برس کی عمر مین کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ رزیڈنٹ نے جب یہ دیکھا کہ ہماری شمشیر فکر و تدبیر نے جوہر نہ دکھائے تو باوجودیکہ بہت سے کمالات رکھتے تھے مگر طبیعت کی خود پسندی کی وجہ سے لکھنؤ کی رزیڈنٹی چھوڑ دی سیاتو کو گورنر جنرل کے پاس گئے اور نیپال کی رزیڈنٹی پر اپنی تبدیلی کرالی۔ منتظم الدولہ نے رزیڈنٹ کی روانگی کے وقت بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھسو چونسٹھ روپیے خزانۂ بادشاہی سے نوٹ مول لینے کے حیلے سے نکلوائے اور چاہا کہ کچھ زر نقد رزیڈنٹ کی تواضع کرین لیکن اُنھون نے قبول نکیا خدا جانے کہان کہان کارپردازان سلطنت کے صرف مین آئے ادا ہائیان سلطنت کو مدت تک دعویٰ اس زر نقد کا حکیم مہدی علی خان سے رہا اور تحریرات مین گورنر جنرل تک اس کا ذکر آیا۔

کہ مین نے عرصے تک نواب سعادت علی خان کی صحبت اٹھائی ہے بڑے بڑے مالی
وملکی کام سرانجام دیے ہین اور لاکھون روپے کا ملک میرے پاس ہے جس مین پورا پورا
انتظام اور رعایا کی خبر گیری رکھتا ہون اور سرکار کا بالکل مطالبہ وصول کرکے کوڑی
کوڑی ادا کرتا ہون غازی الدین حیدر کے عہد مین بھی معاملہ اسی طرح صاف رہا اور
میرا دامن ہمیشہ سرکاری محاسبے سے پاک رہا بعض مفویون نے غازی الدین حیدر کو
میری طرف سے منحرف کردیا اسلیے مین اُنکے ملک مین اپنی سکونت دشوار سمجھکر انگریزی
عملداری مین چلا گیا - پھر نصیر الدین حیدر نے مجھے بلایا لیکن اعتماد الدولہ کی شرارت سے
دوبارہ شہر چھوڑنا پڑا - اعتماد الدولہ کے انتقال کے بعد اب پھر بادشاہ حال نے مجھے بلاکر
نیابت کا عہدہ سپرد کیا ہے ایک ایک بات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا - پھر کہا کہ کار نیابت
کو شروع کیے ابھی زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ مین نے اتنے کام عجیب وغریب کیے ہین ایک
تمام رعایاے شہر سے بغیر خونریزی کے ہتھیار چھنوالیے جو مدت دراز سے خونریزی کے
عادی تھے وہ اب نہتے ہو گئے دوسرے برسون سے ملازمان سلطنت کی تنخواہ جو چڑھی ہوئی
تھی اور کسی صورت سے ادا نہو سکتی تھی تمام وکمال کی صفائی کردی - ان تمام خدمات کے
عوض مین صلۂ وانعام کا امیدوار تھا لیکن بیوجہ وبے قصور صاحب رزیڈنٹ میری خرابی
کے درپے ہین اسلیے آپکی خدمت مین حاضر ہوکر آپ سے چاہتا ہون کہ اُنکے ہاتھ سے
مجھے پناہ دیجئے - اگر گورنر جنرل کی مرضی رزیڈنٹ کی خواہش کے موافق ہے تو بندہ نیابت
سے دست برداری کرتا ہے ورنہ امید ہے کہ رزیڈنٹ صاحب کو حکم ہو جائے کہ وہ میرے
شریک حال ہو جائین اُنکی اطلاع کے بغیر کوئی کام نکرونگا مسٹر پرسن نے مہدی علی خان کی
الحاجت دیکھکر کہا کہ یہ تمام حال انگریزی مین لکھکر دینا چاہیئے تاکہ گورنر جنرل کو دکھاکر جواب

دوست تھا اور کانپور میں مع اہل و عیال کے مقیم تھا وہ بھی تاج الدین حسین خان کی وجہ سے
عہدۂ سفارت کے کامون مین دخیل ہوا - اس کرنیل نے ایک ہندوستانی شریف خاندان
کی عورت جو نواب مومن خان منصب دار بادشاہان دہلی کے خاندان سے تھی اپنے
اپنے گھر مین ڈال لی تھی کرنیل اپنی جورو بچونکو لیکر لکھنؤ مین چلا آیا یہین رہنے لگا اور عورت
شاہ اودھ کے محلات مین آنے جانے لگی اسکی وجہ سے کرنیل کے کام کو بڑی رونق ہوئی -

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کے انتظامات اور اُنکے متوسلین کی ترقی اور بادشاہ کے خاص خاص ہواخواہون کی بیخ کنی

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے بڑی دانائی سے سلطنت کا انتظام شروع کیا
انگریز جانتے ہین کہ یہ شریف زادہ شیراز سے آیا تھا ہندوستانی سمجھتے ہین کہ وہ کشمیر کے رہنے
والے تھے عجب لیاقت خداداد رکھتے تھے آتے ہی سارے کارخانون کا انتظام کیا زنانے کا
خرچ گھٹایا زر مالگذاری کو عمدہ انتظام کرکے بڑھایا انصاف کے لیے عدالتین مقرر کین پولیس کا
انتظام کیا اور اپنے بھتیجے احمد علی خان کو ضیغم جنگ خطاب دلاکر بادشاہ کا مصاحب و مقرب
اور سپاہ کا مختار بنایا اور اپنے بڑے بھانجے ابو طالب بہاء الدولہ کو نائب وزیر مقرر کیا
اور دوسرے بھانجے سید محمد صالح کو عدالت کا داروغہ کیا اور اپنی بہن کے داماد میر گلو کو
مخدرۂ علیا کی ڈیوڑھی کا داروغہ قرار دیا اور بہن کے دوسرے داماد میر آفتاب کو اور
ڈیوڑھیونکی داروغگی دی اسی طرح دوسرے رشتہ دارونکو بڑے بڑے عہدون پر پہونچایا

لارڈ بنٹنگ کا حکیم مہدی علی خان کی لیاقت کو پسند کرنا

بعض کتابون مین لکھا ہے کہ حسب استدعا معتمد الدولہ آغا میر بھی کانپور مین گورنر جنرل سے ملے تھے گورنر جنرل نے لیاقت نائب معزول و نائب موجود کو میزان عقل مین تول کر اپنے جلسے مین یہ بات کہی کہ جان بیلی کی دانشمندی اور غازی الدین حیدر کی عقل و فراست سے کمال تعجب ہے کہ معتمد الدولہ کو کس علم و عقل پر مدار المہام سلطنت بنایا خوبی ظاہری اور حسن باطنی سے محروم اور کوسون دور ہین فقط اپنی قسمت کے زور سے نائب رہے بادشاہ حال کی حسن فطرت و فراست پر آفرین ہے کہ اُنھون نے حکیم مہدی علی خان کو اس کام کے لیے منتخب کیا کہ اُنکے تمام لشکر مین بیرانہ سال و تجربہ کار صاحب لیاقت اُنسے بہتر دوسرا نظر نہین آتا۔

گورنر جنرل نے لکھنؤ مین بادشاہ کو پند و نصائح کے بعد کاروبار سلطنت کا مختار کیا اور حکیم مہدی علی خان کی وزارت منظور کی اور صاحب رزیڈنٹ کو بادشاہ سے موافقت رکھنے کی تاکید فرمائی اور حکیم مہدی علی خان کی نسبت یہ راے لکھی کہ وہ ہندوستان کے نہایت لائق آدمیون مین ہین مالگزاری اور زمین کے بندوبست کا کام تو وہ ایسا جانتے ہین کہ کوئی انگریز بھی اُنسے زیادہ نہین جانتا۔ سولہ سترہ دن تک گورنر جنرل لکھنؤ مین رہے خوب خوب جلسے ہوئے روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی شیر اور ہاتھی اور گینڈے کی لڑائیان کرائین مگر بعد اسکے اسی بادشاہ کے عہد سے گورنر جنرل اور نیز دوسرے بڑے بڑے انگریزونکے ورود کی تقریب مین انگریزونکے بڑے کھانے کا طریق اور دستور موقوف ہوگیا تھا۔ غرضکہ گورنر جنرل لکھنؤ سے مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور حکیم مہدی علی خان کو اطمینان حاصل ہوا۔

تاج الدین حسین عہدۂ سفارت رزیڈنٹی پر مقرر ہوئے کرنل کازنر جو تاج الدین حسین خان کا

ناچار کسی نے برضامندی اور کسی نے مجبوری قبول کیا یہی نقصان دوسرے بڑے تنخواہ دارون کی تنخواہون مین واقع ہوا غازی الدین حیدر کے عہد سے جو تنخواہین بڑھی ہوئی تھین اُن مین سے کسی کو نصف کسی کو تہائی کسی کو چوتھائی دیکر باقی دام توفیر سرکار کیے اور سپاہ کی تنخواہ تین چار سال سے جو چڑھی ہوئی تھی اُسکو بھی کوڑی کوڑی دیکر چہارم سپاہ کی موقوفی کا حکم دیا اور ان تنخواہون مین فی صدی پانچ روپے خرچ ابواب کے کاٹے اور اسیقدر نیابت کے رسوم بڑہائے اب انتظام محلات بادشاہی کی طرف منتظم الدولہ نے نظر اُٹھائی علاقۂ ہر ہٹہ پروا جسکی چھ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی تھی ملکۂ زمانیہ کی جاگیر مین تھا جب علاقۂ بیسواڑہ راجہ درشن سنگھ اور راجہ بختاور سنگھ کی مستاجری مین آیا اور جمع زیادہ کیگئی تو ملکۂ زمانیہ کا علاقہ جاگیر سے شامل مستاجری کیاگیا اور ملکۂ زمانیہ سے کہدیا کہ بختاور سنگھ زر محاصل جاگیر نقد پہونچائے گا ملکۂ زمانیہ نے اسباب مین بہت خاک اُڑائی مگر آبرو نہ پائی پرگنۂ سیان گنج مخدرۂ علیا کی جاگیر سے اور نواب گنج تاج محل کی جاگیر سے نکالکر نقدی مقرر کردی ۔

اس وقت مین کرنیل کارنر اور تاج الدین حسین خان اور ساہ گوبند لال وغیرہ کی چاندی تھی اب تاج الدین حسین خان نے کرنیل کارنر کے ساتھ یہ تازہ سلوک کیا کہ بحث ادام خزانچی کی کوٹھی کے نام سے کرنیل مذکور کو فرضی نام کے طریق سلون کا جبکہ سرکار شاہی سے دلاکر دو ہزار روپے ماہواری اُنکے لیے مقرر کرادیے اور جبکہ مذکور کی نیابت تاج الدین حسین خان کے چھوٹے بھائی نثار علی خان کے نام قرار پائی اور اُسکی تنخواہ پانسو روپے ماہوار مقرر ہوئی لیکن زر مستاجری علاقہ کی انصرام کی صورت خزانچی مذکور سے ظہور مین نہ آسکی کرنیل مذکور علاقے سے دست بردار ہوکر کاسگنج کو چلاگیا اور وہین فوت ہوا اور اُسکی بی بی بھی ایک چلّے کے اندر غم مفارقت شوہر مین تیر دکمان قضا کا نشانہ ہوئی ۔ لکھنؤ کی رزیڈنٹی پر کرنیل جان لو مقرر ہوکر

اور جس کسی کو اپنی حکومت کا کانٹا جانا اُسکی جڑ کھود کر پھینکدی اور بادشاہ کی نظرون سے گرا دیا۔ مثلاً انتظام الدولہ پر غبن کے قصورات خاصکر کربلاے نوتعمیر اور مکارم نگر کے ثابت کرکے دربار سے نکلوا دیا۔ اُنکی جگہ وصی علی خان کشمیری کو دیوانخانے کی داروغگی ولائی بادشاہ کی صاحبزادگی کے زمانے مین وصی علی خان مریم مکانی کے بھانجے مرزا علی خان کی طرف سے باورچیخانے کے داروغہ تھے۔ راجہ درشن سنگھ جو نواب سعادت علی خان کا اردلی تھا اور غازی الدین حیدر کے عہد مین معتمد الدولہ نے اُسے نکلوا دیا تھا اور وہ اسوقت مین آکر بادشاہ کا مصاحب ہو گیا تھا اور اتنا تقرب بڑھ گیا تھا کہ ہر وقت حاضر حضور رہتا تھا اُس نے منتظم الدولہ کی بہت اطاعت کی اسلیئے وزیر نے اسکو ترقی دی اور اُسکی بادشاہ کے سامنے روز تعریف کرتے بعد اسکے منتظم الدولہ نے عاملون سے بقایا وصول کرنا شروع کی راجہ رام دیال نے محاسبے کے وقت لاکھ روپے نقد داخل کیے اور خیراتی نند دو نرکو قطب الدین حسین خان چکلہ دار سلطانپور کی علّت ضمانت مین گرفتار کیا جب سخت کلامی سے نوبت آبروریزی کی آئی تو زہر کھا کر مرگیا اسی طرح بدری داس نے بھی آبرو کیواسطے جان عزیز تلف کی اور سبحان علی خان نے مجبور ہو کر قید کی حالت مین اثاث البیت بیچکر پچاس سالٹھ ہزار روپے دیے اب منتظم الدولہ نے تصفیہ تنخواہ کی طرف توجہ کی نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان اور نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علی خان اور نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علی خان اور نواب افتخار الدولہ مرزا کلب علی خان اور نواب رکن الدولہ مرزا محمد حسن خان اخلاف نواب سعادت علی خان اور نواب محسن الدولہ نبیرۂ غازی الدین حیدر کی تنخواہین پندرہ ہزار روپے ماہوار سے دو ہزار تک مقرر تھین انکو پیام دیا کہ آپ صاحبونکی تنخواہ زیادہ ہے اس لیے آپکو دستیاب نہین ہوتی اگر آپ نصف تنخواہ پر رضامند ہون تو ماہ بماہ تقسیم ہوتی رہے

حکم ہوگا یہین سے بجالاؤنگا نائب السلطنۃ نے اُنکی مستعدی اور تیاری دیکھکر لیٹا ہر ہتھیار باندھنے کا حکم دیدیا تھا لیکن دل مین یہ بات فقیر محمد خان کی بہت بُری معلوم ہوئی تھی جو لوگ فقیر محمد خان سے کدورت رکھتے تھے اُنھون نے اُنکے ان کلمات کو بادشاہ کے حضور مین سرتابی کے ساتھ تاویل کیا اور عرض کیا کہ رسالدار مذکور جو کچھ کرتے ہین وہ انگریزونکی حمایت کے بھروسے کرتے ہین انگریزون سے خفیہ سازش رکھتے ہین اور رات کو اُنکے مکان پر لوگونکا اجتماع ہوتا ہے شہر کے تمام حالات بلکہ جو کچھ دربار شاہی مین گفتگو ہوتی ہے وہ موبمو لکھکر انگریزون کو پہونچاتے ہین بادشاہ نے ناخوش ہوکر حکم دیا کہ فقیر محمد خان سے کہدیا جائے کہ آدمیون کو اپنے مکان پر جمع کرنے سے باز آئین ورنہ اسکا نتیجہ بُرا ہوگا حکیم مہدی علی خان نے فقیر محمد خان کو طلب کرکے بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا فقیر محمد خان نائب کی بات سہل سمجھے اور مروت کی وجہ سے آدمیونکا جمع ہونا موقوف نکیا - بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے یہ شقہ لکھا کہ فوراً شہر سے فقیر محمد خانکو چلاجانا چاہیئے یہ شقہ فقیر محمد خانکے پاس پہونچا اور پیچھے پیچھے وزیر کا چوبدار بھی یہ پیغام لیکر گیا کہ مین نے کئی بار تمکو اس اجتماع کی قباحت سے مطلع کیا اور سمجھایا کہ یہ کام بہتر نہین تم نے میرے قول پر عمل نکیا اور لغو سمجھا اور اپنی صحبت کو برقرار رکھا اب نوبت یہانتک پہونچی کہ بادشاہ کے دستخط خاص سے شقہ عتاب آمیز تمھارے نام پر جاری ہوا ہے اب صلاح یہ ہے کہ تھوڑے دنونکے لیے تعمیل ارشاد کرو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ اگر خدا نے چاہا تو کچھ دنونکے بعد حضور کی خاطر مبارک کو بطور خود تمھاری طرف سے صاف کرکے تمکو واپس بلالونگا باقی تمام کام تمھارے بدستور مقرر رہین گے کسی قسم کا دغدغہ دل مین نہ لانا چاہیے اگر حکم کی اطاعت مین انحراف کروگے تو اسمین کئی طرح کی قباحت پیش آئے گی - فقیر محمد خان نے شہر سے چلے جانے کے سوا چارہ نہ دیکھا اپنے معاملات کی گفتگو کے لیے مینڈھو خانکو دربار مین

اور سامان استقبال اُنکے واسطے شاہ اودھ کے یہان سے کالپی تک پہونچا جب نئے رزیڈنٹ لکھنؤ مین آئے تو تاج الدین حسین خان کا بازار ایسا گرم ہوا کہ حکیم مہدی علی خان کے جملہ اقربا کی گرما گرمی سرد ہو گئی - اس زمانے مین چکلہ بسواڑہ محمد علی خان داماد حکیم مہدی علی خان سے متعلق تھا اور نثار علی خان اُسکے نائب تھے مگر اُنکی نیابت اسقدر تھی کہ محمد علی خان کی مداخلت بالکل جاتی رہی -

مہاراجہ میوہ رام نے ہندو مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام مین قدم رکھا تھا دو تین لاکھ روپیہ سالانہ عشرۂ محرم اور ایام وفات ائمہ اطہار وغیرہ مین خرچ کرتے تھے اور دیوانی کا کام کرتے تھے اُنکا درماہہ سات ہزار روپیہ ماہوار تھا یہ تنخواہ حکیم صاحب کی نظرون مین خار کی طرح کھٹکتی تھی اسکے گھٹونے کے لیے حکیم صاحب نے ایکدن میوہ رام کے ساتھ سخت زبانی کی جس سے وہ مستعفی ہو کر خانہ نشین ہو ئے اور اُن کے چچا راجہ بالکرشن جو اصل باقی نویس تھے اُنکی جگہہ کام کرنے لگے -

اسی طرح فقیر محمد خان شہر سے نکلکر مرزا گنج اپنے وطن کو چلے گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ سپاہی اور صاف گو آدمی تھے کبھی وہی معاملے مین کلمۂ خیر کے کہنے سے نہین دبتے تھے بات چیت مین بادشاہ اور وزیر کا رعب نہین مانتے تھے اور ادائے مطلب سے ہاتھ نہین اُٹھاتے تھے اگر وزیر کے دربار مین کسی پر جور و ظلم ہوتا دیکھتے تو اُسکی حمایت پر کھڑے ہو کر جانب حق کی طرفداری کرتے جس سے بادشاہ اور وزیر دونون آزردہ ہوتے اسکے علاوہ سرکاری حکم سے تمام سرداران فوج نے اپنے اپنے ہتھیار کھولڈالے تھے مگر فقیر محمد خان نے جوابدیا کہ مین اہل جنگ کے زمرے مین ملازم ہون اگر ہتھیار کھولدونگا تو کیا طبلہ اور سارنگی لیکر دربار مین حاضر ہوا کرونگا اگر سرکار کو سپاہ کی کساد بازاری منظور ہے تو مین اپنے مکان پر رہونگا دربار مین حاضر نہونگا مجھکو جو کچھ

اور بہت کم عاملون سے رجوع کی تھی وہ دن رات عاملون کی طرح حاضر رہتا تھا اور اکثر اہل شہر نے حکیم مہدی علی خان کی بدولت بڑے بڑے عہدے پائے روشن الدولہ کہ بہت دنون سے بیکار تھے پانسو روپے ماہوار اُنکے مقرر کیے گئے اور مرزا حاجی نے بھر شہر مین اگر طرح اقامت ڈالی تین سو روپے ماہوار اُنکے واسطے مقرر ہوئے۔

آغا مرزا اور راجہ درشن سنگھ کورمی کا زور وشور

(۱) آغا مرزا نصیرالدین حیدر کا کوکا ایسا خودسر اور شراب نخوت مین چور تھا کہ تمام ارکین سلطنت اُسکی نظرون مین ہیچ تھے کوتوال تک کو یہ قدرت نہ تھی کہ اُسکے نوکرون پر ہاتھ ڈالتا اور نہ کسی عدالت کی یہ مجال تھی گو اس نے اس زمانے مین ظلم سے ہاتھ روک لیا تھا لیکن شرارت سے باز نہین آتا تھا۔ ایکدن نصیرالدین حیدر کی سواری درگاہ حضرت عباسؑ کی طرف جاتی تھی غلام مرتضی عجلت کے ساتھ مکان سے نکلکر دروازے پر نہ آسکا برآمدے سے آداب ومجرے کی رسم ادا کی چونکہ یہ صورت شان عظمت شاہی کے خلاف تھی اس لیے آغا مرزا کے حکم سے مکان کا وہ چھجہ اور برآمدہ منہدم ہوکر خاک مین ملا دیا گیا۔

(۲) راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کا کورمی تھا نواب سعادت علی خان کی اردلی مین رہتا تھا حکیم مہدی علی خان کی وزارت کے زمانے مین اُسکا وہ رنگ جمکا کہ بادشاہ کے مزاج مین بخوبی جگھ پائی ڈیوڑھیون کا انتظام اور چوکی پہرہ خاص کی نگرانی اُس سے متعلق تھی خائن اور دزدی پیشہ آدمیونکا بندوبست بھی اُسکے سپرد تھا بہت سے زمیندارون سے کنجاکشی علاقے مستاجری مین اپنے متعلقین کو دلا دیے عالیشان ناظمونکی یہ قدرت نہ تھی کہ اُس کے دیہات متعلقہ مین دست اندازی کرتے اور اہل دفتر کو مقدور نہ تھا کہ سرکاری جمع

وکیل کرکے رات کے وقت مرزا گنج کو چلے گئے اسکے بعد نائب نے چند دنون مین اُنکے رسالے کو دفعہ دفعہ متفرق کرکے دوسرونکی ماتحتی مین دیدیا بلکہ اُنکی جائداد مین بھی خرابی ڈالی اسکے سوا ایک دوسری بات بھی فقیر محمد خانکی خرابی مین موثر تھی اور وہ یہ کہ حکیم مہدی علی خان کے سامنے فقیر محمد خان نے تاج الدین حسین خان کو کلمات سخت کہے تھے - یہ بات حکیم صاحب کے دل مین بُری معلوم ہوئی تھی - اس کا کینہ بھی دل مین جاگزین تھا اس زمانے میں حکیم صاحب کو تاج الدین حسین خان سے ایک غرض درپیش تھی کہ تمام رزیڈنسی کا اہتمام اُنکو دیدیا تھا فقیر محمد خان فوج مین وجیہ اور رعب دار آدمی تھے اُنکی سخت کلامی نائب کے دلپر ناگوار تھی لیکن تاج الدین حسین خان کی شکایت اُنکے اخراج مین سبب قوی تھی -

گومتی کے پار جو چھاونی دھنے خان میواتی کی تھی وہان ایکبار عشرۂ محرم مین تبرا کی وجہ سے اہل شہر کے ساتھ دونگہ اور فساد پیدا ہوا کہ طرفین مین بندوق اور تلوار چلی چند آدمی مارے گئے جبکہ کہ توال شہر سے انسداد فساد نہوسکا تو مظفر علی خان ہندوتلنگونکی پلٹن اور توپخانہ لیکر اُس معرکے مین پہونچے اور میواتیونکو مقدر پسپا کیا کہ تمام مال واسباب اُنکے گھرونکا ہاتھی گھوڑون سمیت لٹ گیا - ان دنون اسی طرح کی خانہ جنگیون نے بڑا حشر برپا کر رکھا تھا - ننھے مرزا سالارجنگ کے پوتے ایک خانہ جنگی مین مارے گئے - اور توپخانے کے گولہ اندازون نے بھی تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے بلوا کیا - کپتان میگنس نے اس بلوے کو فرو کیا اور سات سو آدمی برطرفی مین آئے اور دس پندرہ ہزار آدمی جو معتمدالدولہ نے نوکر رکھے تھے وہ بھی برطرف ہوئے -

منتظم الدولہ نے ایسا اچھا انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بڑے راجہ اور تعلقدار اس قلمرو کے جو ہمیشہ عاملون سے پرخاش کرتے تھے وہ اس زمانے مین فرمانبردار ہوکر در دولت پر حاضر رہتے تھے - چنانچہ بخت سنگھ زمیندار اضلاع خیرآباد کہ بڑا سرکش اور متمرد تھا اور بہت کچھ ثروت و دولت رکھتا تھا

جب اسکی خبر منّن خان کو پہونچی تو وہ بھی بادشاہ کی مصاحبت کے غرّے مین اکثر نائب کو علانیہ بُرا کہتا ایکدن منّن خان نے حکیم مہدی علی خان کی ناکردہ کاری کی نسبت ایک بات بادشاہ کے سامنے کہی جو بادشاہ نے بھی سُن لی اور ناراض ہوئے۔ منتظم الدولہ نے موقع پاکر بظاہر دلسوزی اور فی المعنی آتش افروزی کے لئے کہا کہ اگر اسی طرح اراذل کی زبانون سے کلمات نکلا کرینگے تو بادشاہی عظمت اور سلطانی مہابت مین فتور آجائے گا اور سلطنت مین رخنہ عظیم پڑے گا اور عجب نہین کہ اس سے سلطنت کے کامون مین خرابی پڑجائے بادشاہ کا مزاج بھی دونون کی اس قسم کی باتون سے مکدر ہوگیا تھا حکم دیا کہ انکو قید کردو نائب نے فوراً راجہ درشن سنگھ کے احاطے مین جو سخت قید خانہ تھا قید کردیا اور گلے مین بھاری بھاری طوق ڈلوادیے اور رات کو لمبی زنجیر مین دوسرے مجرمونکے ساتھ شامل کردیے جاتے۔ اور پھر ایکدن بادشاہ کے حضور مین عرض کیا کہ جبتک زبان اس کلمۂ بے ادبانہ کی وجہ سے سزا کو نہ پہونچے گی خلق کو عبرت حاصل نہوگی بادشاہ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ مناسب سمجھین حکم دین پس منّن خان کی زبان منھ سے باہر نکلوا کر لوہے کا بھاری زنبور لٹکوا دیا گیا کئی راتدن اسی طرح زنبور لٹکتا رہا یہانتک کہ صدمے سے مرگیا جب زنبور چھڑایا گیا تو زبان منھ مین نہ جاسکی چند پہر کے بعد جراحونکی تدبیر سے منھ مین گئی یہان تک واقعات ۱۲۶۶ ہجری کے تھے۔

بادشاہ کا رزیڈنٹ کے سامنے اپنی زبان سے فریدون بخت اور کیوان جاہ کی نسبت اپنا نطفہ ہونے سے انکار کرنا

۱۲۶۷ ہجری مین جشن جلوس سال پنجم موقوف رہا لیکن نائب کی تجویز سے بعض لوگونکو

طلب کرتے گویا وہ تمام دیہات زرخیز اُسکی جاگیر مین تھے جو کچھ دل مین آیا دست بردا شتہ دیدیا روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے زمانے مین اُسکے ہاتھ سے ایکدم آرام نہین پایا شرارہ غضب سلطانی مشہور تھا۔ یہ اُس کا حلیہ تھا۔ سیہ فام۔ بلند قامت۔ زشت صورت غیور طبع۔ بے مروت۔ لیکن باوجود اسکے اپنے کار مرجوعہ مین عدالت اور انتظام جاری رکھنے مین اورون سے بہتر تھا۔ خدمات شاہی مین اتنی جفاکشی کرتا تھا کہ رات بھر مین دو چار گھڑی سے زیادہ نہ سوتا تھا ہر وقت کمر بندھی رہتی تھی اتنی مہلت نہ تھی کہ ایک گھڑی کمر کھولتا سالہا سال اسی بیدار مغزی اور جفاکشی مین گذرے کہ اس رتبۂ امارت کو پہونچا اُس سے بہتر لطف حکمرانی دوسرے کو نصیب نہوا اسی بادشاہ نے اسکو سلطنت بہادر کا خطاب دیا تھا۔

حکیم مہدی علی خان کا رعب و داب اور اُنکی وجہ سے ایک شخص کی زبان کو زنبور سے کھچوا کر مروا دیا جانا

منتظم الدولہ ارسطوے وقت تھے بادشاہ کی حرکات پر پردے مین کف افسوس ملتے اور ظاہر مین ایسا نقش حکومت جمایا کہ انتظام اُنکا روز بروز رونق پر تھا اور کسی کے نام کے ساتھ لفظ نواب وراجہ ورلے وغیرہ زبان پر نہین لاتے تھے فقط خالی نام لیتے تھے اور متوسلان شاہی و انگریزی کو وقعت کی نظر سے نہین دیکھتے تھے نہایت نخوت پیدا کی تھی۔

ممن خان اور محمد بخش منتظم الدولہ کا رعب نہین مانتے تھے اسلئے منتظم الدولہ اُنپر اشارے اور کنائے مین الزام اور عیب لگاتے رہتے تھے بلکہ اکثر کاغذات اخبار کے ذریعے سے اُنکے مظالم جو رنڈیون اور خانگیون پر اُنکے ہاتھون سے ہوتے تھے بادشاہ کے گوش گزار کرتے تھے

۲۶ - ماہ گذر گئے اور فریدون بخت عرصۂ وجود مین نہ آیا اور اس مدت مین جناب ولیعہد نے کبھی فریدون بخت کی ماں کی صورت نہ دیکھی -

(۲) کیوان جاہ کے معاملے مین منتظم الدولہ نے ظاہر کیا کہ جناب بادشاہ کو اُسکو ولیعہد مقرر کرنے سے بہت شرم آتی ہے اور اب بیگم صاحبہ بادشاہ سے بسبب اس کے کہ منا جان کو اپنے ہمراہ ضیافت مین کہ سرکار عالی مین ۱۲ - جنوری ۱۸۳۲ع مطابق ۷ - شعبان ۱۲۴۷ ہجری کو واقع ہوئی تھی نہ لے گئے بہت رنج رکھتی ہین بلکہ اُن کا خیال ہے کہ یہ نہ لیجانا بسبب میرے ہوا ہے اس لیے مجھسے بہت ناراض ہین اور جب بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر خاص میرے حکم سے ہوا ہے تو اُنکو یقین نہ آیا اور بیگم موصوف نے تمام شہر مین مشہور کر دیا کہ منتظم الدولہ دو گھڑی سے زیادہ زندہ نہ رہے گا اور معتمد الدولہ کو خبر بھیجی کہ لکھنؤ آنے کو تیار رہین چنانچہ اس خبر کو لیجانے والا دریاے گنگا پر گرفتار ہوا اور اب تک قید ہے اور اس بات کا اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے اب بادشاہ کو منظور ہے کہ بیگم صاحبہ لکھنؤ سے چلی جائین اور دوسری جگہ سکونت اختیار کرلین بلکہ منظور ہے کہ فیض آباد مین جا کر رہین رزیڈنٹ نے یہ تمام بیان ۳ - فروری مطابق غرہ رمضان سنہ مذکور کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا گورنر جنرل نے اس امر کی مزید تحقیق کے لیے رزیڈنٹ کو حکم دیا کہ تم بادشاہ سے مل کر اُن سے زبانی اسکی تصدیق کرو چنانچہ ۹ - فروری مطابق ۷ رمضان سنہ مذکور کو بعد تناول حاضری کے بادشاہ اور رزیڈنٹ اور منتظم الدولہ خلوت مین گئے اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد بادشاہ نے نہایت حجاب کے ساتھ فرمایا کہ بیس دن کے عرصے مین رمضان ختم ہو جائیگا اور معمول ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ شان و شوکت کے ساتھ عید گاہ کو جاتے ہین اب یہ رسم موقوف کی گئی رزیڈنٹ نے کہا کہ ہمکو اس سے کیا سروکار ہے حضور کو اختیار ہے

چند خلعت سے ملے وقایع دلپذیر میں مذکور ہے کہ مناجان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے نہ ہونے کے مقدمے نے ابتدائے تحقیقات سرہربرٹ مڈک سے عہدۂ رزیڈنسی کرنیل جان لو تک انقطاع قبول نکیا۔ منتظم الدولہ نے ۲۔فروری ۱۸۳۲ء ۲۹۔شعبان ۱۲۴۷ھ ہجری کو تاج الدین حسین خان کے سامنے کرنیل جان لو سے کہا کہ سابق مین جو کچھ مین نے کیوان جاہ اور مُنّاجان کے باب مین کہا تھا وہ بادشاہ کی جانب سے نہ تھا اب بادشاہ کی طرف سے خاصکر اُنکے حکم سے کہتا ہون کہ بادشاہ نے اپنے دل مین یہ بات ٹھان لی ہی کہ تمام مُلک مین شائع کرین کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت اُنکے نطفے سے نہین ہین اور یہ بھی عزم مصمم رکھتے ہین کہ ان دونونکو اپنے محل سے نکلوادین اور اُنکے رہنے کو دوسری جگہ مکان مناسب مرحمت کردین رزیڈنٹ نے کہا کہ سابقًا تو آپ بھی اس باب مین اپنا اشتباہ ظاہر کرتے تھے اور اب ایسا کہتے ہین منتظم الدولہ نے جواب دیا کہ اُسوقت بھی محل اشتباہ نہ تھا لیکن چونکہ حضور کی جانب سے اُسکے گزارش کرنے کے لیے مین مامور نہ تھا اس لیے بطریق اشتباہ کے مین نے بیان کیا تھا۔حال یہ ہے کہ اگر وزرجناب نصیرالدین حیدر اپنی ولیعہدی کے ایام مین محل مین گئے تو دیکھا کہ میر فضل علی فریدون بخت کی والدہ کے ساتھ حرکات نامناسب کررہا ہے جناب موصوف نے طیش مین آکر چاہا کہ دونونکو قتل کرڈالین کہ میر فضل علی خوف کے مارے وہان سے بھاگ گیا اور بادشاہ بیگم نے اُنکے قتل کے ارادے سے روک دیا۔ آخر کار جناب موصوف برہم ہوکر محل سے اُٹھکر معتمد الدولہ کے مکان مین چلے گئے اور تین دن وہان رہے مگر بادشاہ کے حکم سے پھر محل مین چلے آئے بعد اسکے پھر محل چھوڑکر حیدر روز حسن باغ مین مقیم رہے بیگم صاحبہ نے ان دنون بہت کوشش کی کہ نصیرالدین حیدر فریدون بخت کی مان کے ساتھ موافقت کرلین اور اُسکو مدت تک حاملہ ظاہر کیا یہانتک کہ فضل علی کی حرکات نامناسب کو

اپنے اختیار مین نہ تھے اس لیے بعض آدمیونکی تخویف و ترغیب مین آکر ویسا ظاہر کیا تھا رزیڈنٹ نے بادشاہ کی بہت کچھ تسلی و تشفی کر کے فرمایا کہ اکثر آدمی ابتدائے جوانی مین راہ راست پر نہین چل سکتے ہین لیکن اب حضور بفضل الٰہی جوان اور بالغ ہوگئے ہین مناسب ہے کہ حرکات بیہودگی اور ہرزہ درائی کو چھوڑ کر راستی و درستی کے ساتھ انتظام کاروبار ریاست مین مصروف ہو جائین ورنہ تمام ریاست کا کام برہم ہو جائیگا اور بادشاہ نے ایک خط بھی جس مین لاولدیت کا بیان تھا رزیڈنٹ کے پاس بھیجا چنانچہ رزیڈنٹ نے بادشاہ کی استدعا کے مطابق تمام کیفیت گورنر جنرل کو لکھ بھیجی اور وقت مراجعت کے سپاہیان انگریزی متعینۂ بیلی گارد کو حکم دیا کہ آیندہ سے مناجان کو سلامی نہ دیا کرین۔ گورنر جنرل نے جواب دیا کہ اس مضمون کو خلق مین مشتہر کر دینا چاہیئے چنانچہ قلمرو اودھ مین اس مضمون کے اشتہار جابجا چسپان ہوئے اُسوقت سے ولی عہدی اور شاہزادگی کا لفظ اُسکے نام سے محکوک ہوا لیکن بادشاہ بیگم نے محبت کی وجہ سے اس مضمونکے سدباب مین اکثر نکتہ چینیان کین اور مُنّا جان کو اپنے پاس سے جُدا نکیا۔

اشتہار درباب نسب فریدون بخت عرف مناجان

اشتہار کی عبارت یہ ہے۔

چون جناب والدہ صاحبہ آن طفل معروف بہ مناجان را کہ موسوم بہ محمد مہدی و ملقب بہ فریدون بخت کردہ انداز قرب زمان تولد پروردہ و از بطن یکے اسامی مشہور نمودہ اولاً منسوب بفرزندی ما بدولت ساختہ بودند بارہا گفتہ شد کہ این معنی خلاف ناموس نام و ننگ این دودمان رفیع الشان موجب قباحت عظیم است و جناب علیین مآب اعلیٰ حضرت خلد مکان طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ نیز بعد تحقیقات و تفتیش تمام و دریافت حال واقعی

مگر اس ارادے کا سبب بیان فرمایا جائے بیان کرنے کے لیے بادشاہ نے منتظم الدولہ کیطرف
اشارہ کیا رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ اور گورنر جنرل بدل حضور کے دوست ہین جو کچھ ہو خود اپنی
زبان مبارک سے حضور ارشاد فرمائین اور منتظم الدولہ نے بھی یہی اصرار کیا اسوقت صاف
الفاظ مین بادشاہ نے کہا کہ ہم آپکو اپنا دوست سمجھتے ہین درحقیقت قصہ یہ ہے کہ فریدون بخت
اور کیوان جاہ دونون مین سے کوئی بھی میرا بیٹا نہین ہے اور مین آپ سے یہ حال اس لیے
بیان کرتا ہون کہ آپ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین اور یہ جو شہر مین مشہور ہے کہ دونون میرے بیٹے
ہین یہ افواہ محض غلط ہے اور اس شہرت کا سبب رشوت اور عالی ہمتی ہے ملکہ زمانیہ ایک
لاکھ روپیہ میرے خاص خاص آدمیون کو دیتی تھی کہ بادشاہ کو کیوان جاہ کی فرزندی کے لیے
ترغیب دین اسی طرح میر فضل علی اور سکھ چین فریدون بخت کے لیے ایسے ایسے کام کرتے تھے
مین خوب جانتا ہون اور والد ماجد بھی جانتے تھے کہ فریدون بخت میرا بیٹا نہین ہے اور جو کچھ
حال فریدون بخت کی ماں اور میر فضل علی کی بدفعلی کا اور بعد اُسکے ۲۰ ماہ کے بعد فریدون بخت کا
پیدا ہونا منتظم الدولہ نے بیان کیا تھا بادشاہ نے زبان سے اُسکی تصدیق کی اور کہا کہ فریدون بخت
کی ولادت ہمارے بلوغ سے بھی قبل کی ہے اور کیوان جاہ ملکہ زمانی کے ساتھ آیا تھا پھر فرمایا کہ
سابق مین جعلساز اور دغاباز ہمکو اپنے قابو مین کر کے اپنے نفع کے لیے ہمکو فرزندی کے اقبال کے
واسطے تخویف کرتے تھے اسلیے مجبوراً قبول کر لیا تھا لیکن اب وقت بہت اچھا ہے اور نائب
سلطنت ہمارے فائدے اور خیر خواہی کے لیے بدل مستعد ہے اور راستی و درستی کے سوا کوئی امر
نہین ہے الغرض بادشاہ نے دغابازون کے ساتھ جعل مین شریک ہونے سے بہت شرم و ندامت
ظاہر کی اور فرمایا کہ اب ہم نے دل مین عہد کر لیا ہے کہ سوا راہ راست کے نہین جائینگے
اور صاحب رزیڈنٹ کی بہت سی خوشامد کر کے استدعا کی کہ گورنر جنرل کو لکھ بھیجین کہ سابق مین بادشاہ اودھ

این طفل را ازین دودمان عالیشان اجنبی محض و مجہول النسب پندارند وگاہے وہم ثبوت
نامبردہ نسبت بحضور اقدس واعلیٰ بخاطر راہ ندہند۔

حکیم مہدی علی خان کی جزرسی سے متوسلان سلطنت بلکہ خود بادشاہ کے دل مین کدورت پیدا ہو جانا

شہر لکھنؤ مین امرا کے یہان شادیون مین جو ساچق کے دن رنگین گھڑے مٹھائی
اور میوے سے بھر کر مزدورون کے سرون پر رکھ کر دولھا کی طرف سے دُلہن کے گھر
رات کے وقت جاتے تھے تو مزدور راستے مین اسقدر دست اندازیان کرتے تھے کہ میوہ
اور مٹھائی بہت سی نکل جاتی تھی حکیم صاحب کو چونکہ ہر وقت کفایت و جزرسی مدنظر رہتی
تھی اُنھون نے مرزا حیدر فرزند نواب محمد تقی خان کے بیاہ مین یہ جدید انتظام کیا کہ مٹھائی
اور میوہ وغیرہ وزن ہوا کرے اور اونٹون پر لدوا کر سرکاری متصدی عروس کے مکان تک
پہونچائین اور خالی گھڑے کہ مطلب اُن سے نمود و نمائش ہوتی ہے مزدورون کے سرون پر
حسب دستور جائین اور روشنی کے باب مین یہ تجویز کی کہ تیل مٹی کے برتنون مین رکھ کر
چراغون مین بھرتے ہین روغن کورے برتنون مین جذب ہو کر نقصان ہوتا ہے اس لیے
شہر کے باورچیون سے چھوٹی بڑی دیگین طلب کیجائین۔ اسی طرح کارخانۂ بادشاہی مین
بھی کفایت مدنظر تھی۔ خاص بادشاہ کے لباس مین گلبدن کا تھان چالیس و پچاس روپے
کی قیمت سے کم کا صرف نہوتا تھا حکیم صاحب کی طرف سے دس پندرہ روپیہ کی قیمت سے
زیادہ کے تھان کی اجازت نہ تھی۔ اور پارچۂ محمودی کے رومال جسکی قیمت دو تین روپے
گز سے کم نہوتی تھی موقوف ہو کر خاصے کے رومال جو ایک روپے کا کئی گز بکتا تھا بادشاہ

ہرگز ثبوت این طفل را نسبت بما بدولت قبول نفرمودند چنانچہ بر کہ و مہ ظاہرست مگر جناب
ممدوحہ نشنیدند و او را ملقب بالقاب مخصوص فرزندان ساختند و حالانکہ این طفل مجہول
الحال را علاقہ بما بدولت نیست و متحقق نمیگردد کہ جناب ممدوحہ این طفل را چگونہ پیدا کردند احتمال
قوی اینست کہ زنے کہ این طفل را از بطن او میگویند و دیگر خواصان بخانۂ فضل علی میرفتند
ہرچند منع کردہ شد از این امر مستکرہ باز نماندند پس غالباً از نطفۂ فضل علی یا درین بیقیدی
از نطفۂ دیگر بہم رسانیدہ باشد این احتمال در صورتیست کہ این طفل از بطن آن زن پیدا
شدہ باشد والا چنانکہ مشہورست زن گازر را کہ حاملہ بود بخانۂ خود داشتہ بودند و ہرگاہ او
وضع حمل کرد تولد از بطن زن مذکور شہرت دادند باز ما بدولت بخدمت بیگم صاحبہ و ہم
بخدمت والد ماجد خلد مکان گفتہ بودیم کہ این طفل اجنبی را با بنوت من علاقہ نیست
لہذا حضرت خلد مکان مبطل نسب این مجہول النسب بودند و زیادہ از ہمہ اینکہ سن حضور در آوانے
کہ تکوین این طفل را بیگم صاحبہ موصوفہ مشہور کردہ بودند بحد بلوغ نرسیدہ بود کہ احتمال بنوت نسبت
بحضور امکانے داشتہ باشد و قباحت و شناعت این امور نہ چنان ست کہ بر احدے مخفی باشد
ناگزیر از ماجرائیش بارگاہ آرائے سلطنت و حشمت اشرف الامرا نواب گورنر جنرل صاحب بہادر
خلد اللہ ملکہ کہ حفظ و حراست این سلطنت حالاً و مآلاً متعلق بذات بابرکات نواب ممدوح
و اہالیان سرکار کمپنی انگریز بہادرست آگہی دادہ شد و این معنی از رہگذر یکتا دلی و حق پسندی
و کفالت و حفظ این ریاست مطبوع طبع دقیقہ سنج نواب معظم الیہ افتاد در جواب اطلاع از بطلان
نسب و بنوت آن طفل و اذعان این معنی رقمی فرمودند مگر چون این امر از عمدہ امور ریاست است
و آگاہی خلائق ہم ازین معنی اشد ضرور لہذا برائے اطلاع خاص و عام اشتہار ہذا از پیشگاہ جاہ و
جلال صادر گردید تا جملہ منتسبان این دولت عظمیٰ و عمائد و امرا و جمیع ملازمان سرکار والا و رعایا برایا

کے لیے مقرر کیا اور دوسرے سال سے پانچ لاکھ روپیہ سال چار سال تک کے لیے قبول کیا اور اس سے آگے کو پانچ برس تک یہی آخری جمع یعنی ایک کروڑ اور ایک لاکھ سالانہ مقرر کر کے قبولیت مہری اپنے پوتے محمد علی خان کی طرف سے اپنی ضمانت کے ساتھ دفتر شاہی مین داخل کر کے پٹہ مہری نصیرالدین حیدر کا لکھواکر صورت مستاجری تمام ملک اور فوج کی قرار دی مگر اس قسم کی مستاجری کو گورنر جنرل اور اُنکی کونسل نے ناپسند کیا اور یہ حکم دیا کہ ضابطۂ قدیم کے خلاف تمام ملک کی مستاجری ایک آدمی پر قرار نہین پا سکتی۔ حکیم صاحب کا رنگ حکمت نہ جما ہاتھ مل کر رہ گئے۔

حکیم مہدی علی خان کی معزولی اور اُسکے وجوہ و دلائل

حکیم مہدی علی خان کی طبیعت اب ایسی باقی نہ رہی جیسی پہلے تھی غصہ بڑھ گیا ادنےٰ و اعلےٰ ہر ایک کے ساتھ سختی اور غضب کے ساتھ پیش آنے لگے خاص و عام کے ساتھ سوا درشتی اور گالی کے بولتے نہ تھے یہ چاہا کہ بادشاہ کی حرم محترم ملکۂ زمانی کو رتبے سے گرا دین اول اُنکی جاگیر مین فساد کرا کر متواتر خبرین بادشاہ کے گوش گزار کرائین اور خود عرض کیا کہ بیگم صاحبہ کی جاگیر مین انتظام نہونے کی وجہ سے آس پاس کے تمام علاقے مین خرابی پڑ گئی ہے روپے کا وصول ہونا مشکل ہو گیا ہے اگر یہ جاگیر راجہ بختاور سنگھ کو جسکی عملداری بیگم صاحبہ کی جاگیر کے چارون طرف ہے دیدیجائے تو وہ روپیہ بیگم صاحبہ کو پہونچاتے رہین اور اُنکے علاقے کے ساتھ انتظام بھی بخوبی ہوتا رہے چونکہ یہ تقریر ظاہر مین معقول تھی بادشاہ نے قبول کر کے وہ جاگیر جو چھ لاکھ روپے سال کی تھی راجہ بختاور سنگھ کے حوالے کر دی اب یہ حال ہوا کہ بیگم صاحبہ کو روپیہ پہونچنے مین کمی ہونے لگی۔ ملکۂ زمانیہ کو درجے سے گرانے کی دوسری تدبیر یہ نکالی کہ

کے لیے بننے لگے - دستور تھا کہ جو نئی پوشاک بادشاہ ایکبار پہن لیتے تو وہ بدن سے اُتر کر انعام مین دیدیجاتی تھی حکیم صاحب نے یہ رسم ترک کر کے یہ حکم دیا کہ جب تک بادشاہ کی پوشاک دو تین بار دُھل کر اُنکے کام مین نہ آجائے توشہ خانہ سرکاری سے جُدا ہوا کرے ایکبار بادشاہ نے حکم دیا کہ پانسو جوڑے کنگنون کے فرمائشی خواصون کے لیے تیار ہون حکیم صاحب نے نقرئی بنوا کر اُنپر طلائی ملمع کرا کے اُنپر چھوٹے نگینے جڑوا دیے اور بادشاہ کے محلات کی خواصون اور لونڈیون کے لیے جو دوپٹے بادلے اور تمامی وغیرہ کے قیمتی تیار ہوتے تھے وہ حکیم صاحب کی تجویز سے چھوٹے گوٹے اور بادلے سے تیار ہونے لگے اور انعام کے خرچ مین یہ تخفیف کی کہ اس مصرف کی رقم دو ثلث گھٹادی اور جواہرات اور پشمینے کی خریداری موقوف کر دی - حکیم صاحب اکثر علانیہ یہ کہا کرتے تھے کہ بادشاہ سلامت چاہتے ہین کہ گھر اپنا برباد کرین اور مین یہ چاہتا ہون کہ اس طرح انتظام کرون کہ زر نقد خزانے مین جمع ہو حکیم صاحب کی یہ جزرسیان بادشاہ کی طبیعت کو ناگوار تھین اور ارباب سلطنت مسرف پسند تھے پس ایسے دانشمند کا گذارہ ایسے مسخرے اور سفلہ دربار مین کب ہوسکتا - رفتہ رفتہ محلات بادشاہی کی زبان شکایت وا ہوئی اور عداوت کی صورت پیدا ہونے لگی - منتظم الدولہ بھی آفت روزگار تھے اُنھون نے ایک ایسی تدبیر نکالی جو اُنکے فائدے سے خالی نہ تھی چاہا کہ تمام معاملات ملک کو مستاجری کی صورت پر کردین چنانچہ یہ بات قرار دی کہ نواب سعادت علی خان کے عہد مین سرکار کمپنی کو مُلک کاٹ دینے کے بعد ایک کروڑ پینتیس لاکھ روپے کا مُلک سوائے سائر وگنجیات کے باقی تھا یہ جمع اصلی قرار دیکر چوّن لاکھ روپیہ سالانہ سپاہ سلطنت اور عاملون اور عملۂ محلات کا خرچ مجرا دیکر اکاسی لاکھ روپیہ سالانہ مصارف محلات اور کارخانہ سلطنت

لہ مستفاد از تاریخ ذکاء اللہ ۱۲ -

سلطان پور کے باقی نکالے ہین مین یہ جمع معتمد الدولہ کو پہونچا کر اُن سے رسید لے چکا ہون
اہلکارون کو دکھاتا ہون تو شنوائی نہین کرتے اُس خدمت کے عِلے مین امیدوار ہون کہ
۲۲ لاکھ روپے کی فارغخطی مرحمت ہو جائے تاکہ محاسبے کے اندیشے سے نجات ملجائے حکیم صاحب
اول اول جب اُنکی غرض باقی تھی فارغطی دینے کا اقرار کرتے تھے جب کام نکل گیا تو یون ٹالا کہ بادشاہ کی
طرف سے فارغخطی دینے مین متامل ہون مگر دل مین اطمینان رکھنا چاہیئے کہ جبتک مین
موجود ہون کوئی تم سے اُس روپے کا دعویٰ نکرے گا تاج الدین حسین خان سمجھ گئے کہ یہ شخص مجھ سے
فریب کرتا ہے کبھی نہ کبھی ان روپونکا دعویٰ کرکے خراب کریگا یہ شخص صاف نہین ہے اگر ہزار طرح جانفشانی
کرونگا اسکے دل پر اثر نہوگا یہ بہتر ہے کہ اسکا علاج معقول کیا جائے اگر مجھے شام کو برباد کرنیکا ارادہ رکھتا ہو تو مین اسکو
صبح ہی کو خراب کر دون پس خفیہ بادشاہ سے بات چیت کی راہ نکالی اور نائب کی بیخ کنی
کی فکر کرنے لگے ـ طرفہ یہ کہ حکیم صاحب نے بادشاہ کے اخراجات روزمرہ مین اتنی کمی شروع
کی تھی کہ اُن کا دل حکیم صاحب کی طرف سے پھر گیا تھا اس لیے اول بادشاہ نے حکیم صاحب کے
بھتیجے احمد علی خان کو اپنی مصاحبت سے الگ کر دیا بادشاہ بیگم نے بھی بادشاہ کے
کان بھرے کہ اس شخص کو اپنے مکان مین اس قدر خلاف دستور اختیار دیدیا ہے کہ علانیہ
تمھاری بیگمات کو دربار مین برا کہتا ہے اور بے حرمت کرتا ہے پس مین کس شمار مین ہون
یہ شخص درحقیقت انگریزون کا خیرخواہ ہے اس بات پر دلیل یہ ہے کہ ریاست کی قوت
سپاہ سے ہے اُسکو بڑھانا چاہیئے نہ یہ کہ گھٹا رہا ہے تمھارے عزیزون اور ملازمونکی تنخواہین
کم کر دین حالانکہ بڑھانی چاہیئے تھین ظاہر مین یہ تمکو کفایت بتائی لیکن باطن مین انگریزونکے
خوش کرنے کے لیے ریاست کے لوگون کو بیدل کر رہا ہے دیکھو تمکو روزمرہ کے مصارف
مین تنگ کر دیا ہے یہ کتنی بڑی دلیری کی بات ہے اب بھی کچھ نہین گیا ہے اسکی تدبیر کر لینی

بسم اللہ بیگم جو وفا بیگ خان کی نواسی تھی اور تاج محل کی مصاحبت مین رہتی تھی ایک دن بادشاہ نے اُسے دیکھ لیا اور لے دلکش پسند آگئی اُسکی طرف رغبت فرمائی خفیہ نویس نے یہ قصہ نائب تک پہونچا دیا یہ تو اس تلاش مین تھے ہی کہ کوئی ایسی عورت پیدا ہو کہ اپنی طرف بادشاہ کے دل کو کھینچ لے کیونکہ جب تک دوسری طرف اُن کا دل راغب نہ ہوگا ملکۂ زمانیہ کی طرف سے دل نہ پھرے گا پس بسم اللہ بیگم سے خفیہ سازش کی کہ اگر میری مرضی کے موافق رہوگی اور جو مین کہونگا اُس پر عمل کروگی تو تمکو ملکۂ زمانی کے رتبہ پر پہونچا دونگا بسم اللہ بیگم نے اس لحاظ سے کہ نائب کو پورا اختیار حاصل تھا اُنکی بات منظور کرلی اب نائب اشارے اور کنائے مین بادشاہ کے سامنے بسم اللہ بیگم کی تعریفین کرنے لگے یہانتک کہ بادشاہ اُس سے نکاح کرنے کو آمادہ ہوگئے اور بڑی دھوم دھام سے یہ شادی ہوئی حکیم صاحب نے اس عورت کو اپنی بیٹی بنایا اور دن بدن اس کا رتبہ بڑھنے لگا جب نائب کو یقین کامل ہوگیا کہ بادشاہ اس پر فریفتہ ہین اور ملکۂ زمانی کی خواہش نہین رہی تو علانیہ ملکۂ زمانیہ کے نوکرون کے سامنے اُنکو ناسزا الفاظ سے یاد کرنے لگے کہ وہ سُن سُن کر خون جگر کھاتی اور چپ رہتی اسی طرح بادشاہ بیگم کی جناب مین رکیک وخلاف رتبہ کلمات کہنے لگے جنھین سُن کر اُنکے دل کو صدمہ ہوا اور حکیم صاحب کی خرابی کی فکر مین پڑین تاج الدین حسین خان سے بھی فریب شروع کیا یہ شخص حکیم صاحب کا رازدار تھا اس لیے اپنی کوشش سے مسٹر جان لو صاحب ریزیڈنٹ حال کے مزاج کو حکیم صاحب کے موافق کردیا تھا جسکی تفصیل یہ ہے کہ جب جان لو صاحب ریزیڈنٹ ہو کر آئے تو تاج الدین حسین خان نے اُن سے موافقت کرکے حکیم مہدی علی خان کا دوست بنا دیا حکیم صاحب تاج الدین حسین خان کی اس حُسن خدمت کے ممنون ہوئے جب اُنھون نے اپنا حق نائب پر ثابت کردیا تو عرض کیا کہ میرے ذمے محاسبان سرکار نے ۲۲- لاکھ روپے

ہاتھ صاف کرینگے پس انسانون خصوصًا سرداروں کو چاہیئے کہ بدون کو مٹا کر خلق اللہ کے
ساتھ احسان کرین نہ کہ بُرون کے احسانمند ہون اور اُنکے ظلم روکنے کی کوئی تدبیر عمل مین لائین
اب مجھکو اور تمکو یہ بات مناسب ہے کہ نائب کی شکایت بادشاہ کے حضور مین پیش کرین اور
ایک جماعت کو اس معاملے مین اپنے ساتھ متفق کرلین اگر بادشاہ کے چہرے پر اُن باتون کے
سننے سے کراہیت معلوم ہو تو آیندہ پھر کبھی اس بات کو منھ سے نہ نکالین ورنہ اشارے
اور کنائے مین نائب کی بُرائیون کو ثابت کردین غرضکہ سب نے بالاتفاق علانیہ اور
اشارات مین نائب کی بُرائی بیان کرنی شروع کی بادشاہ بھی یہ باتین رغبت سے سُن کر
شریک کلام ہونے لگے کیونکہ خود بھی نائب کی سخت مزاجی سے تنگ تھے ایکدن تاج الدین حسینخان
سے فرمایا کہ ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ حکیم مہدی علی خان کو معزول کرکے تمکو کہ بہ نسبت اُنکے
بہت لائق ہو نیابت کے کام پر مقرر کرین جب یہ میٹھی میٹھی آواز خان مذکور کے کانون مین
پہونچی بادۂ جاہ کے نشے سے بیہوش ہو کر عقل زائل ہو گئی اور یہ نہ سمجھے کہ اس بات مین کیا
مصلحت نہان ہے خود بھی معزول کرانے کو مستعد ہو گئے اور ترغیب آمیز باتین بادشاہ سے
عرض کین بادشاہ نے فرمایا کہ ہمکو یہ فکر ہے کہ مبادا رزیڈنٹ انکی معزولی مین کلام کرین تاج الدین حسینخان
نے عرض کیا کہ حضور دل مین کوئی دغدغہ نہ لائین انگریزونکو جناب والا کی سرکار مین مطلق مداخلت
حاصل نہین ہے مین کل ہی رزیڈنٹ کو اطلاع کردونگا کہ بادشاہ سلامت تشریف لا کر آپ سے بعض
باتین تنہائی مین بیان کرینگے اگر موافق معمول کے حکیم مہدی علی خان شریک ہونا چاہین
تو انکو روک دیا جائے پھر حضرت اچھی طرح جس قدر دل مین آئے اطمینان سے اُنکی شکایتین
بیان کرین رزیڈنٹ بھی سب باتین سُنکر حکیم صاحب کی تندخوئی اور بے اعتدالی سے مطلع
ہوجائین اور پھر کوئی بات اُنکے موافق نہ کہین وہان سے دولتسرائے کو لوٹ کر فوراً قید

چاہیئے اگر پاؤن جما لیئے تو اُکھڑنا مشکل ہوگا بادشاہ یہ تقریر سُن کر اور بیزار ہوگئے تاج الدین حسین خان
نے بھی بادشاہ کو اُن رازون سے آگاہ کردیا جو بادشاہ کی اطلاع کے بغیر انگریزون سے نائب نے
کیے تھے ان تمام باتون نے بادشاہ کو اتنا برہم کیا کہ منتظم الدولہ کی خرابی کے درپے ہوگئے چنانچہ
ایکدن بادشاہ بیگم سے کہا کہ مین جو کچھ کرتا ہون بغیر آپکی صلاح کے نہین کرتا اور یہ شخص بھی بغیر آپکی
صلاح کے نائب نہین بنا ہے جو کچھ ارشاد ہوگا اُسکی تعمیل کیجائے گی بادشاہ بیگم نے کہا کہ یہ درست
ہے لیکن نوکر کو اپنے قابو مین رکھنا چاہیئے نہ کہ اُسکے سامنے اپنی ہستی کو بے حقیقت کردینا چاہیئے
اور نوکر کو اتنا غالب نہ کردے کہ آپ اُس کا محتاج بن جائے اب صلاح یہ ہے کہ مہدی علیخانکو
موقوف کرکے روشن الدولہ کو کہ وہ اس سرکار کا نمکخوار قدیم ہے اور تمھارے والد نے اُسکو عزت
دی تھی اور کارکن بنایا تھا اور لیق اور کارپرداز آدمی ہے یہ عہدہ دیا جائے بسم اللہ بیگم نے بھی
مہدی علی خان سے عہد و پیمان کے خلاف آتو کی سلسلہ جنبانی سے اُن کی بیخ کنی کی بہت کچھ باتین
کہین۔ آتو نے بیگم کو سمجھایا کہ جبتک یہ نائب بخیل و نحوس اپنے عہدے پر برقرار ہے تمکو کوئی نمود
حاصل نہوگی۔ اور نہ مجھکو کوئی فائدہ پہونچے گا ان دنون بادشاہ بھی اُس سے مکدر ہین پس اسوقت
سے بہتر کوئی وقت اُسکے اُکھیڑنے کا نہ ملے گا قدسیہ بیگم نے کہا کہ پہلے دن اس شخص نے مجھ سے
وعدہ لیا تھا اور مجھکو اپنی دختر بنایا ہے پھر مین کیونکر بے سبب اُسکے خلاف کوئی لفظ زبان سے
نکالون اور عہد توڑون آتو نے جواب دیا کہ اگر عہد پر پابندی منظور ہے تو اپنی عظمت اور ترفہ سے
ہاتھ اُٹھا لینا چاہیئے۔ دنیادار کو چاہیئے کہ جس امر مین اُسکی فلاح و بہبود ہو اُسے اختیار کرے
جسنے اس زمانے مین وضع کی پابندی رکھی وہ کبھی مراد کو نہین پہونچ سکتا اس بات کو اپنے
دل مین خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ منتظم الدولہ نے تمھارا فروغ رغبت دلی سے نہین چاہا بلکہ ملکۂ
زمانیہ کی خرابی و بربادی کے لیے تمکو ترقی دلائی ہے جب اُدھر سے فرصت پالین گے تو تم پر

چکا کر پھر بتدریج خزانۂ شاہی سے وصول کرونگا مگر اُنھون نے برخلاف اپنے وعدے کے جسقدر چاہا روپیہ خزانۂ عامرہ سے لیا اور وہ بھی تمام و کمال تقسیم نہین کیا - اور اپنی خوش انتظامی کو سرکار کمپنی مین شہرت دی دوسرے جو روپیہ معتمد الدولہ آغا میر کے ذمے باقی تھا اُسکے وصول کرنے کی ذمہ داری اپنی ذات پر لی تھی معتمد الدولہ کانپور کو چلے گئے اور وہ روپیہ اُن پر باقی رہگیا تیسرے اُنکی طماعی کی یہ کیفیت ہے کہ علاوہ اُس مشاہرے کے جو معتمد الدولہ اور اعتماد الدولہ پاتے تھے ہر سیکڑے پر پانچ روپلے آمدنی مال مین سے اور اسی قدر تنخواہ ملازمین مین سے جسکا حساب لاکھون تک پہونچتا ہے رسوم کے نام سے لیتے ہین اور دیانت کا یہ حال ہے کہ خود تو رشوت لیتے نہین مگر احمد علی خان اور ابوطالب خان اور سید محمد خان وغیرہ اپنے لواحقین کو ایسا چیرہ دست کر دیا ہے کہ اُنھون نے لاکھون روپے رشوت مین اہل شہر سے لیے اور منتظم الدولہ ہمیشہ دیکھتے اور کچھ نہ کہتے چوتھے ہمارے مصارف مین اس قدر جزرسی کی کہ اگر ہم سو روپیے کسی کو انعام کے دلوائین تو پانچ روپے اُسکو دیکر ہمکو بدنام کرتے ہین پانچوین تمام امرائے شہر کو اپنی بدزبانی سے ناراضامند کیا اور ہمارے محلات و اہل حرم کو بے حرمتی کے الفاظ سے یاد کرتے اور اُنکی آبرو کا پاس نہین کرتے پس نوکر نہ ہوئے آقائے نعمت ہوئے -

رزیڈنٹ نے بادشاہ کو نائب کی طرف سے جب اتنا دلگیر پایا تو کہا کہ آپ اپنی ریاست کے مالک ہین جو کچھ مناسب معلوم ہو عمل مین لائیے کوئی تردد کا مقام نہین اس مین غیر کو دخل نہین بادشاہ اس جواب سے شادان و فرحان رزیڈنٹ کے پاس سے واپس آئے نجم الدولہ کو حکم دیا کہ روشن الدولہ کو لائے اور اپنے باپ نظام الدولہ کو بھی حاضر کرے جب یہ خبر قدسیہ بیگم اور بادشاہ بیگم کے محلون مین پہونچی کہ اب حکیم مہدی علی خان کی معزولی اور روشن الدولہ کی منصوبی ہوتی ہے تو سب کے چہرون پر بشاشی آگئی حکیم مہدی علی خان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بہت آزردہ ہوئے اور گلبدن

کر دین اور اُنکی مفسدہ پردازی سے مطمئن ہو جائین اگر رزیڈنٹ اُسوقت نائب کے روکنے کو
بھول جائین تو حضرت کے ہاتھ مین رزیڈنٹ کا ہاتھ ہوگا اشارے کے لیے ہاتھ کو حرکت
دیدین تاکہ یاد آجائے خانہ زاد یہ تمام باتین رزیڈنٹ کو سمجھا دیگا اس کے بعد بادشاہ بیگم سے
مشورہ ہو کر بات پختہ ہو گئی اور روشن الدولہ کی نیابت کے لیے رائے قرار پکڑ گئی قدسیہ بیگم اور
آتو جی کی صلاح بھی شامل تھی آتو جی کی تدبیر اس رشتے کو بل دینے مین زیادہ کارگر تھی اور قرار
پایا کہ شب مین روشن الدولہ کو یہان خفیہ بلا کر عہد و میثاق مستحکم کر لیا جائے آتو خود بارہ دری کے
راستے سے میانے مین سوار ہو کر روشن الدولہ کے گھر گئی اور تمام رازون سے واقف کر کے
کہا کہ آج رات کو تم بلائے جاؤ گے آتو لوٹ گئی اور رات کو سواری بھیجکر روشن الدولہ کو
بلوالیا۔ جو منتظر طلب بیٹھے ہوئے تھے روشن الدولہ بادشاہ کے سوالات کے جواب باصواب
گزارش کر کے صبح کے قریب اپنے مکان کو لوٹ آئے اور تمام حالات سے سبحان علی خان کو
مطلع کیا۔ صبح کو بادشاہ سوار ہو کر رزیڈنٹ کی کوٹھی پر تشریف لے گئے اور معمولی مدارات کے
بعد خلوت ہوئی نائب رنگ زمانہ سے غافل تھے شریک خلوت ہونے کو پیچھے پیچھے چلے رزیڈنٹ
کے ہاتھ مین اُسوقت بادشاہ کا ہاتھ تھا اُنھون نے اشارہ کیا رزیڈنٹ نے آگاہ ہو کر تاج الدین حسینخان
کے کہنے کے مطابق اُنکو منع کیا اب مہدی علی خان سمجھے کہ یہان رنگ ہی اور ہے پژمردہ اور
مضمحل ہو کر مکان کے دروازے پر بیٹھ گئے اور چہرے سے حکومت کا رنگ اڑ گیا اب بادشاہ
نے باطمینان رزیڈنٹ سے باتین کرنی شروع کین اور کہا کہ لوگ تلون مزاجی کا اتہام لگائین گے
مگر آپ جانتے ہین کہ نوکر مالک کی تفضیح کے لیے ہوتا ہے یا آرام دینے کے واسطے مین نے جب
حکیم مہدی علی خان کو نائب بنایا تھا تو اُنھون نے چند وعدے کیے تھے اُن مین سے ایک
ادا نہوا پہلا وعدہ یہ کیا تھا کہ نوکرون کی جس قدر تنخواہین چڑھی ہوئی ہین وہ اپنے پاس سے

امید پر رشتہ داری کی آج سختی کا وقت آیا تو حمایت سے گریز کرتا ہے اس لیے مین آپکی
پاس خاطر سے دوسری شق اختیار کرتا ہون اور اُسی وقت حکیم صاحب سے رخصت ہوکر
رزیڈنٹ کے پاس آئے اُنھون نے پوچھا کہ اسوقت یہان تمھین کسنے بھیجا ہے مرزا نے
حکیم مہدی علی خان کا نام لیا رزیڈنٹ نے کہا کہ تم بادشاہ سے نہین ڈرتے جو ایسے وقت
مین اُنکی طرف سے سوال وجواب پر کمر باندھی ہے مرزا نے کہا کہ جہان پناہ کا خوف مسلم ہے
لیکن آپ غور کرین کہ اسوقت منتظم الدولہ بیکار ہین اُنسے کسی کو نفع کی امید نہین اور بادشاہ
فضل الٰہی سے تخت حکومت پر برقرار ہین جب اسوقت نائب معزول نے مجھے بلایا اور لجاجت
کی تو اپنے دل مین مین نے خیال کیا کہ سبحان اللہ دنیا عجب عبرت کی جگہ ہے کہ کل تک یہ شخص
لاکھون آدمیون پر حاکم تھا اور آج ایک آدمی کے لیے محتاج ہے بس خدا کے خوف کو بادشاہ کے
خوف پر مقدم رکھا اور دنیا کے نفع کو ترک کرکے اُنکی مدد کو اچھا جانا اگر اس کام مین فائدہ ہاتھ
سے جائے تو جائے مگر مروت کی راہ مین نیکنامی حاصل ہے اگر مجھ مین کوئی بُرائی نہوگی تو مصائب کا
اندیشہ نہین ہے رزیڈنٹ کو یہ تقریر پسند آئی اور اس ہمت پر تحسین کی حال پوچھا بیان کیا کہ منتظم الدولہ
نے کہا ہے کہ مین نے عرصۂ دراز سے اس سرکار کے تعلقات چھوڑ کر سرکار انگریزی کے ملک مین سکونت
اختیار کی تھی اور شاہ انگلستان کی رعیت بن گیا تھا شاہ اودھ نے ایک شقہ اپنے ہاتھ سے میرے
نام لکھکر اپنے ایک امیر مرزا بندہ حسن نامی کے ہاتھ میرے پاس بھیجکر بلایا مین نے خیال کیا کہ
اس سرکار کا ملک اہلکارونکی بے سلیقگی سے برباد ہورہا ہے جسکی وجہ سے قرب وجوار کے
انگریزی علاقے مین بھی فتنہ اور شورش پیدا ہوتی ہے اور مجھکو اپنا قدیمی خیرخواہ سمجھکر طلب کیا ہے اس لیے
مین نے مناسب سمجھا کہ ایسے وقت مین شریک حال ہوکر حق نمک خوارگی ادا کرون اور ملک کے سر سے
بلائے بے انتظامی وخرابی کو دفع کرون اس کام مین دونون سرکارون کا نفع تھا - علاوہ اس کے

تھانون کے پیش کرنے کے بہانے سے بادشاہ کے پاس آنا چاہا جواب ملا کہ اسوقت کوئی ضروری کام درپیش ہے دوسرے وقت لاکر ملاحظہ کرائین مجبور ہوکر مضطربانہ اپنے مکان کو لوٹے راستے مین سُنا کہ روشن الدولہ اور انتظام الدولہ کو بادشاہ نے طلب فرمایا ہے بید کی طرح لرزنے لگے اور نہایت خوف و ہراس کی حالت مین اپنے گھر پہونچے۔

حکیم مہدی علی خان کا رزیڈنٹ کو اپنا حامی بنانا اس لئے حکام سلطنت کا اُن پر ہاتھ نہ ڈال سکنا

حکیم مہدی علی خان نے دل کو قابو مین کرکے یہ خیال کیا کہ سخت دشمن پہونچ گیا ہے اُسکا دل مجھ سے بیحد ناراض ہے جو کچھ مجھسے اُسنے تکلیفین کل پائی تھین آج اُنکے بدلے مین کسر نہ اُٹھا رکھے گا اور پورا پورا انتقام لے گا۔ عقدہ کشائی کی یہ تدبیر سوچی کہ مرزا حیدر پسر مرزا محمد تقی کو جن سے سمدھیانہ کا تازہ رشتہ قائم ہوا تھا بلاکر کہا کہ یہ وقت میری بیکسی کا ہے اگر دستگیری کروگے تو جوانمردی سے بعید نہو گا مرزا نے کہا کہ ایسا کونسا سخت کام درپیش ہے ظاہر فرمایئے جواب دیا کہ چند منویون نے بادشاہ کے مزاج کو میری طرف سے برہم کردیا ہے اور وہ سب مل کر میری خرابی کے درپے ہین اور میری حرمت بگاڑنا چاہتے ہین میری حرمت کے بارے مین رزیڈنٹ سے گفتگو کیجئے اور اُن سے کہیے کہ حساب و اجبی مجھسے لیا جائے مگر حرمت کی مزاحمت اور عزت کی خرابی نکی جائے مرزا اُسوقت بہت متامل ہوئے اور دیر تک خاموش رہکر کہا کہ بہت مشکل کام اور سخت معاملہ واقع ہوا ہے کہ نہ آپ سے انکار کی مجال ہے اور نہ بادشاہ سے مقابلے کی طاقت اگر مین کوشش کرتا ہون تو ابھی بادشاہ سے قطع تعلق ہوکر ڈیڑھ سو برس کی بہبودی کا مکان ہاتھ سے جاتا ہے اگر آپ سے انکار کرتا ہون تو لوگ کہین گے کہ کل تو نفع کی

یا مغلانیون یا پیش خدمتون کے لیے ہے اس لیے وہ تدبیر کرنی چاہیے کہ نہ تو حکم عدولی ہو اور نہ خرچ بڑھے دو تین دن مین چاندی کے عدد بنواکر اُن پر سونے کا ملمع کرا دیا بادشاہ نے پسند کرکے تعریف کی اور بٹوا دیے جبتک نائب کام پر رہے اُنکی تعریف ہوتی رہی اب بیزار ہوکر اُنکو بادشاہ نے علحدہ کر دیا تو طرح طرح کے عیب تلاش کرنے لگے اتفاق وقت سے دو تین کنگنون کا ملمع دور ہوکر چاندی دکھلائی دینے لگی رفع اشتباہ کے لیے کئی عدد کٹوائے دیکھا تو چاندی کے تھے اس بات کو نائب کی بہت بڑی خیانت قرار دیا اور تمام کنگن صاحب رزیڈنٹ کے پاس بھیجکر کہلا یا کہ دیکھئے مہدی علی خان کیسے خائن ہین کہ سونے کے دام لیے اور چاندی پر ملمع کرا دیا جبکہ ادنے کام ہین یہ غبن ہے تو بڑے بڑے کامون مین کتنا خرد و بُرد کیا ہو گا رزیڈنٹ کو بھی بہت حیرت ہوئی اور تحقیقات کے لیے منتظم الدولہ کے پاس کنگن بھیجے اُنھون نے کہا کہ انکی قیمت کاغذ مین دیکھنی چاہیئے اگر چاندی کے دام مندرج ہون تو الزام بیجا ہے اور اگر سونے کے جڑے ہون تو بیجا ہے اس سرکار مین طرفگی یہ ہے کہ جتنی خیر خواہی کیجائے اور جس کوشش سے کام کیا جائے وہ سب ہیچ ہے کاغذ کو دیکھا گیا تو چاندی کا نرخ لکھا ہوا تھا اس سے محاسبے کے باب مین سب کی زبانین بند ہو گئین۔

حکیم مہدی علی خان کی معزولی کے مقدمے مین گورنر جنرل کی اطلاع کے بغیر جو زیادہ اصرار نامناسب تھا رزیڈنٹ نے اسی بات پر کفایت کی کہ ہمکو حکیم صاحب کے عزل و نصب سے کسی طرح کام نہین مگر اُنکی عزت و حُرمت کی پاسداری بنظر دور اندیشی ملحوظ خاطر عالی رہے آیندہ جو کچھ تجویز فرماکر تحریر کیا جائے اُسکے مطابق گورنر جنرل کو اطلاع دیجائے کہ ۱۲۴۸ھ ہجری مین جو خط حکیم مہدی علی خان کی معزولی کے باب مین لکھکر گورنر جنرل کے ملاحظے کے لیے رزیڈنٹ کے پاس بھیجا اُس کا ترجمہ یہ ہے۔

جب مجھکو بلایا تھا تو اُس وقت مین نے فرخ آباد کے ہر ایک انگریز سے صلاح لی سب نے بالاتفاق روانگی کا مشورہ دیا تب مین آیا یہان آنے کے بعد مہمات مالی و ملکی مین جو عرق ریزی کی وہ سب ظاہر ہے جو لوگ سمجھدار تھے وہ ایسی سرکار مین میرے اس خون جگر کھانے کا آخر مین یہی صلہ ملنا گمان کرتے تھے جو اب پایا۔ اب آپکی توجہ سے یہ امید ہے کہ میری عزت کی حفاظت کیجئے جو کچھ محاسبہ مجھپر نکلے گا المضاعف ادا کرونگا۔ لیکن یہ اندیشہ ہے کہ مبادا بادشاہ دشمنون کے اغوا سے میری عزت کے درپے ہون اُسوقت مین اپنے آپ کو ہلاک کر دونگا زریڈنٹ نے جواب دیا کہ حکیم صاحب سے کہنا چاہیے کہ جبکہ آپ کا دامن حساب سے پاک ہے تو محاسبے کا خوف نرکھنا چاہیے اطمینان اور آرام سے بیٹھے رہو کوئی تمھاری عزت پر ہاتھ نہ ڈال سکے کا مرزا خوش وخرم وہان سے لوٹ کر آئے حکیم صاحب کو متفکر پاکر تمام حال کہا وہ اس نوید جان بخش سے مطمئن ہو گئے۔

بادشاہ نے بختاور سنگھ کو حکیم مہدی علی خان کے نظر بند کرنے کا حکم دیا ابھی تک وہ ڈیوڑھی کوٹھی مین قیام پذیر تھے دفعتہً پہرے جاکر کھڑے ہو گئے اور ساتربیع الاول ۱۲۴۸ھ ہجری مطابق ماہ اگست ۱۸۳۲ء کو معزول ہوئے اب حکیم صاحب کی حکمت ساری بھول گئی۔

تاج الدین حسین خان اس تصور مین تھے کہ وزارت میرے ہاتھ لگے گی مگر یہ دولت روشن الدولہ محمد حسین خان بہادر صولت جنگ کو نصیب ہوئی اور سبحان علی خان شریک مشورہ قرار دیے گئے اور عہدۂ سفارت رزیڈنسی تاج الدین حسین خان سے متعلق رہا۔

حکیم صاحب پر نہایت لغو محاسبہ

پہلا محاسبہ جو حکیم صاحب کو پیش آیا وہ یہ ہے کہ بادشاہ نے اُنکی وزارت کے زمانے مین اُنکو حکم دیا تھا کہ پانسو جوڑی طلائی کنگن بنواکر بھیجدین نائب نے سمجھا کہ یہ فضول خرچی کہاریون

شفقت والطاف کا بیان نہین ہوسکتا کہ انھون نے اُسکے ارادے کی تہ کو پہونچ کر اُسکے منصوبے مین اپنے آپکو شریک نہ فرمایا اور یادداشت شرح ملاقات بین ۳ جنوری ۱۸۳۱ء دستخطی پرست صاحب سکرٹری خاص مین یہ عبارت مندرج فرمائی۔ لیکن ماموری بہادر موصوف باین عہدۂ والا بر فعل ذات ستودہ صفات متصور ست نہ این جانب را نوعی دران شرکت و مداخلت بودہ بلکہ عمداً از شمول آن کنارہ کش گردیدیم و نہ از خود بعطاے خلعت فاخرہ بہ تقریب سرفرازی او شان پرداختیم و نہ عطاے آن روبروے این جانب ازان سامی مکان قبول کردیم انتہیٰ اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ ۲۵۔ صفر ۱۲۴۶ھ ہجری کو ایک خط مین حضور کی طرف سے مسٹر ماڈک (مڈک) صاحب بہادر کے نام عبارت نا ملائم لکھکر بھیجی جس سے صاحب موصوف نہایت رنجیدہ خاطر اور غصہ ہوئے اور پھر اُسکے لکھنے کی تہمت اہلکاران دار الانشا کے سر پر تھوپی اور کہا کہ میری اطلاع اور آگاہی کے بغیر اُنھون نے اپنی طرف سے ایسا لکھدیا ہے اور تمام عملے کو معطل کر دیا حالانکہ اُنکا کام صرف صاف کرنے کا تھا اس سے زیادہ اُنکو کوئی مداخلت نہ تھی جو کچھ یہ شخص چاہتا تھا وہ لکھواکر جاری کر دیتا تھا۔ اور آپ کے دل مین یہ بات ہرگز نہ آنی چاہیئے کہ حضور کی طرف سے ایسا اختیار اس شخص کو کیون دیدیا گیا اس لیئے کہ اولاً یہ امر کچھ حضور ہی پر موقوف نہین سواے اُن سلاطین کے جو بذات خود بادشاہ ہوتے ہین ایسے بادشاہون کو جو باپ دادا سے وراثت مین سلطنت پاتے ہین اور پوترون کے امیر ہوتے ہین کامون کا تجربہ کمتر ہوتا ہے دوسرے لفظ بلفظ کاغذات کے طومار کو دیکھنا اور اُسکے حسن و قبح کو جانچنا بادشاہان ہندوستان کا کام کم رہا ہے تیسرے جس کسی کو اپنا نمک حلال اور خیر خواہ تصور کرکے مدار المہام اور مختار سلطنت بنایا جاتا ہے تو اُس پر ضرور اعتماد کرنا پڑتا ہے اور اُسکی طرف سے یہ اطمینان رہتا ہے کہ دولت خواہی کے

ترجمۂ خط نصیرالدین حیدر در باب معزولی منتظم الدولہ۔

آپنے جو کچھ گفتگو منتظم الدولہ کی معزولی کے باب مین کرر حضور کے ساتھ کی اس مین شبہہ نہین کہ اُسکی منشا صرف محبت و نیک اندیشی اس سرکار کے حق مین تھی لیکن آپ کو حقیقت حال سے آگہی نہین ہے اور حضور کو اُن اُمور مین سے اکثر کے بیان کرنے سے حجاب آتا ہے اور نہین چاہتے کہ زبان پر اُنکا ذکر آئے لیکن اب بضرورت مفصل لکھا جاتا ہے۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو ہم نے فرخ آباد سے محض اسوجہ سے بلایا تھا کہ اس ریاست کے ساتھ اُسکے تعلقات قدیم سے چلے آتے ہین اور مشارٌالیہ نے فقط اس سرکار سے ثروت و ترقی پائی ہے اور ادنے درجہ سے مرتبہ اعلیٰ کو پہونچا ہے اور قلمرو سرکار کمپنی مین بطور خوش باشون کے سکونت اختیار کر لینے کے سوا اور کسی قسم کا اُس سرکار سے توسل اور استحقاق نہین رکھتا اور یہان بھی بغیر توسط شمول سرکار کمپنی کے آیا ہے ہم نے اسکی قدامت پر خیال کر کے وزارت کے عہدے پر سرفراز فرمایا اور ہر طرح کی مہربانی اُسکے حق مین مرعی رکھی اور مختار کل کر دیا جسکا حال تمام مخلوق پر ظاہر ہے لیکن جسقدر اُسکے فساد طینت کا حال زبان زد خلق تھا اور جو کچھ صاحبان رزیڈنٹ سال سیل کرنیل کالمس صاحب بہادر اور کرنیل جان بیلی صاحب بہادر دفتر رزیڈنٹی کے جرائد مین اسکی نسبت لکھ گئے ہین اُسکا حال ابتدا مین حضور کو بالکل معلوم نہ تھا یہ شخص ابتدا سے ریاست پر تسلط کی فکر مین تھا اور چاہتا تھا کہ کسی صورت سے حضور کو بے اختیار کر دے چنانچہ اس خیال سے حضور کی طرف سے ایک محبت نامہ اٹھارہ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۶ھ ہجری کو لکھوا کر اُسکے ذریعے سے چاہا کہ کمپنی کی حمایت مین آجائے تاکہ حضور کو اُسکی معزولی کے باب مین کسی طرح کا اختیار باقی نہ رہے لیکن نواب گورنر جنرل بہادر بالقابہ کی

اور پھر نہایت دروغ اور کذب کی راہ سے یہ لکھوادیا کہ یہ روپیہ اپنے پاس سے سرانجام
کرکے سرکاری خرچ مین لایا ہون اور پھر اسقدر روپون کو پٹہ اور قبولیت کی تحریر مین
مجرلے لیا جس سے ایک طرف تو ملک اُسکی ملکیت ہو جاتا اور دوسری طرف اتنا بڑا قرض
اسکے سبب سرکار کے ذمے ہوجاتا اور آپ اس بات کو یقین کرینگے کہ حضور کو اُسکے جعل و فریب
کی اصلا خبر نہ تھی۔ حضور سے اُس نے یہ کہا تھا کہ اہالیان دولت کمپنی کی صاف مرضی
یہ ہے کہ اس ملک پر اپنا قبضہ کرلین مین نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ اپنی ذمہ داری دس برس
تک کے لیے ظاہر کرونگا تاکہ ارکان سلطنت کمپنی کو اس عذر کی وجہ سے تصرف اور قبضہ کا
موقع نہ ملے اگرچہ اس بات کو حضور کے دل نے باور نکیا لیکن چونکہ عنان اختیار اُس کے ہاتھ
مین سپرد کی تھی ہم نے سکوت کیا مگر کہانتک شکر نواب گورنر جنرل کی لطف و عنایت کا
ادا کیا جائے کہ جب صاحب قائم مقام رزیڈنٹ کی تحریر کے ذریعہ سے اس امر کی اطلاع
ملی تو یکتادلی اور اتحاد قدیمانہ کے پاس و لحاظ سے اس بات کو قبول نہ فرمایا اور ۱۱ جون سنہ ۱۸۳۱ع
کو جیساکہ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کے خط مورخہ ۱۵ محرم سنہ ۱۲۴۷ ہجری سے مستفاد
ہوتا ہے اس کام کی نامنظوری کمال اصرار کے ساتھ تحریر فرمائی جسکے بعض فقرات یہ ہین
"القاب حضور کہ بہ شاہ اودھ مقبول شدہ تا وقتیکہ باین خطاب ہستند خود را از واجبات
و مستلزمات آن بری نتوانند کرد ہم ازین جانب اطلاع سازند کہ سرکار کمپنی انگریز بہادر گاہی
چنین اقرار و قبولیت و پٹہ را کہ بالفعل از حضور نوشتہ شدہ است منظور و مقبول نتواند فرمود"
پس گویا از سر نو اُنھون نے یہ ملک حضور کو دیا ورنہ اگر یہ امر قبول فرما لیتے تو چونکہ تحریر حضور کی
مُہری تھی حضور کو انکار کی کیا گنجائیش ہوتی اور درحقیقت ریاست اسقدر مدت کے لیے ہاتھ سے
نکل جاتی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بالفعل جو حضور کو اُسکی طرف سے تنفر اور رمیدگی پیدا ہو کر اُسکے عزل پر

خلاف نکرے گا چنانچہ لگلے وقتون مین اکثر سلاطین اولوالعزم محض ناخواندہ گذرے ہین پس وہ
کسطرح تحریر کے نیک و بد کا امتحان لپنے ذمے کر سکتے تھے اور مدارالمہام اور کارگزار پر اعتماد
اور بھروسہ کرنے کے سوا کیا چارہ تھا - خلاصہ یہ ہے کہ اس شخص نے تسلط اور ردتحریر کے بعد
وہ کام کیا کہ ابتداے ابوالبشر آدم سے آجتک کارگزارون مین سے کسی نے ہرگز نہین کیا ہے
یعنی تمام ملک کا اجارہ لپنے نام پر تجویز کرکے بطور پٹہ اور قبولیت کے اپنی طرف سے ایک
عبارت اختراع کرکے ایک مراسلہ غرۂ ربیع الاول ۱۲۶۶ہجری کو حضور کی جانب سے لکھوا کر
اس پٹے کی نقل اس مراسلے کے ساتھ نواب گورنر جنرل کی اطلاع کے لیے قائم مقام صاحب
رزیڈنٹ کے پاس بھیجی اور مطابق اُسکے نواب گورنر جنرل کے نام نامی پر محبت نامے لکھوا کر
لپنے پاس رکھ چھوڑے تھے جن کو ابتک واپس نہین کیا - طرفہ کام کیے ہین کہ کسی نے کانون سے
بھی نہ سنین ہونگے **اول** تمام ملک کی جمع جو قطع نظر وصول خام کے ایک کروڑ تینتیس لاکھ روپے
مین وقت تفویض مُلک مفوضہ کے اس سرکار کے حصے مین رہی تھی کل اکاسی لاکھ روپیہ
جمع اصل و اضافہ قرار دی اور آیندہ چار سال تک کے لیے پانچ پانچ لاکھ روپے کا اضافہ
لکھا پھر اس سے آگے کو پانچ برس تک جمع مساوی رکھی اور اسطرح دس برس کے لیے تمام
ملک لپنے اجارے مین مقرر کر لیا پس ظاہر ہے کہ ہر سال لاکھون روپے جمع عین المال سرکار
مین لپنے اُڑانے کے لیے باقی رکھے **دوسرے** نہایت جوش تسلط مین آکر عبارت پٹہ مین
سرکار کی طرف سے یہ اقرار مندرج کیا گیا کہ اگر نامبردہ مرجائے تو اُسکا وارث بسبب اس تحریر کے
مُلک کا مالک ہوگا سبحان اللہ کیا دوراندیشیان ہین کہ اپنی موت کے بعد بھی حضور کی بے اعتباری
اور اپنے وارث کا تسلط ملحوظ رہا گویا اس مُلک کو اپنی ملکیت موروثی سمجھ لیا تھا **تیسرے**
عجب جعل و فریب کیا کہ پچاس لاکھ روپے خزانۂ قدیم سے تنخواہ داران سابق کو دینے کے نام سے لیے

جن محالات مین کہ اس روپے کے وصول ہونے کی گنجایش نہ تھی اس علاقے کی جمع معین مین سے فی صدی پانچ روپے کے حساب سے منہا کرکے اپنا رسوم قایم کیا اور یہ جو ظاہر کرتا ہے کہ مین نے سرکار کا فائدہ کیا ہے محض فریب ہے کیونکہ آمدنی کا زرکثیر اُسکے تصرف مین ہے اور جو کچھ خزانۂ سرکار مین وضع ہوا وہ تمام اپنے نام پر جمع کیا اور اُس کے بیان کا جھوٹ ثابت کرنے کے لیے اس رسوم کے فرمان کی عبارت جسکی نقل اسکے ساتھ بھیجی جاتی ہے کافی ہے کہ اگر سرکار کے نام پر جمع کرتا تو اس تحریر مین اپنا نام کیون لکھوا دیا اور ابتک سند اُسکی کس لیے حرز جان سمجھکر اپنے پاس رکھ چھوڑی ہے اور یہ مختصر سی ریاست اسقدر گنجایش نہین رکھتی کہ کم و بیش پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ مداخل و مخارج کے رسوم کی بابت علاوہ اُس کے اقربا اور عزیزون کے درماہے کے جو ایک لاکھ روپیہ سے متجاوز ہے اس شخص کو دیگر مدار المہامی پر بحال رکھے (۳) ایک ایسا غبن فاحش اور خیانت صریح کی ہے جو آجتک کسی اہلکار سابق و حال نے نکی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے نقد خزانے سے دو مرتبہ کرکے علانیہ اپنے مکان کو بھجدیے اور سرکاری دفتر مین نوٹ کی خریداری کے نام پر لکھوا دیے عند التحقیق معلوم ہوا کہ نوٹ ہرگز سرکار مین نہ پہونچا اور اُسکے اس جواب سے کہ ان دنون استفسار کے وقت دیا ہے معلوم ہوا کہ خاص اُسکا تصرف ہے اور جبکہ مدار المہام سرکار ظاہر مین دیانت اور استغنا اور بے لوثی کا دعویٰ کرے اور حقیقت مین ایسا تغلب بے اندازہ کرتا ہو تو اُسکے باقی رکھنے مین بقاے خزانہ ناممکن ہے (۴) عوض مین اُن تفضلات کے جو اُسپر ہماری طرف سے کیے گئے کلمات سخت اور سُست اس خاندان رفیع الشان کے اکثر منتسبین کے حق مین غائبانہ اور سرکار کے ملازمون کے روبرو کہے اور جن لوگون کے سامنے کہے تھے اُن کی زبانی متواتر ثبوت کو پہونچے جن لوگون نے وہ الفاظ سُنے ہین وہ حلف کے ساتھ گواہی دینے کو تیار ہین یہ بھی ایک طرف نامبردہ حیا و شرم کا پردہ اُٹھا کر بالمشافہہ

نوبت پہونچی اسکے کئی باعث ہین (۱) مُرلسنے قصے کو تازہ کرکے حضور سے از سر نو درخواست کی کہ اسی جمع اور اُسی شرط پر جبتک مُلک مجھکو نہ دیا جائیگا مجھ سے مُلک کا انتظام نہین ہوسکیگا اور اپنی اس درخواست کی قبولیت پر حضور کو آمادہ ہونے کے لیے مجبور کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اب اہالیان سرکار کمپنی سے اجازت نہ مانگی جائیگی اور جسقدر اس بارے مین حضور کی طرف سے دیر ہوتی تھی اُتنا ہی زیادہ اصرار کرتا تھا اور پریشان بناتا تھا اور منع کرنے پر بھی نہین مانتا تھا اور کوئی دن ایسا خالی نہین جاتا کہ اس امر کا تقاضا نکرتا ہو اور اس گفتگو سے روح کو صدمہ نہ پہونچاتا ہو آپ غور فرمائین کہ اگر فقط یہی امر ہوتا اور دوسرے قصورات اُس سے سرزد نہوتے تو کیا یہ قصور اُسکو معزول کرنے کے لیے کافی نہوتا اور اُسکی معزولی کے بغیر کیا کیا جاتا (۲) ایک عجیب وغریب مسودہ اپنے رسوم کی بابت نامبردہ نے وزارت مین پیش کرکے حضور سے لکھوادیا جسکی نقل اسکے ساتھ ہے کسی عہدے کے رسوم کو کسی شخص نے بھی عالم مین نسلاً بعد نسلٍ سُنا ہے پھر اس سے بڑھکر تسلط اور اقتدار کا ارادہ کو نسا ہوگا اور یہ زرکثیر کہ مداخل ومخارج مُلک پر کر یعنی دس روپیہ فی صدی ہوتا ہے اس آمدنی مُلک سے حق وزارت قرار دیا اس معاملے مین بھی نواب گورنر جنرل کا احسان کہانتک بیان کیا جائے کہ خارج سے مُنکر اس معاملے کی نسبت اپنی کراہیت تحریر کی جیساکہ خط قائم مقام رزیڈنٹ بہادر سے جو ۲۳ محرم ۱۲۳۰ہجری کا لکھا ہوا تھا حضور کو واضح ہوا۔ اس شخص نے اس باب مین چندے تامل کرکے صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کے سامنے اپنے لینے سے انکار کردیا حالانکہ ہرگز دست بردار نہین ہوا۔ اور اس باب مین عجیب کام کیا ہے کہ تحریر رسوم مین لفظ سوائے مال سرکار لکھوآتا ہے حالانکہ جو کچھ مملکت سے وصول ہوتا ہے درحقیقت وہ مال سرکار ہے نہ آسمان سے برستا ہے اور نہ زمین سے اُگتا ہے لیکن ایسا کرتا تھا کہ رقم جدید باندھتا تھا

کسی اہلکار نے بغیر حکم والی ملک کے کبھی جاری نہین کیا ہے ایسے امور کے لیے اول شرع کا
حکم چاہیئے بعدہ والی ملک سے اجازت لینی چاہیئے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی کو تشہیر اور
کسی کا منھ کالا کرنا اور گدھے پر چڑھانا خاصکر کسی شریف آدمی کے ساتھ ایسا کرنا قتل کرنے
سے بڑھکر ہے اس شخص کی مدار المہامی کے عہد مین کہ بالطبع ظالم ہے یہ سزائین ایسی
سہل ہوگئین کہ ثقہ آدمیون کو خفیف سے قصور پر تشہیر کرتا اُنکا منھ کالا کرتا اور گدھے پر
چڑھاتا حضور کی طرف سے ایسی سزاؤن کی اجازت ملنا ایک طرف حضور پر تو انکا واقع ہونا
نہایت شاق تھا کئی بار اُسکو منع کیا گیا یہی جواب دیتا تھا کہ اگر میرے ہاتھ سے کام لینا
منظور ہے تو حضور ذرا بھی مداخلت نکرین کمال ناگواری کے ساتھ سکوت کیا جاتا تھا
چنانچہ گنگا درن متصدی کو صرف اس قصور پر کہ اُس نے برطرف ہرکارے کو بحال آدمیونکی
فہرست مین لکھدیا تھا جسکو ہرگز جعل نہین قرار دیا جاسکتا منھ کالا کراکے گدھے پر چڑھوایا
اور تمام شہر مین تشہیر کرایا چنانچہ کسی شخص نے آپ سے بھی اس بات کی شکایت
کی تھی اور آپ نے مومی الیہ سے استفسار کیا تھا افسوس کہ اُسکی بھیجی ہوئی روبکاری کو
بغور نہین دیکھا جس سے ثابت ہوجاتا کہ اس شخص نے ایک بیگناہ آدمی پر ایسا سخت
جبر و ظلم کیا اور اس ظلم کا اُس نے عدل نام رکھا تھا کاش اس عدل کا برتاؤ تمام آدمیونکے
ساتھ یکسان روا رکھتا حالانکہ اپنے متوسلین کے بڑے بڑے قصورات پر درگذر کرجاتا
تھا - دیاندھان جو اُسکا نوکر رکھایا ہوا تھا اور اُسکو بخشی گری کا کلیتہ مالک کردیا تھا
اور اُس نے ایسا کام کیا تھا کہ ابتداے عالم سے کسی نے ایسا کام نکیا ہوگا یعنی قریب چار ہزار کے
پیادہ و سوار غیر ملازم کی تنخواہ تغلب کے ساتھ سرکار سے دلوایا کرتا تھا اُس کو ایکدن بھی
اپنے سامنے بلاکر ایک بات نہ کہی اور اُس سے ایسی بڑی خیانت کی بازپرس نہ کی

حضور کو ایسے کلمات کہنا ہے کہ اُن مین سے بہت ہی کم آپ سے خلوت مین کہے گئے تھے اور
ظاہر ہے کہ ایسے کلمات محتاج اور غریب آدمی کی بھی غیرت اپنے ہمسر سے سُننا گوارا نہین
کرسکتی نہ کہ ولی نعمت بلکہ والی مُلک اور فرمانروا اُنکی برداشت کرسکے اگر اُسکی پیرانہ سالی
اور اس سرکار مین عزت یافتگی اور حضور کی مروت جبلی مانع نہوتی تو جیسے ہی کہ اسطرح کے
کلمات اُسکے منھ سے نکلے تھے اُسکو سزا دیجاتی۔ لیکن اُسوقت سے پھر کبھی اس شخص کی صورت کا
دیکھنا حضور کو گوارا نہین ہوا چہ جائے کہ اُسکی حکمرانی تمام پر اور حضور کے ساتھ شریک صحبت
رہنا اور مجالست گوارا ہو اور اگر آپ کو اس سے تعجب پیدا ہو کہ اس شخص نے کس طرح
ایسے خطرناک اور نامستحسن کام کا اقدام کیا ہو گا تو جو کچھ اُسنے بعض خطوط مین اعلیٰ حضرت
خلد مکان (غازی الدین حیدر) کے حق مین طعن و تشنیع کے الفاظ لکھوائے ہین وہ اس
جُرم کے صدور پر دلیل کافی ہین اپنے دفتر سے نکلوا کر دیکھ لیجئے پھر اُسکی اس جسارت کی نسبت
تعجب نرہے گا (۵) اسقدر مسلم ہے کہ جو کوئی کسی ریاست کا مدارالمہام ہوتا ہے تو وہ
اپنے متوسلین کو عہدے اور خدمات دیتا ہے اور اُنکی پرورش کرتا ہے۔ لیکن چونکہ
رؤسا کی سرکار عموماً خلق کی پرورش کے لیے ہوتی ہے اس لیے دوسرے آدمیون کو
بالکل محروم نہین کیا جاتا مگر اس شخص نے ہر ادنےٰ و اعلیٰ خدمت پر صرف اپنے متوسلین کو
مقرر کیا یہانتک کہ اس بات کا بھی روادار نہوا کہ قدیمی نائی بھی اپنی خدمت پر بحال
رہین اُنکو بڑے اصرار کے ساتھ حضور کی خدمت سے موقوف کراکے اپنے حجام کو مقرر کیا
اور ظاہر ہے کہ اسطرح جو کوئی کسی پر احاطہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ ایک قسم کی قید معنوی
ہے (۶) جو امر کہ موجب کمال نفرت حضور کا مشاہدہ ایسے سے ہوا ہے وہ یہ ہے کہ گو
کارگزار مختار ہوتا ہے مگر حدود اور قصاص اور تعذیر کو قدیم الایام سے آج کے دن تک

بہادر موصوف کے جواب سے جو آپ کے پرچہ پیام مرقومہ چھٹی جمادی الاُخریٰ ۱۲۷۱ ہجری کے ذریعہ سے آیا عاجز ہو گیا اور اصلا جواب اُسکا سر انجام نہو سکا۔ اور جب کہ مدار المہام نہایت جعلساز ہو اور ایسے کام پر جسمین اُسکی ذات کے لیے کچھ بھی فائدہ نہین جعل کیا کہ کوئی کام اس سے زیادہ قبیح نہین ہے تو جب اُسکو اپنی ذات کے لیے ضرورت واقع ہو تو خدا جانے جعل کر کے رئیس اور ریاست کو کیا کچھ مضرت پہونچاے گا پس ایسے مدار المہام سے محفوظ رہنا کیونکر ہو سکتا ہے (۹) ایک ایسا امر ہے کہ اُسکے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین کہ ایسا بے محابا جعل کرنا اسی شخص کا کام ہے دوسرے کا کام نہین تفصیل اُسکی یہ ہے کہ مومی الیہ حضور سے درخواست کرتا تھا کہ مجھکو ناظم الملک سپہدار جنگ خطاب دینا چاہیے اُسکو جواب دیا گیا کہ ناظم الملک جد امجد کا خطاب ہے اور تمکو اُنھین نے ادنی مرتبے سے اعلیٰ مرتبے کو پہونچایا ہے پس یہ بے ادبی یعنی یہ خطاب ہمکو دینا اور تمکو اُس کا لینا زیبا نہین کیونکہ خلق مین تمھاری رسوائی کا موجب ہو گا اور سپہدار جنگ آج کل عموی نصیر الدولہ بہادر کا خطاب ہے اور ابتداے عالم سے کبھی ایسا نہین ہوا کہ ایک سرکار سے دو آدمی اپنی زندگی مین ایک خطاب کے ساتھ مخاطب کیے گئے ہون۔ چونکہ اُسکی عادت یہ ہے کہ جب کوئی بات کہتا ہے تو اُس سے پھرتا نہین ہمارا عذر نہ سُنا اور اپنی مُہر نئی اس خطاب کے ساتھ کھُدوائی اور سبب اس خطاب کے طلب کرنے کا دوسرا تھا جو بیان آیندہ سے واضح ہو گا۔ چونکہ حضور کو اس خطاب سے خلجان عظیم تھا تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ شخص جب اس قلمرو سے فرخ آباد کو چلا گیا تھا تو شرم و حیا کا پردہ اُٹھا کر عمداً بادشاہ دہلی سے یہ دو لفظ اپنے خطاب مین لے کر وہین سے مہر کھُدوائی تھی یہان پہونچ کر اس امر کے اخفا کے لیے کہ حضرت جنت آرامگاہ

بلکہ دیانندھان کے اقربا بدستور بخشی گری مین ملازم ہین اور اُسکا داماد آجتک داروغۂ
اخبار کے عہدے پر مقرر و بحال ہے۔ اسیطرح سابق کے عاملون مین سے جو کوئی اُس سے
توسل رکھتا تھا جیسے پرم دھن خیرآباد کا عامل معزول کہ سرکار کے لاکھون روپے کا باقیدار
ہے اُسکو اپنا مقرب و مصاحب بنایا تھا اور جنکے ساتھ اُسکو عناد تھا اُنکو بیجرم قید کر کے
برسون تک رہنے دیا (۷) اس سے بھی زیادہ مکروہ یہ ہے کہ منالال ایک لائق اور
ذی عزت آدمی بعض گنجیات کا کاربردار تھا اور یہ شخص فن طب سے بھی کسی قدر مناسبت
رکھتا تھا اُس نے ایک چوڑی فروش کو اس گمان سے کہ چوری کا مال اُس کے گھر مین ہے
اور چوری مین شریک ہے چند کوڑے لگوائے تھے مشارٌالیہ نے چوڑی فروش کی شکایت پر
منالال کو اول ننگا اور سر برہنہ کر کے اُس چوڑی فروش کے ہاتھ سے اُسکی کمر پر اتنے کوڑے
لگوائے کہ کمر کے چیتھڑے اُڑ گئے اور پھر اس پر بھی اکتفا نکر کے اُسکو اسطرح تشہیر کرایا کہ اس
شہر عظیم کے ہر چبوترے کے سامنے لیجا کر کوڑے مارتے۔ تعجب اس بات کا ہے کہ وہ مر نگیا
غور کا مقام ہے کہ اگر منالال کے ہاتھ سے چوڑی فروش پر ظلم ہی ہو گیا تھا تب بھی ایسے
افسر کی سزا صاحبان انگریز بہادر کی عدالت مین بھی جو انصاف و عدالت کے لیے
ضرب المثل ہے ایک بازاری شخص کے مقابلے مین بجز جرمانہ یا قید چند روزہ کے نہوتی
بس اگر ایسے ظالم کو خلق اللہ کے سر پر مسلط رکھا جاتا تو احکم الحاکمین کے دربار مین محکمۂ جزا مین
کیا جواب دیا جاتا۔ (۸) یہ شخص بالطبع جعل کے ساتھ رغبت رکھتا ہے چنانچہ اُس کے
بعض کامون سے اہالی سرکار کمپنی انگریز بہادر پر مخفی نہوگا۔ منجملہ اُنکے ایک یہ ہے
کہ شمس الدولہ بہادر مغفور کی طرف سے ایک وصیت نامہ بنا کر پرچۂ بیام محررہ ۲۶ ربیع الاول
۱۲۶۲ھ ہجری کے ساتھ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کو بھیجا اور آخر کار بیگم صاحبہ زوجۂ

ایسے دو عظیم الشان فرمان روایون پر جعل باندھا ہے چنانچہ اتفاق سے خط مذکور کی
نقل جو اُسکی رسوائی اور تفضیح کا وثیقہ ہے صاحب رجسٹرار فرخ آباد کی دستخطی حضور مین پہونچی
ہے جو بعینہ ملفوف ہے پس اگر حضور کی جانب سے یہ دعویٰ کیا جائے تو اہالی سرکار
کمپنی کو اس جعلساز کے لیے سزا تجویز کرنا ہو ورنہ کم سے کم ایسے جعلساز آدمی سے عذر و پرہیز
کرنا واجب ہوگا (۱۰) اس عمر رسیدہ آدمی کی حرکات طفلانہ کے ذکر سے شرم آتی ہے
یہ شخص چار برس کی عمر کے لڑکے کو جو اس کا پڑپوتا ہے حضور مین لایا کرتا تھا اور ہم
اُس پر مہربانی کرتے تھے یہانتک اصرار کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ اسکو حضور اپنی فرزندی
مین قبول فرمائین تاکہ برکت کا موجب ہو اور ہمیشہ حضور کے پاس رہے گویہ خواہش اُسکی
بے معنی تھی مگر اُسکی عرض کو قبول کیا اور اس لڑکے کا رات دن حضور مین رہنا مقرر ہوا
اور اس شخص نے اس لڑکے کے لیے سامان درست کیا اور ایکدن کہنے لگا کہ جبکہ یہ
فرزندی کے نام کے ساتھ سرفراز ہوگیا ہے تو اس کے لیے شاہزادگی کے مراسم
مقرر ہو جائین اس جعل کی بات سننے سے تنغص اور تردد پیدا ہوا اور متحقق ہوگیا کہ
بے شبہہ اس شخص نے اسطرح ریاست اپنے اور اپنی اولاد کے لیے حاصل کرنے کو
بساط بچھائی تھی اس چندروز کے عرصے مین اُس لڑکے کا رہنا اور اُسکی طرف التفات
ہم نے موقوف کر دیا غالبًا یہ حال آپ نے بھی سُنا ہوگا اور آپ پر مخفی نہوگا - جو کچھ
لکھا گیا ہے یہ مشارٌالیہ کی ایذا رسانی کے لیے دل سے بناکر نہین لکھا گیا ہے بلکہ ہر ایک
بات واقعی ہے اور ان مین سے اکثر باتون کے گواہ دونون سرکارون کے دفتر مین
اور ان امورات کی سند کے لیے دفتر مین کاغذات موجود ہین جن مین ہرگز اشتباہ کا محل
نہین ہے اور ان قصورات مین سے علحدہ علحدہ ہر ایک قصور مشارٌالیہ کے عزل کے لیے

(نواب سعادت علی خان) کا خطاب منتقل ہوا ہے یہ کیا کہ اُس زمانے مین مارکوئس
آف ہسٹنگز صاحب بہادر بالقابہ راہ مین تھے اور الہ آباد تک پہونچ گئے تھے موی الیہ نے
درخواست کی کہ حضرت خلد مکان (غازی الدین حیدر) کی طرف سے ایک خط گورنر جنرل کے
نام اس مضمون کا اُس کے حوالے کیا جائے کہ یہ شخص ریاست کی طرف سے آپ کے
پاس بھیجا جاتا ہے مگر کرنیل جان بیلی صاحب بہادر اُسکے فساد پر متوہم تھے اس لیے اُس کا
جانا موقوف کرا دیا اور جو خط اُسکے حوالے کیا گیا تھا وہ مسترد ہو گیا مگر اُسکے دماغ مین جو ہوا
بھری ہوئی تھی اپنی شہرت و تعلّی کے لیے اُسی مضمون کا ایک جعلی خط لکھایا اور اُس مین
اپنی مدح اور بلند رتبگی کے الفاظ درج کر لئے اور حضرت خلد مکان کی جعلی مہر بھی لفافہ پر
بنوائی اُس خط کو اکثر صاحبان انگریز بہادر کو دکھایا کرتا تھا اور اسی پر اکتفا نکر کے شہر فرخ آباد
کی رجسٹری مین بھی اُسکی نقل داخل کرا دی اور بمصداق اس قول کے کہ دروغ گو را حافظہ
نباشد یہانتک اپنے فخر و مباہات مین آیا کہ جہان اُس کا نام درج تھا لفظ منظم الملک سپہدار جنگ
لکھوا دیا تھا اور یہ نہ سمجھا کہ اس سے زیادہ کونسا صریح جعل ہو گا کیونکہ یہ ممکن تھا کہ حضرت
جنت مکان اپنا خطاب اپنی زندگی مین اُسکو دیدیتے اور نہ حضرت خلد مکان اپنے باپ کے
خطاب کو جن کو رحلت فرمائے ابھی کم و بیش دو ماہ کا عرصہ گذرا تھا اُسکو مرحمت فرما سکتے
تھے اور صدہا عرضیان اُسکی اس سرکار کے دفتر مین موجود ہین اور رزیڈنٹی کے دفتر مین بھی قطعات
کثیر ہین بلکہ دار الحکومت کلکتہ کے دفتر انشا مین بھی ہونگی یہی منظم الدولہ مہدی علی خان بہادر
اُسکی مہر مین کندہ ہے علاوہ اسکے اگر پہلے سے یہ خطاب اُسکو حاصل ہوتا تو بعینہ اسی خطاب کو
اب حضور سے لینے کی کیا حاجت تھی پس صاف و صریح ثابت ہے کہ وہ خط جعلی ہے اور
اس نے حضرت والد ماجد خلد مکان اور مارکوئس صاحب بہادر کو کاتب و مکتوب الیہ قرار دیکر

کاموں مین مداخلت کلی دیدیتے ہین اور تقرر کے وقت ایسی مدح اور وصف جو اُن کی
شان کے لائق نہو لکھکر اس سرکار سے اجازت لیتے ہین اور پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد
اُس شخص مختار کو کہ جس وصف کے ساتھ وہ متصف تھا اِس کے برعکس شمار کرکے اُس کی
خرابی و بربادی مین کوشش کرتے ہین حالانکہ یہ بات داب سُلطانی کے خلاف ہے بلکہ ایسی
باتون سے بے انتظامی پیدا ہوتی ہے - یہان سے تصور فرمانا چاہیئے کہ اُس عالیقدر کے تخت
سلطنت پر جلوس کرنے کے وقت سے نواب معتمد الدولہ مرحوم اور میر فضل علی مرحوم نے
(جو باوجود ایسی نکحرامی اور جعلسازیون سے بخلاف نواب معزول کے بری تھے) کیا کم رنج
و ذلت اُٹھائی اور آخر کار اسی مخمصے مین خاک مین ملے اسی طرح منتظم الدولہ بہادر کا
حال ایسا نہ تھا کہ اُس عالیقدر سے مخفی ہو کہ اب اُس سے لاعلمی بیان کرتے ہین اس لیے
کہ قطع نظر اُن قصورات کی نادانستگی کے جو محبت نامے مین درج کیے ہین اخراج اول
اُسکا اُس سرکار سے اُسکی بے اعتباری پر عین دلیل ہے پس اُسکی بے اعتمادی کے ثابت
ہونے کی حالت مین اُسکو ملک پر مسلط کرنا اور اسقدر اختیار و اقتدار دینا خلاف عقل ہے اور جو
اختیار کہ اُسکو حاصل تھا وہ محبت نامے کے مضامین سے بخوبی ظاہر ہے کہ اُس نے شریف
آدمیون کو تھوڑے سے قصور پر باوجود اُس عالیقدر کے منع کرنے اور ضوابط شرعیہ کے
خلاف ہونے کے سزاے تشہیر و تشدید کے باب مین کیا کیا نہ کیا اور اُس مشفق کا کہنا نہ مانا
اور اسیطرح اُس سرکار کے دوسرے کامون مین جو کچھ چاہا کیا پس اگر اُس عالی قدر کو اُسکے
جبل کے کامون سے لاعلمی تھی تو اُسکا اسقدر قصور کیا کم تھا کہ اُس مشفق کے حکم کو خیال مین
نہ لایا بلکہ تمام قصورات سے بڑھکر اپنے والی کی نافرمانی ہے ایسی حالت مین کیون اُسکو معزول
نفرمایا اگر اُسی وقت اُسکو معزول کر دیا جاتا تو یہ نوبت کمی جمع ملک اور خزانے کے تلف ہونے

کافی تھا چہ جائیکہ یہ جملہ قصور جمع ہون اور معہذا مومی الیہ کے قصورات کا حصر اسیقدر مین نہین ہے بلکہ کلیات امور البتہ لکھے گئے ہین اور جزئیات کو بیان نہین کیا گیا لازمۂ اتحاد یہ ہے کہ نقل اس خط کی مع ترجمہ لفظاً بلفظٍ کے اطلاع کے لیے نواب گورنر جنرل کی خدمت کثیر الافادت مین روانہ کر دین - ۲۲ - ربیع الال ۱۲۴۸ھ ہجری - جسوقت لارڈ بن ٹنگ گورنر جنرل سباٹو سے لوٹ کر آگرے اور گوالیار مین داخل ہوئے تو یہ خط رزیڈنٹ نے اپنے ساتھ لیجا کر اُنکو ملاحظہ کرایا اُنھون نے منظور فرماکر جواب تحریر کیا وہ سننے کے قابل ہے۔

ترجمۂ جواب خط از طرف گورنر جنرل بنام نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ

محبت نامہ اُلفت طراز معزولی مدار المہام سلطنت یعنی منتظم الدولہ بہادر کے باب مین وجوہ قویہ اور دلائل ساطعہ کے ساتھ موصول ہوکر مسرتون کا باعث ہوا اور اسکے تمام مدارج کو نظر غور کے ساتھ دیکھا گیا واقعی رائے صائب اُس عالیقدر کی نواب موصوف کے معزول کرنے کے باب مین بلحاظ ایسی حرکات نا ملائم کے نہایت اچھی معلوم ہوئی دوستدار کو اس باب مین بسبب اتحاد قدیمی کے کوئی جائے گفتگو نہین اپنی قلمرو مین جو کچھ بہتر جانین عمل مین لائین مختار ہین لیکن اُس سرکار کے کام مین تلون اور بے ثباتی ہونے کے خیال سے البتہ تاسف اور تحسر ہے اور بعض وجوہ مندرجۂ محبت نامہ حیرت ہے وہ عالیقدر باوصف اس بات کے کہ ایسے آدمیون کی بدوضعی اور نکھرامی کو جو چند آدمی اس مختاری کے عہدے پر گذرے ہین جانتے ہین اور پھر بھی اُنکو سلطنت کے

یہ تمام روپے سرکاری خزانے مین داخل کردیے جب حکیم صاحب گنگا کے کنارے آبرو کے ساتھ پہونچ گئے تو یہان سے بادشاہ کو ایک عرضی کے ذریعہ سے اُن دو لاکھ روپونکی کیفیت سے مطلع کردیا غرض اُنکی تفضیح بھی مگر ان لوگون نے پہلے ہی درفع دخل کر لیا تھا اس لیے اُنکی تدبیر کارگر نہوئی۔

شیخ ناسخ نے پھر حکیم مہدی علی خان کے زوال کی تاریخ کہی نیا انداز ہے۔

اُفتاد حکیم از مراتب تاریخ بطرز نو رقم کن

از جاے حکیم ہشت برگیر سہ مرتبہ نصیف نصیف کم کن

مولوی ذکاء اللہ تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین۔ جبکہ حکیم صاحب انگریزی عملداری مین چلے گئے تو جو کچھ روپیہ اُنکے پاس تھا اُسکو نہایت بھلے کامون مین خرچ کرنا شروع کیا کوئی سائل اُنکے دروازے سے محروم نہ جاتا تھا اُنکی بخشش وعطا مین کسی کے لیے تخصیص نہ تھی۔ کشمیر مین ایک قصبہ زلزلے سے برباد ہوگیا تھا اُس کے آباد کرنے کے واسطے روپیہ دیدیا۔

اب وہ سرکار کمپنی سے بار بار متقاضی ہوتے تھے کہ موافق عہدنامۂ لارڈ ولزلی کے سرکار اودھ مین مداخلت کرے مگر لارڈ بن ٹنگ کے مکارم اخلاق ایسے نہ تھے کہ وہ یہ کام کرتے۔

گنگا ملاح۔ اور دلجیت تلنگے اور شیو دین بھاٹ کی دولتمندیان وعروج

گنگا نامے ملاح راجہ درشن سنگھ کی نیابت کے مرتبے کو پہونچ گیا تھا اور درشن سنگھ کے عزل کے بعد

اور دوسری خرابیوں کی نہ پہونچتی - تحقیق یہ بات اُس والاقدر کی کم توجہی سے ہے ورنہ تابعدار آدمی کی کیا مجال ہے کہ اپنے والی کی راے کے خلاف کر سکے - بہرصورت دوستدار کی خوشنودی اس مین ہے کہ اپنے کام کو اپنے اختیار مین رکھکر دوسرے کو جزئی و کلی کامون مین دست انداز ہنونے دین -

منتظم الدولہ کا انجام

کارپردازان سلطنت کو یہ بات دل سے منظور تھی کہ حکیم مہدی علی خان کو پورے طور پر دقت مین ڈالین اور اُن کا دامن محاسبے کے کانٹون مین اُلجھائین اسواسطے شتر سوار بھیجکر فقیر محمد خان کو مرزا گنج سے بلایا لیکن حکیم صاحب نے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ فقیر محمد خان میرا دشمن ہے اور سپاہی آدمی ہے خواہ مخواہ جہل طبعی کام مین لائے گا صاحب رزیڈنٹ نے مداخلت کی کہ حساب فہمی متصدی کا کام ہے مرد سپاہی پیشہ کو اس امر سے کیا سروکار اُنکی عزت سے مزاحمت نہ کرنی چاہیئے اگر اُنکے ذمے ایک کوڑی بھی نکلے تو سرکار انگریزی اُس سے المضاعف دینے کو تیار ہے کیونکہ وہ سرکار انگریزی کی رعایا سے ہین اگر کوئی امر خلاف وقوع مین آئے گا تو اہالیان سرکار کمپنی کی ناخوشنودی کا موجب ہوگا حکیم مہدی علی خان کا دامن حساب سے پاک تھا - چند روز کے بعد اپنے قدیمی مکان واقع محلۂ نبہرہ مین جا رہے مرزا کلو کی معرفت اس مرض مہلک کے چارہ جو ہوئے اور نواب قدسیہ محل سے مدد چاہی اور دو لاکھ روپے رشوت مین روشن الدولہ کو دیکر محاسبے سے اپنا گریبان چھوڑایا اور فرخ آباد کی راہ لی اور مرزا حیدر کو یہان اپنی طرف سے جوابدہی کے لیے چھوڑا - اُن دو لاکھ روپیون مین سے ۱۹ ہزار سبحان علی خان کو ملے باقی روشن الدولہ کے پاس رہے مگر پھر کچھ سوچ کر اُن دونون نے

کرتے کہ فلان بادشاہ کے مکان مین درویشان صاحب ریاضت وافاضت کی تدبیر ودعا سے اولاد پیدا ہوئی اور فلان صاحب کمال کی توجہ سے ایسا ظہور مین آیا ایسے قصتے سنتے سنتے بادشاہ کے خیال مین یہ بات جم گئی کہ نامراد آدمی درویشان مستجاب الدعوات کے طفیل سے مراد کو پہونچ جاتا ہے اگر ہم بھی اُنکی طرف رجوع لائین تو کیا عجب ہے کہ تیر مراد نشانے پر پہونچ جائے غرضکہ ہرقسم کے درویشونکی تلاش پر متوجہ ہوے۔ اس عرصے مین بادشاہ کے خیال مین یہ بات آئی کہ شاہ قطب اعظم کا خاندان مشائخون اور درویشون مین بہت نامور اور برگزیدہ ہے یقین ہے کہ انکے پاس مجرب عمل ہونگے کیونکہ انکے چچا خواجہ حسین کو نواب آصف الدولہ اور نواب سعادت علی خان باوجود اختلاف مذہب کے بہت ملتے تھے اور ان سے بڑی محبت رکھتے تھے کھانے پینے مین شریک کرتے تھے سلطان غازی الدین حیدر اور معتمد الدولہ بھی قطب اعظم کو صحبت خلا و ملا مین شریک کرکے نہایت اعزاز واکرام سے پیش آتے تھے یہ کام سبب سے خالی نہ ہوگا ضرور مقصود حاصل ہوا کرتا ہوگا جو عمل سینہ بسینہ اس فرقے مین جاری ہین عجب نہین کہ وہ اس شخص کے پاس موجود ہون کہ اُن صاحبون کی اولاد سے ہے اس صورت مین اُنکو بلاکر اور چاپلوسی کرکے ایسا تعویذ جس سے اولاد پیدا ہو جائے لینا چاہیئے۔ ایکدن بادشاہ نے روشن الدولہ سے دریافت کیا کہ قطب اعظم جو خلد مکان کے پاس اکثر آیا کرتے تھے اُنکا حال عرصۂ دراز سے معلوم نہوا کہ کہان ہین اس شہر مین ہین یا باہر چلے گئے عرض کیا کہ یہین ہین اور اکثر خانہ زاد کے مکان پر آمدورفت رکھتے ہین اور حقیقت مین جب سے منتظم الدولہ کا اخراج ہوا تھا اُسوقت سے روشن الدولہ کے پاس تھے ارشاد کیا کہ ایک ضروری کام درپیش ہے اُنکو جلد لاو بین دیر نکرین دوسرے دن روشن الدولہ اُنکو بادشاہ کے پاس لے گئے

اُسکے مراتب سے بھی ترقی کر گیا تھا اس شخص کو کارخانۂ وزارت مین بڑی مداخلت حاصل ہوگئی
تھی بادشاہ کی خبرین روشن الدولہ کو پہونچاتا تھا دو تین لاکھ روپے سے زیادہ اسکی دولت کا
شمار تھا اور اِس کے علاوہ ہزارون روپے کی عمارت تیار کرائی تھی تین سو گھڑے والے
سرکار شاہی مین اس کام کے لیے نوکر تھے کہ سڑکون پر چھڑکاؤ کرتے رہین تاکہ دُھول نہ اُڑے
ان مین سے دلجیت نام ایک تلنگے نے ترقی کی یہ قوم کا راجپوت تھا حسن وجمال اور ملاحت
و ملائمت مین کمال رکھتا تھا بادشاہ کے پسند آگیا خدمت خاص کے ساتھ اختصاص بخشا
ہزارون روپے نقد اور ہزارون روپیہ کا سامان عطا کیا چند سال اس طور پر گذرے
جب راجہ درشن سنگھ گرفتار ہوا تو اُسکے اکثر کارخانے اسکے سپرد ہوئے وہ آبرو حاصل کی
کہ نصیر الدین حیدر کے بعد دو سو تاج اور ٹوپیان لباس شاہی کی اور دو سو ولائتی تلوارین جن کے
ساز مرصع اور قبضے وڈاب طلائی و نقرئی تھے اور کئی لاکھ روپے نقد اسکے ہان سے ضبط ہو کر
سرکار شاہی مین داخل ہوئے شیودین مشعلچی قوم کا بھاٹ ایک گانوٗن کا رہنے والا
بادشاہ کے حضور مین ترقی پاکر خطاب راجگی کو پہونچ گیا اور اُسکو یہ عروج حاصل ہوا کہ تیس
تیس چالیس چالیس لاکھ روپے کے مُلک کے ناظم اور ٹھیکہ دار اسکی حمایت کے انتظار مین رہتے تھے

اولاد کی آرزو مین بادشاہ کا ایک سنت وجماعت صوفی کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور مراد حاصل نہ ہونے کی صورت مین پیر کی طرف سے نفرت اور بیزاری پیدا ہو جانا۔

بادشاہ کو مدت مدید سے اولاد کی نہایت آرزو تھی اکثر بزم مردانہ اور عشرت گاہ
زنانہ مین اس بات کا تذکرہ کرتے تھے اُنکے ندیم عورت و مرد اگلے بادشاہون کے قصے عرض

تعویذ لینا چاہیئے بادشاہ نے اول بے اعتباری اور ناپائداری دنیا کے متعلق چند
کلمات بیان کیے پھر ایسی باتین زبان پر لائے جن سے دین پر ثابت قدمی ثابت ہو
اور شاہ صاحب کے بزرگون کی تعریف کی اور اُنکے علوے خاندانی کو ایسے مؤثرانہ لہجے
مین ادا کیا کہ شاہ صاحب حیران رہ گئے اسکے بعد بادشاہ نے خواہش کی کہ حضرت آپ
مجھے اپنا مرید کر لیجئے شاہ صاحب نے جواب دیا کہ مذہب امامیہ مین بیعت کب جائز ہے اس
امر مین بادشاہ اور شاہ صاحب مین سوال وجواب جاری ہوئے اور جو دلائل بیان ہوئے
وہ سُننے کے قابل ہین۔

بادشاہ کا خطاب حضرت آپ تمام سلاسل اولیا راللہ کو جناب امیر کی ذات
بابرکات تک پہونچاتے ہین اور ہم اُنکو اپنا امام مانتے ہین جب آپ حضرات کے سلسلہ
درویشی کا فیض اُن سے ہے تو پھر بیعت مین کیا مضائقہ کیونکہ آپ کے ہاتھ مین ہاتھ
دینا عین اُنکے ساتھ بیعت ہے پس جناب امیر کی نیابت مین آپ سے بیعت کرنے
مین کیا حرج ہے۔

شاہ صاحب کا جواب بادشاہ دنیا کے جویا ہوتے ہین صرف عقبیٰ کے طالب نہین
ہوتے یہ بات درویشون سے مخصوص ہے چنانچہ گدا و درویش مین یہی فرق ہے کہ اول
متروک الدنیا ہے اور دوسرا تارک الدنیا۔

خطاب ز درویش صفت باش و کلاہ تتری دار + حدیث شریف مین آیا ہے اَلدُّنیَا
مَزرَعۃُ الاٰخِرَۃِ ۔ مزرعِ آخرت کیا ہے؟ یہی افعال حسنہ۔

جواب بیعت نام عہد باندھنے کا ہے اس طرح کہ اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ مین
دینا اس اقرار پر کہ تمھارے کہنے سے ہرگز تفاوت وتجاوز نہ کرونگا اور یہ بات دبدبۂ شاہی

پوچھا کہان تھے عرض کیا کہ چار سال تک بے گناہ قید رہا تمام سامان لٹ گیا حکیم مہدی علی خان کے وقت مین رہائی پائی لیکن انھون نے نہ میرے کھانے کا انتظام کیا نہ باہر چلے جانے کی اجازت دی جو کچھ خلد مکان کا عطیہ باقی رہا تھا ابتک خرچ کیا اب مجبور ہو کر بہبود کی امید پر روشن الدولہ کے مکان پر اوقات گزاری کرتا تھا حضور نے یاد فرمایا تو اپنے طالع کی یاوری سمجھکر حاضر ہوا بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ ابتک جو کچھ تم پر سختی گذری مجھے اسکی بالکل خبر نہ تھی یہ جو کچھ ہوا اہلکارون کے ہاتھ سے ہوا اب معمول کے موافق آتے رہا کیجیے کہ ہمیشہ کے موافق آپکا حق پہونچتا رہے گا اسدن سے پھر مصاحبت گرم ہوئی ایکدن بادشاہ نے خلوت مین فرمایا کہ آپکے خاندان مین اکثر حضرات صاحب کمال ہوئے ہین اور علم سینہ بسینہ کے اعمال مجرب رکھتے تھے آپ بھی انھین کے ایک دُرِّ نایاب ہین یقین ہے کہ ہمارے ساتھ لازمۂ دوستی و خیر خواہی کو ادا کر کے کوئی مجرب تعویذ دینگے کہ اُسکی وجہ سے ہمارے یہان بیٹا پیدا ہو جائے شاہ صاحب نے انکسار سے گزارش کیا کہ ہمارے اگلے بزرگ فی الحقیقت ایسے ہی تھے لیکن بندے کی ذات کو اُنکی ذات کے ساتھ اور بندے کے اعمال کو اُنکے اعمال کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہین مگر کلیات خمسۂ جواہر مین جو ہمارے حضرت کے ملفوظات کے مجموعہ کا نام ہے کوئی تعویذ نظر سے گذرا تو انشاء اللہ حاضر کیا جائے گا اور یہ ناچیز اتنی لیاقت نہین رکھتا کہ حضرات ماضیہ کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر کے اپنے کمال کو زبان پر لائے البتہ فقیر دعا کرے گا اگر خدا نے میری لجاجت اور نیم شبی ریاضت پر نظر کی اور وقت صبح کی دعا قبول فرمالی تو اُسکی عین بندہ نوازی ہے ظاہر ہے کہ جبکہ خداوند مجازی پر تو زور چلتا نہین پھر بادشاہ حقیقی پر کب زور چلے گا۔ بادشاہ نے اپنے دل مین خیال کیا کہ اس شخص کو سابق مین تکلیف پہونچی ہے اس لیے چھپاتا ہے اب فریب اور دھوکہ دیکر اس سے

ملتوی رہے مگر اثر نہوا مجبور ہو کر قطب اعظم نے یہ حجت پیش کی کہ طریقت کی راہ مین تبرا ممنوع ہے اور اگر تبرا کرے بھی تو مجمل یعنی دشمنان اہلبیت پر کرے مفصل یعنی نام بنام نکرے کیونکہ تفصیل کی صورت مین ایسے خراب کام کی نسبت مین دوست اور دشمن شریک ہو جاتے ہین اور تمام رسمیات بیعت کو بجالانا چاہیے جبتک یہ نہو تو بیعت بیکار ہے اور بچّونکے کھیل سے کم نہین پس سب سے پہلے گناہ صغیرہ وکبیرہ سے توبہ کیجائے دوسرے پانچون وقت کی نماز پڑھنی اور رمضان کے روزے رکھنے چاہیئن تیسرے پیر کا خرقہ پہننا چوتھے موچھ کے بال قینچی سے کاٹنا اور اگر یہ نہو تو داڑھی کے اور اگر یہ بھی نہو تو کاکل کے سہی پانچوین پیر کا جھوٹا کھانا بادشاہ نے مصلحتہً یہ سب باتین بخندہ پیشانی قبول کین اب شاہ صاحب نے بہت کچھ حجت کے بعد جو دیکھا کہ مرید ہر کام کو رضامند ہے اور اعتقاد کامل رکھتا ہے تو اس خیال سے کہ ایک والی ملک باوجود اختلاف مذہب کے مرید ہوتا ہے اس سے عام صوفیون اور درویشون مین شہرت ہو جائیگی اور ہر چھوٹا بڑا لحاظ اور ادب کریگا۔ مرید کر لیا۔ بادشاہ نے پانچہزار روپے نقد دیے اور ایک کشتی مین سات اونی کپڑے بھی پیش کیے اور مریدون کی طرح شاہ صاحب نے اپنے ملبوس مین سے سنگرفی فقیرانہ ٹوپی اور شالی رومال بادشاہ کو دیا اور جھوٹے نوالے کی جگہ مصری کا ٹکڑا کھلایا اسکے بعد بادشاہ چند روز تک درویشون کے اشغال مین مصروف رہے تاکہ پیر و مرشد سے حل رہنے کا تعویذ اور حب کا عمل ہاتھ لگ جائے لوگون کو شاہ صاحب کی اس گرماگرمی صحبت پر بڑا حسد پیدا ہوا اور یہ فکر کرنے لگے کہ بادشاہ اور شاہ صاحب کی صحبت بدمزہ کر دیجائے ایکدن تاج الدین حسین خان نے بادشاہ سے عرض کیا کہ صاحب رزیڈنٹ مجھ سے کہتے تھے کہ ہم نے سُنا ہے کہ کسی درویش کی صحبت سے بادشاہ نے فقیری اختیار کر لی ہے ہم اُسکو گرفتار کرینگے کیونکہ فرمانروائے سلطنت بیکار ہو جاتا ہے

اور ہیبت سلطنت سے بہت بعید ہے اس لیے کہ بادشاہ کو اپنا ہاتھ ایک گدائے کوچہ گرد
سُنی مذہب صوفی مشرب کے ہاتھ مین دینا مفت اپنے آپکو بدنام اور دوسرے کو فضیحت
کرنا ہے۔ حضور بادشاہ ہین کوئی حضور سے توکچھ کہہ نہ سکے گا مجھ غریب و بیکس کو ادنے و اعلی
طعن و تشنیع سے تنگ کرکے دشمنی کے درپے ہو جائین گے اور جان و عزت دونون پر آ بنیگی
خطاب آپ بخوبی یقین رکھین کہ اس کام کی رغبت صدق دل سے پیدا ہوئی ہے اور
جو کام ایسا ہو کہ اُس مین بظاہر کوئی دنیاوی نقصان متصور نہو اور دین کا نفع اُس مین
یقینی ہو تو ایسے کام کے اختیار کرنے مین مخلوق کے طعن کرنے کا مجھکو کچھ خوف نہین ہے
طریقت مین یہ فعل سنت کی طرف منسوب ہے بلکہ وجوب کے قریب ہے اور اس حسنات کے
ترک کرنے سے مرید پر اور منع کرنے سے پیر پر گناہ کا اندیشہ ہے پس مخلوق کے بدنام کرنے
سے ڈر کر گناہ کا بار اپنی گردن پر اُٹھانا اسلام و دانائی سے دور ہے بلکہ مشائخ کے
طریقے مین تو کفر و نادانی ہے۔

جواب حضور کے دلائل مسلم ہین۔ درویشون کی ملت مین کسی کو الزام دینا درست نہین
اگر یہی ارادہ مصمم ہے تو میر علی مرثیہ خوان سے بیعت کرنا انسب ہے کہ وہ درویشون کے
خاندان سے بھی ہین اور مذہب کے بھی شیعہ ہین۔

چونکہ بادشاہ کو شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے مین ایک دوسری غرض درپیش
تھی جوابدیا کہ اپنا مرشد بنانے مین مشورہ لینے کی کیا ضرورت ہے جسکو اپنے اعتقاد مین بہتر
اور کامل جانا جائے گا اسکی اتباع کی طرف رغبت ہوگی جبکہ ہمارے اعتقاد نے آپکی طرف
رجوع کیا تو ہمکو مرید ہونے مین اور آپ کو مرید کرنے مین انکار نچاہیے بعد اس گفتگو کے چند روز
یون ہی گذر گئے۔ گو روشن الدولہ اور سبحان علی خان بھی بہت حارج ہوئے کہ بادشاہ کا مرید ہونا

حال مین دیکھو شاہ قطب اعظم کے پانچ بیٹے اور کئی بیٹیان تھین شاہ علی اکبر صاحب کا قیام
ہمیشہ فیض آباد مین تھا اور وہین انتقال فرمایا اور وہین دفن ہوئے۔

تاج الدین حسین خان کا اخراج

اُنھون نے جو دیکھا کہ میرے ایک چٹکلے مین شاہ قطب اعظم کی مصاحبت پر پانی پھر گیا
تو اس کام پر غرہ ہو کر بلند پروازی شروع کی اور جھوٹی جھوٹی باتین گڑھ کر رزیڈنٹ کی طرف سے
بادشاہ کے سامنے بیان کرنے لگے روشن الدولہ اور سبحان علی خان اُنکے مار آستین تھے یہ دونون
شخص اُن باتون کو بادشاہ کے سامنے کھولتے اور تاج الدین حسین خان کی بدنیتی پر روشنی ڈالتے
بادشاہ کے مزاج مین کدورت آنے لگی یہانتک کہ وہ بھی خان مذکور سے تنگ آگئے اور اپنی زبان سے
کہنے لگے کہ یہ شخص جو غیر واقع باتین سناتا ہے تو ہمکو رزیڈنٹ سے ڈراتا ہے پس اُنکی مداخلت
اپنے دربار مین مکروہ جانکر نکالنے کی تدبیر مین ہوئے اتفاقًا ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو اُن کے
اخراج کا باعث ہوا۔ پہلے اس سے بیان ہو چکا ہے کہ تاج الدین حسین خان چکلہ سلطانپور کے
متعلق ریاست کے بائیس لاکھ روپے کے باقیدار تھے اور منتظم الدولہ کے عہد مین بہت سی کوشش
کی کہ فارغخطی اور صافی نامہ ملجائے مگر اُنھون نے نہ دیا اسوجہ سے اُن سے برداشتہ خاطر ہو کر اُنکو
معزول کرایا اس عہد مین اُنھون نے جوہر نام خواجہ سرائے قدسیہ محل سے کہا کہ اگر تمھاری کوشش سے
بیگم صاحبہ اس بات پر آمادہ ہو جائین کہ بادشاہ سے میری فارغخطی پر مہر کرا دین تو محاسبے
کے دغدغے سے چھوٹ جاؤن اور پچیس ہزار روپے تمکو دون۔ جوہر نے بیگم سے کہا کہ تاج الدین حسینخان
رزیڈنٹ کے مزاج مین دخیل ہین اگر اُن پر احسان کیا جائے تو یقین ہے کہ اُنکی دوستی سے
آپکی جاگیر کا معاملہ درست ہو جائے بیگم نے کہا کہ وہ کونسا احسان ہے جو تونے تجویز کیا ہے

فقیری و بادشاہی مین سفیدی وسیاہی کا سا فرق ہے چونکہ بادشاہ کا دل بھی چندروز کی صحبت سے بھر گیا تھا اور جسقدر اعتقاد تھا وہ اس لیے تھا کہ حل ہو جائے اور قطب اعظم سے یہ کام نکلا نہین بلکہ خدا کے حوالے کرتے تھے اس لیے بے اعتقادی پر نوبت پہونچ گئی تھی تاج الدین حسین خان کا یہ کہنا بادشاہ کی منشاء کا موئید ہوگیا اس لیے اُنھون نے شاہ صاحب کو اشارے مین سمجھا دیا کہ کوئی شخص ہماری اور آپ کی صحبت ایک وتیرے پر نہین چاہتا اسلیئے چندروز وہانے کے منتظر رہیئے غرضکہ رفتہ رفتہ بالکل صحبت برہم ہوگئی بلکہ نوبت یہانتک پہونچی کہ جب بادشاہ قطب اعظم کی صورت دیکھ لیتے تو دل مین نادم ہو کر غصہ اور رنجیدہ ہو جاتے تھے شاہ صاحب بھی بادشاہ سے ترسان وگریزان رہتے اور اپنی حرمت کی محافظت کی فکر مین پڑ گئے فائدہ یہ شاہ قطب اعظم سید خواجہ حسن صاحب کے فرزند ہین جو عہد نواب آصف الدولہ مین لکھنؤ مین آئے تھے یہ نہایت متوکل تھے کسی بادشاہ یا وزیر کے دربار مین کبھی نہین گئے شاہ علی اکبر صاحب کے مرید اور خلیفہ اور خالہ زاد بھائی تھے سنہ ۱۲۴۷ ہجری کے ماہ ذیحجہ مین ان کا انتقال ہوا۔

تاریخ وفات

وفات یافت حسن آفتاب فضل وکمال | کہ در زمانۂ ما شبلی دوم بودہ
بروز ماہ وسنہ رحلتش ندا آمد | دوشنبہ ومہ ذی الحجہ ودہم بودہ

شاہ قطب اعظم نے سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین انتقال کیا اُنکے انتقال کی تاریخ یہ ہے ؎

چون حضرت شاہِ قطبِ اعظم | سجادۂ عرش ساخت آباد
راسخ پئے سال انتقالش | برگفت کہ رحمتِ خدا باد

شاہ قطب اعظم کے چچا سید خواجہ حسین صاحب کا حال نواب سعادت علی خان کے

کبیدہ خاطر ہو چکے تھے آخر کار یہ معاملہ خواجہ سرا نے بادشاہ کے گوش گزار کیا اُنھون نے خواجہ سرا کو اجازت دی کہ اپنے کئی ساتھیونکی مدد سے اُنکی کمر مین ہاتھ ڈال کر کشان کشان ایک جگھہ بٹھا دے اور جبتک روپیہ ندین اُنپر دانہ پانی بند کرے اور نہ چھوڑے چنانچہ یہی صورت پیش ہوئی کہ خواجہ سرا نے خواری و ذلت کے ساتھ اُنکو قید کر دیا۔ روشن الدولہ نے خواجہ سرا کو بہت سمجھایا اُس نے نہ مانا اس لیے کہ وہ اطلاع کے لیے بادشاہ کے پاس گئے اُنکو خواب راحت مین پایا تین پہر کامل تاج الدین حسین خان کو جواہر نے ایک جگھہ سے ہلنے ندیا اور بے آب و دانہ رکھا جب بادشاہ بیدار ہوئے تو اُنکو اس بات کی اطلاع کی گئی فرمایا کہ ہمین اس سے کچھ کام نہین وہ اُسکا روپیہ دیدین اور اپنے گھر چلے جائین اُسوقت روشن الدولہ نے اسی پچیس ہزار روپیہ کا ذمہ دار ہو کر تاج الدین حسین خان کو چھوڑایا وہ آبرو کے ساتھ اپنے گھر پہونچے اسکے بعد بادشاہ نے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ ایسا شخص ہمارے پاس رہنے کے قابل نہین کہ زنانے دروازے پر فساد و شورش کرتا ہے اور اُنکو حکم دیا کہ شہر سے چلے جائین اُنکو فارغخطی مل چکی تھی عیال و اطفال اور اسباب و اموال اپنا لیکر کانپور کی طرف قدم اُٹھایا اور چھاؤنی کے انگریزون سے اتحاد کی وہ راہ و رسم پیدا کی کہ جو کچھ کونسل کلکتہ کی تجویز نصیر الدین حیدر بادشاہ کے حق مین قرار پاتی تھی اُس سے مطلع ہوتے تھے اور اُس مضمون کو پہلے سے بذریعہ عرضداشت براتی خانم وغیرہ عورات محل کے توسط سے بادشاہ تک پہونچاتے تھے جسکی روک تھام مین روشن الدولہ کی عقل چکراتی تھی ـــ

نجم الدولہ

منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین جو کاغذات محاسبہ نجم الدولہ کی نسبت فقیر محمد خان نے

خواجہ سرانے بیان کیا کہ وہ فارغخطی پر بادشاہ کی مُہر چاہتے ہین بیگم نے جوابدیا کہ یہ کام میرے اختیار
مین نہین روپے کی مقدار بہت زیادہ ہے خواجہ سرانے عرض کیا کہ بادشاہ نے منتظم الدولہ کی
موقوفی کے وقت خود اقرار فارغخطی دینے کا فرمایا تھا اور اس عنایت کا امیدوار کیا تھا اگر آپ
بادشاہ کی توجہ کے وقت اس امر کی سلسلہ جنبانی کرین تو یقین ہے کہ بلا تامل مہر کردین گے
یہ مفت کرم داشتن ہوگا اور یون تو تاج الدین حسین خان وہ عہدہ رکھتا ہے کہ ایک مقدمہ
انگریزی پیش کرنے پر بادشاہ سے اپنا کام نکال لے گا اور جب اُنکا کام نکل جائے گا تو آپ کو
جاگیر کے استحکام مین بہت تشویش پیش آئیگی اور اُسوقت رنج کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا یہ بات
بیگم کے ذہن نشین ہوگئی اور ایک خاص وقت مین بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت نے
منتظم الدولہ کی گرفتاری کے وقت تاج الدین حسین خان سے اقرار فرمایا تھا کہ اگر انگریز حارج
نہو تو تمکو سرکاری رقم کی فارغخطی ملجائیگی اب وہ ایفاے وعدہ کی درخواست کرتے ہین بادشاہ کو
مہر کرنے مین تامل ہوا قدسیہ محل نے دوبارہ عرض کیا کہ بادشاہون کے کلام کو ثبات ووقار ہوتا ہے
اور وہ شخص ابھی تک اپنے عہدے پر قائم ہے اگر حضور کا کوئی کام اپنی طرف متعلق کرکے کام
نکال لے گا تو اس صورت مین کیا مزہ ہوگا اور ضرور ہے کہ حضور کو توجہ فرمانا پڑے گی
اس لیے کہ ابھی منتظم الدولہ کے باب مین صدر سے اطمینان کلی حاصل نہین ہوا ہے جب وعدہ
سچا ہوگا تو دوسرے اہلکار بھی سرکاری کام کے سرانجام کرنے مین جانفشانی کرین گے
ورنہ تمام معاملات مالی وملکی مین اُنکی بددلی سے خلل پیدا ہو جائے گا غرضکہ اس قسم کے کلمات
سے بادشاہ کو راضی کرکے اُنکی مہر فارغخطی پر کرا کر خواجہ سرا کو دیدی اُس نے تاج الدین حسین خان کو
پہونچادی اب تاج الدین حسین خان ۵ ۲ ہزار روپون کے دینے مین امروزفردا کا وعدہ
کرنے لگے اسی طرح کئی مہینے گذر گئے اور اب وہ زمانہ آگیا کہ بادشاہ بھی تاج الدین حسین خان سے

اپنے ہاتھ سے کیے اور ہر ایک نشانہ صحیح بیٹھا تین گھڑی دن باقی رہے کشتی سے اُتر کر
ہاتھی پر سوار ہوئے اور لشکر کی سیر کا ارادہ کیا اول شرف الدولہ برادر کلان روشن الدولہ کے خیمے
کی طرف گذر ہوا وہ جب پگڑی سر پر رکھکر خیمے سے نکلے تو بادشاہ کا ہاتھی دور پہونچا تھا افتان
وخیزان دوڑ کر نذر دکھائی بادشاہ اُنکے دیر کرنے سے رنجیدہ ہوگئے تھے فرمایا کہ نظر پیش کرنا ضرور
نہین اسمین تکلیف ہوتی ہے آرام کرنا چاہیے شرف الدولہ نے مضطرب ہو کر عرض کیا کہ خانہ زاد
کو فقط درباری لباس بدلنے مین دیر ہوگئی ورنہ کیا مجال تھی کہ جلدی نہ پہونچتا اب خانہ زاد پر
نظر عطوفت فرمائی جائے اور نذر رد کرکے بیحرمت نکیا جائے بہت سی کوشش کے بعد اُنکی عرض
قبول کی اور نذر لی یہان سے سواری آگے بڑھی جہان جسکا ہاتھی دیکھا اور وہ پسند آگیا کھلوا لیا
اور صاحب فیل کو حکم دیا کہ در دولت پر حاضر ہو کر قیمت سے لے بڑے ہاتھی کی قیمت ہزار روپے
اور بچے کی پانسو قرار پائی اُسدن نو ہاتھی سرکاری فیل خانے مین داخل ہوئے مغرب کے قریب
معاودت فرمائی دوسرے دن صبح کو پھر کشتی مین سوار ہو کر بندوق سے پانی کے پرندون کا
شکار کیا پھر ہاتھی پر بیٹھ کر لشکر کی طرف آئے جب شرف الدولہ کے خیمے کے قریب ہاتھی پہونچا
تو اُنھون نے نکلکر نذر دکھائی محتشم خانی کا مؤلف بھی وہان موجود تھا وہ بھی سلام سے مشرف
ہوا لشکر کی سیر کو بڑھے اول سبحان علی خان کے خیمے پر گذر ہوا شامیانہ کھڑا تھا ہمراہیون نے
بادشاہ کے حکم سے گرادیا پاس ہی قطب اعظم کا خیمہ تھا خیر گذری کہ شامیانہ نہ تھا پھر لشکر مین
جہان شامیانہ نظر پڑا گروادیا راجہ بالکشن دیوان سلطنت اور موہن لال پانہنگ کے
خیمے آمون کے باغ مین کھڑے تھے فرمایا کہ ہم تو دھوپ مین رہین اور یہ لوگ سایے مین
ایسا آرام اپنے مکانون مین ہوتا ہے انکے بھی خیمے اُکھڑوادیے تیسرے روز چار گھڑی دن
رہے نائب کے خیمے کی طرف گذر ہوا وہ پہلے ہی سے بادشاہ کے ادھر نکلنے کے خیال سے

پیش کیئے تھے اور اسوقت نجم الدولہ محاسبے سے بچ رہے تھے اسوقت وہی کاغذات مزاج بادشاہ کے تکدر کا موجب ہوئے لیکن اس خیال سے کہ ابھی حکیم مہدی علی خان کے معاملے کا زخم ہرا ہے کہین ایسا نہو کہ نجم الدولہ کا عزل مرہم زنگاری کا کام کرے یعنی مبادا یہ کام رزیڈنٹ کی رائے کے خلاف واقع ہو اس لیئے اُس محاسبے کی کش مکش مین نجم الدولہ کو مبتلا کرنے سے تامل فرمایا۔

بادشاہ کا شکار کو جانا اُس مین بہت سے مکروہ واقعات کا پیش آنا

بادشاہ نے جلوس سے نوین سال شکار کا ارادہ کیا اور لکھنؤ کے قریب قریب سفر کرنے لگے اول زیت گنج کو تشریف لے گئے یہان ایک جھیل ہے اُسمین اکثر پانی کے پرند رہتے ہین ہفتے عشرے تک یہان قیام کرکے ہر قسم کے جانورون کا شکار کیا بعد اس کے خبر آئی کہ یہان سے سات کوس پر ایک گانؤن ہے وہان ایک جھیل ہے جسمین ہر قسم کے پرند بکثرت رہتے ہین پہر رات باقی تھی کہ کوچ کا نقارہ ہوا صبح کے وقت وہان سواری پہونچی رات بھر بیدار رہے تھے سو گئے دوپہر کے قریب بیدار ہوئے اور حاجت بشری سے فارغ ہو کر کھانا کھایا پہر دن باقی رہا تھا کہ اصلاح خط اور غسل سے فارغ ہو کر چار گھڑی دن رہے چند حرم محترم کے ساتھ گانے بجانے مین مصروف ہوئے یہ وہ عورتین ہین کہ سفر و حضر مین ہمیشہ صحبت مین رہتی تھین پھر دو مصاحبون کے ساتھ ایک کشتی مین بیٹھے انمین سے ایک مسٹر ونسنٹ ایک یوروپین تھا جو قوم کا حجام تھا اور ان دنون بادشاہ کا مقرب صحبت ہوگیا تھا دوسرا اُسکا بیٹا تھا جو فوج کا جرنیل تھا جھیل کے ایک جانب سے کشتی چلی چند فیر بندوق کے بادشاہ نے

ہر قسم کے پانی کے پرند بکثرت ملتے ہین اگر حضرت دو تین دن کے لیے وہان قدم رنجہ فرمائین تو اُس سرزمین کے نصیب کھل جائین اور سیر ولطف سے خالی نہو اور عزیز و بیگانہ مین خانہ زاد کی عزت افزائی بھی ہو جائے بادشاہ نے اُسکی عرض قبول کی مکرانوان سے اُسکے گانوٗن کی طرف روانہ ہوئے گانوٗن کے لوگون کو خبر ہوئی تو باہر نکل کر انتظار مین کھڑے ہو گئے بادشاہ ہاتھی پر سوار تھے جب وہان پہونچے تو سب نے زیارت کی چار گھڑی دن رہے سوار ہوئے سیر و شکار کرتے ہوئے دلجیت کے مکان کے قریب پہونچے اُس نے ہاتھی کے پاس حاضر ہو کر نذر دکھائی اور عرض کیا کہ حضور کی شان سلطانی مین کچھ فرق نہین آسکتا اور بندے کی عزت بڑھ جائیگی لعل کی چمک خاک سے نہین مٹتی اور نہ موتی کیچڑ سے بگڑتا ہے عورات عزیز و بیگانہ خانہ زاد کے مکان مین حضرت کی زیارت کی تمنا مین بیٹھی ہین اگر تفضلات خاوندانہ کو کام فرما کر غلام کی سرفرازی کیجائے اور جھونپڑے کو رونق بخشی جائے تو اس سے خانہ زاد کی عزت ہمیشہ کو ہو جائے اور شوکت شاہی مین کچھ نقصان نہ پہونچے گا اگلے زمانے کے بادشاہون نے بھی اپنی ادنے رعایا کو اس قسم کی عزت بخشی ہے بادشاہ کے رحم جبلی نے دلجیت کی لجاجت پر مرحمت کی اور اُسکے مکان مین تشریف لے گئے اُسکی مان بہن اور زوجہ وغیرہ نے نذرین دکھائین اور سایے کے مانند اُس سایۂ خداوندی کے قدمون پر سر رکھا ہر ایک کو زیور اور پشمینہ بقدر حالت عنایت فرمایا اور دو گھڑی تک وہان ٹھہر کر مراجعت کی دلجیت دعوت کا طریقہ بجالایا کئی من چانول اور گھی اور سیکڑون بکریان پیش کین اسکے علاوہ ہندوانہ کھانا بھی حاضر کیا قبول کیا اور اُسکالایا ہوا کھانا نوش کیا مکرانوان کی طرف واپسی کا ارادہ تھا کہ ناگاہ سخت آندھی آئی اور اُسکے بعد شدید بارش ہوئی سطح زمین تختۂ آب بنگیا اُسی طوفان مین راتون رات نرپت گنج مین آگئے بارش کی کثرت سے تمام خیمے باوجودیکہ تر تھے لیکن آندھی سے

اُنکی سواری کے آنے کے انتظار مین بیٹھے تھے اور جو جو عمائد ریاست اُنکے پاس تھے اُنھین
رخصت کر دیا تھا شاہ قطب اعظم بھی وہان موجود تھے وزیر کے اشارے سے فقیر محمد خانکے
خیمے کی طرف لپکے یہ خیمہ یہان سے دور لشکر کے کنارے نصب تھا وہان تک جلد نہ پہونچ سکے
سواری کے قریب سے گھبرائے ہوئے نکلے بادشاہ نے پہچان لیا بھاگنے کی طاقت نہ پاکر
جگناتھ داروغۂ گنجیات کے خیمے مین گھُس پڑے بادشاہ نے اس خیمے کے قریب پہونچ کر دریافت
کیا کہ یہان کون چھپا ہے آدمی خیمے مین جلد آئے اور شاہ صاحب سے کہا کہ باہر چلو حضرت نے
تمکو طلب فرمایا ہے شاہ صاحب نے سمجھ لیا کہ خود بدولت خیمے کے دروازے پر کھڑے ہین اگر
چلنے مین دیر ہو گی تو حکم ہو گا کہ کھینچ کر لے آؤ اور عزت بگڑ جائیگی اسی مین بہتری ہے کہ خود چلا جاؤن
چنانچہ بادشاہ کے پاس جاکر سلام کیا دریافت فرمایا کہ تم ہم سے کیون چھپے عرض کیا کہ بازار مین
ملاقات مناسب نہ تھی پھر ارشاد کیا کہ اگر مجھ سے کنارہ کیا تو کس شخص کے پاس آئے ہو اضطراب کی
حالت مین شاہ صاحب کی زبان سے نکل گیا کہ نواب صاحب کے پاس حاضر رہتا ہون چین
بر جبین ہو کر منھ پھیر لیا جب خیمۂ خاص مین پہونچے تو نائب سے فرمایا کہ قطب اعظم کو مجھ سے نفرت ہے
جہان مجھکو دیکھتے ہین چھپ جاتے ہین تو ایسی حالت مین لشکر مین آنا کیا ضرور تھا روشن الدولہ نے
عرض کیا کہ خانہ زاد کے اشارے سے ایسا وقوع مین آیا ہے وہ اُسوقت میرے پاس ٹوپی اوڑھے
بیٹھے تھے ایسی حالت مین سلام نامناسب تھا مین نے سامنے حاضر ہونے سے منع کر دیا ارشاد
ہوا کہ خیر مین نے تو یہ سمجھا تھا کہ شاید میری ملاقات سے کراہیت کرتے ہین ؎ رسیدہ بود بلائے
ولے بخیر گذشت — اس مقام سے دس کوس کے فاصلے پر دلجیت کا گانون تھا وہان ایک بڑا
تالاب تھا جسمین پانی کے پرند بکثرت جمع ہوتے اُس نے عرض کیا کہ خانہ زاد کے گانون مین ان
دونون جھیلون سے ایک بڑا تالاب ہے جسکا طول و عرض دو تین کوس کے قریب ہے اور اُسمین

آجاتے ہین روشن الدولہ تو جو یائے وقت تھے سبحان علی خان کے مشورے کے موافق
ظفرالدولہ کو یہ جواب دیا کہ آپ اس مضمون کی تحریر بھیجدیجئے اُسوقت انتظام ہوجائے گا ظفرالدولہ
نے کہ انجام کار سے غافل تھے حسب ضابطہ درخواست مہری اپنی بھیجدی روشن الدولہ نے
وہ درخواست بادشاہ کے ملاحظے تک پہونچائی اور یہ پر آشوب مضمون بیان کیا کہ مجھ دوتخواہ کو
ہرطرح منظور ہے کہ مداخلت انگریزی اس سرکار مین نہو اور قدیمی نمکخوار جو خانہ زادگی کا دم
بھرتے ہین وہ چاہتے ہین کہ انگریزی چوکی پہرے فرح بخش مین محلات شاہی کی ڈیوڑھیون تک
آئین اور معاذاللہ دشمنان حضور اُنکے نظر بند رہین اور محل کی خبرین بے تکلف صاحب رزیڈنٹ
تک پہونچایا کرین وہان کیا تھا دیوانہ راہوئے بس ست بادشاہ نے ظفرالدولہ کو بلاکر
دریافت کیا کہ یہ تحریر تمھاری ہے اُنھون نے اقرار کیا بادشاہ اُنکی طرف سے دلمین بہت
مکدر ہوئے اور حکم دیا کہ دربار مین نہ آیا کرین اب مجال نہ تھی کہ ظفرالدولہ بے طلب قدم
در دولت کی طرف اُٹھاتے جب یہ صورت ظہور مین آئی دس بیس دن کے بعد روشن الدولہ
نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جوکچھ زر نقد کی سرکار مین ضرورت ہوتی ہے وہ تمسک کے
ذریعہ سے بطور قرض کے خزانۂ عامرہ سے لیا جاتا ہے پھر حسب سررشتہ خانہ زاد خزانے مین جمع
کرادیتا ہے فی الحال راہ سفر مین جو روپیہ شاگرد پیشہ کی تقسیم مین صرف ہوا اُسکے واسطے
پندرہ لاکھ روپے ظفرالدولہ سے دلائے جائین مین آمدنی ملک سے ادا کردونگا بادشاہ
نے ستر لاکھ روپے ظفرالدولہ سے طلب کیے اُنھون نے چند روز کی مہلت لیکر خزانے کا
جائزہ لیا اور کاغذات درست کرکے خالی صندوق جو سربمہر تھے دکھلائے اور ایک
حوض جسمین پُرانے سکے پندرہ سولہ لاکھ روپے کے حساب جمع خرچ مین باقی تھے اُس کا
کاغذ ملاحظے مین گذرانا اور عرض کیا کہ نواب سعادت علی خان کا جمع کیا ہوا تمام خزانہ

کاغذ کی طرح اُڑتے تھے لشکر کے تیس آدمی سردی کے صدمے سے ہلاک ہوئے بادشاہ کو رحم آیا اور فوراً شہر مین لوٹ آئے آندھی اور پانی کی تندی بارہ گھڑی سے زیادہ نرہی مگر سیکڑون چوپائے ہاتھی اور گھوڑے کی قسم سے ضائع ہوگئے پانچوین دن پھر خیمہ گاہ مین تشریف لے گئے ابکی چار پہر کے بعد ہوا اتنی سخت اور بے انتہا سرد چلی کہ اُسکے صدمے کی تاب نرہی اور دوبارہ شہر کو لوٹے اگر اس مرتبہ خیمون مین توقف رہتا تو سیکڑون آدمی اور جانور مرجاتے اور ۱۲۵۲ھ ہجری کی تعزیہ داری کا زمانہ تھوڑے دنون کے بعد آگیا۔

(۲) ۱۲۵۲ھ ہجری مین ماہ محرم کے مراسم تعزیہ سے فارغ ہوئے تھے کہ ریاست کے چند ملازم انگریزون نے بادشاہ کو ترغیب دی کہ اس فصل ربیع مین شکار و سیر خوب ہوگی اگر حضرت تشریف لے چلین تو کیفیت سے خالی نہو انکے عرض کرنے سے بادشاہ کی طبیعت شکار کی طرف مائل ہوئی اور بہرائچ کی جانب پیش خیمونکے روانہ ہونے کا حکم دیا اور ناظمون کو رسد کی فراہمی کے لیے احکام لکھے گئے اور خود بدولت شہر کے راستے کے باہر قصر دلکشا مین بطریق باتراب کے چلے گئے اسوقت گرمی سخت تھی جیٹھ کا مہینہ تھا رزیڈنٹ نے شدت تمازت آفتاب کی وجہ سے ہمراہ چلنے مین تامل کیا اور بادشاہ کو لکھا کہ ایسی گرمی کی حالت مین عزم شکار مناسب نہین جناب کو خوب معلوم ہے کہ تمام انگریز گرمی کے موسم مین سرکاری کام چھوڑ چھوڑ کر سپاڑو کے پہاڑ پر چلے جاتے ہین حضور بھی سردی کے موسم مین شکار کا قصد فرمائین رزیڈنٹ کی تحریک سے بادشاہ نے سفر کا ارادہ ملتوی کردیا اور چندروز کے بعد دلکشا سے فرح بخش مین آگئے۔

(۳) ارادۂ سفر کے اوائل مین ظفر الدولہ نے روشن الدولہ کو کہلا بھیجا کہ نواب سعادت علیخان کے عہد سے یہ رسم مقرر ہے کہ جب سفر پیش آتا ہے تو انگریزی تلنگون کے پہرے فرح بخش مین

حکیم مہدی علی خان بھی تو نائب تھے وہ کسطرح بادشاہ کو اپنے قابو مین لے آئے تھے تیسرے رعیت کے حال پر نظر کرنی ضرور ہے کہ متاجر دنکے ہاتھ سے پریشان اور برباد ہے اُنکی خستہ حالی سے کونسل کلکتہ کے حکام کو شکایت ہے اور ہمکو اسکی بدنامی حاصل ہوتی ہے لیکن بادشاہ کو یہ نصیحت شیرین تلخ و ترش معلوم ہوتی تھی روشن الدولہ نے بھی انتظام مُلک کے اُس نقشہ پر جو حکیم مہدی علی خان نے تجویز کیا تھا قدم رکھا اور رزیڈنٹ سے کہا کہ بادشاہ میری نصیحت نہین سُنتے اسلیے مین یہ چاہتا ہون کہ بادشاہ کو متاجری کے حیلے سے راہ پر لاؤن تاکہ سپاہ کی کمی کی صورت ظہور مین آئے پھر ملک کا بندوبست امانی کے طریق پر عمل مین آئے جس سے رعیت کی پریشانی رفع ہو آخرش مقبولہ حکیم مہدی علی خان پر دو لاکھ روپے اضافہ کرکے تراسی لاکھ روپے جمع قرار دیکر بادشاہ سے عرض کیا کہ حکیم مہدی علی خان نے بچاس لاکھ روپیہ حضور کو دینے کو کہا تھا مین سلطنت کا دو لتخواہ ہون ساٹھ لاکھ روپیہ حضور کے مصارف کے لیے حاضر کیا کرونگا لیکن عزل و نصب عاملونکا اور سپاہ کی کمی بیشی میرے اختیار مین رہے بادشاہ نے جواب دیا کہ سرکار کمپنی اس بات کو منظور نہین کرتی اور رزیڈنٹ نے بھی روشن الدولہ کی اس رائے کو ناپسند کیا اور یہ جواب دیا کہ اگر متاجری اس مُلک کی یکمشت مناسب ہوتی تو سرکار کمپنی کسواسطے اس مُلک کو اجارہ نہ لے لیتی اگر روشن الدولہ اس سے بہتر کوئی اور تدبیر نکالین تو اُنکے واسطے وثیقہ مقرر کیا جائے اور جس شخص کو وہ چاہین وہ بھی وثیقہ دار ہو سکتا ہے جب یہ خیالی خواب روشن الدولہ کا باطل ہوا تو مجبور ہو کر فوج کی کمی کا حکم دیا۔ سبحان علی خان نے دیکھا کہ خلق اللہ کی گردن پر ظلم کی چھُری پھیرنا بدنامی کا باعث ہوگا اپنے آپ کو اس وار سے بچاکر روشن الدولہ کو اس مشورے پر دھر لیا کہ فلان فلان انگریز جو بادشاہ کے نوکر ہین اُنکو حکم ہو کہ کوٹھی دلکشا مین

معتمد الدولہ آغا میر کی نیابت کے زمانہ سے اس عہد دولت تک خرچ ہو گیا اور آمدنی ملک
مین سے ایک حبہ خزانے مین داخل نہوا اب خالی صندوقون اور کنجیونکی حفاظت سے کیا
فائدہ جس شخص کے لیے حکم عالی ہو اُسکے سپرد کر دون۔ بادشاہ نے یہ مضمون روشن الدولہ سے
بیان کیا اُنھون نے جوابدیا کہ یہ بیان ظفر الدولہ کا صحیح نہین۔ آخر کار بھوانی مہرا کو جو
خزانون کا کلیددار تھا بلاکر دریافت کیا اُس نے روشن الدولہ کے اشارے سے عرض کیا
کہ خانہ زاد کو خزانے کی تعداد معلوم نہین کہ کس قدر خزانہ تھا اور کہان کہان گیا لیکن اس قدر
جانتا ہون کہ بے حکم سرکار ایک حبہ صرف نہین ہوا اس بات سے بادشاہ ظفر الدولہ پر
اور بہت خفا ہوئے اور قطعی حکم خانہ نشینی کا نافذ ہوا جب ظفر الدولہ کی آمد و رفت دربار مین
بند ہوئی تو روشن الدولہ نے چاہا کہ بادشاہ کی مُہر بھی اُن سے لیجائے یہ عرض نامقبول ہوئی
حکم ہوا کہ ضروری کاغذات اُنکے پاس بھیجدیے جایا کرین وہ حسب ضابطہ مہر لگاکر
بھیجدیا کرین۔

رزیڈنٹ کا بدانتظامیون کی اصلاح کے لیے بادشاہ اور وزیر پر تاکید کرنا۔ انتظام مُلک کی تدبیر اور کمی سپاہ کی تجویز

صاحب رزیڈنٹ وزیر کو اکثر سمجھایا کرتے تھے اُنھون نے کہا کہ سپاہ کو کم کرنا چاہیے
تنخواہ زیادہ دینا پڑتی ہے اتنی سپاہ کی ضرورت نہین اور یہ سپاہ لڑائی کے کام کی نہین
تمام افسر اسکے آرام طلب ہین اور سپاہیونکے پاس نہ بندوق ہے نہ تلوار۔ دوسرے
محلات شاہی کے مصارف جو حد اعتدال سے بڑھ گئے ہین اُن مین کمی کرنی چاہیے آخر

اور کئی ہاتھی اور گینڈے وغیرہ تھے بادشاہ لندن کے لیے اُن سفیرون کو دیے لیکن
صاحب رزیڈنٹ نے ڈلو اصاحب کا سفیر بنانا نامنظور کیا اس وجہ سے ایک اور انگریز
اس سفارت پر مع اُن تحائف کے مامور ہوا جسنے لندن مین پہونچکر تحفے پیش کیے
ان سب تحفون مین سے صرف حیوانات قبول ہوئے باقی واپس ہوئے وہ انگریز تو
وہین رہا اور مولوی اسماعیل اسوجہ سے لندن سے نکالے گئے کہ ایکدن نشۂ شراب مین
ایک مس پر دست درازی کی تھی - مولوی اسماعیل حیدرآباد مین پہونچکر مر گئے

برات مین نوبت بجنے کی ممانعت ہونا

شہر مین عرصۂ بعید سے یہ دستور تھا کہ برات کی رات مین ہر خاص و عام دولہ
کے ساتھ دُلھن کے مکان پر نوبت و نقارہ اور دوسرا سامان لیجاتا تھا دوسرے دن
دُلھن بھی اسی ٹھاٹ کے ساتھ دولھا کے گھر آتی تھی ۱۲۵۲ھ ہجری مین میڈھو خان
رسالہ دار کے بیٹے کی برات دھوم دھام کے ساتھ نکلی اور جسقدر نقارۂ و نوبت کا سامان
اُسکے باپ کے وقت سے رسالہ مین چلا آتا تھا سب ساتھ تھا یہ برات اسی دھوم دھام
سے بادشاہی محل کے پاس سے نکلی - بادشاہ نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہ بے ادبانہ
نقارے بجاتا ہوا میرے شہر مین پھر رہا ہے پاس والون نے حال بیان کیا - نشہ مین
مدہوش تھے جتنا سمجھایا طبیعت کے خلاف پڑا - حکم دیا کہ اس سے ہزار روپے جرمانہ
کیا جائے اور شہر سے نکلوا دیا جائے اور آیندہ کسی کی شادی مین نوبت نہ بجے نہ
سرکار سے ملے نہ کرائے پر منگائے روشن الدولہ نے میڈھو خانکے بیٹے کی بے قصوری
پر نظر کر کے اُس علاقے مین بھجوا دیا جو اُسکے بھائی کے پاس تھا یہ شخص بادشاہ کے

جاکر فوج کا جائزہ لین جو شخص اُنکی نظر و نین ناکارہ نظر آئے اُسکو موقوف کرین افسران سپاہ نے اکثر چھ چھ ماہ کی تنخواہ نذرانہ مین دی تھی اور عہدے حاصل کیے تھے یہ حکم برطرفی کا سُنکر جیتے جی مر گئے اور مجبور ہو کر اُن انگریزونکے عملونکو رشوتین دیکر یہ صورت نکلوائی کہ یہان کی سپاہ کی کمی مناسب نہین چکلہ دارون کو حکم ہو کہ اپنی سپاہ متعینہ مین سے چہارم سپاہ برطرف کردین چنانچہ فرمان شاہی چکلہ دارونکے نام جاری ہوئے اور صدائے واویلائے بدعملی ہر طرف بلند ہوئی آخر روشن الدولہ نے صاحب رزیڈنٹ کو کہا کہ کوئی انگریز کلکتہ سے جو کمی فوج کا انتظام کرے طلب کیجئے اور یہان کی سپاہ مین تخفیف کرنا ملک مین بدعملی کا باعث ہے اس عرصے مین چکلہ دارون کی عرضیان بھی بادشاہ کی خدمت مین آئین کہ سپاہ کی کمی سے مُلک مین بدامنی پھیلے گی۔

عہدۂ سفارت کلکتہ کی موقوفی نصیر الدین حیدر کا جارج چہارم بادشاہ انگلستان کے پاس تحائف بھیجنا۔

مولوی اکرام حسین بادشاہ کی طرف سے کلکتے مین سفارت پر مقرر تھے جب اُنکے مربی کپتان بنسن ولایت کو چلے گئے تو اب صاحب رزیڈنٹ کی تحریک سے گورنر جنرل نے لکھنؤ کے سفیر کا اپنے پاس رہنا موقوف کیا۔سبحان علی خان نے دیکھا کہ اس سفارت کے سلسلے کا منقطع ہونا اچھا نہین تو اُنھون نے کرنیل ڈبوا صاحب فرانسیس کو بادشاہ کا سفیر بناکر لندن کو بھیجنا تجویز کیا اور مولوی محمد اسمٰعیل کو جنکے گھر مین ایک عیسائی عورت تھی اور اس سبب سے انگریزی زبان خوب جانتے تھے اس سفیر کی ہمراہی مین مقرر کیا اور دو تین لاکھ روپے کی قیمت کے تحائف جنمین خراسانی تلوارمع سازوسامان مرصع کے اور پلنگ مُرصّع

اُس نے یہ بات عرض کی کہ مین نے کوئی نایاب چیز حضور کے ہاتھ فروخت نہین کی جسکی قیمت کروڑ روپیہ ہوتی اب مین چاہتا ہون کہ ایسی چیز مہیا کرون نواب نے کہا کہ ہم ضرور مول لین گے اس لیے اُس نے کوٹھی تیار کرائی اور عمدہ عمدہ صنعتین حکمت کے ساتھ اُس مین رکھین اور نادر مقام تعمیر کیے جس سے رعد و برق و باران کی سیر حاصل ہو۔ اور ہوائے مشرقی و مغربی و جنوبی و شمالی کو آنکھون سے دیکھے۔ اور طوفان ہوا اور گرمی و سردی کا اندازہ نگاہ سے معلوم ہو اسی طرح پانچ درجے اس کوٹھی مین تیار کرائے کہ ہر مقام انواع تکلف سے آراستہ تھا یہ تیاری ابھی منزل مراد پر نہ پہونچی تھی کہ نواب آصف الدولہ کا انتقال ہوگیا اور تھوڑے دنون کے بعد جرنیل مارٹین بھی مکان ہستی سے کوچ کر گیا اور مرنے کے وقت ہزار حسرتون کے ساتھ ممبران کمیٹی کے سپرد کیا اور اُنیس لاکھ روپیہ نقد اپنا متروکہ چھوڑا جسکی آمدنی سے اُسکے متعلقین سرکار کمپنی سے وثیقہ یاب ہوئے۔

(۲) جس سال یہ مدرسہ بنا اُسی سال ایک فرانسیسی عیسائی لکھنؤ مین آیا اور کہا کہ مین آسمان کی طرف چڑھ سکتا ہون اس سے خاص و عام کو تعجب پیدا ہوا اُسکو یہ منظور تھا کہ بادشاہ سے بہت کچھ روپیہ حاصل کرے چنانچہ چودہ ہزار روپے اُسکو بادشاہی خزانے سے عنایت ہوکر حکم ہوا کہ پہلے بطور نمونہ کوئی بات بادشاہ کو دکھلائے اُس نے ایک غبارہ درست کیا۔ تماشائی روز مقررہ کی صبح کو کوٹھی دلکشا مین جمع ہوئے اُس نے غبارہ اُڑایا۔ اور خود اُسمین بیٹھ کر باآواز بلند یہ بات کہی کہ اگر کوئی اسوقت میرے ساتھ اسمین بیٹھ کر چلے تو اُسکو ہزار روپے دیتا ہون جان اپنی کسکو گران تھی کسی کی ہمت نہ پڑی اس نے کئی دن کے کھانے کا سامان احتیاطاً اُسمین رکھ لیا تھا۔ ہائڈروجن گاس بھر کر اُس غبارے کو ایسا بلند کیا کہ وہ اپنے راکب سمیت سطح زمین سے آسمان کی جانب صعود کرتا ہوا کے رُخ چلا اور کبوترونکی چوکی پر جو شہر سے پانچ

مرنے کے بعد شہر مین آیا اور نوبت کی ممانعت بھی اُسی وقت سے دور ہوئی۔

لارڈ پادری بشپ کی لکھنؤ مین آمد اور ایک فرانسیسی کا غبارے مین بیٹھکر ہوا مین اُڑنا

۱۱-شوال ۱۲۵۰ ہجری کو لارڈ پادری بشپ لکھنؤ مین آئے اور رزیڈنٹ کی کوٹھی مین ٹھہرے ۱۲-شوال کو صبح کے وقت بادشاہ سے ملاقات ہوئی اور جلیل القدر انگریزون کی طرح انکی بھی دعوت ہوئی دیر تک بادشاہ کے ساتھ اختلاط اور اخلاق کی صحبت رہی کھانا کھانے کے بعد رخصت کے وقت بادشاہ کی طرف سے چند کشتیان کپڑون کی اور نقد چند ہزار روپے اُنکو عنایت ہوئے اور عطر اور گوٹے کا ہار دیکر رخصت کیا۔

پادری صاحب نے لکھنؤ مین یہ تجویز کیا کہ جرنیل مارٹین کے پس ماندہ روپون سے جسکے سود کی بابت ماہ بماہ سرکار کمپنی کو وثیقہ دینا پڑتا ہے اس شہر مین مدرسہ تیار ہو اور وہ روپیہ طالب علمون اور ہندوستانی مولویون اور انگریزی پادریون پر صرف کیا جائے چنانچہ یہ مدرسہ جنرل مذکور کی کوٹھی اور عمارات نواح دلکشا مین مقرر ہوا یہ جرنیل فرنگستانی تاجرون مین ایک نامی گرامی اور متمول آدمی نواب آصف الدولہ کے عہد مین تھا اس نے لکھنؤ مین کئی کوٹھیان تعمیر کرائی تھین ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی جسکو پچپن ہزار روپے مین نواب سعادت علی خان نے مول لیکر اپنی عمارات مین ڈال لیا تھا اور دوسری کوٹھی مارٹین صاحب کے نام سے مشہور ہے اس کوٹھی کو جرنیل مذکور نے نواب آصف الدولہ کے واسطے بنوایا تھا اس تاجر نے نواب آصف الدولہ کے ہاتھ فرنگستان کا لاکھون روپے کا اسباب فروخت کیا تھا اور اس تجارت کی بدولت بڑا مالدار بنگیا تھا ایکدن نواب آصف الدولہ سے

خیرآباد مین پختہ حویلی محلسرا ے دیوانخانہ امام باڑہ اور مسجد و زیارت گاہ قدم رسول و خانقاہ مشروع و حوض شرعی لاکھون روپیے کے قریب خرچ کرکے بنائے اسکی سواری کا جلوس امرا کی سواری سے کم نہوتا کسی سردار کو خیال مین نہ لاتا تھا بلکہ اُنسے سلام کی امید رکھتا تھا۔ طبیعت بیحد جابر تھی اگر کبھی کوئی اُس سے کسی کی سفارش کرتا تو سیدھے منھ جواب بھی نہ دیتا بلکہ اُلٹا سختی سے پیش آتا جس قدر بادشاہی لباس اور محلات شاہی کی فرمائشات مین روپیہ صرف ہوتا اُسقدر آمدنی کا ملک اُسکو دیا گیا تھا دیوان حضور تحصیل قدیم سے اس سرکار مین مقرر تھا جسکے حاکم مظفر حسین خان پسر سبحان علی خان تھے اس علاقے مین چند متفرق گانوٗن حضور تحصیل کے تھے اکثر آدمیون کا مشاہرہ ماہواری اُن گانوٗن سے مقرر تھا اگر کوئی سپاہی اپنی تنخواہ مانگنے جاتا تو دیوان مذکور کے اہلکار یہی جواب دیتے کہ ملکادرزی کے ہاتھ سے ایک کوڑی بھی نہین پہونچتی تمکو کیا دین کہین دوسری جگہ سے مانگو غرضکہ حصول زر مین اتنا شدید تھا کہ کسی کی مروت نہین کرتا تھا اور جو علاقہ اُسکے حوالے تھا اُسمین سے ایک پیسہ بھی سرکار مین داخل نکرتا نہ محکمۂ دیوانی مین سیاہہ کراتا نہ خزانے مین نہ رسومات معمولی اہلکارون کو پہونچاتا جمع خرچ اپنی مرضی کے موافق مصارف فرمائشات حضوری مین داخل حساب کر دیتا اسکی ان ناشائستہ حرکات سے تمام کارندے تنگ تھے اور بادشاہ سے شکایت کرنے کو آمادہ رہتے تھے مگر بادشاہ کا ندیم ہونے کے خیال سے کوئی شخص اُسکے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہین نکال سکتا تھا ہر شخص موقع کا منتظر تھا آخر کار اُسکا ظلم مخلوق پر اُسکے زوال کا باعث ہوا کہ ایکدن بادشاہ سے تمام اہلکارونکی شکایت کی کہ حضور کی فرمائشات مین جو چیزین صرف ہوتی ہین اُنکا روپیہ مجھے نہین دیا جاتا بادشاہ نے نایب سے اسکی کیفیت استفسار کی اُنکو تو

چھ کوس کے فاصلے پر ہے پہونچکر زمین پر اُترا چونکہ آج بدلی تھی اسلیئے غبارے کے آسمان کی طرف چڑھ جانے کے بعد کچھ نظر نہ آیا کہتا تھا کہ ایسی سرد ہوا کھائی ہے کہ قوت حرکت باقی نہین۔

مکا درزی کا زوال

مکّا درزی خیر آباد کا رہنے والا تھا نصیر الدین حیدر کے اوائل جلوس مین بادشاہی درزیون کے زمرے مین نوکر ہوا نہایت چالاک اور دستکار تھا۔ بادشاہ کی طبیعت عیاش تھی حرم کی عورتون کے لیے انگیا کرتی وغیرہ کی قسم سے کپڑے عمدہ عمدہ سی کر لایا بہت پسند ہوئے تمام درزیون کا جو بادشاہی لباس سیا کرتے تھے داروغہ ہو کر ترقی کرتے کرتے مصاحبت کے رتبے کو پہونچ گیا اور مکا خان کہلا کر مشمول عواطف شاہانہ ہوا اس زمانے مین ملک کی تہائی آمدنی عورتون کے مصارف مین صرف ہوتی تھی چند سال مین لاکھون روپے حساب مین باندھ لیے جبتک حکیم مہدی علی خان نائب رہے اُنکی بیدار مغزی نے اسکو جادۂ اعتدال پر رکھا جب وہ معزول ہو گئے اور روشن الدولہ کو نیابت ملی تو کچھ بادشاہ کی مصاحبت کے زور مین اور کچھ نائب کی مروت کی وجہ سے اپنی قدر کے احاطہ سے قدم باہر رکھا اور بہت سے علاقے کا مالک ہو گیا لکھنؤ مین بڑی بڑی عمارتین بنوائین کہ نہ ویسی کوئی عمارت معتمد الدولہ نے نہ منتظم الدولہ نے اور نہ روشن الدولہ نے تیار کرائی تھی اسکی عمارتونکی خوبی کی وجہ سے مخلوق اُنھین سیر کو جانے لگی ایک کٹرہ تعمیر کیا اور مکا گنج جو اُس زمانے مین نہایت آباد تھا دریاے گومتی کے پار بنایا اور مسافرون کے لیے سراے بھی بنوائی اکثر دیہاتی طوائفونکے ڈیرے اس سراے مین پڑے رہتے تھے اسی طرح

سرکار کے متعلق اتنا روپیہ بازار کا دینا ہے نواب صاحب سے بار بار کہتا ہون وہ شنوائی نہین کرتے جب کہتا ہون کل کا اقرار کرتے ہین اگر اسی طرح روپیہ کی وصولی مین دیر لگا رہی تو پھر سامان کا ملنا مشکل ہوجائے گا بادشاہ نے حکم دیا کہ تو خود ابھی جاکر نواب سے تقاضا کرکے وصول کرے اور دم لینے کی مہلت نہ دے یہ خبر کسی نے پہلے سے نواب کو پہونچا دی تھی مکا دلیرانہ اُنکے پاس آکر تقاضا کرنے لگا اُنھون نے چاپلوسی کی باتین کین اور فرد حساب ہاتھ مین لیکر سبحان علی خان کو دیدی کہ آپ اسکا روپیہ چکا دین سبحان علی خان نے مکا کو اپنے مکان پر بلا کر کہا کہ تو خوب جانتا ہے کہ اسوقت یہ شخص یعنی نائب اپنے عہدے پر مقرر ہے اور وقار و اقتدار رکھتا ہے اور اسکے نزدیک ہر شخص کو جُرم مین یا بیجرم کسی بلا مین مبتلا کرکے خراب کرنا کوئی مشکل کام نہین اس صورت مین اُسکی اہلیت ہے کہ ہر کس و ناکس تنک ظرفی سے بادشاہ کی مصاحبت پر مغرور ہوکر اُسکے مقابلے پر آمادہ ہوتا ہے وہ اپنے حوصلے پر نظر کرکے طرح دیجاتا ہے تو نے دیکھ لیا کہ راجہ درشن سنگھ غالب جنگ باوجود اسقدر اختیار کے جب اپنے حد اعتدال سے بڑھ گیا اور اکثر کامون مین نائب پر غلبہ چاہنے لگا طرفۃ العین مین اُسکو ایسا گرایا کہ حشر تک بھی کھڑا نہو سکے گا بادشاہ بیگم نے بھی چند کامون مین دخل دینا شروع کیا تو نے دیکھ لیا کہ اُنھون نے کیا دیکھا اور فتح علی خان کپتان نے جو کچھ کیا اُسکا ثمرہ پایا تو ایسا گمراہ ہوگیا ہے کہ نائب وقت کو جہان پناہ کا حکم پہونچاتا ہے اور اُنکا احسان بھول گیا چند روز کا ہی ذکر ہے کہ حکیم مہدی علی خان نے تجھکو حساب کے شکنجے مین کھینچا اور محاسب تجھپر مقرر کیا تھا جسنے عافیت تنگ کردی تھی اس شخص نے وفور حوصلہ سے اس پانچ سال مین تجھ سے یہ نہ پوچھا کہ سیاہ کرتا ہے یا سفید تو فیر کا لاکھون روپیہ تیرے کارخانے مین موجود ہے اور اُس سے بچے بھی جو نا سمجھ ہوتے ہین واقف ہین

اُسکی حرکات سے رنج تھا ہی اس موقع کو غنیمت جانکر تمام حال عرض کیا اور کہا کہ جسقدر
ملک اُسکے پاس ہے عرصۂ دراز سے ایک کوڑی بچت کی خزانے مین داخل نہین کرتا اور
مابقی کیفیت ظفرالدولہ کے بیان پر محول کی اُنھون نے بھی وزیر کے قول کی تصدیق کی
اور یہ بھی عرض کیا کہ جسقدر ملک اُسکے سپرد ہے اُسکے سوا نو لاکھ روپیہ بار بار کر کے
خزانے سے اُسکو پہونچا ہے برسون سے فرد حساب مانگی جاتی ہے تمرد کی وجہ سے نہین بھیجتا
بازار مین چند دوکانین بزازون اور گوٹہ فروشونکی اُس کے ظلم وستم سے برباد ہوگئین جنکا مال
لیکر تھوڑا سا سرکار کے صرف مین لایا ہے اور اکثر حصہ مکان مین رکھ لیا ہے اگر چند روز اور
اسی طرح اسکا دست ظلم رعایا پر دراز رہا تو شہر تباہ اور سرکار بے اعتبار ہو جائیگی
دوسرا تازہ سبب اُسکی خرابی کا یہ ہوا کہ جسقدر سرکاری فرمائشات اُسکے ذریعہ سے تیار
ہوتین تو اُنکی اشیاء کا محاسبہ اُس سے کوئی نہین کر سکتا تھا اڑھائی من سلمہ و ستارہ
و تاش بادلہ اُسکی معرفت خرید ہوتا تھا اُسمین سے جسقدر چاہتا زنانہ پوشاک مین صرف کرتا
اور کہدیتا کہ سب خرچ ہو گیا اُسکے تصرف کا پردہ چاک نہین ہوتا تھا اس طور سے برسون تک
خُرد بُرد کرتا رہا اور لاکھون روپیہ پیدا کر لیا سبحان علی خان کے بڑے بیٹے احسان حسین خانکو
اُسکے غبن کا یقین تھا وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اُسکو مرتبے سے گرادین اور جو کچھ اخراجات
اُسکے ہاتھ مین ہین اُنکے ہاتھ مین آجائین اُنھون نے اپنے باپ سے تمام توفیر کا حال بیان کیا
اور درخواست کی کہ یہ کام میرے متعلق ہو جائے اتفاقاً ایکدن مکاّنے ماہ گذشتہ کے اخراجات
فرمائشات کی فرد حساب تعدادی ایک لاکھ دس ہزار روپے کی نائب کو دکھائی اور اُن سے
روپیوں کا تقاضا کیا نائب نے فرد رکھ لی اور چند روز روپیون کے دینے مین لیت ولعل کرتے
رہے مکاّنے بادشاہ کی مصاحبت کے گھمنڈ مین آکر خود بادشاہ سے عرض کیا کہ خانہ زاد کو فرمائشات

ہو گیا فوراً مٹا کو خبر کردی وہ بادشاہ کے سامنے گیا اور عرض کیا کہ خانہ زاد بے علم و ناخواندہ ہے نواب صاحب نے جو کچھ چاہا لکھوا کر مجھ سے مُہر کرالی بادشاہ نے یہ توجیہ قبول نہ کی۔ نائب کو بھی گنگا کی اس حرکت کی خبر لگ گئی غرضکہ دوسرے دن کلّو درزی کے بیٹے کو مٹا کی جگہ مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ جسقدر سلمہ ستارہ گوٹہ ٹھپہ کلبدن اور اطلس وغیرہ سامان کی ضرورت ہو احسان حسین خان سے کہدیا کرے وہ فراہم کر دینگے یہ کلّو ہمیشہ نواب سعادت علی خان اور غازی الدین حیدر کے لباس سیا کرتا تھا اس انتظام کے بعد روشن الدولہ نے بادشاہ سے گنگا کے باب مین چند کلمے عرض کیے کہ ایسے نمکحرام جمع ہو گئے ہین اور باہم خود و بر دین اتفاق کر لیا ہے کہ اگر کسی کا بھی حضور کے سامنے ذکر کیا جاتا ہے تو اسیوقت اُنکو آگاہ کر دیتے ہین یہ نہین جانتے کہ یہ سلطنت کا راز ہے اُسکے بیان کرنے مین جان و حرمت کا خوف ہے اپنی اصل سے رزیل ہین نعمت عنایت بادشاہی کی قدر نہین سمجھتے اسی وجہ سے بادشاہان ماضیہ ایسے لوگونکو مُنھ نہین لگاتے تھے گنگا سے بادشاہ کو کچھ پہلے سے بھی رنج تھا اس تقریر سے زیادہ ہو گیا ارشاد کیا کہ یہ تمام نمک حرام جو میری حرمت کے خواہان ہین ان خدمتون اور عنایتونکے قابل نہین نائب نے سمجھ لیا کہ تیر تدبیر نشانۂ مراد پر پہونچ گیا گنگا کی تباہی کی صورت آگے مذکور ہوگی۔

غرضکہ ۴ ماہ شوال ۱۲۴۲ ہجری کو مٹا کو استری منجن مین قید کیا اور جو کچھ اسباب اس کا خیرآباد وغیرہ سے آیا تھا سرکار مین داخل کرا لیا اور ثبوت کے بعد شہر کے دو کا نداروں کو پہونچایا۔ محتشم خانی مین اسی طرح مذکور ہے ایک کتاب مین ایک روایت نظر سے گذری ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹا عالم ثروت مین اپنے آپکو بھولا نہین ہر اہل شہر سے بطرز سابقہ بحاجت سے پیش آتا اور تاحد امکان ہر ایک کے ساتھ سلوک کرتا ایکدن مٹا چاندی کے

تو ہی انصاف کرین پوچھتا ہون کہ تو کتنے روپے کا نوکر ہے اور یہ لاکھون روپے کی عمارت
کہان سے بنائی ہے تجھے شرم نہ آئی کہ ایک لاکھ دس ہزار روپے کے واسطے جنکے دینے مین
نواب کو تامل نہ تھا لیکن مُلک سے روپیہ نہ آنے کی وجہ سے ابھی نہ دیتے تھے تو نے حضرت سے
شکایت کی اور حکم حاصل کرکے سخت تقاضا کرتا ہے اگر یہ بھی سرکاری روپے کی توفیر کو جس سے
وہ واقف ہین ظاہر کرین تو اُسوقت تو کیا کرے گا اور چھٹکارے کا کیا حیلہ تیرے ہاتھ
مین ہے چونکہ نابردہ قوم سے یواج تھا کلمات تہدید آمیز سُنکر بیحواس ہو کر سبحان علی خان کے
قدمون پر گر پڑا اور تقصیرات کی معافی چاہی سبحان علی خان نے اُسوقت نرمی سے کہا کہ
بالفعل یا زار کا یہ روپیہ اپنے پاس سے چُکا دے اُس نے کہا کہ میری یہ مقدرت کہان ہے
کہ اسقدر روپیہ اپنے پاس سے دون خان مذکور نے کہا کہ صاف بات کہہ تا کہ مین مطلب
سمجھ لون کچھ سوچ کر اُسنے کہا کہ آدھا روپیہ مین اپنے پاس سے چکا سکتا ہون خان مذکور نے
اُسکی فارغخطی مہری لیکر نائب کو دیدی اُنھون نے جہان پناہ کے ملاحظہ مین گذرانکر عرض کیا
کہ روپیہ دینے مین مجھے کچھ عذر نہ تھا لیکن اُسکے ذمے لاکھون روپے کا غبن ہے اس لیے
تامل کرتا تھا اب حضور انصاف فرماوین کہ کوئی اپنا نقصان قبول نہین کرے گا اور اپنے
آپکو بلا مین نہ ڈالے گا اس شخص نے جو آدھے روپونپر فیصلہ کرکے اپنی مہری فارغخطی دیدی
اگر غبن نہوتا تو کسواسطے اسطرح معاملہ طے کر لیتا یہ بات بادشاہ کے دل مین اتر گئی اور
نائب کی خیر خواہی پر مسرور ہو کر ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنا گھر تمھارے سپرد کیا ہے
تمنے جان بوجھ کر دوسرونکو دخیل کر لیا ہے کس لیے ایسے لوگونکو سزا نہین دیتے جس سے
دوسرون کو عبرت حاصل ہو جائے نائب تو اس بات کے دل سے خواہان تھے عرض کیا
کہ کل کو اس قباحت کی فکر کرون گا اور حضور کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ گنگا اس بات سے آگاہ

پانون لنگڑا ہو گیا فیلبانون نے بہت چاہا کہ چھوڑا دین لیکن ونسنٹ نے کوڑے سے دھمکا
چھوڑانے نہ دیا یہانتک کہ گنگا کا ہاتھی بہت پامال ہوا اور بہزار دشواری رہائی حاصل ہوئی گنگا کا
ہاتھی پٹتے پٹتے بیدل ہو گیا اور اس شخص کو خفت بھی حاصل ہوئی مخبرون نے یہ خبر بادشاہ تک
پہونچائی چونکہ ایسے تماشے قدیم سے بادشاہون سے خصوصیت رکھتے ہین اُنکو بیحد ناگوار ہوا
لیکن علوئے حوصلہ کو کام فرماکر یہ خیال کیا کہ دونون سرکار کے ملازم ہین طرح دی کچھ تعرض
نکیا اسدن سے گنگا کو یہ شرمندگی تھی کہ میرا زبردست ہاتھی ایک کمزور ہاتھی سے پٹ گیا
اُس نے شہر کے فیلبانون کو جمع کیا اور صدہا روپیہ انعام مین دینے کا وعدہ کرکے اُن سے
کہا کہ اس کا ایسا علاج کرو کہ پاؤن بالکل درست ہو جائے عرصے تک علاج جاری رہا یہانتک
کہ چوٹ بالکل زائل ہوکر پاؤن سنبھل گیا - اب گنگا کے دل مین پھر یہ بات آئی کہ مسٹر ونسنٹ کے
ہاتھی سے اسکو لڑا کر اُسے بھگانا چاہیئے جب سرکاری فیلبانون سے اس باب مین مشورہ کیا
تو اُنھون نے کہا کہ یہ کام بہت مشکل ہے کہ اُس ہاتھی کا یہ مقابلہ کرے یا سامنے آئے
اسلیے کہ یہ حیوانات بیحد بزدل ہین اگر لڑتے ہین تو دلاوری کی وجہ سے نہین لڑتے بلکہ
جنون و مستی کے عالم مین لڑ پڑتے ہین اور سر پر صدمہ اُٹھانے کی تاب نہین لاتے دانتون
وغیرہ سے مقابلہ کرتے ہین جب سر پر ضرب پہونچتی ہے تو اُسی وقت مستی نکل جاتی ہے
اس سے معلوم ہوا کہ یہ حرکات عارضی ہے اگر شیر کی طرح ذاتی ہوتی تو ہزار معرکۂ جنگ
مین کبھی نہ بھاگتے گو اعضا کو صدمہ پہونچتا بلکہ جان پر نوبت آجاتی مگر فرار کا نام نہ لیتے پس
صلاح یہ ہے کہ اول اسکو خوب گرم دوا کھلائی جائے تاکہ بالکل ہوش وحواس مختل ہوکر
دوست دشمن مین فرق نہ سمجھے بعد اسکے دو تین بار دلیا دیا جائے تاکہ دلیر ہوکر خوف نکلجائے
چونکہ سرکاری ہاتھی خانہ بھی گنگا کی تحویل مین تھا ایکدن دو بھاگے ہوئے ہاتھی کارخانے سے بلائے

حوضے مین ہاتھی پر سوار جار ہا تھا ایک پٹھان دور سے چلایا کہ ہمارا بند ٹوٹا ہے اگر کوئی ناکلے تو مزدوری پائے گنگانے یہ آواز سنکر ہاتھی سے اُترکر اُسکا بند سی دیا اور خوشامد کی وہ توشرمندہ ہوا یہ پھر ہاتھی پر بیٹھ گیا مگا کے بعد اسکا پوتا اور جورو جائداد پر قابض ہوئے۔

گنگا کی خرابی دولت

بادشاہ کے تمام اردلیوں مین گنگا کی زیادہ عزت تھی وزیر بھی تمام امور مین اُنکی خاطر رکھتے تھے اور وہ بھی تمام کامون مین بادشاہ کے حضور مین نواب کا مددگار رہتا اور جسقدر ہوسکتا بلاے ناگہانی اُنکے سر سے ٹالتا رہتا تھا اگرچہ خلائق کا گمان یہ تھا کہ گنگا کو نائب کی دوستی کی وجہ سے اسقدر جرأت حاصل ہوئی تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ نائب اور سبحان علی خان نے سمجھ لیا تھا کہ پولاج آدمی جو بادشاہ کے مزاج مین دخل پیدا کرکے اپنے رتبے سے باہر قدم رکھتے ہین اور اعتدال کی حد سے بڑھ گئے ہین نہ انکی دوستی پر اعتبار رکھنا چاہیئے نہ دشمنی سے بےخطر رہنا چاہیئے پس حزم و احتیاط کا لازمہ یہ ہے کہ انکو منزلت سے گرادینا چاہیئے اور پایہ عروج سے تلے ڈالدینا چاہیئے۔ گنگانے ایکدن مسٹر ونسنٹ سے کہا کہ ان دنون کہ میرا فلان نیا خریدا ہوا ہاتھی مست ہوگیا ہے لڑنا چاہتا ہے اور فلان ہاتھی آپکا بھی چندروز سے مست ہوکر لڑائی کے لیے حملے کرتا رہتا ہے مین یہ چاہتا ہون کہ دونون اپنے اپنے ہاتھیونکو باہم لڑادین تاکہ اُنکا حال معلوم ہوجائے گنگا اپنے دل مین جانتا تھا کہ میرا ہاتھی اُنکے ہاتھی سے قوی ہیکل اور تنومند ہے ایک حملے مین اُسکو بھگا دیگا شرط بدکر کھیلنا چاہیئے دونون نے راضی ہوکر بے اطلاع بادشاہ کے اپنے ہاتھیونکو لڑایا۔ ایسا اتفاق واقع ہوا کہ گنگا کا ہاتھی اپنے ہی زور مین آپ زمین پر گرپڑا مسٹر ونسنٹ کے ہاتھی نے جو اُسکو پڑا ہوا پایا تو ایسا مارا کہ اُسکا ایک

دور سے بادشاہ نے انکو دیکھ لیا ایک انگریز کو دوڑایا کہ تم اہل ماتم ہو اسوقت اپنی جگھہ پر موجود رہنا چاہیئے مین آپ آتا ہون بموجب حکم کے لوٹ گئے بادشاہ تشریف لے گئے اور تعزیت کے کلمات کہے اس عرصے مین خبر پہونچی کہ رزیڈنٹ آتے ہین روشن الدولہ نے استقبال کرنا چاہا بادشاہ نے کہا کہ تمکو اپنی جگھہ سے نہ اُٹھنا چاہیئے مین خود انکو لاؤنگا رزیڈنٹ اگر دوگھڑی تک بیٹھے اور چند کلمے تعزیت کے کہکر چلے گئے گھڑی بھر کے بعد بادشاہ بھی اُٹھے نائب ساتھ ساتھ فرح بخش تک گئے اس خیال سے کہ قدیم سے دستور تھا کہ اہل ماتم کو خلعت عطا ہوتا تھا وزیر کے رفیقونکو پورا یقین تھا کہ حضرت نے استقبال کو منع فرمایا تھا اور ساتھ چلنے سے نہ روکا تو اسکا سبب یہ ہوگا کہ دولتسرا مین پہونچکر خلعت دینگے لیکن کچھ ظہور مین نہ آیا مجبوراً روشن الدولہ اپنے مکان کو لوٹ آئے اسکے بعد سب نے یہ سمجھ لیا کہ شاید جمعہ کو خلعت ملے جب اُسدن بھی نملا تو اب یہ تصور کیا گیا کہ بادشاہ ان سے دل مین صاف نہین۔

۵ ماہ شوال سنہ مذکور کو چار گھڑی دن رہے دوبارہ بادشاہ روشن الدولہ کے مکان پر آئے آج اُن کا مزاج نہایت برہم تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ مرزا علی طبیب مخاطب بہ مسیح الملک پر بادشاہ کو نہایت اعتبار تھا اُنکے سوا کسی دوسرے سے علاج نہین کراتے تھے اور اُن کے خاص آدمیون مین سے جو بیمار ہوتا اُس سے فرماتے کہ مسیح الملک کے سوا دوسرے سے علاج نہ کراؤ بادشاہ مسیح الملک سے بہت بے تکلف تھے اکثر مسائل فقہیہ اور حالات مذاہب مین اُن سے تبادلہ خیالات کرتے ائمہ علیہم السلام کے واقعات مین اُنسے گفتگو کرتے اس کثرت ہمکلامی سے نائب دل تنگ تھے مگر مصلحتہً زمانہ سازی کیے جاتے تھے حکیم صاحب بھی نائب کے مزاج اور عادت سے کہ ایک وتیرے پر نہ رہتی خائف و ترسان تھے اتفاقاً اُسدن بادشاہ نے مسیح الملک سے نائب کی کچھ شکایت بیانکی مسیح الملک نے یہ خیال کیا کہ یہانکی وقت وقت کی خبر

اور آپ مکان کے دریچے مین کرسی پر بیٹھا اور دونون ہاتھیونکے درمیان مین اپنے ہاتھی کو
چھوڑا ایک اُنمین سے اسکے پہلے ہی حملے مین بھاگ نکلا اور دوسرا دو تین ٹکرین کھاکر فرار ہوگیا
اُسیوقت بادشاہ کے حضور مین اِس بات کا مفصل پرچہ گذرا چونکہ سابق مین اُن کا مزاج
نائب کاراز گنگا سے بیان کردینے کی وجہ سے گنگا سے مکدر تھا ہاتھیونکے لڑانے سے زیادہ
برافروختہ ہوگئے اور برہم ہوکر نائب کو حکم دیا کہ گنگا کو قید کردین اُن کو دل وجان سے یہ امر
منظور تھا اسلیئے ۵ شوال ۱۲۵۲ھ ہجری کو قید کردیا اور صبح کو اُسکے کام دوسروں کے سپرد کردیے

نائب کے بیٹے کی موت پر بادشاہ کی سیاہ پوشی اور مسیح الملک طبیب خاص کے نائب کی تعریف کرنے پر اُنسے خفگی

۱۲۵۲ھ ہجری مین روشن الدولہ کا بیٹا جو محبوب طوائف کے بطن سے تھا چیچک کے
عارضے سے مرگیا جو بادشاہ کو یہ خبر پہونچی تو ماتم مین سیاہ لباس پہنا روشن الدولہ کا بڑا بیٹا
محمد حسن جب در دولت پر آیا تو اُسوقت جہان پناہ نے اپنی صورت کو محزون بناکر رومال
جیب سے نکالا اور دونون آنکھون پر رکھ کر آنسو پوچھے اور فرمایا کہ بار ہا تمھارے والد سے
مین نے کہا کہ فلان سادات کو موقوف نکرین اور اگر اُنکی موقوفی مدنظر ہے تو ہر قصور پر ساعات
ماہ کی تنخواہ ضبط کرکے دوسرے طور پر خبرگیری اُنکی کرتے رہین میری بات نہ سُنی اور آخرکار اُنکا
وبال پڑا۔ اسکے بعد حکم دیا کہ تمام درباری سیاہ لباس ماتمی پہنین اور تین روز تک نوبت
نہ بجے جب محمد حسن رخصت ہوگیا تو لباس تبدیل کرکے صرف سیاہ فیتا بازو پر باندھ لیا
تیسرے دن کہ دوشنبہ تھا فاتحہ کی تقریب مین روشن الدولہ کے گھر تشریف لے گئے جسوقت
سواری قریب پہونچی تو نائب اپنے مکان کے بالاخانے سے تلے اُتر کر استقبال کو کھڑے ہوگئے

سفارت کے طریق پر کلکتے کو قرار پائی تھی اور اس سفارت کے مقاصد کی درستی کے لیے تین لاکھ روپون کے قریب خزانۂ شاہی سے عنایت ہوئے تھے جب وہ روانہ ہوا تو پیچھے سے اُسکے بھائی کی گرفتاری کا واقعہ پیش آگیا اسلیے سفارت کا معاملہ بھی درہم برہم ہوگیا درستی کی صورت ظہور مین نہ آئی۔

بادشاہ کا ترکِ مے نوشی کرنا

روشن الدولہ کا حقیقی بڑا بھائی شرف الدولہ عرف محمد عباس شراب نوشی کی کثرت سے مخمور جام فنا ہوا بادشاہ اس سانحہ سے بہت متاثر ہوے اور اُس دن سے بالکل شراب سے اجتناب کرلیا یہ بات کسی کے وہم و خیال مین بھی نہ تھی کہ جو شخص اتنا بڑا شرابی ہو اور وہ اسطرح یک لخت چھوڑ دے اس کو جرأت بادشاہی بلکہ تائید الٰہی کہنا چاہیے۔

عشرۂ محرم مین سبحان علی خان کے بیٹون کے ہاتھ سے بہت بدعت ہونا

سنہ ۱۲۵۳ ہجری کے عشرۂ محرم مین سبحان علی خان کے بیٹون نے ایسی بے اندازہ بدعت کی کہ ایک مخلوق کو انکے ہاتھ سے ایذا پہونچی اگر ہتھیار بندی کی ممانعت نہوتی تو بہت بڑا کشت و خون واقع ہوتا تاہم دو آدمیونکو پکڑ کر اُنسے کہا کہ تبرا کرو جب انھون نے انکار کیا تو کوڑون لکڑیون گھونسون اور لاتون سے اتنا پٹوایا کہ دہ مر گئے۔ ماہ ربیع الاول کی نوین تاریخ تک کوچہ و بازار مین اوباش برملا تبرا کرتے پھرتے تھے ایسا طوفان بے تمیزی برہان الملک کے

نائب کو پہونچتی رہتی ہے دنیاداری کا لازمہ یہ ہے کہ اُنکی تعریف مین چند کلمات کہے جائین
جب وہ سُنین گے تو سمجھین گے کہ غیبت مین مجھکو بادشاہ کے سامنے کلمۂ خیر سے یاد کرتے ہین
تو بہت خوش ہونگے اور اپنی خیر خواہی پر محمول کرینگے لیکن مسیح الملک کو یہ خبر نہ تھی کہ نواب
نے بادشاہ سے کہہ رکھا ہے کہ حکیم صاحب نائب سے سازش رکھتے ہین اُنھون نے روشن الدولہ
کی خیر خواہی مین چند کلمے ایسے کہے کہ جس سے شکایت کی تلافی ہوتی تھی یہ سنتے ہی بادشاہ کو
یقین ہوگیا کہ یہ شخص بلاشبہہ نائب سے گٹھا ہوا ہے اور بادشاہ کو یہ منظور تھا کہ جو کوئی ہمارا ندیم
ہے وہ دوسرے سے تعلق نہ رکھے اب شہریار مردہہ کو حکم دیدیا کہ مسیح الملک کو کبھی
اندر نہ آنے دے چھ روز تک یہ حکم باقی رہا۔ بعدہ اس ضرورت سے کہ وہ بیگمات شاہی کے
معالج تھے اگلا حکم منسوخ کردیا۔

بوجہ گستاخی کے چند انگریزون کا اخراج

سنہ ۱۲۵۲ ہجری مین ونسنٹ کا بھائی اور چار دوسرے انگریز بادشاہ کے مزاج
کی برہمی کی وجہ سے دربار سے نکالے گئے وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک رات بادشاہ کے ساتھ
میز پر اکثر انگریز اور میمین کھانا کھاکر گرم صحبت تھے ایک انگریز کی میم ونسنٹ کے بھائی کی
منظور نظر تھی اور اُسکے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اس میم نے مینائے شراب سے جام بھر کر گھونٹ
چڑھایا ونسنٹ کے بھائی نے اُسکے آگے سے جام کھینچکر باقی شراب پی لی بادشاہ کو یہ امر
ناگوار گذرا کہ ہمارے سامنے بے ادبی کرکے اختلاط کرتے ہو ونسنٹ کے بھائی نے مستی کے
عالم مین کہا کہ ایسے بادشاہ ہم نے بہت سے بناڈالے ہین اس حرکت بیجا کی پاداش مین وہ
جیلخانے بھیجا گیا اور اُسکا کارخانہ تباہ ہوگیا اس واردات سے قبل مسٹر ونسنٹ کی روانگی

جبکہ خانم کا کام ابتر ہوا اور وہ خانہ نشین ہوئی تو فقیر محمد خان نے اُس زمین پر دوبارہ قبضہ کرلیا خانم نے بہت کہا کہ یہ امر آپکی شان کے لائق نہین جس چیز کو دیڈالتے ہین پھر اُسے نہین لیتے فقیر محمد خان نے پروا نکی جبکہ ماہ ذیحجہ ۱۲۵۲ھ ہجری مین خانم کی تقصیر بادشاہ نے معاف کی اور پھر پہلے رتبے پر پہونچی تو اُس نے روشن الدولہ سے کہا کہ مجھکو جو زمین جہان پناہ نے دی تھی فقیر محمد خان نے بجبر چھین لی اب اُن سے لیکر میرا قبضہ کرا دیجئے ورنہ جہان پناہ سے عرض کرکے جسطرح سے ہوگا لیلونگی روشن الدولہ کی طبیعت متامل تھی لیت و لعل کرتے رہے یہانتک کہ ماہ محرم ۱۲۵۳ھ ہجری آگیا اور اُسکا چہلم ختم ہوگیا دھنیانے بادشاہ سے عرض کیا کہ اس سے پہلے حضور نے فقیر محمد خان سے سو گز زمین راجہ درشن سنگھ کے ذریعہ سے دلوادی تھی کینز نے وہان امام باڑے کا لنگر خانہ بنوایا تھا اور چند سال تک میرے قبضہ مین رہی اُن دنون مین کہ مورد عتاب ہوکر چند روز تک خانہ نشین رہی فقیر محمد خان نے پھر اُس زمین پر بجبر قبضہ کرلیا مین نے بہت کہا کہ یہ زمین جہان پناہ کی بخشی ہوئی ہے لیکن باز نہ آئے اور آمد و رفت کا دروازہ بند کرادیا بادشاہ اس بات سے کمال غضبناک ہوے اور روشن الدولہ سے فرمایا کہ فقیر محمد خان کسکا نوکر ہے مین نے اُس کو مع رسالے کے برطرف کیا ابھی میرے شہر سے چلا جائے ذرا توقف نکرے روشن الدولہ نے جو دیکھا کہ دھنیا چاہتی ہے کہ فقیر محمد خان کو کھٹائی مین ڈالکر چلتی کرے اُسیوقت اُنکو بُلاکر صورت حال بیان کی اور کہا کہ یہ مناسب ہے کہ اپنے متعلقین کو شہر سے باہر بھیجدو تاکہ تمھاری روانگی کا تہیہ مشہور ہوجائے اور اخبار کے ذریعہ سے بادشاہ تک خبر پہونچ جائے اگر ان دو تین دن مین غضب کم ہوگیا اور تمھارا ذکر نہوا تو مین بطور خود تمھارے جرم کو معاف کرادونگا اور اگر بادشاہ یاد کرکے تمھارے حال کے جویا ہوئے اور مزاج مین اُنکے خفگی معلوم ہوئی تو

عہد سے کبھی ظہور میں نہ آیا تھا۔

دھنیا کہاری کی وجہ سے فقیر محمد خان کا شہر سے نکالا جانا اور درشن سنگھ کا بھی ذلت اُٹھانا

دھنیا مہری اور ڈلوی مہری یہ دو کہاریان چھوٹی بڑی مشہور تھین دھنیا کہاری دو سو کہاریون کی افسر تھی بادشاہ کی ڈیوڑھیونکی نظارت اور خواصون وغیرہ کو سزا و جزا دینا اہل محل کو ہدایت کرنا اس سے متعلق تھا اور محلات اُسکے سُپرد تھے افضل النسا خانم خطاب تھا اور چودہ پارچہ کا خلعت مع سپر و شمشیر بادشاہ نے اُسکو دیا تھا بادشاہ اور بڑے بڑے آدمی اُسکو خانم کہتے تھے اور یہی لفظ دوسرونکی زبان پر جاری تھا ڈلوی کہاری پر بھی بادشاہ کی ایسی نظر مہربانی تھی کہ روشن الدولہ نے اپنے بقائے منصب و آبرو وغیرہ کے لیے اس سے آشنائی کرلی جب دھنیا کو پورا عروج حاصل ہوگیا تو عالیشان عمارات اور مساجد اور امام باڑے کی تیاری شروع کی۔ امام باڑہ اسکا فقیر محمد خان کے شترخانے کے قریب بنتا تھا اسمین لنگر خانہ نہ تھا دھنیا نے فقیر محمد خان سے سو گز زمین کا قطعہ اس شترخانے مین سے مانگا اور کہا کہ اسکا ثواب ہم تم دونونکو حاصل ہوگا اُنھون نے ٹکا سا جواب انکار کے ساتھ دیا دھنیا نے بادشاہ تک اس معاملے کو پہونچایا کہ مین نے سو گز زمین شترخانے مین سے فقیر محمد خان سے مانگی تاکہ وہان لنگر خانہ امام باڑے کا بنواؤن یہ زمین در اصل بادشاہی ہے جو کہ متعصب ہین اسلیے نہ دی بادشاہ نے ترش ہوکر درشن سنگھ کو حکم دیا کہ تمام قلمرو کے ہم مالک ہین پھر زمین کے نہ دینے کی کیا وجہ ابھی جاکر فقیر محمد خان سے زمین لیکر خانم کے امام باڑے مین شامل کردے حسب الحکم راجہ درشن سنگھ نے بجبر وہ زمین امام باڑے کے شامل کردی اور چند عرصے تک خانم ثواب پاتی رہی

ایکدن دھنیا نے کھانا نذر ائمہ کا بادشاہی محلات مین بھیجا درشن سنگھ نے ممانعت کی دھنیا نے آشفتہ ہو کر بہت لعنت ملامت کی اور بادشاہ نے بھی دھنیا کی طرفداری کی راجہ درشن سنگھ سبحان علی خان کی عزت کا دشمن جانی بنگیا۔

بادشاہ کی فضول خرچی اور اپنی محلسرا کو بدچلن وعیاش عورتون کی چھاؤنی بنا دینا

دھنیا مہری بادشاہ کے انعام واکرام سے اسقدر مالامال ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اُس داد و دہش کا ایک نمونہ یہ ہے کہ ایکدن بادشاہ نے ایک چوبی چھڑی سے عالم نشاط مین آہستہ آہستہ دھنیا کو مارا اُس شوخ چالاک وضع نے عرض کیا کہ اگر یہ چھڑی موتیونکی ہوتی تو آبرو کا باعث تھی بادشاہ نے حکم دیا کہ متعدد چھڑیان تیار ہون چنانچہ کئی چھڑیان بنین ہر ایک چھڑی طول مین گز بھر سے زیادہ اور دور مین دو اُنگل سے کم نہ تھی اور بڑے بڑے آبدار موتیونکی لڑیان گندھکر ہر ایک چھڑی اُن سے بنی تھی۔ دس بیس مثقال سے کوئی موتی وزن مین کم نہ تھا جو چھڑی بادشاہ اُس مہری کے چھواتے وہ چالاکی کے ساتھ شوخی حسن و ادا دکھاکر بادشاہ کے ہاتھ مین سے لیجاتی تھی چنانچہ اسطرح کئی جواہر نگار چھڑیان اُسکے ہاتھ آئین۔

چار پانسو عورتین پری پیکر خوبصورت ملازم سلطانی ان مہریونکی ہمراہی مین تھین ایک سے ایک حسن و جمال مین غیرت آفتاب و ماہتاب تھی سن و سال مین کوئی پری رخسار بیس پچیس برس سے زیادہ نہ تھی یہ عورتین پرتکلف پوشاکون اور زیور سے آراستہ رہتی تھین ہر وقت عطر سے معطر ہوتی تھین اکثر امرائے تماشبین ان دنفریبون سے شب کو پہلو گرم کرتے تھے اور لکھنؤ کے

مجبور ہون اُسوقت شہر سے چلا جانا پڑے گا خانم کو روشن الدولہ نے بُلاکر بطور خود سمجھایا
کہ اگر زمین سے مقصود حصول ثواب ہے تو دُگنی موجود ہے بلکہ جسقدر کی ضرورت ہو قبضہ
کرلو اور اگر مطلب کچھ اور ہے تو تمھین اختیار ہے سبحان علی خان نے بھی مداخلت کرکے خانم کو
سمجھایا اور قسم لی کہ اب آیندہ بادشاہ کو یاد نہ دلاؤنگی اُس نے قسم کھاکر وعدہ کیا کہ اپنی طرف
سے سبقت نکرونگی اگر جہان پناہ خود یاد کرکے پوچھ بیٹھے یا دوسرے ذریعہ سے خبر پہونچی
تو ایسی حالت مین مجبوری ہے اس طرح دو تین دن گذرے آخر بذات خود بادشاہ نے
ایکدان نائب سے دریافت کیا کہ فلان شخص شہر سے چلا گیا یا یہین چھپ رہا ہے عرض کیا
کہ جسدن اخراج کا حکم ہوا تھا اُسیدن اُنکے متعلقین کو شہر سے باہر کرادیا تھا لیکن خود
اُنکے ایکدم چلے جانے سے لاکھون روپے کا سرکاری نقصان ہوتا تھا کیونکہ وہ لاکھون روپے
مستاجر ہین اسلیے مین نقصان سرکار کا روادار نہوا سال کا اخیر ہے اور دوسرے سال کی تشخیص کا
وقت آگیا ہے اسلیے تحصیل زر کے حیلے سے علاقے کو روانہ کردونگا اور جب مالگذاری کا تصفیہ
ہوجائے گا تو پھر شہر مین نہ آنے دونگا بعد اسکے روشن الدولہ نے فقیر محمد خان سے کہا کہ اب
یہی مناسب ہے کہ تھوڑے دنوں کے لیے پرگنے مین جا کر رہو اسکے بعد بطور خود بلالونگا فقیر محمد خان
نے اپنا چلا جانا مناسب سمجھا اور اُنیس ربیع الاول ۱۲۵۳ہجری کو بھر دن رہے لکھنؤ سے
اپنے وطن مرزا گنج کی طرف چلے گئے یہ قدر و منزلت ایک ذلیل کہاری کی روشن الدولہ
اور فقیر محمد خان کے مقابلے مین تصور کرنا چاہیے خان مذکور بھی اسقدر افسردہ دل اور
شکستہ خاطر لکھنؤ سے گئے کہ کارخانے مین جسقدر مرغ وغیرہ اور سیکڑون روپے کا غلہ تھا بار کشی
کی وقت کیوجہ سے محتاجون کو دیدیا سبحان علی خان نے دیکھا کہ دھنیا کا رنگ بخوبی جما ہے
تو اُسکے ہاتھون سے راجہ درشن سنگھ کے پامال کرانے کی فکر کی اور اُسکے کان بھر کر آمادہ کیا

سکہ زد بر سیم و زر تابندہ مثل مہر و ماہ ظل سبحانی نصیر الدین حیدر بادشاہ

تعمیرات نصیر الدین حیدر

چھتر منزل اسکو بادشاہ نے واسطے سکونت محلات حرم کے تعمیر کیا تھا اور جسکے متصل کوٹھی فرح بخش مین آپ رہتے تھے اس مکان کا نام چھتر منزل اسواسطے قرار پایا تھا کہ اُسکے اوپر چتر طلائی بنے تھے نہ اس لحاظ سے اُسکو یہ نام دیا تھا کہ چہار منزلہ ہے جیسا کہ بعض تصور کرتے ہین۔

ولائتی باغ یہ باغ بھی نصیر الدین حیدر نے تیار کرایا تھا اور اس مین اکثر ولائتی درخت لگائے تھے اسی وجہ سے اسکا نام ولائتی باغ مشہور ہوا۔ واجد علی شاہ نے اسکی چار دیواری کو بلند کرایا کیونکہ انکی بگیات اکثر وہان جاکر سیر کیا کرتی تھین اور اس کے واسطے پردے کا مکان ضرور تھا۔

نہر گنگ اس نہر کی کھدائی اس بادشاہ کے وقت مین شروع ہوئی تھی اور زر کثیر اس مین صرف ہوا علت غائی اس کام کی بہت مفید اور کارآمد تھی راجہ بختاور سنگھ نے یہ امر بادشاہ کے گوش گزار کردیا تھا کہ اس نہر سے پانی گنگا کا لکھنؤ تک آوے گا اور اسکے سبب سے تجارت اور زراعت کو بہت فائدہ پہونچے گا بلکہ اُنکو ترغیب دیکر کام شروع کروادیا تھا چونکہ یہ امر علم سے تعلق رکھتا ہے اور کسی انجنیر کی صلاح اور شورہ اس مین نہ تھا اسلیے یہ امر اختتام کو نہ پہونچا اور اکثر ٹھیکہ دارون کو جنھون نے کھدائی کا ٹھیکہ لیا تھا دولتمند کردیا یعنی وہ لوگ روپیہ لیکر بھاگ گئے اور اس نہر کو ناتمام چھوڑا۔

تارا والی کوٹھی اس تعمیر کو نصیر الدین حیدر نے بہدایت و سربراہ کاری کرنیل ڈلو اصاحب

نوجوان طرحداران پر مرتے تھے شہر کی طرحدار رنڈیون کا بازار ٹھنڈا ہوگیا تھا یہ سب عورتین بادشاہ کی سواری کے ساتھ ساتھ رہتی تھین جسوقت اس حسن وتجمل کے ساتھ سلیمان جاہ کی سواری ہوادار پر تخت سلیمان کی طرح دوش بدوش جاتی تھی اس جلسے کے دیکھنے والونکو عالم قاف نظر آتا تھا۔

بادشاہ کا سکہ

اوائل ایام حکومت مین یہ سکہ تھا۔

بدھر سکۂ شاہی زدہ زلطف الہ سپھر مرتبہ شاہ جہان سلیمان جاہ

تھوڑے دنون کے بعد بادشاہ نے اپنی جودت طبع سے اس سکے پر اعتراض کیا اور کہا کہ لفظ بد اگرچہ اس سکے مین اس طرح پیدا ہوگیا ہے کہ دھر پر ایک با بڑھائی ہے مگر زشتی اور بدنمائی سے خالی نہین۔ مصنف سکہ نے بہت سے نظائر اساتذہ کے کلام سے عرض کیے ارشاد کیا کہ کلام ہمارا اس ترکیب و لفظ کے جواز مین نہین ہے لیکن نقش بد کا وقوع ابتدا سے سکہ مین بہتر نہین ہے اور بد معلوم ہوتا ہے پس سکہ یون تبدیل کیا[1]

سکہ زد بر سیم و زر از فضل حق ظل آلہ نائب مہدی نصیر الدین حیدر بادشاہ

مؤلف کہتا ہے کہ پہلے سکے مین بدھر کی جگہ بلک بیٹھ سکتا تھا۔ بعض کا یہ کہنا صحیح نہین معلوم ہوتا کہ آخری سکہ حکیم مہدی علی خان کی طبع وقاد کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ محتشم خانی سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے روز تخت نشینی کے جلوس مین معتمد الدولہ نے یہ سکہ مسکوک کرایا تھا۔ بعد اسکے ایک اور شخص نے یہ بیت سکے کے لیے بنائی مگر مضروب نہوئی۔

---

[1] دیکھو وزیر نامہ ۱۲۔

نصیر الدین حیدر طبع موزون رکھتے تھے

تذکرۂ خمخانۂ جاوید مین لکھا ہے کہ بادشاہ کو کبھی کبھی اُردو اور فارسی مین بھی شعر گوئی کا اتفاق ہوتا تھا اُنکی اُردو کی یہ غزل بہت مشہور ہے بادشاہ تخلص کرتے تھے۔

یہ کس مست کے آنے کی آرزو ہے | کہ ساقی لیے ساغر مشکبو ہے
سمایا ہے جب سے تو نظرون مین میری | جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے
جتاؤن مین کیا اپنا حالِ پریشان | عیان زلف دلدار سے مو بمو ہے
چلو قبر فرہاد پر فاتحہ کو | مگر آب شیرین سے لازم وضو ہے
نکل جاے دم تیرے قدمونکے نیچے | یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
گلستان مین جاکر ہر اک گُل کو دیکھا | نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بُو ہے
ستایا ہے ناحق ہمین تو نے ظالم | یہ انصاف اللہ کے رو برو ہے
کیا چاک وحشت نے ایسا گریبان | نہ بخیے کے قابل نہ جائے رفو ہے
شفق سبکے ہوتا ہے گردون پہ ظاہر | یہ کس کشتۂ بے گنہ کا لہو ہے
عبث مجھکو ہنس ہنس کے دیتے ہو گالی | زبان کو سنبھالو یہ کیا گفتگو ہے
اگر اب کی بولا شب وصل جانان | چھُری اور مُرغ سحر کا گلو ہے

رہے سایۂ پنجتن بادشہ پر
خداوند عالم نگہبان تو ہے

ولہ

بُلبُل شیدا نے پوچھا گُل سے یون روز بہار | اے گُلِ رعنا ترے دامن مین کیون لپٹے ہین خار

جو منجم شاہی تھے تعمیر کروایا تھا اور آلات نجوم بھی اُسمین نہایت اچھے رکھے گئے تھے سلطان اُلاخبار مین کوٹھی دلکشا۔ مکان انداسن ۔ گلستان ارم ۔ درشن بلاس وفرح بخش کی تیاری کو بھی انکی طرف منسوب کیا ہے اورکچھ اسمین غلطی ہے۔ انکے سوا امام باڑہ ملحق عمارات چھتر منزل کربلا ۔ گومتی پار وتخت گاہ بنام نہاد بارۂ امام محاذ حسین آباد آپ ہی کی عہد سلطنت کے یادگار ہین تخت گاہ مین قوم سادات کی دختران کمسن بہ لقب اچھوتی تلاش کرکے جمع کی گئی تھین جیساکہ تذکرۂ خمخانۂ جاوید مین مذکور ہے۔

بادشاہ کا ہلاکت سے بال بال بچ جانا

نصیر الدین حیدر ایک روز گجرتھ کی سواری پر تزک اور احتشام شاہی کے ساتھ جارہے تھے راجہ بختاور سنگھ اپنے لوازم منصبی کی رو سے شمشیر برہنہ لیئے ساتھ تھے دفعتہً ایک نمکحرام سیہ روبد انجام بادشاہ پر حملہ کرکے رتھ پر پہونچ گیا راجہ معزی الیہ نے فوراً گھوڑا اڑاکر تلوار کے ایک وار سے سر اُسکا قلم کردیا اس خدمت شایستہ کے جلدو مین بادشاہ نے تلوار اپنی کمر سے کھول کر عطا فرمائی یہ تلوار نادر شاہ کی تھی بعدوفات نادرشاہ احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ آئی جب احمد شاہ نے مرہٹون پر چڑھائی کی اور شجاع الدولہ اُنکے پاس گئے جسوقت حضور مین پہونچے بخطاب فرزندی مخاطب فرمایا اور تلوار نادری جو اُسوقت شاہ کی کمر مین تھی کھول کر نواب کو عطا فرمائی اُس پر بہت سی عربی کی عبادتین اور فارسی کا شعر کندہ ہے لہ

لہ دیکھو تاریخ اجودھیا مؤلفۂ راجہ درگا پرشاد صاحب ۱۲

ملکۂ زمانیہ

اس کا نام حسینی خانم تھا ایک پٹھان کے نکاح مین تھی جو بنارس کا رہنے والا تھا حسینی خانم اور اُسکے دو بھائی وارث علی خان اور فتح علی خان دہلی کے باشندے تھے بنارس مین سکونت اختیار کر لی تھی مرزا جوان بخت کے اُستاد شاہ عالم بادشاہ کے عہد کے منصب دارون مین سے تھے۔ حسینی خانم نے انکے گھر مین روٹی ٹکڑے پر ایک مدت تک اوقات بسر کی جب یہ شخص بھی صدمات بے معاشی مین مبتلا ہوا تو حسینی تباہی کی حالت مین لکھنؤ کو چلی آئی اور ایک فیلبان کے گھر مین جو اُس سے محبت رکھتا تھا رہنے لگی اس عورت کے ایک لڑکا جسکا نام زینب تھا اور ایک لڑکی فیلبان کے نطفے سے پیدا ہوئی۔ خدا کی شان دیکھیے کہ اسی زمانے مین بادشاہ بیگم کے محل مین منا جان پیدا ہوا حسینی اُسکے دودھ پلانے کے لیے بادشاہ بیگم کے محل مین نوکر ہوئی غازی الدین حیدر زندہ تھے حسینی ادائے دلکش رکھتی تھی نصیر الدین حیدر اسوقت جوانی پر چڑھے ہوئے تھے انکی منظور نظر ہوئی[1]۔ پہلو گرم کیا اب محل سے نکلنا محال تھا دو بیٹیان ایک بیٹا ساتھ تھے نصیر الدین حیدر سے محبت بڑھی معتمد الدولہ نے حسینی خانم کو اور خواصون سمیت نصیر الدین حیدر کے ساتھ کہ ابھی شاہزادگی کی حالت مین تھے حسن باغ مین بھیجا یہان صحبت کا رنگ بخوبی جما تھوڑا بہت زیور و لباس عطا ہوا۔ جب نصیر الدین حیدر نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو بی حسینی کو ملکۂ زمانی خطاب دیا اور فیلبان سے جو اسکا لڑکا تھا اُسکو کیوان جاہ خطاب بخشا اور چھ لاکھ روپے کی جاگیر ملکۂ زمانی کو دی گئی اور وہ خزانہ جو فیض آباد سے بہو بیگم والدۂ آصف الدولہ کی ضبطی ہو کر آیا تھا اور تیس لاکھ روپیہ

---

[1] دیکھو مختشم خانی ۱۲

ہے نزاکت سے گران سر بھی چشم یار کو بار کاکل سے کمر کیونکر نہ لچکے بار بار

تیغ ابرو دیکھکر آئی ندا اے **پادشہ**

لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

فارسی کے بھی یہ چند اشعار تذکرۂ آفتاب عالمتاب اور روز روشن مین نظر سے گذرے ہین

مرحبا اے سندی عالم علم دہبی ماہ برج عجمی شاہ سریر عربی

چون نسایند جبین بر در تو جن و ملک سرور جملہ رسولی و شہ جملہ نبی

اصل نور تو بود فرع ز انوار خدا لعد ایزد ز تو زیباست حوائج طلبی

بوے لطفے برسان پادشہم را بدماغ

اے گل تازۂ رنگین چمن مطلبی

بادشاہ کی بیگمات کا بیان

برائی خانم

یہ عورت زمینداران مضاف لکھنؤ کی اولاد سے تھی مرزا محمد مہدی عرف فریدون بخت بہادر مشہور بہ مناجان کی مان ہے بادشاہ بیگم نے جو نصیر الدین حیدر کی مان ہین اس عورت کو حسن مین یوسف ثانی دیکھکر زر کثیر صرف کرکے ڈوبے کے طریق بہم پہونچایا تھا اور نصیر الدین حیدر کی شاہزادگی اور عروج شباب کی حالت مین وہ ڈولا انکو بخشا تھا چنانچہ مناجان اس سے پیدا ہوا اور یہ عورت عین جوانی مین دنیا سے گذری افضل محل اسکا خطاب تھا طلسم ہند سے اسی طرح مستفاد ہوتا ہے مگر وقائع دلپذیر سے ثابت ہوتا ہے کہ مناجان کی مان ایک کنیز تھی اور سکھ چین اسکو کہتے تھے ۔

حلقے ہوتے تھے اور سورج مکھی اور جواہر نگار چھتری اور پالکی نالکی سیم و زرین عرق جلو مین چلتی تھی اور نقرئی طلا کار سکھپال مین جو بالکل زربفت سے مزین تھا اُس مین ملکۂ زمانیہ بیٹھی ہوتی تھی خواجہ سراؤن اور شاگرد پیشونکے ہجوم سے سواری کے آس پاس راستہ نہین ملتا تھا سلطنت کا جو کچھ لوازمہ ہے وہ سب ملکۂ زمانی کے محل مین مہیا تھا باوجود اس رتبے کے حکیم مہدی علی بادشاہ سے عرض کیا کرتے تھے کہ حضور کو ایک رذیل عورت کے ساتھ یہ گرمجوشیان اور اُسکو اس مرتبے پر پہونچانا زیبا نہین غرض حکیم صاحب کی شعلہ زبانی نے ملکۂ زمانیہ کی آتش محبت کو بادشاہ کے دل سے سرد کر دیا اور اس سے ملکۂ زمانیہ کا گو وقار کم ہو گیا مگر وہ خزانہ جو خزانۂ قارون پر بھاری تھا ہاتھ سے نہین گیا فقط جاگیر ضبط ہو کر چوبیس ہزار روپیہ مقرر رہا کہ دس ہزار ملکۂ زمانیہ کی ذات کا تھا اور چودہ ہزار اُسکی ایک بیٹی کا تھا جو نواب ممتاز الدولہ مرزا حسین علی خان نبیرۂ نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان ابن نواب سعادت علی خان کے ساتھ بیاہی گئی تھی یہ بیاہ نصیر الدین حیدر نے کیا تھا اور یہی درماہہ وثیقہ قرار پایا۔ اور کئی برس کے بعد کیوان جاہ وبائے ہیضہ مین مر گیا کربلائے تالکٹورہ مین جو امام باڑہ اُسکے نام سے مشہور ہے دفن ہوا۔

مخدرۂ علیا ولایتی محل

مسٹر والٹر نام انگریز تاجر کے گھر مین ایک ہندوستانی عورت قوم اجلاف سے تھی مسٹر والٹر کے نطفے سے اس عورت کے دو لڑکیان پیدا ہوئین جب وہ بالغ ہوگئیں تو والٹر اُنکو غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے پیشکش کے لیے لایا نصیر الدین حیدر کو ایام شاہزادگی سے انہین سے ایک لڑکی منظور نظر تھی لیکن غازی الدین حیدر کے

سکہ بنگالہ سے زیادہ تھا اور ابتک علیحدہ کوٹھے مین رکھا ہوا تھا یہ تمام خزانہ بی حسینی کی تحویل مین
داخل ہوا اسکے سوا دہ کئی لاکھ روپیہ بھی بی حسینی ملکۂ زمانی کو مرحمت ہوا جو تاج الدین حسین خان نے
اپنے عہد نظامت مین غلام حسین چکلہ دار سلطان پور کے متروکہ مین سے ضبط کر کے غازی الدین حیدر
کے عہد مین بھیجا تھا - ملکۂ زمانی کا زمانہ عروج پر تھا ابھی تک بادشاہ کے لیے دوسرا محل مقرر نہین
ہوا تھا - بادشاہ نے کیوان جاہ کو سپاہ کا جرنیل بنایا اقبال الدولہ اُنکی نیابت پر مامور ہوئے
اب ملکۂ زمانی کا بازار بخوبی گرم ہوا کہ روز کشتیان مالا مال ہاے مروارید اور طرح طرح کے
جواہرات بیش بہا سے لبریز اور اشرفیونکی تھیلیان ہاتھیون پر لدی ہوئین اسکی تحویل مین داخل
ہوتی تھین - اس نے گولہ گنج مین ایک امام باڑہ بنوایا جو بسبب وسعت اور فراخی کے مشہور ہے
مگر اس مین کوئی تعمیر لائق تعریف نہین وارث علی خان اور فتح علی خان شریک دولت تھے
بھائی مشہور ہوئے اُنکو بادشاہ نے خلعت دیکر ملکۂ زمانی کی جاگیر کی نیابت پر مقرر کیا وہان
جاکران دونون شخصون نے امیرانہ ٹھاٹ جمایا ہاتھ پانون نکالے بزم عشرت کو اس درجہ
رونق دی کہ سو سو طائفے کسبیون کے رات دن ہر وقت حاضر رہتے تھے اور شراب کے ساغر
اُڑنے لگے اُنکا دسترخوان بادشاہ کے دسترخوان کی طرح چنا جاتا تھا دو شالہ پوش رفقا کھانے کو
جمع ہوتے تھے اور جسوقت وہ ہوادار پر سوار ہوتے تھے تو رقاصان پری پیکر ستارونکی طرح
اُس پاس جمع ہوتی تھین اور رفیقونکا جمگھٹ پہلو بہ پہلو ہوتا تھا یہ سامان ثروت دیکھکر
ناظرین قدرت خدا یاد کرتے تھے بادشاہ کی نظر شفقت مناجان کی طرف سے پھر گئی اور اب
کیوان جاہ کے مراتب ترقی پر تھے ملکۂ زمانی کی سواری کا یہ ٹھاٹھ ہوتا تھا کہ دو سو ہاتھی نقرئی
اور طلائی حوضہ ان اور کارچوبی جھولون سے آراستہ جلو مین ہوتے تھے اور بہت سے دو برجی
رتھون مین مغلانیان اور خواصین ہمراہ ہوتی تھین طلائی مرصع کار پنکھے جنمین بادلے کے

تاج محل

بھجو نام طوائف ساکن حسن پور بندھوا خوش وضع عورت تھی دو تین شخصون سے زیادہ ملاقات نرکھتی تھی پہلے مرزا جانی برادر مرزا علی خان چکلہ دار کے ساتھ آشنائی تھی دوسرے بھجو بیگ رسالہ دار نجف خانی سے محبت پیدا کی انکے علاوہ اور اکثر شہوت پرست لوگ اس سے راہ ورسم رکھتے تھے۔ میر غلام حسین چکلہ دار سلطان پور بھی اُس سے ملاقات کی آرزو رکھتا تھا اور لاکھون روپون کا اُس سے وعدہ کرتا تھا لیکن اُس نے کنارہ کیا آخر لشکر سے نکالی گئی اس طوائف کی ایک لڑکی نہایت حسین تھی اُس کا نام حسینی تھا اور تعلیم یافتہ تھی جوانی پر چڑھی ہوئی تھی شادی کی محفلون مین اکثر ناچنے کو جایا کرتی تھی ایک عالم اُسکے جمال دلفریب پر شیدا تھا۔ نصیر الدین حیدر کی نظر پر چڑھ گئی بادشاہ نے اُس سے نکاح کر لیا اور خورشید محل خطاب دیا۔ پھر ایک دن اپنا تاج شاہی اُسکے سر پر رکھ دیا اور تاج محل خطاب عطا کیا ملکۂ زمانی کی گرمی بازار اسی کی گرما گرمی صحبت نے سرد کی بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل پایا اور عظمت و حشمت شاہانہ کے ساتھ بسر کی

۱۲۴۳؁ ہجری مین تخت نشینی کی سالگرہ کے جشن کی تقریب کے موقع پر ایک عالی خاندان انگریزی خاتون نے اس بیگم کو دیکھا تھا اُسکا بیان ہے کہ نواب تاج محل اتنی خوبصورت ہے کہ مین نے اپنی یاد مین ہندوستان کیا انگلستان مین بھی کہین اس سے زیادہ خوبصورت عورت نہین دیکھی اسکا سن قریب پندرہ برس کے ہوگا ہاتھ پاؤن چھوٹے چھوٹے نازک ہین اعضا کے تناسب کے علاوہ نقشہ ایسا سڈول کہ مین نے اس سے زیادہ دلاویز

خوف سے وصل کی صورت نہ بندھی اسکی صورت معمولی تھی مگر وہان کی مستورات
اُسے خوبصورت تصور کرتی تھین یہ لڑکی تعلیم یافتہ تھی یعنی زبان انگریزی کے علاوہ
اُردو فارسی بھی اچھی طرح لکھ پڑھ لیتی تھی یہ دونون بہنین جب اپنی مان کے پاس رہتی
تھین تو اپنے گزارے کے لیے دولتمند شرفا کے زین پوش کاڑھا کرتی تھین شکل وصورت
دونون کی واجبی تھی اس نے اپنی تصویر نصیر الدین حیدر کو بھیجی تھی جو فریفتہ ہوگئے
اور تخت نشینی کے بعد اُسکو مان سمیت طلب کیا اور نقد پچاس ہزار روپیہ اور لاکھون روپے کا
سامان دیکر مخدرۂ علیا خطاب دیا اُسکی خوش قسمتی نے بادشاہ کے دل مین محبت کو ایسی
جگھ دی کہ ایکدم جُدائی گوارا نہ تھی اور محبت کی دل لگی جتنی زیادہ ہوتی تھی اُنکے دل کو
راحت پہونچتی تھی وہ بھی لیاقت کی پتلی اور بڑی چاپلوسی والی تھی اور آداب مجلس کا
کمال رکھتی تھی۔ تاج محل سے شادی ہونے سے پیشتر بادشاہ بہت چاہتے تھے تاج محل
کے آنے کے بعد بادشاہ کی طبیعت اُسکی طرف سے پھر گئی۔ اسکی مان پہلے کان پور مین
علی بخش میراثی سے تعلق رکھتی تھی جب اُسکی بیٹی بادشاہ کے محل مین داخل ہوئی تو اب یہ
علی بخش ولائتی محل کا باپ مشہور ہوا اور پرگنۂ میان گنج مین ولائتی محل کی جاگیر پر مسلط ہوگیا
اور اسقدر صاحب امارت وثروت ہوا کہ اُسکی تعزیہ داری کا شہرہ لکھنؤ مین مشہور عام ہوگیا
اور نواب امیر مرزا اُسکی اولاد سے تھے جنھون نے عالم پیری مین حسن جوانی دکھایا۔ جادی طوائف
جو لکھنؤ کی ایک کسبی تھی اُسکے گیسوے شبرنگ مین طائر دل پھنسا امیر مرزا اُسپر فریفتہ ہوئے
اُس سے نکاح کیا مالزادی تھی خوب مال مارے لاکھون روپون کا جواہرات اور زر نقد اس
تازی محبت مین نواب نے ہار دیا۔ امیرانہ عظمت وشان کے ساتھ باپ کا نام روشن
کیا ولائتی محل کے لیے چھ ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ قرار پایا تھا۔

جو ہم قوم عورت سے تھا جواہر فروشی کی بدولت نصیر الدین حیدر کے دربار تک رسائی پیدا کی اور اپنی اُس سوتیلی بہن کو محل سُلطانی مین داخل کرادیا بادشاہ نے پھول محل اُسکو خطاب دیا

سلطان محل

حسینی نام ایک بازاری طوائف صورت دار تھی بادشاہ نے اُس کو بیگم بنا کر سلطان محل خطاب دیا۔

بادشاہ محل

یہ عورت بھی ایک کسبی تھی اور اسکا بھی حسینی نام تھا اکثر ناچنے کے لئے بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوا کرتی تھی اور اُسکی مان آغا محمد نام ایک ایرانی مغل سے بغل گرم رکھتی تھی حسینی کا ظہور اسی ایرانی کے نطفے سے تھا یہ حسینی جو بادشاہ کی منظور نظر تھی اسنے آغا محمد کی رسائی سے حمل کا مصنوعی نقشہ جمایا مورد شفقت بادشاہی ہوئی اُسکے لیے جُداگانہ محل آراستہ ہوا بادشاہ محل خطاب پایا مگر کچھ دنون کے بعد یہ مضمون طلسمی مشہور ہوا کہ محل کی عورتون نے وہ جادوگری کی کہ جادو کے زور سے پیٹ مین بچے کو غائب کردیا غرض یہ بادشاہ محل بھی تین ہزار روپے ماہوار کی وثیقہ دار تھی۔

بسم اللہ بیگم مخاطب بہ قدسیہ محل

یہ عورت قوم ترک خاندان نوروز بیگ خان اور ہمایون بیگ خان سے تھی جن کے باپ کا نام دقا بیگ خان تھا اور انکا کٹرہ مشہور ہے اپنے شوہر سے لڑ کر محل مین بادشاہ بیگم کی

اور دلکش چہرہ کبھی نہین دیکھا اسکی حرکات اور طرز نشست سے غایت درجہ کی مسکینی حیا پروری اور حجاب مترشح تھا - پوشاک سرخ مخمل کی تھی اور بال بال مین موتی پروئے تھے زلفین شانون پر بکھری ہوئی تھین اور پیشانی پر ایک چھوٹا سا جھومر آویزان تھا جسمین بڑے بڑے موتی اور زمرد جڑے ہوئے تھے - کانون مین بالیان تھین جن مین بیشمار زمرد اور موتی جڑے ہوئے تھے گلے مین متعدد موتیون کی مالاؤنکے علاوہ ہار اور کنٹھے تھے جو اُسکے حسن کو دو بالا کرتے تھے نتھ مین دو بڑے بڑے موتی اور اُنکے بیچ مین ایک بیش قیمت زمرد آویزان تھا پیشواز اس قدر بھاری تھی کہ اُسے کئی پیش خدمتین سنبھالے ہوئے تھین اسمین شک نہین کہ خود نورجہان بھی اس سے زیادہ حسین اور جمیل نہوگی [1]

نصیرالدین حیدر کے بعد اس بیگم کا تعلق ناجائز میر کلب حسین بن سید علی کے ساتھ ہو گیا تھا جو مجتہد العصر کے خاندان سے تھا اور اس مطعونی کا شور وغل شہر کے گلی کوچے مین پھیل گیا اور میر کلب حسین گرفتار ہو کر نواب ناظر محلات شاہی کے حکم سے کسی قدر سزایاب بھی ہوا مگر دونونکی اُلفت پکی تھی باہم مواصلت کی وہ سبیل نکالی کہ کسیدکا خوف باقی نرہا دونون کربلا کو چلے گئے اور وہان باہم نکاح کر لیا اور مزے وصل کے اُڑنے لگے - تاج محل نے کربلا ہی مین چند سال کے بعد جمادی الاولی ۱۲۹۲ ہجری مطابق ۱۸۷۵ء مین انتقال کیا -

پھول محل

بینی رام ساہوکار لکھنوی ساکن محلہ چکلہ نے عاشورن کسبی سے رسم آشنائی بڑھا کر گھر مین رکھا اس سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوئے بینی رام کے انتقال کے بعد اُسکے بیٹے رام دیال نے

---

[1] منقول از اودھ اخبار مورخہ ۲۲ - جنوری ۱۹۰۲ء نمبری بیس ۱۲

پشمینہ از قسم فرش مسند۔ تکیہ۔ لحاف۔ توشک وغیرہ قیمتی نشترلاکھ روپے سے بھر دیا قدسیہ محل نے ایک لحہ مین وہ تمام پشمینہ اپنے نوکرون کو بخشدیا تین برس کے اندر تین کروڑ روپے نقد صرف کیئے قدسیہ محل سے بڑھ کر لکھنؤ مین کوئی بیگم سخاوت مین نام آور نہین ہوئی

قدسیہ محل کا اپنے اگلے شوہر سے نطفہ بادشاہ کے نام سے بہم پہونچانا اِس حمل کے ساقط کردینے کے اتہام مین ایک محلدارنی کا بادشاہ کے ہاتھ سے مقتول ہونا اِس حمل حرام کا بھانڈا پھوٹنا قدسیہ محل کا خودکشی کرنا بادشاہ کا اُسکے ماتم مین لذت دنیا سے ہاتھ اُٹھانا

اب ایک واقعہ عجیب وغریب سُنیئے بادشاہ کو فرزند کی تمنا ہزار دل سے تھی اور آنوجی قدسیہ محل کی دل سے ہواخواہ تھی اُسنے اس بات پر جمایا کہ نطفہ کسی اور شخص کا بادشاہ کے نام سے بہم پہونچانا چاہیئے لیکن قدسیہ محل کسی دوسرے شخص کی ملاقات پر رضامند نہوئی ناچار پہلے شوہر کو جو طلاق دیکر لکھنؤ سے بخوف گرفتاری کانپور کی طرف بھاگ گیا تھا روپے کا طمع دیکر ہزار فریب سے طلب کیا وہ ناگاہ شہر تک آیا تو یہان سے صندوق مقفل مین اور آلات تحائف کانپور کے ساتھ محلسرا ئے مین پہونچا اور کئی مہینے تک پردے مین اپنا کام کیا خدا کے حکم سے قدسیہ محل حاملہ ہوئی لیکن ان گناہ ہائے جاند خیریت سے نہین گذرا یعنی وہ حمل فرزند ہشت ماہہ کا ساقط ہوا اور یہ خبر تمام محل مین پھیل گئی کہ پیاری نام محلدارنی نے ملکۂ زمانی کے کہنے سے سحر و جادو کے زور سے یہ حمل ساقط کیا بادشاہ کو بہت غم واندوہ ہوا

نوکری کے لیے آئی صورت اُسکی بہت ایسی دلاویز نہ تھی مگر طالع بلند تھے بادشاہ کی نگاہ محبت
اُسپر جا پڑی اُسکی ہر ادا دلفریب تھی حضرت عشق نے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا حکیم
مہدی علی خان نے اس مرض کا اس ڈھنگ سے معالجہ کیا اور وہ نسخہ عمل مین لائے کہ شوہر
نے اسکو طلاق دی نام اُسکے شوہر کا کسی نے مرزا بھجو بیگ اور کسی نے میر چھولی کلو ساکن
کٹرۂ وفا بیگ خان لکھا ہے - بادشاہ نے اُس سے نکاح کر لیا اور وقائع دلپذیر سے
معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت ایک دستار بند کی تھی حسن وجمال مین بے نظیر تھی بادشاہ کے
متعہ مین آئی اور خطاب مخدرۂ زمان مہد علیے البلقیس دوران ملکۂ آفاق قدسیہ سلطان مریم
بانو بیگم صاحبہ ہوا مگر مشہور قدسیہ محل کے ساتھ ہوئی ابتدا مین تو اس عورت سے
اور بادشاہ بیگم سے خوب میل رہا اور آخر کار تنازع اور خرخشہ پیدا ہو گیا اور باہم نہایت
تفضیح آمیز باتین ایک دوسرے کو کہنے لگی - بادشاہ اس عورت پر نہایت مفتون اور
فریفتہ تھے یہ عورت نہایت بلند ہمت اور سخی تھی اس نے آتو جی کے بیٹے قادر علی خان کو
اس کار خیر پر مقرر کر دیا تھا کہ پانچہزار روپیہ روز ہر صبح جب غربا اور مومنین کو تقسیم ہو لیتا
تھا تب کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتی تھی اُسکی فیاضی سے غریبون کی ہزارون ناکتخدا
لڑکیان بیاہی گئین اور جس شخص کی نسبت اُسکی ہم قومی کا لفظ مستعمل تھا وہ دولت و ثروت کو
پہونچ گیا اُن مین سے ایک مظفر الدولہ حسین بیگ تھے کہ جن سے روشن الدولہ ہزار منت
اور خوشامد سے ہم کلامی کے آرزومند تھے دوسرونکا حساب و شمار کیا اور جملہ محلات شاہی
نے سوائے ملکۂ زمانیہ اور مخدرۂ علیا کے قدسیہ محل کو نذرین گذرانین مگر ملکۂ زمانی اور مخدرۂ علیا
رضامند نہ ہوئین - ایکدن قدسیہ محل نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مین نے تسمینہ خانہ نہین
دیکھا حضرت نے حکم دیا کارپردازون نے ایک خالی مکان زمین سے چھت تک سامان

کر کے پوشاک بدلکر جان دینے پر آمادہ ہوئی پچاس ہزار روپے اور کئی ہزار اشرفیان توشے خانے مین موجود تھین اپنے بیٹے کو جو شوہر اول سے تھا بلا کر چار ہزار روپے دیکر کمال محبت کے ساتھ سینے سے لگایا اور پیار کر کے روئی اور کچھ زر نقد اپنے نوکرونکو دیا اور یاس و حسرت کی باتین کین خواصون نے بہت فہمائش کی لیکن اجل دامنگیر تھی وہ پسا ہوا زہر نوروزی خانم کے ہاتھ سے لیکر کھالیا ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۰ ہجری مطابق ۲۱ - اگست ۱۸۳۴ء کو یہ واقعہ ظہور مین آیا جب یہ جانکاہ معاملہ محل مین گذرا اور استفراغ شروع ہوا بادشاہ کو کیفیت اسکی کھلی مرزا علی وغیرہ طبیبون اور روشن الدولہ کو طلب فرمایا لیکن قدسیہ محل نے جو جان پر کھیل چکی تھی معالجہ قبول نکیا غرض اس کشمکش مین اُسکا کام تمام ہو گیا اور لاش کمال جلوس کے ساتھ کربلاے نو تعمیر واقع مکارم نگر مین دفن ہوئی بادشاہ نے اس غم مین لباس ماتمی سیاہ رنگ کا پہنا اور لذت دنیا سے کنارہ کیا ایک مدت تک آنکھ شیشہ و ساغر سے نہ ملائی بلکہ فرط رنج والم مین یہ کلمات زبان سے سرزد ہوتے تھے کہ مجھکو کسی کی صورت اچھی نہین معلوم ہوتی غرض زندگی بھر اس غم کے ہاتھون سے نجات نہ پائی۔

تاریخ وفات قدسیہ محل

حضرت قدسیہ بانو بیگم عالی صفات — حیف از دار فنا سوئے جنان ناگاہ رفت

تیرہ و تار از زمین تا چرخ شد در ماتمش — گوئیا زیر زمین از اوج گردون ماہ رفت

سال تاریخ وفاتش زد رقم کلک قبول — حیف بلقیسے ز پہلوے سلیمان جاہ رفت

از مؤلف محتشم خانی

کیا گردش فلک نے صدمہ دیا ہے اعظم — عالم نے جسکے غم مین پہنا لباس ماتم

اور اُس محلدارنی کا شمشیر غضب سے کام تمام کر دیا جب یہ ناوک تدبیر نشانے سے خالی گیا
پھر آتو نے دوسری مرتبہ بھجو بیگ کو کان پورسے بلا کر اس خیال سے کہ پردۂ راز فاش نہو رنگ
ترغیب جمایا جس سے بادشاہ نے کوٹھی دلکشا مین قیام اختیار کیا یہان آتش حسرت فرزند
سینے مین مشتعل تھی اور کلام جگر سوز یاس و ملال کے زبان پر جاری تھے ایکدن ایک خواص
خاص نے بادشاہ سے اپنی حفظ جان اور حرمت کی سوگند لیکر پچھلی ساری کیفیت گوش گزار
کی اور کہا کہ نُورن دائی اس معاملے سے بخوبی واقف ہے یہ بات سُنتے ہی بادشاہ کو بہت
غُصّہ آیا اور قدسیہ محل کی طرف سے بالکل توجہ پھیر لی اور نورن کی طلبی کے لیے حُکم دیا
فتنہ پردازون نے جب یہ دیکھا کہ اب راز فاش ہوتا ہے اُس دائی کو پوشیدہ لکھنؤ سے کانپور
کی طرف بھگا دیا اور وہ ہاتھ نہ آئی - دریاے غم کی موج بادشاہ کے سر سے گذر گئی اور بادشاہ کو
بے انتہا پریشانی اور اندوہ پیدا ہوا ایکدن قدسیہ محل نے بادشاہ کی خلوت گاہ مین آنیکا
ارادہ کیا ارشاد ہوا کہ اب مجھکو تجھ سے کوئی کام نہین اور نہ تجھکو مجھسے کوئی سروکار باقی ہے
قدسیہ محل نے عرض کیا کہ جناب کی طبیعت میری طرف سے پھر گئی دشمنون کے کہنے سے
فساد پر آمادہ ہین حیلہ ڈھونڈھکر میری خرابی کے درپے ہین حضور خوب غور فرمالین کہ مین عمدہ بیگم
کی طرح نہین ہون کہ اول اُسکو اپنی خدمت مین سرفراز کیا بعدہ ایک رکیک جرم پر
بے حُرمت کیا سر کے بال منڈواکر بھنگی کے حوالے کر دیا مین نے حضور سے ہمیشہ یہ بات
عرض کی ہے کہ خدانخواستہ جسدن بندگان حضور کی نگاہ میری طرف سے پھری اُسی روز
زندہ نہ رہونگی نقد حیات نذر محبت کرونگی - یہ سُنکر بادشاہ نے بے تکلف جواب دیا کہ مین نے
کسی کو یہان جان نثار راہ محبت مین نہین دیکھا جو اپنے آپکو ہلاک کرے قدسیہ محل کے
سر پر قضا کھیلتی تھی زہر منگواکر نوروزی خانم کو جو جلیس تھی تفویض کیا اور اُسیدن غسل آخری

لینا چاہا ایکدن بادشاہ کو دعوت کے بہانے سے اپنے مکان پر بلایا اور زنانہ محل مین کہ عورات کا ہجوم تھا نذر گزراننے کے لیے اپنے اہل وعیال کو پیش کیا دختر مرزا باقر علی خان بن حسین علی خان سابق چکلہ دار روہیلکھنڈ کہ بظاہر سُرخ وسفید تھی اُسکی جلد بدن باریک تھی آنکھین بڑی بڑی تھین ہونٹ پتلے تھے اور چودھوین رات کے چاند کی طرح روشن نظر آتی تھی بادشاہ کو دکھائی ایک نگاہ مین بادشاہ کی طبیعت اُسکی طرف مائل ہوگئی اور مواصلت کے خواہان ہوئے نائب نے عرض کیا کہ یہ لڑکی قوم سے اشراف اور خاندان سے عزت دار ہے بازاری عورت نہین کہ حضور کا حکم صادر ہوتے ہی جیسے ہو سکے اپنے آپکو حاضر کرے اگر طبیعت مبارک اُسکی طرف رجوع ہے تو اُسکے باپ کو شرفا کے طور پر راضی کرنا چاہیے اور سلاطین ماضیہ جسطرح اپنے جان نثارون کے ساتھ پیش آتے تھے اُسیطرح عقد شرعی کر کے خدمت مبارک مین سرفرازی بخشی جائے یہ صورت اُسکے والدین کی عزت کا موجب ہوگی اور بیاہ مین تکرار اور عذر کی جگہ نہ رہے گی روشن الدولہ کی عرض بادشاہ نے قبول فرمائی اور شادی کے سرانجام کے واسطے ارشاد کیا روشن الدولہ نے مرزا باقر سے اسطرح تذکرہ کیا کہ عورات مشاطہ نے آپکی بیٹی کا ذکر حضرت تک پہونچایا ہے حضرت اُس سے کتخدائی کے خواہان ہین اگر منظور ہو تو کار خیر ہے اسمین کوئی مضائقہ نہین مرزا باقر نے جوابدیا کہ مین ایک غریب خانہ زاد بادشاہ کا ہون بھلا یہ امر کیسے صورت پذیر ہوگا اول یہ کہ لوگ کہین گے کہ فلان شخص نے لالچ مین آکر یہ کام اختیار کیا ہے (۲) حضرت کے صدہا محل ہین تین روز رغبت کرکے خواص پورہ مین داخل کر دینگے تمام عمر مین فضیحت ہوتا رہونگا اور بیٹی کہا کریگی کہ باپ نے جان بوجھ کر مجھے ڈبویا (۳) اگر بادشاہ کے حکم کے مطابق یہ کام اختیار بھی کرون تو فرمایئے کہ شادی کا جو دستور ہے حضور کے مقابلے مین وہ مجھ سے کیا ادا ہو سکے گا مین فقیر ہون وہ بادشاہ ہین بالفرض تمام اثاث البیت

دار فنا سے اُسنے صد حیف کی ہے رحلت | دستِ سخا سے جسکے تھا کامیاب عالم
بیتاب و بیقراری باگریہ آہ و زاری | ہر اک مین مین نے پایا اُسدن بچشم پرُنم
پندرھوین پنجشنبہ ماہ ربیع ثانی | سنہ یکہزار و دو صد پنجاہ تھے مسلم
سالِ وفات اُسپر پوچھا تو بولا ہاتف | کہ خلد کو سدھاری قدسیہ بانو بیگم

کنگال محل

قدسیہ محل کے انتقال کی وجہ سے بادشاہ کے دل کو ہجوم غم والم نے وہ پریشان کیا کہ کسی طرح اُنکو عورات عیش محل کی طرف رغبت نہ تھی اور رزیڈنٹ کے کلام نصیحت آمیز بھی کارگر نہوتے تھے اور یہانتک وحشت بڑھی کہ اکثر اوقات جنگل مین سیر و شکار کے بہانے بسر کرتے تھے اور کبھی فرح بخش وغیرہ سلطانی مکانون مین رہتے تھے اسطرح غم غلط ہوتا تھا کہ قدسیہ محل کی یاد مین کتاب وحشت کا سبق پڑھتے تھے اور کبھی بی بی پور اور کوٹھی دلکشا مین وہ خفقان جو گریبان گیر تھا لیے پھرتا تھا عجب قلق اور بے لطفی مین صبح سے شام ہوتی تھی سلطنت کے کامونکی طرف ذرا میلان نہ تھا روشن الدولہ وغیرہ دربار فکر و انتشار مین ڈوبے ہوئے تھے اور یہ منصوبے باندھتے تھے کہ بادشاہ کو کسی گلبدن سرو قامت کے ساتھ منعقد کرین تاکہ یہ کاوشین اُنکے دل سے دور ہون اس سے پہلے قدسیہ محل کی بہن کو جو صاحب شوہر تھی تجویز کیا جب یہ کلام زبان پر آیا اس نے کنارہ کیا اور بادشاہ کی طبیعت بھی اُسکی طرف رجوع نہوئی اسلیئے اُسکی شرطین نامنظور کین روشن الدولہ نے اب دوسری تجویز کی کہ قدسیہ محل کے چہلم کے بعد حضرت کا نکاح کسی نا کتخدا لڑکی سے کرانے کی تدبیر کی تاکہ غم غلط ہو جائے لیکن یہ کام دوسرے کے ہاتھ سے کرانے مین اپنی گرم بازاری مین نقصان سمجھکر خود اس کام کو اپنے ہاتھ مین

چند روز کے بعد اسی طرح روشن الدولہ کے مکان پر عقد شرعی بندھا اور جسقدر رسومات
دولھا کے لیے ہندوستان مین مقرر ہین وہ بادشاہ نے محل مین جاکر بلا تکرار ادا کیے اور
دلھن کو سکھپال مین بٹھاکر جہیز ساتھ لیکر شادان و فرحان محل خاص مین واپس آئے
روشن الدولہ کے بیان کے موافق چودہ لاکھ روپے کا جہیز تھا محتشم خانی کے مؤلف نے اس
تقریب کی تاریخ اسطرح موزون کی ہے ؎

عجائب لطف برپا چودھوین شب تھا چراغان سے — منور تھی زمین جون روز روشن ماہ تابان سے
فلک نقارہ تھا کہکشان خورشید و مہ جھانجھین — ملائک شادیانہ دیتے تھے گردون گردان سے
جہان سے اٹھ گیا تھا نام رنج و غم کا یکباری — جدھر مین دیکھتا تھا سب نظر آتے تھے خندان سے
ہوا میری خرد کو فکر تاریخ اس عروسی کا — نظر جب آئی یہ محفل نہایت لطف و احسان سے
کہا یون دیکھکر ہاتف نے عظیم الشان شادی کا — شرف بلقیس کو حاصل ہو نواب سلیمان سے

ولہ

شاہانہ جوڑہ پہنے ہوئے دیکھا شاہ کو — تاریخ کی ہوئی فکر اس خیر خواہ کو
ہاتف سے کی رجوع پئے سال تہنیت — بولا کہ مشتری سے ہوا وصل ماہ کو

چوتھی اور چالے کی رسم ادا ہونے کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام ہماری بیگمات اس دلھن کو
نذرین دین پہلے جو ہماری شادی مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی وہ والدین
کی مرضی سے ہوئی تھی اور یہ شادی خود ہم نے اپنی پسند سے کی ہے دلھن کا خطاب نواب
ممتاز الدہر شاہ جہان بیگم مقرر ہوا اور اس تقریب کی بدولت باقر علی خان کے بازار نے
رونق پائی اور اس ڈیوڑھی کے کارخانے برحاوی ہوئے اور باقر علی خان کے بیٹے
نے جو روشن الدولہ کا داماد تھا اور اس تازہ محل کا بھائی تھا سراج الدولہ خطاب پایا

فروخت کرکے انتظام بھی کرلیا تو یہی حکم ہوگا کہ کوئی وکیل نکاح کے لیے چلا جائے اس صورت مین
تمام عمر یہی بدنامی رہے گی کہ فلان نے اپنی بیٹی سُترِیہ طریق پر دیدی اور پھر کبھی میری
بیٹی کی عزت و منزلت نہوگی۔ روشن الدولہ نے جواب دیا کہ زمانۂ سلف سے آج تک
امرانے سلاطین کے ساتھ جو رشتہ داریان کی ہین اگر سب کو بدنامی اور طمع کا خیال پیدا ہوتا
تو یہ کام ہی منقطع ہوجاتا دنیا مین کوئی اسکو جانتا بھی نہین حالانکہ اس کام کا قدیم سے سلسلہ
تمام اقالیم مین جاری ہے اگر یہ احتمال ہے کہ تمھاری بیٹی کی دو دن گرم بازاری ہوکر رہ جائیگی
تو یہ بھی احتمال ہے کہ تمھاری بیٹی کے ساتھ جو محبت ہوگی وہ کسی دوسری عورت کے ساتھ نہوگی
اور یہ جو تم نے کہا کہ مین غریب ہون اور طریقۂ سُترِیہ عمل مین آئے گا جواب اسکا یہ ہے کہ یہ کام
تم سے تعلق نرکھے گا اس لیے کہ مین نے اسکو اپنی بیٹی بنایا ہے اُسکا بیاہ بڑی عزت و نمود کے
ساتھ عمل مین آئے گا غرض کہ ایسے کلمات سے مرزا باقر کو راضی کرکے بادشاہ کے حضور مین
عرض کیا کہ لڑکی کے باپ راضی تو ہوگئے لیکن ایک حجت رکھتے ہین کہ حضرت سر پر سہرا باندھ کر
اور امیرون اور عزیزون کو ہمراہ لیکر اُنکے مکان پر تشریف لیجائین خانہ زاد کو اس بات سے
وقت معلوم ہوئی اور ایسی حجت پکڑی کہ وہ لاجواب ہوگئے مین نے اُنسے کہا کہ کیا مضائقہ حضرت
بہ نفس نفیس تشریف لاوینگے لیکن اُنکی شان شاہانہ کے مطابق جہیز بھی چاہیے مرزا سمجھے کہ جہیز مین
دس بارہ لاکھ روپے سے کم صرف مین نہ آئین گے مجبور ہوکر ساکت ہوگئے باقی سوالات اُنکے
مین نے قبول کرلیے اور جہیز کا بار اپنے اوپر لے لیا اب التماس یہ ہے کہ اُس لڑکی کو اپنے مکان پر
مائیون بٹھاؤنگا اور تمام مراسم شادی کے ادا کرونگا حضرت کوئی تاریخ سعید قرار دیکر سہرا سر پر
باندھکر رزیڈنٹ اور تمام امرا اور رشتہ دارونکو ساتھ لیکر نوبت و نقارے کے ساتھ تشریف لیجائین
اور اس امر مین کوئی مضائقہ نہین کیونکہ وہ بھی حضور کا مکان ہے بادشاہ نے قبول فرمایا اور

دل کو نہ بھاتی غرض کہ شرم وحیا کے جوہر کی وجہ سے بادشاہ کے دلکو روز بروز اس نو عروس سے نفرت پیدا ہونے لگی - اُسکی ماں گمانی خانم مرزا مہدی علی خان کی بیٹی تھی محل مین اپنی بیٹی کے ساتھ رہتی تھی اسکے مزاج سے بیکاری کے ایام کی خست نہین نکلی تھی اسوجہ سے کفایت شعاری کی فکر مین ہمہ تن مصروف تھی اور جزرسیون پر نظر تھی چنانچہ دو ہزار روپیہ نوعروسی کے دن تقسیم انعام کے لیے مرحمت ہوا تھا وہ صرف نکیا اور باورچیخانے سے جو روٹیان آتی تھین بچی ہوئی روٹیونکو دھوپ مین سُکھواکر جمع رکھتی تھی ایکدن بادشاہ نے شیرینی کی فرمائش کی گمانی خانم نے بازار سے دو روپے کی مٹھائی منگادی جو بادشاہ نے چکھی بھی نہین یہ جزرسیان بادشاہ کے ترشی مزاج کا باعث ہوئین آخر آشفتہ ہو کر کچھ دنون کے بعد ادُھر سے رغبت پھر گئی - ایکدن خلوت مین بادشاہ پلنگ پر عرض مین لیٹ گئے پائنتی کی طرف وہ نوعروس بیٹھی تھی شوہر و مرد کے ایک جا ہونے کی وجہ سے مکان غیر سے خالی تھا ناگہان بادشاہ نے غل مچایا کہ مارے ڈالتی ہے خواصون نے دوڑکر حال دریافت کیا فرمایا کہ یہ عورت میرا گلا گھونٹتی تھی اسکو مارو اور لیجاکر خواص پورہ مین ڈالدو کہاریون نے اُس بیگم کو خلوت سے کشان کشان نکالکر سیکڑون رسوائی و ذلت کے ساتھ قید ظلمت مین ڈالدیا پھر صحبت بادشاہ کی اُس ہجران نصیب کو حاصل نہوئی اور کنگال محل نام قرار پایا -

عباسی محل

سید مظفر حسین خان کچھ دنون مختار الدولہ کی نیابت مین ممتاز رہے انکے فرزند شمس الدین خان نے ایک کسبی گھر مین ڈال لی تھی اسکے بطن سے کئی لڑکیان پیدا ہوئین انمین سے ایک نہایت حسین تھی وہ بادشاہ کی خدمت مین مشرف ہو کر منظور نظر ہوئی زیادہ عیش کرنا اسکی قسمت مین نہ تھا مرض عرق النسا

اور علاقہ محمدی کی چکلہ داری ہاتھ آئی اور پنشن قرار تنخواہین دونون باپ بیٹونکی سرکار
شاہی سے مقرر ہوئین ابتدا مین رتبہ اس محل کا اسقدر ترقی پر تھا کہ کوٹھی فرح بخش سے
آصف الدولہ کے محل تک آٹھ گھوڑونکی سیج گاڑی پر بادشاہ کے ہم پہلو سوار ہوتی۔
ایکدن آدھی رات کے بعد بادشاہ محل مین آکر سونے کے ارادے سے پلنگ پر بیٹھ گئے
اور اُس نوعروس کا انتظار کرنے لگے اور وہ بوجہ لحاظ ادب کے طلب فرمانے کی متوقع تھی کہ
یکایک برہم ہوکر دھنیا مہری سے کہا کہ مین بہت عرصے سے تنہا بیٹھا ہوا انتظار کر رہا
ہون اور یہ اپنی جگھ سے نہین ہلتی دھنیا نے عرض کیا کہ نوعروس ہین اسلیئے شرماتی ہین
رفتہ رفتہ کم حجاب ہو کر جو کچھ حضور کی مرضی ہو گی اُسکے مطابق عمل کرینگی اس بات سے
اور زیادہ بگڑے اور کہا کہ ہم کو مدت سے معلوم ہے کہ تجھکو نواب سے سازش ہے اس لیے
باتین بناتی ہے یہ کہکر پلنگ سے اُٹھے دھنیا سمجھی کہ بیگم صاحبہ کو اسوقت مارینگے اور اُنکی
عزت خراب کرینگے اس لیے دوڑکر اُسنے حضرت کی کمر پکڑ لی اور بیگم کو تکلیف دینے کے لیے
نہ چھوڑا جب بادشاہ نے خوب زور کیا تو خود دھنیا زمین پر گر پڑی بادشاہ نے دھنیا کے سینے
چڑھکر اتنا مارا کہ بدن مین کئی جگھ ورم آگیا دھنیا چلائی کہ اے بیگم صاحبہ شرم وحیا کو دور کرکے
آیئے اور مجھے بچایئے غرض کہ بیگم اُٹھین اور بادشاہ کا ہاتھ پکڑکر پلنگ پر لے گیئن اور دھنیا
نے رہائی پائی۔ بادشاہ کی طبیعت کو مدت سے یہ عادت تھی کہ جسقدر عورت بے حجاب اور
چالاک ہوتی وہ اُسے پسند کرتے تھے اور یہ بات ایسی عورتون مین پیدا ہوجاتی ہے جو عیاش ہون ہر قسم کے
آدمیونکی آنکھین دیکھی ہون شوقین مردونکی صحبت خوب پائی ہو اور جو عورتین مکانون مین نہایت
شرم وحجاب کے ساتھ پلتی بڑھتی ہین اپنے مردان محرم کے سوا غیر پر نظر ڈالنے کا موقع نہین پاتین
اُنمین بیحجابی کہان سے ہو لیکن بادشاہ ایسی عورت کو ناپسند کرتے تھے رشک حور بھی ہوتی تو اُنکے

اسیطرح زینہ بزینہ درجات طے کرتی ہوئی محل تک رسائی کی صورت ظہور مین آتی تھی اور اکثر کم قسمت بے نیل مرام مفت بدنام ہوکر جاتی تھین اور بعض بدوضع خراب حال دربانون سے اُلجھ کر رہجاتی تھین بہت کم عورتین خلوت خانۂ شاہی تک پہونچکر آرزوے دلی سے کامیاب ہوتی تھین اسپر بھی سیکڑون عورتین عیش محل مین داخل ہوئین انمین سے اکثر عورتین نہایت طرحدار تھین جنکے دیکھنے سے زن مرید وکی بھوک پیاس دور ہوتی بادشاہ کی اس زن پرستی نے وہ حشر برپا کیا کہ العظمۃ للّٰہ اور اس بدنامی نے یہانتک طول کھینچا کہ یہ خبرین رزیڈنٹ تک پہونچین اور ادھر سے تاکید و ممانعت شروع ہوئی۔

بادشاہ کا اپنی بیاہتا بی بی مریم بیگم المخاطب بہ سُلطان بہو کی زندگی مین اُسکی حقیقی بہن کے حسن و جمال پر جو شوہر دار تھی فریفتہ ہوکر اُس سے نکاح چاہنا اُس عفیفہ کے باپ مرزا سلیمان شکوہ کا اس امر کو نامنظور کرنا اس لیے اُنکا لکھنؤ سے خارج ہو جانا

شاہزادۂ سلیمان شکوہ جو شاہ عالم ثانی کے بیٹے اور محمد اکبر ثانی کے بھائی تھے اُنکی ایک بیٹی مریم بیگم نام نصیر الدین حیدر سے منعقد تھی اور ابھی اس سے صورت مواصلت ظہور مین نہ آئی تھی کہ اُسکی بہن ملکہ بیگم وارد لکھنؤ ہوئی - یہ بیگم مرزا سلیم بخت سے بیاہی تھی مگر بوجہ تخالف مذہب شیعہ و سُنی کے زن و شوہر مین ناموافقت پیدا ہو کر علٰحدگی ہو گئی تھی کیونکہ سلیمان شکوہ نے لکھنؤ کی بود و باش کی وجہ سے طریقۂ اثنا عشری اختیار کیا تھا اور اُسمین بہت غلو تھا اور اُنکے تمام بیٹے اور بیٹیاں اسی رنگ مین ڈوبے ہوئے تھے اور مرزا سلیم بخت میر محمدی خلیفہ مولوی

اور دق مین مبتلا ہو کر مر گئی عباسی محل خطاب تھا۔

عورات عیش محل جنکی تعداد سیکڑون تک پہونچ گئی تھی اور اسامیون کے لفظ کے ساتھ مشہور و معروف تھین

بادشاہ نے ایک عیش محل مقرر کیا تھا جسمین سیکڑون عورتین جمع ہو گئی تھین انمین سے ایک بھنگن بھی تھی جسکا خطاب صاحبہ محل تھا ایک کلاونت کی دو بیٹیان تھین انمین سے ایک کا خطاب مہتاب محل دوسری کا آفتاب محل تھا رذیل قوم کی اور بہت سی عورتین اس محل مین داخل اور صاحب خطاب تھین جب یہ بات شہر اور علاقے مین شائع ہوئی کہ بادشاہ کا مزاج نسوان پسند ہے کسی پر پند نہین تو جس دشمن آبرو کی بہن یا بیٹی خوبصورت ہوتی وہ اپنی ترقی کی آرزو مین خوشی خوشی لاکر حاضر کرنا فخر سمجھتا اور اکثر نیک چلن اور بد چلن عورتین دولت و حشمت کی تمنا مین ہزار جان و دل سے مشتاق تھین کہ بادشاہ کے محل تک کسیطرح رسائی ہو اور بہت عورتون نے بادشاہ کے محل مین نوکر ہونے کی آرزو پر شوہرون کو جواب دیا بادشاہی خواجہ سرا اور کہاریان ہولکے گھوڑون پر سوار کوچہ بکوچہ پھرتی تھین اور خوبصورت عورتونکو زر و زیور کی طمع دیکر عیش محل مین پہونچاتی تھین اگر انکا کوئی وارث انکار کرتا تو گوشمالی کی نوبت آتی تھی چھوٹی قوم والونکا تو یہ حال تھا اور اب ارباب آبرو کی عزت پر آبنی تھی الامان کا لفظ زبانون پر جاری تھا بہتون نے جلاے وطن اختیار کیا شہر پر لات ماری اور یہ قاعدہ جاری تھا کہ جو عورت عیش محل مین داخل ہونے کی اُمید پر در دولت تک پہونچتی تو وہ چند روز پہرہ والون اور دربانون کے زمرے مین قیام پذیر ہو کر راجہ درشن سنگھ کے حکم کی منتظر رہتی تھی پہلے راجہ کا نائب اُسکے دیدار سے دل خوش کرتا پھر اپنے کسی معتمد کو سونپتا

چلے گئے اور ۲۹- ذیقعدہ ۱۲۶۳ھ ہجری مطابق ۲۴- فروری ۱۸۳۸ء کو آگرے مین انتقال کیا۔

فضل حسین خان کی زوجہ کا بادشاہ کے محل مین جانے کی خواہش کرنا اور شوہر کی بڑی کوشش سے میر منشی رزیڈنسی کی مداخلت سے اس بلا کا اُسکے سر سے ٹلنا

جب شمس الدولہ نے بنارس مین قضا کی اُنکی زوجہ حضرت بیگم بنت مرزا جُمّا شوہر کے مال و اسباب پر قابض ہوئی جب شمس الدولہ کی اولاد عمر تمیز کو پہونچی بڑے بیٹے اقبال الدولہ لئیق اور صاحب علم تھے وزارت لکھنؤ کی تمنا مین اُنکے مقدمے نکلتے اور لندن تک پہونچے اور دوسرے بیٹے نے جسکا مزاج لااُبالی تھا تھوڑے دنون مین بہت سا روپیہ خرچ کیا آخر کار دونون بھائیون مین آتشِ نزاع بھڑکی بنارس سے لکھنؤ مین آئے۔ فضل حسین نامی ایک نہایت دانشمند آدمی بنارس کا رہنے والا اُنکا رفیق تھا مگر یہ شخص نابینا تھا اسکی زوجہ نے کسی تقریب سے محل بادشاہی مین جانا چاہا اور رسم پیام جاری کی۔ نصیر الدین حیدر جو ہزار دل سے اسطرح کے پیام و سلام کے مشتاق تھے اسکے طلبگار ہوئے فضل حسین نے التفات حسین خان میر منشی رزیڈنسی کی قوت سے بہزار خرابی اس رسوائی کو روکا۔

بادشاہ کا اولاد ہونے کے لئے فقرائے اسلام و ہنود سے دعائین لینا

بادشاہ کو یہ آرزو ہوئی کہ وارث تاج و تخت کسی عورت سے پیدا ہو جائے کیونکہ وہ

فخر الدین چشتی سے بیعت رکھتے تھے ہر چند اُنھون نے اپنا رنگ جمایا کہ اُس بہار بوستان عصمت کو اپنے رنگ پر لائین مگر اس کوشش مین کامیاب نہوئے آخر کار زن و شوہر مین نفاق ہوا یہانتک کہ مرزا سلیم بخت نے ملکہ بیگم کو اپنے پاس سے علٰحدہ کرکے جانب لکھنؤ رخصت کیا شہرۂ حسن و جمال اس بیگم کا عالمگیر تھا۔ ملکہ بیگم ایکدن اپنے باپ کے گھر سے نصیر الدین حیدر کی دولت سرا کو اپنی بہن کی ملاقات کے لیئے گئی۔ خداداد حسن اُس کا بادشاہ کے منظور نظر ہوا اور خواستگار عقد ہوئے۔ چونکہ یہ امر مرزا سلیمان شکوہ کے خلاف شان تھا انکار کیا اور رزیڈنٹ کے ذریعہ سے یہ بات چاہی کہ ملکہ بیگم بادشاہی محلسرا سے چلی آئے مگر یہ عقدہ حل نہوا رزیڈنٹ نے کہا کہ مجھکو بادشاہ کی محلسرا تک دسترس نہین آپ سے جو ممکن ہو تدبیر کیجئے۔ سلیمان شکوہ نے کرنیل کارنر کو جو اُنکا سمدھی تھا کاسگنج سے عجلت کے ساتھ بلایا اور اس معاملے مین مدد چاہی اُسنے لکھنؤ مین بادشاہ سے ملاقات کرکے محلسرا سے ملکہ بیگم کا رخصت ہونا چاہا۔ جہان پناہ نے دیکھا کہ اب اسکا استغاثہ کلکتے مین گورنر جنرل کی کونسل تک پہونچے گا مجبور ہو کر اجازت دی کرنیل ڈیوڑھی پر جاکر ملکہ بیگم کو برضا خواہ بے رضا سوار کرا لایا اب آتش قہر سلطانی مشتعل ہوئی اور سلیمان شکوہ کے شہر سے نکل جانے کا حکم صادر ہوا یہ ہزارون روپون کے قرضدار تھے قدم نکالنا شہر سے سخت دشوار تھا اور قرضخواہون کو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ زر قرضہ اپنا جسطرح چاہو لیلو اور شاہزادے کو حکم تھا کہ رعایائے لکھنؤ کا زر قرض جس صورت سے ہوسکے ادا کرو اور وہ سات ہزار روپیہ مہینہ جو معتمد الدولہ کی بدولت مقرر ہوا تھا موقوف ہوا ناچار کرنیل کارنر نے اپنی پاسداری سخن کے لحاظ سے چالیس ہزار روپے نقد اپنے پاس سے دیکر زر قرضہ ادا کیا اور تمسک اپنے نام کا لکھا لیا فقط ساہ بہاری لال کا روپیہ جو زائد رقم تھی باقی رہا اور مرزا سلیمان شکوہ اہل و عیال اور اسباب و مال اُٹھا کر کاسگنج کو

بادشاہ کے مزاج مین آتوجی کی مداخلت

نجبن طوائف جو راجہ جھاؤلال کے گھر مین پڑگئی تھی اُسکی خواصون مین سے ایک خواص آتوجی کہلاتی تھی اور پانڈے صاحب لے سے جو رائے بالکرام عرف بڑے صاحب کا بڑا بھائی تھا آتوجی کی آشنائی تھی اُس سے آتوجی کے دو بچے بھی پیدا ہوئے تھے جب جھاؤلال کا کارخانہ بگڑا اور نجبن کا رنگ عشرت زمانے نے خراب کیا تو آتوجی نے اشرف آباد کے ایک کایستھ کے ساتھ جو جھاؤلال کے رشتہ دارون مین سے تھا تعلق پیدا کرلیا اور ایک بچہ اس سے پیدا ہوا معتمد الدولہ آغا میر کی وزارت کے دنون مین روشن الدولہ سے بیسواڑے کا علاقہ متعلق تھا تو یہ اُنکے گھر تلاش معاش کے لیے آنے جانے لگی۔ یہ عورت جوانی مین نہایت خوبصورت تھی باتین ایسی شایستہ تھین کہ ہر ایک آدمی کو اپنے کلام سے شیفتہ و فریفتہ کرلیتی تھی بادشاہ شب کو قدسیہ بیگم کے محل مین رہے عادت اُنکی رات بھر جگنے کی تھی اور بے شغل کے رات کا گذرنا مشکل تھا اُنھون یہ چاہا کہ چند معمر اور جہاندیدہ گرم و سرد زمانہ چشیدہ عورتین یہان رکھ لی جائین جو رات کو اچھی اچھی حکایتین اور دلچسپ قصے بیان کر کے دل بہلائین حکیم مہدی علی خان نائب سے یہ بات کہی اُسوقت روشن الدولہ حاضر تھے اُنھون نے کہا کہ اگر مجھکو اجازت ہو تو ایک ایسی عورت کہ جسکا مثل اس شہر مین نہین موجود کر دون اور آتو کو بخوبی تعلیم کر کے مہدی علی خان نائب کے مکان مین پہونچا دیا وہ آتو کی باتون سے ایسے راضی ہوئے کہ اپنی طرف سے خفیہ نویس بنا کر اُسیدن قدسیہ بانو بیگم کے محل مین پہونچا دیا اور یہ نجانا کہ یہی آفت زمانہ میری وزارت کے زوال کا باعث ہوگی غرضکہ چند روز مین علامۂ روزگار آتو نے بادشاہ اور قدسیہ بیگم کے مزاج مین

مُنّا جان کی نسبت اپنے نطفے سے ہونے کا انکار کر چکے تھے۔ فقرائے مرتاض اور سادات نامے سے دعا کے خواستگار ہوئے چنانچہ عیش باغ مین خاص اس کام کے لیے فقرائے اہل اسلام کے لیے مصلّے اور خاکساران ہنود کی دھوتیان جمی ہوئی تھین اُس باغ مین ان لوگون کی برکت سے رات دن فیض کا چشمہ آب روان کی صورت جاری تھا نعمت دنیا کی اور غذائین خوشگوار موہن بھوگ اور شیرمال مزہ دار فریقین کے لیے مہیا تھے کسی نے طلسمی رنگ سحر و افسون کا جمایا اور کسی نے محراب فلک کی طرف دعا کا ہاتھ اُٹھایا کہ آب نیسان بادشاہی کسی صدف مین پڑ کر گوہر شاہوار کی صورت دکھائے۔

بادشاہ کی اناکے بیٹے آغا مرزا کی سرکشیان

بادشاہ کی انا کی ثروت اسدرجہ کو پہونچی تھی کہ اُسکے داماد میر نوروز علی نے جناب عباس کی درگاہ کے قریب محلہ رستم نگر مین ایک عالیشان عمارت بنائی اور امام باڑے کو لاکھون روپے کے شیشہ و آلات وغیرہ سے سجایا۔ اس انا کے بیٹے آغا مرزا کی سرکشی حکومت کے ساتھ اس زور پر تھی کہ حکیم مہدی علی خان کا رنگ پھیکا تھا اسکی بے اعتدالی اور ستم شعاری نے خلق اللہ کو ایسا بیچین کیا کہ رزیڈنٹ تک استغاثہ ہوا اور اُس نے بادشاہ تک پہونچایا پھر بھی آغا مرزا اپنی ناشائستہ حرکات سے باز نہ آیا اس کے معاملات مین کوتوال کی دال نہین گلتی تھی اور عدالت کا عملہ اس کی شرارت سے عاجز تھا پندرہ بیس لاکھ روپے کا آدمی تھا نوروز علی نے جب قضا کی تو کربلائے تال کٹورہ مین ضریح کے قریب اُس کا دفن تجویز ہو کر تکرار کی نوبت آئی وارثان خدا بخش نے رزیڈنٹی مین استغاثہ کیا مگر کچھ نہ ملی

پرورش کرنے والی) کہا کرتے تھے۔ باورچیخانہ خاص سلطانی اس سے متعلق تھا جگنا خانم
اور نوروزی خانم براتی خانم کی پیش دستی مین تھین انمین سے جگنا خانم کو آب خاصہ کی
خدمت تھی اور نوروزی خانم سے متعلق خاصدان کا کام تھا انین سے ہرایک کو پان پانسو
روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی ہزارون روپے انعام مین پاتی تھین اور اکثر امیران شہر جیسے کہ
روشن الدولہ ہزارون روپے اُنکو اسلیے دیتے تھے کہ بادشاہ کے سامنے اُنکی سعی کرتی
رہین انکی دولتمندی اور ثروت زبان زد خلائق تھی۔ براتی خانم کی دو بیٹیان تھین ایک
کی شادی مرزا ذاکر علی بیگ مغل کے ساتھ ہوئی تھی اس تقریب شادی مین بادشاہ آپ
شریک ہوئے اور لاکھون روپون کا سامان جہیز مین دیا اور دوسری بیٹی بندہ علی خان سے
بیاہی تھی جو علامۂ تفضل حسین خان کے خاندان سے ایک چالاک آدمی تھا براتی خانم کی یہ آبرو تھی کہ
اکثر روشن الدولہ اپنے معاملات کی اصلاح کے لیے درپردہ اُسکے پاس جاتے تھے۔ ساٹھ
ہزار روپیہ مہینہ مصارف خاصۂ بادشاہی (خاص بادشاہ کا کھانا) مین براتی خانم کے
ہاتھ سے صرف ہوتا تھا اور بادشاہ کے دل مین اُسکا اسقدر اعتماد تھا کہ خاصے پر اُسکی مہر
لگتی تھی براتی خانم کے دونون داماد اور تیسرا بیٹا فتح علی خان یہ تینون شخص سفلہ پرست
اور لاابالی مشرب تھے۔ اُنھون نے بھی بڑی بڑی عمارتین بنوائین جگنا خانم اور نوروزی خانم
کے شوہر واقر با بھی امیر کبیر تھے اور آنکھونمین شراب نخوت کا نشہ چھا رہتا تھا یہ لوگ
علاوہ نمائشی اشیاء کے عشرۂ محرم مین تعزیہ داری بھی دھوم دھام سے کرتے تھے۔

جلسہ والیان اور اُنکے لباس وغیرہ کے مصارف

بادشاہی محلات مین صاحب مرتبہ اور دولتمند عورتون کا ایک فرقہ تھا جنکے رشک و

وہ دخل پیدا کیا کہ جبتک وہ نہوتی بادشاہ نہ کھانا کھاتے نہ پانی پیتے سونا اور جاگنا اُس پر موقوف تھا جب محل مین داخل ہوتے تو اول اُسے پوچھتے کہ کہان ہے پھر دوسرے سے بات کرتے بادشاہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر آتو ایک لحظہ کو میرے پاس سے جُدا ہوتی ہے تو تمام کام میرے گنجفے کے مانند ابتر ہو جاتے ہین آتو جی نے رفتہ رفتہ مشورے مین شریک ہوکر فکر و تدبیر کا وہ رنگ جمایا کہ مہدی علی خان کی وزارت اُسی کی کوشش سے گئی اور روشن الدولہ کی وزارت اور سبحان علی خان کی نیابت اُسکے ذریعہ سے رونق پذیر تھی اس عورت کی تدبیر پر امور کلی و جزئی مین بڑا اعتماد تھا اور حقیقت مین اُسکی دور اندیشی اور دانائی مین شک نہین۔ آتو جی کے بیٹے کا نام قادر علی خان تھا جسنے عمدہ عمارات اور ایک عالیشان مسجد گولہ گنج مین بنوائی قدسیہ بیگم کی طرف سے پانچہزار روپیہ روز یہ شخص مومنونکو تقسیم کرتا تھا اکثر حاجتمند اُسکے دست نگر تھے اور یہ بھی تواضع اور محبت کے ساتھ ہر ایک سے پیش آتا تھا دس بیس لاکھ روپے کا آدمی مشہور تھا تمام امور شاہی کا حل و عقد اس سے متعلق تھا جس وقت راجہ لال جی انگریزی نوکری چھوڑ کر لکھنؤ مین آیا تو اُس نے بخشی گری کے لیے درخواست کی اور یہ بات لوگون کے سامنے بیان کی کہ اگر یہ صورت ظہور مین نہ آئی تو روشن الدولہ کا منصب وزارت پر رہنا سخت دشوار ہے ایسا کلام اُسکی زبان سے آتو جی کی پشت گرمی سے نکلا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ لال جی راجہ جھاؤ لال کے خاندان سے تھا اور آتو جی کی آغوش تربیت مین پرورش پائی تھی آتو جی کے خواص و خدمتگار وہ مرتبۂ بلند رکھتے تھے کہ عمائد شہر اُنکی توجہ کے آرزو مند تھے۔

براتی خانم۔ جگنا خانم اور نور وزی خانم کا رُسوخ

براتی خانم قوم مغل سے ایک عورت تھی بادشاہ اسکو اپنی زبان سے دَدَا (یعنی)

کروڑ روپے خزانۂ عامرہ مین رکھے تھے جسکے کوٹھے پر مُہر لگی رہتی تھی غازی الدین حیدر کے وقت مین انمین سے بہت سا روپیہ صرف ہوکر تخمیناً ساڑھے چھ کروڑ روپے خزانے مین باقی تھے وہ نصیر الدین حیدر کے ہاتھون سے اسطرح خرچ ہوئے کہ ابتداے جلوس مین دو کروڑ روپے کے قریب خرچ مین آئے انمین سے نقد باون لاکھ روپے تو معتمد الدولہ آغا میر کو اور ساڑھے تین لاکھ روپے مہاراجہ میوہ رام اور سبحان علی خان کو عطا کئے تھے اور سیر فضل علیخان اعتماد الدولہ کی معرفت رنگ محل کے وثیقے کے لیے کروڑ روپے اور خود اعتماد الدولہ کے وثیقے کے واسطے چوبیس لاکھ روپے نبھے گئے تھے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپے ملکۂ زمانیہ وغیرہ کے وثائق کی بابت گئے تھے اور یہ وثائق کے روپے اعتماد الدولہ کے عہد وزارت مین رکیٹ صاحب رزیڈنٹ کے ذریعہ سے سرکار کمپنی مین داخل ہوئے تھے اور منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے اپنی وزارت کے زمانے مین ایکبار بائیس لاکھ سترہ ہزار آٹھ سو چونسٹھ روپے نوٹ کی خریداری کے نام سے نکلوائے اور ایکبار پچاس لاکھ روپے سپاہ کی تنخواہ بیباق کرنے کے واسطے خزانے مین سے لیے۔

۱۸۳۳ء مین بادشاہ نے گورنمنٹ انگریزی کو تین لاکھ روپے اس وعدے پر دیے کہ اسکا سود فیصدی چار روپے کے حساب سے یکم مئی ۱۸۳۳ء سے مساکین شہر لکھنؤ مین تقسیم ہوا کرے کل زر سود بارہ ہزار روپیہ سالانہ قرار پایا اور تقسیم اُسکی باقساط ایکہزار روپیہ ماہوار مقرر رہوئی اس روپیہ کی نسبت عہدنامے مین یہ لکھا گیا کہ زمانۂ آئندہ مین کسی حاکم اودھ کے اختیار مین نہوگا کہ روپے واپس کرے یا کسی اور مطلب مین صرف کرے بلکہ ہمیشہ یہ روپیہ شاہ حال کی یادگار مین تقسیم ہوا کرے اور اسکا نام سخاوت نصیر الدین حیدر شاہ اودھ رکھا گیا۔ انکے سوا باقی روپے ارباب نشاط پر صرف ہوئے۔

حسرت مین اکثر ارباب خاص جلتے تھے اُنکو جلسہ والیان کہتے تھے کہ دو دو سو تین تین سو
روپیہ ماہوار تنخواہ تھی کم سے کم پچاس روپیہ ماہوار سے کوئی کم تنخواہ دار نہ تھی اور رقومات
انعام وغیرہ کی انتہا نہین اُنکا پر تکلف لباس نہایت بیش قیمت ہوتا تھا کہ ایک ایک
دوپٹہ چار چار ہزار روپے مین تیار ہوتا تھا خلاصہ یہ ہے کہ جس تکلف کی پوشاک اور نفاست کا
زیور نصیر الدین حیدر کے محلات مین عورتونکے پاس تھا شاید نور جہان اور زیب النسا کو بھی
وہ نصیب ہوا ہوان جلسہ والیونکی تعداد پچاس تھی اور ہر ایک نوبت بہ نوبت رات کو چوکی
چوکی صحبت بادشاہ مین فیضیاب اور ہم پیالہ وہم نوالہ رہتی تھی ان کل برہنون کا شہر مین وہ
رنگ جما تھا کہ بڑے بڑے گھرونکی عورتین محل کی نوکری کی آرزو مین ہزارون روپے قرض
لیکر نذر لانے دیکر نوکری حاصل کرتی تھین تر یاراج اسی وقت سے عبارت ہے - اور سوا جلسے
والیون کے دو فرقے عورتونکے اور تھے ایک فرقہ مغلانیونکا اور دوسرا خواصونکا -

نواب سعادت علی خان کے جمع کیے ہوئے خزانے کا نصیر الدین حیدر کی بے پروائی سے برباد ہو جانا

نواب سعادت علی خان نے نقد تیرہ کروڑ روپے سے زیادہ جمع کیے تھے اور کہا
کرتے تھے کہ چند کوڑیان روز بد مین سپاہ کے ایکدن کے چنے کھانے کے لیے جمع کی ہین یہ
تمام روپیہ رائگان خرچ مین صرف ہوا کہ نہ متاع آخرت ہاتھ آئی اور نہ دنیا کا کام بنا نواب
سعادت علی خان نے ایک کروڑ روپے جلال الدولہ کی مان خاص محل کے پاس کسی مصلحت
سے رکھدیے تھے اور ایک کروڑ روپے شمس الدولہ کے سپرد کیے تھے اور چوراسی لاکھ روپے
نواب نصیر الدولہ کے تفویض کیے تھے اور دو کروڑ روپے خزانۂ سپاہ مین جمع رکھے تھے اور آٹھ

کی خدمت مین بہت تقرب حاصل تھا جب مولوی اکرام حسین کلکتے مین پہونچے تو گورنر جنرل نے سفارت مذکور کپتان ہنسن کی وجہ سے بنظر محبت منظور فرمائی مولوی صاحب نے کپتان کی معرفت گورنر جنرل کے کان مین بادشاہ اور وزیر کے محامد ڈالکر دو تین چٹھیان روشن الدولہ کے انتظام کی تعریف مین حاصل کر کے لکھنو کو بھیجین۔ منشی التفات حسین میر منشی رزیڈنٹی کو چونکہ رزیڈنٹ کے مزاج مین زیادہ مداخلت تھی روشن الدولہ نے میر منشی کی رضاجوئی کی غرض سے رسول آباد کے علاقے کی اصل جمع مین سے ستر اسّی ہزار روپے کی کاغذ و مین کمی دیکر عطا حسین خان برادر منشی مذکور کی مستاجری مین دیدیا یہ علاقہ روشن الدولہ کے آخر عہد تک اُسکے پاس رہا اور مولوی غلام یحیی کشمیری کو جو سابق مین مرزا جنگلی صاحب فرزند نواب شجاع الدولہ کی طرف سے کچہری رزیڈنٹی مین دکانون اور عمارات کے مقدمات مین پیروی کے لیے آمد و رفت رکھتا تھا روشن الدولہ نے منشی التفات حسین خان اور مسٹر ماٹن صاحب اسسٹنٹ رزیڈنٹ کی سفارش کی وجہ سے پہلے عمارت کوٹھی رزیڈنٹی کی داروغگی پر مقرر کیا اور دو سو روپے ماہوار تنخواہ کر دی پھر پانسو روپے مقرر کر دیے اور عہدۂ سفارت رزیڈنٹی کا خلعت دلایا۔ خان مذکور نے عہدۂ سفارت کو جو تنزل پذیر تھا خوب مستحکم کر دیا۔ جب روشن الدولہ کی وزارت کو بخوبی استقلال حاصل ہوگیا تو جرنیلی کا خلعت اپنے بڑے بیٹے مرزا محمد حسین کو دیا اور اُسکی نیابت پر راجہ لال جی آتوجی کی سفارش سے مقرر ہوا اور سبحان علی خان کے ہاتھ مین وزارت کے تمام کامونکا حل و عقد تھا۔ مرزا محمد حسین جرنیل کی ہانکو بادشاہ نے خلعت اور سکھپال دیا۔ مرزا حاجی صاحب وزارت کے لیے خیالی پلاؤ پکا رہے تھے جس وقت روشن الدولہ کو یہ امر تحقیق ہوا کہ محلات کے ذریعہ سے نیابت کا سوال و جواب ہو رہا ہے تو روشن الدولہ نے بنظر حفظ ما تقدم مرزا حاجی صاحب کو حکم دیا کہ حرمت کے ساتھ کانپور کو چلے جائین یعنی اب دوسری بار اُنکا اخراج شہر سے ہوا اور جو لوگ روشن الدولہ کے

نواب روشن الدولہ وزیر اعظم کے انتظامات

۱۴ جمادی الاخری ۱۲۴۸ھ ہجری مطابق ماہ نومبر ۱۸۳۲ء کو روشن الدولہ وزیر ہوئے انکا نام محمد حسین خان اور عرف مرزا نتھو اور خطاب روشن الدولہ منیر الملک محمد حسین خان بہادر قائم جنگ ہے اور بعض نے صولت جنگ لکھا ہے اور اشرف علی خان بن بندہ علی خان ثانی کے بیٹے ہین نسب انکا مادری اور پدری دونون واسطون سے علی مردان خان فیروز جنگ تک پہونچتا ہے جنکو شاہجہان شہنشاہ ہندوستان کے عہد مین امیر الامرائی کا منصب حاصل تھا ابتدا مین وہ شاہ عباس ماضی کے سردار تھے اور شاہ کی طرف سے قندھار کے گورنر تھے شاہ ایران سے نمکحرامی کر کے قلعۂ قندھار شاہجہان کے نوکرون کے سپرد کر کے شاہجہانکے پاس چلے آئے شش ہزاری منصب پایا گو ایران مین خاندان صفویہ کے ساتھ نمکحرامی کی مگر ہندوستان مین اپنی دانائی اور وفاداری اور انتظامی لیاقت کی وجہ سے تمام امرا پر فوقیت لے گئے یہانتک کہ بادشاہ اُنکو مخاطبات مین یار وفادار فرماتے تھے ۱۰۶۱ہجری مین قضا کی روشن الدولہ معتمد الدولہ آغا میر کے سمدھی تھے غازی الدین حیدر کے عہد مین چکلۂ بیسواڑہ کے ناظم تھے جب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کو نصیر الدین حیدر نے معزول و مقید کیا تو روشن الدولہ نے خلعت و قلمدان وزارت پایا ابتداے عہد وزارت مین روشن الدولہ کی طبیعت احتیاط پسند تھی اور صاحب رزیڈنٹ اور صاحبان کونسل کلکتہ کی رضاجوئی مدنظر رہتی تھی روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے استحکام کے لیے اور گورنر جنرل کے یہان ناموری حاصل کرنے کی غرض سے یہ تدبیر کی کہ مولوی اکرام حسین کو جو ان دنون رخصت لیکر اپنے وطن مین آئے ہوئے تھے اُنکے بیٹے میرن کی معرفت بلایا اور کلکتے کی سفارت کا عہدہ اُنکے سپرد کیا یہ مولوی صاحب کپتان بنسن کے بڑے دوست تھے اور کپتان صاحب کو گورنر جنرل

خصوصیت روشن الدولہ کے ساتھ اس بات کی مقتضی نہ تھی کہ اس نظامت سے وہ جدا ہون مگر ایک عجیب سانحہ روبکار ہوا کہ احسان حسین خان اور راجہ بھدوری کے درمیان جنگ ہوئی زمیندار مذکور شکست پاکر انگریزی حکومت کی سرحد مین چلا آیا فوج شاہی نے اُسکا تعاقب نہ چھوڑا اتفاق وقت سے بعض انگریزی رعایا اس سپاہ کے ہاتھون پائمال ہوئی اس مواخذے مین اُس علاقے کی حکومت دوسرے کے نام پر تبدیل ہوئی مگر روشن الدولہ کی خدمت مین اُنکا اقتدار ترقی پکڑتا رہا۔ چنانچہ علاقون کی امانی و مستاجری پر احسان حسین خان کی تجویز سے عامل مقرر ہونے لگے۔ عزل و نصب بالکل اُنکے قابو مین تھا نادر العصر مین روشن الدولہ کی سخاوت کی تعریف لکھی ہے اور کہا ہے کہ اُنھون نے اپنی وزارت مین اکثر عمارتین تعمیر کرائین اب تک کوٹھی روشن الدولہ کی معروف بہ قیصر پسند مشہور ہے تاریخ بنیاد یہ ہے ؎ کیا رشک ارم ہے کوٹھی۔

روشن الدولہ وزیر اعظم اور اُنکے صلاح کارون کی وجہ سے سلطنت کے ہر کام مین تباہی پڑنا خزانے مین مُلک کی آمدنی جمع نہونا بلکہ خزانے سے روپیہ نکلتے نکلتے اُسکا خالی ہوجانا تحصیل زر کے لیے دولتمندونکو عہدے دینا

آمدنی مُلک کا خزانے مین داخل ہونا موقوف ہوا معتمد الدولہ آغا میر کے عہد کا نقشہ پھر قائم ہوگیا۔ کبھی ظفر الدولہ بادشاہ کے کان کھولدیتے تھے وہ ایک روز تاکید زبانی اور رنجش ظاہری کی صورت ظہور مین آتی تھی باقی خیریت آخر کار خزانۂ عامرہ زر نقد سے

رفیق قدیم تھے اُنکو بڑے بڑے کام ملے چنانچہ منشی چھنگا نام ایک قصباتی آدمی کو جو سابق مین
سرکاری مال کے غبن کرنے کی علت مین ملزم ہوا تھا خانسامان بنایا اور شیخ ہدایت علی اور
جعفر علی کو دیوانخانے کا داروغہ کیا اور میر بندہ علی کو جو ایک مسخرہ آدمی تھا اور دوسرے رفقا کو
علی قدر مراتب بڑی بڑی تنخواہون کے ساتھ کارخانون پر مامور کیا اور روشن الدولہ کے بھائیون کا
دو دو تین تین سو روپیہ درماہہ مقرر ہوا اور روشن الدولہ نے امیر مرزا اپنے قریبی رشتہ دار کو
نواب گنج کا علاقہ تفویض کیا۔ شیخ احمد بخش اور مولوی کرامت علی اور منشی ظہیر الدین اور شاہ
قطب اعظم اور حکیم میر الّو وغیرہ بھی عمدہ عمدہ مشاہرون سے فیضیاب ہوئے اسوقت امورات
سلطنت کے انتظام مین تنزل اور وزارت کے معاملات مین ترقی بہ نسبت عہد منتظم الدولہ کے
تھی اور عدالۃ العالیہ کا کام مشرف علی خان رفیق مسٹر لوہم پر جو سبحان علی خان سے اتحاد
رکھتا تھا بدستور بحال رہا اور شہر کی کوتوالی مسیتا بیگ کے مرنے کے بعد علی رضا بیگ کے
نام قرار پائی اور زر آمدنی کی تحویل جو خزانۂ سلطانی سے یا ملک سے آتی تھی اور انگریزی نوٹون کی
خرید و فروخت اور نیلام خانہ اور فرمائشات سرکاری کا تعلق مظفر حسین خان بن سبحان علی خان سے
ہوا اور علاقہ پنج کروہی اور تھانجات محالات کی خدمت سبحان علی خان کے پاس خاطر سے
نور الدین حسین خان بن تاج الدین حسین خان سے جو اپنے باپ سے آزردہ ہوکر چلے آئے تھے
متعلق ہوئی اور پانسو روپیہ تنخواہ مقرر ہوئی اور چکلہ سلطان پور راجہ بختاور سنگھ المخاطب بہ راجہ
بہادر کے پاس رہا اور کچھ دنون مینڈو خان رسالدار نے اس علاقے مین خاک اُڑائی اور ابتدا مین
امانی کا طریق جاری تھا بعد اسکے اس نظامت پر احسان حسین خان ولد سبحان علی خان مقرر
ہوئے اور روشن الدولہ کے آخر عہد وزارت تک انکی تبدیلی ظہور مین نہ آئی احسان حسین خان کی
نیابت مین کبھی خادم حسین خان مامور رہے اور کبھی قطب الدین حسین خان کو احسان حسین خان کی

اور اُنکی جگھ راجہ بالکرشن کام کرتے تھے اب روشن الدولہ کے عہد مین میوہ رام دو بارہ
کام کرنے لگے اور احسان حسین خان نے یہ کیا کہ حساب مقدمات مُلک کے واسطے جو شرطین
ناظمون سے ٹھہرتی تھین اُنکے مخفی رکھنے کی غرض سے متصدیان دفتر دیوانی کو بالکل
بیکار سا کر رکھا تھا۔ بقدر ضرورت مطلع کرتے تھے اور باقی فی صدی اپنا حق مقرر کیا تھا
سبحان علی خان اور اُنکے متوسلون کو وہ عروج حاصل ہوا کہ احسان حسین خان بن سبحان علیخان
اپنے جلسہ مین علانیہ یہ بات کہا کرتے تھے کہ بڑے بڑے مشکل کام ہم باتون مین حل کرتے ہین
روشن الدولہ مین اتنی قابلیت نہ تھی کہ وہ سلطنت کے کامونکا بوجھ سنبھال سکتے اس لیے
کل بڑے بڑے کامون مین سبحان علی خان کا مشورہ کام کرتا تھا اور چھوٹے کامون مین
احسان حسین خانکو مداخلت تھی۔ اگر مہاراجہ میوہ رام کبھی واصلباقی کا کاغذ بادشاہ کو دکھاتے
تھے تو روشن الدولہ کی راے کے خلاف ہوتا تھا اور ظفر الدولہ بادشاہ کے کانون مین باتین
ڈالدیتے تھے مگر اُنکی طرف توجہ نہوتی تھی۔ راجہ درشن سنگھ غالب جنگ کا بادشاہ کے ساتھ
بازار مصاحبت گرم تھا اور راتدن کی حاضرباشی میسر تھی سرکشون کا تدارک اور باقیدارونکی
تنبیہ اور متاجرونکا قید کرنا اُس سے متعلق تھا یہ شخص وقت اور موقع پاکر جو کچھ دل مین آتا تھا
بے تکلف بادشاہ کے گوش گزار کرتا تھا اسوجہ سے روشن الدولہ کی آنکھون مین خار کی طرح
کھٹکتا تھا اُسکی بیخ کنی کی فکر مین ہمیشہ لگے رہتے تھے مگر کوئی تدبیر کارگر نہوتی تھی مہاراجہ
میوہ رام بھی اس فکر مین تھے کہ بادشاہ کو سلطنت کے کامونکی طرف متوجہ کرین چنانچہ میوہ رام
اور غالب جنگ نے ملکر مُلک کی واصلباقی کا کاغذ تیار کیا اس سے یہ بات ظاہر ہوتی
تھی کہ عاملونکی خودسرین اور سبحان علی خان کے بیٹونکے صاحب اختیار ہونے سے مُلک کی
آمدنی بالکل خرابی مین آگئی تھی اور روشن الدولہ کے کثرت مصارف سے مال سرکار مین

خالی ہوا بادشاہ کے مصارف کی کثرت نے روشن الدولہ کو تنگ پکڑا اور روشن الدولہ کے اخراجات بھی بڑھے ہوئے تھے ملک کی آمدنی کفایت نکرتی آخر کار خرابی کی صورتین پیدا ہونے لگین متمول اور دولتمند لوگونکے لیے عمدہ خدمتین اور معقول عہدے تجویز ہونے لگے تاکہ اُنسے نذرانہ یا پیشکش کے طور پر روپیہ ہاتھ لگے یا کچھ قرض کی راہ کھلے اس تقریب مین کئی شخص دربار مین حاضر ہوئے چنانچہ سُکھ چند کاغذ والا بلایا گیا یہ شخص دلی کا رہنے والا تھا اس سے قبل شاہ دہلی کا خزانچی تھا اسکو ظاہر مین سونے کی چڑیا سمجھکر دو ایک نظامتون کی پوتہ داری کا خلعت دیا وہان تھیلیون مین روپیہ نہ تھا تیر تدبیر نشانے پر نہ پہونچا اسلیے کچھ دنونکے بعد معزول ہوکر دلی چلا گیا اسیطرح کئی صورتین بناکر بگاڑی گئین اور زر نقد ہاتھ نہ لگا مگر درمیانی آدمیونکے پو بارے تھے اُنکے کچھ نہ کچھ ہاتھ لگ ہی جاتا تھا۔

راجہ درشن سنگھ اور مہاراجہ میوہ رام کا ملک کی واصل باقی کا کاغذ بناکر بادشاہ کو دکھانا اور ملک کی ویرانی و خستہ حالی اُن کے ذہن نشین کرنا بادشاہ کا روشن الدولہ کی گرفتاری کا منصوبہ باندھنا اُنکو خبر ہوجانا بادشاہ سے عفو قصور کرانا۔ درشن سنگھ اور اُسکے عملے پر افشاے راز کی علت مین بادشاہی عتاب نازل ہونا

روشن الدولہ کے عہد وزارت اور سبحان علی خان کے بیٹونکی ترقی کے زمانے مین دفتر کا سرشتہ بالکل ماند ہوگیا اُسوقت مین اس سرشتہ کا نام سرشتۂ دیوانی تھا مہاراجہ میوہ رام توسلم نے حکیم مہدی علی خان منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین عہدۂ دیوانی سے استعفا دیدیا تھا

نے اپنے ہاتھوں منھ کی کھائی اپنی حفظ آبرو کے لیے کہ لامحالا ایکدن یہ روز بد پیش آنا ہے
انا جی کی معرفت زیارت کربلاے معلے کے لیے خلعت رخصت بادشاہ سے لیکر منزل مقصود
کی طرف عجلت کے ساتھ روانہ ہوئے اب مظفر الدولہ پر ظفر باقی رہی —

بادشاہ کا روشن الدولہ کے بیٹے کے ساتھ وہ فعل کرنا جس سے روشن الدولہ کا بے انتہا شرمساری اُٹھانا روشن الدولہ کی تضحیک مین بادشاہ کا دوسرے طور پر بھی کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا

آغاز وزارت مین روشن الدولہ کی طبیعت مین بادشاہ کی طرف سے جو کچھ خوف تھا وہ جاتا
رہا اب ہمہ تن کھُل کھیلے اور بادشاہ کو آزاد مزاجی کی وجہ سے اپنے ملازمونکی نسبت بے پردائی
تھی مرزا محمد حسن پسر روشن الدولہ کے ساتھ اس وضع سے پیش آتے تھے کہ روشن الدولہ سر پر
ہاتھ رکھکر زار زار روتے تھے بلکہ ترک وزارت منظور تھی اور خاص روشن الدولہ کی تصویر ایسی مضحکہ خیز
وضع کے ساتھ تیار کرائی تھی کہ اُسکے دیکھنے سے روشن الدولہ کو خجالت پیدا ہوتی تھی آخر کار وہ
علت قبیح دونون باپ بیٹون کی تمام شہر مین مشہور ہو کر وزارت کا رعب جاتا رہا
آخر خدا خدا کر کے احسان حسین خان نے اپنی تدبیرون سے رام بنایا گویا محصور کیا
اب جو چاہتے تھے بلا تکلف ظہور مین لاتے تھے صاحب رزیڈنٹ نے جملہ باتون سے
مطلع ہو کر بادشاہ و وزیر کو نصیحت کی لیکن کیا ہو سکتا تھا پتھر پر بھی کہین جونک چپٹتی ہے
رزیڈنٹ کہتے کہتے تھک گئے روشن الدولہ کے رفقاے قدیم نے جو دیکھا کہ احسان حسین خانکا
بازار نہایت گرم ہے آتش رشک و حسد مین جل کر حتے الامکان خاک اڑائی لیکن سبحان علیخانکی
وجہ سے کچھ چل نہ سکی —

اخبار یان پیدا تھین یہ کاغذ بادشاہ کو دکھایا وہ بے انتہا غصے ہوئے اور روشن الدولکی
ناکردہ کاری اور کنبوہونکی سازش سے سرکاری مال کا ہضم کرنا اُنپر ثابت ہوگیا غالب جنگ کو
حکم دیا کہ تلنگون کے چند پہرے تیار رکھو جوکچھ ہمارا حکم نافذ ہو گا تعمیل کیجو۔ غالب جنگ نے
اپنے نائب ہیمراج کے ذریعہ سے پلٹنونکے افسر کو بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا۔ ہیمراج نے اپنے
کارندے بھوانی داروغہ کو تعمیل کے لیے حکم دیا بھوانی روشن الدولہ سے میل رکھتا تھا اسنے مخفی جاکر
اُنکے کان کھولے اور اُس راز نہان سے مطلع کیا روشن الدولہ کو سبحان علی خان سے یہ بات
بخوبی ذہن نشین ہوئی اور یقین کامل ہوا کہ یہ تمام انتظام اُس شخص کی گرفتاری کا ہے روشن الدولہ
نے اُسیوقت یہ تدبیر کی کہ بادشاہ کے پاس گئے اور سر سے شملہ اُتار کر بادشاہ کے قدمون پر رکھدیا
اور عرض کی کہ خانہ زاد معتمد الدولہ اور منتظم الدولہ کی طرح نہین ہے کہ انگریزون سے میل ملاپ
رکھے بہرحال حضرت کا از خاک برداشتہ ہون نظربندی کے لیے پہرونکی احتیاج نہین اگر حکم ہو
تو اپنے ہاتھون سے پاؤن مین زنجیر پہن کر در دولت پر محبوس رہون جان و عزت دونون
حضور پر نثار ہین بادشاہ نے فرمایا کہ تمکو اس معاملے سے کیونکر خبر ہوئی روشن الدولہ نے حال
سلسلہ وار جسطرح گوش گزار ہوا تھا بیان کیا معاذ اللہ یہ بلا کسکی تھی اور کس کے سر جاتی ہے
بادشاہ کو یقین کامل ہوگیا کہ غالب جنگ نے ہمارا راز افشا کردیا پہلے حکم دیا کہ بھوانی اور ہیمراج
شہر سے ابھی نکلوا دیے جائین اور غالب جنگ کو طوق و زنجیر پہنا کر قید کردیا جائے اور اُسکا
تمام اثاث البیت ضبط ہو چنانچہ یہ سب صورتین ظہور مین آئین غالب جنگ مذلت سے
ساتھ راجہ بختاور سنگھ کے سپرد ہوکر گرفتار بلا ہوا یہ واقعہ ۱۲۵۲ھ ہجری سے قبل کا ہے کیونکہ مکّا
درزی اسی سنہ مین زوال کو پہونچا تھا اور مکّا کی گرفتاری سے قبل درشن سنگھ غالب جنگ
دام بلا مین پھنسا تھا جیسا کہ محتشم خانی سے ثابت ہے۔ اب مہاراجہ میوہ رام نے دیکھا کہ غالب جنگ

رزیڈنٹ نے بھی روشن الدولہ کے تمام عملے کی شکایت بادشاہ تک پہونچائی بادشاہ نے سارے حال سے روشن الدولہ کو آگاہ کر دیا اُنھون نے یہ نیا فریب کا جال بچھایا عرض کیا کہ اس تمام شکایات کا باعث حکیم مہدی علی خان اور تاج الدین حسین خان ہین جو سلطانی جلسہ والیون سے سازکر کے یہان کی پوست کندہ خبرین حاصل کر کے کلکتے کو بھیجتے ہین اسلیئے اُن اسامیون کو حضور محل سے نکلوا دین اس تقریب مین سو پچاس اسامیان محل سے نکالی گیئن گو یا دس پانچ ہزار روپے ماہواری کی سوا انعامات کے صورت تخفیف اس شکل سے ظہور مین آئی۔ لیکن محتشم خانی مین لکھاہے کہ براتی خانم۔ جگنا خانم اور نوروزی خانم کی سازش روشن الدولہ سے ثابت ہوئی اور بادشاہ کا مزاج اُن سے صاف تھا بادشاہ متوہم ہوئے کہ یہ عورتین در پردہ اُن سے موافق ہین اسلیے انکو قید کر دیا اور حکم دیا کہ انکا مال واسباب سرکار مین ضبط کر لیا جائے لوگون کو گمان تھا کہ انکے پاس لاکھون روپے کی دولت ہے چونکہ انکو بادشاہ کے برہمی مزاج کی پہلے سے خبر تھی اس لیے اپنا مال دوسرونکے مکانون پر رکھوا دیا اسلیئے ضبطی کے وقت ۲۵ ہزار سے زیادہ کا نقد وجنس نہ ملا مجد الدولہ پسر ظفر الدولہ نے قلم بند کر کے مقفل کر کے اپنے محافظ بٹھا دیے۔

بادشاہ کا روشن الدولہ کے مکان پر اکثر مہمان جانا اور اُنکی بی بی کا اپنی دلکش باتون سے بادشاہ کے دلکو لبھائے رکھنا

اس زمانے مین حد سے زیادہ نصیر الدین حیدر کی مہربانی روشن الدولہ پر مبذول تھی اُنکی حویلی پر اکثر اوقات بادشاہ جاتے تھے ایکبار شراب کے نشہ مین گھوڑے پر سوار زینے کی راہ کوٹھے پر چڑھ گئے تھے روشن الدولہ اس روش سے کمال ششدر تھے کہ ایسا نہو کوئی فتنہ برپا ہو

رزیڈنٹ کا اودھ کی بدانتظامی کی شکایات گورنر جنرل کو لکھنا وہان سے بادشاہ کو انتظام ملکی کی طرف متوجہ ہونے کے لیے تاکید ہونا بہت سی عورتون کا محلات سلطانی سے مخبری کے شبہہ مین خارج ہونا

اودھ مین بدنظمی کا وہی حال چلا جاتا تھا جو پہلے تھا رزیڈنٹ نے متواتر یہان کی بدانتظامیون کی شکایت گورنر جنرل کو لکھی وہان سے کئی خط بادشاہ کے پاس آئے اور گورنر جنرل بادشاہ کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے کہ ملک کا انتظام کرو مگر وہان طبلہ سارنگی کی سریلی آوازون نے ان نغمون کا اثر نہونے دیا گورنر جنرل اپنی ہی گایا کیے ۔ ولیم بنٹنگ صاحب کے زمانے مین یہ نوبت پہونچی کہ کورٹ ڈائرکٹر زنے بھی جو اپنے اس اصول پر دیوانی تھی کہ ہندوستانی ریاستون کے معاملات مین دخل نہ دیجیے لاچار ہوکر گورنر جنرل کو لکھا کہ اودھ کی سلطنت کا اختیار کچھ دنون کے لیے گورنمنٹ خود لے لے جس سے وہان کی بیچاری خلقت امن و عافیت پائے لارڈ بنٹنگ نے اس سبب سے کہ جانے والے تھے یہ کام کرنا اپنی معتدل فطرتی اور صاف نیتی کے سبب سے پسند نہین کیا بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ تمھارے ملک کا نہایت ابتر اور بدتر حال ہے ہوش سے کام کرو نہین تو سرکار پر عہدنامے کے مطابق فرض ہوگا کہ تمھارا ملک لے لے اور نواب کرناٹک و پیشوا کی طرح پنشن مقرر کر دے ۔ سلطنت کے کامونکی خرابیون نے حد سے زیادہ اشتہار پایا تاج الدین حسین خان نے اپنے قاعدے کے موافق عرضداشت عورات محل کی معرفت بھیجی اور نوروزی خانم نے خاصہ کھلانے کے وقت بادشاہ کے ملاحظے مین گذرانی بادشاہ نے پڑھکر روشن الدولہ کو اسکے تمام مضمون سے مطلع کیا اور نوروزی خانم کو خارج سے ساز و باز رکھنے کی علت مین محل سے نکال دیا

اب روشن الدولہ اور اُنکے خاص مشیروں کی یہ رائے قرار پائی کہ انجام کار کی فکر مناسب ہے
جسطرح بنے روپیہ وصول کرنا چاہیے اسلیے سولہ سترہ عدالتین تازہ مقرر کین کوتوالی اور
عدالت سابقہ کے عملے کو بالکل بیدخل کر دیا تھوڑے زمانے مین شہر کے ساہوکارون
اور اہل دولت مین سے مستغیثون اور اہل معاملہ کی تلاش شروع ہوئی اور لگلے پچھلے فیصلے
نکالکر نئے سر سے اُنکی تجویزین شروع کین دایہ بچے اور کوسے اور ہرکارے اور داروغے
وغیرہ جملہ علی قدر مراتب زرکشی مین مصروف تھے۔ روشن الدولہ نے تقدم بالحفظ کے لیے
اپنی تمام نقدی میر باقر سوداگر کے پاس جو سبحان علی خان کا دوست اور دیانت دار آدمی
تھا رکھدی۔ سبحان علی خان مآل اندیشی کی وجہ سے روشن الدولہ سے کربلاے معلی کی رخصت
کے خواستگار ہوئے اور خود روشن الدولہ بھی اسی بات کی درخواست بادشاہ سے کرتے تھے
روشن الدولہ نے لاکھون روپونکے نوٹ خرید کیے اور تجارت کی صورت باندھکر آہستہ آہستہ
کا طریق بنارس اور کلکتہ اور کانپور مین نکالا۔ روشن الدولہ نے پرگنہ سدھارن علاقہ کانپور
جو ہمت گر گوشائین کی جاگیر مین تھا چار لاکھ روپے پر اپنے پاس رہن رکھا اور وہان اپنا
کارندہ اور پوتہ دار روانہ کیا روشن الدولہ راتدن اس فکر مین رہتے تھے کہ اگر کوئی دوست
صادق ہاتھ آئے تو اُسکے ذریعہ سے تجارت پھیلائین حسب اتفاق یوسف علی خان متوطن
عظیم آباد لکھنؤ مین آئے یہ نہایت متقی۔ ملنسار اور خاندانی آدمی تھے اور کچھ جائداد بھی رکھتے تھے
اُنکے تقویٰ کے متعلق ایک حکایت اُس زمانے مین مشہور تھی کہ عظیم آباد کے علاقے مین علی العموم
مسلمان یہانتک کہ قاضی اور مفتی تاڑی پیا کرتے تھے اور کوئی اس سے پرہیز نہین کرتا تھا
یوسف علی خان کی ملکیت مین کئی ہزار تاڑی کے درخت تھے جب اُنکو یہ فتویٰ معلوم ہوا
کہ طریق امامیہ مین تاڑی حرام ہے تو سارے درخت کٹوا ڈالے ہزارون روپے سالانہ کی

یا کوئی حادثہ ظہور مین آئے باہر کوٹھی مین بادشاہ کی نشست اُنکے مزاج کے خلاف سمجھکر زنانے مین اُنکو بٹھاتے تھے وہان ارباب نشاط کی صحبت گرم رہتی تھی حسینی طوائف جسکو روشن الدولہ نے اپنے گھر مین ڈال لیا تھا اور مرزا محمد حسن نام روشن الدولہ کا بیٹا اسکے بطن سے تھا جسکو روشن الدولہ نے لشکر سلطانی کا جرنیل بنایا تھا اور جرنیل کی مانکو بادشاہ نے سرفراز محل خطاب دیا تھا۔ یہ طوائف بادشاہ کی خدمت مین حاضر رہکر اپنی دلکش باتون مین بادشاہ کے مزاج کو لبھائے رکھتی تھی محتشم خانی مین اس طوائف کا نام محبوبن لکھا ہے۔

دولتمندون سے روپیہ لینے کے لیے نئی عدالتین قائم ہونا روشن الدولہ اور اُن کے رفیقون کا اپنا اپنا روپیہ شہر سے باہر پہونچانے کی کوشش کرنا اور وزارت و حکومت کی بدنامی کے کانٹون سے صحیح وسلامت نکل جانے کی فکر مین مصروف ہونا

بادشاہ کی آنکھون پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے کہ سرواری بینوا فقیر آزادانہ کلام جو بادشاہ کی غفلت پر دلالت کرتا تھا بے تکلف زبان پر لاتے تھے اس مواخذے مین شہر سے اُنکے اخراج کا حکم نازل ہوا۔ اکثر بیچارے شہر سے نکالے گئے اور بہتون نے لباس آزادی ترک کرکے وضع اور صورت بدل کے شہر مین اپنا قیام غنیمت سمجھا جب یہ صورتین ظہور مین آئین تو صاحب رزیڈنٹ نے روشن الدولہ سے کہا کہ اگر تم سے انتظام مُلک کی کوئی تدبیر نہین ہوسکتی ہے تو ہم یہان کا انتظام اپنے ہاتھ مین لیتے ہین

اُستاد سے بڑھ گیا اور بادشاہ بیگم کی طرح گیارہ ازواج ائمۂ احدی عشر کے لیے جمع کین کہ ہر ایک کی پوشاک ہزار بارہ سو روپے سے کم مین تیار نہین ہوتی تھی اور اُنکے سوا دوسرے ائمہ کے واسطے بھی اچھوتیان جمع کین جیسے حضرت قاسمؑ اور حضرت عباسؑ وغیرہ کے لیے اور جب کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو بادشاہ اپنے آپ کو حاملہ عورتون کی طرح بہ تصنع دردزہ اور نفاس وغیرہ مین مبتلا کرتے اور بچے کی جگہ ایک مرصع گڑیا بادشاہ کے سامنے رکھدی جاتی اور بادشاہ خود بھی زچہ خانے مین رہتے اور خدمت کرنے والی عورتین اُسیطرح کھانے تیار کرتین جو زچہ عورتون کو دیے جاتے ہین اور بادشاہ یہ سب چیزین کھاتے اور اُس مدت مین کوئی شخص بادشاہ کو مس نہ کرسکتا اور خوشی کا جلسہ ہوتا تھا باجے بجتے تھے اور جو رسمین حقیقی طور پر بچہ جننے کے دنون مین مقرر ہین وہ چھٹی کے دن تک نہایت تکلف کے ساتھ ادا ہوتی تھین اور جب چھٹا دن ہوتا تو بادشاہ زچون کی طرح غسل کرتے اور ایک پرستار اُس مصنوعی بچے کو ہاتھ مین لیکر ایک کونے مین کھڑی ہوتی اور دوسری عورتین پانی کے چھ گھڑے وہان بہا دیتین اور اسکو بچے کا غسل قرار دیا جاتا رات کے وقت بادشاہ زنانہ آرائش و پیرائش کے ساتھ بچے کو گود مین لیکر لنگراتے ہوئے زچہ عورتون کی طرح صحن مکان مین نکلتے تاکہ آسمان کے تارون کو دیکھین اسطرح چھٹی ہوتی پھر اُس بچے کو مسہری مین لٹا کر دست بستہ آداب بجا لا کر نذر دکھاتے پھر ہزارون خوان کھانون کے جن مین میٹھے اور ہر قسم کے کھانے بڑے تکلف کے ہوتے اور اقسام طرح کے میوے بھی رکھے ہوتے وہان لاکر اُنپر فاتحہ پڑھی جاتی اور خاص خاص جگہون مین حصے بھیجے جاتے اور جو عورتین محلات مین نوکری رہتی تھین اُنکو بھی دیے جاتے اور ائمہ احدی عشر مین سے ہر ایک امام کی زوجہ کو طلائی مورت بچے کی دیگئی تھی اور دوسرے ائمہ کی زوجات کو نقرئی مورت دی گئی تھی

آمدنی مین داغ لگایا بلکہ اونتخون سے بھی تاڑی کے درخت خرید کے کٹوادیے انکی نیک نہادی سب مین مشہور تھی سبحان علی خان کے توسط سے روشن الدولہ تک پہونچے اور بادشاہ کی سرکار سے خلعت فاخرہ پایا روشن الدولہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کونسل کلکتہ مین معاملات کی درستی کے لیے انکو بھجوانا چاہیے بادشاہ نے منظور کیا روشن الدولہ نے کئی لاکھ روپے اس کارروائی مین صرف کرنے کے حیلے سے لیکر کچھ حصے کے طریق یوسف علی خان کو دیے اور باقی اپنے قبضے مین لاکر وہ روپے یوسف علی خان کو اس غرض سے تفویض کیے کہ اس روپے سے دیہات اور املاک روشن الدولہ کے لیے خرید کے انکی ریاست کی بنیاد عظیم آباد مین جمائین اول یوسف علی خان نے اپنے حصہ کا روپیہ لیکر اور وہان پہونچکر قرضخواہون سے ہاتھ سے اپنا دامن چھوڑایا پھر دوبارہ لکھنؤ کو آئے اور وہ روپیہ جو خرید دیہات کے لیے روشن الدولہ نے تجویز کیا تھا لیکر عظیم آباد کو روانہ ہوئے منزل مقصود تک نہ پہونچے تھے کہ الہ آباد مین انتقال کیا لیکن وہ روپیہ جو لے گئے تھے روشن الدولہ کو تدبیر صائب سے ہاتھ آیا -

بادشاہ کی غم شہداے کربلا مین ماتم داری اور اس کار خیر کے لیے بے انتہا مصارف اور عجیب و غریب اچھوتے طریق

بادشاہ اپنے آپ کو ہزار جان و دل سے شیدائے ائمہ علیہم السلام ظاہر کرتے تھے اور وہ وہ حرکات ظہور مین لاتے تھے جو کبھی اگلے مومنون سے باوجود اقتدار و ثروت کے سرزد نہین ہوئین اور اپنے ایام ریاست مین جبکہ مان سے بگاڑ ہو گیا تو خود ان مراسم کو ادا کرنے لگے جو انکی ماں ادا کرتی تھین بلکہ ان باتون پر اور اضافہ کیا یہانتک کہ سنا گیا

اور اُنپر فاتحہ پڑھواکر تمام محل کے آدمیونکو تقسیم کرائے جاتے - بادشاہ بیگم نے نصیرالدین حیدر
کی پہلی سال مسند نشینی مین حکم دیا کہ تمام ساکنان سلطنت سیہ پوشی اور عزاداری کی رسم
عمل مین لایا کرین اور چہلم تک بیاہ و نکاح اور دیگر لوازم شادی کو ترک کر دیا کرین ورنہ
سزا ہوگی چونکہ تعمیل اس حکم کی تکلیف سے خالی نہ تھی اس لیے رزیڈنٹ کی طرف سے اس حکم کے
نفاذ کی ممانعت آئی مگر بادشاہ بیگم نے نہ مانا اور کہا کہ مین نے اپنی قید کے ایام مین اس امر کی
نذر مانی تھی کسطرح اُسکے خلاف عمل مین لاؤن - آخر الامر بہزار جرثقیل بادشاہ نے خود بدولت
یہ قرار دیا کہ مین وفاے نذر کے لیے خود چہلم تک عزاداری کرتا رہونگا اور دوسرے بندگان
خدا کو اختیار ہے ہماری طرف سے کسی پر جبر و تحکم نہین ہے خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ بیگم کی تعلیم
سے بادشاہ عمر بھر ایسے رسوم کے ادا کرنے مین اتنے منہمک رہے کہ انتظام مالی و ملکی کی طرف
ذرا توجہ نہ دے سکے - بادشاہ نے فرح بخش مین محل زنانے کے قریب ایک عالیشان مکان
تعمیر کرایا جس مین بارہ کمرے نہایت شاندار اور وسیع رکھے گئے اور اس مکان کا نام درگاہ
دوازدہ امام مشہور تھا قیمتی شامیانے زربفت کے پر تکلف جن مین آبدار موتیونکی جھالرین
کلابتون اور بادلے سے ٹکی ہوئی تھین چاندی کے ستونون پر جنپر طلائی کام تھا استادہ تھے اور
جھاڑ جن مین چالیس کنول شمعدار روشن ہوتے تھے سونے کے کام کے نہایت خوشنما وہان رکھے
گئے اور نفیس فرش اور قدآدم آئینے نصب کیے گئے اور ہر جگہ ضریح سونے چاندی کی رکھی
گئی اور ہر امام کی ولادت کی تاریخ پر اُس امام کے نام نہاد مکان مین خوشی کا جلسہ ہوتا اسیطرح
ہر امام کی شہادت اور وفات کی تاریخ مین حسب قاعدہ عزا کی مجلس برپا ہوتی تھی اور ایک
بارگاہ پھولونکی نہایت خوشنما تیار ہوتی تھی باغات سُلطانی مین جتنے خوشبودار پھول پیدا ہوتے
وہ اور اُنکے سوا بازارون سے پانچہزار روپے روز کے پھول عشرہ محرم تک مول آتے تھے

اور جبکہ سوائے ائمہ احدی عشر کے دوسرے کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو اُس کی زوجہ
خود لباس زنانہ پہن کر زچہ خانے مین جاتی اور وہی مراسم ادا کیے جاتے جو بادشاہ کے ساتھ کیے جاتے تھے اصطلاح
مین اس رسم کو اچھوتہ کہتے تھے جسدن اچھوتے سے فراغت حاصل ہوتی تو بادشاہ لباس زنانہ
زیب قامت فرماکر جواہر نگار محافہ (میانہ) مین سوار ہوتے اور میوؤن اور حلوون کے خوان
ہمراہ لیتے اور پیادہ وسوار کی فوج بھی ساتھ ہوتی اور کمال جلو اور جاہ وجلال کے ساتھ
سواری شہر مین گشت کرتی اور بعد اسکے دولتخانے مین واپس داخل ہوتے اچھوتے کے لیے
کوئی خاص میعاد مقرر نہ تھی کبھی ہفتہ کبھی عشرہ کبھی اس سے بھی زیادہ اُس مین بسر ہوتے
عبدالاحد بن مولوی محمد فائق جسنے متاجان کے حالات مین فارسی زبان مین ایک کتاب
موسوم بہ وقائع دلپذیر لکھی ہے اور جس سے ہم نے یہ حالات اخذ کیے ہین وہ کہتا ہے
کہ اس زمانۂ سلطنت مین اس رسم نے ایسی اشاعت پائی کہ اکثر شہر کی عورتین اچھوتی کے
لقب سے ملقب ہین بلکہ اسی علامت سے پہچانی جاتی ہین اور اُنکے خاندان کے مردون نے
تفاخر کی راہ سے رجولیت کو انوثت سے بدل ڈالا ہے اور عورتون کی طرح بات چیت کرتے
ہین اور ویسے ہی اطوار مین رہتے ہین۔ عروسی ائمہ کی تاریخین کتب تواریخ سے نکالکر بادشاہ
اُن دنون مین رسوم ساچق اور حنابندی ادا کرتے ہین چنانچہ بادشاہ کی ایک خاص خادمہ عورت
عبدالاحد سے بیان کرتی تھی کہ یکم محرم کو کہ دن نکاح سیدۃ النسا کا ہے مسہری زر نگار پر
زیور طلا اور جواہر بیش بہا سے دو پیکر ایسے تیار کرائے جاتے کہ دیکھتے ہی یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ دو
انسان لیٹے ہوئے ہین انمین سے ایک کو جناب امیر المومنین علی اور دوسرے کو بی بی
فاطمہ قرار دیتے اور اُنکا نکاح پڑھایا جاتا اور بادشاہ اُنکو نذر دکھاتے اور تھوڑی دیر سامنے
دست بستہ کھڑے رہتے پھر میوؤن اور حلوؤن اور عمدہ عمدہ کھانون کے خوان سامنے آتے

پہناتی تھین جو حقیقت مین کئی سیر بوجھ ہو جاتا تھا اور ایام مقررہ کے بعد یہ سب چاندی سونا انعام مین دیدیا جاتا تھا اور محرم کے دنون مین تمام راتین بیداری مین کاٹتے تھے شام سے صبح تک ہر محل مین اکثر خود بدولت اور کمتر خواجہ سرا مرثیہ خوانی و نوحہ خوانی کرتے پھرتے تھے غرض چالیس دن بادشاہ کو روتے کٹتے تھے گو دختر رز پر ہزار جان و دل سے شیدا تھے مگر چہلم تک محترز رہتے تھے بہر حال آدھا سال رونے پیٹنے مین عزاداری کے ساتھ گذرتا تھا اُن دنون مین فرشتے کی بھی مجال نہ تھی کہ وہ کسی دنیا کے کام کا ذکر بادشاہ کے سامنے کرسکتا وزیر و مشیر کی قدرت نہ تھی کہ مقدمات سلطنت مین لب ہلائین۔ اگر کوئی سخت کام پیش آتا تھا تو بادشاہ اُن مقامون مین جہان اچھوتیان رہتی تھین گوشہ نشین ہوتے تھے اور اہل شہر کہتے تھے کہ حضرت اچھوتے مین رونق افروز ہین اور دربار قطعًا بند رہتا تھا کم کوئی مہینا ایسا ہوتا تھا کہ نصف ان معاملوں مین بسر نہین ہوتا تھا آخر سید محمد صاحب مجتہد خلف مولوی دلدار علی صاحب نے فتویٰ لکھکر بھیجدیا کہ اگر اس تقریب سے ثواب مقصود ہے تو بہر کیف حاصل ہوا اب مناسب یہ ہے کہ ان لڑکیون کا نکاح مومنین کے ساتھ کردیا جائے نہین تو یہ ثواب عذاب مین داخل کردیگا

نصیر الدین حیدر کی اپنی سوتیلی مان بادشاہ بیگم سے سخت مخالفت روشن الدولہ کا ایسی کارروائی کرنا جس سے بیگم کا انتہاے درجے کی تکلیف اور مذلت اُٹھانا۔ آخر کار رزیڈنٹ کا مداخلت کرنا

بادشاہ نے جب اپنی فضول خرچیون سے تمام خزانے پر جھاڑو پھیردی تو اب اُنکو خرچ

اُس زمانے مین خوشبودار پھول بڑے آدمیونکو بھی مشکل سے ملتے تھے اس بارگاہ کا طول سو قدم سے کم نہین ہوتا تھا اور عرض پندرہ بیس قدم سے زیادہ ہوتا تھا اور کبھی طلائی و نقرئی نقش اور ستارون اور بادلے کی جھالرین پھولونکی جگہ کام مین لائی جاتی تھین عطریات سے وہ مکان بسایا جاتا تھا غرض کہ ہر امام کی ولادت کی تقریب مین پہلے دن سے چھ دن تک برابر اور ہر امام کی وفات کے دنون مین کئی روز تک اور سید الشہدا کی شہادت کے زمانے مین چہلم تک بادشاہ نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا تھا کہ بہ نفس نفیس وہانکی خدمت ہزار جان و دل سے فرماتے تھے خواجہ سرا اور خواصین وغیرہ اکثر عورتین ان محلون اور مجلسون مین شریک ہوتی تھین عملۂ ملازمین بیرونی کی رسائی وہان تک بہت کم تھی زچہ خانون مین نفیس اور خوشگوار کھانے اور شیرینیان اور عمدہ میوے اور پرتکلف پوشاکین صرف ہوتی تھین اور وفات و شہادت کے دنون مین مرثیہ خوانی ہوتی اور شربت اور مٹھائی اور میوہ صرف ہوتا ان مصارف مین چار پانچ لاکھ روپونسے کم خرچ نہوتے تھے بلکہ زیادہ تصور کرنا چاہئے اور بیگمات بھی اتفاقیہ مین آتی تھین بادشاہ کا اعتقاد ان کامون مین ایسے غلو کے ساتھ تھا کہ محرم کی پہلی تاریخ کو سو پچاس تعزیے دردولت سے مقام معہود تک اپنے سر پر رکھ کر پہونچاتے تھے ہر مرتبہ کی آمد و رفت مین کئی کوس زمین پیادہ پا طے ہوتی تھی اور یہ آنا جانا کنکریونکی زمین پر برہنہ پا ہوتا تھا یہانتک کہ تلوؤنمین وہ کنکریان کانٹونکی طرح کھٹکتی تھین اور اس برہنہ پائی کی وجہ زبان مبارک سے یون ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت امام سجاد نے کربلا اور کوفے سے شام تک ننگے پانوٗن زمین طے کی تھی جنگلی کانٹے اُنکے نازک تلوؤن مین چبھے تھے چونکہ مین بھی محب اُنکا اور شیعہ مذہب ہون کیونکر تکلیف گوارا نکرون اور چہلم تک فرش زمین پر سوتے تھے بادشاہ بیگم اور قدسیہ محل اور ملکۂ زمانی وغیرہ جملہ بیگمات طلائی اور نقرئی طوق اور زنجیرین بادشاہ کی گردن اور کمر اور پانوٗن مین

سمجھین گے اُن سے سمجھ لین گے ان باتون سے بیگم صاحبہ نے نارضامند ہوکر رزیڈنٹ کو کہلایا کہ ہماری جاگیر کا کاغذ بادشاہ سے منگا دیجئے اس نزاع کی کش مکش مین منحوون نے اور گل تازہ کھلایا کہ دو تین حبشی خواجہ سرا مسلح بیگم صاحبہ کے محل مین اس موقع سے بٹھا دیے کہ بادشاہ نے معاودت کے وقت اُنکو دست بہ قبضہ دیکھکر تصور کیا کہ بیگم صاحبہ نے اُنکو میرے قتل کے واسطے مامور کیا ہے اس بات سے بادشاہ اور بھی غضبناک ہو گئے۔ بادشاہ نے نیا سانگ بنوایا کہ ایک مفلوک عورت کو بادشاہ بیگم خطاب دیکر محل کی چند عورتونکو حکم دیا کہ ایک مگس رانی کرنے لگی اور ایک نے مورچھل ہلانا شروع کیا اور ایک نے اُگالدان ہاتھ مین لیا اور ایک نے پنکھا جھلنا شروع کیا اور ایک نے پاندان کی خدمت اختیار کی اور اسطرح دو نوکرین اُس عورت کے ساتھ ہوئین اور یہ مشہور کیا کہ بادشاہ بیگم صاحبہ تشریف لاتی ہین اسطرح بیگم صاحبہ کے افعال کی نقلین اُتاری جاتی تھین بادشاہ اور محل کی عورتین قہقہہ مارکر ہنستی تھین حالانکہ رونے کا مقام تھا جب ان حرکتون سے بھی مدعا حاصل ہوا تو بادشاہ نے بادشاہ بیگم کو پیام دیا کہ مرزا فریدون بخت عرف مناجان کو اُنکی مان سمیت ہمارے پاس بھیجدو اُنھون نے جواب دیا کہ جس وقت غازی الدین حیدر نے مجھ سے تمکو طلب کیا تھا تو مین نے نہ دیا تھا اب فریدون بخت کی مفارقت کسطرح گوارا کرونگی کہ اُسکو تمھارے حوالے کردون بادشاہ نے اپنے نوکرون کو حکم دیا کہ کوئی بادشاہ بیگم کی اطاعت نکرے اور بُری بُری باتین اُنھین کہا کرین چنانچہ افضل چوبدار اُنکی ڈیوڑھی پر نا ملائم الفاظ بے تکلف کہتا تھا جنکو سُنکر بیگم صاحبہ رنجیدہ ہوتی تھین اور بادشاہ خوش ہوتے تھے ان باتون کی بدولت چوبدار مذکور مردہہ کر دیا گیا آخر کار روشن الدولہ رزیڈنٹ کے حکم سے اصلاح کے درپے ہوئے کبھی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر جاتے تھے اور کبھی مرزا محمد علی خان بن نوازش علی خان بن سالار جنگ کو اور کبھی عبدالباقی خان بن عبدالرحمن خان

پورا کرنے کے لیے بالائی روپیہ کی ضرورت ہوئی بادشاہ کو یہ گمان تھا کہ جس مکان میں بادشاہ بیگم رہتی ہین اُسمین کوئی حوض زرنقد سے لبریز نواب سعادت علی خان کے وقت کا دفینہ ہے اور غازی الدین حیدر نے جو کچھ اُنکو عطا کیا تھا اور جاگیر کی آمدنی سے جسقدر وصول ہوتا تھا وہ سنر دکے اسلیئے بیگم صاحبہ سے اُس مکان کا لے لینا مناسب تصور کیا اسکے علاوہ بادشاہ بیگم سے اور کئی سبب سے بادشاہ کو ملال تھا (۱) بادشاہ بیگم کو اعتماد الدولہ پر نظر شفقت تھی اور بادشاہ اُن سے مکدّر تھے (۲) جسوقت قدسیہ محل نے انتقال کیا تو نصیر الدین حیدر نے حکم دیا کہ محل کی تمام بیگمات اور دوسری عورتین اس ماتم داری مین چالیس دن تک سیاہ لباس پہنین مگر بادشاہ بیگم نے یہ سیاہ پوشی گوارا نکی اور بادشاہ سے کہا کہ سیاہ لباس پہننا حضرت امام حسین کے ماتم مین زیبا ہے دوسرونکے غم مین سزاوار نہین اور بادشاہ کو ہر کس و ناکس کے غم والم مین سیاہ پوشی شایان نہین بادشاہ بیگم کی یہ تقریر سُنکر آتو جی نے کہ پر کالۂ آتش تھی یہ آگ لگائی کہ اگر بادشاہ سلامت بیگم صاحبہ کے بطن سے ہوتے تو بیشک رنج و ملال مین حضور کی شریک ہوتین بادشاہ کا مزاج اس تقریر گرم نے اور افروختہ کیا اور بادشاہ بیگم کو پیام دیا کہ آپ جس مکان مین رہتی ہین وہ خالی کر دیجئے اور پچیس ہزار روپیہ ماہوار ہم سے لیا کیجئے اُنھون نے کہا کہ یہ مکان میرے سُسر نواب سعادت علی خان کا بنایا ہوا ہے اور غازی الدین حیدر کہ میرے شوہر تھے اُنھون نے یہان بٹھایا ہے تمھارا داعیہ نہین پہونچتا آخر اس نزاع لفظی کی نوبت نے طول کھینچا اور بادشاہ نے مولوی غلام یحییٰ خان کی معرفت رزیڈنٹ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا اور اس تقریر مین دونون طرف سے روپیہ بھی خرچ ہوا لیکن صاحب رزیڈنٹ کو اس معاملے مین توجہ نہ تھی اُنھون نے تندہی نکی مولوی صاحب کے مشورے سے بادشاہ نے صاحب رزیڈنٹ کو یہ پیام دیا کہ اگر آپ ہماری طرفداری نہین کرتے تو بیگم صاحبہ کی طرفداری بھی نکیجئے گا ہم جو کچھ مناسب

اُن سپاہیون کی ضرورت واقع ہوئی تو نشان نہ پایا سمجھ گئین کہ نمک حرام اُنکی تنخواہ سرکار سے
آپ لے لیا کرتے تھے چونکہ ایسے موقع پر خواجہ سراؤن سے بازپرس کرنا دانائی سے بعید
تھا اسلیئے خاموش ہو رہین الغرض راجہ مذکور نے پانچ سیڑھیان مضبوط دیوار باغ سے
جو بیگم کے محل کے متصل تھا بندھوا دین اور بیلدارون کو حکم دیا کہ اوپر چڑھ کر محل کو گرا دین
بیگم بھی یہ حال معلوم ہوتے ہی مع مغلانیون اور حبشنون کے محل سے نکل کر یاد شاہی
آدمیون پر اینٹ اور پتھر اور لکڑیان برسانے لگین یہان تک کہ وہ لوگ بھاگ نکلے
اور دروازے تک اُن کا تعاقب کیا۔ اس حالت مین راجہ مذکور اور بادشاہ کا چیلہ
امام علی اینٹ سے مجروح ہوئے اور بیگم اپنے محل کو لوٹ گئین آخرکار راجہ نے ان
سپاہیون کو حکم دیا کہ اب ادب و لحاظ کو ترک کرکے بے تحاشا محل مین گھس پڑو اس
درمیان مین کسی نے محل مین سے بندوق سر کر دی اس وجہ سے لڑائی شروع ہوگئی
اور طرفین سے بندوق چلنے لگی چار حبشنین تیر و بندوق سے ماری گئین اور ظالم سنگھ
صوبہ دار اور ایک سپاہی فوج شاہی کا اور ایک راہ رو بیگم کے سپاہیون کی گولیون سے
زخمی ہوئے اور ابراہیم بیگ خاص بردار اور ایک نجیب اور چند عورتین بیگم کی طرف سے
کہ چھت پر تھے تیر و بندوق سے کام آئے اس شورش کی وجہ سے بازار کی دوکانین
بند ہوگئین۔ بادشاہ نے یہ خبر سُنتے ہی حکم دیا کہ ایک توپخانہ لیجا کر لگا دو اور علی رضا بیگ
کوتوال کو حکم دیا کہ بازار کے دوکان دارون کو تسلی و تشفی کر دو کہ دوکانین بند نہ کرین
اس اثنا مین بیگم صاحبہ جدال و قتال اور تشنگی و گرسنگی سے جان بلب ہو کر باغ کی جانب
سے دروازۂ درگاہ ائمہ اثنا عشر مین تشریف لائین اور راجہ مذکور سے امان چاہی
نوکرون نے مقتولون کی لاشین دریاے گومتی مین بہا دین اور روشن الدولہ نے حاضر

قندھاری کو جو صاحب رسالہ تھا بلاکر سمجھاتے تھے اور خوف دلاتے تھے لیکن بادشاہ بیگم یہی جواب دیتی تھین کہ جب مین نے معتمد الدولہ آغا میر کے افسون کی حقیقت نہ سمجھی تو دوسرا کیا مال ہے خصوصاً اپنی گود کے پالے ہوئے سے ڈرنا عقل سے دور ہے بیہودہ سرزنش ابھی نہین یہ معاملہ ابھی طے نہین ہوا تھا کہ رزیڈنٹ کی روانگی کسی ضرورت سے کلکتے کی طرف ہوئی بیگم صاحبہ کے متوسلون نے مشہور کیا کہ وہ بیگم صاحبہ کی طرف سے جاتے ہین یہ خبر سنکر بادشاہ بہت متوحش ہوے اور کوٹھی فرح بخش سے اُٹھکر نواب آصف الدولہ کے تعمیر کیے ہوئے مکانون مین چلے گئے جب رزیڈنٹ واپس آئے تو بادشاہ کا دل ہاتھون مین لیا اور وہان سے اُٹھاکر فرح بخش مین لائے اور بادشاہ بیگم سے کہلا بھیجا کہ بادشاہ بیٹا تمھارا نادان ہے اور آپ دانشمند ہین فرزند کی دلداری واجب ہے اس لیے مناسب ہے کہ آپ اُس مکان سے اُٹھکر جو مکان آپ کے پسند ہو وہان قیام فرمائین بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ مجھکو فیض آباد مین جو میری جاگیر ہے بھیجدیجئے لیکن اُسوقت جاگیر بھی بادشاہ نے بند کر لی تھی یہ صورت قرار نہ پائی بادشاہ نے جو اپنے حق مین رزیڈنٹ کی اتنی پاسداری پائی تو راجہ درشن سنگھ غالب جنگ کو حکم دیا کہ جسطرح بن پڑے بلا رو و رعایت قانون تعظیم و تکریم کے بادشاہ بیگم کا مکان خالی کرالے اُس نے حسب الحکم بادشاہ ۔ اول تھوڑے سپاہی بیگم کے مکان کے آس پاس کھڑے کیے آخر راجہ شیودین سنگھ کو اپنی طرف سے جمعیت کثیر کے ساتھ مامور کیا راجہ شیودین نے کشن چند بودی وغیرہ گیارہ ملازمان بیگم صاحبہ کو قید کر کے ٹیڑھی کوٹھی مین بھیجدیا اور ۲۰ ذیحجہ ۱۲۵۰ ہجری مطابق ۱۹ ماہ اپریل ۱۸۳۵ء کو بیگم صاحبہ کے مکان کا محاصرہ کیا آب و دانہ بند کر دیا بیگم صاحبہ نے بھی اپنے چند خاص برداروں کو مسلح کر کے دروازے پر متعین کر دیا بیگم کے یہان دو پلٹنین نوکر تھین جن کا درماہہ خواجہ سرا اُڑا لیتے تھے اور آدمی اُن مین نہین رکھتے تھے جب ایسے وقت مین بیگم کو

اُڑھادی تاکہ سردی دفع ہو چونکہ خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا بادشاہ نے اُٹھ کر کہا کہ صبح کو سواری بھیجکر آپکو بلاؤنگا اور خود سوار ہو کر چاند گنج مین تشریف لے گئے وہان روشن الدولہ موجود تھے اُن کو اس ساری کیفیت سے مطلع کیا اُنکو اور ہی فکر لگی ہوئی تھی اُن کے فریب کا ذکر آگے آئے گا - یہ سمجھا کہ بادشاہ بیگم سے زیادہ کوئی اور دوسرا بادشاہ کا محافظ اور دلسوز نہین ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت دوسری مرتبہ ایسا کام نکرین خانہ زاد کو معلوم ہو چکا ہے کہ بیگم صاحبہ حضرت کی جان کی دل سے دشمن ہین فلان فلان جشنین حضرت کے قتل پر زہر کھائے ہوئے تھین لیکن خواجہ سرانے سینہ سپر ہو کر اُس صدمۂ عظیم سے بچایا - یہ سنتے ہی بادشاہ آگ ہو گئے اور اُس شالی رضائی کو کہ ابھی تک اوڑھے ہوئے تھے آگ مین جلوا دیا اور اُس خواجہ سرا کو کہ جسکا روشن الدولہ نے نشان دیا تھا طلب کیا روشن الدولہ نے کہ در پردہ بادشاہ کے جانی دشمن تھے خواجہ سرا کو نظارت کی طمع پر ایسا رضامند کیا اور حسن کی صورت شیشے مین اُتارا کہ اُس دیوانے نے اُس مضمون کو طلاقت لسانی سے بادشاہ کے سامنے بیان کیا اور اس وجہ سے آتش نزاع جو شعلہ زن تھی نہ بجھی بلکہ اور بھڑک اُٹھی اور یہ تشریف لیجانا بادشاہ کا بادشاہ بیگم کے پاس مصلحت سے خالی نہ تھا رزیڈنٹ کی زبان بندی کے واسطے یہ امر ظہور مین آیا تھا کہ باوجود عذر و معذرت کے بادشاہ بیگم نے اپنی سخن پروری کی - الماس باغ سے واپس آنا قبول نکیا جب بیگم صاحبہ پر اُس خواجہ سرا غلام کی کیفیت کھُلی جو قاتلون کے ہاتھ سے بادشاہ کو بچانے والا بنا تھا تو نہایت دل شکستہ اور پریشان خاطر ہوئین - آخر کار بیگم صاحبہ کے بھانجے اور بھتیجے یعنی مرزا ذوالفقار علی اور مرزا علی خان وغیرہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور وہ اقربا جو مدت سے جدا تھے تمام یکدل متفق ہو کر حاکم کے خوف اور غارتگری کے اندیشے سے الماس باغ کے دروازے پر

ہو کر عرض کیا کہ بیگم صاحبہ امان چاہکر یہ خواہش ظاہر کرتی ہین کہ الماس باغ مین جو
الماس علی خان کا بنایا ہوا تھا چلی جائین یہ باغ پہلے سے بیگم صاحبہ کی سکونت کے لیے
تجویز ہو چکا تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً سواریان بھیجدیجائین چنانچہ پچاس رتھ اور ستر میانے
بھیجدئے گئے اور کوتوال کو حکم دیا کہ بقالون کی دو تین دو کانین الماس باغ مین بھیجدے
پہر دن رہے بیگم صاحبہ مع فریدون بخت کے سکھپال مین سوار ہو کر چلی گئین اور مغلانیان
اور خواصین میانون اور رتھون مین سوار ہو گئین اور پانچ چھ زخمی عورتونکو ہمراہ لے گئین اور
اُنکے ساتھ مادھو سنگھ کا رسالہ اور دو کمپنیان رجمینٹ کی تھین پیاس کی کثرت سے بیگم صاحبہ
نے راستے مین پانی مانگا۔ چونکہ مکان برسون سے بے مرمت پڑا تھا نہ وہان روشنی کا سامان
تھا نہ فرش تھا اس لیے رات بھر بیگم صاحبہ سکھپال مین رہین اور دوسری عورتین بھی بے آرام
پڑی رہین نہ کھانا ملا نہ کافی پانی۔ اور بیگم صاحبہ کے محل مین بادشاہ کے حکم سے فتح علی خان
کپتان نے قبضہ کرکے تمام کوٹھریون مین قفل ڈالدیے اور اس کشمکش مین اکثر اسباب تلف
ہو گیا اور بعد اسکے بیگم صاحبہ کے تمام نوکر قید سے رہا ہو گئے۔

ایکدن شب کے وقت نصیر الدین حیدر نشۂ شراب کے عالم مین سوار ہو کر جوش محبت مادری
مین بیگم صاحبہ کے پاس تنہا الماس باغ مین پہونچے جو لوگ دروازے پر پہرے چوکی کے لیے
مامور تھے اُنھون نے عدم شناسی کی وجہ سے اول روکا جب معلوم ہوا کہ اس ہیئت سے
بادشاہ آئے ہین تو اندر جانے دیا۔ بادشاہ نے سلام و نیاز کے بعد معذرت کی اور چاہا کہ اپنے
ہمراہ محلات مین لیجائین چونکہ رات کم تھی بادشاہ بیگم نے کہا کہ اب رات تھوڑی باقی ہے آپ
یہان استراحت کرین وقت صبح اگر منظور خدا ہے ظہور مین آئے گا۔ بادشاہ نے اُسوقت سردی
کی شکایت کی اور چاہا کہ آرام کرین۔ بسترخواب پر دراز ہوئے بادشاہ بیگم نے شالی رضائی اوڑھا

ہمیشہ ہر معاملے مین رزیڈنٹ سے جوابدہی پڑے گی آخر ناجی کی تالیف قلب کر کے
اپنا شریک کیا اور فیض النسا کی بیٹی چھوٹی خانم کی معرفت سلسلہ جنبانی ہوئی اُنھون نے
مغلانی کو پیام دیا کہ بادشاہ کو بیگم صاحبہ کی جُدائی منظور نہین اور دشمن اس بات پر زہر کھائے
ہوئے ہین کہ مان بیٹون مین کسی طرح صفائی کی صورت نہو اس سے بادشاہ نے تم کو
طلب فرمایا ہے کہ صفائی ہو جائے بی مغلانی اصل معاملے سے غافل حسب وعدہ سوار
ہوکر در دولت پر پہونچی یہان دام تزویر بچھا تھا ہی ابھی سواری اُتری نہ تھی کہ دربان نے
روشن الدولہ کے اشارے کے موافق منع کیا کہ بدون بادشاہ کے حکم کے یہان سواری
اُترنا محال ہے اس تکرار مین وہ طول کھنچا کہ روشن الدولہ اور کنبوہون کے آدمی بلا کی
صورت پہونچے اور کہارونکو محل سے بلاکر پردہ سواری کا اُٹھایا اور مغلانی کو کشان کشان
روشن الدولہ کے پاس لے گئے اُنھون نے پوچھا کہ تو در دولت پر کسواسطے آئی ہے اُس نے
کہا کہ بادشاہ کی طلبی کے موافق حاضر ہوئی ہون روشن الدولہ نے اُسوقت جاکر بادشاہ کے
کان مین یہ منتر پھونکا کہ یہ سونے کی چڑیا دراصل بیگم صاحبہ کی عقل کی کنجی ہے اس
مکر و فریب کے ساتھ ہاتھ آئی ہے اور بہر صورت بندگان حضرت کے فائدے کی بات
ہے بادشاہ کے حکم سے وہ تیرہ بخت کوٹھی نور بخش مین قید ہوئی اور آرام کے سامان
بند ہوئے چند عرصے مین علیل ہو گئی اور یہ خبر متواتر رزیڈنٹ کو پہونچی اُنھون نے
روشن الدولہ سے کہا کہ یہ مغلانی اس طرح مر گئی تو تمھارے حق مین اچھا نہو گا ناچار
عالم مجبوری مین کچھ اُس سے لیکر چھوڑ دیا ۔

مغلانی کے فراق نے بیگم صاحبہ کی کمر ہمت توڑ دی تھی وہ جب تک محل مین تھی
اُسکی کارگزاری کی وجہ سے نوبت فاقے کی نہ آئی اب فاقے پر فاقہ تھا کار پردازان سلطنت

سکونت پذیر ہوئے - بیگم صاحبہ نے اپنی حفاظت کے لیے جدید سپاہ نوکر رکھنا چاہی چنانچہ
امام بخش سقہ ساکن فتح گنج ملازم اپنے کو فراہمی سپاہ کا حکم دیا اُس نے آٹھ نو ہزار کے قریب
آدمی بھرتی کیے اور امام بخش جرنیل مشہور ہوا جن مین ہر قسم کے بدمعاش دلیر اشتہاری اور راجپوت
وغیرہ تھے - اور گھنڈی والی پلٹن ہمراہی غالب جنگ اور سپاہیان بھرمار ہمراہی فقیر محمد خان
رسالہ دار نے جو سرکار شاہی سے موقوف ہوئے تھے بیگم کے یہان نوکری کر لی اور ان کے افسر
موہن سنگھ اور لالتا پرشاد راجپوت جو نہایت جوانمرد تھے بنائے گئے انمین سے مسلمانونکو روٹیان
اور ایک پیالہ قلیے کا یا دال کا پیالہ اور ہندوؤنکو فی نفر سیر بھر آٹا اور دال ہر وقت ملتی تھی اور
اُن سے یہ وعدہ تھا کہ عروج و دولت کی ترقی کے دن تمھاری تنخواہین مقرر ہو جائینگی
اور محل مین بیگم صاحبہ کے پاس بی مغلانی اور فرخندہ خانم اور امانی خانم وغیرہ کارپرداز تھین
بیگم صاحبہ جاگیر کا کاغذ چاہتی تھین اور سفر فیض آباد کے لیے زر نقد کی بھی طالب تھین اور
رزیڈنٹ بادشاہ کے پاس خاطر سے اس معاملے مین زیادہ مداخلت کرتے نہ تھے نہ خود
بیگم صاحبہ کے پاس جا سکتے تھے - نہ زر نقد بھیج سکتے تھے کلکتے سے اس باب مین جواب
ملنے کے منتظر تھے - اور جب رزیڈنٹ روشن الدولہ سے بیگم صاحبہ کے بارے مین کچھ کہتے
تھے تو وہ یہ جواب دیتے تھے کہ جس کام پر کمرہمت باندھی ہے اُسکا ظہور بیگم صاحبہ کی دوری کے
بدون غیر ممکن ہے اور جاگیر کے باب مین جواب دیتے تھے کہ خرچ کی منہائی کے بعد جو جمع
قرار پائے بیگم صاحبہ اہلکاران سلطنت کے ہاتھون سے لیا کرین ابھی یہ تکرار طے نہوئی تھی
کہ روشن الدولہ کو اور دور کی سوجھی اور اپنے دل مین سمجھے کہ یہ جملہ کارپردازی اعتماد الدولہ کی
بہن فیض النسا مغلانی کی وجہ سے ہے اُسکو محل سے نکالا چاہیئے اگر یہ نہ نکلی تو بیگم صاحبہ کی
جاگیر پر عامل مقرر ہوگا اور ہماری خورد و برد ضائع ہوگی اور جب تک وہ محل مین موجود ہے

دراز کے بعد تنخواہ دیکھنا نصیب ہوئی۔ راجہ لال جی نائب جرنیل اور قیام الدولہ پسر حیدر اور فقیر محمد خان اور میگنس صاحب رسالون سمیت اور رابرٹ صاحب پلٹن اور توپخانہ کے ساتھ اور بالاگنج کا توپخانہ یہ سب بھیجے گئے اور ناکے کے اس طرف جو الماس باغ کے پاس ہے اس سپاہ نے مورچے قائم کئے اور دوسری جانب بیگم صاحبہ کی سپاہ نے اپنے مورچے جمائے۔ اگرچہ رزیڈنٹ نے خانگی مقدمات ہونے کی وجہ سے ابتدا سے بیگم صاحبہ کے جھگڑون مین مداخلت نہین کی تھی لیکن یہ خبر سنکر اہالیان سلطنت کی غفلت پر افسوس کیا اور خیال کیا کہ یہ مناقشہ طول پکڑکر سلطنت کی بنیاد کو ہلادیگا اسلئے مخبر بھیجکر اصل کیفیت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ سارا حال صحیح تھا پھر آپ موقع پر گئے تو سپاہ شاہی کو نہایت مضمحل اور حقیر حالت مین پایا ساز و سامان بالکل پرانا ٹوٹا پھٹا تھا اور بیگم صاحبہ کی تمام سپاہ کا سامان درست اور آدمی بھی تناور و قوی و چست تھے اندیشہ کیا کہ شہر قریب ہے مبادا کہین طرفین مین ہتھیار چل جائے تو شہر لٹ جائیگا اس لیے ۳۔ جمادی الاولے ۱۲۵۲ھ ہجری مطابق ۲۵ ستمبر ۱۸۳۶ء کو میر منشی سید التفات حسین خانکو بیگم کی خدمت مین فہمائش کرکے اس جمعیت کو موقوف کرنے کے لئے بھیجا وہ الماس باغ مین گئے پس پردہ بیگم بیٹھین اور پردہ کے اس طرف میر منشی کرسی پر بیٹھے اور رزیڈنٹ کیطرف سے سلام و نیاز پہونچانے کے بعد کہا کہ ہمکو امر خانگی ہونے کی وجہ سے جانبین کے مناقشے مین دخل دینا منظور نہ تھا لیکن خرخشہ طویل ہوگیا اور ریاست مین فساد ہونے کا احتمال ہے اور قریب ہے کہ مخلوق پریشانی مین مبتلا ہوجائے اور سلطنت اودھ کی حراست و حفاظت دشمن بیرونی و اندرونی سے سرکار دولتمدار کمپنی کے ذمے عہدنامہ ہونیکی وجہ سے ہے اسلیے طوعاً و کرہاً مداخلت کی جاتی ہے آپ کو اس قدر مسلح آدمی بے اذن والی ملک کے نوکر رکھنا

کچھ سنتے ہی نہ تھے اور شہر کے مہاجن بھی کچھ قرض نہین دے سکتے تھے زیور اور جواہر اُن کا
جس کسی نے مول لیا اُس کا گھر ضبط کیا گیا غرض عجب بلا مین مبتلا تھین نہ جائے ماندن
نہ پائے رفتن چغل خورون اور جعلسازون کا بازار گرم تھا اور محل کے خواجہ سرا اپنے خیال
مین پڑے تھے کہ فرخندہ خانم مہردار سے ملکر کاغذ پر مہرین چھاپ کر کشائش کی امید
مین شیرینی کی صورت تقسیم کرتے تھے تاکہ رزیڈنٹ کو بیگم کا مددومعاون بنادین اور
بیگم صاحبہ کے خیال مین یہ بات تھی کہ ہمارے واقعات رزیڈنٹ تک پہونچتے ہین اکثر
عیسائی گل تازہ کھلاتے تھے کہ اپنی میمون کو باغ مین بیگم صاحبہ کے پاس بھیجکر سبز باغ
دکھاتے وہ نہال ہوکر طلائی و نقرئی اسباب انعام مین بخشتی تھین کہ انھین کی وجہ سے
رزیڈنٹ تک میری پریشانی کا حال پہونچکر یہ روز بد سر سے ٹل جائے مگر کسی کی کوشش
سے کام نہ نکلا۔ اہالی سلطنت ایسے غافل تھے کہ اُنکو اس اجتماع کی جو بیگم صاحبہ کے پاس
ہوگیا تھا ذرا پروا نہوئی جب ان لوگون نے آس پاس کے باغات مین جاکر
دست اندازی شروع کی تو بادشاہ کو اخبار کے ذریعہ سے اس سپاہ کی فراہمی کا حال معلوم ہوا بادشاہ
نے بیگم کو حکم دیا کہ ان سب کو موقوف کر دینا چاہئے بیگم نے جواب دیا کہ مین صحرا لے لق ودق
مین رہتی ہون چورون سے حفظ و حراست کے لیے یہ تمام آدمی نوکر رکھے ہین بادشاہ
کے حکم سے شہر مین منادی ہوگئی کہ اگر کوئی بادشاہ بیگم کی نوکری کرے گا سزا پائے گا اور
رزیڈنٹ کو بھی اس بات کی اطلاع کر دی گئی اور واسطے تدارک اور دفع فتنہ و فساد کے
سپاہ شاہی متعین ہوئی بادشاہ کی سپاہ نایابی تنخواہ کی وجہ سے پریشان اور بیدل ہو رہی
تھی روشن الدولہ نے اُنکی تالیف قلوب کے واسطے جسطرح بنا تنخواہ تقسیم کی تاکہ لڑائی کے
وقت جانبازی سے دریغ نکرین سپاہی بیگم صاحبہ کو دعا دینے لگے کہ اُنکی بدولت مدت

غرض جاگیر سے ہے اور نوکرون کو مین ابھی موقوف کرنے کو تیار ہون لیکن عرصۂ دراز سے
اُنکو چڑھی ہوئی تنخواہ نہین ملی ہے اُنکے فساد کرنے کا اندیشہ ہے جو کچھ سونے چاندی کا اسباب
تھا آج تک فروخت کرتی رہی سرکار شاہی سے کچھ بھی نملا اب دینے کو کچھ میرے پاس نہین
اگر تین لاکھ روپیے دلوادیئے جائین تو اُنکی تنخواہین بیباق کر کے علحدہ کر دیا جائے میر منشی
نے کہا کہ عرصۂ دو سال سے اُنکو کہان سے دیا گیا کہ اب برطرفی کے وقت یہ عذر کیا جاتا ہے
غرضکہ میر منشی نے بیگم صاحبہ کو اچھی طرح سمجھا کر قسم کے ساتھ موقوفی سپاہ کا وعدہ لیا اور
اُنھون نے بھی میر منشی کے سامنے سپاہیونکو مورچون سے بلاکر ہتھیار کھولدینے کا حکم سُنادیا
میر منشی وہان سے رزیڈنٹ کے پاس واپس ہوا اور تمام حال بیان کیا۔ اور رزیڈنٹ
سے اس کام مین مداخلت کی اجازت حاصل کرلی اور ایک لاکھ روپیہ تقسیم تنخواہ کے لیے
نقد اور پندرہ ہزار روپیہ ماہوار اُنکے خرچ کے لیے بادشاہ کی استرضا سے تجویز کیا اور تمام ملازمان
بادشاہی کو حکم سُنادیا کہ بیگم صاحبہ کے کسی نوکر سے کوئی شخص کسی طرح کی مزاحمت نکرے جہان وہ
جاہین پھرین چلین اور بیگم صاحبہ کو لکھا کہ آپکو پندرہ ہزار روپیہ ماہوار ملا کرین گے اور ایک
لاکھ روپے نقد دیے جائین گے بشرطیکہ آپ کل سپاہ علحدہ کر کے صرف چار سو آدمی اپنی
حفاظت کے لیے رکھ لین بیگم نے پھر رزیڈنٹ کو درخواست دی کہ تین لاکھ روپے کے بغیر کام نہین
چلے گا اور نہ پندرہ ہزار روپے میرے مصارف کو کافی ہونگے لیکن رزیڈنٹ نے نہ مانا ناچار
بیگم صاحبہ نے طوعاً و کرہاً رزیڈنٹ کے قول کو مان لیا اور ایک لاکھ روپے خزانۂ شاہی سے نکلکر
بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا گیا اور امداد و خدا بخش چودھرانکو حکم ہوا کہ اپنے سامنے سپاہ کو تنخواہ
تقسیم کرا کر برطرف کرادین۔ بیگم صاحبہ نے چودھرانون کے روبرو اُن روپیون مین سے بعض
سپاہیونکی تنخواہ دلوا کر بظاہر اُنکو برطرف کر دیا اور اُن سے خفیہ کہدیا کہ تم ہمارے نوکر ہو اپنے

مناسب نہ تھا بہتر یہ ہے کہ سب کو آپ برطرف کر دین اور بقدر ضرورت چار پانسو آدمی حفاظت و بندوبست کے لیے رہنے دیے جائین میری طرف سے آپکی خیر خواہی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہوگا اور آپکا درماہہ برابر سرکار شاہی سے پہونچتا رہے گا اور حفاظت اہالی سرکار کمپنی سے اچھی طرح ہوگی اور گورنر جنرل کی خدمت مین یہ تمام حال لکھدیا جائیگا اگر آپ میری گزارش پر عمل نکرینگی تو سپاہ انگریزی کی دو کمپنیان بھیجد یجائینگی جو آپ کی تمام جمعیت کو پریشان کر دینگی اور اُسوقت آپکو تحسر و تاسف فائدہ نہ بخشے گا یہ سُنکر بیگم صاحبہ اور فریدون بخت اور تمام خواصان محل زار زار رونے لگین پھر بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو رزیڈنٹ کے حکم کی تعمیل مین عذر نہین اور رہر وقت مجھکو یہ منظور تھا کہ کسی نہ کسی طرح رزیڈنٹ صاحب میرے معاملات مین مداخلت کرین تاکہ مین دشمنون کے شر سے امن پاؤن اور سلیمان جاہ کی جسطرح مین نے تربیت اور پرورش کی ہے وہ رزیڈنٹ پر روشن ہے مگر دشمنون کے بہکانے سے اُنھون نے میری خرابی پر کمر باندھی ہے اب کہ اس ویرانے مین رہتی ہون تب بھی مفسد توہین اور تذلیل کے درپے ہین اور ہر روز ایک نیا پیغام بھیجدیتے ہین ورنہ مجھکو اتنے آدمیون کے جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی مجبور ہو کر حفاظت عزت کے لیے اتنی جماعت فراہم کی ہے اگر رزیڈنٹ میری جاگیر جو میرے شوہر نے عطا کی تھی دلوادین تو وہان چلی جاؤن ۔ میر منشی نے جوابدیا کہ مین اس بات کے واسطے رزیڈنٹ کیطرف سے مامور نہین ہون تاکہ کچھ اسکا جواب دون اگر آپ کو کچھ لکھنا سُننا ہے تو اپنا حال لکھدیجئے مین اُنکے سامنے پیش کر دونگا اور آپ کے پاس جواب آجائے اگرچہ اقرار واثق نہین کر سکتا مگر اتنی تنخواہ گذراوقات کے لیے جو آپ کی ذات اور نوکرون کے لیے کافی ہو گورنر جنرل کی اجازت سے مقرر ہوجائیگی ۔ بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو تو

ہاتھوں ہاتھ لیا اکثر عالم انتشار مین محل کے اندر عورتون سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ تمھاری قسمتون مین ہے جلد جلد مجھ سے لیلو اور عیش کرلو کہ میرے بعد جو اکی روٹی اور ماش کی دال نصیب ہونا سخت مشکل ہے نواب احمد علی خان المخاطب بہ شمس الدولہ بن نواب سعادت علی خان کے بیٹون نے انگریزی افسرون سے تحریرات شروع کی ہین اور چاہتے تھے کہ سلطنت اُن کو ملجائے اسوجہ سے مجھکو منظور ہے کہ ایک کوڑی خزانے مین باقی نرہے اور روشن الدولہ اس فکر مین تھے کہ جسطرح بیگم صاحبہ کا اخراج ہوا ہے اسیطرح بادشاہ کے اور ہواخواہون کا بھی اخراج ظہور مین آئے تاکہ پھر کوئی کانٹا باعث کاوش محل مین باقی نرہے آخر یہ نوبت پہونچی کہ بی اتی خانم جسکو بادشاہ دَدَا کہتے تھے اور باورچیخانۂ خاص سلطانی اس سے متعلق تھا اور جگنا خانم اور باقی اسامیان عیش محل نے جو یہ رنگ خراب دیکھا اور سمجھین کہ انجام کار آبرو برباد بھر جائیگی تو بیماری وغیرہ کا حیلہ کرکے گھرون مین بیٹھ رہین اس عرصے مین گورنر جنرل نے متولتر اودھ کی بد انتظامی رفع کرنے کے لیے تاکید لکھی اور رزیڈنٹ نے بھی دفتر کے دفتر شکایت مین گورنر جنرل کو لکھے اور جب رزیڈنٹ وزیر پر تاکید کرتے تو وہ کہتے کہ مجھکو بادشاہ کے مزاج مین مداخلت نہین اگر اُن سے کسی سپاہ کے بارے مین عرض کرتا ہون تو کہتے ہین کہ میرے نوکرون کو کسواسطے برطرف کرتے ہو اور ملک کو امانی کرنا چاہتا ہون تو فرماتے ہین کہ نواب صفدر جنگ کے عہد سے ہمارے ملک مین یہ رسم جاری نہین ہوئی عملدرآمد قدیم کے خلاف لاکھون روپے کا نقصان اُٹھانا کیا ضرور اور مصارف محلات کی بابت زبان سے کچھ نکالتا ہون تو یہ جواب دیتے ہین کہ تمکو ہمارے گھر سے کیا کام ہم جسکو چاہتے ہین بخشتے ہین اور اگر تماشائی بنکر مہر سکوت لب پر لگاتا ہون تو آپ بدنام کرتے ہین اور اگر زیادہ سبقت کرتا ہون تو حکیم مہدی علی خان کے مانند مغضوب و معزول ہونے کا خوف ہے اور آپ سے تدارک کی امید

مکانون پر بیٹھے رہو اور اپنے وکیل مرزا علی خان کی معرفت جو اُنکے بھلے بچے تھے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ ایک لاکھ روپیہ تقسیم تنخواہ کے لیے کافی نہین اسلیے اور روپیہ دینا چاہیے بہت سی گفتگو کے بعد رزیڈنٹ ایک لاکھ روپے سے اور امداد کرنے کو راضی ہوئے چنانچہ حسب الحکم شام کو ایک لاکھ روپے سربمہر ہوئے کہ صبح کو بیگم صاحبہ کے یہان بھجوا دیے جائین گے کہ رات مین بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

مادر مہربان کے ساتھ بادشاہ کے ایسے ناخلفانہ سلوک کا انگریزون پر اثر

ملخص تاریخ اودھ مین ہست پرشاد نے لکھا ہے کہ جن دنون نصیر الدین حیدر کا بادشاہ بیگم کے ساتھ تنازع ہوا تھا تو اُن سے ایسی نامناسب حرکتین ہوئین کہ انگریزون کو بہت ناگوار گزرین اور اُنکا سمجھانا مفید نہوا عجب نہ تھا کہ بادشاہ کے جیتے جی سلطنت کا حال بدل جاتا لیکن اُنکی موت سے پردہ پوشی ہو گئی۔

بادشاہ کی شکستہ حالی۔ سلطنت کی ابتری اور آخر کار اپنے مقربین کے ہاتھون سے جان دینا

مادر مہربان کی شکستہ خاطری۔ رعایا کی پریشان حالی سے آخر کار برق قہر آسمانی حضرت ظل سبحانی پر ٹوٹی اور اُنکی جان پر آبنی یعنی جب یہ صورتین ظہور مین آئین تو روشن الدولہ کو انگریزون کے ساتھ موافقت پیدا ہو جانے کی وجہ سے بڑا اقتدار حاصل ہو گیا ہر ایک چھوٹا بڑا اطاعت کرنے لگا ملک کی آمدنی مین کمی ہوئی۔ خزانہ خالی ہوا۔ بادشاہ کو اضطراب پیدا نے

کہ وہ مجھکو بیمار و نزار دیکھ کر خوش ہونگی - ۳- ربیع الثانی ۱۲۵۳ہجری تک اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت تھی اور اپنے پانوٗن سے چلتے پھرتے تھے اتفاقًا اُسدن اناجی کے یہان سے کھانا آیا تھا اس مین قلیہ کریلے پڑا ہوا بھی تھا بادشاہ نے اُسکو کھایا رات کے وقت چوکی پر گئے اور وہان سے آکر انگڑائی لی اور بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہوگئے لحاف اوڑھ لیا-

اب یہان مختلف طور پر روایت کرتے ہین بعض کہتے ہین کہ اسوقت بادشاہ کا کام تمام ہوگیا اور بعض کہتے ہین کہ ابھی رشتۂ حیات منقطع نہوا تھا کہ دھنیا مہری وغیرہ وہان کے حاضرین نے تربوز کے پانی مین زہر ملاکر بادشاہ کے حلق مین اُتارا تاکہ ٹھنڈے ہوجائین آخر نزع کی نوبت پہونچی- روشن الدولہ اور سبحان علی خان نے آکر پہلے نشتر سے پانوٗن کی رگ ہفت اندام چھیڑی خون معلوم نہوا اناجی نے اپنا ہاتھ ناک پر رکھکر دیکھا ثابت ہوا کہ اب دم باقی نہین ہے لیکن اسوقت بھی اُس شیر مردہ سے ان تیرہ دلون کا زہرہ پانی پانی تھا اسکو سکتہ تصور کیا اُنکا کام اجل تمام کر چکی تھی-

۴- ربیع الثانی ۱۲۵۳ہجری موافق ۸ جولائی ۱۸۳۷ء کو بعد انقضائے چار ساعت نجومی کے سنیچر کی رات مین طائر روح نے قفس تن خاکی سے پرواز کی پچیس برس کی عمر مین تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تھا اور دس برس پانچ یوم حکمرانی کی چھ کروڑ روپے سے زیادہ جو خزانے مین جمع تھے اور جواہرات اور آمدنی ملک کا ربع یہ سب صرف کیا جیتے جی سلیمان جاہ لقب تھا مرنے کے بعد خلد منزل کہلائے- جب نصیر الدولہ اُنکی جگہ مسند نشین ہوچکے تو اُنکا جنازہ حسب آئین شاہانہ اُٹھاکر کربلاے مکارم نگر مین جو گومتی کے پار اُنھون نے تعمیر کرائی تھی اور نیم تیار موجود ہے اور شبیہ کربلا اُس کا نام رکھا تھا مزار قدسیہ بیگم کے پاس مدفون ہوئے-

نہین-بہرصورت اس مرض سخت کا علاج منظورنظرہے کہ اس مریض کو ایسا چنگا کیجیے کہ
پھر قیامت تک صورت نظر نہ آئے لیکن اس شرط سے کہ آپ جان اور حرمت کے محافظ
بنین اور عہد مستحکم کے ساتھ ضمانت کرین رزیڈنٹ نے یہ بات سُن کر فقط یہ جواب دیا کہ جس مین
خلق کی بہبودی اور رعایا کی خوشنودی ہو اور ریاست کا نام باقی رہے وہ تدبیر عمل مین لاؤ
بعد اسکے شراب دار اور آبدار وغیرہ جو قوم مسلمان اور ہنود و نصاریٰ سے بادشاہ کے پاس
ساقی گری کی خدمت پر ممتاز تھے اس بات پر آمادہ کیے گئے کہ شراب مسموم بادشاہ کے
استعمال مین لائین لیکن یہ تدبیر کارگر نہوئی یہ معاملہ طشت از بام افتادہ کی مانند مشہور ہوا
اور بدنامی کے ساتھ اُن لوگون کی آبرو پر پانی پھرا اور جب بادشاہ کو علاج سے صحت کامل
ہوئی تو نہایت بدحواس ہوئے اور اب بادشاہ پر اپنے بدخواہ دوست نماؤن کی عداوت قلبی
کی صورت کھلی حفظ جان کے واسطے چار چار روز برابر کھانے پر اس خوف سے ہاتھ
نہین بڑھاتے تھے کہ شاید مسموم ہو عمارت کے مزدورون اور پہرونکے تلنگون سے بھُنی
ہوئی جوار اور چنے لیکر اپنی جیب مین بھر رکھتے تھے اور اُنکو کھاکر امید وبیم مین اوقات بسر
کرتے تھے اسوقت مین بھی جو شریف زادے تھے وہ عالم مجبوری مین کنارہ کش ہوئے فقط بدخواہ
رذیل اور کمینے لوگ باقی رہے انھین سے دو کہاریون دھنیا اور ڈلوی نے جو ہمہ تن روشن الدولہ
کے جادۂ اطاعت سے باہر نہ تھین صحبت گرم رکھی قضائے کار بادشاہ کی طبیعت شراب کی
کثرت اور برف کے استعمال سے ناساز ہوئی اور استسقا پیدا ہوگیا ہاتھ پانؤن مین ورم آگیا
ہر وقت موزے اور دستانے پہنے رہتے تھے اور بادشاہ بیگم علالت کا حال سنکر ہمیشہ رنج والم
مین مبتلا رہتی تھین اور اُنکی بڑی آرزو یہ تھی کہ چل کر آخری دیدار نور دیدہ کا کرون لیکن بادشاہ
دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتے تھے اور رزیڈنٹ سے کہلا بھیجا کہ مین بیگم صاحبہ سے ملاقات نکرونگا

دیگر

آہ ازین چرخ سخت بے تمکین
کہ مدارش نہ جز بمر کز کین

وی سرے راکہ بر فلک مے سود
کرد امروز جا بقعر زمین

عسلش یامرارت آغشتہ
نوش عیشش بہ نیش غم آگین

سرگذشت شہنشہ ماضی ست
جاے عبرت بچشم آخر بین

بین شہے راکہ وے بیاری بخت
بود با صد شکوہ تخت نشین

گشت امروز تختۂ تابوت
مر قد خسر و نصیر الدین

حیف بر نوجوانی شاہ است
ور نہ انجام ہر کس ست ہمین

آخرِ کار سال تاریخش
گفت واثق شد آن بخلد برین

سپاہ

اس زمانے مین فوج کی برطرفی کے بعد چار ہزار سوار اور ۲۷ پلٹنین تھین

بادشاہ کے مزاج کے قہر و غضب کا نمونہ

اس بادشاہ کے مزاج مین ایسا قہر و غضب تھا کہ جس پر غصے ہوا پھر اُسکی بابت سفارش کی کوئی بات نہ سُنی یہانتک کہ بعضون کو زندہ درگور کرا دیا اور بعض عورات محل کو اعمال قبیحہ کی پاداش مین مکان درشن بلاس کی دیوار مین زندہ چنوا دیا۔ سلطان الاخبار مین اس سے بھی زیادہ لکھا ہے ۔

تاریخ وفات

بونصر قطب دین و سلیمان روزگار		دردا بہ خلد رفت ازین دار بے مدار
سال وفات خواست چو عقل دقیقہ یاب		گفتا خرد کہ از غسق نجم کن شمار

دیگر

رفت شاہِ جہان سلیمان جاہ		سوے جنت ز بارگاہ اودھ
ہاتفے گفت از سرِ افسوس		بہ ارم رفت بادشاہ اودھ

دیگر

رفت از جہان بباغ جنان خسروِ زمن		بنمود زیر شہپر جبرئیل آشیان
خلد برین و کوثر و تسنیم و سلسبیل		دادش بہ لطف خویش خداوند دو جہان
اسمش چو بعد نائب مہدی وحید عصر		واضح شدہ برلے سکونت درِ جنان
پرسیدم از سروش چو سال وفات شاہ		باجان غم کشیدہ و با چشم خون فشان
گفتا ربیع آخر سوم ز ماہ بود		ہجری ہزار و دو صد و پنجاہ و سہ بدان

از مرزا محسن خان ثاقب

ہماے روح پاک شاہ عادل		چو از اسفل بر اعلےٰ کرد طیران
فلک ساکن زمین در جنبش آمد		سیہ گردید روے مہر تابان
ز کلک نغز ثاقب سال فوتش		غروب مہ رقم شد اے عزیزان

اس واقعہ کی اطلاع دی - رزیڈنٹ نے بادشاہ کے چچا نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان کو جو نواب سعادت علی خان کے بیٹے تھے اُنکی جانشینی کے واسطے منتخب کرکے شریعت اسلام کے موافق انگریزی فتوے لگاکر اُنکی مسندنشینی کے سارے سامان درست کردیے اور ایک خط افواج متعینۂ کیمپ منڈیاؤن کی حاضری کے واسطے لکھا اور ایک چوبدار کو جلدی الماس باغ کی طرف روانہ کیا اسکی زبانی بادشاہ بیگم اور منا جان کو کہلا بھیجا کہ اگرچہ بادشاہ نے خردسالی مین راہ عدم جو سب کے لیے ناگزیر ہے لی جسکا دل کو صدمہ ہے لیکن اب آپ صاحبونکو چاہیے کہ آرام سے اپنے مسکنون مین رہین کسیطرح کا خوف وہراس دل مین نہ لائین اور سرکار کمپنی کے حکم کی تعمیل مین سہل انکاری نکرین آپ صاحبون کے لیے بادشاہ مرحوم کے عہد سے ہزارون مدارج بہتر ہونگے اور اس احتیاط سے کہ عورتین ناقص العقل ہوتی ہین مرزا علی خان کو جو بیگم صاحبہ کی طرف سے وکیل تھے بلاکر بہت جلد بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا کہ ہماری طرف سے بادشاہ مرحوم کی تعزیت کے بعد اُن سے کہنا چاہیئے کہ اب صدر کے حکم کے موافق اس خاندان عالیشان کی ریاست ایسے شخص کو دیجائیگی جو امور مملکت کی قابلیت اور انتظام مہمات سلطنت کی لیاقت رکھتا ہوگا رعایا پروری اور مظلومون کی غوررسی کے اوصاف سے متصف ہوگا بادشاہ مرحوم نے جس قدر ظلم کیے سلطنت کے کامون سے بے پرواہ رہے لہو ولعب اور عیش وعشرت مین اپنی عمر عزیز کو خراب کیا سلطنت کے کسی کام مین دلچسپی نلی یہ باتین تمام اہل الرائے نے ناپسند کین چونکہ سرکار کمپنی کی اس دودمان عالیشان کی طرف نظر رحمت وعنایت ہے اور رعیت پروری اور ملک کی آبادانی منظور ہے اسلیے سرکار موصوف یہ چاہتی ہے کہ اس خاندان سے کوئی ایسا شخص جسمین عدل وانصاف

مرزا مہدی الملقب بہ رفیع الدین حیدر عرف مناجان مخاطب بہ فریدون بخت کا بادشاہ بیگم زوجۂ غازی الدین حیدر کی سینہ زوری سے نصیر الدین حیدر کی جگھہ مسند نشین ہو جانا مگر رزیڈنٹ کا فوجی طاقت کے ساتھ دونون کو گرفتار کرکے چنار گڈھ پہونچوا دینا

جس شب نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کی حالت نزع ہوئی تو ظفر الدولہ نے بادشاہ بیگم کو اطلاع دی اُنھون نے رونا شروع کیا اور اپنے بھانجے مرزا علی خانکو رزیڈنٹ کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ اب آپ کو میری دوستی بادشاہ کے حق مین اور دشمنونکی دشمنی اُنکے ساتھ ظاہر ہوئی یا ابتک دغدغہ باقی ہے آپ میرے حق مین کیا فرماتے ہین اب مین بلا توقف آتی ہون - ۴ - ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری کو اول شب مین بادشاہ کا مجلس ہستی مین جام عمر لبریز ہوا گو اُنھون نے مناجان کو جو افضل محل کے بطن سے تھا اپنی زندگی مین اپنا بیٹا بنایا تھا مگر پھر اُسکی ولدیت کا رزیڈنٹ کے سامنے ابطال کیا تھا اور صدر سے یہ حکم آیا تھا کہ اگر ایسا ہو تو نواب سعادت علی خان کی اولاد مین جو بڑا اور نیک خصلت ہو اُسکو بادشاہ کرنا چاہیئے اور اس سبب سے نصیر الدولہ کے سوا ہر طرح کوئی شخص رزیڈنٹ کی نظرون مین نہ جچا اور یون تو کئی اور آدمی بھی جدی وراثت کا دعوی رکھتے تھے لیکن منا سب نہ معلوم ہوے تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ مین لکھا ہے کہ بادشاہ کے انتقال کے بعد مدت تک اہلکارون نے کرنیل جان لو رزیڈنٹ سے اس بات کا اخفا کیا بہت دیر کے بعد اُن کو

گئی تھی انھون نے بھی مژدۂ جلوس سلطنت سُنایا جب حسب ضابطہ معاملات طے ہوگئے
تو کپتان شکسپیر نواب صاحب اور انکے بڑے بیٹے مرزا امجد علی اور دو پوتون اور
دامادون محسن الدولہ اور منیر الدولہ اور عظیم اللہ خان اور رفیق الدولہ اور کوکلتاش اور
چند آدمیونکو ساتھ لیکر کوٹھی فرح بخش مین اُترے ابھی پانچ گھڑی رات باقی تھی رزیڈنٹ نے
استقبال کرکے معانقہ کیا اور ساتھ لاکر ایک کمرے مین ٹھہرا دیا اور کوٹھی فرح بخش کا
یہ انتظام کیا کہ دو کمپنیان تلنگونکی اور دو توپین مقرر کردین اور انگریزی فوج کے گارد
جابجا متعین کردیے اور اس خیال سے کہ اسوقت بادشاہ کی وفات کے صدمے سے جابجا
محل مین شور و ماتم برپا ہے صبح کے وقت تخت نشینی کی رسم ادا کیجائیگی آپ اپنی کوٹھی کو
چلے گئے اور اپنے اول اسسٹنٹ ماٹن صاحب کو یہان چھوڑ گئے اور سولے فوج
انگریزی کے رابرٹ صاحب کی دو تین کمپنیان بھی فرح بخش مین دونون جانب کھڑی
کردین - اُدھر بادشاہ بیگم نے سواری طلب کی اُسی وقت رزیڈنٹی کے چپراسی نے جو اُنکی
ڈیوڑھی پر متعین تھا اور روشن الدولہ نے بھی یہ خبر صاحب رزیڈنٹ کو پہونچائی رزیڈنٹ
خود سوار ہوکر فرح بخش کو روانہ ہوے اور خواجہ بخش چوبدار کو بیگم صاحبہ کے پاس بھیجکر کہلایا کہ
آپ کا آنا مناسب نہین ریاست فریدون بخت کو نملیگی یہ تخت وراثت نصیر الدولہ سے
رونق پذیر ہوگا مگر یہان کب صبر ہوسکتا تھا گو حکم ممانعت چوبدار نے پہونچایا لیکن اُس پر
بیگم نے التفات نکیا اور اپنے تمام نوکرون کو جمع کرکے اور پالکی مین فریدون بخت کے ساتھ
بیٹھکر دو ہزار آدمیونکی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ جنکے افسر امام بخش اور موہن سنگھ اور لالتا پرشاد تھے
الماس باغ سے عازم ایوان سلطانی ہوئین جب رزیڈنٹ کو یہ خبر پہونچی تو مرزا علی خان کو
اُنکے پاس یہ پیام دیکر بھیجا کہ آپکا اسوقت یہان آنا مناسب نہین لوٹ جایئے مین آپکے

رعیت پروری غربا نوازی انتظام ملک و مال خبرگیری مظلومان علم وحلم کی صفات پسندیدہ و اخلاق حمیدہ جمع ہون والی ملک بنایا جائے اور ایسا شخص خواہ نواب سعادت علیخان کی اولاد سے ہو یا نواب شجاع الدولہ کے دوسرے بیٹونکی نسل سے مرزا علی خان سے پہونچکر رزیڈنٹ کے تمام پیام کو بیگم صاحبہ کی خدمت مین ادا کیا تاریخ مذکور کا مؤلف کہتا ہے کہ بیگم صاحبہ کی عادت یہ تھی کہ حق بات کی فہمائش اُن پر مطلق اثر نہین کرتی تھی اور جو کام دوربینی اور عاقبت اندیشی پر مبنی ہوتا وہ اُسکو مکروہ جانتی تھین اس لیے اُنھون نے رزیڈنٹ کے اس پیام کی جو گورنر جنرل کے حکم کے مطابق تھا مطلق پروا نکی اور میمنت خواجہ سرا اور امام بخش سقے کے مشورے سے کہ انھین دونون کی رائے پر چلتی تھین فوج کو تیار کرکے روانگی کا ارادہ کیا۔

اُدھر رزیڈنٹ نے ایک خط نصیر الدولہ کے نام لکھکر اپنے اسسٹنٹ دوم شکسپیر صاحب اور سید التفات حسین خان میر منشی کو دیکر اُنکے لانے کے لیے بھیجا اور انکو یہ بھی حکم دیا کہ عہدنامے پر دستخط کرالین علی جان جس کا خطاب قمر الدولہ تھا نصیر الدولہ سے حقیقت حال سُنکر پیادہ پا عظیم اللہ خان کے ذریعے اور تعارف سے نصیر الدولہ کے پاس آیا اور جلوس تخت شاہی کی مبارکباد مین نذرین گذرانکر عرض کیا کہ ابھی شکسپیر صاحب آتے ہین اور فساد ہونے کو ہے حضور مجھے چھپا رکھین چنانچہ وہین ایک مکان مین پوشیدہ ہوا اتنے مین مظفر حسین خان سبحان علی خان کا بیٹا آیا نواب روشن الدولہ اور اپنے باپ کی طرف سے مبارکبادکی نذرین گذرانین اور چکنی چپڑی باتین کرکے کہنے لگا کہ اب حضور کو سلطنت مبارک ہو وے اس شرط پر کہ روشن الدولہ وزیر اور ہم دولتخواہ کارفرما ہو وین نواب صاحب نے فرمایا انشاءاللہ وہ تو رخصت ہوا اور شکسپیر صاحب اور منشی التفات حسین آپہونچے اسوقت ڈیڑھ پہر رات

حکمرانی آغاز کی اس تمام جمعیت کے آتے ہی ملازمان شاہی بھاگ گئے بازاری آدمیون نے تخت کو گھیر لیا اُسوقت اپنے بیگانے کا کچھ تمیز نرہا ایک ہلڑ مچا ہوا تھا اُس جگہ مشعلین بیشمار روشن تھین امام بخش کے حکم سے جا بجا پہرے تعینات ہوئے۔ رام دھن ہرکارے کو حکم ملا کہ وہ رابرٹ صاحب کے سپاہیونکو حکم پہونچائے کہ سبحان علی خان کا مکان لوٹ لین اور اُنکے بیٹونکو یہان حاضر کرین پلٹن کے سپاہیون نے جاتے ہی سبحان علی خان کے مکان کو کھودنا شروع کیا۔ روشن الدولہ اور سبحان علی خان مع اپنے بیٹونکے وہین ایک کمرے مین چھپے ہوے تھے ناگہان بیگم کے نوکرونکی نظر روشن الدولہ پر جا پڑی چاہا کہ اُنکو گرفتار کرین روشن الدولہ نے کمر سے تلوار لی اور قبضہ پر ہاتھ ڈالا بیگم کے آدمیون نے اُس کو مار ڈالنا چاہا مگر قادر بخش جمعدار نے بچا لیا اور یہ شور سُنکر بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ یہ شخص سرکاری محاسبہ دار ہے اسکو زندہ گرفتار کرو راجہ شیو دین کو بھی قید کر لیا نواب نصیر الدولہ بھی ایک کمرے مین قید ہوکر دم گننے لگے اور کئی سپاہیان شمشیر برہنہ کا پہرہ اُنکے سر پر تھا اور صاحبزادۂ امجد علی خان بھی سپاہیونکی محافظت مین تھے ایک طرف عظیم اللہ خان اور ایک جانب رفیق الدولہ مقید تھے روشن الدولہ کا بیٹا محمد حسن خان جو جرنیل تھا اُس نے مار دھاڑ سے بہزار خرابی رہائی پائی اُسوقت وہ صدائے شور و فغان بلند تھی کہ کوئی کسی کی بات نہین سنتا تھا دھنیا کہاری المخاطب بہ افضل النسا کے گھر کا اسباب لوٹ کر اُسکو کشان کشان لائے مولوی غلام یحیی خان اپنی جان اور حفاظت آبرو کے خیال سے کوٹھی فرح بخش سے دریا کی طرف کود پڑے اور دریا کے کنارے ایک کشتی دیکھی اُسمین جا چھپے لیکن گرنے سے ایسی چوٹ آئی کہ پانوٗن کی ہڈی جوڑ سے جدا ہوگئی ورم کی وجہ سے چلنا مشکل تھا ڈیڑھ مہینے تک سینکا کیے اور سبحان علی خان کے بیٹون نے خوشامد درآمد سے کام لیا اور پنجۂ عذاب سے چھوٹ کر

درماہے کا بندوبست بقدر کفایت کرونگا آپ الماس باغ سے ہرگز قدم باہر نہ رکھین بیگم نے لوٹنا چاہا منا جان اور امام بخش نے نہ مانا بلکہ ملخص تاریخ اودھ سے یہانتک معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت بادشاہ بیگم آنے مین راضی نہ تھین لیکن آدمیونکے بہکانے اور منا جان کے پیچھے پڑنے سے چلی آئین اتنے مین رزیڈنٹ کو خبر پہونچی کہ بادشاہ بیگم مع منا جان اور بہت سے ہمراہیونکے دروازے پر آگئین اُنھون نے خفا ہوکر روشن الدولہ سے کہا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے کچھ بندوبست نکیا اُنھون نے کہا کہ مین نے انتظام الدولہ اور راجہ بختاور سنگھ کو ممانعت کے واسطے بھیجا ہے شاید وہ اور رستے سے گئے ہونگے رزیڈنٹ خود روشن الدولہ کو ہمراہ لیکر اُس ہنگامے کے دفع کرنے کے واسطے اُٹھے اور اپنے اول اسسٹنٹ ماٹن صاحب کو تھوڑی سی انگریزی سپاہ دیکر حکم دیا کہ کوٹھی فرح بخش کے دروازۂ مغرب رویہ واقع جانب مکان فتح علی خان کپتان پر جاکر کواڑ بند کرے مگر امام بخش نے اُس دروازے کے کواڑ ایک ہتھنی سے توڑوا ڈالے اور اُسکے ہمراہی کپتان جیمس پاٹن صاحب سے یہ ترشی پیش آئے لیکن صاحب مذکور ایک شخص ماکھن بھرا سردار کی حمایت سے جان سے بچ گئے بیگم صاحبہ کی سواری کی پالکی بارہ دری مین تخت سلطنت کے پیچھے جا پہونچی اور قندھاریونکو بلانے کے لیے آدمی مامور ہوا چنانچہ عبدالرحمن خان قندھاری کا نبیرہ مصطفےٰ خان حاضر ہوا اُسوقت بیگم صاحبہ نے فریدون بخت کا ہاتھ اُسکے ہاتھ مین سونپا جب رزیڈنٹ کو اس ہنگامے کی خبر ہوئی تو اپنے میر منشی کو ہمراہ لیکر بیگم صاحبہ کے سمجھانے کے لیے آئے مگر کثرت جوش وخروش سے وہ اُن تک نہ پہونچ سکے آخر کار امام بخش اور موہن سنگھ اور لالتا پرشاد کی مدد سے منا جان بادشاہ کی تلوار اور بندوق ہاتھ مین لیکر تخت شاہی پر بیٹھ گیا اور اپنے نوکرونکی نذرین لینے لگا اور بیگم صاحبہ نے سواری مین سے فرمانروائی شروع کی اور امام بخش سقے نے

اب کل دو منٹ کی مہلت باقی ہے کہ اس گفتگو کے ضمن مین ماٹن صاحب نے جو چھوٹے صاحب کے نام سے مشہور تھے آکر اپنا خون آلودہ چہرہ جو بیگم صاحبہ کے آدمیون نے زخمی کیا تھا رزیڈنٹ کو دکھایا مرزا علی خان نے بیگم صاحبہ کو بہت کچھ سمجھایا مگر اُنھون نے ایک بات نہ مانی مجبور ہو کر رزیڈنٹ نے اُس افسر کو جو منڈیانون سے فوج لایا تھا توپ کے سر کرنے کا حکم دیا اور بہت پرشاد کہتا ہے کہ رزیڈنٹ نے مصطفےٰ خان قندھاری کی معرفت بیگم صاحبہ کو کہلا بھیجا کہ اب پاؤ گھنٹے کی تمھین مہلت دیتے ہین بعد اسکے توپ چلے گی ابھی مصطفیٰ خان اُس ہاٹ مین پیام کہنے نہ پائے تھے اور اس بات کی اُنکو خبر بھی نہ ہونے پائی تھی کہ رزیڈنٹ کے حکم سے توپین چلنے لگین چند گراون مین بارہ دری پاش پاش ہو گئی سیکڑون آدمی بھاگ گئے اور چالیس آدمیونکے قریب مارے گئے تلنگون نے سیڑھیان رکھکر آدمیون پر چھرے مارنا شروع کیے اور تخت کے جواہرات کو اس جلدی مین جناب سکا لوٹ لیا اُسوقت نور انقال کا بیٹا دولہ ناچ رہا تھا اُسکا ہاتھ کلائی کے پاس سے اُڑ گیا بعض کہتے ہین وہ مارا گیا اور تمام انگریز زرغہ کرکے کوٹھی فرح بخش پر پہونچے دھوین کی کثرت نے اُس مکان کو ظلمات بنا دیا شیشہ و آلات توپ کے چھرّون سے ٹوٹ کر زمین پر گرے مصطفےٰ خان نے جو مناجان کا سینہ سپر تھا سینے مین گراب کے دو ٹکڑے کھاکر جان دی موہن سنگھ اور لالتا پرشاد بھی مارے گئے رزیڈنٹ نے مناجان کو سخت و سست کہکر جھڑکی کے ساتھ کہا کہ جلد تخت سے اُٹھ بترے ملے جانے مین دیر نہین ہے مناجان نے بھی کہ جان پر بنی ہوئی تھی جواب ترکی بترکی دیکر بندوق کو ہاتھ سے پھینک دیا اور تخت سلطنت سے اُتر کر اپنے آپ کو نشیب کیطرف گرا دیا کہ پانوٗن مین صدمہ بھی آیا بیگم صاحبہ کے خاص بردار اور برقنداز بھی بندوق زنی سے بند نہ تھے رزیڈنٹ کے گرد سپاہیون نے حلقہ باندھ لیا

باہر آئے توپخانے مین مُناجان کی سلامی شروع ہوئی کرنیل جان لو پر ایک یورش کا ہنگامہ
نازل تھا لوگ یہ کہتے تھے کہ آپ حسب آئین و ضابطہ کے اپنی زبان سے مناجان کی سلطنت کا
اقرار کرین مگر اُنکی زبان سے کب یہ کلمہ نکلتا تھا ہرگز نہ کہا جب دن نکلا تو مرزا علی خان وکیل
بیگم صاحبہ کے رزیڈنٹ کے پاس گئے اور اُس گروہ کے پنجے سے نجات دلائی اور اُن سے کہا
کہ بیگم صاحبہ آپکو بلاتی ہین۔ رزیڈنٹ صاحب نے اُنکے پاس پہونچکر بہت کچھ سمجھایا کہ آپ یہان سے
لوٹ جائین ریاست فریدون بخت کو نہ ملے گی نصیر الدولہ مسندنشین ہونگے مگر بیگم نے نہ مانا
رزیڈنٹ نے احتیاطاً مرزا علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا بیگم کے سپاہی اور نوکر رزیڈنٹ کو
بُرا کہتے تھے وہ خاموش تھے کسی کو جواب نہین دیتے تھے یہانتک کہ ایک مفسد نے تلوار کھینچ کر
اُنکے قتل کا ارادہ کیا مگر مرزا علی خان کے کہنے سے باز رہا اور دوسرے نے بندوق سامنے کر کے
سر کی جسکی گولی کان کے پاس سے نکل گئی بہزار احتیاط رزیڈنٹ مع لفٹنٹ شکسپیر اور میر منشی کے
آہستہ آہستہ مرزا علی کی اعانت سے صحن بارہ دری مین چلے آئے اور اُسیوقت سپاہ انگریزی
چھاونی منڈیانون سے مع چار توپونکے آپہونچی تھی اُسکی صف بندی کرانے لگے اور اول اتمام
حجت کے لیے مرزا علی اور مصطفےٰ خان رسالہ دار قندھاری کو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ کو ہماری جانب سے
جا کر کہو کہ بہتر یہی ہے کہ یہ تخت سلطنت چھوڑ کر اپنے مقام کو لوٹ جائین بیگم صاحبہ نے پالکی
مین سے جوابدیا کہ سلطنت موروثی ہماری ہے دوسرے کو کیا دخل ہے رزیڈنٹ نے کہا
کہ کونسل کلکتہ سے سلطنت نصیر الدولہ کے واسطے قرار پائی ہے اس لیے پاؤ گھنٹے کی اور بقولے
دس منٹ کی مہلت دیجاتی ہے اور یہ گھڑی اسوقت میرے ہاتھ مین ہے مناجان کی اگر جانکی
خیر منظور ہے تو تخت سے اُٹھاؤ پھر میعاد کے اندر اُس مضمونکو تین مرتبہ دُہرایا کچھ سماعت نہوئی
اور کلکتے کی چھٹی جو ہاتھ مین تھی اُسکو مرزا علی خان کو دکھا کر فرمایا کہ یہ حکمنامہ کلکتہ کا موجود ہے

اور ایک پلنگ شکستہ کے اُنکے پاس دوسرا فرش نہ تھا اور انگریزی پہرہ اُنکے سر پر کھڑا رہتا تھا صرف ایک چھوٹا لڑکا جسکا نام محمد علی تھا کھانا پانی پہونچاتا تھا بیگم صاحبہ نے دو روز تک کھانے پانی کی طرف آنکھ نہ اُٹھائی تیسرے دن تھوڑا پانی پیا اور ذرا سا کھایا کبھی کبھی رزیڈنٹ اُنکے پاس بطریق خبرگیری کے جاتے تو بیگم صاحبہ کو اداے نماز یا تلاوت کلام مجید یا کسی دوسرے وظیفے مین مصروف پاتے اور اس ایسی سخت واردات سے اُنکے چہرے پر ذرا آثار ملال پیدا نہ تھے - افسوس کارپردازان سفاہت نشان کے ہاتھون ایسی مقتدر صاحب ثروت بی بی کا یہ انجام ہوا - ائمۂ اطہار کی شان مین جوکچھ اُنھون نے بدعات و منکرات ایجاد کی تھین خدا کی طرف سے یہ اُسکا خمیازہ تھا - آخرکار رزیڈنٹ نے بارہ جوڑے زنانے ومردانے اور چند برتن کھانا پکانے کے سید التفات حسین میر منشی کی معرفت مہیا کر کے ساتھ کیے اور آٹھ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری مطابق ۱۲ - جولائی ۱۸۳۷ء چہارشنبہ کی آدھی رات کے وقت سپاہیونکی حراست مین مع مناجان کے بیگم صاحبہ کو لفٹنٹ شکسپیر اسسٹنٹ دوم کے ہمراہ پالکی مین سوار کرا کے کانپور کو بھیجدیا اور جنرل ایٹونس کمان افسر فوج کے سپرد کر دیا تاکہ قید رکھے - بادشاہ نے گورنر جنرل کے حکم سے بادشاہ بیگم کے اسباب متروکہ الماس باغ مین سے اشیاے طلائی و نقرئی اور پہننے کے کپڑے بحسب ضرورت اٹھارہ چھکڑون مین لدوا کر اور اٹھارہ کنیزین اور افضل محل والدۂ مناجان کو کانپور کو روانہ کردیا اور باقی تمام سامان ضبط کر لیا - ایک نوری طوطا خاص مناجان کے شوق کا پلا ہوا تھا جسکی خدمت کے لیے سولہ آدمی رہا کرتے تھے جب اس سامان کے ساتھ وہ نہ پہونچا تو بیگم صاحبہ کف افسوس ملنے لگین - محمد علی شاہ کو اسکی خبر ہوئی تو فورًا اُسکو بھجوادیا اس تمام سامان پہونچنے کے بعد گورنر جنرل کے حکم سے ۲۸ - رجب مطابق ۱۵ - اکتوبر سنہ مذکور کو بیگم صاحبہ اور

اور وہ ساکت کھڑے تھے کرنیل رابرٹ نے فریدون بخت کو گرفتار کیا اُسکے بعض رفیقون نے تلوارون پر ہاتھ ڈالا مگر انگریزی تلنگون نے اُنکو سنگینون پر دھر لیا جب مناجان گرفتار ہوکر صاحب رزیڈنٹ کے سامنے آیا تو آنکھون سے آنسو جاری تھے مسٹر مائن اور بختاور سنگھ نے اُنکی مشکین کسین اور بیگم صاحبہ کی پالکی بھی قید تھی اِس بلوے مین جن لوگون سے کہ نصیر الدولہ اور اُنکے بیٹے کو اپنی قید مین کیا تھا یہ چاہا کہ ان دونون کو قتل کرکے خاک مین دبا دین اتنے مین رزیڈنٹ کی نظر مرزا امجد علی پر جا پڑی یہ حال دیکھتے ہی پکارا کہ ابھی سرکش موجود ہین توپ لاؤ یہ سنتے ہی آدمی کائی کی طرح پھٹ گئے اور وہ بچ گئے اُسوقت رزیڈنٹ نے بادشاہ کے پاس جاکر اُنکو مبارکبادی دی کہ یہ سلطنت حضور کو مبارک ہو کچھ خطرہ اب نہین رہا بادشاہ بیگم اور مناجان گرفتار ہین اُنکی نسبت کیا حکم ہوتا ہے نصیر الدولہ نے کہا کہ آپکی حفاظت مین رہین انگریزی سپاہی مناجان کو جسکی مشکین بندھی ہوئی تھین آگے آگے اور پیچھے بادشاہ بیگم کی سواری کو لیکر بارہ دری سے نکلکر رزیڈنٹی کو لے گئے رستے مین جو دیکھتا تھا قدرت خدا کو یاد کرتا تھا دونون کلان کوٹھی مین پہونچاکر قید کر دیے گئے سلطان الاخبار مین بیگم کے ہمراہی مقتولون کی تعداد ساٹھ لکھی ہے جن مین مصطفیٰ خان موہن سنگھ اور لاتا پرشاد راجپوت شامل ہین انگریزی فوج کا صرف ایک تلنگا مارا گیا اور دو تلوار سے زخمی ہوئے تھے کشتون کی لاشین جو فرح بخش مین پڑی تھین وہ سب نیچے پھینکدی گئین اور مکان سلطنت کو پاک صاف کیا اور جب رزیڈنٹ نصیر الدولہ کی مسند نشینی سے فارغ ہوکر کلان کوٹھی مین آئے تو بیگم صاحبہ اور مناجان کو زرد کوٹھی مین بھیجدیا جو مکان رزیڈنسی سے ملحق تھی دو روز مناجان بادشاہ بیگم سے جدا رہا بعد اس کے رزیڈنٹ نے اُنکی گریہ وزاری پر رحم کرکے دونون کو ایک جا رہنے کا حکم دیا مگر سوائے بوریائے کہنہ

نصیر الدین حیدر کی مدح مین ایک قصیدہ لکھکر لکھنؤ بھیجا یہ قصیدہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ کے پاس اور روشن الدولہ کے توسط سے بادشاہ کے پاس گذرا اور جس دن گذرا اُسی دن پانچ ہزار روپے بھیجنے کا حکم ہوا متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجھکو اطلاع نہ دی۔ مظفر الدولہ مرحوم لکھنؤ سے آئے تو اُنھون نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا کہ خدا کے واسطے میرا نام منشی محمد حسن کو نہ لکھنا۔ ناچار مین نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کر کے لکھو کہ میرے قصیدے پر کیا گذری اُنھون نے جواب مین لکھا کہ پانچ ہزار ملے تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیے اور فرمایا کہ اسمین سے جو مناسب جانو غالب کو بھیجدو کیا اُسنے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا اگر نہ بھیجا ہو تو مجھ کو لکھو۔ مین نے لکھا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہین پہونچے اسکے جواب مین اُنھون نے لکھا کہ اب تم مجھے خط لکھو اُسکا مضمون یہ ہو کہ مین نے بادشاہ کی تعریف مین قصیدہ بھیجا ہے اور یہ مجھکو معلوم ہوا کہ وہ قصیدہ حضور مین گذرا مگر مین نے نہین جانا کہ اُسکا صلہ کیا مرحمت ہوا۔ مین کہ ناسخ ہون اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑھوا کر اُن کا کھایا ہوا روپیہ اُنکے حلق سے نکالکر تم کو بھیجدونگا۔ بھائی یہ خط لکھ کر مین نے ڈاک مین روانہ کیا آج خط روانہ ہوا۔ تیسرے دن شہر مین خبر اُڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گئے۔

مناجان کے حالات مین مولوی عبدالاحد ابن مولوی محمد فائق نے ایک کتاب فارسی زبان مین لکھی ہے نام اُسکا وقائع دلپذیر ہے اُس کے حالات کو زیادہ تر ہم نے اُسی کتاب سے اخذ کیا ہے۔

تمام شد

مناجان کو دو کمپنیوں کی حراست میں رکھ کر قلعہ چنار گڈھ کو پہونچا دیا گیا اور چوبیس سو روپے ماہوار اُنکے مصارف کے لیے سرکار لکھنؤ سے رزیڈنٹ کی معرفت مقرر ہوئے۔ اس کے بعد گورنر جنرل نے مناجان کے حال پر رحم کر کے قلعہ سے باہر رہنے کا حکم دیا اور وہ ۱۶ محرم ۱۲۶۲ھ ہجری مطابق ۱۵۔ جنوری ۱۸۴۶ء کو مرگ مفاجات سے راہی ملک آخرت ہوا اور اُسی سرزمین مین دفن ہوا اُسکے آٹھ سو روپے ماہوار ذاتی سرکار لکھنؤ مین ضبط ہو گئے اسکے بعد ۳۔ صفر ۱۲۶۳ھ ہجری کو پنجشنبہ کے دن بادشاہ بیگم نے انتقال کیا۔ انکی عمر انتقال کے وقت ستر برس سے متجاوز تھی اور جب چنار گڈھ کو بھیجی گئین تھین تو انکی عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی بعد اسکے فقط تین سو روپے ماہوار مناجان کی اولاد کے لیے کہ دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی تھی سرکار شاہی سے باقی رہے اور امجد علی شاہ بادشاہ خلف نصیر الدولہ محمد علیشاہ نے حکم دیا کہ اسباب ضبط کیا جائے اور بال بچے لکھنؤ لائے جائین۔

روشن الدولہ کی سیرچشمی و امانت داری پر اک نظر

باوجودیکہ روشن الدولہ اور اُن کے رفقا سلطنت پر حاوی تھے اور شب و روز اُسکا ست نکال رہے سے مال سرکار کے لاکھون روپے الگ اُڑاتے تھے اور روپے پیسے کے لیے رعایا کے کلیجون مین الگ ہاتھ گھنگولتے تھے اسپر بھی انکی زرکشی اور طمع کی یہ نوبت تھی کہ اگر ایک پیسہ بھی ناجائز سے ناجائز طریق پر مل جاتا تو اخلاق اور دیانت کو خیرباد کہکر اُسے بھی نہ چھوڑتے اور کسی لالچ کے کام پر اپنے رتبے اور منصب کا لحاظ نکرتے نمونے کے طور پر اُنکی نیت کا حال ملاحظہ ہو یہ حکایت سننے کے قابل ہے:۔

اردوے معلّیٰ مین مرزا غالب اپنے شاگرد منشی ہرگوپال تفتہ کو ایک خط مین لکھتے ہین کہ مین نے

خزینۂ ذوقِ عبرت کا ہے گنجِ شوقِ حسرت ہے
عجب کچھ منظرِ دلکش طلسمِ جزوِ فطرت ہے

تاریخ اودھ

حصّۂ پنجم

(جسمین)

محمد علی شاہ بادشاہ کا ترسٹھ برس کی عمر مین مسند نشین ہو کر درستی انتظام مین کوشش کرنا اور امام باڑہ حسین آباد وغیرہ بنانا اور پانچ برس سلطنت کر کے راہی ملک بقا ہونا۔ اور امجد علی شاہ کا مسند نشین ہو کر مذہب امامیہ مین انتہا سے زائد غلو کرنا۔ اُن کے انتقال پر آخری شاہ اودھ واجد علی شاہ کا مسند نشین ہو کر لکھنؤ کو پرستان بنا دینا مصنف صاحب نے اس حصّہ مین اس حسن پرست اور مرید عیش عاشق مزاج بادشاہ کے کل واقعات ایک ایک کر کے نہایت تفصیل سے لکھے ہین اور کوئی چھوٹا سا چھوٹا واقعہ بھی نہین چھوڑا ہے یہ وہ پرلطف حالات اور دلکش و پسندیدہ واقعات ہین کہ جن سے ہر شخص کو عبرت و نصیحت کا سبق لینا چاہیئے سلطنت اودھ کا انتزاعی فوٹو اور جان عالم واجد علی شاہ کے دوران حکومت و قیام کلکتہ کے دلچسپ پراسرار واقعات کا نظارہ۔ غدر ۵۷ء کے تفصیلی حالات مولوی امیر علی کی شہادت سلطنت اودھ کی بیجا غفلت۔ انگریزون کا اودھ کو اپنے تحت حکومت مین لیکر ملک کی اصلاح کرنا ہزارون کا بننا لاکھون کا بگڑنا بیگمات کا اسباب شاہی مین دخل تصرف کرنا۔ نہایت پاک اوصاف اور دلچسپ طرز بیان سے درج ہین جن کا لطف دیکھنے ہی پر منحصر ہے

مصنفہٗ

جناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری مدظلہ اللہ القوی مصنف کتب متعددہ

باہتمام
کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۱۹ء

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین چھپکر شایع ہوئی

تاریخ اودھ

حصۂ پنجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصیر الدولہ فارس الملک مرزا محمد علی خان سپہدار جنگ بن نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی

نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی سے قبل ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۱ھ ہجری مین پیدا ہوے تھے اِن کا بیاہ جہان آرا بیگم عرف کھیتو بیگم دختر نواب حسین الدین خان کے ساتھ ہوا تھا جو قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان کی ذریات سے[له] تھے اور اُس وقت مین سعادت علی خان مسند نشین ہو چکے تھے اِس لئے بہت دھوم دھام ہوئی باپ کے سامنے اِنکا خطاب نصیر الدولہ فارس الملک مرزا محمد علی خان بہادر سپہدار جنگ تھا جب کرنیل لورزیڈنٹ بادشاہ بیگم اور منا جان کا ہنگامہ

له دیکھو نقش سلیمان ۱۲
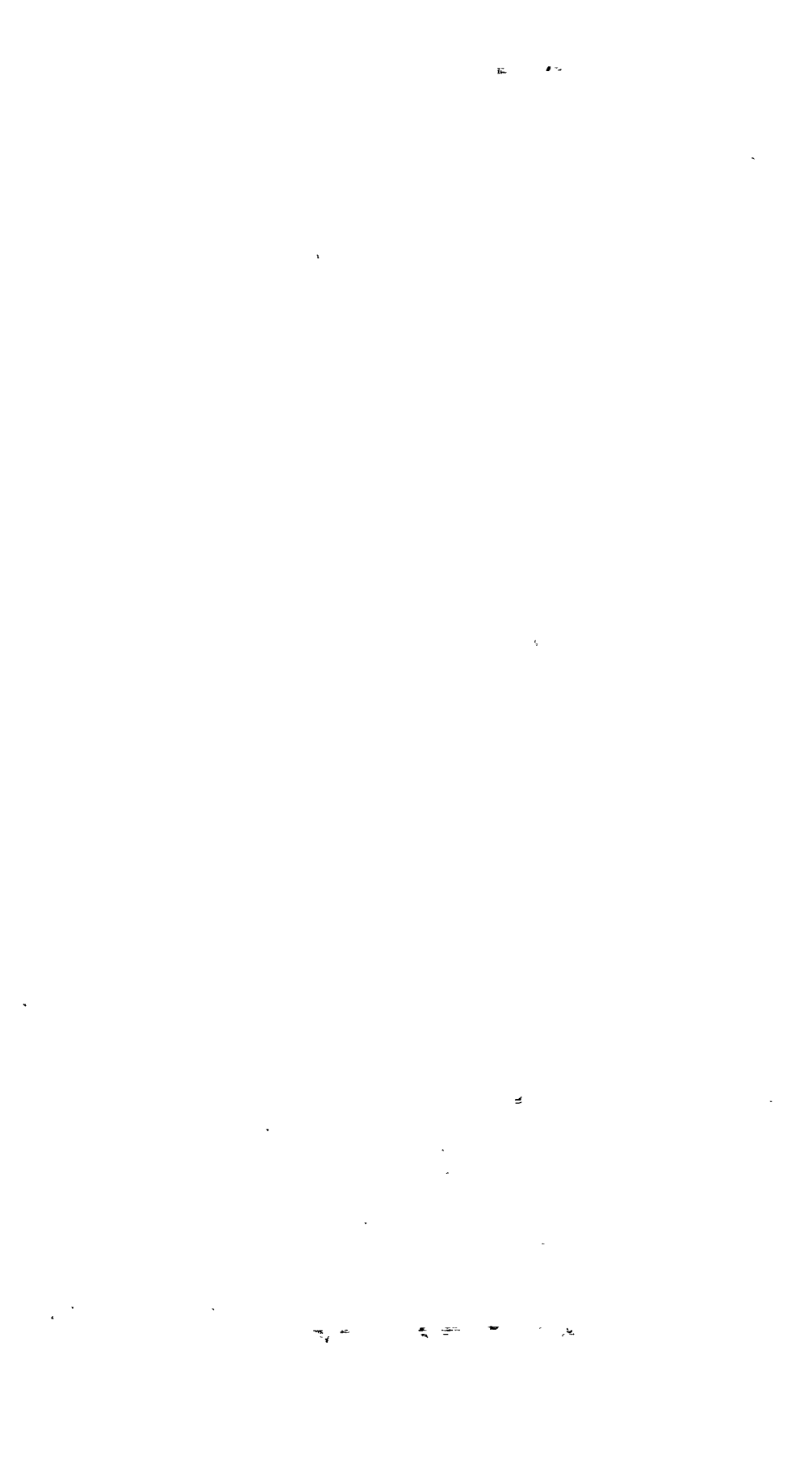
دیگر

بادشاہ زمان معین الدین — آن محمد علی شہ اعظم
شرف خاندان برہانی — مالک تخت و تاج و جاہ و حشم
غازیِ دین نصیر دولت و ملک — معدن عدل و داد و بحر کرم
آنکہ در فضل آصف ثانی ست — در شجاعت فزون تر از رستم
چون بمنصوری و سعادت و فتح — بر سریر اودھ نشستہ چو جم
ہاتفے ناگہان ز ولیم بیل — جست تاریخ این دم خرم
سال اجلاس با حروف فتح — خلد اللہ ملکہٗ گفتم

دیگر

شاہی کہ ہست شاہ محمد علیش نام — منقاد حکم او شدہ شاہان روم و شام
چون در اودھ نشست بہ تختِ شہنشہی — جستند سال ہجرتِ میمون خواص و عام
گفتم حروف سال یکی رحمتِ خدا است — خواہی چو دو یمی طلب از بخششِ دوام
شاہا دعاے خیر و سنہ عیسوی شنو — بادا سریر و تاج مبارک ترا مدام

دیگر بتعمیہ

شاہی کہ رتبہ اش ز سلیمان فزون تر ست — نامش محمد علی بو المظفر ست
فیاض و عادل ست و شجاع و سخی کریم — در زیر حکم او کے و جمشید و قیصر ست
بر تخت سلطنت چو نشست آن شہ زمن — نہ چرخ چتر او شد و خور تاج انور ست

پرسد اگر کسے ز تو تاریخ این جلوس
پاے عدو شکستہ بگو بو المظفر ست

فرو کر چکے اور مقتولون کی لاشین دریاے گومتی مین جو کوٹھی چھتر منزل کے تلے جاری تھا پھکوا دی گئین تو بارہ دری سنگین کو آراستہ اور صاف کر کے نصیر الدین حیدر کے چچا مرزا محمد علی خان ابن نواب سعادت علی خان کو جو پہلے سے پہونچکر کمرۂ فرح بخش مین موجود تھے بلا کر تخت سلطنت پر بٹھایا۔ ۴۔ ربیع الثانی ۱۲۵۳ہجری مطابق ۸۔ جولائی ۱۸۳۷ء کو چھ گھڑی دن چڑھے یہ رسم ادا ہوئی حاضرین موقع روشن الدولہ اور سبحان علی خان اور دوسرے اراکین سلطنت و ملازمان شاہی نے نذرین گذرانین اب **ابو الفتح معین الدین محمد علی شاہ** کہلانے لگے۔ راجہ رتن سنگھ بہادر ہوشیار جنگ امیر الانشاے سرکار شاہی نے اُن کا سکّہ یون نظم کیا

بجود و کرم سکّہ زد در جہان　　محمد علی پادشاہِ زمان

بادشاہ نے بہت پسند کیا اور اُس کو روپون اور اشرفیون پر مسکوک کرایا۔

تاریخ جلوس محمد علی شاہ

مژدہ باد ارسید فصل بہار　　ہمہ ہندوستان شدہ گلزار

خار بیداد رفت ازین گلشن　　گلِ انصاف خندہ زن بہ چمن

عہد نوشیروان ثانی ہست　　موقع عدل و حکمرانی ہست

کہ محمد علی شہنشہ است　　دل او مہر روے او مہ است

ہمہ شاہان خراج و باج دہند　　سرِ خدمت بپاے او بنہند

عرش فرسا سریر او بادا　　رشک شاہان وزیر او بادا

سال جشن جلوس عین مراد

یارب این بادشہ شہنشہ باد

۱۲۵۳ھ

اور اچھے اچھے لباس اچھی سواری اچھے مکانات جوان ہی کے لئے زیبا ہین جوانی ہو تو اچھا کھانا بھی مزہ دیتا ہو اور لانگ لگتا ہو بڈھے بیچارے کے لئے ہو بھی تو مزہ نہین۔
نواب غوث محمد خان والی جاورہ کی سیر المحتشم مین مذکور ہو کہ مسند نشینی کے وقت محمد علی شاہ مرض تشنج مین پانؤن سے معذور تھے۔ اپنے بڑے بیٹے کو ثریا جاہ خطاب دیکر اُنکی ولی عہدی کی منظوری لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل سے چاہی۔ چنانچہ اُسکی منظوری آگئی۔ ۴۔ جمادی الاخری ۱۲۵۳ھ ہجری مطابق ۵۔ اکتوبر ۱۸۳۷ء کو اُنکو خلعت ولی عہدی کا بخشا گیا میر امام علی رفیق قدیم کو خطاب رفیق الدولہ اور عنایت مندیل سے سرفراز فرما کر جملہ ملبوس گرما و سرما قبل از عہد سلطنت مرحمت کردیا۔ اور تعمیل فرمایشات شاہزادگان عالی تبار اس کے متعلق رہی عتبات عالیات اور دوسری زیارت گاہ کا زر نذرانہ اُسی کے ذریعہ سے تقسیم ہوتا رہا کارکنان امام باڑہ حسین آباد کا افسر یہی تھا بروقت ٹی پارٹی کرسی رفیق الدولہ کی برابر رکھی جاتی محمد علی شاہ کا ہاتھ ضعف پیری یا کسی عارضے کی وجہ سے بے قابو تھا کھانا بھی اپنے ہاتھ سے یہی کھلاتا تھا اور شب کو داستان سُناتا تھا غرضکہ بادشاہ اسکو بدرجۂ غایت عزیز رکھتے تھے اِس شخص کو یاوری طالع سے بہت کچھ ثروت و دولت حاصل ہوئی مگر مثل چاہ بے آب اسکی ذات سے کوئی بہرہ ور نہوا اور ہر شخص نارضامند رہا۔ بعد غدر ۱۸۵۷ء عیسوی اُس کو سفر ناگزیر پیش آیا اُس کی اولاد سرمایۂ پدری سے سیر تھی ایام غدر ۱۸۵۷ء مین باغیون نے لاکھ روپے ورثاے رفیق الدولہ سے طلب کیے امام باڑۂ حسین آباد کے نوٹ فروخت کر کے ادا کیے اِس علت سے حسین آباد اُسکی اولاد کے اہتمام سے نکلکر نواب محسن الدولہ و ممتاز الدولہ کے سپرد ہوا۔

دیگر

شہنشاہ معین الدین ابوالفتح | کہ بادا عمر و اقبالش زیادہ
چو عونِ حق و تائید خداداد | درِ اقبال بر رویش کشادہ
بتاریخِ چہارم یوم شنبہ | ربیع الثانیٔ۔ شہرِ سعادہ
ضیا بخشید تختِ سلطنت را | کلاہِ خسروی بر سر نہادہ
جہان شد باغ باغ از جوش فرحت | گلِ عشرت نہالِ عیش زادہ
برایش تخت از تائید ایزد | بصدرِ عیش گسترده و سادہ
بیک بار از صلاے فیض عامش | غنی شد ہر سوار و ہر پیادہ
بپاے رایتش پیوستہ نصرت | ہمیشہ دست بستہ ایستادہ
بفرقِ بدسگالش برق خاطف | مدام از قہر ربانی فتادہ
بتاریخِ جلوسش گفت واثق | سریرِ سلطنت را زیب دادہ

ایضًا

بادشاہ عدل گستر دین پناہ | آنکہ بزمانش ظفر را واگرفت
از جلوسِ میمنت مانوس شاہ | تخت زیب و تاج زینت ہا گرفت
گفت واثق سال تاریخ جلوس | ایدل اکنون حق بمرکز جا گرفت

نصیر الدولہ کو ترقی کی منزلین طے کرنے مین اتنا عرصہ کھنچا کہ تخت سلطنت قدمون کے تلے آتے آتے خود بڑھاپا آگیا بادشاہ ہوے تو سر سفید داڑھی بگلا مونھ پر جھریان آنکھین عینک کی محتاج ہاتھون مین رعشہ حکومت و فرمان روائی دولت و نعمت اور سامان امیری کا مزہ بھی جوانی ہی مین ہے۔ کہ وہ بھی بڑی دولت ہے امیری اور امیری کے لوازمات

ہوگا مگر کورٹ ڈائرکٹرز نے اِس عہدنامے کو نامنظور کیا اور حکم دیا کہ جس طرح کا رابطہ ابتک اُس ملک کے ساتھ جاری رہا ہی وہی آیندہ بھی جاری رہے اِسپر بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ انگریزی کا ارادہ یہ ہی کہ جو جو امر عہدنامے مین بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہون اُن کی تعمیل نہ کرائی جائے گی۔ یعنی تقرری فوج ملکی وغیرہ کے بابمین جو عہدنامۂ مذکور کی روسے قرار پایا ہی اُسکی تعمیل نہوگی۔ اور جس قدر فوج بھرتی ہو چکی ہی اُسکا خرچ خزانۂ انگریزی سے دیا جائیگا مگر بادشاہ کو اطلاع منسوخی عہدنامۂ مذکور کی نہ دی گئی۔

انتظامِ سلطنت

اِس وقت محمد علی شاہ کی عمر تریسٹھ برس کی تھی چونکہ تجربہ کار تھے نہایت خوبی کے ساتھ سلطنت کی گو امراض کی قوت سے ہاتھ پانون کمزور تھے اور ہر عضو بدن ضعیف تھا مگر اُنکی بیدار مغزی نے انتظام سلطنت کو خواب غفلت سے جگا دیا طبیعت انصاف پسند تھی رعیت نے آرام پایا کاغذات ملکی کو باوجود ضعف کے ملاحظہ کرتے تھے۔ آمدنی ملک نے رونق پائی اصراف بیجا پر موقوفی کا قلم پھرا۔ سیر محتشم مین لکھا ہے کہ یہ بادشاہ اپنی ذات سے بہت جزرس اور محاسب تھا جو سلاطین سابق کے مصارف وسامان فضول تھے سب یک قلم موقوف کردئے اور جو ابواب فیض و بخشش روئے خلائق پر مفتوح تھے تمام مسدود ہو گئے یوماً فیوماً رفاہیت خلق اللہ کو تنزل ہونے لگا۔ نواب روشن الدولہ کو اس شرط پر وزارت کے عہدے پر رکھنا منظور تھا کہ کنبوہ قوم کو اپنے پاس نہ رکھین اور صاحب رزیڈنٹ نے بھی اُنھین کتنا ہی سمجھایا مگر وہ ایسے اُنسے مانوس تھے کہ ہرگز قبول نہ کیا اِس لئے منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کو فرخ آباد سے طلب کرکے ۲۷۔ جمادی الاُخریٰ ۱۲۵۳ھ ہجری کو وزارت کا خلعت عطا کیا اور منور الدولہ احمد علی خان کو جرنیلی کا عہدہ دیا۔

بادشاہ اور سرکار کمپنی کے درمیان عہدنامۂ جدید ہوکر منسوخ ہو جانا

بادشاہ اور سرکار کمپنی کے درمیان ۱۰۔ جمادی الاخری ۱۲۵۳ھ ہجری مطابق ۱۱ ستمبر ۱۸۳۷ء کو ایک عہدنامہ قرار پایا اس عہدنامہ پر بادشاہ نے بمشکل رضامندی ظاہر کی تھی اس عہدنامے کی رو سے عہدنامۂ منعقدۂ ۱۰۔ نومبر ۱۸۰۱ء کی کئی دفعات مین ترمیم کی گئی اور اب یہ قرار پایا کہ شاہ اودھ اپنی فوج مین سے کم سے کم دو رجمٹین سوارون کی اور پانچ پلٹنین پیادون کی اور دو کمپنیان گولاندازون کی آراستہ کرینگے اور اُن کی تنخواہ باقاعدہ تقسیم ہوا کریگی اور اس فوج ملکی کے خرچ کے لئے سوالاکھ روپیہ مہینہ مقرر کرینگے اور یہ فوج ایسے امور مین مصروف ہوگی جس مین شاہ اودھ کی مرضی صاحب رزیڈنٹ کی اتفاق رائے کے ساتھ ہوگی مگر یہ فوج زرمالگذاری بلاوقت کی تحصیل مین مامور نہوا کریگی اور گورنمنٹ انگریزی نے وعدہ کیا کہ وہ انتظام کی بہتری قائم رکھنے کے لئے انگریزی افسر دیگی جن کو شاہ اودھ نے اپنی سرکار مین نوکر رکھنے کا وعدہ کیا۔ اور اگر شاہ اودھ انتظام پولیس و انتظام مالی اور ملکی کے نقائص کے علاج مین گورنمنٹ انگریزی اور اُسکے رزیڈنٹ کی صلاح و مشورت کے منظور کرنے مین پہلوتہی اور تساہل کرینگے اور اگر خدانخواستہ متواتر زیادتی وظلم و ناپرسانی و بدانتظامی ملک اودھ مین کسی وقت مین ایسی ہوگی کہ امینت عامہ مین خلل واقع ہوگا تو گورنمنٹ انگریزی اختیار رکھتی ہی کہ ملک اودھ مین وہ اپنے اہلکار ایسے علاقے مین چھوٹا ہو یا بڑا جس مین بدانتظامی وغیرہ واقع ہوگی مقرر کریگی اُس وقت تک اہلکاران مذکور وہان رہینگے جسوقت تک ضروری متصور ہوگا اور اِس حال مین بعد اخراجات کے جو کچھ باقی روپیہ علاقے کا فاضل رہیگا وہ خزانۂ شاہی مین جمع

پرچۂ پیام لکھا۔مولوی خلیل الدین خان نے تحریری حکم گورنر جنرل سے رزیڈنٹ کو
معقول کیا صاحب نے بھی جب کتاب مین تحریر دیکھی خاموش ہو رہے۔ حکیم صاحب کو
اُمور سلطنت کی اصلاح منظور تھی اور خواہش اُن کی یہ تھی کہ جب کانپور جا کر
گورنر جنرل کی ملاقات کر کے لوٹ آئین تو ایسا بندوبست کرین کہ کسی وقت مین
نہوا ہو جو خرخشہ کہ بعضے سببون سے بادشاہ اور سرکار کمپنی کی سرکارون مین
ہو جاتا ہی اُسے جڑ سے اُکھیڑ دین مگر اجل نے مہلت نہ دی اور تپ محرقہ مین ایک
ہفتہ تک علیل رہکر اس دنیا سے سفر کیا۔شیخ امام بخش ناسخ نے مرنے پر بھی حکیم مرحوم کا
پیچھا نہ چھوڑا اور تاریخ کہی کہ ع

شب ولادتِ عیسیٰ بمرد این دجال

اب ظہیر الدولہ کو جو عہدۂ سفارت پر مامور تھے وزارت نصیب ہوئی۔موت خانۂ
وزارت دیکھ ہی چکی تھی دو تین مہینے کے بعد یہ بھی رہگرائے ملک آخرت ہوئے
اسکے بعد منور الدولہ نے خانۂ وزارت کو روشن کیا اور شرف الدولہ مظفر الملک
محمد ابراہیم خان بہادر مستقیم جنگ سفارت کا کام کرتے تھے اور عظیم اللہ خان کا دور تھا۔
مثل مشہور ہی کہ بادشاہ کی ناک کے بال تھے۔رفیق الدولہ سید امام علی کا بھی دور دورہ تھا
اِن لوگون کی موشگافیون کی وجہ سے منور الدولہ نے کئی مہینے کے بعد استعفا دیکر
اپنے لواحقون سمیت زیارت عتبات عالیات کے واسطے سفر اختیار کیا۔
بادشاہ نے شرف الدولہ کو عہدۂ وزارت پر مامور فرمایا۔پھر بادشاہ نے ۲۲۔ نومبر ۱۸۳۷ء
مطابق ۳۔رمضان ۱۲۵۳ہجری کو سترہ لاکھ روپے فی صدی چار روپے کے سود پر
سرکار کمپنی مین جمع کرائے اور اپنے خاندان کے چند لواحقین کا وثیقہ دامی مقرر کرایا

منتظم الدولہ نے کنبوہون کے ہاتھ سے بہت ایذائین پائی تھین اُسکا عوض اپنے عہد وزارت مین اُٹھا نہین رکھا۔ محمد علی شاہ کے عہد مین قاسم علی بن مرزا محمد نے تاریخ شاہیہ نیشاپوریہ بنائی ہو اُس مین لکھا ہو کہ روشن الدولہ اور سبحان علی خان کنبوہ اور دھنیا مہری عرف خانم وغیرہ مع اپنے تمام متعلقین کے لکھنؤ سے کانپور کو بادشاہ کے حکم سے چلے گئے اور لکھنؤ مین محمد علی شاہ کے متعلقین کا زمانہ جلوہ گر ہوا یہ تمام لوگ بڑے بڑے عہدون پر مقرر ہوے اور اگلے عہدے دارون کو معزول کیا گیا اور یہ کام رفتہ رفتہ ظہور مین آیا بلکہ اول عہد سلطنت مین اگلے عہدہ دارون کو ذرا نہ چھیڑا تھا۔ اِس لئے صورت انتظام مین کوئی تشویش پیدا نہوئی تھی جب بادشاہ اور وزیر کے قدم بخوبی جم گئے تو یہانتک اگلے انتظام مین تبدیلی کی کہ علاقۂ گونڈہ و بہرائچ راجہ درشن سنگھ ناظم سے نکالکر وجیہ النسا بیگم زوجہ سیف الدولہ عرف میرہادی بن زین العابدین خان کے تفویض ہوا اِس نظامت کا خلعت بائیس پارچے کا ہوتا تھا جسکے ساتھ ہاتھی۔ پالکی۔ سپر و شمشیر اور ڈنکہ وغیرہ بھی دیا جاتا تھا یہ علاقہ چودہ پندرہ برس برابر اس گھرانے مین رہا اور رسم ناظمہ ہونے کی اِس وقت سے شروع ہوئی منتظم الدولہ نے صاحبات محل اہل وثائق کی بدکرداری کی بھی بہت روک تھام کی چونکہ صاحبات محل رزیڈنٹ کی حمایت مین رہتی تھین اس لیئے ریاست کا دباؤ نہین مانتی تھین منتظم الدولہ نے جب اس کا حال گورنر جنرل کو لکھا تو وہان سے حکم قطعی آیا کہ صاحبات محل کی عدالت اور حفظ ناموس اسلامی کے باب مین بادشاہ کو اختیار ہے۔ ایک بار نواب تاج محل نے اپنے بھائی کے قید ہونے کی شکایت جنرل کالفیلڈ صاحب رزیڈنٹ دربار لکھنؤ سے کی کہ ہم اہل وثیقہ ہین صاحب نے ناواقفیت سے بادشاہ کو

بادشاہ کے اس نیک روپے سے بہت راضی تھے اُن کی ہر خواہش وہان مقبول ہوتی تھی۔

تعمیر امام باڑۂ حسین آباد وغیرہ

۱۲۵۳ھ ہجری مین بادشاہ نے جمنیا باغ مین ایک امام باڑے کی جو حسین آباد کے نام سے مشہور ہی بنیاد ڈالی لاکھون روپے اُس مین صرف ہوے شرف الدولہ اور رفیق الدولہ اور عظیم اللہ خان کے اہتمام سے یہ عمارت تیار ہوئی۔

تاریخ تیاری امام باڑہ

جناب محمد علی بادشاہ — پسندیدۂ بارگاہ اِلٰہ
بصدق وصفا تعزیہ خانہ ساخت — بلند از سما تعزیہ خانہ ساخت
خرد سال جاے عزاے حسین — بگفتا مزار شہ مشرقین ۱۲۵۳

ایضًا

امام باڑہ بنا کرد و مصرع تاریخ — امام باڑۂ گردون بناے سلطانی ست

ایضًا

گفت تاریخ بناے خسروی — پاک ماتم خانۂ آلِ نبیؐ

تاریخ دروازۂ امام باڑۂ مذکور

شاہنشہ زمانہ و نوشیروانِ عصر — فرمان رواے عالم امکان بود مدام
باب امام باڑۂ والا بنا نمود — یارب بود قبول امام فلک مقام

اور یہ بھی درخواست کی کہ جنکے نام یہ وظیفہ ہوگا اُنکی حفاظت کی ضامن زیادتی حاکمان
آئندۂ اودھ سے گورنمنٹ انگریزی ہو۔گورنمنٹ انگریزی مین قرضہ تو منظور ہوا مگر
جیساکہ نصیرالدین حیدر سے ۱۸۲۵ء مین وعدہ ہوا تھا ایسا ہی اب بھی وثیقہ دارون کی
نسبت ہوا یعنی گورنمنٹ نے کہدیا کہ ضمانت نامہ نہین ہوتا مگر وعدہ کیا جاتا ہی کہ گورنمنٹ
انگریزی اُنپر مہربانی رکھے گی کُل سود سالانہ اِس روپے کا اڑسٹھ ہزار روپیہ ہوتا ہی۔

محمد علی شاہ کی انتظامی خوبیان

ہت پرشاد تاریخ اودھ مین لکھتا ہی کہ مسند نشینی کے وقت انکی عمر ۶۳ برس
کی تھی چونکہ زمانے کا نیک وبد دیکھ چکے تھے غریب غربا اور اپنے بیگانے سے اسطرح
پیش آئے کہ ابتک اُن کا نیک نام چلا آتا ہی اور باوجود اسکے کہ بیماریون کے سبب سے
سب قویٰ اُن کے تھک گئے تھے لیکن اپنی دانائی سے اوقات کو بہت اچھی طرح
صرف کرتے تھے ہوشیاری اور انصاف اور قدردانی مین بہت نامور ہوے اور اپنے
ایام سلطنت مین اچھے اچھے کام کئے لاکھون روپے حضرت عباس کے روضے کی
ترمیم اور درستی نہر اور روضہ حضرت حُر کی تیاری مین لگائے اور ہزارون روپے
مہینا اُن ہندی لوگون کے واسطے مقرر کیا جو کربلا کی زیارت کے واسطے جاتے تھے
اقتضا وجودیکہ بیماری کے باعث اپنی جگہ سے ہلتے نہ تھے تو بھی ہر ایک بات کی درستی
اور ہر کام کی اصلاح پر نظر تھی اور وہ خرابیان کہ اگلے بادشاہ کے وقت مین
ہوئی تھین اُن کا دفع کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا تھا اور ملک کی آمدنی بھی سب
جانتے ہین مگر اُنھون نے بہت ہی سنبھالا۔یہانتک کہ گورنر جنرل اور اُن کے کونسل

راست تر مصرع تاریخ رسید　　چشمۂ آبِ حیاتِ پاک ہست ۱۲۵۵ھ

تاریخ رصد حسین آباد

چون محمد علی شہِ دوران　　ساخت در لکھنؤ رصد تیار
کرد سالش رقم مہندس فکر　　این رصد شہ بحکم شہ تیار ۱۲۵۵ھ

تاریخ سراے حسین آباد

ابوالفتح منصور شاہِ زمانہ　　محمد علی سایۂ حق تعالیٰ
رضا گفت تاریخ از حکم سلطان　　سراے ابوالفتح شاہِ معلّٰی ۱۲۵۵ھ

تالاب و نہ کھنڈ و مسجد حسین آباد

متصل حسین آباد کے محمد علی شاہ نے ایک بڑا تالاب تیار کیا تھا جو اب سرِ راہ ہو گیا ہی اور متصل امام باڑے کے تعمیر ایک مسجد کی شروع کی تھی جسکو انھون نے چاہا تھا کہ جامع مسجد سے بہتر بنے مگر انکی حیات نے وفا نہ کی اور قبل اُسکے ختم ہونے کے وہ خود ختم ہو گئے یہ مسجد نا تیار اب تک موجود ہی اور اُسوقت سے ابتک مرمت بھی نہین ہوئی ہی۔

اِس بادشاہ نے ایک اور تعمیر شروع کی تھی جسکو نہ کھنڈ کہتے ہین اور ارادہ تھا کہ اُسکو سات منزل کا بنوا کر اُسکے اوپر سے سیر تمام عمارات شاہی کی جو اُنھون نے میان جھاپل بنوائی تھین کیا کرین مگر یہ تعمیر بھی ناتمام رہگئی اور صرف چار منزلین اُسکی پوری ہوئین محاربۂ غدر مین اسی طرح لکھا ہی۔ لیکن قیاس یہ چاہتا ہی کہ

ہاتف بگفت مصرعِ سالِ بنائے آن | باب امام باڑہ سُلطانِ خاص و عام ۱۲۵۴ھ

تاریخ حمام و حوض حسین آباد

سُلطانِ جہان خدیو باذل | کسرائے زمانہ شاہِ عادل
حمام لطیف کرد تعمیر | تاکید نمود بہر تطہیر
تاریخ سعید ہست ظاہر | حمام لطیف حوض طاہر ۱۲۵۴ھ

تاریخ سڑک حسین آباد

خسرو ہند ابوالفتح معین الدین ست | رشک شاہان جہان پادشہ ہندوستان
چون سڑک ساخت بنا مصرعِ تاریخ بگفت | ہست این نوع سڑک جادۂ راہِ ایمان ۱۲۵۴ھ

تاریخ ضریح

عرش برین سے بھی بہت عالی مقام ہی | یہ روضۂ حسین علیہ السلام ہی
تاریخ اِس ضریح کی مطلوب جب ہوئی | بولے ملک ضریح قبول امام ہی ۱۲۵۴ھ

۱۲۵۴ہجری مین اِس مقام پر ایک سبیل بھی تیار کرائی جسکی تاریخ یہ ہے۔

نوشیروانِ عصر ابوالفتح شاہِ ہند | مقبول بارگاہ شہ مشرقین ہے
رکھوائی ہے سبیل تو تاریخ یہ ہوئی | آبِ سبیل نذرِ جنابِ حسین ہے ۱۲۵۴ھ

تاریخ چاہ حسین آباد

آب این چاہ ز شیرینی خود | شربت قند و نباتِ پاک ست

تین ربع پنشنداروں کے اتفاق رائے سے ایک پنشندار کو شخص متولی کی جگہ جو مرگیا ہو مقرر کرے۔ اور یہ رقم اخراجات حسین آباد اور وثیقہ داروں کے لئے دوامی دی گئی اس امر کے واسطے پھر اور بھی ۲۴ لاکھ ۱۷ ہزار پانسو روپیہ بادشاہ نے جمع کیا۔ اور اُن کی وفات کے بعد دو لاکھ ۲۳ ہزار روپیہ مہتمان سود نے سود کی آمدنی سے جو زیادہ ہوا جمع کرا دیا تھا جس کی وجہ سے اُس امام باڑے مین آج تک روشنی ہوتی ہی۔ بلکہ لکھنؤ کی تعزیہ داری کو اسیکی وجہ سے رونق ہی۔ ۲۰ ذیحجہ ۱۲۵۵ھ ہجری مطابق ۲۶ جنوری ۱۸۴۰ء کو بادشاہ نے تین لاکھ چالیس ہزار آٹھ سو روپے گورنمنٹ انگریزی مین اور جمع کئے تفصیل اِسکے سود کی اِس طرح پر ہی کہ دو لاکھ ستاسی ہزار کا سود فی صدی پانچ روپیہ اور ترپن ہزار آٹھ سو کا سود فی صدی چار روپیہ قرار پایا۔ یہ روپیہ شفا خانۂ لکھنؤ کے لئے جمع کیا گیا تھا اور سود کی تمام آمدنی خریداری ادویہ اور غریب بیماروں کی خوراک مین صرف ہونا مقرر ہوا۔

سپاہ اور آمدنی ملک اور سلامی کی توپین

اِن کے عہد مین فوج مین ۳۲ ہزار پیادے اور تین ہزار سات سو سوار تھے۔ اور ملک کی آمدنی ڈیڑھ کروڑ روپیہ تھی۔ مدت سلطنت پانچ سال اور دو دن ہی۔ سرکار کمپنی کی طرف سے بادشاہ کی سلامی مین توپ کے ۱۲ فیر مقرر ہوئے تھے۔

محمد علی شاہ کا انتقال

محمد علی شاہ نے پانچ برس سلطنت کی آخرکار تپ محرقہ اور تخمے کے عارضے سے

کاتب کی غلطی سے نو کی جگہ سات کا لفظ لکھ گیا ہے۔

تاریخ مسجد

شاہ ہندوستان معین الدین — فخر کسرا و قیصر و فغفور
نام نامیٔ حضرتِ اعلیٰ — بمحمد علی شاہ مشہور
مسجدے بے نظیر کرد بنا — بخدا ہست رہبری منظور
ہر منارہ عماد گردون شد — پیش گنبد نماند رفعتِ طور
مہتمم گشت اعظم الدولہ — جان نثارِ حضور شہ مامور
برق موزون نمود تاریخش — مسجدِ جامع جدید حضور

۲۳۔ نومبر ۱۸۳۹ء مطابق ۱۵۔ رمضان ۱۲۵۵ھ ہجری کو بارہ لاکھ روپیہ سودی چار روپیہ فی صدی کا اور جمع کیا اور کاغذ امانت داری کے موافق گورنمنٹ انگریزی مین درخواست کی کہ اس کے سود اکتالیس ہزار سالانہ مین سے چوبیس ہزار روپیہ سالانہ تو مصارف حسین آباد کے لیے دیا جایا کرے اور چھ سو روپیہ سالانہ راستہ جدید کی مرمت کے لئے اور باقی دوسرے اشخاص کے لیئے وثیقہ مقرر کیا اور رفیق الدولہ سید امام علی اور عظیم اللہ خان کو اور بعد اُنکے اُنکی اولاد کو پشت در پشت داروغہ اور مہتمم حسین آباد کا مقرر اور نامزد کیا اور اس امانت نامے مین بھی یہ قرار پایا کہ پنشنداروں کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی مہربانی سے پیش آئے اور اُنکی اعانت و امداد کرے اور جو کوئی پنشندار یا بعد اُسکے اُسکا کوئی وارث لاولد مر جائے تو اُسکی پنشن کا روپیہ حسین آباد کے مصارف کے لئے دیدیا جا۔ یئے اگر متولی یا مہتمم مقبرہ کی کوئی اولاد باقی نہ رہے تو گورنمنٹ انگریزی

نہوتی بلکہ غیر کفو عورت کو وہ اپنی پسند سے بیگم بنا لیتے تھے وہ صاحب محل بولی جاتی تھی

محمد علی شاہ کی اولاد خاص محل سے

(۱)۔امجد علی شاہ۔

(۲)۔نواب سلطان عالیہ بیگم عرف بڑی شاہزادی اِن کی شادی نواب محسن الدولہ منتظم الملک محسن علی خان بہادر غضنفر جنگ نواسہ غازی الدین حیدر شاہ زمن کے ساتھ ہوئی انھون نے قبل از انتزاع لکھنؤ انتقال کیا۔

(۳)۔سلطان روشن آرا عرف چھوٹی شاہزادی یہ نواب مشیر الدولہ مختار الملک ابوالحسن خان بہادر دلاور جنگ ابن مرزا ابو طالب خان سے منسوب و منعقد تھین بعد انتزاع لکھنؤ اُنکے شوہر کلکتے کو گئے وہان سے روانہ کربلائے معلّٰی ہوے وہین انتقال کیا۔مشیر الدولہ کی روانگی کے بعد نواب روشن آرا بیگم بھی اپنے شوہر کی اجازت سے عتبات عالیات کو گئین بعد شرف زیارت جب بمبئی واپس پہونچین تو یہان انتقال کیا اُنکی نعش روانہ عتبات ہوئی۔

یہ ساری اولاد نواب ملکۂ آفاق مخدرۂ عظمٰی ممتاز الزمانی نواب جہان آرا بیگم عرف کمیتو بیگم کے بطن سے تھی۔

محمد علی شاہ کی اولاد صاحبات محل سے

(۱)۔نواب ناصر الدولہ اصغر علی خان یہ بادشاہ خانم کے بطن سے تھے ان کی مان کو افضل التواریخ مین محل سوم لکھا ہے نواب سعادت علی خان کے عہد حکومت مین

اڑسٹھ برس کی عمر مین رات کے وقت ۵ - ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۸ ہجری روز سہ شنبہ مطابق ۶ - مئی سنہ ۱۸۴۲ع کو اس دار فانی سے کوچ کیا امام باڑہ حسین آباد مین دفن ہوکر فردوس منزل لقب پایا - اس بادشاہ کے عہد مین عہدۂ رزیڈنٹی پر پہلے کرنیل جان لو تھے پھر جرنیل کانفیلڈر مقرر ہوے اُنکے بعد دوبارہ کرنیل جان لو مقرر ہوکر آئے

تاریخ وفات یہ ہی ؎ رفت شاہِ اودھ بملک قدس ۱۲۵۸ھ

دیگر

جہان پناہ محمد علی بہشت مآب | نزول آیۂ طبتم بجاست در شانش
بہ شنبہ چارم ماہِ ربیع ثانی ہم | عطاے تخت شہی کردہ لطف یزدانش
ز اتفاق قضا پنجم و دو شنبۂ ماہ | ز تخت تختۂ تابوت گشتہ ایوانش
بہ یمن و نصرت حق پنج سال و پاسے چند | فروغ داد جہان را بلطف و احسانش
بہ عہد دولت خود کرد آن قدر حسنات | کہ ملک ناموری گشت تحت فرمانش
ز حسن نیت شہ بعد ہم بہ فضلِ خدا | شگفتہ گشت گل مقصدِ گلستانش
شہِ مدینہ محمد علی ولیِ نجف | شہید دشت بلا ہم شہِ خراسانش
بوجہ حسن قبول نیاز و نذر اکنون | نمودہ اند بفردوس ساز و سامانش
بنا نمودہ پئے تعزیہ حسین آباد | جناب فاطمہ در مجلس ست مہمانش
نمود فکرت تاریخ خستہ دل واثق | صدا رسید بگوش از زبان رضوانش
کہ گفت غیر سر اشتباہ این تاریخ | حسنؑ حسینؑ محمد علی شفیعانش

خاص محل اور صاحب محل مین فرق

والیان لکھنؤ کی بیاہتا بیوی خاص محل کہلاتی تھی اور جو عورت شاہی خاندان سے

(۵)۔ مرزا فرخندہ بخت بہادر نواب محمد علی خان حضور خانم سے۔ شاید پیار سے باپ کا نام بیٹے کو دیا گیا۔

(۶)۔ مرزا ہمایون بخت نواب احمد علی خان بہادر ملکۂ جہان فخر الزمان حمیدہ سلطان بیگم سے اور افضل التواریخ مین یون لکھا ہی ابو المظفر ہمایون بخت مرزا محمد علی خان بہادر از بطن ملکۂ جہان سلطان آرا بیگم فخر الزمانی نواب تاج النسا بیگم محل ودم انکی زوجہ ملکۂ دہر خاقان ہو تھین۔ اور اِس مین کچھ غلطی ہی کیونکہ دوسری کتابین پہلی بات پر متفق ہین اور ہمایون بخت احمد علی خان کا خطاب بتاتی ہین۔

(۷)۔ امۃ الزہرا سلطان بیگم عرف پھندنا زوجۂ نواب محترم الدولہ رستم الملک باقر علی خان بہادر مہابت جنگ بن مرزا کمال الدین حیدر۔ افضل التواریخ مین محترم الدولہ کی جگہ معظم الدولہ لکھا ہی۔

(۸)۔ زیب النسا بیگم عرف حاجی بیگم بطن وزیر خانم صاحبہ سے اِس شاہزادی کی شادی نواب اقتدار الدولہ محتشم الملک مہدی علی خان بہادر ضیغم جنگ عُرف نواب دولہ بن مرزا امام الدین حیدر کے ساتھ ہوئی افضل التواریخ مین زیب النسا کی جگہ زینت النسا لکھا ہی اور ماں کو وزیر خانم محل ہفتم بتایا ہی۔

(۹)۔ امۃ الصغرا فخر النسا بیگم عرف مغل صاحبہ زوجۂ نواب مجاہد الدولہ سیف الملک زین العابدین خان بہادر جلادت جنگ بن محمد رضا خان ابن مرزا کمال الدین حیدر۔

(۱۰)۔ گوہر آرا بیگم عرف وزیر بیگم زوجۂ نواب غضنفر الدولہ منیر الملک سلطان مرزا خان بہادر سلامت جنگ۔

اہتمام الدولہ مظفر علی خان کی بڑی بیٹی کے ساتھ بہت تکلف سے انکی شادی
ہوئی تھی یہ امجد علی شاہ سے بڑے تھے باپ کے انتقال سے کئی سال بیشتر مرگ
ناگہانی سے انتقال کیا اِس لئے سلطنت محمد امجد علی شاہ کو پہونچی بعد اِس کے
اُنکی بی بی نے بھی انتقال کیا - نواب ناصر الدولہ کے بیٹے نواب ممتاز الدولہ
مبارز الملک مرزا حسین خان بہادر تہور جنگ کی شادی نصیر الدین حیدر نے
اپنی منکوحہ ملکۂ زمانیہ کی بیٹی کے ساتھ کی تھی جو ملکۂ زمانیہ کے شوہر اول کے نطفے
سے تھی جو قوم کا فیلبان تھا - مرزا حسین خان کی تین بہنین تھین -

(الف) افضل بیگم جنکی شادی نواب شمس الدولہ بن رکن الدولہ محمد حسن خان کے ساتھ ہوئی -

(ب) سردار بیگم یہ صاحبزادی امیر الدولہ بن رکن الدولہ محمد حسن کے ساتھ بیاہی گئی -

(ج) ممتاز النسا بیگم عرف جینا بیگم ان کی شادی مظفر الدولہ ظفر جنگ محمد زکی علیخان
بن نواب احمد علی خان کے ساتھ ہوئی جس سے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئین
بیٹے کا نام رشید الدولہ ناصر الملک محمد جعفر علی خان بہادر رستم جنگ تھا یہ صاحب
دلیر الدولہ عرف مرزا حیدر کی بیٹی کے ساتھ بیاہے گئے تھے اتفاقاً گھوڑے سے گر کر مر گئے -
بیٹیون کے یہ نام ہین - نواب شوکت بہو - نواب حشمت بہو -

(۲) مرزا خرم بخت بہادر نواب یحیٰی علی خان امیر خانم سے - اِن کی ماں کو
افضل التواریخ مین چوتھا محل لکھا ہے -

(۳) - مرزا عظیم الشان بہادر نواب محمد نقی علی خان وزیر خانم سے افضل التواریخ
مین اِن کی ماں کو پانچوان محل بتایا ہے -

(۴) - مرزا رفیع الشان بہادر نواب محمد تقی علی خان امراؤ خانم سے -

داور دہ عدل چو نوشیروان	ثانی دارا و سکندر بجاہ
ناصر دین دافع کفر و ظلام	داد رس عالم و ظل آلہ
پنجم از ماہ ربیع دوم	ساعت فرخندہ بوقت پگاہ
ساختہ بر تخت خلافت جلوس	از مدد سبط رسالت پناہ
ساختہ آلفت پئے تاریخ فکر	تا بود شش بار دران بارگاہ
مصرعۂ برجستہ ز ہاتف شنید	تاج و اورنگ مبارک بشاہ

دیگر

خوشا جشن جلوس شاہ آفاق	فروغ عشرتش تا مہ ز ماہی ست
نوشتہ کلک فائق سال تاریخ	زہے جشن جلوس پادشاہی ست

دیگر

مبارک باد با امجد علی شاہ	جلوس تخت رشک کیقبادی
ربیع ثانی و پنجم دوشنبہ	در شادی بعالم برکشادی
نشستی بر سریر پادشاہی	نماز شکر حق را ایستادی
بفرقت ظل چتر فضل حق شد	چو تاج خسروی بر سر نہادی
فروغ از سلات خورشید و مہ یافت	جہان شد شاد از کوس منادی
عدو پامال شد الحمد للہ	دل احباب حاصل کرد شادی
زمانہ باغ باغ از جوش عیش ست	ز لطف افزاے باد بامرادی
بہ تخت سلطنت پایندہ باشی	جہان را باد اقبال تو ہادی
رقم سال جلوست کرد فائق	سریر سلطنت را زیب دادی ۱۲۶۳ھ

(۱۱)۔ زینت النسا بیگم عرف آمنہ بیگم زوجۂ نواب جرار الدولہ ضیغم الملک ہادی علی خان بہادر قائم جنگ۔

(۱۲)۔ ایک شاہزادی حمیدہ سلطان بیگم سے بھی ہوئی تھی جو محمد علی شاہ کی مسند نشینی سے قبل حالت طفلی مین مرگئی جمنیا باغ مین دفن ہوئی۔ سیر محتشم مین جو نواب غوث محمد خان والی جاورہ کا سفرنامہ ہی لکھا ہی کہ حسین آباد مین مجلسی بیگم بنت محمد علی شاہ کی قبر ہی جسنے ۱۲۵۲ھ بارہ سو باون ہجری مین انتقال کیا تھا اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ قبر اُسی شاہزادی کی ہی جو حمیدہ سلطان بیگم کے بطن سے تھی۔

امجد علی شاہ ثریا جاہ خلف محمد علی شاہ کی اورنگ نشینی

اوائل ماہ رمضان ۱۲۱۶ھ ہجری مین کہ نواب سعادت علی خان بہادر کی حکومت و ریاست کا زمانہ تھا پیدا ہوے تھے۔ اور غازی الدین حیدر کے عہد حکومت مین نواب حسین الدین خان کی دختر سے جنکا نام تاج آرا بیگم تھا کتخدا ہوے یہ بیگم ولایتی بیگم دختر نواب سعادت علی خان کے بطن سے تھین۔ جیساکہ وزیر نامے مین لکھا ہی۔ افضل التواریخ مین ان کا خطاب ملکۂ کشور لکھا ہی اور امام الدین کی بیٹی بتایا ہی۔ ولیعہدی کے زمانے مین اِن کا خطاب نجم الدولہ ابو المظفر ثریا جاہ سپہر شکوہ صاحب عالم ولیعہد مرزا محمد امجد علی بہادر تھا۔ جب محمد علی شاہ نے انتقال کیا تو اُسوقت اُنکی عمر تینتالیس برس چھ مہینے بیس دن کی تھی سہ شنبہ کے دن صبح کے وقت ۵۔ ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ ہجری کو تخت نشین ہوے۔

تاریخ مسند نشینی

شاہ فلک مرتبہ امجد علی   مہر سماے شرف انجم سپاہ

دینداری اِن کی مشہور عام ہی طبیعت نہایت مذہب دوست تھی۔ مذہب شیعہ نے خوب رونق پائی سنت وجماعت کا شمار در حساب ہنود مین تھا۔[1] سید العلما مجتہد العصر مولوی سید حسن بن سید ولدار علی کے بادشاہ مطیع رہے اس قدر تعظیم وتکریم جناب مولوی صاحب کی مدنظر رہی کہ جو فرمایا اُسکی تعمیل مین سر موفرق نہوا نادر العصر مین لکھا ہی کہ مجتہد صاحب ہنود اور سنت وجماعت کے عروج پر حسد کرتے تھے کتنے ہندو مسلمان اور کتنے سُنی شیعہ ہو گئے بازار اِس امر کا گرم رہا افضل التواریخ سے بھی اِسکی تائید ہوتی ہی اِس مین لکھا ہی کہ زر نانکار تنخواہی اکثر اہلِ سنت اور ہنود کا ضبط ہو کر مؤمنین اثنا عشریہ کے نام پر مقرر ہوا ایک حکم عام یہ جاری ہوا کہ کسی دفتر سرکاری مین کوئی ہندو یا اہلِ سُنت اسماے مبارک خالق کائنات و پنجتن پاک وائمۂ اطہار اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اِس کام کے انصرام کے لئے ہر دفتر مین ہر سر رشتے پر مؤمنین اثنا عشریہ مقرر ہوے تا ایام معدودیہ سلسلہ جاری رہا اتفاقاً ایک دن آدھی رات کے وقت پرچۂ اخبار سے یہ خبر آئی کہ راجہ ہردت سنگھ تعلقہ دار بونڈی مقید نظامت بہرائچ فرار ہو گیا۔ امجد علی شاہ نے بلحاظ قرب بود و باش راجہ بالکرشن بہادر کو طلب کر کے شقّے لکھنے کو حکم فرمایا مہاراجہ مذکور تعمیل ارشاد مین مصروف ہوے اور کئی بار اسماے خدا و رسول حسب عرض مہاراجہ بہادر بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیے جب ہر شقّے مین یہی نوبت پہونچی تو اُسی وقت حکم سابقہ منسوخ فرمایا اور ہر کچہری و دفتر مین علی الصباح احکام روانہ ہوے مؤمنین نو بھرتی کا سلسلۂ رزق جاتا رہا۔

(۲)۔ ایکبار مرزا حیدر شکوہ شاہزادۂ خاندان تیموریہ نے امجد علی شاہ سے عرض کیا کہ ایک رات میرے تعزیہ خانے مین شعاع آفتاب سے بھی تیز نورہ

[1] دیکھو طلسم ہند ۱۲

ان کے سکّے پر یہ مضروب تھا

درجہان زد سکۂ شاہی بتائیدِ الٰہ　　ظلِّ حق امجد علی شاہِ زمان عالم پناہ

تاریخ دیگر

ای جبینت آفتاب مطلعِ اقبال وجاہ　　بارکاب تو دوان صبح ومسا این مہر و ماہ
بحر با لطف و نوال تو بسان قطرۂ　　کوہ با شان معلاے تو کم از برگ کاہ
بر سر گردون دونِ عالم چرا نبود بہ مجد　　نام نامیت شدہ امجد علی عالم پناہ
چون تو سلطان صاف دل نادیدہ پیرِ آسمان　　صبح صادق را درین معنی ہمین آرم گواہ
چون برِ درویش بے قدرِ زبونِ عاجزی　　بسکہ از جود و سخا و لطف در سازی نگاہ
مور را از پایۂ تمکین جمِ افزون بسے　　حاصل از انعام والاے تو جاہ و دستگاہ
دشمنان را بر ذلِ ود و بہ نسازی از چہ رو　　روز و شب حامی بود حب علی شیر الٰہ
عینک نایاب مہر و مہ زیک مدت سپہر　　باسر حکمت پژوہی مے نہد پیشِ نگاہ
لیک در شاہان سہیم تو ندیدہ ہیچ گہ　　متقی و صالح و پرہیزگار و دین پناہ
ایکہ جملہ شاعران در عہد اقدس کامیاب　　ساز ز الطاف و کرم بر بیتہاے من نگاہ
سج ہر مصراع دارد کوکبِ سالِ جلوس　　تا زجود تو بطاق آسمان سایم کلاہ
مدح والا آمد از تعداد حد بیرون قصیر　　شو گہر سنج دعاے شہ ز عز و لطف و جاہ
تا ز اجلاس شہِ انجم فلک را جاہ و اوج　　باشد از مین عطاے ایزدی بے اشتباہ
از جلوسِ میمنت مانوس باصد شاہنہا　　ثانیِ گردون مدام اورنگ بادا یا الٰہ

امجد علی شاہ کا مذہب امامیہ مین غلو

یہ بادشاہ جان و دل سے فداے قدوم آل اطہار و شہیدانِ کربلا کا جان نثار تھا۔

اُم الخبائث ست رجای واثق کہ بحسن عنایت سُلطانی این شجرِ معصیت ثمر عنقریب از بیخ وبن برکندہ شود وبسبب قطع این شجرۂ ملعونہ قطع ویقین کلی حاصل کہ فروع خبیثۂ آن مثل بنگ وچرس وسائر مسکرات کہ علانیہ در دکاکین بازار وکوچہ وبرزن دیار بمعرض استعمال می آید بتدبیر صائب احتساب خاقانی مستاصل ومقطوع گردد وباعث مزید اجر وثواب ورضای حضرت رب الارباب گردد وموجب ارتفاع محامد ذکر واشتہار آوازۂ دین پروری وعدالت گستری شود چہ در ہیچ عہد از عہدہای سابق این ترویج دین مبین واین تائید شرع متین گاہی دیدہ وشنیدہ نہ شدہ واین استیصال ریشۂ فسق وفجور بعد مرور الاعصار والدہور مخصوص بعہد ہدایت مہد بندگان سکندر شان بودہ کہ احدے از حکام سابقین و سلاطین ماضیین را در عہدی بہرۂ ونصیبی ازان نبودہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ بمفادِ النَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ اکثری از رعایا وبرایا از کفار ومشرکین بدین حق اسلام گرویدہ واکثر نواصب وخوارج بمذہب حق تشیع معتقد گرویدہ وزمرۂ فساق وفجار توبہ وانابت از فسق وفجور نمودہ حتی کہ بعض طوائف کسبیہ از کسب حرام محترز گشتہ دست بدامن پاک دامنی زدہ ومقید بہ نکاح ومتعہ گشتہ اند۔ انشاءاللہ ہمگی از معاصی الٰہی بمیامن انفاس توجہات شاہی مجتنب واز مناہی وملاہی محترز خواہند گردید اگر برہمین منوال سطوت سلطانیہ متوجہ احتساب طائفہ فاجرۂ مخنثین وزنانہ کہ بدترین طوائف اند شود یقین کہ بسبب رعب شاہی ووعید حبس وتعزیر برچنین مناہی ووعدۂ عنایت واعانت درصورت توبہ وانابت چنین اخابیث ومخانیث از فعل شنیع وخبیث تائب شوند واجر بے شمار عائد روزگار فرخندہ آثار گردد۔ الٰہی این سلطنت ودین پروری متصل بہ سلطنت قائم

حضرت امام حسن کی ضریح پر ظاہر ہوا اور دیوار اور چھت روز روشن سے بھی
زیادہ چمکنے لگی اور حضرت عباس کا علم جو ضریح کے پاس کھڑا تھا وہ ضریح پر جھک گیا
بادشاہ نے یہ حکایت سُنکر ڈھائی ہزار روپے دیکر شاہزادے سے وہ ضریح وعلم
خرید کے اپنے تعزیہ خانے مین رکھوا لیے - اِسی طرح ایک دن میرزکی مرثیہ خوان نے
بادشاہ سے عرض کیا کہ میرے مکان مین حضرت امام حسین علیہ السلام کا پنجہ موجود ہی
بادشاہ نے وہ مانگ لیا اور انعام بخشا۔

مجتہد کی تحریک سے منہیات کا انسداد

بادشاہ کی مذہب دوستی اور مجتہد صاحب کی تحریک سے بہت سی بُری باتین
جیسے مسکرات کی خرید وفروخت بند اور کسبیون اور مخنثون کی روک تمام
ملک مین ہونے لگی - مجتہد صاحب نے ۲۷ شوال ۱۲۶۱ہجری کو ایک معروضہ
بادشاہ کے پاس اِن چیزون کے متعلق بھیجا تھا اُسکی نقل یہان کرتا ہون تا کہ
کوشش کا اندازہ معلوم ہو جائے

باسمہٖ وسُبحانہ

سپاس عہد عدالت مہد کہ تمام ممالک محروسہ ہندوستان رشک بلاد ایران
گردیدہ وگلستانِ مذہب حق جعفری مانند سبزوار سرسبز و شاداب انہار احکام شرعیہ
چارسو جاری واشجار اوامر ونواہی بآبیاری عنایت شاہی درکمال خرمی وبارآوری
می باشد فللّٰہ الحمد والشکر کما ہو اہلہ مصداق این حال ومصدق این مقال اہتمام بلیغ
بندگان دارا دربان در تدبیر انسداد ابواب آبکاری ومنع شدید از بیع وشترے

فرستادہ بودند الخ۔ اسپر بادشاہ نے وزیر کو یہ حکم اپنے قلم سے لکھا نواب منور الدولہ بہادر از مولوی ظہور اللہ ومجتہد العصر لیاقت علم محمد یوسف دریافتہ عرض دارند ۲۲۔ رجب ۱۲۵۵ہجری۔
اس دستخط کے بموجب وزیر نے یہ حکم تحریر کیا مجتہد العصر لیاقت محمد یوسف در علوم ہر انچہ باشد مفصل راست براست عرض دارند مرقوم ۲۲۔ رجب ۱۲۵۵ہجری۔ مجتہد العصر نے یہ جواب دیا۔
توغل وتدرب مولوی محمد یوسف صاحب در علم فقہ حنفی ودیگر علوم متعارفہ از حین حیات والد شان معلوم واقتفاے آثار صاحبیہ در فتاوای فقہیہ از ترکیب اسم شان مفہوم و فضل وکمال خاندان ایشان در غایت اشتہار وابا عن جد توسل باین سرکار دولتمدار وبمفاد الولد سر لابیہ لیاقت واستعداد فتوای اہل سنت دارند فقط

مجتہد صاحب طرح طرح سے بادشاہ کو نیک کاموں پر توجہ کی ترغیب کرتے تھے اور وہ بھی حتی الوسع اُنپر عمل پیرا ہوتے۔ چنانچہ مجتہد اپنے معروضۂ محررۂ سوم ماہ رمضان ۱۲۶۱ہجری مین بادشاہ کو لکھتے ہین برسیر کنندگان کتب سیر وتواریخ مخفی ومحتجب نتواند بود کہ در ممالک محروسہ ہندوستان گاہے بادشاہ دین پناہ عادل۔ عابد۔ صائم النہار۔ قائم اللیل متصف بعدل وانصاف ومجتنب از جور واعتساف مقید بصوم وصلوۃ وادائے خمس وزکوۃ موافق طریقۂ حقۂ جعفریہ سواے بندگان سکندر شان بر سریر سلطنت وشہریاری متمکن نگردیدہ واحدے درعہد بمواظبت تلاوت قرآن مجید وقراءت فرقان حمید ومداومت اوراد وظائف وادعیۂ ماثورہ واعمال مستحبۂ مندوبہ مشہورہ غیر از شاہ دین پناہ ما موصوف نبودہ وللہ الحمد علیٰ ذلك وذلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

رومی دروازے کے قریب ایک مسجد الماس علی خان کی بنائی ہوئی تھی

آل اطہار علیہ الصلوٰۃ ما دار فلک لد وار باد برب العباد والیہ المعاد ۲۷۔ شوال ۱۲۶۱ سنہ ہجری۔
لکھنؤ مین شراب کی قطعی ممانعت تھی پانچ کوس تک سواد شہر مین دوا کے لئے بھی میسر آتی محکمہ
آبکاری بھی اس خیال سے مجتہد العصر کے متعلق رہا یہ شعر کسی ظریف کا زبان زد عوام ہے

شراب جو نہ پیئے مومن وہ ناری ہے ۔ محبّ ساقیِ کوثر کو آبکاری ہے

اس شعر نے ایسی شہرت پائی کہ گوش زد بادشاہ و سلطان العلما ہوا لیکن ایسے تعنت
وحرف گیری بیجا سے انتظام کاروبار سلطنت مین کب تغیر و تبدل ہوتا ہے۔
مخنث یعنی ہیجڑے مکارم نگر مین اور جہان جہان اس شہر مین رہتے تھے اُنکے حکم سے نکالے گئے۔
بادشاہ کی طبیعت مجتہد العصر کے مشورے سے اس طرف راغب ہوئی کہ مؤمنین اسلام کی دوکانین
ہر پیشے کے متعلق رکھائی جائین تاکہ خرید و فروخت اہلِ اسلام دوکانات ہنود سے مسدود ہو جائے
کوشش کے بعد کچھ دوکانین جدید قائم ہوئین مگر جو امر منظور خاطر عاطر تھا وہ مترتب نہوا[1]۔

عدالت کے تمام کامون پر مجتہد حاوی تھے

بادشاہ نے عدالت کے تمام کام سلطان العلما و سید العلما کو سونپ دیے تھے اُنھین کی
تحقیقات اور تجویز سے مقدمات فیصل ہوتے تھے اور منصف الدولہ بہادر فرزند مجتہد کو
داروغگی عدالت عالیہ پر سرفراز فرمایا اہلِ سنت کے عدالتی مقدمات کے تصفیے کے لیے
مفتی بھی انکی راے سے مقرر ہوتے چنانچہ منصرم الدولہ نے یہ عرضداشت ۲۰۔ رجب
۱۲۵۵ سنہ ہجری کو بادشاہ کے حضور مین پیش کی کہ مولوی محمد اصغر مفتی عدالت حنفیہ
درحالت بیماری و یاس از زندگانی مستعار قطعہ عرضداشت بدر خواست عہدہ افتاے
عدالت بنام پسر خود مسمّٰی مولوی محمد یوسف بتاریخ ہفتدہم این ماہ نزد این خانہ زاد

[1] دیکھو افضل التواریخ ۱۲

مقامات طاعت الٰہی وقوع فجور و مناہی مذموم ست لہذا حکم اشرف و اعلیٰ عز نفاذ
مے یابد کہ از دکاکین مسجد بناکردہ محمد الماس علی خان متوفی واقع رومی دروازہ فواحش
واوباش را خارج نمودہ دُکانداران اہلِ حرفہ سوائے مسکرات آباد سازد و بدرستی
فرش حصیر و سفیدی در مسجد مذکورہ پردازد و تعداد کرایہ دکاکین بعرض رساند
تاکید داند مرقوم بست و سوم شعبان ۱۲۶۱ ہجری"
زکوٰۃ کا لاکھون روپیہ ہر سال مجتہد العصر کے خزانے مین پہونچتا تھا کہ وہ اپنی تجویز
اور خواہش سے صرف کرتے تھے اور مدرسے بھی مجتہد العصر کی تجویز سے تیار ہوے۔

متفرق کارنامے

(۱)-۲۵-جمادی الاخریٰ ۱۲۶۲ ہجری مطابق ۲۰-جون ۱۸۴۶ء کو امین الدولہ
بادشاہ کی طرف اُن اڑھائی سو توپون کے ملاحظے کے لئے کانپور کو گئے جو سکھون کی
لڑائی مین لاہور کے مقام پر انگریزی فوج کے ہاتھ آئی تھین ان کے ساتھ قائم مقام
رزیڈنٹ بھی تھا گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے وزیر کی سلامی مین گیارہ فیر
سر کیے گئے اور صبح کا کھانا انگریزون کی طرف سے ہوا وزیر کے خیمون مین جو دریاے
گنگا کے کنارے استادہ تھے انگریزون کو ٹی پارٹی دی گئی اور گوٹے کے ہار پہنائے گئے
(۲)-ان کے عہد مین مدرسۂ شاہی کی بنیاد ہوئی اور صدر خانہ بھی اسی عہد
مبارک عہد مین درست ہوا اور آہنی پل دریاے گومتی[لہ] پر بنایہ پل غازی الدین حیدر
کے حکم سے انگلستان سے طلب ہوا تھا مگر قبل آنے پل مذکورہ کے وہ آپ

لہ یہ پل راج گھاٹ مین بنایا گیا۔ جیسا کہ ذاکر کے قطع تاریخ سے واضح ہے
یہ قطعۂ تاریخ خم خانۂ جاوید کی تیسری جلد مین مرقوم ہے ۱۲

اُسکی درستی اور اُسکے اطراف سے طوائف کو خارج کرنے کے لئے مجتہد اپنے معروضۂ ۲۳۔ شعبان ۱۲۶۱ھ ہجری مین بادشاہ کو لکھتے ہین "مسجد متعلق سرکار فلک اقتدار حضرت اقدس واعلیٰ خلد اللہ ملکہ وسلطانہٗ تعمیر الماس علی خان متوفی واقع قریب رومی دروازہ کہ ازان سمت مرور اکثر مومنین وسادات می شود بسبب عدم فرش حصیر و بوریا و دیگر مصارف ضروریہ معطل می باشد و غالباً اہل خلاف دران نماز مے گذارند و چون تعمیر مساجد و آبادی آن اہم و ثوابش اتم ست چنانچہ در حدیث وارد شدہ کہ سہ چیز در روز قیامت شکایت خواہند نمود ازان جملہ مسجدے کہ کسے از اہل حق دران نماز نگذارد و بسبب عدم ضروریات معطل باشد و تعمیر و آبادی بصرف قلیل کہ دران درستی فرش بوریا کہ بوریا ندارد بلکہ بے ریاست ممکن۔ علاوہ بران دکاکین متعلقۂ آن غالباً در تحت طائفہ کسبیہ و قرب چنین طوائف بمساجد و معابد اقبح و چون آن دکاکین از جملۂ اوقاف متعلقہ مسجد می باشد اگر وجہ قلیلے از کرایۂ آن صرف ضروریات مسجد شود و از تصرف کسبیہ حوالی مسجد پاک شود و باہتمام شیعیان و موالیان صورت اقامت صلوات و جماعات جماعت مومنین جلوۂ شہود گیرد اقرب بصواب و اجلب للثواب خواہد بود ازانجا کہ ہمت والانہمت بندگان سکندر شان سلطان عادل و خاقان جواد و باذل بسوے عبادات و عدالت و دین پروری و انصاف گستری مصروف میباشد واجب العرض انگاشتہ عرض نمودہ تا ثواب بے حساب الی یوم الحساب عائد روزگار فرخندہ آثار بندگان دارا دربان گردد فقط نیر اکبر سلطنت و شاہنشاہی از افق عنایات جناب اقدس الٰہی ہموارہ طالع و لامع باد بالنبی و آلہ الامجاد علیہم الصلوٰۃ الی یوم التناد"

بادشاہ نے اپنے خاص ہاتھ سے حیدر حسین خان بہادر کو یہ حکم لکھا "ازانجا کہ در نواحی

روضہ کاظمین جو منصورنگر مین ہی اِسکا تیار کیا ہوا ہی۔ یہ نقل ہی مقبرۂ امام موسی کاظم کی

تاریخ کاظمین

مشہدِ اقدس بنا چون شرف الدولہ کرد | سایہ بفرقش شدہ فضل شہِ خافقین
از شرفِ شمسہ اس گشتہ منور زمین | گنبدِ گردون ازان یافتہ صد زیب و زین
واہ چہ شرف النسا کرد عنایت دران | ہر دو شرف یافتند از قدمِ اشرفین
رابسکون داشتم در شرف از بہر شعر | صحتِ لفظی مگر آمدہ از فتحتین
فکر بہ شمشیر شد چون پے تاریخ سال | گفت سروش فلک گو حرم کاظمین
۱۲۶۹

ایک قابل یادگار دعوت

نادر العصر مین لکھا ہی کہ ۱۲۶۲ھ ہجری مین فرخ آباد کے نواب صمصام الدولہ لکھنؤ مین بادشاہ ممدوح کی ملاقات کو آئے حسن باغ مین جو باغ پُر فضا اور عمدہ عمارت ہی اُتارے گئے دوسرے دن بادشاہ کی ملاقات کو گئے اور بطریق تحفے کے سنگ یشب کا مرصع کار ایک تھالی جوڑ مع آبخورے کے جو بہت عمدہ اور بہتر تھالے گئے اور اپنے نزدیک اُنکو نایاب زمانہ جانتے تھے یہ چیزین بادشاہ کو دین اُنھون نے اُن کے پاس خاطر سے بہت خوش اور محظوظ ہو کر قبول کین اور زبانِ مبارک سے بہت سی تعریف کی۔ یہان کا دستور تھا کہ جس رئیس سے بادشاہ ملاقات کرتے تھے پہلے دن باہم تحفہ و تحائف کی رسم ادا ہوتی تھی عطردان اور کشتی وغیرہ موافق رسم کے دئے جاتے تھے دوسرے روز دعوت کا سامان ہوتا تھا اِس مین خواہ انگریز ہون خواہ ہندوستانی چنانچہ نواب

شنا در بحر بقا ہوے اور اُنکے بیٹے نصیر الدین حیدر نے بعد تخت نشینی کے سگلر صاحب کو جو اُن کا ملازم تھا اُسکی درستی کا ٹھیکہ دیا صاحب مذکور نے کچھ کوٹھیان اُسکے کھڑا کرانے کے لئے کوٹھی رزیڈنٹی کے سامنے جہان ایک چھوٹا سا گھاٹ اور شوالہ دریا کے اِس جانب واقع ہی گلائین اور یہ کوٹھیان ابتک نمودار ہین مگر اُسکے پل کی درستی نہو سکی یہانتک کہ امجد علی شاہ کا زمانۂ حکومت آیا اِس بادشاہ کی توجہ سے یہ پل تیار ہوگیا۔

تاریخ پل آہنی از منشی مظفر علی اسیر

آن بادشاہِ عادل کز حکم محکم او | گردید آہنی پل بر گومتی نمودار
فرمود حکم سُلطان تاریخ نظم کردم | چون حکم شاہِ محکم چون عدل شاہ ہموار

دیگر

مصلحِ دینِ نبی خسروِ خاقان زمن | بحر زخار عطا قلزم امواج سخا
بر سرِ گومتی از دست جواہر افشان | کرد قائم پل آہن ہمہ زیب و ضیا
وہ چہ جسرے کہ بود نادرۂ صنعِ فرنگ | وہ چہ جسرے کہ بود مظہر آثار خدا
غوطہ زن گشت چو رابط بمحیطِ فکرت | از پئے گوہر تاریخ بسے بیش بہا
خضر با آب بقا کردہ طہارت فرمود | استوی العرش علی الماء بود سال بنا

(۲) جگناتھ قوم اگروال مستاجری پیشہ امجد علی شاہ کے عہد مین بوجہ عدم ادا ے باقیات ذمگی خود دائرۂ اِسلام مین آگیا بادشاہ نے اُسکو خطاب شرف الدولہ غلام رضا خان بہادر عطا کیا اُسکے سپرد بہت سے کام تھے مثلاً تعمیر عمارات۔ کوٹھی جات خلوتخانہ اور حضور تحصیل وغیرہ یہ کارخانے واجد علی شاہ کے عہد تک اِس سے متعلق رہے

واما نت مین عنایت ہوا۔ یہ فضول فیاضی ہمیشہ سے اِس سرکار مین رہی اور عوام نے اسکو قدردانی بتایا اور واہ واہ کے نقرے سے گھر لوٹ کھایا۔

وزارت اور دوسرے بڑے بڑے عہدون مین تغیر و تبدُّل

دربار شاہی بعد طلوع نیر اعظم ہر روز منعقد ہوتا کاغذ حسابی و عرائض مستغیثان معائنہ ہوتین احکام روزانہ اجرا ہوتے۔ مجرائیان دربار ہر روز حاضر رہتے۔ بعد چندے تغیر و تبدلِ انتظام پدری پر توجہ عالی مصروف ہوئی عزل و نصب کا بازار گرم ہوا۔ نواب شرف الدولہ محمد ابراہیم خان چونکہ مذہب سنت و جماعت رکھتے تھے اور بادشاہ کو تشیع مین غلو تھا اس لیئے ایام ولی عہدی سے اُنکی طرف سے کدورت تھی۔ اور وہ نظرون سے گرے ہوے تھے۔ یہ ۲۴۔ جمادی الاولی ۱۲۵۸ ہجری عہد محمد علی شاہ سے عہدۂ وزارت پر ممتاز تھے اُنکو تین ماہ کے بعد عہدۂ وزارت سے ۹۔ رجب ۱۲۵۸ ہجری کو موقوف کرکے نواب امداد حسین خان اتالیق عہد ولی عہدی کو امین الدولہ کا خطاب دیکر عہدۂ وزارت عطا کیا اُنھون نے اپنی پیش دستی مین اکبر علی خان بن امیر الدولہ حیدر بیگ خان کو مقرر کیا اور بادشاہ نے عطا حسین خان برادر حقیقی امداد حسین خان کو بلقب اعتبار الدولہ داروغہ دیوان عام و افسر آتش خانہ بنایا۔ اور دیوانی کا عہدہ فخر الدولہ راجہ رتن سنگھ سے نکالکر مہیشر الدولہ مہاراجہ بالکرشن کے تفویض کیا حالانکہ یہ شخص عہد محمد علی شاہ سے دو متصدیان دفتر معلی دیوانی کی سازش سے اوراق سیاہہ بہی کے بدل لینے کے جرم مین نظر بند تھا اب اِسکے خلعت کے ساتھ لفظ اوھراج خطاب مین زیادہ کیا اور وزارت کی میر منشی گری فخر الدولہ راجہ رتن سنگھ کے انکار کرنے پر

صمصام الدولہ کی تین دعوتین قرار پائین اور دوسرے ہی دن سے مقرر ہوئین اور یہان شان وشوکت اور انداز دعوت یا ٹی پارٹی کا یہ تھا کہ ایک عالی شان مکان مین کہ وہ سب طرح سے شیشہ وآلات وغیرہ سے آراستہ ہوتا تھا تیس گز کی لمبی اور بارہ گز کی چوڑی میز بچھتی تھی اور اُسکے گرد ایک سو پندرہ کرسیان بچھتی تھین اُسپر بادشاہ اور اعزۂ بادشاہ اور بڑے بڑے کارپرداز اور رزیڈنٹ اور دوسرے انگریز جلوہ افروز ہوتے تھے مختصہ کرتاہ اُسی میز پر مرصع کار مطلا جواہر نگار چنگیر و گلدان و حوض وفوارہ سب سنگ یشب کے چمچے اور کھانون کا کیا وصف بیان ہو کہ بادشاہی خاصہ تھا۔ نواب صمصام الدولہ اور سب حکام عالیشان یہ سامان دیکھکر متحیر ہوے دوسرے دن دوسرے مکان مین ضیافت کا سامان مہیا ہوا اُسمین بھی اُسی قدر میز پر جملہ برتن اُسی انداز سے جواہر نگار سنگ یشب کی صورت مین اور طرح کے لگائے گئے۔ تیسرے دن بھی اِسی قدر سامان اتنی ہی بڑی میز سب برتن اور روزون سے نہایت تحفہ عمدہ خوبصورت باریک کار جواہر نگار سنگ یشب کے مہیا تھے نواب صمصام الدولہ یہ سامان دیکھکر اپنے دل مین سخت محجوب اور شرمندہ ہوتے تھے جب نواب صمصام الدولہ دعوت سے فارغ ہوکر رخصت ہوگئے تو امجد علی شاہ مجد الدولہ بہادر مہتمم خزانہ وکوٹھیات سے بوجہ اِس حسن انتظام کے نہایت خوش اور محظوظ ہوے اور زبانِ مبارک سے بہت تعریف کی خلعتِ گران بہا سے مخلع فرمایا اُسوقت مجد الدولہ نے ہاتھ باندھکر عرض کیا کہ غلام اقبال بادشاہ سے تیس دن تک کا اقرار کرتا ہے کہ اگر حکم ہو تو اسی طرح کے ہر روز سنگ یشب کے برتن طرح طرح کے صورت مین نئے لگایا کرے اس عرض وپیام پر دوسرا خلعت اُنکے رتبے سے کہین زیادہ جلدوے دیانت

عورتون نے اپنے فائدے کے واسطے منور الدولہ کی طرف سے بادشاہ کے مزاج کو
ناخوش کردیا بادشاہ نے مجتہد العصر اور اُن عورتون کی سفارش سے امین الدولہ کو
اُن کے گھر سے طلب کرکے وزارت پر منصوب کیا اور منور الدولہ کو معزول کردیا
یہ صورت ڈیوڈس صاحب رزیڈنٹ کی مرضی کے خلاف تھی مگر اُنھون نے کوئی
مداخلت کرنا مناسب نہ سمجھا پھر بعض حریفون نے اعتماد الدولہ کے داماد سید حامد علی کو
عہدۂ پیش دستی وزارت پر مقرر کرایا۔ پھر سعید الدولہ علی محمد خان بن میر بندہ علی خان پر
پیشدستی کا عہدہ قرار پایا اور اُنھون نے بہت کچھ عقل و فراست کے ساتھ کارگذاری
مین عرقریزیان کین سعید الدولہ عجب مرد چالاک تھا ایک دن جلسۂ دربار مین جملہ
وکلاے تعلقہ داران و زمینداران کو طلب کرکے بہت دلجوئی اور استمالت کی اور
کہا کہ جس جس کو ضرورت روپے کی بصیغۂ تقاوی وغیرہ پیش آئے وہ معروضے اپنے
مہری و دستخطی اور محالکے لکھدین اُن مفت خورون کا کیا تھا حسب لیاقت اپنے اکثرون
نے درخواستین لکھکر حوالہ کین اِس شخص کی کارسازی دیکھنی چاہیے کہ وہ سب کاغذ
سرکار شاہی مین پیش کرکے کثرت سے روپیہ حاصل کیا اور اپنے تصرف مین لایا۔
سب اُس سے محروم رہے اپنی اِنھین چالاکیون سے اِس عہدے پر جمنے نہ پایا معزول ہوا

بادشاہ کا گورنمنٹ انگریزی سے سودی نوٹ خریدنا

بادشاہ نے اپنے متوسلان قدیم اور بیگمات کے لئے مختلف اوقات مین گورنمنٹ
انگریزی مین روپیہ جمع کرکے نوٹ خریدکیے مگر یہ روپیہ کسی شرط یا عہدنامے کے ساتھ جمع
نہین ہوا صرف بطور قرضۂ سودی کے جمع ہوا مگر بعض بعض معاملون مین اس قدر

راجہ کندن لال کو دی اور خطاب راجگی بخشا۔ اور سفارت کا خلعت مصلح الدولہ میر حسین علی خان بہادر کو ملا اور سکندر حشمت کو فوج کا جرنیل کیا اور شہر لکھنؤ کی کوتوالی علی رضا بیگ کے پاس تھی اور معین الدولہ سعد علی خان جو بادشاہ کے ماموں مشہور تھے مہمات سلطنت مین مشیر بنے۔ ۴۔ رمضان ۱۲۵۸ھ ہجری کو ذکی الدولہ پیشگاہ جناب بادشاہ مین حاضر ہوے اور ۱۲۶۹ھ ہجری مین بحصول خطاب و خلعت شملۂ جھالردار و شمشیر ولائتی سرفراز ہوے اور ذکی الدولہ کے فرزند کو ہزار پیادو نکی افسری ملی جب اکبر علی خان نے انتقال کیا تو کچھ روزون قطب الدین حسین خان وزارت کی پیشدستی پر مقرر رہے اُن کے بعد یہ عہدہ معین الدولہ کے سپرد ہوا چند روز گذرے تھے کہ معین الدولہ اور نواب امین الدولہ مین باہم صحبت مین تفرقہ پڑا۔ رفتہ رفتہ کچھ وہ صورتین ظہور مین آئین کہ لوگون نے بادشاہ کا دل امین الدولہ کی طرف سے باتون مین پھیر دیا اسلیئے ۱۰ محرم ۱۲۶۰ھ ہجری کو امین الدولہ نے مستعفی ہو کر خانہ نشینی اختیار کی اور معین الدولہ نے بھی عہدۂ وزارت قبول نہ کیا بادشاہ نے منور الدولہ احمد علی خان کو کانپور سے بلا کر مکرر عہدۂ وزارت دیا مگر معین الدولہ اُسی طرح سب کام انجام دیتے تھے۔ چار عورتین بادشاہ کی مصاحبت مین تھین اُنھون نے معین الدولہ کی صحبت بھی برہم کردی یہ بھی بادشاہ کی نظرون سے گرے دل مین میل آیا گھر بیٹھے اب منور الدولہ کو بلا شرکت غیرے سلطنت کے کامون پر اختیار حاصل ہوگیا چونکہ انکا مزاج ابتدا سے مشقت و دقّت پسند نہ تھا تمام کامون کا حل و عقد ماتحتون کی راے پر تھا جو انتظام سلطنت محمد علی شاہ کے عہد مین درست ہوا تھا سب برہم ہو کر کوئی صورت انصرام کی ظہور مین نہ آئی پھر اُنھین چارون

سعی پر موقوف ہوگیا آخر سال تک وہ وصول ہوتا دوسری طرف رعایا کو افسرون کی
تنگ گیری و دزیادہ ستانی سے بہت کچھ نقصان پہونچنے لگا کیونکہ وہ لوگ معمول سے زائد
لینے لگے ابواب رسید اور قبضانہ کے نام سے بہت سا روپیہ علاوہ تنخواہ مقررہ کے باندھ لیا
اور کمال بے رحمی سے رعایا سے وصول کرنے لگے ٹامس ریڈ ڈیوڈسن صاحب قائم مقام
رزیڈنٹ نے بادشاہ کو اِس قاعدے کے بند کرنے کے لئے متواتر کہا لیکن بند نہو سکا کیونکہ
بادشاہ خود بھی سخت گیر تھے ہر ماہ کی ۱۳- تاریخ کو زر اقساط کا داخل ہونا چاہتے تھے
اور اہلکارون کی کاہلی کے روادار نہوتے اِسلئے کوئی اہلکار اِس کام کو اپنے ذمے لینا چاہتا
نہ تھا اور افسران سپاہ کا تسلط اور غبن ظاہر نکرتا تھا۔

امجد علی شاہ کا اپنے بیٹے کے ساتھ سلوک

محمد علی شاہ جب تخت نشین سلطنت اودھ ہوے اور امجد علی شاہ منصب ولی عہدی پر
سرفراز ہوے تو محمد علی شاہ کی توجہ خاطر اپنے پوتے مرزا مصطفےٰ علی حیدر پر مبذول رہی
کاروبار سلطنت مین بھی اُن کا دخل ہونے لگا جب دادا کے مزاج مین رسوخ زیادہ
پیدا ہوا تو اپنے باپ امجد علی شاہ کے حالات نیک و بد بادشاہ کے کانون تک پہونچانے لگے
بادشاہ کا مزاج بیٹے کی جانب سے کشیدہ ہوتا گیا۔ ایک مرتبہ امجد علی شاہ ولی عہد نے
اپنی ماتحت ایک پلٹن کی تنخواہ مکرر تقسیم کرائی محمد علی شاہ نے اِسکا مواخذہ مہاراجہ
بالکرشن سے کیا مرزا مصطفےٰ علی حیدر بھی رازدار اور خبر رسان اس معاملے کے تھے
اِس واقعے سے امجد علی شاہ کی طبیعت فرزند اکبر سے نہایت ناراض و برگشتہ ہوگئی جب
تخت ریاست پر بیٹھے تو فرزند اکبر کو جو مستحق ریاست تھا منصب ولی عہدی سے محروم کیا

فرق ہوا ہے کہ کاغذات نوٹ خزانۂ گورنمنٹ مقام لکھنؤ مین کر لیے گئے اور اُنکا سود ماہوار بجاے سہ ماہی کے ملتا ہی چنانچہ ماہ فروری ۱۸۴۲ع مین چودہ لاکھ روپے جمع کیے اور شرط یہ قرار پائی کہ اِس روپے مین سے بارہ لاکھ کا سود ماہ بماہ ملا کریگا اور ماہ جولائی ۱۸۴۲ع مین بیس لاکھ روپے جمع کئے اور اِسمین سے آٹھ لاکھ کا سود ماہ بماہ دینے کا وعدہ ہوا اور ماہ ستمبر ۱۸۴۲ع مین بارہ لاکھ روپے اور اِسی شرط پر جمع کیے گئے۔

امجد علی شاہ کی جُزرسی اور ملکی انتظام

نادر العصر مین لکھا ہی کہ بُخل اِس بادشاہ کا یادگار رہا اور افضل التواریخ مین بیان کیا ہی کہ مشہور ہی کہ یوم ایفاے قسط کے روز بادشاہ وزیر سے حساب فہمی کرتے تھے اور جب تک زر قسط تمام وکمال ادا نہوتا خاصہ تناول نکرتے تھے۔

سلطان الاخبار مین لکھا ہی کہ اُن کے وقت مین انتظام کا یہ حال تھا کہ صبح سے دوپہر تک کاغذات مالی و ملکی اور رداد خواہون کی عرضیان سُنتے اور خود بھی ملاحظہ کرتے سہ پہر کے وقت اور رات کو پرچاے اخبار اور مستغیثون کی عرضیان جوالاپرشاد منشی سے سنتے اور اُنپر حکم لکھواتے لیکن اِن کے باپ کے وقت کے بعض قوانین و ضوابط درہم برہم ہوگئے اُن مین سے ایک یہ ہی کہ ملازمون کی تنخواہ کا قاعدہ بدل گیا علاقے کے حکام نقد روپیہ دینے کی جگہ اپنے اپنے ضلعون کی فوج کی تنخواہ مین گانون اور پرگنے لگا دیتے اور افسران سپاہ سے رسید لیکر نقدی کی جگہ خزانۂ شاہی مین وہ کاغذات بھیجدیتے اور اِس طرح اپنے آپ کو بیباق کرلیتے آخرکار زمینداروں اور تعلقہ دارون سے روپے کا وصول ہونا افسرون کی

ہرروز بطور تفریح سوار ہونے لگے سلامت روی مزاج مین اِس قدر تھی کہ ہراعلیٰ وادنیٰ کے سلام کا جواب اپنے ہاتھ سے دیتے۔ جوان خوش رو و وجیہ تھے ایام حراست مین کبھی تاج زیب سر نہ کیا برہنہ سری مین شکر و سپاس جناب باری ادا کیا کیے جب سے بار حراست کی گرانباری دور ہوئی تاج پوشی اختیار کی صاحب اولاد تھے ۱۰۔ ذیقعدہ ۱۲۹۴ھ ہجری مطابق ۱۸۷۶ع کو رہ پیماے جادۂ ملک بقا ہوے جس کا تاریخی شعر درج ذیل ہی۔

تمنّا سال ہجری بھی یہی ہے یہ جانِ پاک رضوان کو گئی ہے
۱۲۹۴ھ

عہد امجد علی شاہ کا اندھیر

رسالۂ صبح صادق مین قاضی محمد صادق اختر عہد امجد علی شاہ کا حال اِس طرح لکھتے ہین کہ عمال نہایت بدسیرت ہین اپنے مطالب کے حصول کو آقا کے مطالب پر مقدم اور مرجح رکھتے ہین اور خرابی ملک و پامالی رعایا مین کوشان ہین اور کام یہان تک پہونچا دیا ہی کہ سیکڑون خون ناحق ہوتے ہین اور مکان ویران ہورہے ہین اور یہ لوگ خزانۂ سرکاری کے خالی کرنے کی فکر مین ہین اور اپنا مکان بھرنے کے لئے کمر باندھ رکھی ہے اور اگر کسی طرح کا فتنہ و فساد پیدا ہو تو کوئی ایسی تدبیر نہین کرتے جس سے اصلاح حال ہو اور حکم شیطان کو حکم سلطان پر ترجیح دی ہی اور اہلکار کچہریون کے اور مفتی اور حاکم ایسی رشوت ستانی مین مصروف ہین کہ اُن کو کسی کے حق سے کام نہین اور نہایت دروغگوئی اور حق پوشی مین مصروف ہین۔

اور معین الدولہ میر عنایت علی اپنے مامون کی حراست و نگرانی مین سپرد کیا معین الدولہ نے حسب منشاے بادشاہ چھاؤنی امام الدین خان عقب سعادت گنج مین اپنے مکان کے متصل مع عیال و اطفال قیام کرایا اور نہایت حراست رکھی اور زر ماہانہ جو نہایت قلیل تھا خزانۂ شاہی سے ہر ماہ معین الدولہ کی معرفت اُنکو ملا کرتا تھا گذر اوقات بعسرت ہوتی تھی سوار ہونے کی اجازت نہ تھی لیکن محلات محمد علی شاہ و امجد علی شاہ سے بوجہ ہمدردی و جوش محبت مادری امداد ان کی اکثر ہوا کرتی تھی اکثر محلات سے پوشاک و خاصہ بھی آجاتا تھا جب امجد علی شاہ نے انتقال کیا اور واجد علی شاہ نے علم شہریاری بلند کیا اوائل سلطنت مین بعض بد طینتون کی غمازی کی وجہ سے بادشاہ کا مزاج برادر کلان سے برگشتہ رہا یہانتک نوبت پہونچی کہ تجویز دگرگون فرمانے کا ارادہ کیا اور بڑے بھائی کے مکان مین آنے کا ارادہ کیا پھر رزیڈنٹ نے صفائی کرادی اور زر تنخواہ مین بھی کچھ ترقی ہوئی تشدد پہرہ و حراست بھی کم ہو گیا بہ نسبت عہد پدری کے زمانۂ حکومت برادر مین کسی قدر آسائش رہی۔ ۷ فروری ۱۸۵۶ء کو جب سرکار انگریزی نے ملک اودھ پر اپنا قبضہ کیا تو مرزا مصطفےٰ علی حیدر بھی مطلق العنان ہوے اور حراست نہ رہی تنخواہ مقرر ہو گئی اور آزادی کے ساتھ بسر کرنے لگے اتفاقات وقت سے ۱۸۵۷ء مین غدر ہوا انگریزون نے حراست اور نگرانی خاندان شاہ اودھ کی بغاوت کے اندیشے سے مناسب سمجھی مرزا مصطفےٰ علی حیدر کو بھی دوسرے شاہزادون کے ساتھ مقام بیلی گارد مین زیر حراست رکھا جب بیلی گارد خالی ہو گیا تو مصطفےٰ علی حیدر کو اپنے ہمراہ لے گئے ۱۸۵۸ء مین جب بالکل بغاوت فرو ہو گئی تو حکام نے مرزا صاحب کو بھی اُنکے گھر پہونچایا عزت و آبرو کی تنخواہ ماہانہ مین اضافہ کردیا۔

اسکا مادۂ تاریخ آرام گاہ ظل اللہ ہے (۱۲۶۴)

تاریخ وفات امجد علی شاہ

روز شنبہ بست و ششم از صفر نزدیک شام — رشک مہ امجد علی سلطان زسرطان شدید
از وفور اشتیاق قصر اعلای بہشت — تختۂ تابوت را بر تخت شاہی برگزید
بہتر از قصر سلیمان یافت در جنّت مکان — بہر خدمت حور و باغ از نخلۂ طلع نضید
چون ثریا جاہ از بے مہری ماہ صفر — ماہ وش رخت سفر در منزل سرطان کشید
خاک بر سر شد زمین و آسمان بارید خون — ماتمی شد شام و صبح از غم گریبان را درید
حق شنو حق کوش و حق گو حق شناس و حق پرست — حق نظیر ش الحق اندر خلق بس کم آفرید
عابد و زاہد کریم و عادل و پرہیزگار — صرف اوقاتش بذکر و شغل قرآن مجید
روزہ دار دہم نمازی حامی اسلام بود — خمس بخشید و زکوۃ و فطرہا در یوم عید
چار سال و یازدہ مہ حکمران در خلق ماند — در ثنا خوانیش تا حال ست نزدیک و بعید
مصطفا و مرتضا و فاطمہ ابنا ہما — شافعش در محشر و حامی بود رب مجید
مصرعۂ از آسمان اختر شنید اندر غمش — مہر جاہ نامداری شد بسرطان ناپدید

ایضًا

زسال جنت مکانی شہ سوال ولئق نمود از دل — ندا رسید فرش نزیک سو رضوان بقصر جنت مکان دادش ۱۲۶۴

از مولوی سید احمد علی

عَطّر اللہ مضجعہ (۱۲۶۳)

سپاہ اور آمدنی ملک

امجد علی شاہ کے عہد مین فوج مین تین ہزار سوار اور اٹھائیس ہزار پیادے تھے آمدنی ملک ایک کروڑ دس لاکھ روپیہ تھی۔

امجد علی شاہ کی وفات

یکم فروری ۱۸۴۷ء کو بادشاہ کی پشت پر دانہ نکل آیا دو تین دن ادویۂ محللہ لگائین فائدہ نہوا آخر کار فصد لی گئی اور معلوم ہوا کہ وہ سرطان ہی بہت سے نسخے استعمال مین آئے مسہل لیے گئے مگر مرض ترقی پکڑتا گیا کئی روز علیل رہکر ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۴۷ء کو سنیچر کے دن اڑتالیس برس پانچ مہینہ بارہ دن کی عمر مین تخت سلطنت سے قدم اُٹھایا اور جنت مکان کہلائے۔ سینڈو خان رسالدار کی چھاؤنی مین دفن ہوے دس لاکھ روپے تیاری مقبرہ اور امام باڑے کے لئے تجویز ہوے یہ عمارت واجد علی شاہ کے عہد مین تیار ہوئی حضرت گنج کے قریب موجود ہی۔ نام اسکا سبطین آباد ہی اور اُنھون نے یہان اپنا مقبرہ بنانے کے لئے وصیت کردی تھی یہ امام باڑہ چھوٹی شاہزادی صاحبہ کی ملکیت مین رہا دوکانات گرد اگرد سے کرایہ آتا ہی داروغہ و دیوان خانہ و چند سپاہی و قرآن خوان مقرر ہین حسب زمانہ تعزیہ داری بھی ہوتی ہی مرمت و سفیدی کا بھی انتظام ہی۔ محاربۂ غدر تالیف میڈی لال مین مذکور ہی کہ سبطین آباد یعنی مقبرۂ امجد علی شاہ مین اب گرجا گھر قرار پایا ہے اور جسکو عوام غلطی سے چھوٹا امام باڑہ بھی کہتے ہین۔

دیگر

شاہ عادل نیک خصلت نیک سیرت نیک خو ترک دنیا کرد ودر دلہاے مایان شد قلق

از سروشِ غیب پرسیدم چو تاریخِ وفات گفت شاہ امجد علی جنّت مکان واصل بحق

امجد علی شاہ کے جانشین سے اُن کی تجہیز وتکفین کے مصارف کی اجازت کن الفاظ سے لی گئی

افضل التواریخ مین لکھا ہی کہ امجد علی شاہ کی لاش ابھی بے گور وکفن رکھی ہوئی تھی کہ اُن کے بیٹے واجد علی شاہ کی مسند نشینی کی خوشیان ہونے لگین۔ مسند نشینی کے جلسے کے وقت داروغۂ دیوان عام نے اُن کے والد کی تجہیز وتکفین کے لئے اِن الفاظ سے عرض داشت پیش کی کہ "ایک مسافر ملک ابد کا چند روز سے مقیم سراے فانی تھا اب عازم وطن اصلی ہی زادراہ کی ضرورت ہی جو امداد ہو" ایک لاکھ روپے عطا ہوے اور زر دستخط شدہ خزانۂ شاہی سے مرحمت ہوا۔

امجد علی شاہ کی اولاد خاص محل سے

خاتون معظمہ بادشاہ بہو نواب ملکۂ کشور فخر الزمانی نواب تاج آرا بیگم خاص محل بنت نواب امام الدین خان بن حسین الدین خان سے تین اولادین ہوئی تھین جنکی تفصیل آگے معلوم ہوگی نقش سلیمان مین ان بیگم کے باپ کا نام امام الدین خان ہی بتایا ہی اور دوسری تاریخون سے حسین الدین خان کی بیٹی ہونا پایا جاتا ہے اور وہ امام الدین خان کے بیٹے ہین۔ ان بیگم کا انتقال ۱۸۵۸ء مین شہر پیرس دار السلطنت فرانس مین ہوا۔

از سید حیدر علی

آہ چون امجد علی شاہِ زمان | از تنِ عالم روان شد مثلِ جان
بہرِ سالِ رحلتش از روے دین | گفت ہاتف یافت در جنت مکان
۱۲۶۳ھ

دیگر

امجد علی شاہ زمان ماہ کرامت | داخل جو ہوا برج فنا مین شہِ والا
پایا شرفِ قرب علیؑ اور محمدؐ | چھبیسوین۲۶ تاریخ تھی اور ماہ صفر تھا
انجم ہوے روپوش ہوا مصرعِ تاریخ | سرطان سے وہ مہرِ جہان تاب نہ نکلا
۱۲۶۳ھ

دیگر از پناہ علی واثق

دریغ بست و ششم بہ شنبہ سفر بماہ صفر نمودہ | محمد امجد علی شہنشہ خدا بجنت مکان دادش
بہ زہد و تقویٰ و دین پرستی بحفظ صوم و صلوٰۃ خمسہ | بہ ہدی خمس و زکوٰۃ بخشی نہ مادر دہر مثل زادش
رحیم و خوش دل کریم و عادل حلیم و کامل سلیم و باذل | باین صفاتِ حمیدہ مثلش جہان ندارد و گر بیادش
رواج شرع و عقائد دین بملک در عہد او چنان شد | کہ مثل اسلام رغبت حق بہر غوی شد از اعتضادش
چنین جہان آن نیک طینت ز گوش چشمی شنید و دیدہ | معرف آمد تمام عالم بحسن تقویٰ و اعتقادش
باین شکوہ و جلال شاہی بفقر شرعی دلش مباہی | بہ حفظ اعزاز اسوۂ دین بحال و دل بود اجتہادش
مہ جلالش ز اوج سرطان چو آمد اندر حضیض مغرب | گلِ ہمیشہ بہار رحمت ملک بہ روے لحد نہادش
درین سپنجی سراے فانی چنانکہ بودہ بقصر شوکت | دہد بجنت مکان صدر و بخیر سازد خدا معادش
ز سال جنت مکانی شہ سوال واثق نمود از دل | ندا رسید بخن ز کوے رضوان بقصر جنت مکان دادش
۱۲۶۳ھ

(۲)۔ مرزا محمد حسین علی بہادر سکندر قدران کی شادی افضل بیگم کے ساتھ ہوئی جو نواب ممتاز الدولہ کی بھانجی تھین انھون نے عارضۂ صرع سے انتقال کیا یہ بھی ملکہ گیتی کے بطن سے تھے۔

(۳)۔ سلیمان قدر مرزا محمد حسن علی بہادر ان کی شادی مرزا رفیع الشان کی بیٹی سے ہوئی یہ نواب ملکۂ عہد تاج مخدرات فغفور محل کے بطن سے تھے۔

(۴)۔ کسریٰ شکوہ مرزا محمد عباس بہادر یہ ۲۴۔ شوال ۱۲۵۹ھ ہجری کو پیدا ہو کر ۱۲۔ ربیع الثانی ۱۲۶۰ھ ہجری کو فوت ہوے یہ بھی فغفور محل کے بطن سے تھے۔

(۵)۔ بہرام صولت مرزا مصطفےٰ علی خان بہادر یا مصطفےٰ علی حیدر خان بہادر ایک اور محل سے۔

(۶ و ۷)۔ افضل التواریخ مین صاحبات محل سے دو بیٹیان بھی لکھی ہین ان مین سے ایک حسام الدولہ کی زوجیت مین تھی اور دوسری امتیاز الدولہ کی۔

تتمہ۔ ۲۲۔ شعبان ۱۲۶۲ھ ہجری مطابق ۱۶۔ اگست ۱۸۴۶ء کو ایک کنجڑی بادشاہ کی منظور نظر ہو کر محل سلطانی مین داخل ہوئی اور نواب امتیاز النسا بیگم خطاب پایا۔

پیرس کے ایک مشہور قبرستان کا نام پیری لاچیز ہے یہان فرانس کے تین پریسیڈنٹ یعنی مسٹر پریر اور تھیرس اور فار دفن کیے گئے ہین اِس قبرستان کے شمالی و مشرقی جانب مسلمانون کا مقبرہ ہی اور یہین یہ بیگم بھی مدفون ہین۔ اِن کے بطن سے جو اولادین ہوئین اُن کے نام یہ ہین۔

(۱)۔ خورشید حشمت مرزا محمد واجد علی بہادر المخاطب بو المنصور سکندر جاہ سلیمان حشم صاحب عالم۔

(۲)۔ مرزا محمد جواد علی جرنیل سکندر حشمت دارا مرتبت اِن کی شادی نواب منیر الدولہ کی بیٹی سے ہوئی تھی یہ اپنی مان کے ساتھ پیرس گئے تھے اِن کے انتقال اور تجہیز و تکفین کے بعد فی الفور انگلستان کو مراجعت کی اور یہان آکر علیل ہو گئے اور مان کے انتقال سے ایک ماہ کے بعد مر گئے ہمراہی جنازہ پیرس کو لے گئے اور مان کے پہلو مین دفن کر دیا۔

(۳)۔ اشرف النسا بیگم المخاطب بہ افسر بہو زوجۂ نواب سرفراز الدولہ ابن نواب منیر الدولہ فضل التواریخ مین انکا نام حسینی بیگم اور عرف چھوٹی شاہزادی لکھا ہی۔

اولاد صاحبات محل کے بطنون سے

(۱)۔ مرزا محمد رضا علی بہادر دارا سطوت اِن کی شادی انجمن آرا بیگم بنت نواب معظم الدولہ سے ہوئی۔ انھون نے ۱۲۸۰ھ ہجری مطابق ۱۸۶۱ء مین انتقال کیا میر خدا بخش کی کربلا مین مدفون ہوئے۔ یہ نواب خسرو بیگم ملکہ گیتی کے بطن سے تھے۔

واجد علی شاہ کے مردم دیدہ کو چھٹپن سے نظارہ پری رخسارونکا بھاتا تھا

بادشاہ نے اپنے شباب کی کیفیت ایک مثنوی مین موزون کی ہے اُسکا اقتباس یہ مؤلف آویزۂ گوش شتاقان تاریخ کرتا ہو۔ اور کہین کہین اُس کے شعر بھی بعینہ برمحل نقل کرے گا۔ بادشاہ کا تخلص اختر ہو۔ بہت سے حالات اُن کے بباعث شدت بے اعتدالی کے قلم انداز کرنے پڑے جو کچھ کہ لکھتا ہون مین یہ بھی لائق تحریر نہین سمجھتا لیکن اس نظر سے بیجا نہین کہ جو لوگ خار ہزل سے گلُ عبرت چنتے ہین اُنھین اس مین سے ایک مشہور بادشاہ کے حالات دیکھکر نصیحت حاصل ہوگی۔

اُس سلیمان مرتبہ بادشاہ کی طبیعت نہایت عشرت پسند اور اختراع دوست تھی جب عمر کی پانچوین سالگرہ پڑی تو رحیمن نام ایک چہل سالہ پرگوشت فربہ بدن عورت کے گہوارۂ آغوش مین راحت و آرام کے پینگ بڑھے۔

فقط اُس سے تھا لطف بوس و کنار	تلذذ تھا اور کچھ نہ تھا زینہار
نشاط اور عشرت تھی شام و سحر	خوشی عیش و آرام آٹھون پہر

جب عمر نو برس سے متجاوز ہوئی اور دسوان برس شروع ہوا مردم دیدہ کو نظارہ پری رخسارون کا پسند آنے لگا اور نقد دل خرید متاع محبت کی طرف ہاتھون ہاتھ جانے لگا ناگاہ ایک عورت امیرن نام چالیس برس کا سن مفلس اصیل واجد علی شاہ کی والدہ کی نوکر تھی کم تنخواہ مگر بہت چالاک رنگین پوشاک تھی طائر دل کچھ دنون اُس کے دام گیسوے محبت مین پھنسا

سلطان عالم واجد علی شاہ ابن امجد علی شاہ

پہلا باب بادشاہ کی حُسن پرستی اور عیش و عشرت کے جلسون اور شباب کی کیفیت مین

واجد علی شاہ ۱۰۔ ذیقعدہ سنہ ۱۲۳۸ ہجری یوم سہ شنبہ کو پہر دن چڑھے شبستان عدم سے انجمن وجود مین آئے تھے۔

تاریخ تولد از راے جھبن لال متخلص بمعجز

آسمان جاہ و ثریا منزلت　　میرزا امجد علی فرخ نژاد
وید در مشکوے دولت روی ماہ　　غیرت مہر جبیں و مہر بامداد
شمع بام جان چراغ زندگی　　جلوہ گر شد در شبستانِ مراد
گفت جھبن لال معجز از طرب　　قرۃ العینِ بدرِ عالی نژاد ۱۲۳۸

انکی تربیت علمی امداد حسین خان اتالیق موروثی سے ہوئی۔
محمد علی شاہ کی سلطنت کے وقت انکا خطاب ناظم الدولہ محمد واجد علی خان بہادر تھا پھر خورشید حشمت مرزا محمد واجد علی خان بہادر خطاب ہوا۔
ابتداے شباب مین کہ سبزہ آغاز ہوا تھا ولیعہد ہوکر ابو المنصور سکندر جاہ سلیمان حشم صاحب عالم ولیعہد مرزا محمد واجد علی بہادر خطاب ملا۔

عمر بائیس ۲۲ سال کی تھی اور گود مین ایک بچہ بھی تھا۔

بہت شوخ تھی گرم تھی شنگ تھی | سرِ دست چندے وہ خوشرنگ تھی
عجب پیچ در پیچ تھے موے سر | کہ تھا رشک سے سنبلہ چرخ پر
عجب خوشنما تھا وہ قدِ دراز | ادا بھول جائے جہان سروِ ناز
وہ زیبندہ تھی ابروون کی کجی | جہان ماہِ نو حسن کا ملتجی
بلا خیز چشمِ سیہ فام تھی | کہ گردش مین وہ دورِ ایام تھی
نظر مین نہ آتا تھا موے کمر | کہین میرے مضمون سے باریک تر
جو دانتون کو دیکھا یہ شبہہ ہوا | کہ خالق نے مونھ موتیون سے بھرا
لبون پر مسی یون نمایان ہوئی | کہ اظہارِ شامِ غریبان ہوئی
وہ سرمہ کہ تھا صاف شامِ امید | سیہ روز جس سے ہوا روسفید
غرضکہ پڑی جبکہ پہلی نظر | نشانہ ہوا تیرِ غم کا جگر
پلک کام کرنے لگے تیر کا | کیا کاٹ ابرو نے شمشیر کا

اِس شعلہ رخسار کا دل پروانہ بنا مگر عزیز و اقارب کے خوف نے ہاتھ کو جوشِ وحشت مین گریبان تک پہونچنے ندیا آتشِ محبت دامنِ دل مین پوشیدہ رہی کہ اِس کشاکش امید و بیم مین ایک عورت **امانی خانم** نام کے توسط سے حاجی خانم سے کلام محبت ہونے لگے امانی خانم کی عمر چالیس ۴۰ برس کی تھی اور رنگت بھی سیاہ تھی مگر اُس کو خود اپنے حسن پر غرور تھا اور یہ منظور تھا کہ حاجی خانم کو بالاے طاق رکھے اور خود عشق بازی کرے غرضکہ یہ ہنگامۂ عشق نہایت گرما گرمی پر تھا کہ اِس درمیان مین بتو صاحبہ کی ایک کنیز سے رنگِ محبت جما اُسکی عمر کوئی چودہ سال کی تھی

اور ایسا اُلجھا کہ جب گیارھوین برس نے کسی قدر آمد شباب کا رنگ جمایا تو
طبیعت مین اور اُمنگ بڑھی۔

طبیعت نے پیدا کیے اور رنگ   پسند آئے دل کو حسینونکے ڈھنگ

حسب اتفاق ایک پری تمثال **بنو صاحب** نام شیدی سلطان کی بیٹی بیاہی ہالہ
صاحب شوہر سے آنکھین دوچار ہوگئین۔

فقط مادر اُسکی تھی ہندی نژاد   اسی سے ملاحُسن اُسکو زیاد

یہ عورت واجد علی شاہ کی والدہ کے پاس مغلانیون مین نوکر تھی سیاہ قد
خوش اندام گھونگروالے بال تھے۔

عجب دست و پا اُنگلیان نرم نرم   کہین پنجۂ مہر تابان سے گرم
وہ لب جس سے لعلِ بدخشان خجل   وہ دندان کہ گوہر ہوے منفعل
قیامت وہ ابروے پیوستہ تھی   کہ قیدِ دو عالم سے وارستہ تھی
غضب آنکھ شوخی مین تھی بے مثال   جہان چوکڑی بھول جائے غزال
پڑھی تھی وہ کچھ کچھ کلام اکہ   عبارت مین ہندی کی تھی دستگاہ
فن دوخت مین چست وہ خوش صفات   مگر قطع کرتی تھی رختِ حیات
تماشہ آشنا گنجفہ باز تھی   وزیرون مین فردون مین ممتاز تھی
غرض اُس کی اُلفت اثر کر گئی   محبت مرے دل مین گھر کر گئی
بڑھا ہمدگر ظاہری اختلاط   اسی طرح برسون رہا ارتباط
الگ ہم سے وہ ماہ پیکر رہی   رہی ہمرہی پر نہ کھلکر رہی

اِسکے بعد بنو صاحبہ کی چھوٹی بہن **حاجی خانم** پر دل مائل ہوا اس عورت کی

کو ۴- ربیع ۱۲۵۳ھ ہجری کی شب کو اُنکا انتقال ہوگیا اور واجد علی شاہ کے
دادا نصیر الدولہ مسند نشین ہو کر معین الدین محمد علی شاہ کے لقب کے ساتھ ملقب ہوے
واجد علی شاہ کی تنخواہ پانسو روپے ماہوار قرار پائی اور چار سو روپے محل کے مصارف
کے لئے مقرر ہوے چونکہ واجد علی شاہ کی طبیعت حُسن پسند تھی پرستاران محل پر نظر
خواہش پڑنے لگی دیدہ و دانستہ یہ معاملہ اعظم بہو کی آنکھون مین صورت خار کھٹکا اِس
بدگمانی کی وجہ سے چند گلبدن عورتین جو شوخ و طرحدار تھین گلشن محل سے خار و خس
کی طرح نکالی گئین مگر واجد علی شاہ کا بلبل چشم پردے مین حسن کی نظارہ بازی
سے باز نہ آیا۔ شادی کو جب ایک سال منقضی ہوا تو اعظم بہو کا نخل بطن بارور ہوا یعنی
نونہال نے گلشن ہستی مین قدم رکھا محمد علی شاہ کے حکم سے شادمانی کی نوبتین سر
ہوئین اور واجد علی شاہ کو حسب معمول خلعت اور خورشید حشمت خطاب عنایت ہوا
اور اُس فرزند کا نوشیروان قدر مرزا محمد علی حیدر نام رکھا پھر دوبارہ ۱۲۵۵ھ ہجری مین
اعظم بہو کے بیٹا پیدا ہوا تو اُس فرزند کا فلک قدر خطاب ہوا۔

موتی خانم پر عاشق ہونا

واجد علی شاہ کا عالم شباب جوش پر تھا اور اُنکی عمر سترہ برس کی ہوئی ہو وقت مین
موتی خانم ایک حسین عورت چھریرہ بدن سبزہ رنگ چیچک کے داغ آنکھون پر کہ
نصیر الدین حیدر کی پرستارون مین تھی واجد علی شاہ کے پاس نوکر ہوئی۔

بظاہر تھی وہ صرف خدمت گذار　　　باخفا ملا لطفِ بوس و کنار

اعظم بہو کو جب یہ خبر پہونچی تو وہ عورت قریب سے دور کی گئی۔ اِس قصّے نے یہانتک

الٰہی خانم نام تھا فیض آباد کی رہنے والی تھی جب وہ غریب الوطن اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی تو ہاتھی دانت کی ایک کنگھی اور ایک انگوٹھی اُس کو واجد علی شاہ نے نشانی کے لیے دی۔

واجد علی شاہ کا بیاہ

جب پندرہ برس کی عمر ہوئی تو واجد علی شاہ کی شادی کی فکر ہوئی پہلے پھوپھی کی بیٹی سے نسبت کی بات چیت ہوئی مگر اِس لڑکی کے ساتھ واجد علی شاہ کے بھائی سکندر حشمت منعقد ہوگئے پھر دوسری بار سیف الدولہ میر ہادی چکلہ دار گونڈہ وبہرائچ فرزند سید زین العابدین کی بیٹی کے ساتھ تجویز ہوئی مگر صورت ظہور جلوہ آرا نہوئی۔ پھر تیسری مرتبہ میر کلن کی بیٹی کے ساتھ جوکہ خواہر نسبتی امجد علی شاہ کے بطن سے تھی نسبت کی گفتگو ہوئی چونکہ یہ لڑکی برص کے عارضے مین مبتلا تھی اِس وجہ سے اسکے ساتھ نسبت نہ ٹھہری آخرکار چوتھی بار نواب علی خان بہادر ابن اشرف الدولہ احمد علی خان بہادر خلف وکیل السلطنت مدار المہام نواب مدار الدولہ مختار الملک سید یوسف علی خان بہادر صمصام جنگ کی بیٹی کے ساتھ ۱۲۵۳ھ ہجری مین منگنی قرار پائی اور مانجھے کی رسم وقوع مین آئی اِس مانجھے نے رشتہ داری طرفین کو وہ کاٹ دکھایا کہ انھین دنون مین اُدھر سلطان بیگم اور اِدھر واجد علی شاہ کے چچا ناصر الدولہ کا انتقال ہوگیا دو مہینے کے بعد رسم عقد وجشن شادی کے بعد زہرۂ ومشتری برج مواصلت مین مشرف ہوے اور چھے مہینے بے تشویش وپیچ عیش وعشرت مین گذرے **اعظم بہو** ان دولھن کا خطاب ہوا۔ ابتک نصیر الدین حیدر سلطنت اودھ پر فرمانروا تھے

صاحب خانم تھا اُسی زمانے مین کہ اعظم بہو سے تیسرا بیٹا پیدا ہوا تھا واجد علی شاہ کا رنگ محبت اُس سے جما اور نظر خواہش اُسپر جا پڑی اِس کا سن وسال کوئی بیس برس کا تھا چونکہ یہ محبوبہ گنجفہ بازی مین سربرآوردہ تھی چند روز مین اُس سے رابطۂ محبت بڑھا۔ محبت کے اظہار ہونے لگے۔

لگا کر کبھی پان لاتی وہ   محبت کا بیڑہ اُٹھاتی تھی وہ

اِس معاملے سے اعظم بہو کو اطلاع تھی کیونکہ یہ چرچے محل مین پھیلے ہوے تھے مگر اُس بیوی کے تیور میلے نہوے وہ معشوقۂ شعلۂ رخسار واجد علی شاہ کی آتش محبت مین اِس قدر سوختہ دل تھی کہ ایک روز گرمجوشی محبت سے عالم بیقراری مین ستار کی سندری آگ مین لال کی اور اپنی اُلٹی ران پر دھر لی۔ اِنھین دنون مین بطن اعظم بہو سے ایک دختر پیدا ہوئی مرتضیٰ بیگم اس کا نام رکھا مگر چالیس دِن زندہ رہکر مر گئی انھین ایام مین کہ ۱۲۵۸ ہجری تھے محمد علی شاہ کا جام ہستی لبریز ہو گیا۔ اور واجد علی شاہ ولیعہد بنے۔

واجد علی شاہ کی عمدہ بیگم سے ملاقات ہونا

ابھی صاحب خانم کی ملاقات کا بازار گرم تھا کہ ایک زن حسین خوش وضع عمدہ بیگم نام سے رنگ صحبت جما صاحب خانم نے خار کھانا شروع کیا۔ عمدہ بیگم کے سبب سے صاحب خانم سے ملاقات ترک ہوئی اور بڑی وجہ ترک ملاقات کی یہ تھی کہ اُس نے شوہراول سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔

طول کیا کہ واجد علی شاہ کے باپ امجد علی شاہ کا جو ابھی ولی عہد تھے عتاب نازل ہوا اور اُنھون نے فرزند کا سلام و مجرا بند کر دیا۔ اُدھر دریاے جوش محبت سر سے گذرا اور رنج بڑھنے لگا۔ آب و طعام چھوٹا طاقت گھٹی آخر ش محبت پدری نے جوش مارا وہ معشوقہ باپ کے حکم سے واجد علی شاہ کی شمع خانہ بنی مگر کچھ دنون کے بعد اِس خیال سے کہ والد کے مزاج کی رنجیدگی اچھی نہین اُسکو گھر سے نکالدیا مگر اُسکی مفارقت نے دل مین وہ درد پیدا کیا کہ طبیعت مضطرب ہوگئی۔ اِسی عالم دیوانگی مین رنگ شاعری چمکا اور دیوان عاشقانہ مضمون کا موزون ہوا رفتہ رفتہ اِس فرط وحشت مین طبیعت اعظم بہو کی طرف سے پھر گئی۔

رُکاوٹ کے سامان نمودار تھے　　　غبار و کدورت کے انبار تھے

اِس کیفیت سے اعظم بہو کو اطلاع ہوئی صاحب شعور تھی دل مین سوچی۔

مداواے سوزِ جگر چاہیے　　　لگی آگ گھر مین خبر چاہیے

چونکہ اُنکو خاطر شکنی واجد علی شاہ کی گوارا نہ تھی۔ دل مضطرب کو ہاتھ مین تھانبا اور پاؤن کو راہ اطاعت سے باہر نہین رکھا۔ اعظم بہو کی عمر کا ابھی بارھوان سال پورا نہوا کہ پھر تیسری بار۔

ہوا باردر نخل اعظم بہو　　　یہ لایا ثمر نخل اعظم بہو

جب یہ خبر محمد علی شاہ کو پہونچی تو شادمانی کی توپین سر کرائین اور اُس نونہال کو کیوان قدر خطاب دیا۔

صاحب خانم پر عاشق ہونا

واجد علی شاہ کے باپ امجد علی شاہ کی نوکر ایک نہایت حسین عورت تھی جس کا نام

کسی کام کا دھیان آتا تھا | سلام پدر کو بھی جاتا نہ تھا
یہ مانوس اُن سے دل زار تھا | فقط چار ساعت کا دربار تھا
یہانتک دل و جانسے مفتون تھا مین | کہ لیلیٰ تھی وہ اور مجنون تھا مین

تیر آرزو نشانے پر پہونچا کہ وہ محل مین داخل ہوئی اور تمام سامان عشرت جواہرات اور پشمینہ وسیم وزر اُسکے لئے مہیّا ہوا اور **خرد محل** مشہور ہوا ننھی بیگم کو یہ معاملہ بڑا شاق گذرا اور خاص محل یعنی اعظم بہو کو بھی عمدہ بیگم کے اِس اختصاص نے آتشِ رشک سے جلایا مگر اُنھون نے اِس آتش سوزان کو شعلہ زن نہونے دیا ضبط کیا۔

جلا دل نہ لیکن زبان سے کہا | اگر کچھ کہا آسمان سے کہا

اِس کیفیت کو ڈیڑھ مہینہ گذرا اور ننھی بیگم کی آتشِ رشک تیز ہوئی اور طبیعت ہاتھ سے جاتی رہی مکان چھتر منزل کے سر برج چاہا کہ فرش زمین پر گر کر جان دین واجد علی شاہ نے دوڑ کر ہاتھون ہاتھ تھام لیا اُس دن سے اُنکا بہت پاس کرنے لگے اور محل کرنیکا اُنسے وعدہ کیا کہ انھین دنون ننھی بیگم کی ایک دختر سہ سالہ احمدی نام جو شوہر اول سے تھی نہنگ اجل کا نوالہ ہوئی القصہ ننھی بیگم کو بھی رشتۂ محل مین منسلک کیا زر وسیم اور پشمینہ تمام اسباب عشرت اُنکو بھی دیا پندرہ روز تک اُن کی بھی گرم بازاری رہی۔

واجد علی شاہ کا وزیرن طوائف پر عاشق ہونا اور فراق مین از خود رفتگی کے قریب پہونچ جانا۔ اور واجد علی شاہ کا دو ناچنے والی عورتونکو موتھ بولی بہن بنانا

ایک دن محفل رقص ونشاط مین واجد علی شاہ کے بھائی سکندر حشمت آئے برسات کا موسم تھا اُنھون نے ولی عہد بہادر سے عرض کیا کہ مین نے ایک نہایت حسین عورت

ننھی بیگم بنت انشاء اللہ خان شاعر سے عشق بازی۔ عمدہ بیگم کو زوجہ بنانا اور ننھی بیگم کو بھی گھر مین ڈال لینا۔

انشاء اللہ خان خلف میر ماشاء اللہ خان جو نواب سعادت علی خان کے عہد مین ایک نامی شاعر گذرے ہین اُنکی تین بیٹیان امجد علی شاہ کے محل مین نوکر تھین ج تینون خوش گلو و شیرین ادا تھین مرثیے سوز مین پڑھتی تھین۔ بڑی بیٹی کا نام حیدری بیگم منجھلی کا محمدی بیگم چھوٹی کا ننھی بیگم تھا ننھی بیگم اور واجد علی شاہ سے بازار محبت گرم ہوا اور صورت ملاقات اس وجہ سے ظہور مین نہ آئی کہ پیشتر اِس سے ایک کسبی سرفرازو نام صاحب جمال جو گانے بجانے مین مشتاق تھی موضع باڑی کی رہنے والی مستاجری پیشہ دیہاتی کسبیون مین ممتاز حسب اتفاق واجد علی شاہ کے چھوٹے بھائی سکندر حشمت کی محفل شادی مین موجود تھی عمر اُسکی سترہ برس کی تھی جوانی کا جوبن صورت آفتاب چمکا ہوا تھا واجد علی شاہ کی آنکھین جب اُس سے دوچار ہوئین تو اُسکے عشق کا تیر ان کے سینے مین پار ہو گیا مگر باپ دادا کے خوف و خطر سے آرزوے مواصلت دل ہی دلمین رہگئی وصل حاصل نہوا اس کسبی کے ولولۂ جوش مین ننھی بیگم کے بادۂ الفت سے مدہوش ہو گئے۔

اِسی وجہ سے گرم صحبت ہوئی — ملاقات اُنسے غنیمت ہوئی

مگر نقش خواہش نہ جما اور واجد علی شاہ کے دل مین یہ بات جم گئی کہ عمدہ بیگم کو ایک محل بنا لیا جائے عمدہ بیگم سے اِس قدر ربط بڑھا ہوا تھا کہ آٹھون پہر مین فرقت ایک دم بھی گوارا نہ تھی اور یہ اشعار اُنکی زبان مبارک سے ہین۔

سید میر مہدی نام واجد علی شاہ کی سرکار مین پہلے عہدۂ داروغگی سے سرفراز تھا پھر امین الدولہ کی سعی سے کسی قدر اور ترقی کر گیا جب میر مہدی پر واجد علی شاہ کی حشمت طبیعت کا رنگ کھلا اُسکو بہت افسوس ہوا۔ دو ناچنے والی عورتین امن و امامن دیہاتنین کہ پیشتر رئیس فرخ آباد کی سرکار مین ملازم تھین اور روزگار نے اُن کے کارخانے پر جو خاک ڈالی وہ صحبت برہم ہو کر لکھنؤ مین تباہی کی ماری ہوئی پہونچین اور ولیعہد بہادر یعنی واجد علی شاہ کی سرکار مین نوکر ہو گئین دونون آپس مین حقیقی بہنین تھین ان کی مان کا نام مجو طوائف تھا انکے باپ کو نتھو کہا کرتے تھے اور اُس کا غلام علی نام تھا غلام رضا اُن کے بھائی کا اور چھمن بہنوئی کا نام تھا اور حقیقی چچا غلام نبی کہلاتا تھا اور غلام حیدر ان ماہ پیکرون کے مامون کا نام تھا۔ یہ دونون رو کش مہر و ماہ نجم النسا کے ہمراہ تھین اور شب و روز خدمت گذاری مین حاضر رہتی تھین یہانتک کہ واجد علی شاہ کو ان سے اُنس و محبت بڑھی اور اُن کو مونھ بولی بہن بنایا۔ غرض واجد علی شاہ نے وزیرن کے اِس عالم درد و فراق مین بہت سی ٹھمریان سوز و گداز کی بھری ہوئی جو مضامین حسرت آمیز سے خالی نہ تھین موزون کین نا چار نجم النسا اور اِسن و امامن اور میر مہدی یہ چارون شخص جنپر واجد علی شاہ کی طبیعت موزون کا رنگ کھلا تھا وزیرن کے لانے کی کوشش کرنے لگے اور نجم النسا ایک دن بی بی جان کے گھر تک پہونچی حسب اتفاق وزیرن کی طبیعت واجد علی شاہ کی محبت کی طرف مائل پائی۔

عجب سانحہ یہ خداداد تھا	کہ خود ہمینہ تھا وہ جو صیاد تھا
جو بی جان تھی پری کی دلبر	وہ غزان ہوئی صورت ماده شیر

طلب کی ہی کہ آپ اُسکو دیکھکر نہایت محظوظ ہون گے یہ سُنکر واجد علی شاہ ہزار دل سے مشتاق نظارہ ہوے تمام رات اختر شماری مین کٹی دوسرے دن جب جلسۂ رقص و سرود کی صحبت آراستہ ہوئی اور سکندر حشمت بہادر بھی آئے تو ناگاہ ایک عورت پری چہرہ نہایت چست و چالاک دل آویز اداؤن کے ساتھ سرخ پشواز مصلح دار اور زرد اطلس کا پاجامہ پہنے ہوے کئی سفردائی ہمراہ عشوہ و ناز کرتی حاضر ہوئی اٹھارہ برس کا سن تھا **وزیرن** اُس کا نام تھا اُسکی مان کو بی جان کہا کرتے تھے قصاب کے پل کے قریب اُس کا گھر تھا چونکہ واجد علی شاہ کی طبیعت حُسن پرست تھی تیر جگر دوز محبت سینے پر بیٹھا اور ہاتھ سر ہوش و عقل سے اُٹھا۔ مگر عزیز و اقارب معزز و ممتاز اُس بزم مین شریک تھے ہاتھون ہاتھ دل مضطر تھام کر رہ گئے ضبط کیا دم تک نہ مارا۔

جنون نے گریبان کی درخواست کی وہ صحبت اُسیوقت برخاست کی

پھر دوسرے روز وہی صحبت رقص و سرود کی آراستہ ہوئی وزیرن کے جوش محبت نے واجد علی شاہ کے دل مین ایک درخت جمایا اور حضرت جنون نے دامن و گریبان پر دست درازیان کین اور رنگ سرخ زعفرانی ہوا **انجم النسا** نام بیگم خطاب پینتالیس برس کا سن و سال علی نقی خان ابن محمد علی خان کی نسبتی بہن (سالی) محل مین داروغہ تھی یہ عورت نہایت عقیل و فہیم تھی اُسپر قلعی الفت کی کھل گئی۔ یہ پروانے کے مانند واجد علی شاہ پر نثار تھی اور اٹھارہ چوسر والیان اُسی کے ذریعہ سے نوکر تھین ایک دن واجد علی شاہ نے تخلیے مین ساری کیفیت اُس سے بیان کی۔ نجم النسا ہزار دل سے جان فشانی مین مصروف ہوئی۔ امین الدولہ جو امجد علی شاہ کے وزیر تھے واجد علی شاہ کے اُستاد تھے اُنکی سفارش سے ایک

زمین خون ناحق سے گلزار ہو		کہ گلزار منزل بھی گلزار ہو

پریخانے کا آراستہ ہونا اور پریون کی مختصر کیفیت

جب حور و پری رخسار عورتین جمع ہوئین جنکی صحبت زنانہ مزاجی اور بے ہمتی اور بزدلی پیدا ہونے کی محرک تھی تو واجد علی شاہ نے ایک مکان جسکا خطاب **پری خانہ** تھا آراستہ کیا۔ اُس مین ایک حوض سنگ مرمر کا تیار ہوا۔ لب وحوض چینی کے گلدستے اور گرد اس کے تختون کا فرش اور اُس فرش پر ایک پلنگ مرصع کار بچھا ہوا عجب بہار دیتا تھا اُس پری خانے مین قیمتی اسباب سجایا گیا پری خانے کے دروازے پر ترک سوارنیان پہرے کے واسطے مقرر ہوئین مجال نہ تھی کہ کوئی اُسکے اندر بے حکم قدم رکھ سکے مگر داروغہ نجم النسا اور رامن وغیرہ اور حور نژاد پریان اور غلام رضا اور گھمن اور چھجو اور ثابت علی وغیرہ تعلیم دینے والے تجلی افروز پری خانہ ہوتے تھے اعظم بہو اسباب پری خانہ کی مہتمم تھین کئی لاکھ روپے سالیانے کا خرچ تھا اب بعض پریون کا نام بھی سنو۔

(۱)۔ یاسمن پری یہ ایک عورت پردہ نشین تھی۔ میر اکبر علی کے ذریعہ سے محل مین آکر کھل کھیلی اور **یاسمن پری** خطاب پایا۔

(۲)۔ **سلیمان پری** سے خانۂ عشرت رشک قاف بنا۔

(۳)۔ نجم النسا کے ذریعہ سے **عزت پری** کا ستارہ صحبت مین چمکا۔ مگر یہ تینون پریان گانے بجانے سے بے بہرہ تھین اس وجہ سے واجد علی شاہ کا دست خواہش انپر دراز نہین ہوا۔

پھرین دم بخود ہو کے نجم النسا | کہ موقع سخن کا نپایا ذرا
مجھے آ کے دیکھا تو یہ حال تھا | کہ بالکل پریشان احوال تھا

القصہ امن و امان اور نجم النسا تینون وزیرن کے مکان سے لوٹین اور واجد علی شاہ کو تسلی دینے لگین اور کہنے لگین ایسا نہو کہ یہ کثرت وحشت تمہاری کوئی فساد اُٹھائے اور پرچہ اخبار بادشاہ (امجد علی شاہ) تک پہونچائے۔ بعد اسکے تین شخص ایک غلام علی نام بہار الدولہ خطاب بھرمار پلٹن کے سالار دوسرے میر اکبر علی نام اکبر الدولہ خطاب کارپرداز دیوان عام تیسرے میر مہدی مخاطب بہ امیر الدولہ اس کام پر مستعد ہوے کہ وزیرن سے ملاقات کی کوئی سبیل نکالین مگر اُس پری رخسار کی مان سد راہ تھی اسلیے ناوک تیر نشانے پر پہونچا نہ تھا پھر دوسری بار نجم النسا اُسکے گھر گئین مگر بی جان نے صورت مواصلت نہ نکلنے دی بلکہ اُسنے یہ صاف کہدیا کہ میرے گھر آپ کبھی نہ آئیے گا۔ ناچار نجم النسا مایوس پھری اور ساری کیفیت واجد علی شاہ سے ظاہر کی واجد علی شاہ نے میر مہدی کو بلاکر ساری کیفیت سے مطلع کیا اور کہا کہ جب تک وزیرن نہ آئیگی مین نے ترک آب و طعام کیا مگر اُنھون نے بھی اِس بات مین کسی قدر تامل کیا اور کہا کہ حضرت ایسا نہو کہ بادشاہ پر یہ کیفیت کُھل جائے اور تازہ آتش فساد سر اُٹھائے غرض اسی قیل و قال مین ایک مہینہ گذرا اور ناتوانی نے زیادہ ہاتھ پانوٗن نکالے اور تدبیرین کارگر نہوئین۔ غم مفارقت سے جان زار پر آبنی واجد علی شاہ مکان بادشاہ منزل مین پہونچے اور گلزار منزل نام جو اُس مکان مین کمرہ تھا اُسکی تمام کھڑکیان بندکین۔

ہوئی کثرت حسرت و آرزو | یہ چاہا کہ مرنے سے ہون سرخرو

میر مہدی اور نجم النسا سے درپردہ نفاق رکھتا تھا اُسنے پریونکا اکھاڑہ جنپر
واجد علی شاہ کی بے حد عنایت تھی درہم برہم کردیا تفصیل اسکی یہ ہی کہ ایک دن
بزم رقص و سرود منعقد تھی کہ ایک گلرخسار حیدری خانم نے واجد علی شاہ سے
گھر جانے کی اجازت چاہی ہشیر نے عرض کیا کہ یہ ارباب دغا پیشہ دشمن وفا
گھرون مین جاکر بازاری مزے اڑاتی ہین اور زر و جواہر جو حضور سے دستیاب
ہوتا ہی وہ یارون کے صرف مین آتا ہی نجم النسا مال سرکار مفت برباد کرتی ہے
گو واجد علی شاہ اِن شمشیر ابرؤن کا دم محبت بھرتے تھے لیکن جب یہ جوہر ذاتی
اُنکے کھلے حکم دیا کہ کوئی پری رخسار سلطانی پری خانے سے باہر جانے نہ پائے یہ حکم
سُنتے ہی وہ پری وشین مضطر ہوئین اور قیام دائمی سے گریز کیا آخرکار رازِ نہان
دہان زخم کی صورت کھل گیا تیر ممانعت کی نشانہ ہوئین۔

نکلنا محل سے اُنھین تھا محال ہوا جلسۂ عیش مین یون ملال

وزیرن کسبی سے عشقبازی۔ شب کو خفیہ عظیم الدولہ کے مکانپر وزیرن کی ملاقات کے لئے واجد علی شاہ کا جانا۔

وزیرن نام لکھنؤ کی ایک کسبی واجد علی شاہ سے رسم نامۂ پیام جاری رکھتی تھی
اُس سے بھی حضرت کو محبت اور دلی تعلق تھا ایک دن بزم رقص مین یہ کسبی ناچ رہی
تھی اور سکندر حشمت واجد علی شاہ کے بھائی اُنکے پاس بیٹھے تھے اتفاقًا باتون
باتون مین اُن کی زبان سے یہ تازہ مضمون کھلا کہ مجھ سے بھی یہ کسبی رسم نامۂ پیام
رکھتی تھی مشہور ہے فرقۂ کسبی ناآشنائے محض ہے اُس سے دریافت کیا گیا تو انکار

(۴) دلربا کسبی جو دلربائی مین مشہور تھی اور حیدری نام تھا اُسنے اپنی چھوٹی بہن کو
بڑی چالاکی سے حاضر حضور کیا بوجہ کمسنی کے علم رقص و سرود سے محض ناواقف تھی
لیکن بوجہ خوبصورتی کے **سلطان پری** خطاب دیا تھا۔

(۵) محبوب جان طوائف مرزا مہدی داروغۂ چکلہ[۱] کے ذریعہ سے عہد ولیعہدی
مین حاضر بزم عشرت ہوئی چونکہ ولیعہد بہادر کی طبیعت عالم شباب مین حسن پسند
تھی جلسے مین داخل ہوگئی **ماہ رخ پری** اُسکا نام قرار پایا ایکدن واجد علی شاہ
عالم ولیعہدی مین بادشاہ کی طرف سے خدمت قلمدان سے سرفراز ہوئے بگھی پر
سوار اپنے باپ امجد علی شاہ کی خدمت مین جاتے تھے محبوب جان کی ماں مستغیث
ہوئی اور گھوڑون کے روبرو لوٹ گئی اور محبوب جان کی طالب ہوئی یہان طبیعت
آئی ہوئی تھی پانسو روپے اُسکو دیکر رضامند کیا

سلطانی پری خانے سے پریون کے نکلنے کی ممانعت ہوجانا کیونکہ وہ اپنے گھرون کو جاکر وہان یارون سے مزے اُڑایا کرتی تھین

دو خواجہ سرا حبشی امجد علی شاہ نے ولیعہد بہادر کو عنایت کیے تھے اُن مین سے
ایک کا نام فیروز تھا اُسکی عمر چالیس برس کی تھی وہ نمک خوار بنکر نعمت خانے
کا داروغہ ہوا۔ دوسرے کا نام بشیر تھا عمر اُسکی پچاس سال کی تھی واجد علی شاہ نے
اُسکو خلعت نظارت عنایت کیا یہ خواجہ سرا نصیر الدین حیدر کا غلام اور ناظر محل تھا
پھر محمد علی شاہ کے رشتۂ ملازمت مین گرہ بند ہوا پہلے کسبی محلون کی نظارت سپرد
ہوئی پھر گھنڈی والون کی پلٹن اُسکے حوالے کی گئی یہ بشیر نہایت چالاک تھا

[۱] وہ محلہ جہان کسبیان رہتی ہین ۱۲

اور چھجو نام دونون حقیقی بھائی بھی آکر نوکر ہوے غرض اب شب و روز جلسۂ رقص و سرود گرم تھا

کتاب غنا وقت تقسیم تھی نیا مدرسہ طرفہ تعلیم تھی

رفتہ رفتہ نتھو کا رنگ بخوبی جما اور اُستاد بنا اُسنے علم موسیقی کو رونق دیکر الحان داؤدی اُڑایا اسی زمانے مین ایک شخص ۳۶ برس کا سن نہایت قوی جوان آکر نوکر ہوا کوتاہ قد فربہ بدن خوش مزاج لطیف ظریف تھا۔ ایک دن آہو کے سینگ کو ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اس کو ہر وقت حکم حضوری حاصل تھا۔ اِس کا نام غلام رضا تھا۔

عالم ولی عہدی مین مُنّا سے ملاقات کی تجویز

واجد علی شاہ کو ایام ولی عہدی مین یہی مشغلہ تھا کہ جس قدر عورتین پری رخسار نازک اندام خوش گلو گانے بجانے والی آئین جمع ہون اور اصطلاحی نام اُن کا **معروضۂ اتحاد** قرار پایا تھا۔ ایک دن نجم النسا اور راما من واسن نے آکر عرض کیا کہ حضور مبارک ہو ایک **معروضہ** سراپا حسین نہایت طرحدار تیار ہے اُسکی عجب چاندسی شکل ہے سترہ سال کی عمر ہے گانے بجانے مین طاق ہے مُنّا نام ہے واجد علی شاہ کا عالم شباب بہار پر تھا کیفیت حُسن سُنکر ہزار جان سے عاشق نثار بن گئے مگر وزیرن آتش حسد مین سپند کی طرح جلنے لگی اُسنے تازہ آتش فتنہ مشتعل کی کہ جسکی وجہ سے وہ شعلۂ رخسار کچہری صدر مین گرفتار ہوئی اور میر مہدی کی معرفت اُسنے قید سے رہائی پائی اور پھر صحبت کا رنگ جما اور برج عشرت مین داخل ہوئی اور وزیرن پر برق مفارقت ٹوٹی۔ کسبی تھی ہی پہلے علی بخش

کردیا کہنے لگی مین خواب مین بھی سکندر حشمت بہادر سے خبر نہین گو سکندر حشمت کی منظور نظر تھی مگر صاف چشم محبت بھر گئی اور حجاب کی وجہ سے اُسکے چہرہ کا رنگ زرد ہوگیا خار کھاکر اُس جلسے سے اُٹھ گئی بزم رقص برہم ہوئی مگر واجد علی شاہ کا دِل اُس محبوب جان کی زلفون مین درپردہ مبتلا ہوا اُسکا مکان گولہ گنج مین تھا حضرت نے اُس سے اقرار کیا کہ مین عظیم اللہ کمیدان کے گھر مین جو تمھارے مکان کے قریب واقع ہے رات کو کسی دن آؤنگا اور وہان بیٹھکر تم سے ملاقات کرون گا یہان جگہ موقع کی نہین وعدہ مضبوط تھا ایک روز شب کو پوشیدہ پالکی مین سوار ہوکر نجم النسا کے ساتھ کمیدان کے مکان پر گئے۔ سید علی نقی خان سے پہلے ملاقات اِسی مکان مین ہوئی تھی۔ وزیرن کے انتظار مین واجد علی شاہ کی آنکھین نرگس کی طرح واتھین مگر درپردہ مشغلہ ستار سے تھا کہ وزیرن بھی حاضر ہوگئی اور نصف شب سے زیادہ بڑے عیش وعشرت مین گذری کہ یکایک کالی گھٹا پیدا ہوئی۔ بارش کے خوف سے واجد علی شاہ وہان سے اُٹھ آئے۔ کئی دِن اسی طرح صحبت ملاقات رہی۔

بزم عشرت آراستہ ہونا۔ پری پیکرون اور ڈھاریون کا رقص و سرود کے واسطے جمع ہونا

اُمن و امان کا باپ نتھو اور اُن کا چچا غلام نبی اور اُن کا بہنوئی گھمن اور اُن کا ماموں غلام حیدر یہ چارون رقص و سرود کی تعلیم دینے مین اُستاد کامل تھے حاضر حضور ہوے اور اپنی نغمہ پردازیون کا حُسن خوش الحانی کے ساتھ آشکار اکیا۔ نتھو اور گھمن نوکر ہو گئے اور چند ڈھاری بھی نوکر رکھے گئے۔ ثابت علی

دلم در غم او فرحناک شد بگفتم کہ خس کم جہان پاک شد

چینی نام ایک کسبی کا پری خانے مین داخل ہونا

ایک دن پری خانے مین رقص و سرود کا جلسہ تھا کہ اُس گرما گرمی مین ایک کسبی گندمی رنگ تیس برس کا سن و سال نہایت ملیح شوخ طرحدار ناچ گانے مین یکتا پریخانے مین آئی اُس کا نام چینی تھا۔ اور فیضو کسبی چونے والی اُسکی مان کا نام تھا حضرت کی طبیعت اُسپر آگئی اور اُسکی طبیعت حضرت پر آگئی اُسنے اپنی مان سے کہا کہ اب مین یہین رہونگی میری اور تمھاری اب علیحدگی ہی دو توڑے زر نقد کے دیکر اُسکو رضامند کیا مگر یہ پرچا امجد علی شاہ تک آگیا آتش غضب سلطانی مشتعل ہوئی اس شعلہ وش کو طلب فرمایا۔ عالم مجبوری تھا وہ معروضہ میر ہادی کے ساتھ بادشاہ تک پہونچا اُس نے صاف صاف بادشاہ سے اِن ابیات کا مضمون عرض کیا۔

خوشی سے کیا مین نے ترکِ حرام خدا شاد و راضی رسول و امام
خوشی سے ولی عہد کے گھر پڑی ستارہ شرف مین تھا قسمت لڑی

اسکے بعد اپنی مان کا راضی نامہ حضور مین پیش کیا آتش قہر سلطانی اُس تقریر سے سرد ہوئی اور ولی عہد کی صحبت گرم ہوئی۔

حضرت عباس کی درگاہ کو پریونکا جانا

حضرت عباس کی درگاہ کو جو شہر لکھنؤ مین مشہور عام ہی روشنی مین نوچندی کی سیر کے لیے یہ سب پریان جو تماشا دوست تھین حسب اجازت آرائش کے ساتھ گئین

اور نواب ... سے ... پیدا کیا جب اُن سے صحبت برآر نہ ہوئی سیاح نام مرد جو
پچپن برس کا تھا اُس کے گھر مین جا پڑی۔

منا کا اپنے گھر کو فریب سے جانا اور چھوٹے خان طبلہ نواز کی گرم بازاری

جب منا مذکور شبستان عشرت کی شمع بنی امتیاز پری خطاب ہوا۔
وہ نظرون مین حضرت کی ممتاز تھی وہ عیّار وشوخ ودغاباز تھی
ایک طبلہ نواز چھوٹے خان نام اپنے فن مین بڑا ہوشیار تھا سُرخ وسفید قوی
سینتیس برس کا سن وسال شہر دہلی کا رہنے والا غلام علی کی معرفت آکر نوکر ہوا
اور یہان تک رسائی پیدا کی کہ غلام رضا کے رتبے کو پہونچ گیا۔ منّا کو اُس سے درپردہ
ساز تھا ایک دن رخصت لیکر اپنے گھر کو گئی جب دو دن وعدے کے زیادہ گذرے
انجم النسا اُسکے گھر گئی دیکھا کہ طبیعت اُسکی ہوا کے مانند پھری ہوئی ہے۔ پری خانے
مین آنے سے انکار کیا آخر یہ معاملہ واجد علی شاہ پر آشکار ہوا طبیعت بیمار کی صورت ہاتھ
سے جاتی رہی محمد حسین خواجہ سرائے حبشی جسکی عمر پچیس سال کی تھی اور جودجیہ النسا بیگم
زوجہ میر ہادی سیف الدولہ ناظم گونڈہ وبہرائچ کے پاس تھا اور فیروز خواجہ سرا کی
معرفت آکر نوکر ہوا تھا وہ حسب الحکم منّا کے گھر گیا اور اُسکو سبز باغ دکھاکر پریخانے
مین لایا لیکن وہ یہان آکر خوش نہوئی یہ صحبت اُسکے پہلو مین کانٹے کی طرح کھٹکتی رہتی تھی
ہردم آنکھون سے اشکون کی جھڑی لگی رہتی تھی آخر کار مجبور ہوکر دو چار دن کے بعد
واجد علی شاہ نے اُسکو اجازت گھر جانے کی دی اور ایک بے بہا انگوٹھی الماس سمیت ہاتھ آئی اور
ایک سال کے بعد وہ مدقوق ہوکے جہان سے گذری یہ شعر واجد علی شاہ کی زبان سے اُسکی نسبت ہے

معزز اور صاحب عصمت ہوئی جب حمل کے دن پورے ہوئے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔
امجد علی شاہ نے اُسکو شمس آرا بیگم خطاب دیا دو مہینے کے بعد اُس کا انتقال ہو کر
آغوش لحد مین سوئی اس سبب سے فرخندہ بخش خواص کی خواص رہی۔

پیاری عمدہ اور پیاری صاحب اور ایک خانگی عورت اور بندی جان اور حسینی کا داخل پری خانہ ہونا

حسین علی اور فیروز نے ایک حسین عورت جس کو پیاری عمدہ کہتے تھے
پیش کی وہ پری خانے مین داخل کی گئی اور علم رقص و سرود کی تعلیم
پانے لگی **شہنشہ محل** خطاب ہوا۔ پھر ایک حسین عورت پیاری صاحب
خیالی ڈومنی کی بیٹی محمد حسین کے ذریعہ سے پری خانے مین داخل ہوئی
خوش ادا تھی تعلیم پاکر گانے مین یکتا ہوئی **معشوق محل صاحبہ** خطاب
پایا۔ واجد علی شاہ کی طبیعت عہد ولیعہدی مین کہ عالم شباب تھا نہایت
حسن پرست اور عورت دوست تھے ایک خوبصورت خانگی امن و امان کی
بدولت اُنکی دولت ملازمت سے مالامال ہوئی وہی پریخانہ تھا اور وہی تعلیم
رقص و سرود اسنے **پری پیکر حضرت محل صاحبہ** خطاب پایا[1] پھر
ایک گل اندام بندی جان نام حسین علی کی معرفت پریخانے مین آئی گانا بجانا
سب کچھ آیا **دلدار محل** خطاب پایا یہ عورت نہایت خوش گلو تھی۔ پھر ایک
عورت **حسینی** نام نجم النسا کی معرفت آکر داخل محل ہوئی۔

[1] دیکھو طلسم ہند ١٢

اور زیارت سے مشرف ہوئین۔ نجم النسا اور میر مہدی اہتمام کے لئے ساتھ تھے
پنجشاخون کی روشنی اس کثرت سے تھی کہ تماشائیون کو در پردہ لطف نظارہ بازی
حاصل تھا کبھی آنکھین لڑتی تھین اور کبھی دل زلفون مین اُلجھتا تھا غرض پہر رات گئے
وہ سواریان پھر کر محل مین داخل ہوئین۔ اِن مین سے سلیمان پری کا رتبہ بڑھا زیور
مرصع کار اور زر نقد و جواہرات ہاتھ آیا سلیمان محل خطاب پلیا اور مردم چشم کی طرح پردہ نشین ہوئی۔

سلیمان پری نیھی بیگم۔ نواب خاص محل صاحبہ معروف بہ اعظم بہو اور فرخندہ بخش سے واجد علی شاہ کے اولاد پیدا ہونا

سُلیمان پری جسکو حمل رہنے کی وجہ سے سلیمان محل خطاب دیکر واجد علی شاہ نے
اپنا محل بنایا تھا اُسکے ایام موعود تمام ہوے تو لڑکی پیدا ہوئی اور نیھی بیگم جو بڑی
ممتاز اور صاحب جمال تھی اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا جب یہ اخبار فرحت آثار
امجد علی شاہ کے گوش گذار ہوے اُنھون نے نیھی بیگم پر بڑی شفقت فرمائی ایک
نتھ اُسکو مرحمت کی اور فرزند کو سپہر قدر کا خطاب دیا اور لڑکی کا خطاب سپہر آرا
مقرر کیا مگر نیھی بیگم کا لڑکا بہت قریب مر گیا اور اُس دختر کو امجد علی شاہ نے اپنی
بیٹی اشرف النسا بیگم المخاطب بہ افسر بہو زوجۂ نواب سرفراز الدولہ کی آغوش راحت
مین ڈالا تاکہ اولاد کا داغ دل سے دور ہو یہ افسر بہو واجد علی شاہ کی حقیقی بہن تھین۔
اعظم بہو بھی حمل سے تھین جنکے فرزند پیدا ہوا۔ بزم جشن تولد فرزند ناچ رنگ سے
رونق پذیر ہوئی اور اِس تہنیت مین توپین چلین۔ امجد علی شاہ نے اِس لڑکے کا
خطاب مرزا بیدار بخت مقرر کیا اِسکے بعد فرخندہ بخش کے حمل رہا وہ بھی نظرون مین

معشوق پری اور عزت محل سے واجد علی شاہ کے اولاد پیدا ہونا۔

نجم النسا کی وفات کے بعد امراؤ بیگم کا پریخانے کی داروغگی پر مامور ہونا

معشوق پری نے جو پریخانے مین رہتی تھی صاحب حمل ہونے کی وجہ سے محل عصمت مین جگہ پائی اور اُس سے بیٹا پیدا ہوا امجد علی شاہ نے اسکا خطاب فریدون قدر مقرر کیا۔ پھر عزت محل سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور مہر آرا بیگم بادشاہ کی طرف سے خطاب ہوا یہ دونون بچے دو ایک دن چھوٹے بڑے تھے۔ پھر اسی زمانے مین داروغہ نجم النسا جو دمساز و محرم راز تھی راہی ملک آخرت ہوئی یہ شعر حضرت کی زبان سے نکلا

جُدائی کا مجھکو بڑا غم ہوا ‏ ‏ ‏ ‏ چراغ لحد داغ ماتم ہوا

نجم النسا کی وفات کے بعد کاروبار محل مین خلل واقع ہوے اسلئے میر مہدی کی معرفت وفا بیگ خان کی بہن امراؤ بیگم عہدۂ داروغگی پر مامور ہوئی یہ عورت قدسیہ محل زوجۂ نصیر الدین حیدر کے رشتہ دارون مین تھی ۳۵ برس کا سن فربہ بدن سرخ و سفید کلان چہرہ دراز قامت مگر حاجی شریف کی وجہ سے اُنکی داروغگی نے رونق نہ پائی

دو عورتون کا پریخانے مین داخل ہونا

نھی بیگم کی معرفت ایک کسبی کرم بخش والی نے پریخانے مین آکر امیر پری خطاب پایا اور فیروز نامی ایک کسبی اعظم بہو کے ذریعے سے آکر وزیر پری بنی۔

امراؤ نامی ایک کسبی پر عاشق ہونا اور اُس سے برجیس قدر نامی بیٹا پیدا ہونا

جب ماہ شعبان تمام ہوا تو ۲۰ رمضان کو مولود شاہ مردان شیر یزدان

اچھی صاحب نام ایک کسبی پر اثنائے رقص و سرود مین واجد علی شاہ کا عاشق ہو جانا اور اُس کا محل مین پڑجانا اور پھر اُس سے ترک ملاقات ہونا

جب نھی بیگم کے بیٹا پیدا ہوا تھا تو جشن شادی کا بڑا سامان ہوا تھا بہت سی رنڈیان ناچ کے لئے بلائی گئی تھین۔ گلزار منزل مین ناچ رنگ کا جلسہ تھا پری رخسار رنڈیون کے طائفے جمع تھے اور ناچ ہو رہا تھا کہ ایک کسبی اچھی صاحب نام بیبا طوائف کی بیٹی سے واجد علی شاہ کی آنکھ لڑ گئی میر اکبر علی نے اُسکی مان کو زرِ نقد دیکر رضا مند کیا آخر محل مین پڑی معشوقۂ خاص بنی لیکن کچھ دنون کے بعد شب وصل کی صبح ہوگئی وجہ اسکی یہ ہو کہ واجد علی شاہ کا دل سرفراز بیگم پر جس کا خطاب سرفراز پری تھا زیادہ تر مائل تھا تیغ ابرو کا گھائل تھا اچھی صاحب آتش رشک مین جلنے لگی چونکہ اُس سے دل ہٹ گیا تھا آخر ترک ملاقات ہوئی۔

بعض مصاحبون کا تقرر

غلام رضا گویے کے باپ غلام علی عرف نتھو کی سفارش سے دو شخص ایک غلام نبی خان جو غلام رضا کا چچا تھا اور دوسرا غلام حیدر کہ غلام رضا کا ماموں تھا ولیعہد بہادر کی سرکار مین آکر ملازم ہوے اور چھوٹے خان طبلہ نواز کی سفارش سے گھسیٹا نام اُسکا بھائی اور غلام حسین کی معرفت محمد حسن جو اُسکا نسبتی بھائی (سالا) تھا نوکر ہوے اور چھجو خان ڈھاری کے دو بھائی نثار علی اور ثابت علی اور حیدر علی خان کا بھائی خواج بخش سررشتۂ ملازمت مین داخل ہوے اور ہر ایک کو مصاحب خطاب ملا۔

دن کے اندر مرگیا - اِس پری کو رسم تعزیت مین ایک خلعت عطا ہوا اور اُس سے قید خلوت برطرف ہوکر پردے سے نکلنے کی اجازت ہوگئی -

کئی پریون وغیرہ کی زناکاری کی تحقیقات اور سزائین

ممّن اور حیدری دو خواصین نجم النسا کے پاس رہا کرتی تھین واجد علی شاہ نے غلام حیدر چیلے کے ساتھ ممن کا نکاح کرا دیا اور حیدری سرکاری خواصون مین شامل رہی جب اسکے کچھ آثار حمل آشکارا ہوے تو واجد علی شاہ کو کمال حیرت ہوئی کوڑے کے زور سے اُس سے دریافت کیا کہ واقع مین یہ حمل کس کا ہی مثل مشہور ہی کہ مار کے آگے بھوت بھاگتا ہی اُسنے مختلف باتین بنانا شروع کین جب زیادہ زجر وتوبیخ کی شدّت ہوئی تو بے محابا یہ مضمون اُسکی زبان پر آگیا -

کہا حمل ثابت علی خان کا ہی ۔ خطا کی خطا کام انسان کا ہی

نہین مین فقط ایک تقصیروار ۔ کہ اِس دام مین اور بھی ہین شکار

چنانچہ حورپری ثابت علی خان سے گرفتار تھی آخرکار بوقت تحقیقات جب یہ خطاے فاحش ثابت ہوئی حیدری کے سر پر گذری محل سے اخراج ہوا اور حیدر فراش نجم النسا کے لیپالک پر بھی اِسکے ساتھ عتاب ہوا - پھر ایک ترک سوارنی عورت ہمراہی حاجی شریف نے ایک نیا مضمون پیدا کیا کہ ایک خط شوقیہ کسی عاشق زار کا لا کر حورپری کو دیا اِسکی عبارت نے وہ زہر بویا کہ حضرت تک خبر پہونچی جب ہنگامۂ تحقیقات گرم ہوا تو یہ بات کھلی کہ ایک حمامی کی طرف سے اُسنے یہ آتش فساد روشن کی ہے اِس جرم پر اُسکے سر کے بال منڈوا کر بہ طرفی کے ساتھ رسالے سے باہر کیا -

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دن قصر خاقان مین مجلس عشرت آراستہ ہوئی کثرت روشنی وآلات شیشہ سے وہ مکان سراپا نور کا گھر تھا لذیذ کھانے دستر خوان پر چنے ہوے رکھے ہوے تھے واجد علی شاہ بھی کہ ابھی ولی عہد تھے ہمہ تن بلباس زرنگار اور زیورات مرصع کار سے آراستہ بیٹھے تھے جب رقص وسرود کی گرما گرمی ہوئی تو ایک کسبی امرائو نامی جسکی نائکہ کو عمدہ خانم کہتے تھے سامنے آئی وہ حضرت کی نظرون مین مردم دیدہ کی طرح سماگئی اور حضرت عشق نے آنکھین دکھائین چنانچہ وہ داخل محل ہوئی **حضرت محل** خطاب پایا اور حمل رہکر اُس سے ایک لڑکا پیدا ہوا امجد علی شاہ نے اس لڑکے کا خطاب **برجیس قدر** مقرر کیا اور بہت کچھ خوشی کی شلک تہنیت سرہوئی ۱۸۵۷ء کے غدر مین اس برجیس قدر کو بلوائیون نے تخت سلطنت لکھنؤ پر بٹھایا جب سرکار انگریزی نے لکھنؤ کو فتح کرلیا تو برجیس قدر مع اپنی مان کے نیپال کی طرف بھاگ گیا

فضہ حبشن اور یاسمن پری اور سرفراز پری کے حمل رہنے کا تذکرہ

فضہ نام حبشن جو خدمت شریف مین ممتاز تھی جب اُس کے آثار حمل ظاہر ہوے تو اُسکو پردے مین رکھا گیا حور **محل** خطاب ہوا بعد انقضاے ایام حمل جہان آرا بیگم لڑکی پیدا ہوئی اور **یاسمن پری** اور **سرفرازہ پری** جو پری خانے مین رہتی تھین اُنپر بھی حمل کا شبہہ ہوا اور وہ بھی پردہ نشین کی گئین مگر چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ یہ سب خیالی باتین تھین اصلیت اُسکی کچھ نہ تھی اسلیئے وہ پردے سے باہر آنے لگین اور بدستور گانے بجانے لگین اور **حور پری** کے بطن سے ساتوین مہینے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن واجد علی شاہ کے نطفے سے نہ تھا۔ یہ لڑکا چالیس

رات دنمین ایک دم کی جدائی شاق تھی۔ یہانتک نوبت آئی کر واجد علی شاہ نے
اِس فن مین اُسکو اپنا شاگرد کیا اور خلوت تک پہونچنے لگا۔ ایک دن اُس مرثیہ خوان نے
ایک عریضہ جسمین پریون کی شیطانی حرکتین حرف بحرف مذکور تھین پیش کیا اُس مین
تحریر تھا کہ **شیشہ پری** نثار علی پر نثار ہی۔ اور **سرفراز پری** ثابت علی پر جان دیتی ہی
اور **دلربا پری** کی غلام حسین سے آشنائی ہی اور **حور پری** کی بھی کسی سے لگاوٹ ہی۔

تامل کرین کچھ دنون گر حضور　　　دکھادون مین آنکھونسے یہ سب فتور

یہ مضمون وحشت انگیز سُنکر واجد علی شاہ کو بڑی پریشانی پیدا ہوئی تاب نہ آئی پریون کو
اُن مصاحبون سمیت جنپر دیوانہ تھین بُلا کر جمع کیا کہ پردہ رُخ راز نہان سے اُٹھے لیکن
گوہر علی خان اپنے عریضے کا ثبوت نہ دے سکا مُنھ کی کھائی۔ آبرو پر پانی پھرا۔ عزل
نصیب ہوا۔ دربار سے اخراج ہوا مگر آتش غضب نے درپردہ واجد علی شاہ کا تن بدن
پھونک دیا اور فرط غم و رنج نے صورت تپ و لرزہ پیدا کی۔ پریون سے آئینۂ دل پر کدورت
تھی اور مصاحبون کی صورت سے نفرت تھی دفعۃً عارضۂ تپ پیدا ہو گیا چلنے پھرنے سے
متعذر ہوے اُسپر سوزاک نے اور تازہ آگ لگا دی چھ مہینے کے بعد صحت حاصل ہوئی۔
مگر سرفراز پری کی اُلفت دل سے دور نہ ہوئی آخر کار **معشوقۂ خاص** کو تاب نہ پڑی
اُسنے واجد علی شاہ سے دلسوزی کی اور دل کے اضطراب و طبیعت کے پیچ و تاب کا
حال دریافت کیا عالم مجبوری تھا ساری کیفیت سرفراز پری کی جو گوہر علی کی زبان
سے سُنی تھی بیان کی معشوقۂ خاص پر بھی پریون کی ساری کیفیت قلعی کے مانند
کھُلی تھی اُسنے بھی نمک تازہ کہنہ زخمونپر چھڑکا اور ایسی باتین بیان کین جنکے سننے
سے پریون سے حضرت کا دل اُٹھ گیا مگر سرفراز پری کی آتش محبت رگ دل مین

جب یہ اخبار شوش امجد علی شاہ تک پہونچے تو وہ بہت ناراض ہوے حاجی شریف کو قید کردیا۔

بلقیس پری کا چوری کی علت مین نکالا جانا

واجد علی شاہ کی طبیعت کو مشغلہ عورتون کا تھا ہی کہ ایک اور رو ضعدار عورت اعظم بہو کی معرفت داخل پری خانہ ہوئی بلقیس پری خطاب ہوا مگر خاصیت طبیعت سے نہ گئی اُسنے چند تعویذ طلائی فلک قدر کے گلے سے کاٹ لئے اِس جرم مین محل سے نکالی گئی۔

واجد علی شاہ کا سرفراز پری کے عشق مین مبتلا ہونا۔ اور بعض پریون کی بدکاری کی تحقیقات واجد علی شاہ کا پریون کی بدکاری کی وجہ سے غم وغصّہ مین بیمار پڑ جانا۔ اور سوزاک کا بھی عارضہ پیدا ہونا۔ واجد علی شاہ کا سرفراز پری کے عشق مین اپنی ران پر مُہتال[1] سے داغ لگانا۔

ایک کسبی مخاطب بہ سرفراز پری جو سر سے پاؤن تک سراپا حسن تھی حضرت اُسکے عشق مین اِسقدر محو تھے کہ آبرو کا پاس جاتا رہا اور ایک تازہ گل کھلا تفصیل اسکی یہ ہی کہ میر احمد اور گوہر علی دو مرثیہ خوان نہایت خوش گلو تھے اِس پردے مین اُنکی ملازمت کا ٹھاٹھ جما اور گوہر علی کی صحبت نے وہ اثر پیدا کیا کہ واجد علی شاہ کو اسکی دُھن لگی۔

[1] معنی کا شعر ہی ؎ قلیان ہوا ہی جب سے لب یار کا ندیم ٭ مشتاق بوسہ کھتے ہین مُہتال پر نظر ٭

مطلق آپ کی اُلفت کی بو نہین۔ یہ سُنتے ہی کاوش خارغم دل مین پیدا ہوئی اور بیتابی
نے ہاتھ پاؤن نکالے۔ پھر سر فراز پری کا ثابت الدولہ کے ساتھ مبتلا ہونا
مسموع ہوا اور داروغۂ مکانات سے **وزیر پری** کی لگاوٹ سُنی گئی۔
پھر **دلربا پری** کی غلام حسین خان سے کیفیت آشنائی کی گوش زد ہوئی۔
لیکن وقت استفسار ہر ایک نے قسمین کھا کھا کر انکار کیا۔ آخر کار کوئی علاج اس درد
سخت کا سوائے خاموشی کے نہ تھا۔ لیکن دلربا پری سے کچھ نگاہ پھر گئی۔ اور بازار
محبت **معشوقۂ خاص** کا گرم ہوا اب سر فراز پری آتش رشک مین جلنے لگی۔
معشوقۂ خاص اور سر فراز پری مین یہان تک رنجش بڑھی کہ دونون مین زبانی تکرار
ہوئی اور راز سربستہ کُھلنے لگے۔ معشوقۂ خاص عالم غصہ و غضب مین یہ کہکر۔

کیا مجھکو بے آبرو اسقدر نہ سجدہ کرون ہو جو کعبہ اُدھر

سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی پھر **سلطان پری** بھی اس عارضے مین
مبتلا ہوئی لیکن داغ کندہ مہر کے ساق پا مین دکھا کر خط صفائی دستیاب کیا۔
اِدھر تو یہ کیفیت تھی اُدھر ایک حسین کسبی **مراد بخش** نام اَمَن کی معرفت آکر صحبت
عشرت مین سر فراز ہوئی جب دو تین مہینے کے بعد آثار حمل ظاہر ہوے تو پردے مین جگہ پائی۔

پریخانے مین دیو نفاق کا گھس جانا پریون کی آرایش مین خلل اندازی کی وجہ سے پریخانے کے مہتمم کی تبدیلی

بادشہ بخش اور دلربا پریان جو مبتلاے اتہام ہوئی تھین زیارت کربلاے معلی
کے واسطے خواستگار رخصت ہوئین مگر حاصل نہوئی۔ ایسی ایسی باتین پریون کے

ایسی نہ سمائی تھی کہ وہ معشوقۂ خاص کی آبیاری تقریر سے سرد ہوتی گو کدورت
آئینۂ دل پر چھا گئی تھی مگر محبت بلا ہی سرفراز پری کا خیال دل سے نہین جاتا تھا
یہ چند اشعار حضرت کی زبان سے اس مقام پر موزون ہین -

ملی آخر اک روز تنہا وہ شوخ | کہ مین تھا فقط اُس جگہ یا وہ شوخ
کیا مضطرب ہو کے مین نے بیان | کہ اے بے وفا یار نا مہربان
نظر تیری نا آشنا کب تلک | مرا دل اسیر بلا کب تلک
وہی تو پری ہی مین دیوانہ ہون | وہی شمع تو ہے مین پروانہ ہون

یہ مضمون گرما گرم سُنکر اُسنے قسمین کھانا شروع کین اور ہاتھ پنجۂ علم بردار کی طرف
اُٹھایا - عالم شباب بھی حسن پرستون کے واسطے ایک بلاے سخت ہی واجد علی شاہ
کا دل اُسکے عشق مین مبتلا تھا اُسکی اُنگلی سے انگوٹھی اُتار لی اور منظور یہ تھا کہ
اُسکو گرم کر کے جسم پر گل تازہ کھائین جب دن نکلنے لگا تو واجد علی شاہ اُٹھے چوکی پر
رفع حاجت کے لئے جا کر پھر آئے حقہ طلب فرمایا چونکہ دل مین آتش عشق کی لَو
لگی تھی چاہا کہ اُس شعلہ رو کی انگوٹھی چلم کی آگ پر گرم کرین مگر جوش اُلفت نے
زبان حال سے سمجھایا کہ معشوقہ کی انگوٹھی آگ مین رکھنا یہ تازہ داغ اپنے دل مجروح
کو دینا ہی لیکن شعلۂ محبت کب دم لینے دیتا تھا اُسکے عوض پنچے کی دھنال نکالکر چلم کی
آگ مین لال کی اور بائین ران پر داغ کھائے یہ سب رنگ حضرت عشق نے جمایا مگر
اُس گل اندام مین بوے اُلفت نام کو نہ تھی ایک دن اُس گلبدن نے بھی اپنی ران مین
جابجا داغ واجد علی شاہ کو دکھائے یہ رنگ دیکھ کر اُنکی آنکھون مین جوش محبت کی
وجہ سے آنسو بھر آئے کچھ دنون کے بعد پریون نے یہ عرض کیا کہ سرفراز پری مین

اُسنے ایک معروضے کے ذریعہ سے رخصت زیارت کربلائے معلی کی حاصل کی اُسکو دوہزار روپے زادراہ کے لئے عنایت ہوے وہ خواجہ سرا آمادہ سفر تھا دوسرے دن معلوم ہوا کہ سرفراز پری اور یاسمن پری اور ماہ رخ پری بھی مشتاق زیارت کربلائے معلی ہین مگر در پردہ ثابت ہوا کہ زیارت کے حیلے سے نوجوان پرستی کے لئے پرنچانے سے نکلنا چاہتی ہین اُن کو رخصت نہ ملی بلال کربلا کی طرف روانہ ہوا فضل خدا شامل حال تھا ایک سال کے بعد وہ دولت زیارت سے مشرف ہوکر واپس آیا اور پھر دوبارہ چھ مہینے کے بعد حاجی بلال نے وہی سوالِ زیارت موصوف کیا واجد علی شاہ نے پھر دوہزار روپے مرحمت فرمائے اور اِس خیال سے کہ ایسے نیک سفر سے روکنا خلاف مذہب ہی سرفراز پری اور یاسمن پری اور ماہ رُخ پری کو بھی چار چار ہزار روپے دیکر جانے کی اجازت دی اُنھون نے بھی سامان سفر تیار کیا اور روانگی کو آمادہ ہوئین پھر عذر مصنوعی زبانون پر لائین یہان کے سے مزے سفر دریا مین کہان تھے اُس عزم سے باز آئین مگر نا ممتاز رہین۔ حاجی بلال راسخ الاعتقاد تھا چلکر منزل مقصود پر پہونچا۔

ایک کسبی کا واجد علی شاہ کے محل مین شرعی حیلے سے بُلایا جانا

ایک کسبی پر واجد علی شاہ کا دل آگیا اور وہ بھی اُنپر فدا ہوگئی مگر ولیعہد بہادر بادشاہ کے خوف سے اُس کسبی کو اُسکے گھر سے نہین نکال سکتے تھے کیونکہ اُسکی نائکہ روکتی تھی میر مہدی نے یہ راہ نکالی کہ سید ابراہیم اور وہ کسبی دونون مجتہد کے پاس گئے اور بحکم شرع رشتۂ عقد مین پابند ہوے خوف نائکہ دل سے نکلا پھر سید ابراہیم نے آتے ہی اُس کو

نفاق دلی کی وجہ سے ظہور مین آتی تھین۔ واجد علی شاہ انپر از حد عنایت فرماتے
اور طبیعت عالی اُنکی صحبت سے مالوف تھی پریون کی یہ باتین سنتے مگر اُنکی جدائی
گوارا نہ تھی۔ آخر کار پھر اُس پریخانے مین دیو رشک وحسد نے گھر کیا یعنی نواب
خاص محل الملخاطب بہ اعظم بہو جو مہتمم پریخانہ تھین وہ آتش رشک مین جلنے لگین
پریون کی آرایش مین خلل اندازیان شروع کین اور بے محل باتین درمیان مین
آئین ناچار وہ اہتمام محمد حسین کے سپرد ہوا اور معتمد خطاب ملا۔ اس معتمد محمد حسین
خواجہ سرا کی معرفت دو خواجہ سرا جو سیف الدولہ میرہادی ناظم گونڈہ وبہرائچ کے زرخرید
تھے آکر ملازم ہوے ایک کا نام ریحان تھا اُسکی عمر بائیس برس کی تھی دوسرے کو حاجی شریف
کہتے تھے۔ اسکی عمر پینتالیس سال کی تھی ایک ریحان علی خان بنا اور دوسرا حاجی محمد شریف علی خان

واجد علی شاہ کا فارسی زبان مین قواعد ایجاد کرکے پہرہ دارنیونکو سکھانا

خواجہ سرا حاجی شریف اپنی چالاکی اور خوش فکری کے باعث منظور نظر ہوا اور اُسکو اُن
تیس عورتون کی افسری مرحمت ہوئی جو چوکی پہرے کے واسطے نوکر رکھی گئی تھین اور وہ
نہایت چست وچالاک تھین اُن کو فارسی زبان مین قواعد واجد علی شاہ کی ایجاد کی ہوئی
سکھائی گئی۔ کرنیل ورجان باز یہ دو لفظ حاجی شریف کے خطاب مین زیادہ ہوے۔

بعض پریون کا پریخانے سے نکلکر نوجوان پرستی کرنے کے لئے کربلا جانے کا بہانہ کرکے رخصت چاہنا

بشیر اور فیروز کے سوا ایک خواجہ سرا بلال نام امجد علی شاہ نے عنایت کیا تھا

اور خاصہ وہی کھلایا کرتی تھی مہری خطاب ملا۔

بعض نئی عورتون کا پریخانے مین داخل ہونا
بعض عورتون پر واجد علی شاہ کی خفگی

دو عورتین کم سن اعظم بہو کی معرفت آکر خواصون مین داخل ہوئین ایک نے شاہ بخش اور دوسری نے الطاف بخش خطاب پایا یہ بھی منظور نظر تھین مگر روبرو بیٹھنے کا حکم نہ تھا خلوت نشین تھین۔

محمد حسین خواجہ سرا کی معرفت ایک نمکین حبشن نے شیرین خطاب پایا پھر اس شیرین کی وجہ سے دو حبشنین اور خواصون مین داخل ہوئین۔ اسی زمانہ مین چھ لونڈیان جو امجد علی شاہ کی تھین واجد علی شاہ کی محبت کی نظرون سے گرین اُنکی طرف سے چند روز حضرت کی طبیعت پھری رہی آخرکار خاص محل کی سفارش سے پھر اُن کی صفائی ہوئی مگر جگبری کدورت نہ گئی گو ظاہر مین عنایت رہی مگر باطن مین نفرت رہی۔

ایک عورت کا پریخانے مین پہونچکر نورافشان پری خطاب پانا

اس زمانے مین ایک عورت پریخانے مین داخل ہوئی اور نورافشان پری خطاب حاصل کیا اور تھوڑے دنون کے بعد زیارت کربلاے معلّی کی طرف روانہ ہوئی۔

واجد علی شاہ کا اپنے سنت وجماعت مصاحبونکو شیعہ کرنا

عہد ولی عہدی مین واجد علی شاہ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ یہ سب مصاحب جو مذہب

طلاق دی جدائی شاق تھی واجد علی شاہ کے محل مین اس فریب سے آپڑی
سکندر بیگم خطاب پایا اُسکی نائکہ عمدہ خانم یہ سنکر اپنے جامے سے باہر ہوئی اُسنے
امجد علی شاہ کے حضور مین استغاثہ پیش کیا کہ اس عہد معدلت مہد مین ولی عہد بہادر
نے مجھپر یہ جبر کیا کیفیت استغاثہ سے مطلع ہو کر بادشاہ نے سکندر بیگم کو اپنے حضور
مین بلایا چونکہ اُسکو حرام سے انکار تھا استغاثہ نا مسموع ہوا۔
مجتہد صاحب نے جو ۲ شوال ۱۲۶۱ہجری کو ایک معروضہ مین امجد علی شاہ بادشاہ
کو لکھا تھا حتّیٰ کہ بعض طوائف کسبیہ از کسب حرام محترز گشتہ دست بدامن پاک دامنی
زدہ و مقید بر نکاح و متاع گشتہ اند یہ اسی قسم کی کارگذاریون کے جوش و ولولہ کا اظہار ہے
واجد علی شاہ نے ایک باغ تعمیر کرکے سکندر بیگم کو عطا کیا تھا جو اُسی کے نام کی نسبت سے سکندر باغ مشہور ہوا

واجد علی شاہ کی ایک مونھ بولی بہن کی وفات

امامن — امامن نے جو امن کی بہن اور پریخانے کی مہتمم تھی انتقال کیا اس سانحہ سے
حضرت کو بہت رنج ہوا۔

محمدی کہاری پر واجد علی شاہ اتنے فریفتہ ہوے کہ صبح کو اُٹھکر اول مُنھ اُسکا دیکھتے تھے

محمدی نام ایک کہاری جو پیشتر نصیر الدین حیدر کی نوکر تھی اب اِس سرکار مین
آکر نوکر ہوئی۔ کہاری تھی سواری دی۔ مگر حکم عدولی کی کہ گھر مین پڑنا قبول نہ کیا۔
اِس کی نرگس چشم اِس قدر منظور نظر تھی کہ واجد علی شاہ صبح کو اُٹھکر اُسکا مُنھ دیکھتے تھے

پان پانسو روپیہ ایک ایک کو عنایت ہوا اور تلواریں اور تمنچوں کی جوڑیاں اور ڈھالیں اور ولائتی بندوقیں مرحمت ہوئیں اور خاص مکان خوابگاہ میں پلنگ پہ چوکی پہرا ان جان بازوں کا مقرر ہوا۔

مہنک پری سے بیٹا پیدا ہونا

مہنک پری کو حمل رہگیا ابھی تک بے پردہ تھی بُاسکو پردے میں داخل کیا افتخار النسا خطاب ملا نو مہینے کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن دو چار ہی دن زندہ رہا کہ آغوش دایہ لحد میں ہویا۔

ایام بادشاہت میں ایک بیٹے کی پیدائش کی تقریب پر بادشاہ کا دفاتر میں رقص و سرود کے لئے حکم دینا اور مجتہد کا اُسکے بند کرنے کے لئے التماس کرانا

یہ بات دل چسپی سے سننے کے قابل ہے کہ ایکبار اُنکے کسی بیگم سے بیٹا ہوا یہ بادشاہی کا زمانہ تھا اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے مصلح السلطان کو یہ حکم لکھا:۔

مصلح السلطان بہادر باہل دفاتر ابلاغ حکم نمایند کہ از روز یکشنبہ تعطیل بتقریب تہنیت تولد شاہزادۂ نونہال ریاض سلطنت و اقبال محفل نشاط رقص و سرود منعقد سازند شرف الدولہ لوازم طعام وغیرہ مایحتاج سرانجام نمودہ دہد بست وہفتم شوال ۱۲۶۸ھ ہجری اسپر مجتہد العصر لکھتے ہیں۔

باسمہٖ وسبحانہٗ

مصلح السلطان بہادر احکام شاہی بار تکاب قص و مناہی در محکمہ جات رسیدہ الحال حکم

سنت وجماعت رکھتے ہین شیعہ ہون آپ نے اُن سے کہا تو اُنھون سخت انکار کیا اس سانئے کے نیچے کسی طرح نہین آتے تھے آخر بہت کچھ فہمائش کے بعد سب نے شیعہ بننا قبول کیا اور سید محمد کے گھر پر جاکر جو اُس زمانے مین مجتہد العصر تھے یہ مذہب اختیار کیا خطابون سے اس طرح مشرف ہوے۔ قطب علی خان کا نام غلام یداللہ خان ہوا اور نتھو خان غلام علی خان بنے اور گھمن غلام حسین خان ہوے۔

ایک بہروپیے سے مقابلے کے لئے آمادہ ہونے کے صلے مین واجد علی شاہ کا اپنے مصاحبون کو انعام اور جنگی سامان دینا

صحن باغ مین ایک بنگلہ فلک سیر نام نہایت آراستہ تھا اُس مین ایک دن واجد علی شاہ بیٹھے ہوے تھے ولی عہدی کا زمانہ تھا ابھی گھڑی دن باقی تھا کہ بارش شروع ہو گئی چند مصاحب ثابت علی خان غلام رضا خان۔ چھجو خان۔ اور قطب علی خان وغیرہ پاس موجود تھے اور رنگین رنگین حکایات کہہ رہے تھے کہ ناگاہ واجد علی شاہ کے اشارے سے ایک بہروپیا زخمی صورت خون ٹپکتا ہوا شمشیر بکف آیا اور اُسنے واجد علی شاہ پر حملہ کیا۔ اُنھون نے بھی تجاہل عارفانہ کرکے بیقراری اور اضطراب شروع کیا۔ غلام رضا خان اور چھجو خان اُٹھکر دست وگریبان ہوے قریب تھا کہ اُسکی تلوار جو لہو سے بھری ہوئی تھی چھین کر اُسکا کام تمام کرین مگر واجد علی شاہ سینہ سپر ہوے اُس روپ کی قلعی کھل گئی مگر کمر مین اُسکی ضرب آگئی لیکن قوتِ انعام نے تندرست کر دیا اور اُسکو واجد علی شاہ نے نوکر رکھ لیا اور اُن خاص مصاحبون نے اس جان فشانی کی وجہ سے دل مین جگہ پائی۔

اور ۱۸۵۰ء مین ختم ہوئی اور مع اسباب وسامان آرائش کے اسمین اسّی لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا وجہ تسمیہ اس نام کی بعض کتب تواریخ مین یون لکھی ہی کہ بادشاہانِ اودھ اپنی مُہر وغیرہ مین لفظ قیصر لکھا کرتے تھے کیونکہ قیصر خطاب بادشاہ روم کا ہی اور شاہ روم مسلمانون مین بڑا نامی بادشاہ ہی۔
اِس تعمیر کے بیان کرنے مین لازم ہی کہ ایک جانب سے بیان شروع ہو اور بہتر یہ ہی کہ دروازۂ شمالی وشرقی سے شروع ہو جو دروازہ روبرو اُس میدان کے واقع ہی جو سامنے تارا والی کوٹھی کے تعمیر کیا گیا ہی اس دروازے کے آگے جاکر ایک صحن وسیع روبرو دروازۂ جلوخانہ کے ہے اس صحن مین سواری اور جلوس شاہی تیار ہوکر آراستہ ہوا کرتے تھے یہان سے آگے جاکر ایک دروازہ ہے اِسپر پردہ پڑا رہتا تھا اُس سے گذر کر چینی باغ ہے اس کا نام چینی باغ اِس واسطے تھا کہ اُس مین اسباب چینی کا باغ کی آرائش کے لئے تھا وہان سے آگے جاکر اور ایک دروازے سے گذر کر حضرت باغ ہے اِس باغ کی جانب راست چاندی والی بارہ دری ہے اِس بارہ دری مین فرش نقرہ یعنی چاندی کا تھا اور اُسی جانب خاص مقام پادشاہ منزل ہے جس مین پادشاہ بہ نفس نفیس رہا کرتے تھے اِس پادشاہ منزل کو نواب سعادت علیخان نے تعمیر کیا تھا اب واجد علی شاہ نے اُسکو اپنے نقشۂ قیصر باغ مین شامل کرلیا تھا اُس دروازے پر جس سے گذر کر قیصر باغ کو آتے ہین نواب علی نقی خان وزیر اِس مراد سے رہتے تھے کہ ہمیشہ پادشاہ کے قریب رہین اور ہر وقت پادشاہ کی حرکات کی خبر رکھین جانب چپ اِس مکان کے جو تعمیرات ہین یہ عظیم اللہ خان حجام شاہی نے بنوائی تھین اور بادشاہ کے ہاتھ چار لاکھ روپے کو بیچ ڈالی تھین اِن تعمیرات مین خاص محلات

واجب الانقیاد جناب اقدس آلی با جناب زرقص و غنا و ملاہی بہ بارگاہ شاہی از جانب داعی بنا بر دولت خواہی باید رسانند و دستخط فقیر را بملاحظۂ معلّٰی بگذرانند و در امر حق اندیشہ نمایند و ما علی الرسول الا البلاغ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ ۲۸ شوال ۱۲۶۵ھ ہجری

باغ اور مکانات کا تعمیر ہونا

حضرت کو ولی عہدی کے وقت مین ایک باغ کی تعمیر و آرائش منظور تھی اُس کا اہتمام علی نقی خان کے تفویض ہوا اُنھون نے مسعود خان کو داروغہ کراکر اُس کام پر مامور کیا۔ وہ باغ نہایت تکلف سے آراستہ و تعمیر ہوا اُس مین ایک حوض بنایا گیا جسکا طول چالیس گز تھا اور عرض پندرہ بیس گز تھا اُس مین فوّارے لگائے گئے اُس باغ کو حضور باغ خطاب دیا۔ اور شہنشاہ منزل ایک مختصر سا مکان فصل سرما مین رہنے کے قابل اور اُسکے درمیان مین ایک چھوٹا سا حوض اور ایک مکان اُس کے مقابل فصل گرما کی آسایش کے لئے تیار ہوا اِس دوسرے مکان مین ہر طرف سنگ مرمر کا فرش لگایا گیا اور مکان خاص اُس کا خطاب مقرر ہوا اور ایک مکان برسات کے موسم کے واسطے بنوایا اُسکے صحن مین بنگلہ طرحدار آراستہ کرایا اِس مکان کا نام فلک سیر رکھا اِسی کے اہتمام کی وجہ سے علی نقی خان نے وہ سرسبزی پائی کہ جزو کل کامون مین اختیار کامل حاصل ہوا اُن کی امارت کی نوبت جی مگر میر مہدی کو یہ رنگ خوش نہ آیا دل مین حسد پیدا ہوا کاوشین کرنے لگے۔

قیصر باغ

قیصر باغ ایک عمدہ تعمیر عہد واجد علی شاہ کی ہے یہ تعمیر ۱۲۶۴ھ مین شروع ہوئی تھی

نہر سنگِ ابیض از حکمش بنا شد باب وتاب | صورتِ عینِ کرم شہ چشمۂ بہر التفات
سال تیاری سروش غیب از شمشیر گفت | چشمۂ حسن آبروے منبع آبِ حیات
۱۲۶۹

تاریخ بارہ دری سنگین قیصر باغ

چون حضرتِ سلطانِ عالم شاہ خسرو دین پناہ | واجد علی شاہِ زمن خاقان ہم قیصر حشم
فرمود این بارہ دری سنگین بصد خوبی بنا | از بہر تشریف آوری و مقدم شاہِ امم
از حسنِ نیت چونکہ نذرِ چاردہ معصوم شد | نظارۂ عتبات عالیات گردیدہ بہم
آید چو کس بہر زیارت اندران رضوان دہر | آواز طبتم فادخلوہا خالدین در ہر قدم
شمشیر چون تاریخ آن پرسید از روح الامین | گفتا مکرر از ادب قیصر ارم قیصر ارم
۱۲۶۹

تاریخ بارہ دری نگینہ والی واقع حضرت باغ

زہے قصرِ مرصع شد بحضرت باغ تعمیر | از امکان مے نماید ناز بر خلدِ برینِ ہند
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل | مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل
پئے سالش چو جستم کلک شمشیر این رقم کرد | شد از بارہ دری با نگین زیبِ نگین ہند
۱۲۶۹
مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل | مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

تاریخ دروازۂ اوّل قیصر باغ

ساخت قیصر باغ چون شاہِ زمان | شد درش رشکِ درِ باغ جنان
زد رقم شمشیر بر محرابِ آن | سالِ دروازہ درِ باغ جنان
۱۲۶۶

شاہی اور خاص محل صاحبہ رہتی تھین اور برجیس قدر کی مان بھی اسکے ایک حصہ مین رہتی تھی-
یہان سے آگے چلکر ایک درخت ہے جسکے نیچے سنگ مرمر کا فرش کیا گیا ہے -
اِس درخت کے تلے واجد علی شاہ جوگیا کپڑے فقیرون کی طرح پہنکر میلے کے
دنون مین بیٹھا کرتے تھے یہان سے آگے بڑھکر لکھی دروازہ ہی جسکی تعمیر مین لاکھ روپیہ
خرچ ہوا تھا اور اُسکے آگے چوک خاص قیصر باغ کا ہے جسکے گرد جسقدر مکانات ہین
سب مین حرم شاہی رہا کرتی تھین ماہ اگست مین یہان ایک بڑا میلہ ہوا کرتا تھا
اور اُس مین سب شہر والے بغیر مزاحمت کے جانے پاتے تھے اِس سے آگے پتھر والی
بارہ دری ہے جس مین اب تماشا گاہ مقرر ہوئی ہے اور لکھی دروازے کے غرب کی طرف
قیصر پسند ہی جسکے گرد نصف دائرہ ملمع طلا کار بنا ہوا ہے اِسکو روشن الدولہ وزیر نصیر الدین حیدر
نے تعمیر کیا تھا اور واجد علی شاہ نے ضبط کر کے معشوق السلطان اور محل خاص کو عطا
کیا تھا اس کا دروازہ بھی لکھی دروازے کی طرح ہے اِس مکان کے جانب راست ایک
اور جلوخانہ اُسی قسم کا ہے جیسا کہ مشرق کی طرف بیان کیا گیا ہی اِسمین سے محلات مین
گذر کر اور اُسکے نیچے کی جانب چلکر باہر حدود قیصر باغ کے جو روبرو شیر دروازے کے ہے آتے ہین-

تاریخ از شمشیر شاعر

چو قیصر باغ را تعمیر فرمود — دلِ رضوان بہ حسنش گفت بارک
بصد جوشِ بہارش کلکِ شمشیر — نوشتہ سالِ آن باغ مبارک
۱۲۶۶

تاریخ نہر سنگین قیصر باغ جسکا خطاب چشمۂ حسن ہے

حضرتِ سلطانِ عالم ابرِ جود و بحرِ عدل — ساحلِ دریائے رحمت قلزم حسنِ صفات

اور رقاصان زہرہ جبین لباس ارغوانی پہنے ہمرنگ حجرہ نشینان فردوس طرب خیز کہین ارغنون کی صدا کہین نفیری کا شور کہین جلاجل کی ندا کہین آواز بلبلان کا زور چھوٹا بڑا پوشاک سرخ پہنے تھا تمام بیگمین اور اُن کی خواصین اس مین شریک تھین۔ بادشاہ خود جوگیون کا لباس پہنے کرسی سرخ و زرنگار پر زینت افزا تھے معشوقۂ خاص اور سکندر بیگم جوگنین بنین انیس الدولہ اور رضی الدولہ خاکستری لباس مین شریک جلسہ تھے تماشائیون کا ہر طرف اژدہام تھا ہر ایک جانب مجمع خاص وعام تھا اتنی ہزار وابستگان دامن دولت کو تین روز برابر طعام خوشگوار عطا ہوا دربار عام رہا۔ چھوٹے بڑے لڑکے بوڑھے امیر غریب جوگیا لباس پہنے ہوے شریک میلہ ہوے وجہ یہ تھی کہ سفید پوش قیصر باغ مین جانے نہ پاتا تھا رنگریز امیر ہو گئے۔

تاریخ میلہ

بقصر باغ چون سُلطانِ عالم | نمودہ میلۂ رنگین و نادر
پے تاریخ این فرخندہ جلسہ | ندا آمد نشاط افزائے خاطر

اس جوگیانہ جلسے کا ہر ساون کے مہینے مین دو تین برس برابر رنگ جمارہا۔ ۱۲۶۹

نوایجاد تماشا

اس عہدِ دولت مہد مین ایک تماشا نوایجاد معروف بہ نوطرز مرصع بادشاہ کی طبع رنگین کی تجویز سے تماشاگاہ عالم اسباب مین ظہور پذیر ہوا۔ شیخ نظامی جسکی اکثر ٹھریان مشہور ہین ریاست الدولہ کی نگرانی مین اسکا مہتمم رہا۔

تاریخ دروازہ دوم

در باغ قیصر بلند و رفیع — کہ یابند ازان کیف زہاد و رند
درین باغ ششمشیر کردہ چو فکر — ندا داد رضوانِ درِ باغ ہند
۱۲۶۶

قیصر باغ مین جوگیون کا میلہ

پریون کے جلسے نے واجد علی شاہ کو مرتبۂ سلیمانی بخشا رات دن رقص و سرود مین گذرتے تھے ایک ایجاد تازہ یہ رنگ لائی کہ اُنھون نے قیصر باغ مین ۲۳۔ ذیقعدہ ۱۲۶۹ھ ہجری کو جوگیون کا میلہ ترتیب دیا جس نے اِس میلے کا جشن اپنی آنکھ سے دیکھا ہوگا اُسکی چشم بینا پردہ کیفیت سرور چھائی ہوگی اِس میلے کا سامان اور تکلفات و آرائش قیصر باغ اور چوچلے کسی طرح بیان مین نہین آسکتے جسکے بازار اور دوکاندار اُسی رنگ کے تھے۔ بُنیاد اس میلے کی یہ تھی کہ واجد علی شاہ کی چھٹی کی آرزو پر اُن کی مان نے لڑکپن مین جوگیا لباس پہنایا تھا اُسکی سالگرہ اِس لباس سے ہوتی تھی بادشاہ نے عہد سلطنت مین میلہ قرار دیا جیسا کہ نادر العصر مین مذکور ہے اور افضل التواریخ مین لکھا ہی کہ یون سُنا جاتا ہی کہ اختر شناسون نے بادشاہ سے عرض کیا کہ زائچہ ہمایون مین جوگ کا جوگ ہی رفع نحوست کی تدبیر واجب ہی اگر عہد سلطنت مین حالت فقیری اختیار کی جاے تو نحوست سعادت کے ساتھ مبدل ہوجائے بادشاہ نے بنظر دوراندیشی انجم شناسون کی تجویز کے مطابق بزم جوگ آراستہ کی جوگیا لباس زیب تن فرمایا قیصر باغ کو نمونۂ بہشت برین بنایا ہر روش پر نغمہ سنجان پری پیکر سرخ پوش مثل حوران بہشتی ترانہ انگیز

چھوٹے خاں اور واجد علی شاہ کا اِس بات پر شرط بدنا کہ جسکو خوبصورت کسبی پسند کرے وہی طرحدار ہی اور واجد علی شاہ کا چھوٹے خان سے بازی جیت لینا

ایک مکان وزیر منزل نام شہنشاہ منزل کے قریب تعمیر تھا اور اُسکے سامنے ایک قبر شہید مرد کی واقع تھی اُسپر پیپل کا درخت سایہ افگن تھا حسب اتفاق واجد علی شاہ اُس مکان مین مقیم تھے ولیعہدی کا عالم تھا ایک مصاحب چھوٹے خان نام ہمنشین تھا۔ یہ اشعار واجد علی شاہ کی زبان سے موزون ہین۔

ادھر حُسن صورت مین ہین انتخاب　　　اُدھر سمجھا وہ آپ کو لاجواب

ہوئی بحث اِک دِن اِسی بات مین　　　چلی چوٹ بزم ملاقات مین

آخر یہ ٹھہری کہ ایک حسین کسبی طلب ہو جسکو وہ پسند کرے وہی وضعدار ہے چنانچہ ایک دن رات کے وقت ایک کسبی نہایت حسین جسکی خرچی ایک اشرفی تھی طلب کی گئی اور چھوٹے خان پُر تکلف لباس پہنے عطر مین بسا ہوا اُسکے ساتھ ایک دلکش مکان مین گرم اختلاط تھا کہ واجد علی شاہ کلاہ سادہ سر پر چادر سفید زیب کمر اُس جلسے مین پہونچے اُسوقت چھوٹے خان نے بڑی شکست پائی یعنی نگاہِ محبت اُس کسبی کی واجد علی شاہ سے لڑی صورت خوب اور وضع خوشنما اُنکی پسند آئی۔

شیشہ پری کے ساتھ نثار علی خان کے ہم بستری کرنے کا مقدمہ

ایک دن واجد علی شاہ بزم نشاط مین مصروف عیش و طرب تھے اور ناچ گانا ہو رہا تھا کہ

چھوٹی صاحب طوائف کے اشتیاق مین سپاہیانہ لباس پہنکر روپ بدلنا اور اُسکے گھر پر جانا

چھوٹی صاحب طوائف ساکن گولہ گنج جو بڑی صاحب جمال تھی اُسکے اشتیاق ملاقات مین سپاہیانہ لباس پہن کر واجد علی شاہ نے عالم ولی عہدی مین روپ اپنا بدلا۔

ہوئی سیف زیرِ بغل جلوہ گر ۔ تمنچے کی جوڑی تھی زیبِ کمر

اندھیری رات مین دو رفیق محرم راز ساتھ لیکر گولہ گنج مین چھوٹی صاحب کے مکان پر پہونچے یہان اکثر جوان مسلح بیٹھے تھے مگر واجد علی شاہ نے چوکھٹ کے اندر قدم رکھتے ہی بکشادہ پیشانی آگے قدم بڑھاکر ایک کرسی پر جلوہ فرمایا اور اُن ہمراہیون نے چھوٹی صاحب سے بیان کیا کہ یہ صاحب تازہ وارد شہر دہلی کے امیرون مین صاحب رُتبہ ہین اور سوارون کے رسالے کے افسر ہین ان دنون شہر لکھنؤ مین مقیم ہین چونکہ عاشق مزاج حسن پرست ہین تمھاری کشش محبت یہان کھینچ لائی یہ سُنکر چھوٹی صاحب نہایت لطف سے پیش آئی عطر اور پان کا رنگ جمایا کچھ گانے بجانے کی چھیڑ چھاڑ ہوئی۔ ایک بلّی بھی اُسکے گھر مین تھی موتی نام تھا کمال خوشرنگ و خوبصورت دار جب اِس جلسے مین پہر رات باقی رہگئی عمر خان تھانہ دار وہان پر نازل ہوا اور چاہا کہ قدم زینے پر رکھے مگر اُس عیار نے کوئی نقرہ تازہ دیکر آئی ہوئی بلا کو سر سے ٹالا واجد علی شاہ بھی موقع پاکر اُسکی انگوٹھی نشانی کے واسطے لیکر رخصت ہوئے ابھی زینے سے اُترکر قدم باہر رکھا تھا کہ علی بخش کی سواری دوچار ہوگئی چونکہ اُس سے چھپنا منظور تھا ایک دوکان مین بچالاکی چھپکر مع الخیر اپنے محل مین پہونچے۔

معتمد علی خان اور غلام رضا خان اور ثابت علی خان اور کاشی رام یہ چار آدمی اس کام پر مقرر ہوئے۔ پانچ لاکھ روپے صرف ہوکر برس روز مین یہ باغ تیار ہوا اور اس باغ کے درمیان مین ایک مکان جس مین نشان مسجد بھی ظاہر تھے تیار ہوا۔ اور ایک کمرہ اُس قصر مین بنام نہاد خانۂ خدا تعمیر کیا گیا۔ مگر ہر ایک مکان صورت مسجد دکھائی دیتا تھا اور دروازہ اُسکا عالیشان تھا اور اُس مکان سے ایک سڑک دریا تک جاری کرائی جب یہ باغ تیار ہو چکا تو سکندر بیگم کو خلعت سمیت عنایت ہوا جب اُسکا انتقال ہو گیا تو پھر وہ مکان واجد علی شاہ کے قبضے مین آگیا۔

رَہس کا بیان

اب طبیعت واجد علی شاہ کی ہندوون کے رَہس کی طرف متوجہ ہوئی کئی لاکھ روپے اِسکے اسباب اور سامان کی درستی مین صرف کیے گئے ایک رات یہ بزم عشرت افزا منعقد ہوئی جملہ صاحبات محل بر محل چلمنون مین جلوہ آرا تھین۔ ماہ رُخ پری نے کنھیا کا لباس سجا۔ مُرلی مکٹ پہنا اور سُلطان پری نے اپنے آپ کو رادھا کی صورت بنایا۔ عشرت پری۔ دلربا پری۔ حور پری۔ یاسمن پری۔ مہ لقا پری یہ سب اُنکی سہیلیان مقرر ہوئین۔ وہ رنگ اِس جلسے نے جمایا کہ ہر تماشائی عالم وجد مین تھا۔

سیر المختشم مین اِسکے متعلق اِس طرح لکھا ہے کہ واجد علی شاہ نے ڈیڑھ سو حسین عورتون کو منتخب کرکے اُنکے لئے موافق داستانون اور افسانون کے پریون کا سا لباس اور زیور بنوایا ہے اور اُن کے نازنین بازوون پر جڑاؤ پر لگا کے بالکل پریان بنایا ہے اور نام بھی ہر ایک کا پریون کی طرح رکھا ہے اور پھر تعلیم رقص و سرود سے اُنکے جمال کو باکمال کیا ہے اور اِن پریون کے مناسب حال بعض مردانِ لحیم و شحیم کو دیو بنایا ہے اور اُن کو ہر وقت

معشوقۂ خاص نے آکر خبر دی کہ یہان آپ تو سیر باغ مین شگفتہ دل ہین اور وہان نثار علی شیشہ پری کے ساتھ شیطانی حرکتین کر رہا ہے ابھی بات ناتمام تھی کہ شیشہ پری بھی دُلھن کی صورت آراستہ سا ڑی کی شکل معشوقۂ خاص کے پیچھے آپہونچی بالمشافہ وہ باتین جو کانٹے کی طرح واجد علی شاہ کے دل مین چُبھ رہی تھین زبان پر آئین مگر شیشہ پری کچھ دیوانی نہ تھی قسمین کھا کر اُنکے غضب سے محروم رہی۔ معشوقۂ خاص نے خون جگر کھایا اور کچھ بن نہ آیا۔مگر عمدہ نام کہاری نے جو شیشہ پری کی خدمت گذار تھی ظاہر کیا کہ اِسمین کچھ شک نہین کہ وہ نثار علی سے سلام و پیام رکھتی ہے

مصاحبون کو میر الامرائی وغیرہ کے منصب اور عہدے تقسیم کرنا باغ اور مکانات تیار کرانا

اب طبیعت واجد علی شاہ کی انتظام امور امارت و عمارت کی طرف مائل ہوئی میر مہدی کو امیر الامرا خطاب عنایت ہوا اور جعفر علی انشا پرداز اُنکی نیابت مین سرفراز ہوا چھوٹے خان کو کبوترخانے کا داروغہ بنایا اور شیخ محمد اُسکی پیش دستی مین مقرر ہوا اور غلام رضا خان تو مسلم کے سپرد عمارت کا کام ہوا اور کاشی رام مصور کو اُسکی نیابت ملی معتمد علی خان کو اہتمام خزانہ سپرد ہوا اور حسین علی بیگ معتمد علی خان کے ذریعہ سے قصر خاقان اور شہنشاہ باغ اور مکان جہان نما کا مہتمم مقرر ہوا اور علی نقی خان کی سفارش سے مسعود کو حضور باغ کا اہتمام سپرد ہوا۔اور چھوٹے خان کو خاص محل سے تعلق ہوا۔ اور معشوق پسند اور عاشق پسند اور چپ منزل اور راست منزل اور قصر بلند اور قصر بیضا اور دل پسند یہ مکانات ثابت علی خان کے سپرد ہوے اور مکاندار بھی اُس کے حوالے تھے بعد اسکے یہ حکم ہوا کہ ایک باغ جو گلشن ارم کا داغ دینے والا ہو تیار کیا جائے

آغا حسن برادر علی حسن ملازم میر مہدی سے محبت مین وابستہ تھی اُسکی نائکہ میر بخش نے محکمۂ مجتہد مین استغاثہ کیا اور مقدمہ دائر ہو کر کرم بخش اُسکی نائکہ کو ملی آغا حسن نے اُسکے جوش محبت مین افیون کھالی مگر سخت جان تھا مرا نہین۔ جب واجد علی شاہ نے نائکہ سے کرم بخش کو طلب کیا وہ رضامند نہوئی کئی ہزار روپے مفت رائگان صرف ہوئے اور امیر بخش کسبی ساکن فرخ آباد واجد علی شاہ کی منظور نظر ہو کر حضور باغ کے دروازے پر مقیم ہوئی آخر عارضۂ آتشک نے اُسکی گرمی محبت کو ٹھنڈا کر دیا۔

پریون کو خطاب عطا ہونا

ایک رات حضور باغ اور شہنشہ باغ مین بزم عشرت آراستہ تھی ان پریون کو خطابات تقسیم ہوئے
(۱) رشک پری کو نواب شہزادہ بیگم معشوقہ و ماہ تمام خطاب ملا۔
(۲) شہنشہ پری کو شہنشاہ بیگم مشفقہ حسن آرا خطاب دیا۔
(۳) سردار پری کو سردار بیگم شفیقہ و مہ لقا بنایا۔
(۴) سرفراز بیگم عاشقۂ خاص سرفراز پری قرار پائی۔
(۵) سکندر بیگم مکرم زمانی ہوئی۔
(۶) دلنواز بیگم محبوبۂ خاص ہوئی۔
(۷) دلربا پری نے بزم افروز خطاب پایا۔
(۸) امیر پری خورشید پری ہوئی۔
(۹) حور پری کو خطاب جان جہان حور بیگم ملا۔
ان پریون کی خدمت گذاری کے لئے چار چار خواصین مامور ہوئین۔ مگر معشوقۂ خاص

ناچنے گانے کی نقالی پر مقرر کیا ہے اور اِس سارے مجمع کا نام رَہس رکھا ہی یہ تمام سامان قیصر باغ مین رہتا ہی اور جب وہ شاہ عشرت پناہ چاہتا ہی تو وہ پرا پریون کا اُسکے سامنے تیار ہوکر آتا ہی بادشاہ اُس بزم دلفریب مین تشریف رکھتے ہین اور جس کام کے واسطے معین ہین اُس سے بالکل غافل رہتے ہین۔ فرہنگ آصفیہ مین لفظ رہس کی یون تشریح کی ہی چہل۔ خوشی۔ خوش طبعی۔ دل بہلاوا۔ دل لگی۔ دل بہلانیکی بات یا چیز جیسے واجد علی شاہ کا رَہس مشہور تھا جس مین عمدہ عمدہ گانے والے اور سوانگی لوگ تھے یا کرشن اور گوپیون کا ایک قسم کا ناچ۔ کرشن لیلا۔

بعض بعض عورتون کے ساتھ واجد علی شاہ کے عشق کا گھٹاؤ بڑھاؤ۔ بعض کسبیون کے آشناؤن کا بیان

پیارے طوائف عمدہ خانم کی نوچی گو صاحب حسن تھی مگر احوال چشمی نے اُسکو واجد علی شاہ کی نظرون سے گرا دیا اور ولائتی نام کسبی سے ربط محبت بڑھا پھر گھٹا بعد اسکے امراؤ نام چھوٹی خانم والی سے ملاقات ہوئی۔ کنھیا نام طوائف گاما کی نوچی نے چاہا کہ واجد علی شاہ سے سلسلۂ محبت بڑھائے مگر نقد وصال میسر نہوا۔ آخر احمد علی کے گھر مین پڑگئی یہ شخص قوم سے رذیل ور اعظم الدولہ کا آوردہ تھا۔ اسکے بعد بخشی نام حسن سے خالی سیہ فام فربہ اندام خوش گلو سے اتحاد پیدا ہوا اور مسماۃ چپلا طوائف بیبا کی نوچی سے راہ و رسم ملاقات رہی پھر بندی جبشن والی کے ساتھ جو حیدر حسین مہتم دیوان عام کی مطبوع خاطر تھی ایک رات کو گناہگار ہوے پھر اچھی نام پر نظر محبت پڑی مگر خلوت کا موقع نہ ملا۔ ایک کسبی کرم بخش

نائکہ اُسکی تھی جو جانِ جہان — لوگ کہتے تھے اُسکو بیبا جان
شادی کردی تھی اُسنے گُنّا کی — اُسکے چیلے کے ساتھ چھٹی تھی
ہِل گیا مین بھی خواب مین اک شب — لے پڑا اضطراب مین اک شب
خواب مین اُسنے مجھکو دیکھا تھا — جب وہ چونکی تو سب مین چرچا تھا
یعنی روتی تھی وہ خجستہ سیر — پوچھتی تھی ہر اک سے میری خبر
عشق میرا ہوا گریبان گیر — بن پڑی جب نہ کچھ اُسسے تدبیر
بھیجا فیروز کی زبانی پیام — میرا ناظر ہے وہ جو نیک انجام
اُس کے مونس جو تھے حسین علی — اُسنے اُس سے یہ نقل گھر مین کی
آیا جب سامنے مرے فیروز — نقل کرنے لگا یہ وہ دِل سوز
یعنی گاین ہے ایک گُنّا نام — خوبصورت ہے اور ہے گلفام
خواب مین تمکو اُسنے دیکھا ہے — اُنھین زلفون کا اُس کو سودا ہے
اپنے شوہر سے روز لڑتی ہے — اُس سے ہر بات مین بگڑتی ہے
روز مان سے بھی جنگ رہتی ہے — اپنے گھر بھر سے تنگ رہتی ہے
مین نے جب حال یہ سُنا اُسکا — مین بھی کچھ اپنے دل مین گھبرایا
یعنی بن دیکھے اُس کو عشق ہوا — دیکھ لیگی تو ہوگی مجنونا
مین نے فیروز سے یہ کی تقریر — اُس کے ملنے کی کیجیے تدبیر
پر سُنا ہے کہ ہے وہ شوہردار — وہی لیتا ہے اُس چمن کی بہار
مین نے فیروز سے جو کی تقریر — عرض کرنے لگا وہ با توقیر
اے ولی عہد آپ کا پیغام — آپ کا لطف اور نیک کلام

زیادہ تر منظور نظر تھی کہ تحویل خاص وغیرہ بھی اُسکے سپرد ہوئی اور مرزا حسن نام معلم اُن سب کی تعلیم کے واسطے مقرر کیا گیا کہ وہ سب پریان لکھنا پڑھنا سیکھین۔

عورات صاحب خطابات کتاب بنی کے ملاحظے سے معلوم ہوتا ہی کہ بادشاہ کے پاس سوائے اُن محلات اور بیگمات کے جو جلسۂ رقص و غنا اور رہس کا کام کرتی تھین ۷۴ صاحب خطاب صاحبات محل تھین اور ۲۳ بیگمات صاحب خطاب تھین اور چار متوعات صاحب خطاب تھین جن مین سے ایک عورت امیر النسا خانم افسر قوابل ملازم ظل الٰہی تھی وہ خطاب بھی عجیب و غریب دیتے تھے چنانچہ بیسوین جلسے کی بیگمون کے خطاب سنیے۔ الائچی بیگم۔ دوگانہ بیگم۔ چارکوڑی بیگم۔ سہ گانہ بیگم۔ زناخی بیگم۔ پوبارہ بیگم۔ تین تیرہ بیگم۔ منجھلی بیگم صاحبہ کا خطاب عاشقہ راقم لکھا ہی۔

گُنّا نام ایک کسبی کا واجد علی شاہ پر اور واجد علی شاہ کا اُس کسبی پر غائبانہ عاشق ہونا اور اُس کا محل مین داخل ہونے کے بعد غلام رضا کے ساتھ بھاگ جانا اس بیان مین ایک مثنوی واجد علی شاہ نے موزون کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے

مین ولی عہد جن دنون مین تھا	اُس زمانے کا ہے یہ سب قصّا
فنِ اُلفت مین مین بھی یکتا تھا	محفلِ عشق مین تماشا تھا
نام سلطانِ عالم اپنا ہے	اپنی اُلفت کا سب مین چرچا ہے
اِک زنِ فاحشہ تھی گُنّا نام	براحتِ جان بھی تھی وہ خوش انجام

گنتے سے آنکھ وہ لگاتی تھی | پور ایک ایک اُسکو بھاتی تھی
لاکھ تدبیر ہمنے ٹھہرائی | پر نہ باز آئی وہ نہ باز آئی
ایک اُلّو کے جال مین جو پھنسی | ایسی روئی کہ پھر کبھی نہ ہنسی
چُغد بھی تھا وہ ڈھاری کا پیشاب | ہگ کے کھُڈّی پہ لیتا تھا جو نہ آب
ہوگیا تھا حضور مین ممتاز | کرلیا تھا کچھ اور ہی انداز
نو برس کا تھا مجھ سے اُس سے ربط | سب وہ بھولا ہوا کچھ ایسا خبط
مین نے ایسا کیا تھا اُسکو نہال | کہ وہ کوّے سے ہوگیا تھا لال
رات دن میرے ساتھ رہتا تھا | جو نہ کہنا ہے مجھ سے کہتا تھا
خرچیان بہنین اُسکی چلتی تھین | رات بھر سب کا دانہ دلتی تھین
مجھے اِک مرد سادہ دِل پایا | کام اُس قلتبان کا بن آیا
نام ایسا جگر کا ایسا سخت | تھا غلامِ رضا وہ کب کم بخت
اور مجھکو ملائے رکھتا تھا | اپنی گولی بچائے رکھتا تھا
اور گُنّا سے مجھ سے تھی اُلفت | نو برس دس برس کی تھی صحبت
سُنا اِک روز مین نے یہ قصّہ | وہ غلامِ رضا کا ہے حصّہ
غصّہ بھی آیا پیچ وتاب کیا | رُخ کو رشکِ گلِ گلاب کیا
محلون مین ہو چکی تھی وہ ممتاز | پر نہ سمجھی ہمارا راز و نیاز
چھوڑکر سلطنت وہ اِندر کی | ٹھوکرین کھاتی ہے وہ بندر کی
مرد کم فہم نے بھی عاشق ہو | تج دیا اپنے مال و دولت کو
چھوڑکر حکم سارا اور شاہی | دونون کے دونون ہوگئے راہی

ابھی جاکر کہون گا گنّا سے | کیا عجب ہے جو اُس کو ترک کرے
چھوڑ دیگی حضور شوہر کو | وہ تو زندان سمجھتی ہے گھر کو
ہوا فیروز کہہ کے یہ رخصت | رہنما ہوگئی مری اُلفت
پہونچا مضطر سوٗے حسین علی | اور سمجھا کے گفتگو یہ کی
شیخ جی آپ کیجئے محنت | میرے آقا کو اُس سے ہے اُلفت
توڑو توبہ کو رند بن جاؤ | اُسے بیہوش کرکے لے آؤ
وہ ولی عہد کے قرین آئے | پیش اختر وہ مہ جبین آئے
یعنی چھڑواؤ اُس سے شوہر کو | مہ سے ملواؤ تم بھی اختر کو
شیخ جی نے کہا بہت بہتر | ابھی دیتا ہون مین اُسے یہ خبر
یعنی شہزادہ تجھپہ عاشق ہے | تجھ سے بہتر ہے تیرے لائق ہے
شیخ جی اُٹھ کھڑے ہوے کہہ کر | اور گنّا کو دی یہ جا کے خبر
شیخ جی کا سُنا جو اُسنے کلام | یعنی عاشق ہے اِک شہِ گلفام
چھوڑا یارون کو اُسنے اُسدن سے | وہ پری ربط رکھتی تھی جن سے
اور شوہر سے بھی طلاق ہوئی | لفظ طلّقتکِ سے طاق ہوئی
مجتہد کے قرین وہ جا پہونچی | بعد احکام شرع آ پہونچی
یعنی لیکر طلاق وہ گلفام | میرے پاس آئی وہ بت خودکام
مین نے دیکھا تو خوبصورت ہے | کچی مٹّی کی پختہ مورت ہے
عجب انداز کی تھی وہ گلرو | جو تڑون سے وہ کرتی تھی اُتّو
وہ اڑانے کا ذوق رکھتی تھی | اور پستان سے شوق رکھتی تھی

۱۸۵۱؁ء روز جمعہ کو اکرام الدولہ مرزا حسین علی خان کی بیٹی کے ساتھ علی نقی خان کی فہمائش سے شادی ہوئی اور افضل التواریخ مین لکھا ہی کہ اِن کی شادی رمضان علی خان کی بیٹی سے ہوئی تھی اِس بہو کا لقب شہریار رہوا تھا کتاب بینی مین اِس بہو کا خطاب یہ ہے ملکۂ معظم تاج عالم بلقیس جہان مریم دوران مباہات النساء دولت آرا نواب شہریار بہو صاحبہ

(۲) کیوان قدر مرزا ولی عہد کی شادی نواب سرفراز الدولہ کی بیٹی سے ہوئی ۲۶۔ ذیحجہ ۱۲۶۷؁ ہجری مطابق ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۵۱؁ء کو یکشنبے کے دن سانچق کی رسم ادا ہوئی دوشنبے کو حنابندی ہوئی سہ شنبے کو برات چڑھی ۱۵۔ ذیحجہ کو بدھ کے دن رخصت عروس ہوئی واجد علی شاہ کہ بادشاہ تھے جامۂ رنگین پہنے تاج شاہی سر پر رکھے تھے اور سب اقربا اور ارکان سلطنت بھی لباس سرخ مین ساتھ تھے۔

(۳) مرزا فریدون قدر جرنیل کی شادی علی نقی خان کی ایک بیٹی سے ہوئی ۲۲۔ ذیحجہ مطابق ۱۸۔ اکتوبر بروز یکشنبہ کو سانچق و حنا بندی کی رسم ادا ہوئی دوشنبے کو برات چڑھی سہ شنبے کی صبح کو بادشاہ جلوس کے ساتھ مع تمام ارکانِ سلطنت کے لباس سرخ پہنے سوار ہوے جب برات گاؤگھاٹ کے باغ کے دروازے پر پہونچی سب وہین سے رخصت ہوے مرزا ولی عہد اور بادشاہ نوشاہ کے ساتھ باغ مین داخل ہوے شام کو رخصت ہوکر چھتر منزل مین داخل ہوے تین دن تک روشنی وغیرہ کا اہتمام شرف الدولہ کی نگرانی مین ہوا۔ ۲۲۔ اکتوبر روز چہارشنبہ کو صاحب رزیڈنٹ دوسرے انگریزون کے ساتھ مدعو ہوے۔ فرح بخش کی بارہ دری مین دعوت کا سامان مہیّا ہوا ضیافت کھاکر حسب معمول عطر اور ہار لیکر رخصت ہوے۔

مرد تھا چند دن یہان پر قید — باز آئے وہ تاکہ جانے دے کید
پر نہ باز آیا سخت جان تھا وہ — نہین معلوم دل کہان تھا وہ
اور زیارت کا زن نے کرکے کید — اُڑی صیاد بن کے لیکر صید
دونون کمپو کو ہو گئے راہی — ہمین چھوڑا نہ سلطنت چاہی
مجھ سا خوش رو و خوش مزاج و حسین — یہ حکومت یہ شکل یہ آئین
یہ لطافت یہ ظرف یہ انداز — عشوہ اور غمزہ اور ادا و ناز
یہ اطاعت یہ سن یہ عین شباب — یہ ملاحت یہ رنگ مثل گلاب
ایسا بھولی خبر تلک بھی نہ لی — مُڑ کے بھی پھر مری نہ بات سُنی

علی نقی وزیر کی بیٹی سے واجد علی شاہ کا بیاہ

مسند نشینی کے بعد ۱۴ شعبان ۱۲۶۷ھ ہجری مطابق جون ۱۸۵۱ء کو جمعرات کے دن علی نقی خان کی تیسری بیٹی کے ساتھ بادشاہ کی شادی ہوئی اِس عروسی مین سوائے اعظم بہو کے بادشاہ کی سب بیگمات شریک تھین صاحبات محل بادشاہ کی خوشنودی کے لئے خواصون کی طرح کام کرتی تھین چند روز کے بعد اعظم بہو کا ملال بھی علی نقی خان سے رفع ہو گیا۔

واجد علی شاہ کے بعض بیٹونکی شادیان

(۱) نوشیروان قدر مرزا محمد علی حیدر بہادر پر گو تکلیف بشری نہ تھی کیونکہ معذور تھے مگر والدین کی خوشنودی کے واسطے ۲۶-ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق ۲۸-فروری

پہونچا دیا ہے جہان جہان اچھے کبوتر تھے اُنھین جمع کیا ہے جس وقت بادشاہ زفیل
دے کے اُنکو بھری دیتے ہین گویا پریون کا سایہ اُنکے سر پر ہو جاتا ہی۔ صبح سے پہر دن
چڑھے تک اور سہ پہر سے شام تک سوائے اِس شغل کے کچھ کام نہین کرتے اور اُس کے
لطف مین دنیا و مافیہا سے خبر نہین رکھتے اُنکے مصاحب و ندیم کو بھی یہی شوق رہتا ہے
کبوترون کی قیمت نے ایسا درجہ پایا ہی کہ دس روپے کو ایک جوڑا بھی نہین ہاتھ آتا۔

جلسہ والیان

واجد علی شاہ کی تصنیف سے ایک کتاب ہی جسکا نام بنی ہے اُسمین گانے بجانے والی
عورتون کی قسمین تفصیل وار بیان کی ہین۔

اولؔ رادھا منزل والیان یہ اٹھارہ اسم ہین اور یہ راقم کی ممتوعات سے ہین
سرکار راقم سے رہس کے وقت اِنکو بھاری پیشوازین مسالہ دار مع دوپٹہ پر زر اور گھٹنہ تحفہ
فی اسم علٰحدہ ملا کرتی ہین اور بعد رقص توشہ خانہ مین احتیاط سے رکھدی جاتی ہین۔

دوسری رہس والیان ملقب بہ سارد منزل والیان اِن مین پندرہ
اِسم ہین اور یہ بھی ممتوعات ہین۔

تیسرا رہس بڑا جلسہ سُلطان خانی والیان چوبیس اِسم
ہین یہ بھی ممتوعات ہین۔

چوتھا حضور والیون کا جلسہ یہ گیارہ اسم ہین اور سب ممتوعہ ہین
یہ خاص محل والیان بھی مشہور ہین۔

پانچوان جلسہ سرور منزل والیان اور صاحبات خلوات بھی
مشہور ہین یہ صاحبات سن رسیدہ بھی ہین سولہ اسم ہین اور سب ممتوعہ ہین۔

واجد علی شاہ خود بھی گاتے بجاتے تھے

خار نہین کتار کا زخم دل پر لگتا ہے جب مین بعض اہل الرائے کی تحریرون مین اُن کی نسبت یہ مضمون دیکھتا ہون کہ واجد علی شاہ اکثر اپنی اوقات گویون اور رنڈیون اور ڈھاریون کے ساتھ برباد کرتے اور خود بھی اُن کے فن مین ماہر تھے وہ ایسا ہی اچھا گاتے اور ناچتے تھے جیسا کہ پیشہ ور گویّا اُن کے اوقات لہو ولعب مین بالکل صرف ہوتے تھے وہان یکے بعد دیگرے عورتین اور گویّے اور خواجہ سرا تھے جو اُنپر ذی اختیار تھے وہ ہمیشہ اِس خفیف الحرکاتی مین مبتلا رہے۔

واجد علی شاہ کا مذہب تشیع مین غلو

واجد علی شاہ اپنے اسلاف کی طرح مذہب اثنا عشری کے پابند تھے اور اُن کو اِس مین بہت غلو تھا اُنھون نے ایک کتاب بنائی ہے جس کا نام مجموعۂ واجدیہ رکھا ہے یہ کتاب چھپ گئی ہے اِس مین ایک مضمون کی یہ سرخی ہے اسامی ملعونان وملعونات کہ بر آنہا تا ابد لعنت باید کرد اِس عبارت کے تلے کئی صفحون مین صحابہ وغیرہ کے نام لکھے ہین جن مین حضرت ابوبکر صدیقؓ۔حضرت عمرؓ۔حضرت عثمانؓ۔ اور باقی عشرۂ مبشرہ سواے جناب امیرؑ کے اور بی بی عائشہؓ وغیرہ بھی داخل ہین۔

واجد علی شاہ کا شوق کبوتر بازی

سیر محتشم مین لکھا ہے کہ واجد علی شاہ نے شوق کبوتر بازی بھی اوج کمال تک

بیسوان جلسہ نقل والیان یہ بھی سات ہین۔

اکیسوان جلسہ تماشا والیان یہ بھی سات ہین۔

بائیسوان جلسہ مصاحبین مشہور ہین یہ بھی سات عورات ہین۔

دوسری دسن متوعہ اور ہین اس کتاب کے لکھتے وقت اُنکی تعلیم مین تینتالیس عورت تھین اور سب جلسون مین ملاکر دو سو سولہ اسم گانے ناچنے والیون کے تھے اَللّٰھمّ زِدْ ماشاءاللہ چشم بدکو رتا تحریر کتاب ہذا راقم کے پاس ہر وقت وہر ساعت وہر لمحہ موجود ہین مگر ملاقات اور صحبت اور حکایات ہر روز مغنین سے ہوتی ہے جو تینتالیس اسم زیر تعلیم حقیر ہین اِن کے مشاہرے مین آٹھ ہزار پانچسو اٹھانوے روپے خرچ ہوتے تھے اِن کے سوا پندرہ کلانوت مغنی ایک کھٹی والا دو پکھاوجی ۲۳ طبلہ نواز ۴۶ سارنگی نواز ۲۲ منجیرہ نواز چھ رقاص ایک شعبدہ باز دو ڈھولک نواز ایک سُر سنگھار نواز اور ۱۹ نفر نقار خانے ہین اور چھ سرور محفل ملازم ہین چشم بددور اِن کی تنخواہ مین تین ہزار دو سو اکسٹھ روپیہ ماہانہ خرچ ہوتے ہین اور راقم کی سرکار مین جو ڈومنیاں عورتین ہین اُنکو سرور محفل اور جو اُن کے مرد ہین اُنکو بہار محفل کہتے ہین۔ حضرت لکھتے ہین الحمد للہ کہ تا سنہ ۱۲۹۲ ہجری مقام کلکتہ محلہ مٹیا برج مین یہ دونون حصے الگ الگ مع چھتیس رہسون کے تیار اور مرتب ہین۔ البتہ مقدمات حلی اور زیور ہین راقم سے اِسقدر مہیا نہ ہو سکا جو تکمیل کرتا زمان سلطنت اور استقلال مین سب کچھ خدا نے عطا کیا تھا اور اب بھی اُسکی ذات سے اُمید ہے۔

احکام بیگمات کے لئے

کتاب بنی مین احکام بیگمات کے لئے بیس دفعہ پر مشتمل لکھے ہین۔

چھٹا جلسہ شہنشاہ منزل والیان مشہور ہین انکو رہس کی تعلیم نہین دلوائی
یہ آٹھ اسم ہین اور سب ممتوعہ ہین۔
ساتوان جلسہ یہ چھوٹے جلسے والیان ہین ان سے بھی رہس متعلق نہین
فقط ناچنا گانا انکا کام ہے یہ بھی ممتوعہ ہین یہ سب سات اسم ہین۔
آٹھوین جلسے مین پانچ اسم ہین اور سب ممتوعہ ہین۔
نوین جلسے مین گیارہ اسم ہین اور دو اسمین سے ممتوعہ ہین۔
دسوان خاص جلسہ یہ سات اسم ہین ان مین سے تین ممتوعہ ہین۔
گیارھوان جلسہ یہ گھونگٹ والیان مشہور ہین یہ بھی سات اسم ہین
ان مین سے ایک ممتوعہ ہے۔
بارھوان جلسہ نتھ والیان مشہور ہین یہ بھی سات اسم ہین ان مین
سے ایک ممتوعہ ہے۔
تیرھوین جلسے مین بھی سات اسم ہین یہ گانے والیان مشہور ہین
ان مین سے ایک ممتوعہ ہے۔
چودھوان جلسہ لٹکن والیان یہ بھی سات اسم ہین۔
پندرھوان جلسہ یہ جھومر والیان مشہور ہین یہ بھی سات اسم ہین۔
سولھوان جلسہ جھلنی والیان یہ بھی سات اسم ہین۔
سترھوان جلسہ یہ بے سُر والیان مشہور ہین یہ بھی سات اسم ہین۔
اٹھارھوان جلسہ بندیا والیان یہ بھی سات ہین۔
انیسوان جلسہ مرثیہ والیان یہ بھی سات ہین۔

تیرھوین[۱۳] دفعہ۔ مین تمھاری آمدورفت کے ملاحظے کو فقط جواہر منزل اور خاص منزل مین آکر بیٹھا کرتا ہون اور اب تم صاحبون نے یہ روّیہ اور شیوہ اختیار کیا ہے کہ اکثر میرے سامنے کا چلنا پھرنا بچا جاتیان ہو بلکہ اکثر بنظر ضرورت کوئی جائے ضرورت کو جاتا بھی ہی تو وہان سے پھر پلٹ کر میری دہشت سے اپنے مکان پر نہین آتا ہے بلکہ واللہ اعلم اور کدھر کو چلا جاتا ہے جیسا کہ ایک دن نواب صبیحہ بیگم صاحبہ اور نواب ملکہ جلائی بیگم صاحبہ میرے سامنے سے بیت الخلا گیین شاید ایک بجا ہو دن کا پھر مین چراغ جلنے تک راہ دیکھا کیا اور وہ اپنے مکان مین پلٹ کر نہ آئین اور مجھے یہ برا معلوم ہوا پس سبھون کو لازم ہے کہ اپنی آمدورفت ضروری سے کا ہے ہماری آنکھون کو محروم نہ رکھا کرین کہ ہم کو موجب خوشنودی ہے نہ باعث ناراضی البتہ دوسرے مکان مین جانے کی ممانعت ہی سیدھی جاؤ اور اپنے گھر کو پلٹ آؤ۔

چودھوین[۱۴] دفعہ۔ جب خلوت مین ہمارے پاس آؤ چپ نہ بیٹھو کسی نہ کسی طرح کی باتین ضرور ہم سے کیے جاؤ ورنہ باعث ہماری نہایت ناراضی کا ہوگا اور اسوقت اپنے دلپر جبر نہ کرو دل چاہے بیٹھو دل چاہے لیٹو۔

پندرھوین[۱۵] دفعہ۔ خاصہ پکانے کے وقت کا غل ہمارے دماغ کو اس مرتبہ بے چین کرتا ہے کہ دوسری مرتبہ کھانا پکوانے کا حوصلہ نہین پڑتا۔ پس جو ہمارا تابعدار ہو اسوقت غل نہ کیا کرے۔

سولھوین[۱۶] دفعہ۔ لگا ہے ناخن بڑے نہ ہون ہر جمعہ ناخن ترشواؤ۔

سترھوین[۱۷] دفعہ۔ ہنسی کی بات پر ہنسا کرو بے سبب نہ ہنسا کرو۔

اٹھارھوین دفعہ۔ سب سے بڑی امید یہ ہی کہ اپنی خواہش نفسی کو بے حجاب فوراً

پہلی دفعہ۔ ہمیشہ اپنے کو خوشبو رکھین۔
دوسری دفعہ۔ دھویا ہوا اُجلا کپڑا پہنا کرین۔ میلی اور دھبتے دار اور پھٹی پوشاک خواہ پاجامہ خواہ دوپٹہ خواہ چھوٹے کپڑے نہ پہنا کرین۔
تیسری دفعہ۔ پوشاک مین اور ہاتھ مین اور مونھ مین ہرگز کسی طرح کی بدبو نہ آنے پائے۔
چوتھی دفعہ۔ پائون اور تلوے ہمیشہ آئینے کی طرح صاف اور چمکتے رہین کسی طرح کا میل اور آخور نہ ہوا کرے۔
پانچوین دفعہ۔ بالون مین خوشبو روغن اور آنکھون مین کاجل یا سُرمہ ہاتھون مین مہندی پہنچون تک ہمیشہ رہا کرے۔
چھٹی دفعہ۔ جو کنواریان ہین وہ بغیر حکم از خود مسّی نہ ملین اور جو مل چکی ہین اُن کا مضائقہ نہین۔
ساتوین دفعہ۔ کوئی بُلاق چھیدنے کا قصد نہ کرے قطعی ممانعت ہی۔
آٹھوین دفعہ۔ کوئی تمباکو کھانے اور حقہ پینے کا قصد نہ کرے۔
نوین دفعہ۔ کوئی پورون پر اُنگلیون کی یا پائون کے ناخنون پر یا ہتھیلی یا تلوون مین کسی طرح مہندی کا نقش و نگار جسے فندق کہتے ہین نہ بنائے۔
دسوین دفعہ۔ بُلانے کے وقت حتی الوسع جلد حاضر ہوا کرین۔
گیارھوین دفعہ۔ بے باک اور بے حجاب حاضر ہوا کرین۔
بارھوین دفعہ۔ مزاج پُرسی مین ایک جواب دس کو اور سو کو اور ایک کو کافی ہے البتہ جو بعد جواب دینے کے نئی آئیگی اور مزاج کا حال پوچھیگی اُسے دوسرا جواب دیا جائیگا

جن سے کسی کو دلچسپی ہو اِن خطوط مین اکثر توارد اور تکرار بھی ہے۔ اور اس کو قافیہ پیمائی اور عبارت آرائی کے کھٹکون نے اور بھی بدنما کر دیا ہے۔ اِس مجموعے مین شیدا بیگم کے زیادہ تر خطوط ہین جو چاندی بازار مین رہتی تھین اسکے بعد حور بیگم کے مراسلات کا درجہ ہے۔ فاطمہ بیگم۔ دلپذیر بیگم۔ مہندی بیگم۔ منور بیگم۔ فرخندہ محل۔ کنیز فاطمہ۔ نواب وزیر صاحبہ۔ مناجان صاحبہ۔ امراؤ محل۔ اور نوروزی بیگم کے اشتیاق نامے ہین۔ شیدا اور حور شاعرہ تھین ان کے خطوط مین نثر کے ساتھ کچھ کچھ نظم بھی ہوتی ہے اکثر رقعے غدر کے پہلے کے معلوم ہوتے ہین۔ شیدا بیگم کے ایک دو رقعون سے غدر کا کچھ مختصر سا حال پایا جاتا ہے مگر صرف اسیقدر کہ بادشاہ قید ہین لکھنؤ مین فوج بگڑ بیٹھی اہلِ شہر بھاگے اور اِس بھاگڑ مین شیدا بھی بھاگین۔ اور تسلط کے بعد پھر لُٹ پُٹ کر واپس آئین۔

بھاگے جہان جہان تھے بزن اور بکٹ ہلا   لُٹ پٹ کے گھر کو آئے تو گھر کا ٹکٹ ہلا

اِن رقعون کے القاب قابل دید ہین۔ شیدا بیگم لکھتی ہین مہر پیشانی۔ چہرہ نورانی ابرو کمان تیر مژگان بادام چشم۔ بہرام خشم۔ گل کی خوشبو۔ بلبل کی گفتگو۔ فرشتہ زیب۔ زاہد فریب۔ حسینون کے رنگ۔ زہرہ جبینون کے ڈھنگ۔ شاہد کی سج۔ عزیز کی دھج۔ دار وے دردِ اشتیاق۔ مرہم زخم فراق۔ داؤد آواز۔ مجسم اعجاز۔ بے آرامون کے چین اُستاد تانسین۔ محفل کی زیبائش ہر دل کی آرائش۔ خورشید جمال کی ضو۔ حسن کی لو۔ بے فکرون کا قہقہہ خوشدلون کا چہچہہ۔ بے صبرون کے آرام بے نشانون کے نام۔ شاہون کے سرتاج۔ نازنینون کے مزاج۔ آہو چشمون کی چالاکی۔ دلبرون کی بیباکی۔ نفس امّارہ پر قادر۔ فرمان فرمائی مین نادر۔ شاہون کے جمشید۔ ستارون کے خورشید۔ آبرو مین سکندر۔

ہم سے کہلا بھیجا کرو کہ ہمارا دل فقط اس پیغام سے پہاڑ ہو جائے گا خواہ ہم بلائین خواہ نہ بلائین مگر دل مین تو گھر ہو گا۔

اُنیسوین دفعہ۔ جو علم سکھائین اُسے برغبت دل سیکھو اُسوقت بلا ضرورت گھڑی گھڑی پیشاب کا بہانہ نکرو اور اگر پیشاب کو جاؤ اُسمین کوئی اور طرح کا کھانا پینا کودنا اُچھلنا نہ کرو پان بہت کم کھاؤ دانتون کو لال کرتا ہی اور مُنھ کی بو کو بُرا کرتا ہے۔ چھالیہ ڈلی۔ آواز کی دشمن ہے اگر ہمارے لکھنے پر داروغہ لوگ بیگمات کو چلائین تو ہم احسان مند اُن عہدہ دارون کے ہونگے۔

بیسوین دفعہ۔ دو اُنگل کھڑاون زمین سے اونچی ہو اسمین داروغہ لوگ اہتمام سے بنوا دیا کرین اگر اس مین خلاف ہوا تو ایک کھڑاون اُنپر جرمانہ ہو گا۔

واجد علی شاہ اور اُن کی بیگمات کی باہمی خط و کتابت

واجد علی شاہ کے زمانے مین رجب علی سرور کی فسانۂ عجائب کی اُردو کا خوب رنگ جما ہوا تھا۔ علی العموم شاہی خاندان کے مُراسلات مین اسکی تقلید کی جاتی تھی بادشاہ کو خود قافیہ سنجی کا شوق تھا اس قسم کی عبارت مین اگرچہ مطالب کے ادا کرنے مین سخت دقت تھی مگر اس مین ایک قسم کی انشا پردازی کا لطف ضرور تھا جو اب بالکل بدمزہ معلوم ہوتا ہے۔ حال مین ایک اسی قسم کی انشا شائع ہوئی ہے جس مین بیگمات کے اشتیاقیہ نامے اور بادشاہ کے جواب ہین یہ خطوط اُس زمانے مین لکھے گئے تھے جب بادشاہ انتزاع سلطنت کے بعد اپنی کچھ بیگمات کو چھوڑ کر کلکتے چلے گئے تھے۔ اِن مراسلات مین ہجر و وصل اور اشتیاق و فراق و سوز و ساز کے سوا بہت کم ایسی باتین ہین

مورنی کھٹورنی وغیرہ وغیرہ۔ اس کا جواب شیدا بیگم نے دیا ہے۔

دور سے مانگتے ہو تم مجھی — بات ہرگز نہین ہے یہ اچھی

جابجا ان خطوط مین موسم اور فصل کا بھی خاکہ کھینچا گیا ہے۔ ساون کا مہینہ ہے اور عیش باغ کے میلے مین شیدا نے ایک شوقیہ نظم بادشاہ کو لکھی ہے چند اشعار ملاحظہ طلب ہین

مسی ہونٹون پہ اور آنکھون مین سرمہ — رچی ہاتھون و پانؤن مین حنا ہے

طلائی ہے پڑا موباف سر مین — چنی ماتھے پہ افشان خوشنما ہے

گلابی پائجامہ سُرخ کرتی — دوپٹہ گاج کا دھانی رنگا ہے

مَلا ہے عطر مجموعے کا ایسا — کہ سارا محل عنبر گھر بسا ہے

یہ ساون سب یون ہی جاتا ہے جانی — جو ایسے مین تم آؤ تو مزا ہے

نوروزی بیگم کا ایک خط اس طرح شروع ہوتا ہے۔

دلم از فراق خون شد تو براہ دیدہ باشی — بہ بہت غبار گشتم ز صبا شنیدہ باشی

بادشاہ کے اکثر خطون مین یہ مصرع آیا ہے۔

ہم ہین کلکتے مین اور عالم تنہائی ہے

بعض مراسلات مین یہ جملہ بھی پایا جاتا ہے لعن اللہ علے اہل لھندوستان کیف خرجوا من دار السلطان یہ جملہ بادشاہ کی زبان سے ایسے موقع پر نکلا ہے جب کوئی بیگم کلکتہ سے روٹھ کر لکھنؤ چلی آئی ہو مگر بعض بیگمات نے اسکا جواب بھی دیا ہے جسمین ایک قسم کا زنانہ بھولا پن پایا جاتا ہے

واجد علی شاہ کی تصنیفات پر رائے

اِنکے متعدد دیوان۔ مثنویان۔ مرثیے۔ سلام اور مختلف اور بے شمار نظمین دیکھکر ہر شخص

نہرون مین کوثر۔ ایوب کا صبر۔ رحمت کا ابر۔ شجاعت مین رستم۔ سخاوت مین حاتم۔
زمینون مین کعبے کی زمین۔ آسمانون مین عرش برین۔ جواہرات مین لعل بدخشان۔
چمک دمک مین برق رخشان۔ موتیون مین شاہوار گوہر۔ انجم مین ضیا بار اختر۔
حُسن مین ماہ کنعانی۔ نقاشون مین مانی۔ نشَّارون مین لاثانی۔ شعرگوئی مین خاقانی۔
نصفت مین نوشیروان۔ حکمت مین لقمان۔ فصاحت مین حسان۔ بلاغت مین سحبان۔
انسانون مین سلطان۔ نبی جان مین جان۔ پریون مین سلیمان۔ تمپر اللہ کی امان۔
یہ تو القاب تھے اب ورود نامے کا ذکر لکھتی ہین۔ ان باتون کو یقین جان مین تیرے
قربان۔ محبت نامہ ہماری جان سے پیارا۔ عشق سے ملو سارا۔ الفت کا کرتا اشارا۔
گیارھوین شعبان کو منشی صفدر کی معرفت آیا۔ ہمکو دلون سے بھایا۔ اکثر رقعات مین
مکتوب الیہ کو جانی اور جنّیان کے الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔ مذکورۂ بالا القاب مین
موسیقی کی رعایت مین جو الفاظ آئے ہین اُن سے بادشاہ کے ایک طبعی میلان کی
کیفیت بھی ظاہر ہوتی ہے اِن خطون سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صرف بادشاہ ہی کو
اپنی واپسی کی امید نہین بلکہ بیگمات کو بھی اِس بات کا یقین ہے کہ بادشاہ پھر لکھنؤ
واپس آئین گے اور تخت سلطنت پر جلوس فرمائین گے۔ نامہ برون کے نام بھی ان
مکتوبون مین لکھے ہین۔ منشی صفدر۔ مقرب خاقان۔ انجم الدولہ اور کنز الدولہ کی
معرفت یہ خطوط آتے جاتے تھے۔ بادشاہ کے خطون مین کہین کہین مذاق اور شوخی
بھی ہے اور اُدھر سے بھی اسکے جواب باصواب دیے گئے ہین۔ بادشاہ شیدا بیگم
کو ایک خط مین القاب کے بعد تحریر فرماتے ہین۔ نہال چمنِ محبت۔ بالکل چاہت کی
الفت۔ الف قد۔ بے خد۔ تے ابرو۔ چاند سا رو۔ بہت اچھی۔ خدا کے واسطے ایک مچھی۔

آپ کے ہم صحبت وہم مشورہ رہے شعرا کی بڑی قدر فرماتے تھے چنانچہ خواجہ اسد قلق۔
زکی۔ درخشان۔ قبول۔ میر علی جان شفق۔ بے خود۔ ہنر۔ عطارد۔ ہلال وغیرہ صدہا شعرا
آپکے دامن دولت سے وابستہ تھے تذکرۂ ہزار داستان معروف بہ خم خانۂ جاوید مین اسیطرح لکھا ہے۔
اسپر مین یہ اضافہ کرتا ہون کہ اُنکے تمام اشعار کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اُن مین اخلاقی
نقص پائے جاتے ہین اور اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آرام طلبی کی حالت مین یعنی جلسۂ عیش
وعشرت مین بیٹھے ہی عشق بازی کی معمولی باتین ڈھیلی ڈھیلی بندشون مین باندھکر
پھس پھس برابر کیے جاتے تھے کسی تجربہ یا معقول باتون پر متوجہ نہین ہوتے تھے
اگرچہ اُنکی بعض نظم نہایت صاف اور لطیف اور رنگین ہوتی ہے لیکن اکثر اُس سے وہ کیفیت
ظاہر ہوتی ہے جس سے پڑھنے والے کی طبیعت اُنکی کامل عیاشی کا استنباط کر لیتی ہے
اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے دماغ مین کوئی معقول ملکی خیال اور دل مین نہایت عمدہ
رائے بہت کم تھی۔ وہ پرگو ہین اسلیئے اُنکے اکثر کلام مین بلند مضامین نہین ہے۔ جن
ولولون کے برانگیختہ کرنے مین اُنکے اشعار کامیاب ہوتے ہین وہ عشق ومحبت ہین چنانچہ
اُن مین باہمی ارتباط اور وصل کے عیش وعشرت اور فراق کے رنج ومصیبت اور وصل
سے مایوسی کی حسرت کا مؤثر بیان موجود ہے مگر باوجود اسکے اُنکے بعض مضامین ایسے
ہوتے ہین کہ شایستگی کبھی آنکھین بند کر لیتی ہے اور کبھی کانون مین انگلیان دے لیتی ہے
اور اُنکے کلام مین چونکہ جوش وخروش کی تاثیر کم ہے اسلیئے عام مذاق کے موافق کہین شعر
پھیکے ہین کہین بیٹھے ہین **فائدہ** بادشاہ اپنے تخلص کی نسبت کتاب ناجو مین
لکھتے ہین دو تخلص خود آختر میدارم در تصانیف اُردو و فارسی احتیاج تبدیل نمودنش نبود
مگر در تصنیف ہذا کہ مملو از زبان ہندوی وبھاکا و سنسکرت ست بناچاری بجائے خائے معجمہ

یہ راے قائم کرسکتا ہے کہ سلطان عالم ہر وقت اور ہر لحظہ اسی فکر مین رہتے ہونگے۔ ہر رنگ ہر طرز مین لکھا ہی مگر اساتذۂ لکھنؤ کی خشک کلامی کے زبردست اثر پر حاوی نہو سکے چنانچہ کلام مین سوز و گداز کم ہے اور زیادہ تر رعایت لفظی ہی کی تکرار ہے۔ غزل۔ قصیدہ۔ مثنوی۔ سلام۔ قطعہ۔ الغرض کوئی صنف شاعری اِن کی فکر رسا سے نہین چھوٹی۔ بلکہ اپنی حیرت انگیز پرگوئی کی بدولت جو کچھ لکھا جی بھر کر لکھا مگر افسوس ہے کہ جملہ تصانیف مین سے صرف ٹھمریون نے قبولیت کا درجہ حاصل کیا۔ وزیر السّلطان نواب وزیر علی خان نے وزیر نامے مین آپ کی تصانیف کی فہرست لکھی ہے جسکا خلاصہ یہ ہی۔ ۶ دیوان۔ شیوع فیض۔ قمر مضمون۔ سخن اشرف۔ گلدستۂ عاشقان۔ اختر ملک۔ نظم نامور۔ متعدد مثنویان۔ حزن اختری۔ بنی۔ ناجو۔ دو طمن در فن موسیقی۔ قصائد فارسی و اُردو۔ مباحثہ بین النفس والعقل۔ نصائح اختری۔ عشق نامہ۔ رسالہ ایمان در بیان مصائب اہلِ بیت۔ دفتر پریشان۔ مقتل معتبر۔ دستور واجدی در سیاست مدن۔ صوت المبارک۔ ہیبت حیدری۔ قصائد المبارک۔ جوہر عروض۔ ارشاد خاقان در عروض۔ اور خدا جانے کیا کچھ کہا ہی۔ جملہ تصانیف کی تعداد چالیس جلدون سے کم نہین۔ چند دیوان اور مثنویون کے علاوہ ان کے مکتوبات وغیرہ دیکھکر ایک عجیب اور قابل قدر بات یہ معلوم ہوتی ہی کہ شاہ اختر ایک ایسے بے دھڑک اور سچے شاعر تھے جنھون نے اپنے تمام خفیف رازون۔ دلی بھیدون اور خانگی باتون کو اس طرح صاف صاف الفاظ مین نہ صرف اپنی خاص مجلس اور چند محرم راز لوگون مین بیان کیا بلکہ اُن خیالات کو زیور طبع پہنا کر ملک کے سامنے بھی پیش کردیا اِنکی یہ خلاقی جرأت واقعی اِس خاص روش مین تمام شعراے ماضی و حال سے بڑھ گئی ہی ایام ولیعہدی سے کلکتے کے جانے کے وقت تک منشی مظفر علی خان اسیر اور فتح الدولہ برق۔

حیدر علی بہادر لکھا ہے نواب مخدرۂ عظمیٰ خاص محل المخاطب بہ اعظم ہوسے۔ قیصر التواریخ مین لکھا ہو کہ یہ معذور و مصروع تھے اور بوستان اودھ سے معلوم ہوتا ہو کہ باپ کے سامنے انتقال کیا افضل التواریخ مین مرقوم ہو کہ ۲۲ سال کی عمر مین فوت ہوے۔

(۲)۔ ابوالحرب فغفور جاہ خاقان حشم مرزا محمد جاوید علی بہادر اعظم بہو سے۔

(۳)۔ ابوالنصر کیوان قدر مرزا ولی عہد محمد حامد علی بہادر اعظم بہو سے افضل التواریخ مین کیوان قدر خطاب جاوید علی خان کا لکھا ہو۔ کتاب بنی مین خود بادشاہ ابوالنصر کیوان قدر ہمایون جاہ قیصر حشم صاحب عالم مرزا محمد حامد علی بہادر لکھتے این۔ حامد علیخان جاوید علیخان ولی عہد کے انتقال کے بعد ولی عہد ہوے تھے۔

(۴)۔ قمر قدر مرزا عابد علی بہادر اعظم بہوسے باپ کے بعد سب سے زیادہ انھین کی تنخواہ ہوئی یعنی تین ہزار روپیہ ماہانہ مقرر ہوا۔

(۵)۔ فلک قدر اعظم بہوسے۔

(۶)۔ مرزا بیدار بخت اعظم بہوسے۔

(۷)۔ آسمان جاہ مرزا کاظم علی بہادر رشک عالم سے اور افضل التواریخ مین انکی مان کا نام رشک محل لکھا ہے۔

(۸)۔ قمر علی مرزا خوش بخت بہادر اختر محل سے۔ جیسا کہ بنی مین ہو۔

(۹)۔ مرزا حسین عرف چھوٹے مرزا اختر محل سے جیسا کہ افضل التواریخ مین ہے۔

(۱۰)۔ فریدون قدر محمد ہزبر علی بہادر جرنیل صاحب معشوق پری المخاطب بہ معشوق محل سے افضل التواریخ مین انکی مان مخدرۂ عظمیٰ تبائی ہے اور اس مین یہ غلطی کی ہے کہ فریدون قدر جرنیل صاحب سے محمد ہزبر علی بہادر کو علحدہ لکھکر مان کا نام یہ تبایا ہو

کاف عربی رامیبن نمودم تا در لہجہ وزبان ہندوی وبھاکا وسنسکرت بے ربط نشود
پس ہر جا کہ لفظ اکھتر با کاف عربی در او اخر اشعار یعنی مصرع دوم یافتہ شود تخلص اقم ست"
یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وہ کاف ہی جو خالص ہندی کے حروف مین سے ہی جس مین ایک ہا کا
تلفظ مخلوط ہوتا ہی اور اِسے اُردو کے رسم الخط مین دوچشمی لکھتے ہین پس یہ کاف عربی نہین کاف ہندی ہی

غلط بخشی

واجد علی شاہ داد و دہش مین بے سلیقہ تھے سخاوت کی جگہ کفایت اور کفایت
کی جگہ سخاوت کرتے تھے۔ باوجودیکہ سپاہ و اہلِ قلم تنخواہ کی نایابی سے جینے
سے تنگ تھے لیکن وہ غیر ضروری مصارف مین بڑے فراخ حوصلہ تھے چنانچہ
خم خانۂ جاوید مین لکھا ہے کہ محلات کی بیگمات و اقربائے شاہی و مصاحبین کو زیور
جواہر۔ املاک و معافیات مالیت کئی کرور روپیہ عطا کیا انیس الدولہ گویا ندیم خاص تھا املاک
آبائی واقع دہلی جسکی قیمت کسی طرح پچاس لاکھ سے کم نہ تھی اُسے بخش دی اسیطرح حکیم
شفاء الدولہ کو جونپور کی جاگیر جس کا حاصل کثیر تھا عنایت کی۔

عذر تقصیر

جی چاہتا تھا کہ واجد علی شاہ کی صحبت اور جلسون کی رنگینیان تفصیلوار دکھا کر گلزار کھلا دون
مگر اکثر پھول ایسے فحش کانٹون مین اُلجھے ہوے ہین کہ کاغذ کے پُرزے ہوئے جاتے ہین
اسلئے صفحہ پہ پھیلاتے ہوے ڈر لگتا ہے۔

واجد علی شاہ کی اولاد

تفصیل شاہزادگان

(۱) خسرو مرتبت دارا شکوہ نوشیروان قدر مرزا محمد علی حیدر بہادر اور فضل التواریخ مین

(۲۹)۔ اقبال جاہ مرزا محمد ہادی بہادر تابان محل سے مگر بنی مین ان کا خطاب آفتاب جاہ ہے
(۳۰)۔ سیف الملوک مرزا خادم حسین بہادر سہا محل سے۔
(۳۱)۔ تاج الملوک مرزا کاظم حسین بہادر محبّت محل سے۔
(۳۲)۔ سلطان مرزا محمد رضا علی بہادر بی نظیر محل سے۔
(۳۳)۔ مسرور مرزا حسین علی بہادر تابان محل سے مگر بنی ہین سردار مرزا علی حسین بہادر ہے
(۳۴)۔ بہادر جاہ محمد اکبر بہادر شہزاد محل سے۔
(۳۵)۔ ہمایون جاہ مرزا محمد اصغر بہادر پیارا محل سے۔
(۳۶)۔ محمد علی مرزا بہادر عالم افروز محل سے۔
(۳۷)۔ عوالی مرتبت مرزا محمد ابراہیم علی بہادر دل نما محل سے۔
(۳۸)۔ دلاور جاہ مرزا محمد علی نقی بہادر بنگالہ محل سے۔
(۳۹)۔ خورشید مرزا محمد کاظم حسین بہادر ولائتی محل سے۔
(۴۰)۔ کامیاب مرزا محمد کاظم حسین بہادر دلاویز محل سے مگر بنی ہین کامیاب مرزا محمد حسین باقر بہادر ہے
(۴۱)۔ داراجاہ مرزا ابوالعلیٰ بہادر مبارک محل سے۔
(۴۲)۔ بلند اختر مرزا محمد محتشم بہادر شباب محل سے۔
(۴۳)۔ اختر جاہ مرزا محمد ہاشم بہادر صغیر[له] محل سے۔
(۴۴)۔ کسریٰ بخت مرزا اعجاز حسین بہادر۔
(۴۵)۔ مرزا محمد اکرم حسین بہادر۔
(۴۶)۔ مہنگ پری المخاطب بہ افتخار النسا سے ایک لڑکا پیدا ہوا مگر دو چار ہی دن زندہ رہکر مر گیا۔

له اصغر محل صحیح نہین ۱۲

معشوق محل صاحبہ یعنی عظمت آرا صاحبہ دختر علی نقی خان۔

(۱۱)۔ احمد مرزا معشوق محل سے۔

(۱۲)۔ مرزا برجیس قدر امراؤ کسبی المخاطب بہ حضرت محل سے۔

(۱۳)۔ قمر احسن مرزا۔ مہدی بیگم سے۔

(۱۴)۔ سپہر قدر ننھی بیگم سے۔

(۱۵)۔ مرزا عابد علی بہادر فخر محل سے۔

(۱۶)۔ مرزا آسمان جاہ رشک محل سے۔

(۱۷)۔ قمر احسن مرزا واجد محل سے۔

(۱۸)۔ قمر احمد مرزا محمد جم جاہ علی بہادر معشوق محل سے۔

(۱۹)۔ مرزا محمد جوگی بہادر جہان پناہ محل سے۔

(۲۰)۔ مرزا محمد جلال بہادر صدر محل سے۔

(۲۱)۔ قمر حسین مرزا محمد بابر بہادر اکلیل محل سے۔

(۲۲)۔ بلند جاہ مرزا محمد عسکری بہادر عیش محل سے۔

(۲۳)۔ حسن مرزا کام بخش الفت محل سے۔

(۲۴)۔ روشن گہر مرزا محمد قائم علی بہادر حور محل سے۔

(۲۵)۔ مسعود علی مرزا بہادر شاہ نواز محل سے۔

(۲۶)۔ جہان پرور مرزا محمد کاظم علی بہادر دل افروز محل سے۔

(۲۷)۔ فرخ مرزا ابو تراب بہادر نونہال محل سے۔

(۲۸)۔ مبارک مرزا علی بہادر ہمایون محل سے۔

(۱۱)۔ تاج آرا نواب صبیۃ السلطان بیگم شہزادہ محل سے۔

(۱۲)۔ رتبہ آرا نواب سکینہ بیگم سلطان محل سے۔

(۱۳)۔ حکم آرا نواب شہر بانو بیگم جہان پناہ محل سے بعض نے انکو بھی سپہر بانو لکھا ہے مگر اول صحیح ہے۔

(۱۴)۔ نزاکت آرا نواب محمدی بیگم سرفراز محل سے۔

(۱۵) محفل آرا نواب معصومہ بیگم صنوبر محل سے۔

(۱۶)۔ تجمل آرا نواب کنیز صادق صدر محل سے۔

(۱۷)۔ منزلت آرا رضیہ بیگم محبوب محل سے بعض کتابون مین رضیہ بیگم کی جگھہ رُقیہ بیگم واقع ہے یہی صحیح ہے کیونکہ بنی مین یون ہی لکھا ہے انکے نام کے ساتھ نواب بھی بولا جاتا تھا۔

(۱۸)۔ رعیت آرا نواب طیبہ بیگم نجم محل سے۔

(۱۹)۔ ملک آرا نواب عابدہ بیگم عمدہ محل سے قیصر التواریخ مین انکی مان کا نام یہی ہے اور بوستانِ اودھ مین عمدہ محل کی جگہ منصور محل ہے۔

(۲۰)۔ جشن آرا نواب فاطمہ بیگم عیش محل سے۔

(۲۱)۔ بہار آرا کنیز حسن بیگم۔ بوٹہ محل سے قیصر التواریخ مین انکی مان کا یہی نام لکھا ہے اور بوستان اودھ مین بوٹہ محل کی جگہ عمدہ محل ہے بنی مین خود بادشاہ لکھتے ہین کہ جب بوٹہ بیگم کی مان نے انتقال کیا تو یہ شاہزادی نواب افضل بیگم کے سپرد ہوئی جو اُسکی خالہ ہے

(۲۲)۔ بزم آرا نواب زکیہ منصور محل سے قیصر التواریخ مین اسکی مان کا یہی نام لکھا ہے اور بوستان اودھ مین بزم آرا کی مان کا نام بوٹہ محل بتایا ہے۔

تفصیل شاہزادیان

(۱)۔ مرتضیٰ بیگم نواب خاص محل اعظم بہو سے۔
(۲)۔ سپہر آرا کبریٰ بیگم سلیمان محل سے جو پہلے سلیمان پری تھی افضل التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاہزادی عظمت الدولہ معظم الملک سید محمد رضا خان بہادر انتظام جنگ سے منعقد تھی۔
(۳)۔ مہر آرا صغریٰ بیگم عزت محل سے۔
(۴)۔ جہان آرا بیگم فضہ حبشن المخاطب بہ حور محل سے۔
(۵)۔ سریر آرا نواب زینب بیگم خاقان محل سے۔
(۶)۔ تخت آرا شہر بانو بیگم اور بعض کتابون مین تخت آرا شہر بانو قمر بیگم لکھا ہے اور بعض نسخون مین سپہر بانو واقع ہے اِن کی مان کا نام نواب بیگم ہے یہ شہزادی تین برس کی عمر مین مرگئی۔
(۷)۔ شمس آرا بیگم فرخندہ بخش سے۔
(۸)۔ نگین آرا رقیہ بیگم شیدا محل سے بعض نسخون مین نگین آرا رضیہ بیگم ہے اور بعض نے نگین آرا نام لکھا ہے یہ شہزادی تین سال کی عمر مین مرگئی۔
(۹) دیہیم آرا بنت السلطان بیگم ملکہ سروسہی سے افضل التواریخ مین اِن کی مان کا نام نواب بیگم لکھا ہے انکی جب اڑھائی سال کی عمر تھی تو مان نے انتقال کیا نوروزی بیگم انکی خالہ نے اِن کی پرورش کی تھی۔
(۱۰)۔ بنت الملک نواب صغریٰ بیگم معشوق محل سے۔

اُٹھایا دیکھا توکسی طرح کا شبہہ ڈاکٹر صاحب کو نہ ہوا حرم سرا مین شور قیامت برپا تھا
رزیڈنٹ نے تاسف کے ساتھ نوروز علی خان سے کہا کہ جناب عالیہ سے عرض کرو کہ یہ وقت
صبر کا مقام ہے پھر وہان سے گلستان ارم مین آکر بیٹھے۔ جب واجد علی شاہ کو یہ خبر پہونچی
سنتے ہی عجیب حالت بیقراری سے برآمد ہوے دونون طرف سے خواص بازو تھامے
ہوے آنکھون سے آنسو جاری بیقراری دمبدم بڑھتی جاتی تھی۔ اسی حالت سے
زرد کوٹھی مین آکر بیٹھے مصاحبانِ خاص دست بستہ حاضر تھے قطب الدولہ نے بہت
چاہا کہ کسی طرح صورت افاقۂ گریۂ وزاری ہوجائے لیکن رعب ودبدبہ سے عرض کرنے کی
جرأت نہ ہوسکی۔ اس عرصہ مین امیر الدولہ مہدی علی خان نے عرض کیا کہ حسب دستور
کپتان ہالنگس صاحب استقبال کو آتے ہین ملازمین ہر طرف اپنے مقام پر کمر بستہ
جلوے سواری مین حاضر ہوے۔ واجد علی شاہ بوچے مین سوار ہوکر جلوس کے ساتھ آئے
کپتان ہالنگس صاحب بوچے کے ساتھ تھے۔ جب سواری زینے پر چڑھنے لگی تو ہمراہیون کی
کثرت سے زینے کا آہنی جنگلہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ جب بادشاہ داخل کمرہ ہوے رزیڈنٹ سے
ملاقات ہوئی اور درمیانی کمرے مین جاکر بیٹھے اور دروازے بند کرلیے امیر الدولہ میر
مہدی علی خان داخل کمرۂ خلوت ہوئے پھر نواب علی نقی خان تسبیح در دست وظیفہ
پڑھتے ہوے کمرے مین چلے گئے۔ ایک ساعت کے بعد جانسن صاحب برگیڈیر چھاؤنی
منڈیاؤن آئے فقط انھین کے آنے کا انتظار تھا صاحب رزیڈنٹ کمرے سے باہر
آئے اور انھین بھی کمرے مین لے گئے بعد اسکے واجد علی شاہ تخت روان پر سوار ہوکر
داخل بارہ دری ہوے۔ پہلے کمرۂ خاص مین جاکر موافق معمول کے دو رکعت نماز شکرانہ
پڑھی عبائے خاص بردوش زینے سے تخت پر کھڑے ہوے۔ رزیڈنٹ بھی برابر کھڑے ہوے

(۲۳)۔رزم آرا نواب خدیجہ بیگم منصور محل سے۔

(۲۴)۔شرف آرا نواب کنیز قائم بیگم حسن محل سے۔

(۲۵)۔ثروت آرا کنیز مہدی بیگم ملکہ سیمین تن سے۔

(۲۶)۔شکوہ آرا نواب سیدہ بیگم اعلیٰ محل سے قیصر التواریخ مین شیدا بیگم غلط لکھا ہے۔

(۲۷)۔گوہر آرا نواب نیک بخت بیگم حسن محل سے۔

(۲۸)۔سما آرا نواب کنیز جعفر بیگم حضرت محل سے۔

(۲۹)۔بدر آرا اکبر بیگم خوش خصال محل سے قیصر التواریخ مین اکسیر بیگم غلط لکھا ہے۔

(۳۰)۔مہ آرا مُنّی بیگم۔مبارک محل سے۔

(۳۱)۔سُلطان آرا پوتی بیگم۔صاحبزادی جنرل صاحب قیصر التواریخ مین اسی طرح لکھا ہے اور بوستان اودھ مین لولی بیگم ہے۔

(۳۲)۔بادشاہ آرا ہادی بیگم۔ہادی محل سے۔

(۳۳)۔تاجدار نیک نہاد بیگم۔مرغوب محل سے۔

(۳۴)۔شہر آرا زکیہ بانو بیگم۔بارگاہ محل سے۔

دوسرا باب واجد علی شاہ کی مسند نشینی سے معزولی تک کے حالات مین

جب نواب امین الدولہ نے حسب دستور کرنیل رچمنڈ رزیڈنٹ کو خبر انتقال امجد علی شاہ کی پہونچائی تو رزیڈنٹ مع ڈاکٹر لوگن کے نواب امین الدولہ کے ساتھ محل سرا مین داخل ہوے بادشاہ کی نعش پر آکے نوروز علی خان نے دوشالہ مُنھ پر سے

سوال سال مسعود جلوسش | طلب واثق نمود از ہاتفے خوش
چکید از سال کلکش مثل سیبے | سریر سلطنت را دادہ زیبے
۱۲ ۶۳

ایضاً

لیلۃ السابع پس از عشرین سعد از صفر | شاہ شد سلطان عالم سایۂ فضل آل
واثق اندر ملک دادہ این نوید جان فزا | شاہ شد واجد علی سلطان معلّٰی بادشاہ

ایضاً

جہان پرور زہے واجد علی شاہ | مشرف ساخت تاج و تخت اقبال
نمودہ فکر تاریخ جلوسش | بہ آئینے کہ افزون گردش مال
مبارک اختراع تازہ ریحان | خوشا طبع رسا خوش عقل فعال
سہ از جیم جہان پرور گرفتم | بہ اضعاف مکرر یافتم سال

ایضاً

جو زیب تخت ہوا شب کو شاہ نیک اختر | ہوا ہے سال جلوس اسلیئے چراغ ہند

پورا لقب اُن کا یہ ہے ابو المظفر ناصر الدین سکندر جاہ بادشاہ عادل قیصر زمان سُلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ

صاحب رزیڈنٹ برگیڈ میجر کپتان لام صاحب کو انگریزی پہرون کی حفاظت کا حکم دیکر نواب امین الدولہ سے رخصت ہوکر سوار ہوگئے۔ چھاؤنی سے پانچ کمپنیان جو واسطے بندوبست کے آئی تھین اُن کو تیسرے دن انعام دیکر رخصت کیا انگریزی پہرون کے آنے کا دستور کرنیل جان بیلی صاحب کے وقت سے چلا آتا تھا دو پہر کے قریب نواب امین الدولہ وزیر ڈیوڑھی سلطانی پر گئے اور مقربان امجد علی شاہ سے

مجد الدولہ چھوٹی کشتی مین تاج شاہی لائے رزیڈنٹ نے اپنے ہاتھ سے تاج سر پر رکھکر انگریزی
مین کہا اب واجد علی شاہ بادشاہ اودھ ہوے بعد اسکے بادشاہ نے چار زانو ہوکر تخت پر
جلوس فرمایا۔ پہلے نواب امین الدولہ نے نذر دی اُسکے بعد سب کی نذرین نواب نے
اُٹھالین۔ رزیڈنٹ صاحب زیر تخت کرسی پر بیٹھے باقی سب انگریز کھڑے رہے جو
ملازم تھے اُنھون نے نذر دی۔ بادشاہ نے حسب دستور پانچ اسم ذات حسنی دستخط فرمائے
سامنے مبارکباد کا غل ہوا ناچ ہونے لگا۔ بینڈ باجہ بجنے لگا شلک سلامی سر ہوئی شہر مین
منادی ہوئی اُسوقت گھڑی مین دیکھا تو ۹ بجکر ۳۵ منٹ آئے تھے۔ ایک ساعت کے بعد
تخت سے اُترے ایک طرف بڑے صاحب دوسری طرف برگیڈیر تخت رواں تک لاکر رخصت
ہوے۔ بادشاہ سوار ہوے روشن چوکی بجتی ہوئی داخل محل سرائے بارہ دری ہوے یہ رسم
تخت نشینی روز شنبہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳؁ ہجری مطابق ۱۳۔ فروری ۱۸۴۷؁ کو واقع
ہوئی جیسا کہ قیصر التواریخ مین ہے اور افضل التواریخ مین مسند نشینی کی تاریخ ۲۷ صفر
کی رات بتائی ہے۔ تاریخ مسند نشینی یہ ہے۔

شہ عدل پرور سلیمان حشم	فزون رتبۂ تخت شاہی نمود
ز ملک و ملک این صدا شد بلند	ملک رونق تاج شاہی فزود ۱۲۶۳

دیگر

شہ واجد علی الحمد	بہ لیل بست و ہفتم از ہمین ماہ
کہ بر نوک زبان اہل کشور	معرف با صفر ماہ مظفر
بہ شکل ماہ شد بر تخت تابان	جہان روشن شد از شمع چراغان
دعا گو یافت نقد کامیابی	بد اندیشش فتاد اندر خرابی

فرماکر اُسکا چھوڑنا اور شہنشاہ منزل مین جہان صحن وسیع اور لطافت ہوا زیادہ تھی قیام اختیار کرنا منظور خاطر ہوا۔ صاحب رزیڈنٹ نے دوستانہ سمجھایا کہ اگر بدستور اپنے آباے کرام کے یہین رہیئے تو بہتر ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ یہان کی ہوا میرے مزاج کے ناموافق ہے اور یہ امر کچھ آپ کے خلاف بھی نہین بعد اس کے اہلِ دربار اور شاہزادون و امرا کو حکم ہوا کہ ہر اتوار کو صبح کے وقت دربار کے لئے کوٹھی فرح بخش مین حاضر ہوا کرین مین بھی وقت خاص پر آیا کرونگا۔ ۹ بجے کے وقت نواب امین الدولہ۔ مہاراج مدبر الدولہ اور دبیر الدولہ اور اہلِ دفترِ خاص درِ دولت پر دولت خانۂ قدیم مین حاضر ہونے لگے وقت ملاحظۂ کاغذات ہر ایک حاضر ہوتا تھا دوپہر کے بعد جب زوال شمسی کی نوبت بجتی تھی تو یہ لوگ دربار سے اُٹھتے تھے اسکے بعد مقربانِ قدیم کی صحبت خاص کا رنگ جمتا تھا۔

عدل وانصاف کا نرالا طریق

کئی دن تک بادشاہ کی سواری مین دو ترک سوار آگے آگے دو نقرئی صندوقچے نیزون پر لیکر چلتے تھے راہ مین جو مستغیث عرضی دیتا تھا صندوقچے مین ڈالدیتے تھے کُنجی اُن کی بادشاہ کے پاس رہتی تھی اور اُنکو بادشاہ اپنے ہاتھ سے کھولکر حکم لکھتے تھے اور طبیعت بھی نہایت رسا اور تیز تھی اِس کا نام قیصر التواریخ کی روایت کے مطابق **مشغلۂ نوشیروانی** اور روزنامہ۔ نادر العصر اور محاربہ غدر کی روایت کے مطابق **مشغلۂ سُلطانی** رکھا تھا اہلکارون کو اِس سے خوف اور رعایا کو باعث ازدیادِ تقویت تھا فی الحقیقت بہت خوب مشغلہ تھا اگر اسے قیام رہتا۔ افضل التواریخ مین اِسکا حال یون لکھا ہے کہ تخت نشینی سے تیسرے روز دو صندوق طلائی و نقرئی

سب سرگذشت بیان کرکے پھر بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے۔ جنرل مرزا سکندر حشمت جنکا نام مرزا جواد علی ہے اور واجد علی شاہ کے چھوٹے بھائی تھے بادشاہ کو نذر دیکر بہت شدّت سے روتے جاتے تھے اُنکی بیقراری سے معلوم ہوتا تھا کہ اِنھین کا باپ مرگیا ہے اُنکے پیچھے حکمت الدولہ اور اُنکا بیٹا تھا۔ اُس وقت محلسرا مین خاص وعام ملازمین ولی عہدی کے ہجوم سے شور وغل کا ہنگامہ برپا تھا۔ صبح روز یکشنبہ کو بادشاہ نے پھر تخت پر جلوس فرمایا۔ باقی شاہزادون اور امرا اور اہلکارون کی نذرین لین جب مرزا محمد رضا علی خان داراسطوت نے نذر دی تو اُن کی خُردسالی اور یتیمی پر رحم فرماکر بادشاہ روئے وقت چاشت دربار برخاست ہوا واجد علی شاہ دولت خانۂ ولی عہدی کو تشریف لے گئے حاضرین اپنے اپنے مسکن پر پہونچے۔ امراے دربار تشییع جنازہ کو گئے جب امجد علی شاہ کے دفن ہونے کی خبر بادشاہ نے سُنی تو وقت عصر بادبہاری (گاڑی کا نام ہے) پر سوار ہوکر شہنشاہ منزل کو تشریف لیگئے چار گھڑی رات گئے لوٹ آئے اور دوشنبہ ۲۸ ماہ صفر کو امجد علی شاہ کے سوم کی تقریب اُنکی قبر پر ہوئی ارکانِ دولت شریک فاتحہ خوانی وروضہ خوانی تھے اب ہر روز حسب دستور طلوع آفتاب سے تاچاشت دربار منعقد ہونے لگا انتظام مالی وملکی پیش نظر کیمیا اثر رہنے لگا روز سہ شنبہ ۲۹۔ صفر کو نواب امین الدولہ اور مہاراج بالکرشن وغیرہ اہلکاران سلطنت کو حسب معمول خلعت ملا باقی عملہ قدیم بدستور اپنے کاروبار مین مصروف ہوا اکثر ملازمان قدیم وجدید کو خطابات شاہی ملے مقربانِ خاص صاحبِ شمشیر ہوئے۔ ۱۵ دن تک طریق ملاحظہ کا غذات اور صورت دربار شاہی زمانۂ سابق کے موافق رہی۔ بعد اسکے فرح بخش بیت السلطنت قدیم کو ناپسند

بترویج شعائر شرع مبین و تشئید مبانی مذہب حق حضرات ائمۂ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین دائما مترقی دار او انہ تعالیٰ علی کل شئی قدیر۔
مہر سلطنت و جہان بانی از مطلع عنایات ربانی ہموارہ طالع و ساطع باد بالنبی و آلہ الامجاد علیہم الصلوٰۃ الی یوم المعاد و التناد معروضہ داعی بلاریب مورخہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۶۳ہجری

فوج کی درستی کا شوق عجیب تفریح انگیز طور پر

دوسرے ہفتے مین روز شنبہ کو کوٹھی رزیڈنٹی مین چار کی صحبت ہوئی موافق معمول کے نواب علی نقی خان اور امیر الدولہ مہدی علی خان داخل زمرہ کرسی نشینان ہوے۔ وقت رخصت صاحب رزیڈنٹ نے حسب سرشتہ ان دونون صاحبون کو بھی گوٹے کے ہار اور عطر دیا ۹۔ ربیع الاول سنہ مذکور کو گورنر جنرل ہارڈنگ صاحب کا خریطہ تہنیت جلوس کے باب مین آیا اور چار ہزار روپے بادشاہ کی طرف سے سپاہیان انگریزی کے انعام کے لئے اور دو شالے افسران فوج کے واسطے رزیڈنٹ کے پاس بھیجے گئے۔
بادشاہ نے پیادون کی چند پلٹنین اور سوارون کے رسالے بھرتی کرکے اُنکو وردی اور ہتھیارون سے آراستہ کیا تھا اُنکے نام بھی عجیب و غریب رکھے تھے۔ **بانکا۔ ترچھا گھنگھور۔ اختری** اور **نادری** اور اُنکے قواعد کے لئے فارسی زبان مین اصطلاحین مقرر کی تھین۔ ابتدائے شوق مین اکثر بادشاہ بہ نفس نفیس میدان پریڈ مین جاکر اُن کی قواعد اور نیزہ بازی اور شمشیر زنی اور تفنگ اندازی کی مشق ملاحظہ فرماتے تھے اور تین تین چار چار ساعت تک گھوڑے پر سوار ہوکر دھوپ مین کھڑے رہتے تھے اور کبھی کبھی خوش ہوکر انعامات اور خطابات سے سرفراز کرتے تھے مگر ارباب نشاط

تیار ہوے اور نام اِن کا مشغلۂ سُلطانی رکھا گیا اور یہ صندوق لب شاہ راہ گذر گاہ عام پر اس حکم سے رکھے گئے کہ مستغیثان مجبور و فریادکنان نزدیک و دور کسی دوسرے کے توسط کے بغیر اپنی عرضیان سوراخ بالاے صندوق سے چھوڑ دین اس کے مطابق عمل درآمد ہوا ہر روز صبح کے وقت دونون صندوق دربار مین بادشاہ کی خاص نگرانی مین کھولے جاتے اور اُنپر بادشاہ کے خاص ہاتھ سے حکم لکھے جاتے بادشاہ کی اِس بیداری نے مجتہد العصر کے دل کو بھی تسخیر کر لیا تھا چنانچہ اُنھون نے بذریعۂ معروضے کے بادشاہ کی ستائش کی نقل اُس معروضے کی یہ ہے۔

باسمہٖ وسُبحانہٗ

حضرت سلطان عالم خلد اللہ ملکہٗ وسلطانہٗ

باستماع مزید اہتمام وتوجہ خاطر فیوض مآثر بندگان دادرسان بسوے رعیت پروری وعدالت گُستری ودادرسی منظلومان وملہوفان وانتظام وتنبیہ وتادیب سرکشان وارباب عدوان وملاحظہ کواغذ وتحقیق وتفتیش حال رعایا خاطر فاطر داعی سلطنت عظمیٰ را سرور موفور وحبور غیر محصور حاصل گردیدہ الحق کہ سجیۂ مرضیۂ ملوک وسلاطین عدل وداد واحتساب و انصاف وامر بالمعروف ونہی عن المنکر مے باشد ہر گاہ طبع ہمایون در آغاز سلطنت وعنفوان شباب دولت مصروف بحال پُرسی ودادرسی رعیت خواہد بود ہر آئینہ انجامش استحکام مبانی فرمان فرمائی خواہد بود وشیوۂ ستودۂ شہریاران ولوالعزم استقلال واستبداد احکام می باشد انشاء اللہ المتعال این دوحۂ عدالت گستری آئندہ ثمر بہتری خواہد گردید

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

حق سبحانہٗ عز شانہٗ مدارج استحکام سلطنت عظمیٰ را یوماً فیوماً متزائد گرداناد وتوجہ خاطر معلّٰی را

وہ سب روپے ہاتھیوں پر رکھ کر پانچون بدمعاش سوار ہوے اور رزیڈنٹ کے ساتھ بیلی گارد مین گئے بحکمت علی ہتھیار اُن سے لے لئے گئے گرفتار ہوے چوتھے دن چار بجے کے بعد اُن کو اپنی کوٹھی سے نکالدیا دروازے پر اژدہام عام تھا اور سرکار شاہی کے سپاہی جوق جوق جمع تھے جیسے وہ باہر نکلے گرفتار ہوئے مارے گئے قید خانہ دیکھا اور نواب مجروح کا علاج ڈاکٹر لوگن صاحب نے اِس خوبی سے کیا کہ اکیس دن مین غسل صحت ہوا دربار شاہی مین آئے نذر دی۔ خلعت معمولی سے سرفراز ہوے خوش خوش گھر آئے دوسرے دن چوبدار سلطانی نے بزبانی انجم الدولہ کے حکم پہونچایا کہ آپ عہدے سے معزول ہوے سوار نہوجیے گا۔

ہم چاہتے ہین کہ امین الدولہ کی معزولی کی سرخی علٰحدہ قائم کرین کیونکہ اِس باب مین مختلف روایات آئی ہین۔

عہدۂ وزارت سے نواب امین الدولہ کی معزولی اور علی نقی خان کی منصوبی

نواب امین الدولہ پر گو بادشاہ کے تفضلات بہت تھے مگر مقربان بادشاہ سے موافقت نہ تھی بلکہ ہر روز بگڑتی چلی گئی اور بادشاہ کے دل مین زمان ماضیہ کے غبلہ از سرِنو پیدا ہوئے چند روز امیر الدولہ کی وجہ سے گذرے نواب امین الدولہ نے اپنے خیراندیشون کی صلاح سے اتمام حجت سمجھ کر بادشاہ کے جلوس سے دوسرے دن صاحب رزیڈنٹ سے کہا کہ میری وزارت کی مدت عمر امجد علی شاہ کی وفات کے بعد تمام ہو چکی اب میرے واسطے کنارہ کشی بہتر ہے کیونکہ مثل مشہور ہے

کے زور سے نے اِس شوق کو قائم نہ رہنے دیا۔لیکن نادر العصر مین لکھا ہے کہ ایک دن
نواب علی نقی خان نے عرض کیا کہ یہ امر رزیڈنٹ کے مزاج کے خلاف ہے اِس لئے
بادشاہ نے بالکل اِس طرف سے کنارہ کیا۔

امین الدولہ کو ایک خوفناک واقعہ پیش آنا

امین الدولہ کا معرکہ بہت مشہور ہے کہ بگھی مین سوار درِ دولت پر آتے تھے
وقت صبح شیخ فضل علی احمد خان۔غلام غوث خان وغیرہ پانچ جوان بدمعاش
سر ملک گولہ گنج مین زیر دیوار امام بارہ ملکۂ زمانی زوجۂ نصیر الدین حیدر بگھی سے
آکر لپٹ گئے اور اِن مین سے دو شخصون نے نہایت چستی و چالاکی کے ساتھ
امین الدولہ کو بگھی سے اُتار کر زمین پر گرا کر چھری سینے پر رکھدی اور تین آدمی
قرابین لئے ہوئے اُن کے سر پر کھڑے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو کوئی پاس آئے گا
ہم نواب کا کام تمام کردینگے اِس وجہ سے کوئی دست اندازی نہ کرسکتا تھا اِس عرصے
مین یہ خبر عام ہوئی آخرکار فوج شاہی مع اراکین سلطنت موقع واردات پر پہونچی
رزیڈنٹ بھی وہان آئے سوائے تالیف قلوب اور طمع زر کے کچھ بن نہ آئی پچھتر ہزار
روپے پر رزیڈنٹ نے اُن کو راضی کیا خود ذمہ دار ٹھہرے منگوا دیا مگر اصل
مطلب اُن کا معلوم نہ ہوا وہ طمع مین آگئے نواب مجروح کو رہا کیا کا مین آباد گئے
اِس واقعہ کی تاریخ منشی مظفر علی اسیر نے یون لکھی۔

بوقت کینۂ اوباش چند با نواب	زمانہ گفت کہ یا ربِّ ذوالجلال بخیر
اسیر سال وقوع فساد کرد رقم	رسیدہ بود بلائے ولے مآل بخیر

۱۲ ۶۳

بادشاہ سے بھی عرض حال کیا۔ بادشاہ نے وفور عنایت سے اپنے گلے لگا لیا اور فرمایا کہ مین تم کو جنت مکان کی جگہ سمجھتا ہون تم مجھے ایسے وقت مین چھوڑتے ہو امین الدولہ مطمئن ہوے مگر یہ سب باتین ظاہرداری کی تھین باطن مین بے اصل تھین اور نہ اس کا خیال ہوا کہ ہم آج جو یہ کہہ رہے ہین کل جو انھین موقوف کرینگے تو رزیڈنٹ سے کیا صورت ہوگی اُنپر کذب و صدق ہماری منزلت کے خلاف نہ گذرے گا اور نہ کہین گے کہ آپنے ہمارے کہنے سے کیون نہ موقوف کیا چند روز کے بعد ایک دن رزیڈنٹ نے ممالک محروسہ کی بے انتظامی کا حال بادشاہ سے بیان کیا امین الدولہ نے کہا کہ ابھی گئے دن بادشاہ کے جلوس کو گذرے ہین انشاءاللہ جیسا آپ کی مرضی کے موافق ہوگا اُس طرح عمل مین آئے گا۔ اِس بیان سے بادشاہ کے خیال مین یہ آیا کہ تاکید شدید جو رزیڈنٹ کر رہے ہین اِس دھمکانے کے محرک فقط امین الدولہ ہوے ہین۔ اِس تصور سے دِل مین اُن کی طرف سے بہت کدورت آگئی اور تجویز فرمایا کہ انھین موقوف کر کے میر مہدی عرف میرن مخاطب بہ امیر الدولہ کو وزیر کیجئے جنکو ولی عہدی مین امیر الامرا بنا چکے تھے۔ ایک دن بادشاہ نے اُن سے فرمایا کہ تم یہ مندیل وزارت سر پر رکھ کر بار وزارت کو اُٹھاؤ۔ اِن کے مزاج مین بھی بوے کبر و نخوت سمائی تھی ابھی پورا خلعت وزارت نہوا تھا کہ مندیل وزارت پانے سے تیسرے روز مخلوق کی عام ناراضی کی اول کارروائی یہ کی کہ ہندوؤن کا ایک مندر کھدوا ڈالا ہندوؤن نے شہر کی دوکانین بند کر دین ایک بلوا سا ہوگیا اور بادشاہ اور رزیڈنٹ کے ہان جا کر استغاثہ کیا اور میر مہدی کو ناکامی کا موںھ دیکھنا پڑا اور وزارت کے قابل ثابت نہوے بعد اس کے بادشاہ نے وزارت کے لئے علی نقی خان کو تجویز فرمایا ان کی یاوری اقبال سے

کہ باپ کا نوکر کبھی بیٹے کے کام کا نہین ہوتا چار دن کے بعد اگر کسی اتہام یا الزام سے
موقوف ہو جاؤنگا تو میری سُبکی اور نارسائی کا باعث ہوگا بلکہ کیا عجب ہی کہ زمانِ
گذشتہ کی حسن خدمات وخیر خواہی مٹ جائے اب بادشاہ جس کو چاہین اُسے
بخوشی اور اپنی رضامندی سے وزارت خلعت پہنا دون آئندہ اگر حسنِ خدمت سمجھین تو
جو کچھ مناسب ہو میرے واسطے مقرر فرمائین مین اُسپر قناعت کرکے دعاے دولت مین
مصروف رہونگا اور مجھپر خوب ثابت ہی کہ بادشاہ مجھ سے بدل صاف نہین ہین اور نہ کبھی
ہون گے دوسرے اُن کے مقربان خاص سے نہ بنے گی صاحب رزیڈنٹ نے جواب دیا
کہ اگر اس ابتدائی وقت مین تم کنارہ کش ہو جاؤگے تو ہمارے نزدیک تمھاری قدامت
وخیر خواہی زمانِ ماضیہ کے خلاف ہوگا کیونکہ بادشاہ کو جتنا تمھارا پاس وحفظ مراتب ہوگا
اور جس قدر تمھاری نیک وبد کی صلاح کو سنین گے یہ بات دوسرے آدمی کے ساتھ متصور
نہین مگر تم ازراہ مآل اندیشی عذر کرتے ہو ہم بھی بادشاہ سے اِس باب مین استمزاج
لینگے اور اُن کو دوستانہ طور پر سمجھائینگے۔ چنانچہ صاحب رزیڈنٹ نے مشروحاً سب طرح
کے نشیب وفراز سے سمجھایا۔ بادشاہ نے فرمایا مجھے اُنکی نمک خواری اور خیر خواہی سے
تعجب ہی کہ مجھ سے اِس وقت مین کنارہ کش ہوتے ہین مین اُن کے حقوق کو حضرت
جنت مکان سے کم نہین سمجھتا ہون جب رزیڈنٹ نے ایسے کلام سُنے تو نواب
امین الدولہ کی خاطر جمع کردی۔ پھر امین الدولہ نے نواب ملکۂ آفاق (بادشاہ کی
دادی) اور نواب ملکۂ کشور (بادشاہ کی مان) سے بھی عذر کنارہ کشی عرض کیا اُنھون نے
کہا سُبحان اللہ تم چاہتے ہو کہ قدامت اور نمک حلالی کو اپنے ہاتھ سے مٹاکر دوسری چیز
کیا چاہیئے دوسرا ایسا نمک حلال خیر خواہ کون ہوگا۔ بعد اس کے امین الدولہ نے

بادشاہ نے اُسی وقت مصلح السُلطان انجم الدولہ کی معرفت رزیڈنٹ سے کہلا بھیجا کہ
ہمنے امین الدولہ کو موقوف کیا خلعت وزارت علی نقی خان کو دیتے ہین اُنھون نے
جواب دیا کہ ہمارا مشورہ نہ معزولی قدیم نہ منصوبی جدید مین ہے مین خود بادشاہ کے
پاس آتا ہون جب رزیڈنٹ آئے تو بادشاہ سے کہا کہ نواب گورجنرل عنقریب آنے والے
ہین اگر جب تک کسی امر جدید خصوصًا اِس عہدۂ وزارت مین توقف ہو تو بہتر ہے
اِس وجہ سے اُس دن علی نقی خان کو خلعت ملنے مین تامل ہوا۔ مگر رزیڈنٹ کو
نہایت ناگوار خاطر ہوا کہ ہم سے بادشاہ نے کچھ کہا اور کیا کچھ بلکہ رزیڈنٹ کو نواب
امین الدولہ سے باعث حجاب ہوا کیونکہ رزیڈنٹ کے سمجھانے سے اُنھون نے اپنی
کنارہ کشی مین تامل کیا تھا فی الحقیقت یہی بات نواب امین الدولہ کے کام آئی کہ رزیڈنٹ
کو اُنکی حمایت امور واجبہ مین لازم ہوئی۔ غرض علی نقی خان بادشاہ کے حکم سے
بڑے بڑے حکم جاری کرنے لگے اور کاروبار وزارت مین مصروف رہے۔ پھر یہ تجویز
ہوئی کہ مرزا ولیعہد محمد حامد علی خان بہادر کو خلعت وزارت عطا ہو اُنکی پیشدستی کا خلعت
علی نقی خان کو دیجیے پھر اِس مین بھی تامل ہوا بعد ایک مہینے کے جب رزیڈنٹ کو
وزارت کے معاملے مین گورنر جنرل کی طرف سے بادشاہ کی مرضی کے موافق جواب
آگیا تو رزیڈنٹ اور کپتان برڈ صاحب بادشاہ کے پاس آئے اور یہ کہہ گئے کہ یہ خانگی
معاملہ ہے بادشاہ کی خوشی پر موقوف ہے۔ چہارشنبے کو بادشاہ نے پرچہ پیام منصوبی
وزارت کے باب مین رزیڈنٹ کو بھیجا مصلح السُلطان انجم الدولہ نے زبانی بھی رزیڈنٹ
سے کہا روز پنجشنبہ ۴ بجے دن کے ۲۲ شعبان ۱۲۶۳ھ ہجری مطابق ۵۔ اگست
۱۸۴۷ء کو ۲۹ پارچے کا خلعت وزارت نواب علی نقی خان کو اِس خطاب کے ساتھ ملا

بہت سے اسباب بیرونی اور اندرونی جمع ہو گئے تھے حالانکہ امیر الدولہ کے روبرو پایۂ اعتبار مین نہ تھے گو علی نقی خان کو عاجزی اور بے اختیاری کی وجہ سے بدل صفائی منظور تھی لیکن امیر الدولہ نے اپنی خوبی فہم اور پندار غلط سے بے حقیقت سمجھ کر نہ مانا اسقدر نخوت اور تکبر ہو گیا تھا کہ شخص متوسط کو یہ جواب ناصواب دیا کہ صفائی اپنے ہمسر سے چاہیئے سود و سو کا ورماہہ تمھارے واسطے ہو جاے گا تقدیر اسپر ہنستی تھی کہ علی نقی خان کے ہاتھ سے یہی حال تمھارا ہو جائے گا۔ چنانچہ وہی ہوا غرض نواب امین الدولہ سے روز بروز بے لطفی بڑھتی چلی گئی اور اُنھین بھی اپنی معزولی کا یقین ہو گیا۔ وزارت کے قیام کے لئے کوشش کرنے لگے اور اِس کام کے لئے لوگون کے کہنے سے کچھ روپیہ بھی صرف کیا لیکن بے فائدہ اور بے محل کیا بلکہ ایک مقربان خاص کو جس دن نواب نے کچھ بطور رشوت کے دیا اُسی دن وہ مر گئی خود امین الدولہ اُسکے دینے پر افسوس کرتے تھے۔ ۱۹۔ رجب ۱۲۶۳ہجری مطابق ۹ جولائی ۱۸۴۷ء روز شنبہ کو ۹ بجے دن کے موافق معمول کے بادشاہ کے در دولت پر امین الدولہ حاضر ہوے اُنکو پہلے سے یہ خبر پہونچ چکی تھی کہ آج مین اپنے عہدے سے موقوف ہو جاؤن گا مگر چار و ناچار جانا پڑا تھا اُس وقت شیر الدولہ مہاراجہ بالکرشن بہادر اور اہل دفتر بھی سب حاضر تھے مصاحب الدولہ نے اندر سے آکر کہا بادشاہ نے مہاراجہ بالکرشن اور راجہ کندن لال میر منشی کو یاد فرمایا ہی پہلے اُنھون نے جانے مین تامل کیا دوبارہ پھر طلب ہوے نواب امین الدولہ نے فرمایا تم کیون نہین جاتے عرض کیا کہ آج خلاف معمول ہوتا ہی کیونکہ ہر روز آپ کے ساتھ جاتے تھے اِس عرصے مین ایک خواص نے امین الدولہ سے کہا کہ آپ کو برخاستگی کا حکم ہوا ہی امین الدولہ سنتے ہی سوار ہو کر اپنے گھر چلے آئے بعد دوپہر کے بادشاہ کے ایک چوبدار نے امین الدولہ کے دیوان خانے کے داروغہ شیخ اکبر علی سے کہا کہ بادشاہ کا حکم یہ ہے کہ نواب سوار نہون

بحال رہی اور کسی عہدے کو تغیر و تبدل نہوا۔ بشیر الدولہ گلبن الدولہ۔ دیانت الدولہ
اور فیروز الدولہ کو محلات کی نظارت اور بڑی بڑی خدمات ملین اور حاجی شریف کو
ترکسواران خاص کے رسالون اور تلنگون کی کئی پلٹنون پر افسری ملی اسی طرح
ثابت الدولہ وہاج الدولہ۔ رضی الدولہ۔ نجیب الدولہ۔ قطب الدولہ۔ انیس الدولہ۔
اور مصاحب الدولہ اِن سب ارباب نشاط کو خدمات عالیہ ملین۔ قطب الدولہ کو علم
تھا اِس وجہ سے دستخط عرضداشت وغیرہ مین پوری مداخلت ہوئی اور اِن دونون
فرقۂ خاص (یعنی خواجہ سرا اور ارباب نشاط) کے احکام وزیر اعظم کے احکام پر فوق
پانے لگے اور سب کا دماغ فلک ہشتم سے گذر گیا۔ مصاحب الدولہ اپنے مزاج کی
صلاحیت کی وجہ سے فی الجملہ نیک نام رہا اور صوم و صلوٰۃ کا بھی پابند تھا۔ مگر تھوڑے ہی
عرصے مین ثابت الدولہ اور وہاج الدولہ خواجہ سراؤن کی مخالفت کی وجہ سے معتوب ہو گیا
دربار مین آمد و رفت موقوف ہوئی لیکن وظیفہ بدستور جاری رہا وزیر کے دربار مین جاتا تھا۔

ہندوون کے بعض بُت خانون کے گروانے کی وجہ سے عام طور پر ہندو دُکانداروں کا ہڑتال کر دینا۔ امیر الدولہ میر مہدی کا اِس علّت مین معتوب ہونا

ہم اِس واقعہ کو مجملاً پہلے لکھ چکے ہین۔ یہان بالتفصیل بیان کیا جاتا کہ امین الدولہ کی
معزولی سے قبل ایک جدید امر یہ ہوا تھا کہ ایک روز بادشاہ کے حضور مین پرچۂ اخبار
گذرا کہ گلاب رائے جوہری مصاحب و خزانچی امین الدولہ نے جو قوم کا سراوگی ہے

معد رکن رکین خلافت وجہانداری اعتضاد سلطنت وشہریاری امیر الامرا مدار المہام وزیر الممالک معتمد الخاقان تلمیذ السلطان سیفِ مسلولِ بازوے شہنشاہی رمح مصقول معرکہ دشمن گاہی صاعدِ مصاعد یکرنگی وصفا ناہج مناہجِ صداقت ووفا مرید مرشد پرست اخلاص گزین خانہ زاد عقیدت سرشت صفوت آئین مختار ذی اقتدار یار وفادار سپہ سالار رستم ہند مدار الدولہ منتظم الملک علی نقی خان بہادر سہراب جنگ فدوی خاص جان نثار ابوالمنصور ناصر الدین سکندر جاہ بادشاہ عادل قیصر زمان سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ "

فارسی کی تاریخ آثار محشر سے معلوم ہوتا ہے کہ اشہر خطاب اُنکا مدار الدولہ ہے

تاریخ تقرر وزارت

نواب علی نقی جو ہے خانِ دلیر   منظور نگاہ بادشاہِ عالم
تاریخ بتائی اُسکی یہ ہاتف نے   لکھ زندکراب ہے وہ وزیر اعظم

دوسرے عہدہ دار خواجہ سراؤں اور ارباب نشاط کی ترقی

مصلح السلطان انجم الدولہ بہادر کو سفارت رزیڈنٹ ملی ۔ حفیظ اللہ اور مولوی میر باقر علی موقوف ہوے ۔ اہتمام الدولہ حیدر حسین خان کو دیوان عام کا اہتمام سپرد ہوا ۔ یوسف علی خان برادر نسبتی انجم الدولہ کو بھی خدمت عطا ہوئی اور اہتمام الدولہ اور امیر الدولہ خانہ نشین ہوئے اور سیف الدولہ علی حسین خان خدمت قدیم دیوان خانہ سے موقوف ہو کر خانہ نشین ہوئے مشیر الدولہ مہاراجہ بالکرشن پر دیوانی کی خدمت اور راجہ بہاری لال پر واصل باقی نویسی کی خدمت بدستور

قوم کوزہ گر نے فریاد کی کہ قائم علی کشمیری مقرب نواب علی نقی خان نے اُس کا مکان زبردستی چھین کر گروا دیا ہے۔

بادشاہ نے سواری ٹھہرائی اور اسی وقت حکم دیا کہ قائم علی کا مکان گروا دیا جائے اور جیب خاص سے پانچہزار روپے علی رضا بیگ کوتوال کو واسطے تیاری مکان مستغیث کے مرحمت ہوے۔

بعض کہتے ہین کہ ثابت الدولہ اور روہاج الدولہ بادشاہ کے حکم سے دیرۂ جدید کو گروانے کے لئے گئے تھے کیونکہ اس سے مسلمانون اور ہندوون مین فساد پیدا ہو گیا تھا ان دونون نے اپنی جرأت حماقت سے کئی شوالون کو کھود ڈالا یہ دہرہ جوہریون کا تھا بہت سے جوہری جمع ہوکر رزیڈنٹ کے پاس چھاؤنی منڈیاؤن کو گئے اور استغاثہ کیا بادشاہ کو بہت ناگوار گذرا اسوجہ سے کہ گلاب راے جوہری امین الدولہ کا کارگذار تھا رزیڈنٹ نے اِس معاملے مین کچھ دخل ندیا مگر کلکتہ کو رپورٹ کردی یہ شعلہ بھی تھوڑا سا سلگ کر رہ گیا۔

لطیفہ افضل التواریخ مین میر مہدی کے زوال کی ایک عجیب حکایت لکھی ہو کہ اُنھون نے ایک عرضداشت تخت نشینی کی تہنیت مین پیش کی بادشاہ نے معائنہ فرمائی جب یہ فقرہ کہ "بدعاے نیم شبی وسحری جلسۂ سریر آرائے وبزم تخت نشینی نے قلوب ہوا خواہان قدیم کو مثل گلستان نوبہار شگفتہ کیا،، نظر سے گذرا طبیعت بھڑکی طیش آیا کہ اِسی بدخواہ کی دعاے بد سے بابا جان کی روح داخل بہشت ہوئی جبکہ یہ ناعاقبت اندیش قاتل پدر ہی تو میرا بھی عدوے جان ہے فوراً مجرا بند ہوا میر مہدی کا رنگ اُڑ گیا دزد حنا کی طرح گوشہ مسکن مین منزوی ہوے لیکن بادشاہ نے بنظر پرورش تنخواہ بند نہ کی نتیجہ آخر یہ ہوا کہ تا عمر سواے خانہ نشینی کے روے دربار نہ دیکھا اور قیصر التواریخ مین مذکور ہے کہ سرادگیون کے

نیا بڑا مندر بنوایا ہے اور آج مورت استھاپت کی جائے گی ایک برہمن کا لڑکا قربانی کیا جائے گا۔ بادشاہ کا مزاج برآشفتہ ہوا اور بندارک میر مہدی کے سپرد ہوا اُنھون نے جاکر گنبد نو طیار منہدم کرا دیا اور اِسکے سوا محلۂ حیدر گنج مین اپنے مکان کے متصل دو شوالے گروانے لگے اور ایک مندر کے گرانے کا حکم دیا جو محلہ بھدیوان مین واقع تھا حالانکہ بادشاہ نے انکے گرانے کا حکم ندیا تھا ہندوون کو بہت جوش پیدا ہوا اور آمادہ غدر و فساد ہوئے اسلیئے یہ مندر نیم کندہ رہ گئے دوکانین بند کردین اور جوق جوق ہندو روز روشن مین مشعلین جلاکر دہائی دیتے ہوئے کچھ درِ دولت شاہی پر اور کچھ رزیڈنٹ کی کوٹھی پر پہونچے بعد تشفی رخصت کیے گئے رزیڈنٹ سوار ہوکر بادشاہ کے پاس آئے اور اُن کو سمجھایا تحقیقات سے میر مہدی کا ظلم ثابت ہوا مندر اور شوالون کی تعمیر کا حکم صادر ہوا جِس دِن سراوگیون کے مندر کے توڑنے کی وجہ سے دوکانین بند ہوئین اُسی دِن بادشاہ نے درگاہ حضرت عباس کی آستان بوسی کے لئے سواری کا ارادہ کیا اور شرف الدولہ غلام رضا خان نومسلم کو آراستگی چوک و بازار کا حکم ملا دوکانداروں نے باوجود تاکید شدید کے دوکانین نہ کھولین۔ شرف الدولہ نے کوٹھیات کلان و توشہ خانہ سرکاری سے زربفت و مشجر و کمخواب و اطلس و بانات سلطانی بہم پہونچاکر نہایت خوبی سے آراستہ کردیا دو گھڑی دِن چڑھے بادشاہ ہودج مرصع و زرین مین بالائے فیل بیٹھکر روانہ ہوئے جب سواری دولت سرا سے چلی طشت جواہر نثار ہوئے چوک کے وسط مین زرفشانی کے وقت انگوٹھی جسپر الماس جڑا ہوا تھا بادشاہ کی اُنگلی سے نکلکر گر پڑی وہ ایک بوڑھی عورت نے پائی جب بادشاہ کے پاس پہونچی تو انگوٹھی لیکر دس ہزار روپے انعام مین دلائے گئے۔ جب محمود نگر کی سڑک پر پہونچے تو حسینی ولد ہاتھی

ے اس مین مبالغہ معلوم ہوتا ہے یا بادشاہ کی وہ لفضولی یہ دوستی بکی طرف ہے ۱۲

سے واقفیت رکھتا ہو کہ ہماری تکلیف کا موجب نہو اسلیئے مشیرالدولہ مہاراجہ بالکرشن بہادر جسارت جنگ دیوان اور راجہ کندن لال بہادر میرمنشی کی راے سے ایک فرد اسم نویسی سفیران کی تیار ہوئی جس مین پہلا نام افتخارالدولہ مہاراجہ میوہ رام بہادر صلابت جنگ کا دوسرا مفتی محمد خلیل الدین سفیر زمانہ غازی الدین حیدر کا تیسرا مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی کا چوتھا محمد خان کلکٹر کا لکھا تھا کپتان ہانکنس صاحب نے محمد خان کی سفارش صاحب رزیڈنٹ سے کی کہ یہ بہ نسبت اورون کے ہمارے سررشتے سے واقف ہین اور عالی خاندان بھی ہین اور نواب منیرالدولہ کی پیش دستی مین بھی کام کیا ہے اس منظوری کے بعد اہلکاران سلطنت نے خلعت دینے مین تامل کیا آخر کار روز جمعہ ۱۸- ذیقعدہ ۱۲۶۳ہجری کو خلعت حاصل ہوگیا۔

اس عرصے مین الیٹ صاحب سکرٹر اعظم گورنر جنرل بذریعۂ ڈاک یکم نومبر ۱۸۴۷ع مطابق ۲۱ ذیقعدہ ۱۲۶۳ہجری کو لکھنؤ مین داخل ہوے اور صاحب رزیڈنٹ کے توسط سے بادشاہ کی ملاقات کو آئے تعارف معمولی ہوا شہر کی سیر کرکے اور کتب تواریخ موجودہ کتب خانۂ سلطانی سے انتخاب لیکر ایک ہفتے کے بعد کانپور کو لوٹ گئے۔

الیٹ صاحب جس شہر مین جاتے ہر طرح کی تاریخ کی کتابین لیتے خواہ بہ قیمت لوگون نے دین یا بلا قیمت نذر کین اُنھون نے کتب تواریخ حالات ہندوستان کا ایک مجموعہ آٹھ جلدون مین تیار کرکے چھپوا کر مشتہر کیا اور علیل ہوکر رخصت لیکر کیپ کو گئے وہین انتقال کیا۔

بعض تعلقہ دارون کو سزا

تعلقہ دار تعلقہ پپکا چکلہ گوارچ نظامت بہرائچ جو ڈاکو سفاک فتنہ انگیز تھا

مندر کے توڑنے کی علت مین رزیڈنٹ کے کہنے سے میرن کی نظربندی کا حکم صادر ہوا تھا
اُس روز سے اپنے گھر پر مقید رہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اُس ظلم کی پاداش مین نظربستہ
ہوکر پھر رہا ہوے اور دوبارہ اُس عرضداشت نے خانہ نشین کرایا۔

مصلح السُّلطان کا سفارت سے موقوف ہوکر نواب محمد خان کا اس عہدے پر مامور ہونا

مصلح السُّلطان کی سفارت نے بہت رونق پائی یہانتک کہ بادشاہ سے بے واسطہ
وزیر کے سفارت کے معاملات عرض کرتے یہ شخص سرفرازالدولہ مرزا حسن رضا خان کے
عزیزون مین سے تھا مگر بادشاہ کے خوف سے بہت سے احکام سفارت رزیڈنٹ
بادشاہ سے عرض نہ کرتے جو رزیڈنٹ کی ناگواری کا باعث ہوتا جب متواتر یہ صورت
ہونے لگی تو صاحب رزیڈنٹ تنگ ہوے۔ایک پیام رزیڈنٹ نے بادشاہ کو بھیجا تھا
اُس کی عدم تبلیغ سے موقوف ہوے۔ ۱۳۔ ذیقعدہ ۱۲۶۳ہجری کو صاحب رزیڈنٹ
مع کپتان برڈ صاحب آئے اور اپنے پیام کے جواب کے طالب ہوے بادشاہ نے کہا
کہ ہم تک وہ آپ کا پیام نہین پہونچا رزیڈنٹ مصلح السلطان پر ناراض ہوے اور ناملائم
کلمات کہکر اپنے پاس آنے کی ممانعت کردی مصلح السلطان نے یہ عتاب بادشاہ کی خاطر
سے اُٹھایا اِس وجہ سے اپنے عہدۂ قدیم پر بدستور رہے ورنہ دونون طرف سے جاتے رہتے
اب نئے سفیر کی تجویز کا مشورہ شروع ہوا۔ افتخارالدولہ مہاراجہ میوہ رام اِس عہدے
کے لئے تجویز ہوے جب رزیڈنٹ سے استمزاج کیا تو اُنھون نے کہا کہ ایسا شخص اِس
عہدے پر مقرر ہونا چاہیئے جو صاحب لوگون کے طرز معاشرت اور طریق رفتار اور صدق کردار

(۱)۔ یہ بادشاہ اِس قدر رحم دل اور رقیق القلب تھا کہ باوجود اسقدر سلطنت اور زور وزر کے اِس سن شباب مین کسی پر طیش اور بے رحمی نہین کی بلکہ گالی تک بھی زبان پر نہین آئی نہ کسی موافق ومخالف کو ظلم سے ستایا نہ کسی کی جان لی۔

(۲)۔ باوجود اِس سلطنت اور جاہ وحشمت اور شباب کے اِس بادشاہ مین غرور ونخوت جس سے ہزارون مین بھی کوئی امیر خالی نہین ہوتا نام کو نہ تھا مصرعہ

گر بدولت برسی مست نگردی مردی

جیسے یہ بڑی صفتین خداداد تھین ویسے ہی غفلت اور عیش کا عیب بھی تھا مگر وہ اپنی ذات کے واسطے تھا بے عیب ذات خدا کی ہی۔

(۳)۔ یہ بادشاہ اپنی ذات سے عادل تھا کسی موافق اور مخالف یا امیر یا یگانے کی عدل مین رعایت نہین کی یون ہندوستانی سرکار کے اہلکار جو اپنے کام کے مالک اور محول علیہ ہوتے تھے اگر اُنھون نے کوئی حق تلفی کی تو اُن کا قصور۔

ایک واقعہ عدل اسے بادشاہ کا جو مقدمہ پرنالہاے مکان میر مہدی حسن متخلص بہ شمشیر داروغۂ عمارت سلطانی بمقابلہ امانی بیگم داروغۂ سرکار مخدرۂ عظمیٰ ظہور مین آیا اور بادشاہ نے عدالت فرمائی وہ مثنوی درۃ التاج مین نظم ہے۔

اول سال جب یہ بادشاہ تخت نشین ہوے یہ منظور ہوا کہ تمام علاقجات قلمرو سلطانی حضور تحصیل ہوجائین زمیندار اور تعلقہ دار اپنے وکلا کی معرفت زر آمدنی داخل خزانۂ سلطانی کیا کرین ناظم اور چکلہ دار موقوف ہوجائین کہ یہ علاقے پر جاکر زیادہ ستانی اور تنگ طلبی کرتے ہین رعیت تباہ اور نقصان سرکار بھی ہوتا ہی لیکن اہلکارون نے کہ اُنکے حاصلات لاکھون روپے کے جاتے تھے اِس حکم کو جاری نہونے دیا جیساکہ نادر العصر مین مرقوم ہے

بادشاہ کے حکم سے مارا گیا۔

ہیپت سنگھ و مکرند سنگھ و بھورے خان کو جو نہایت مفسد تھے رزیڈنٹ کے مشورے سے عبور دریائے شور کی سزا دی گئی۔

گنگا بخش چودھری تعلقدار رپوانے سر اُٹھایا فوج شاہی سرکوبی کو دو بار مامور ہوئی اور بے نیل مرام واپس آئی آخر کار رزیڈنٹ کی تجویز سے انگریزی فوج متعین ہوئی اس فوج کے دو افسر گولی سے مارے گئے اِس کے بعد دونون سرکارون کی سپاہ بھیجی گئی گنگا بخش بھاگا اور چندے آوارۂ دشت پریشانی رہا خبر رسان متعین ہوئے آخر نواب منور الدولہ بہادر وزیر سابق اور وصی علی خان کے توسط سے حاضر در دولت ہوا مجرم کی خلاف قیاس یہ خاطر جمع تھی کہ صرف زر کثیر و اعانت وزیر سے یہ علت اُسکے ذمے سے دور ہوجائے گی اور حرکات ناشایستہ معاف ہوجاینگی یہ نہ سمجھا کہ سزائے مصاف تجویز ہوگی اور سر اُڑایا جائے گا ہر چند منور الدولہ نے اُسکی سفارش کی مگر سودمند نہوئی اور مع فرزند زیر اکبری دروازہ گلکٹا نالے مین جلادون کے ہاتھون سے مقتول ہوا۔

بادشاہ کی عیش پسندی۔ مرض مالیخولیا مین مبتلا ہونا۔ بعض خوبیان

واجد علی شاہ نوجوانی مین بادشاہ ہوئے دوائین مقوی کھائین تقاضائے شباب سے طبیعت مائل بعیش ہوئی علاوہ عیش دوستی اور ایجاد پسندی اور تکلفات کے اِس بادشاہ کو کچھ مرض مالیخولیا وغیرہ بھی تھا۔ چند اوصاف اِس بادشاہ کے قابل ذکر ہین۔

بادبہاری مین سوار ہوکر موسیٰ باغ مین پاتراب کی غرض سے چلے گئے اور پنجشنبہ ۲۴۔ ذیقعدہ کو گورنر جنرل کے داخلۂ کانپور کی خبر آئی بادشاہ ۲۶۔ ذیقعدہ روز شنبہ کو صبح کے وقت سڑک قدیم نول گنج ورحمت گنج کے راستے سے روانہ ہوے بادشاہ کا کیمپ راجہ درشن سنگھ غالب جنگ نے نہایت سلیقے سے تیار کیا تھا دریاے گنگا کے کنارے کیمپ قائم کیا چمن لگایا اور دوب جمائی اور میوہ دار درخت کئی ہزار روپے کے خرید کرکے لگائے سڑک پر سرخی ڈلوائی یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مصنوعی نہین اصلی ہی ہمیشہ یون ہی از خود آراستہ تھا روز شنبہ کو بارش کی حالت مین بادشاہ لشکر مین پہونچ گئے۔ دوشنبہ تک بارش رہی روز سہ شنبہ کو صبح کے وقت جرنیل مرزا جواد علی خان المخاطب بہ سکندر حشمت اور نواب سرفراز الدولہ اور نواب وزیر اور کپتان برڈ صاحب اور کرنیل ولکاکس صاحب ورنبجی صاحب مصاحبان بادشاہ بڑے جلوس کے ساتھ گورنر جنرل کے لشکر مین اسلئے گئے کہ اُن سے بادشاہ کی ملاقات کے لئے اجازت حاصل کرین۔ ان لوگون کی ملاقات گورنر جنرل سے حسب دستور قدیم ہوئی عطر اور گوٹے کے ہار ملے بعد اسکے رخصت ہوکر چلے آئے۔ چہار شنبے کو عصر کے وقت الیٹ صاحب سکرٹری اعظم اور گورنر جنرل کے بیٹے اور گورنر جنرل کا ایک خاص مصاحب بادشاہ کے پاس گورنر جنرل کی طرف سے آئے تاکہ بادشاہ سے ملاقات کا وقت مقرر کرین اُسی طرح سے رخصت ہوے۔ روز چہارشنبہ کو پہلے جنرل صاحب اور مرزا خورم بخت بہادر بن محمد علی شاہ اور علی نقی خان وزیر گورنر جنرل کے پاس بادشاہ کی تشریف آوری کی اطلاع کرنے کے لئے گئے۔ نصف ساعت کے بعد بادشاہ روانگی کے لئے طلاکار نالکی پہ سوار ہوے اُس وقت رزیڈنٹ کی

ملک کی لاثانی ویرانی اور سپاہ کی خستہ حالی

نواب غوث محمد خان والی جاورہ نے بطور سیر کے لکھنؤ تشریف لیجا کر وہان کا حال دیکھا ہو وہ رہس کے بیان مین کہتے ہین کہ بادشاہ سلطنت کے کام سے بالکل غافل رہتے ہین یہ تمام علامات خرابی سلطنت ہین اور آثار زوال نعمت اِسی غفلت و بیخبری سے لکھنؤ کے اکثر علاقے خراب و ابتر ہین اور بیشتر ٹھاکر و زمیندار سرکش و خودسر ہین اور سپاہ و سوار بے رونق و بے سرانجام اور گھوڑے اُن کے بے زین ولجام وردیان سب کی میلی اور پُرانی اور تنخواہ نہین ملتی۔

لارڈ ہارڈنگ صاحب گورنر جنرل کی ملاقات کے لئے بادشاہ کا کانپور جانا اور وہان سے واپس لکھنؤ آنا۔ اور گورنر جنرل کا بھی لکھنؤ مین آنا۔ بادشاہ کو ملک مین عمدہ انتظام کرنے کے لئے سمجھانا۔

جب لارڈ ہارڈنگ صاحب گورنر جنرل کے کانپور مین داخلے کی خبر آئی تو بادشاہ نے کانپور جانے کے لئے لشکر کی تیاری کا حکم دیا جس قدر امرا اور ارکان دولت سے سامان سفر درست ہوسکا بادشاہ کی ہمراہی کا ارادہ کیا کیونکہ ہر ایک کی تنخواہ ریاست مین بہت چڑھ گئی تھی ہر شخص پریشان حال تھا بہر صورت روز شنبہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۲۶۳ہجری کو تمام لشکر کانپور کو روانہ ہوا وصی علی خان بیشتر ٹی پارٹی کے لئے روانہ ہوگئے وقت پہونچنے کے گیارہ پارچے کا خلعت ملا تھا بادشاہ چار گھڑی دن رہے

ہمارے بمنزلے ہماری زبان کے ہین جو باتین مناسب وقت اور اصلاح سلطنت کی ہونگی وہ اُن کا مشورہ نیک آپ کو دینگے کہ آپ کی مسرت کا باعث ہوا ور آپ بہرصورت مالک و مختار اپنی سلطنت کے ہین" وقت رخصت گورنر جنرل نے مالاے مروارید بیش قیمت اپنے ہاتھ سے بادشاہ کے زیب گلو کیا اور اِکاونْ کشتیان اقمشہ اور پشمینے کی بادشاہ کو اور تینتیس کشتیان مرزا ولی عہد کو اور چھبیس مرزا اسکندر حشمت کو دین اور ۴ ہاتھی جن مین سے دو پر عماری پُرزر اور دو پر حوضۂ نقرئی تھے اور چھ گھوڑے جن مین سے دو گھوڑے ولائتی مع ساز طلائی و قجری پشمینہ کے اور ۴ گھوڑے دکھنی مع ساز و قجری زردوزی کے تھے اور ایک خیمہ پشمینہ مع چوب نقرئی اور دو نالکی اور ایک تامجان اور ایک کشتی جواہر کی جس مین طرۂ الماس بیش بہا اور جیغۂ گلابی بھی بادشاہ کو دی۔ باقی امرا و اقربا کو عطر اور گوٹے کے ہار وغیرہ ملے وزیر سلطنت اور مہاراجہ شوکت الدولہ اور سفیر کو خلعت اور ہاتھی اور پالکی ملے۔ گورنر جنرل کا خانساماں جو خالی کشتیان لینے آیا تھا اُسے ، پارچے کا خلعت اور ہزار روپے عنایت ہوے۔ پنجشنبے کو صبح کے وقت مرزا اسکندر حشمت۔ مرزا خرم بخت وزیر اعظم۔ صاحب رزیڈنٹ اور کرنیل ولکاکس وغیرہ گورنر جنرل کے استقبال کے لئے گئے۔ ۹ بجے گورنر جنرل پُل پر پہونچے۔ اُسی طرح بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر گورنر جنرل کو اپنے پہلو مین بٹھا کر داخل خیمہ ہوے ایک ساعت کے بعد رخصت ہوے بادشاہ نے سرا پچے تک مشایعت کی اور وقت رخصت مالائے مروارید گورنر جنرل کو پہنایا۔ گورنر جنرل کے بیٹون اور پانچ میمون کو بھی مالائے مروارید دئے گئے اور باقی اور صاحبون کو گوٹے کے ہار اور عطر دیا گیا اور اِکاونْ کشتیان ملبوس کی پیش کش ہوئین خانساماں سب کو ایک گٹھری مین باندھ کر لے گیا اقبال الدولہ مہتمم کشتی نے اپنے

تجویز سے مصلح السلطان نے ٹکٹ شرکت دربار کے عمائد اور اقربائے شاہی کے ہاتھوں
مین دیدئے یہ سب انیس صاحب کرسی نشین تھے اور بارہ شخص خواص عہدہ دار یعنے
بشیر الدولہ اور مصلح السلطان اور اہتمام الدولہ اور اقبال الدولہ اور مجد الدولہ اور مفتاح الدولہ
وغیرہ کے لیے بھی ٹکٹ ملے بادشاہ دریاے گنگا کو کشتی سے عبور کرکے ہاتھی پر سوار ہوے
فقرا و مساکین نے ہاتھی کو گھیر لیا روپیہ تقسیم ہونا شروع ہوا تین ہزار چار سو ۶۵ روپے
تقسیم ہوئے یہ بخشش دیکھ کر لوطیانِ شہر نے ہجوم کیا اور خوف جان سے نڈر ہوکر ہاتھیوں کے
حلقے مین آگئے ایک شخص کچل بھی گیا جب سواری گوروں کی بارک کے پاس پہونچی تو گورے
اپنی بارک سے نکلکر روپیہ لینے مین مشغول ہوے شہدوں سے اور اُن سے خوب کشتی ہوئی
آخر گورے تھک کر اپنی بارک مین چلے گئے رزیڈنٹ نے بادشاہ کو ایثار زر سے روکا کہ مبادا
دو چار کا خون ہوجاے وہان سے سواری آہستہ آہستہ چلی جب خیمے کے سراچے پر پہونچی
گورنر جنرل ہاتھی پر سوار ہوکر آئے طرفین سے سلام ہوا گورنر جنرل نے بادشاہ کو اپنے برابر
بٹھالیا اور داخل خیمہ ہوے اور امراے عمائد سراچے کے دروازے پر ٹکٹ دکھاکر خیمے مین
داخل ہوے اور ہر ایک اپنے اپنے رتبے سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ مرزا وصی علی خان چاہ کا اہتمام
کرتے تھے ایک ساعت تک چاہ کی صحبت رہی پھر گورنر جنرل کے سکرٹری نے بادشاہ سے
کہا کہ نواب گورنر جنرل فرماتے ہین کہ کچھ نان و نمک نوش فرمائیے یہ سنکر وہان سے اٹھکر
کھانے کے کمرے مین چلے گئے جہان میز آراستہ تھی گورنر جنرل نے اول جلسۂ صحبت مین
بادشاہ سے یہ کلمات کہے کہ ہم بہت مشتاق ملاقات تھے آپ سے ملکر بہت خوش ہوے
آپ کے اسلاف کے جو حقوق کمپنی پر ہین بیان سے باہر ہین جو امور باعث قیام و سرسبزی
سلطنت ہونگے اُن کا کہنا اور سمجھانا ہم پر لازم ہے اور صاحب رزیڈنٹ قائم مقام

رزیڈنٹ کے پاس گئے اُنھون کے کہاکہ گورنر جنرل کا یہ حکم ہے کہ ہمارے دربار مین امین الدولہ بادشاہ کی اجازت سے آئین علی نقی خان نے جواب دیا کہ وہ معتوب شاہی ہین رزیڈنٹ نے کہاکہ اُن کا آنا محض اُنکی لیاقت کی وجہ سے ہی نواب منورالدولہ معزول بھی آوینگے تو اُن کے آنے مین کیا قباحت ہی جب علی نقی خان اور سفیر شاہی نے واجد علی شاہ سے عرض کیا تو فرمایا کہ اگر گورنر جنرل کی خوشی ہی تو ہمنے بھی اجازت دی۔ دوسرے دن کہ شنبہ تھا پہلے گورنر جنرل شہنشاہ منزل مین بادشاہ کی ملاقات کے لیئے آئے ہاتھی اور گینڈے کی لڑائی دیکھی۔ گیارہ بجے رخصت ہوے دوپہر کو اہلِ دربار صاحبان وثائق خیر خواہان سرکار کمپنی ضیافت کی کوٹھی مین جمع ہوے اور ہر شخص کو نمبروار ٹکٹ ملا اُسکے موافق کرسی پر بیٹھے سب اکتالیس ۴۱ آدمی تھے اسکے بعد گورنر جنرل آئے کرسی نشینون نے کھڑے ہو کر سلام کیا اور اپنی اپنی کرسی پر آکر بیٹھے۔ بعد کھانا کھانے کے ہر ایک شخص کو عطر اور ہار عنایت ہوا پھر ہر شخص نے سلام رخصتی کیا۔ امین الدولہ نے صاحب رزیڈنٹ سے کہاکہ ہر شخص کے پاؤن مین فرش پر جراب بغیر کفش کے تھی اُسی دن بادشاہ ۳ بجے دن کے گورنر جنرل کے رخصت کرنے کے لیئے اُن کی فرودگاہ پر گئے دو گھڑی تک تخلیہ رہا گورنر جنرل نے بادشاہ کو انتظام ملک اور رفاہ اور فلاح رعایا مین متوجہ ہونے کے لئے فہمائش کی۔ انگریزی مورخ لکھتے ہین کہ لارڈ ہارڈنگ نے بادشاہ کو متنبہ کیا کہ اگر دو برس کے اندر تم اپنے ملک کا انتظام نہین کروگے تو بے تامل سرکار کمپنی تم کو بادشاہی سے معزول کر دیگی۔ بادشاہ نے کمال بے تکلفی سے گورنر جنرل کا دامن ہاتھ مین لیکر فرمایا کہ لارڈ مائرا صاحب نے جو سلوک نواب سعادت علی خان کے بعد کیے

ملازم محمد کاظم کو اسباب کے مقابلے کو بھیجا اُسنے خلعت پنج پارچہ اور ہزار روپے پائے محمد کاظم نے چھپایا۔ آغا مرزا داروغہ پوشاک خانہ جو ہمیشہ کشتیون کے ساتھ جایا کرتا تھا اُسنے مجد الدولہ سے شکایت کی وہ خلعت اُسے دلوادیا گیا جمعہ کی رات کو بخش علی خان ناظم رسول آباد نے بادشاہ کی خوشنودی کے لئے دریا مین روشنی کے بیڑے لشکر سلطانی تک چھوڑے۔ بہت سی آتشبازی چھوٹی دریا مین ایک باغ تازہ گلہائے گوناگون کا نظر آتا تھا بادشاہ بہت خوش ہوے انگریز اور میمین بھی اِسکی سیر کے لئے دریا کے کنارے آگئین۔ روز جمعہ کو صبح کے وقت بادشاہ نے کانپور سے واپسی کی جاد بہاری مین سوار ہوکر ڈاک کے ذریعہ سے پہلے موتی باغ مین داخل ہوے وہان درگاہ بارہ امام مین زیارت کرکے شہنشاہ منزل مین رونق افروز ہوے۔ صاحب رزیڈنٹ اپنی کوٹھی مین داخل ہوے گورنر جنرل نے بھی لکھنؤ کے قصد سے کوچ کیا۔ شنبے کے دن داخل مقام اناؤ ہوئے۔ لشکر مین رسد کی قلت ہوئی راجہ غالب جنگ مہتمم لشکر نے داتارام عامل رسول آباد کو بہت تنبیہ کرکے بے عزت کیا۔ بازار مین تشہیر کیا۔

چوتھے دن چہارشنبے کو گورنر جنرل لکھنؤ پہونچے۔ برسم قدیم چار امرا مع وزیر پہلے استقبال کو گئے بعد اسکے بادشاہ اور صاحب رزیڈنٹ نے باد بہاری پر سوار ہوکر شہر کے ناکے تک استقبال کیا وہان سے ہاتھی پر سوار ہوے رزیڈنٹ اور گورنر جنرل ساتھ بیٹھے اور شہر مین ہوتے ہوئے شہنشاہ منزل مین داخل ہوے چہار ... بی گئی۔ جنگی ہاتھیونکی لڑائی ہوئی۔ گورنر جنرل بمقتضائے سن پیری و خستگی راہ بہت جلد رخصت ہوے پنجشنبے کو ٹی پارٹی کوٹھی رزیڈنٹی مین ہوئی۔ رسم ہدایا کشتی ملبوس وغیرہ طرفین سے لکھنؤ مین نہوئی کیونکہ یہ رسم کانپور مین ہوچکی تھی۔ جمعہ کے روز علی نقی خان وزیر صاحب

انھون نے ہر امر کو تسلیم کیا ہمنے بھی اُن کی خوشی خاطر مقدم رکھی ہان نظر بحقوق اسلاف سلطنت اصلاح حال سلطنت اہالیان سرکار کمپنی پر لازم ہے اور ہمین کسی طرح کی مداخلت اُن کے گھر مین منظور نہین تم کو اصلاح سلطنت اور رفع ظلم و بدعت اور اتلاف مال شاہی کے انسداد مین بدل مصروف رہنا چاہیئے اور انتظام سلطنت کی درستی مین کوشش رکھنی چاہیئے گو وہ درستی مزاج بادشاہ اور ارکان سلطنت کے خلاف ہو اور فوج کی درستی بھی بخوبی کرنی چاہیئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مہمات سلطنت کی اصلاح و درستی صاحب رزیڈنٹ کی صلاح و تجویز پر قرار پائی۔ گورنر جنرل نے روانگی کے وقت رزیڈنٹ کو ایک تحریر چند مدات کی بادشاہ کے واسطے دی تھی جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ ممالک محروسہ امانی کئی برس کی مدت کے لئے دیا جائے جس مین عہد شکنی نہو پرگنون پر تھانے مقرر ہون تاکہ رعایا پر ظلم نہو اور زر تحصیل بسہولت حاصل ہو ملک مین آبادی مزروعات مین افزائش ہو ان مراتب کا سمجھانا صرف محبت و دولت خواہی سرکار شاہی کے خیال سے منظور ہے اسلئے کہ دونون سرکارونکا اتحاد و اخلاص قدیم اصلاح مفاسد کو مستلزم ہے۔ مکرر اور متواتر مدارج تفہیم مین کوئی امر نہین رہا اگر شاہ اودھ اس فہمائش پر جو موجب افزائش مال و نیکنامی سلطنت ہی عمل نفرمائینگے تو آیندہ سرکار کمپنی پر لازم آئیگا کہ اُنکے ملک کا بطور خود بندوبست کرلے اور انتظام کلی کے بعد ملک اودھ اہالیان شاہ اودھ کو مناسب وقت سمجھ کر دیا جائے۔ گورنر جنرل کی روانگی کے بعد سہ شنبہ کو صاحب رزیڈنٹ بادشاہ کے پاس آئے اور وہ تحریر دی اور سب طرح سے کمال خلوص و دولت خواہی کے ساتھ سمجھاکر رخصت ہوے بادشاہ نے گورنر جنرل کے خط کے مندرجات کی حقیقت کا

وہ ظاہر ہین اور لارڈ آکلینڈ صاحب نے محمد علی شاہ کو صاحب تخت و تاج کیا ہمیشہ اُنکے
معین و مددگار رہے اگر آپ بھی بنظر خوش میرے اسلاف کرام کے میرے واسطے
امر جدید جو مزید محبت کا باعث ہو تجویز فرمائین تو آپ سے کچھ بعید نہین ہوگا اور
جب تک آپ اقرار نہ فرمائینگے اپنا ہاتھ آپ کے دامن محبت سے نہ اُٹھاؤنگا گورنر جنرل نے
بادشاہ کے اِس جوش محبت کے جواب مین شفقت کے کلمات فرمائے جو بادشاہ کی
تسکین کا باعث ہوے۔ ایک انگشتری الماس ور شمشیر ولائتی حسب دستور بادشاہ نے
دم رخصت دی گورنر جنرل نے ایک قلمدان جواہر نگار اور ایک ہاتھی نقرئی عماری دار دیا
اور شادان و فرحان رخصت ہوے۔ روز سہ شنبہ ۴ ماہ ذیحجہ ۱۲۵۳ہجری مطابق ۱۲ نومبر
۱۸۳۷ء کی صبح کو ڈاک کے ذریعہ سے سڑک چار باغ کے راستے سے روانہ کانپور ہوے
علی نقی خان وزیر اور رزیڈنٹ شہر کے ناکے تک مشائعت کو گئے۔

انتظام سلطنت کے متعلق گورنر جنرل کی ہدایت۔ وزیر کا اپنی خوش انتظامی ثابت کرکے بادشاہ کا اطمینان کردینا ملکی معاملات مین رزیڈنٹ کی مداخلت بڑھ جانا

ہندوستانی مورخ کہتے ہین کہ گورنر جنرل نے کرنیل رچمنڈ رزیڈنٹ کو سمجھا دیا تھا
کہ شاہ اودھ کے گھر کے معاملات مین مداخلت نہ کرنی چاہیئے کیونکہ شاہ اودھ کے آباؤ اجداد
سے اور سرکار کمپنی سے ہمیشہ سے سلسلۂ اتحاد و یک جہتی چلا آیا ہے اسلئے رعایت اور
پاسداری امور مرجوعہ مین لازم ہے ہمنے تخلیے مین بادشاہ کو بہت سے مراتب سمجھا دئے

گورنر جنرل مقرر ہوکر آئے تو لارڈ ہارڈنگ صاحب نے رخصتی خط بادشاہ کو بھیجا جس کو ۲۰ ربیع الاول ۱۲۶۱ھ ہجری کو ۱۱ بجے کے وقت رزیڈنٹ نے بادشاہ کو پہونچایا مضمون اُس کا یہ تھا کہ ہم نے نواب گورنر جنرل صاحب منصوب سے مہات رتق و فتق سلطنت اودھ مشروحًا بیان کیئے نواب موصوف نے ہماری رائے صواب دید کو مستحسن سمجھا اگر آپ تعمیل امورات مرجوعہ سلطنت مین متوجہ ہونگے اور ارکان دولت بھی کمال جان فشانی اور دولت خواہی سے کام کرینگے تو دولتین عالیتین کے مزید اتحاد کا باعث ہو گا اور آپ کی سلطنت کی نیک نامی اور نفع کثیر بھی متصور ہے ۱۲

صاحب رزیڈنٹ کے حکم سے صاحبات محل اہل وثائق پر محلدار کا مقرر ہونا اور باہر داروغہ کا بادشاہی حکم سے مقرر ہونا تاکہ اُنکی بدکرداری موقوف ہو۔ مگر پھر اِن نگرانونکا علیحدہ ہو جانا۔

صاحبات محل لکھنؤ مین بادشاہ کی اُن بیگمات کو کہتے تھے جو شاہی خاندان سے نہوتی تھین بلکہ غیر کفو عورات مین سے بادشاہ کسی کو اپنی پسند سے بیگم بنا لیتے تھے۔ غازی الدین حیدر کی چار صاحبات محل اسوقت تک زندہ تھین جن مین سے مبارک محل کا دس ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ تھا اور سلطان مریم بیگم کا پندرہ سو روپیہ ماہوار اور ممتاز محل کا گیارہ سو روپیہ ماہوار اور سرفراز محل کا ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ تھا اور سرفراز محل کے ملازمان و متوسلان کے لئے تین سو انتیس روپیہ ماہوار علیحدہ وثیقہ مقرر تھا اور ان وثیقون کے لئے سرکار کمپنی کے ساتھ عہدنامہ

استفسار اور تجسس کیا تو وزیر نے اپنے حسن انتظام کو تمام مقربان شاہی کی شہادت سے پایۂ ثبوت کو پہونچایا اور عرض کیا کہ چونکہ صاحب رزیڈنٹ مجھ سے بے حد رنج و نفسانیت رکھتے ہین اور حضور نے اُن کی تحریرات پر میرے عزل کے باب مین عمل نہین کیا ہے نواب گورنر جنرل کے سامنے بعض غیر واقعی شکایات پیش کر کے حضور کے نام اُن سے خط لکھایا ہی بادشاہ کو وزیر کے جواب سے اطمینان کامل حاصل ہو گیا اور بد انتظامی کے اندیشے سے دل کو تسلی پیدا ہو گئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو سب نے دیکھا۔ بادشاہ نے رزیڈنٹ سے تعمیل کا اقرار فرمایا کہ انشاء اللہ بتدریج بموجب ارشاد عمل مین آئے گا۔ چنانچہ ایک کچہری حضور تحصیل کے نام سے مقرر ہوئی اُسکے مہتمم مولوی فضل حق خیر آبادی قرار پائے مستغیثان سپاہ فوج سرکار کمپنی سکنہ ملک اودھ کی زمینداری کا مقدمہ محکمہ جات شاہی مین فیصل ہوا کرتا تھا مگر غفلت یا طمع عمال سے یا سرکشی تعلقہ دار سے وہ لوگ اپنے حق کو نہ پہونچکر ہمیشہ داد بے داد کرتے رہتے تھے اُنکی دادرسی کے واسطے حضور تحصیل مقرر ہوئی تھی۔ اور بظاہر ملک محروسہ امانی قرار پایا مگر اُس مین شرط اجارے کی تھی۔ وزارت کے کام مین بھی صاحب رزیڈنٹ کو بہت سی مداخلت حاصل ہو گئی۔ گورنر جنرل کی طرف سے اُنکو یہ بھی حکم ہوا کہ زر خراج اگر عاملون کی خیانت اور کاہلی سے خزانۂ شاہی مین نہ پہونچ سکے تو اُسکا تدارک کیا جائے۔ اور اگر رعایا زر خراج دینے مین سرکشی کرے تو سرکار کمپنی کی قوت کی اعانت سے اُسکی سرکوبی کی جائے اور اس ملک مین ایسا قانون جاری ہو کہ کسی طرح کا فتور انتظام مین نہ ہو اور بموجب قانون کے کوئی شخص خیانت نہ کر سکے۔

۱۸۳۵ء مین لارڈ ڈاٹل ہوزی صاحب لارڈ ہارڈنگ صاحب کی جگہ

بادشاہ کے اسلاف کرام کے حفظ مراتب اور اپنی رفع بدنامی کے خیال سے ایک حکم نامہ ہر ایک بیگم صاحب وثیقہ کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ "ہمنے محلات کی خبر رسانی کے لئے ایک ایک عورت محلدار مقرر کی ہی کہ وہ پندرہ دن کے بعد ہر صاحب وثیقہ کے حال سے خبر پہونچایا کریگی اُن کی تنخواہ صاحبات محل کے ذمے ہو گی اور ایک ایک داروغہ سرکار شاہی سے مقرر ہوا کہ وہ بھی اندر اور باہر کی مفصل خبر پہونچایا کرے بہت خوب انتظام کیا تھا اور بہت سی رخنہ بندی کی تدبیر کی تھی اگر اِسے قیام ہوتا۔ یہ بندوبست جو سرکار ین سے ہوا اِس سے سب کے حواس گم ہوے اور ہر طرف چاندی سونے کے گھوڑے دوڑنے لگے چنانچہ پہلے ہر ایک نے خیالی مضمون بنا کے رزیڈنٹ سے عرض حال کیا مگر اُنھون نے مطلق شنوائی نہ کی حکیم بندہ رضا خان جو مدت سے نواب مبارک محل زوجۂ غازی الدین حیدر کی سرکار مین ملازم تھے بظاہر طبابت کا پیشہ تھا۔ مگر در پردہ بیگم کے ساتھ آنکھ لگی ہوئی تھی اِس لئے بیگم کی تمام سرکار کے مختار کل تھے اور اِس وجہ سے کئی بار وزارت مین قید بھی ہو چکے تھے اُنھون نے بھی اِس حکم ناطق سے ڈیوڑھی کا قیام شبانہ روزی موقوف کر کے صرف صبح کی نباضی کے وقت آنا اختیار کیا۔ رزیڈنٹ کے اسسٹنٹ کپتان برڈ کے متعلق صاحبات محل کی کارروائی تھی اور کرنیل رچمنڈ رزیڈنٹ نے اپنی ناواقفیت کی وجہ سے جتنے امور تھے وہ سب اُنھین کی تجویز پر محول کر دئے تھے۔ صاحبات محل نے اسسٹنٹ کے پاس اِس حکم کی منسوخی کے لئے بہت کوشش کی اُنھون نے یہ حکم منسوخ کرا دیا اور پھر صاحبات محل بدستور مطلق العنان ہو گئین۔

منعقد تھا اور نصیر الدین حیدر کی صاحبات محل سے **تاج محل** چھ ہزار روپیہ ماہوار کی وثیقہ دار تھی اور مخدرۂ علیا **ولائتی محل** بھی چھ ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ پاتی تھی اور ان وثائق کے لئے سرکار کمپنی کے ساتھ عہدنامہ تھا۔ اسی طرح محمد علی شاہ کی سات صاحبات محل کے بھی عہدنامے کے ذریعہ سے وثائق مقرر تھے جن مین سے **ملکۂ جہان فخر الزمان نواب حمیدہ سلطان بیگم** کا وثیقہ سب سے زیادہ تھا کہ اسکے چار سو روپے ماہوار مقرر تھے اور باقی کے سو سو روپئے ماہوار تھے۔ یہ صاحبات محل خود مختاری کے ساتھ عیش و عشرت اور نفس پرستی مین مصروف رہتی تھین اور صاحب رزیڈنٹ کی حمایت مین بڑے چین و آرام سے زندگی کے مزے اُڑاتی تھین اور اُن کی بدچلنی کے حالات وقتاً فوقتاً کھلنے پر وزراے سلطنت مداخلت کرتے۔ اور اُن کے یہان اغیار کی مداخلت بے محل کو روکتے تھے۔ کیونکہ حفظ ناموس اسلاف کرام حاکم وقت پر لازم ہی۔ منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان نے بھی محمد علی شاہ کے عہد مین اس انتظام مین بہت تاکید رکھی تھی اور رزیڈنٹی کے میر منشیون کو جو بحیلۂ وثیقہ مداخلت کرنا چاہتے تھے رزیڈنٹ کے روبرو معقول کیا اور بعض وزرا نے ان صاحبات محل کو دھمکا کر اپنے نفع کی صورت نکالی مگر اُن کی بدکرداری کا انتظام قرار واقعی نکیا اُنھون نے بھی اپنی عادت سے ہاتھ نہ اُٹھایا رفتہ رفتہ یہان تک نوبت پہونچی کہ میر کلب حسین بن میر سید علی جو مجتہد العصر کے خاندان سے تھا تاج محل زوجۂ نصیر الدین حیدر کے ساتھ تعلق ناجائز کی بلا مین گرفتار ہوکر نواب ناظر محلات شاہی کے پاس پہونچایا گیا جسنے خاطر خواہ چشم نمائی کی جو سراسر اُسکے خاندان عالی شان کے خلاف تھی جب اس بدوضعی کی خبر رزیڈنٹ کو پہونچی تو اُنھون نے

جس سے تسلی تخیلات اخبار سماعی کی ہوئی - سوائے عارضۂ خفقان اور مراق
کے کوئی بیماری متحقق نہ ہوئی - بادشاہ کی تیمار داری بادشاہ کی والدہ کے ذمے تھی
سوائے اطبائے یونانی کے ڈاکٹری علاج منظور نہ تھا بادشاہ خود اپنے اِس
مرض کے حال کو ایک شعر مین یون بیان کرتے ہین شعر

اِک مرض جاتا رہا تو دوسرا پیدا ہوا قلب کے ہلنے کا مجھکو عارضا پیدا ہوا

مرزا وصی علی خان کا معطل ہونا اور اِس وجہ سے علی نقی خان وزیر اور سلیمن صاحب مین نفاق پیدا ہو جانا - وصی علی خان کا خارج البلد ہونا - لکھنؤ مین پھر واپس آنا دوبارہ نکالا جانا - شرف الدولہ محمد ابراہیم خان کا بادشاہ کے حکم سے شہر بدر کیا جانا مگر رزیڈنٹ کی مداخلت سے اُس حکم کا منسوخ ہونا

مرزا وصی علی خان نے اپنی رفتار و کردار سے سبز باغ دکھا کر نواب علی نقی خان کی
خدمت مین رسوخ حاصل کیا اور پھر واصل باقی پر جو امین الدولہ نے دی تھی
مامور ہوے اور وزیر کے مشیر خاص بہت سے کامون مین بن گئے - اتفاقاً اُنسے
اور نواب محمد خان سفیر شاہی سے بگڑی اب دو دشمن اِن کے لگانے والے
آگ کے خود رو پیدا ہوئے - ایک شرف الدولہ محمد ابراہیم دوسرے محمد خان
دونون نے دل کھول کر رزیڈنٹ سے لگانا شروع کیا اور اُن کی صفات و کردار

خفقان و مراق کی وجہ سے واجد علی شاہ سلطنت کے کاموں پر متوجہ نہوے

بادشاہ کو تبخیر قلبی و دماغی کا عارضہ ہو گیا تھا اور آخر کار نوبت خفقان و مراق کو پہونچ گئی چونکہ اس عارضے مین غم و ہم اور فکر و تردد نہایت مضر ہے اس لئے اطبا کی راے یہ ہوئی کہ جہان تک ہو سکے عیش و سرور مین رہین اور کوئی کام ایسا نکرین جس سے قلب و دماغ پر زور پڑے یا فکر و تردد لاحق ہو۔

کرنیل سلیمن صاحب کا اودھ کا رزیڈنٹ مقرر ہونا۔ عہدۂ سفارت کا رزیڈنٹی سے موقوف ہونا اور پھر بحال ہونا۔

۲۹۔ نومبر ۱۸۴۸ء کو کرنیل رچمنڈ صاحب رزیڈنٹ علالت مزاج کی وجہ سے روانہ ولایت ہوئے اور یہان کے کاروبار اور رنگ دربار اور مزاج بادشاہ سے بہت تنگ ہو کر اپنا جانا بہتر سمجھے کرنیل ہنری سلیمن صاحب اس رزیڈنٹی کے مدت سے متمنی تھے بوندیل کھنڈ سے آئے اُنھون نے وہان بہت اچھے کام کیے تھے کہ تیس ہزار ڈاکوون اور ٹھگون کو گرفتار کر کے دکن کی راہ صاف کر دی تھی۔ ۶۔ جنوری ۱۸۴۹ء روز شنبہ کو نواب محمد خان سفیر شاہی بذریعۂ ڈاک روانہ کانپور ہوئے اور پیشوائی کی رسم ادا کی روز چہار شنبہ ۲ بجے رات کو سلیمن صاحب داخل کوٹھی دلکشا ہوے ۱۱۔ جنوری کو بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ ۴ ۲۔ فروری سنہ مذکور کو صاحب رزیڈنٹ بادشاہ کی ناسازی طبیعت کی تصدیق اپنی آنکھ سے کرنے کے لئے آئے چنانچہ محلسرائے شہنشاہ منزل مین بالمشافہ بادشاہ سے باتین کین

توہمات رفع کرنے کے لئے گئے اور اس باب مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا
اُنھون نے پھر اِسکی تحقیقات منور الدولہ اور امین الدولہ سے کی اُنھون نے وزیر
کی ناراضی کے خیال سے گول گول جواب دیا اسکے بعد رزیڈنٹ نے دوسرا پرچہ
پیام بھیجا کہ مجھکو تحقیقات کی کچھ احتیاج نہین ہی مناسب یہ ہی کہ اُنکو مداخلت کاروبار
سے معطل کیجیے چنانچہ ۱۰- ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ ہجری روز سہ شنبہ کو مرزا وصی علی خان
مستعفی ہوے لیکن دوسو روپے ماہوار تنخواہ کے بدستور پاتے رہے اور خدمت
اطلاق اور واصل باقی کی مہاراجہ بالکرشن اور شرف الدولہ غلام رضا کے سپرد ہوئی
وصی علی خان کے اس معاملے سے علی نقی خان وزیر اور رزیڈنٹ مین نفاق شروع
ہوگیا- علی نقی خان نے بہت جد و جہد مرزا وصی علی خان کے قیام لکھنؤ کے واسطے
کیا مگر رزیڈنٹ نے لکھنؤ مین رہنا بھی پسند نکیا- بادشاہ نے سلیمن صاحب کے
خوش رکھنے کی غرض سے علی نقی خان کو حکم لکھا کہ بالفعل وصی علی خان کا اخراج موجب
خوشنودی خاطر ہمایون بھی ہی اور صاحب رزیڈنٹ کو امر خفیف کے واسطے ناراض کرنا
مناسب حال نہین کہ تازہ وارد ہین الحاصل مرزا وصی علی خان کا فیض آباد جانا
تجویز ہوا- کانپور کے جانے مین عذر ناموافقت آب وہوا کا کیا گیا اور حسب دستور
رزیڈنٹ کی خاطر تاکید روانگی کے لئے ایک چوبدار بھی متعین ہوا چنانچہ ۱۹- رجب
روز شنبہ ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق جون ۱۸۴۹ع کو مرزاے مذکور متعلقین اور اسباب کے
ساتھ روانہ ہوے اور حفاظت کے لئے سپاہ ہمراہ ہوئی- اُسی دن علی نقی خان نے
رزیڈنٹ کو اُن کے اخراج کی اطلاع کی وصی علی خان چار مہینے کے بعد فیض آباد سے
کاکوری کو چلے گئے- مولوی مسیح الدین میرمنشی معزول کے مہمان ہوئے اُنکا عزل بھی

بیان کرنا شروع کیے جب اُن کو یہ حال معلوم ہوا کہ جنرل لو صاحب و جنرل کانفیلڈ صاحب کے زمانے مین اِنکا اخراج ہو چکا تھا اور یہ نہایت متفنی اور بد طینت ہین تو صاحب رزیڈنٹ نے پرچۂ پیام بادشاہ کے پاس بھیجا کہ ایسا شخص جسکا اخراج اس صورت سے ہوا ہو پھر وہی تمام امور سلطنت کا مدار المہام ہو یہ امر سرکارین کی بدنامی کا باعث ہی میرے نزدیک مناسب یہ ہی کہ شہر سے اِن کے اخراج کا حکم ہو جاے۔ علی نقی خان وزیر نے جواب مین لکھا کہ مرزاے مذکور کا قصور سرکار شاہی مین ثابت نہین امجد علی شاہ کے زمانے مین ان کی روبکاری ہو چکی ہی بعد عدم ثبوت قصور نواب امین الدولہ نے انکو مہتمم کاروبار وزارت کیا تھا اور میرے عہد وزارت مین کوئی اور شخص من جمیع الوجوہ ایسی لیاقت و عزت کا نہ تھا اسلئے ۱۸۴۹ء مین نواب گورنر جنرل کی ٹی پارٹی کے انصرام کے واسطے کانپور کو بھجوایا تھا اور اُنھون نے ان کی خدمات کو پسند فرما کر فور عنایت سے بنگلۂ میور ڈاک مین اپنے دستخط خاص سے چٹھی حسن خدمات کی عنایت کی ہی اور لکھنؤ مین خلعت دیا اور گورنر جنرل کے صاحبزادے مع دوسرے صاحبان انگریز کے اِن کے باغ مین دعوت کے واسطے مہمان ہوے تھے جب کپتان برڈ نے صاحب سکرٹری کو اِس مہمانی جدید کے بارے مین شکایتی چٹھی لکھی کہ ایسا کبھی پیشتر یہان نہین ہوا کہ سواے بادشاہ کے کسی اور کے گھر مین صورت مہمانی ہوئی ہو۔ اُس کا جواب اُنھون نے یہ دیا کہ ہمنے وصی علی خان کو پہلی چٹھی مین مرد ذی عزّت لکھا تھا اور بیان کیا تھا کہ اُن کو بہ نظر حُسن خدمات سابقہ مرد کار گذار سمجھ کر منصرم کاروبار کیا ہی بس اگر ایسے شخص کے گھر جانے کا اتفاق ہوا تو کیا قباحت ہی اور علی نقی خان خود دو شنبہ کو رزیڈنٹ کے پاس مرزا کی طرف سے

لے لین یہ مطمئن ہوے کہ میرا یہ ہدیہ انشاءاللہ میرے کام آئیگا چنانچہ اس بھروسے پر
فیض آباد سے اپنا ایک معتمد کلکتے کو الیٹ صاحب کے پاس روانہ کیا اور ایک خط لکھا کہ
میرے دشمنون کے بہکانے سے میری طرف سے رزیڈنٹ کو ایسا وسوسہ ہوا کہ مین بحکم
بادشاہی اپنے شہر سے نکالا گیا امیدوار ہون کہ اپنے گھر کے گوشۂ عافیت مین بیٹھا رہون
اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے امورات شاہی مین کسی طرح کی مداخلت نکرونگا جس کا
شبہہ رزیڈنٹ صاحب کو ہی۔ الیٹ صاحب نے رزیڈنٹ کو ایک دوستانہ چٹھی لکھی
کہ اگر یہ شخص کسی طرح کا آپ کا ہارج نہو اور مثل رعایاے شہر کے اپنے گھر مین بیٹھا رہے
تو کیا قباحت ہی جب مرزا کو الیٹ صاحب کی تحریر کا حال معلوم ہوا تو احتیاطاً رفع مظنہ
کے لئے صاحب رزیڈنٹ کو بھی ایک عرضی اسی مضمون کی بھیجی۔ رزیڈنٹ یہ مطلب سے
خوب واقف ہو چکے تھے مگر الیٹ صاحب کی خاطر سے حکم لکھا کہ اگر اس طرح شہر مین
رہنا منظور ہی تو کیا مضائقہ اسکے سوا سرکار شاہی سے اجازت رہنے کی بنا ئی تھی جب
گھر مین آئے تو خوب مجالس عزا کین مگر اپنی فطرت سے باز نرہے رات کو چھپکر زنانہ
سواری مین علی نقی خان کے پاس جانے لگے یہ خبرین رزیڈنٹ کو پہونچنے لگین
علی نقی خان کے خیرخواہون نے متواتر عرض کیا کہ اگر آپ کو وصی علی خان کے
ساتھ سلوک کرنا منظور ہی سب طرح اختیار ہے سمجھ کر اُن سے راہ ورسم رکھنی چاہیئے اُنسے
صلاح ومشورہ کرنیکا مآل کبھی اچھا نہ ہوگا رزیڈنٹ کی ناراضی اچھی نہین مگر وہ کب
سُنتے تھے آخر کار وصی علی خان دوبارہ رزیڈنٹ کے حکم سے روز جمعہ ۷ ربیع الاول
سنہ ۱۲۷۰ ہجری مطابق ۹ دسمبر سنہ ۱۸۵۳ع کو بینس[1] مین سوار ہو کر شہر لکھنؤ سے نکلے

[1] انشاءاللہ خان کا شعر ہی ۔ آگئے نذر کو شیشے کی گھڑی لیکے حباب ٭ یا سمین تیون کی بینس مین چلیگی بن ٹھن کے

انھین کی جہت سے ہوا تھا وصی علی خان نے الیٹ صاحب سکرٹری اعظم گورنر جنرل
کو کچھ قلمی نایاب کتابین دی تھین الیٹ صاحب کو کتب تواریخ خط و لایت کمیاب
و نایاب سے بڑا شوق تھا جس شہر مین گئے کتابین تلاش کین - مرزا نے اُن سے کہا
کہ میرے پاس کچھ کتابین بزرگون کی نشانی رکھی ہین - ہمین معاش دنیا سے اسقدر
فرصت کہان کہ اُنپر متوجہ ہون اگر پسند ہون ملاحظہ فرمایئے وہ کتابین درصل کتب خانۂ
سرکار شاہی کی تھین قلعۂ مچھی بھون مین رکھی تھین نواب سعادت علی خان کے زمانے
مین تحویلدارون نے صندوقون کے تلے کے تختے اُکھیڑ کر چُرائی تھین قفل و مُہر بدستور
قائم رہے تھے - مرزا محمد جعفر اور ملا محمد اکرام الدین خان کے ہاتھ بیچی تھین اور کسی
ناواقف کو نہین دکھائی تھین کہ شاید افشائے راز ہو جائے - مرزا جعفر کے بعد
مرزا محسن اُنکے بیٹے کے پاس رہین جب معتمد الدولہ کے زمانے مین وہ قید ہوئے
تو بہت سی کتابین تلف ہو گئین جب مرزا محسن مرگئے تو اُن کے بھتیجے مرزا محمد کو
نواب علی نقی خان نے کئی ہزار روپے دیکر مول لے لین وہ روپیہ پتنگ بازی
وغیرہ لغویات مین خرچ ہوا - مرزا وصی علی نے علی نقی خان کو دم دیکر الیٹ صاحب
کے نام سے لے لین اور سمجھایا کہ دیکھیے اُن کو یہ کتابین دیکر مین کیسا کام نکالتا ہون
الیٹ صاحب اُن کتابون کو دیکھکر بہت خوش ہوئے کیونکہ یہ کتابین اُسوقت مین
عنقا کا حکم رکھتی تھین الیٹ صاحب نے قیمت کے لئے وصی علی خان سے کہا
اُنھون نے جواب دیا مین تاجر نہین میرے پاس بیکار ہین چند روز مین کیڑون کی
غذا ہو جاتین آپ اسکے قدردان ہین اگر آپ کے پاس رہینگی تو بہتر ہے اور مجھے کچھ
غرض نہین کہ اِس حیلے سے آپ کو دون ایسی بناوٹ سے باتین کین کہ الیٹ صاحب نے

پاس چلے گئے عرض حال کیا حکم ہوا کہ کرائے کے بنگلے مین جاکر رہو اور گورنر جنرل
کو رپورٹ کی کہ شرف الدولہ محمد علی شاہ کی طرف سے اہل وثائق کے مہتمم ہیں اور
انکی حفاظت وکفالت سرکار کمپنی کے متعلق ہے ہمنے وصی علی خان کو مفتری سمجھ کر
شہر سے نکلوا دیا بادشاہ نے اپنے نافہم مصاحبون کے کہنے سے اُسکے بدلے شرف الدولہ کو
نکلوا دیا۔ ہماری توہین کا موجب ہوا یہ ٹھٹھیرے بدلائی ہوتی جاتی ہے۔
جب بادشاہ کو چھاؤنی مین رہنے کی خبر پہونچی چوبدار سلطانی اور کوتوال کی روبکاری ہوئی
کوتوال نے کہا مجھے گھر سے کانپور روانہ کرنے کا حکم پہونچا تھا۔ شہر کے ناکے تک
نکالنے کا حکم نہین پہونچا۔ اور نہ ساتھ جانے کا حکم ہوا تھا۔ ورنہ مین دریاے
گنگا تک پہونچا دیتا۔ بعد اِسکے جب صاحب رزیڈنٹ کو گورنر جنرل کا جواب آیا اور اُنھون نے
بادشاہ کو پرچۂ پیام لکھا تو حکم ہوا کہ ہمین بہرحال کوئی امر گورنر جنرل کی مرضی کے
خلاف منظور نہین ہی۔ شرف الدولہ کو قیام شہر کا اختیار ہے۔ لیکن شرف الدولہ نے
صاحب رزیڈنٹ سے عرض کیا کہ اہلکاران شاہی کی جو بدگمانی میرے ساتھ ہے
آپ کو معلوم ہی مین کہاں تک آپ کو ہر ایک کام مین تکلیف دیا کرونگا کوئی اور شگوفہ
نہ نکالین بہتر یہ ہے کہ جب تک اُن کی بدگمانی میری طرف سے رفع ہو چندے
آپ کے قریب رہون بعد چند روز کے سلامت اپنے گھر آئے۔ اب صاحبانِ فہم دیکھین
کہ نقطۂ مقابل کی چوٹ ہوئی مگر وار خالی گیا

رزیڈنٹ کے سامنے بادشاہ کی بے بسی

رزیڈنٹ کا رعب وداب تمام سلطنت پر بے حد چھایا ہوا تھا بادشاہ سلامت

اور ۹ بجے رات کو کاکوری پہونچے اور اپنے دوست قدیم میر منشی معزول گورنمنٹ انگریزی مسیح الدین خان کے گھر مہمان ہوے صبح کو اُن کے عیال بھی جا پہونچے۔ پھر وہان سے چھپ کر رات کو میانے مین سوار ہو کر وزیر کے پاس آنے لگے شرف الدولہ محمد ابراہیم خان رزیڈنٹ کو خبر پہونچاتے تھے ایک دن رزیڈنٹ نے کاکوری کے ایک رئیس سے دریافت کیا کہ یہ شخص مسیح الدین خان کے گھر مہمان ہوا ہی جواب دیا کہ اُنھون نے فرمان نیک نامی اپنے حسن خدمات کا پایا ہے اُس مین مندرج ہی کہ ممالک محروسہ شاہی مین جہان جا ہو بود و باش اختیار کرو۔ پھر بادشاہ نے پرچۂ پیام رزیڈنٹ کو اِس مضمون کا بھیجا کہ جیسا آپ کو منظنہ مرزا وصی علی خان کی نسبت ہی ہمکو ویسا ہی منظنہ اِن آتش افروزیون کا شرف الدولہ محمد ابراہیم خان کی جانب ہی پس ایسا شخص جو دونون سرکارون مین بگاڑ پیدا کرے چاہیئے کہ وہ شہر سے نکالدیا جائے۔ اُسکا جواب رزیڈنٹ نے یہ دیا کہ بادشاہ کو اپنی قلمرو مین ہر شخص کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ ۹۔ ربیع الاول روز یکشنبہ کو مرزا علی رضا بیگ کوتوال شرف الدولہ کے پاس گیا اور اخراج شہر کا حکم سنایا شرف الدولہ حکم سُنکر اپنی نجات کا عین طریقہ سمجھ کر تیاری اسباب سفر کے لئے سرگرم ہوے اور ایک عرضی اپنی مصیبت کی بہت جلد صاحب رزیڈنٹ کے پاس منڈیاؤن کی چھاؤنی مین بھیجی حکم ہوا کہ تم اپنے گھر سے سوار ہو کر لوہے کے پل سے سیدھے چھاؤنی مین چلے آؤ کوتوال بھی رزیڈنٹ سے خائف رہتا تھا اور درپردہ اپنی خیر خواہی دکھاتا تھا اور سرکار کے ایسے کام کو خوب سمجھتا تھا شرف الدولہ کو گاڑی مین سوار کر کے رومی دروازے تک ساتھ گیا خود بڑے امام باڑے مین چلا گیا شرف الدولہ لوہے کے پُل سے اُتر کر رزیڈنٹ کے

و شہریاری متمکن داشتہ مؤفق بتوفیقات دینیہ و مؤید بتائیدات شرعیہ داراد بالنبی
وآلہ الامجاد علیہم الصلوۃ الی یوم المعاد درین ولا کہ عساکر ضعف و پیری و ناتوانی
بر ممالک محروسہ قواے جسمانی استیلا یافتہ وافواج ہموم وآلام بمحاصرۂ حصون حصینۂ
اقالیم روحانی پرداختہ واز تحمل مشاق طاقت طاق گردیدہ نوبت بمزید اضمحلال
رسیدہ رجاے واثق از مراحم سلطانیہ و مکارم اخلاق خاقانیہ آنکہ دعاگو از تکلیف
احکام مرافعات و تحمیل فصل منازعات معذور بودہ باشد والعذر عند کرام الناس مقبول
ناصیہ معروضہ بدستخط خاص فیض اختصاص در خصوص قبول ماسول مزین و مؤشح گردد
و عنایات قدیمہ و الطاف جسیمہ جہان بانی بدستور قدیم الایام بودہ باشد۔
مہر منیر سلطنت و جہان بانی از مطلع توفیقات یزدانی طالع ولامع باد

معروضہ داعی بلاریب و ریا | مہر خطابی

مورخۂ سوم جمادی الثانیہ ۱۲۶۲ھ ہجری نبوی

اسکی پیشانی پر بادشاہ نے اپنے قلم سے لکھا

چون احکامات مرافعہ بالتخصیص بخاندان عالی شان ایشان قرار یافتہ وہم ذات پاک انسہ
ت دل نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن براے ترویج دین مبین و ہدایت جملۂ عامہ و خاصہ
براۓ تقلید مابدولت واقبال آفریدہ شدہ انسب کہ حسب دستور مروجۂ سابقہ باصدار
احکامات امر و نہی کہ بذمۂ ایشان و طریقۂ ائمہ ہدیٰ و مجتہد وقت ست کاربند شدہ باشند
دو رصورت عذر از خاندان خود دیگرے را مقرر سازند تا فرقۂ امامیہ آنجا پناہ برند۔

لکھنؤ مین کتاب اللہ کے موافق حدود شرعی جاری تھین

ایک مجموعۂ قلمی مجتہد العصر کے گھرانے کا نظر سے گذرا ہی جس مین مجتہدون کے معروضے

رزیڈنٹ کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہین کر سکتے تھے جسکا اندازہ بیان ذیل سے ہوتا ہے۔ کتاب سیر المحتشم مین لکھا ہی کہ تخت مرصع ریاست لکھنؤ کہ غازی الدین حیدر نے کئی کرڑوڑ روپے مین تیار کروایا تھا واجد علی شاہ نے چاہا کہ اُس اورنگ کو کوٹھی فرح بخش سے قیصر باغ مین لے آئین صاحب رزیڈنٹ نے اسکی اجازت ندی۔

مجتہد کا بادشاہ کی عیش پرستی اور سلطنت کے کامون مین بے پروائی سے برداشتہ خاطر ہوکر عدالت کے کامون سے سبکدوشی چاہنا۔

بادشاہ کی شروع مسند نشینی کے عہد مین جو امید بندھی تھی وہ بالکل پوری نہوئی ڈوم ڈھاریون اور کسبیون نے اُن کو اپنے ڈھب پر لگالیا اور اُنکی عیاشی سے تمام کامون مین ابتری پڑگئی یا تو مجتہد العصر اُن کی ابتدائی مستعدی دیکھکر اُنکے محامد مین رطب اللسان تھے یا اِن الفاظ کے ساتھ استعفا پیش کرنے پر مجبور ہوے

معروضہ مجتہد العصر بجناب سلطان عالم

باسمہٖ وسبحانہٗ

لِلّٰہ الحمد کما ہو اہلہ کہ ہموارہ از عہد جناب آصف الدولہ بہادر طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ الی الآن داعیان دوام سلطنت ابد توامان مشمول انواع عنایات واصناف تفقدات بودہ می باشیم علی الخصوص از عہد جنت مکان رفع اللہ درجاتہ فی الجنان تا این عہد کرامت مہد کہ عنایات وتفضلات بندگان والا دربارن نسبت بحال داعیان مستغنی عن البیان وخامہ بدائع نگار باوصف دو زبانی در شرح وشکر آن مقطوع اللسان حضرت مالک الملوک جل شانہ وعظم سلطانہ پادشاہ جم جاہ راہموارہ بر سر سلطنت

وپایش بر نہج شرعی نمودہ شود باین طریق کہ چہار انگشت دست راست او را نہ بندی کہ متصل ست بکفِ دست ببرند وکفِ دست وانگشت ابہام را برائے وضو ونماز بگذارند نہ بطوریکہ سنیان می گویند کہ از بند دست ببرند واما پائے چپ را پس از مفصل وسط قدم کہ آنرا قبہ قدم وکعب ہم می نامند ببرند وپاشنہ را برائے نماز واگذارند تا بران تواند ایستادہ نہ بروش سنیان کہ از غورک پائے برند وبعد اجرائے حد بداواد علاجش پرداز ند واللہ العالم ہفتم رجب ۱۲۶۵ھ ہجری۔

مجتہد العصر نے ایکبار بادشاہ کے پاس ایک مقدمے مین معروضہ بھیجا جس سے بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ہمارے عہد سلطنت پر جنت آرام گاہ (سعادت علی خان) کے عہد کو ترجیح دیتے ہین۔ نقل اُس معروضے کی مجتہد کے الفاظ مین یہ ہے۔

احکام عظام بنام این گمنام بمضمون غرابت مشحون کہ روبکار مقدمۂ انور خان کہ ہر روزہ شدہ باشد برائے ملاحظہ بدیانت الدولہ بہادر دادہ باشند مورخہ بست وپنجم ماہ مبارک ورود فرمود حقیقت حال این ست کہ اولاً این امر خلاف دستور ست چہ از عہد جنت آرامگاہ طاب ثراہ الی یومنا ہزار سال کو اغذ اظہارات گاہی معمول نبودہ ونیست بلی بعد استماع اظہارات انچہ حکم شرعی دربارۂ آن در رائے ناقص قرار یافتہ بمعرض عرض درآمدہ الحال نیز انچہ بخیال ناقص بعد اختتام مقدمہ خواہد رسید معروض بارگاہ جم جاہ خواہد گردید وثانیاً استماع اظہارات وتجویز حکم عہدۂ حاکم شرع است وغیر حاکم شرع متکفل ومتعہد آن نمے تواند شد وثالثاً داعی بلا اشتباہ کہ بنائے استماع آن در تخلیہ بغریب خانہ قرار دادہ منشای آن ہمین بود کہ انچہ مافی الضمیر مظہرین باشد بلا خوف کارکنان سرکار دبے۔ ودر رعایت احدے بیان سازند لہذا بطریق امانت استماع

امجد علی شاہ کے عہد سے واجد علی شاہ کے عہد تک بادشاہون کے نام اور عدالت مرافعہ کے فیصلے جو مجتہد نے صادر کیئے تھے۔ وزرا کے خطوط بادشاہون کے دستخطی احکام بعض مقدمات متعلقۂ مجتہد کے متعلق رزیڈنٹ کے پرچۂ پیام وغیرہ چیزین مندرج ہین یہ مجموعہ اول منشی مظفر علی خان آسیر اور منشی امیر احمد مینائی نے نواب اقبال الدولہ خلف نواب شمس الدولہ بن نواب سعادت علی خان کو دیا تھا وہان سے کتب خانہ رامپور مین آگیا اِس مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ واجد علی شاہ کے عہد تک اودھ مین حدود شرعی جاری تھین چنانچہ ایک مقدمے کی تجویز کی یہان نقل کی جاتی ہے۔

تاج خان برندۂ اسپ مادہ نواب وزیر الممالک بہادر دام اقبالہ پیش کمترین اقرار انتزاع نمودن اسپ مادۂ مذکور از دست تیمار دارش در اثنائے راہ بالائے سڑک پل آہنی کردہ و نیز سقرا انتزاع کردہ گرفتن رومال شالی قیمتی دہ روپیہ ازان شخصے در میلۂ علی گنج و گرفتار کردہ بردن جواہر زرگر را دفعۂ اول و شیودین طفل بقال را دفعہ دوم بشبخون بلا جرم و اخذ پنجاہ روپیہ از بقال مزبور گردیدہ و حکم سرکار از برائے ثبت حکم تعزیر شرعی ست ہرچہ مناسب رائے والا باشد زیب ناصیہ نگارد تحریر ششم رجب ۱۲۶۵ہ ہجری۔

مہر
سید رضا رضوی
منشی محکمۂ کوتوالی

باسمہٖ سبحانہ

تاج خان کہ اقرار بحقوق مالیہ و جرائم دیگر نمودہ حکمش آنست کہ ہرچہ از قسم اموال بعدوان گرفتہ لازم کہ از و گرفتہ بصاحبان آن و ہانیدہ شود اگر تلف شدہ باشد عدل آن از مال وے گرفتہ بمالکان آن رسانیدہ شود و در جلدوے جرائم دیگر قطع دست

معلّی بجرارت ایمانی در عہد کرامت مہد توجہ خاص اجراے تبرا فرمودند و مراسم
تعزیہ داری باستحکام تمام رونق پذیر گردید۔ سادات و مؤمنین در حق بندگان والا در بان
بدعاے ازدیاد جاہ سلطنت و عمر و دولت مشغول گردیدند کہ خداوند عالم ہم چو شاہ دین
پناہ مروج دین مبین شیعیان آل طٰہٰ و یٰسین را صد و سی سال سلامت باکرامت
دارد کہ کوچہ و بازار ہمین اعانت سرکار فلک اقتدار تبرا نمودیم چنانچہ چند از غرباے
سادات و مغلیہ و اہل کشمیر بے سلاح و شمشیر شبیہ دُلدُل و تابوت را ہمراہ گرفتہ تبرا کنان
مے رفتند ناگہان از طرف منشی غلام حسین سنی الاصل گذر کردند سپاہیے کہ بر دروازہ اش
بود مذہب سنیان داشت از تبرا ممانعت ساخت چونکہ حکم تبرا از سرکار بود ایشان
خیال نکردند درین اثنا آنچہ بر تابوت و دلدل مبارک شد ہوئی زبان یاراے آن
ندارد و درین ہنگامہ مردمان بسیار از پلٹن نادری سلاح بند از ہر طرف رسیدند این
بیچارگان کہ محض بے سلاح بودند بخانۂ جرأت علی خان پناہ بردہ در را بستند مگر چند کس از
مومنین کہ مہلت اندرون نیافتند کشتہ و مجروح گردیدند چنانچہ محمد باقر علی شہید شدند
و آقا باقر مشہدی مجروح بزخم کاری و چند بزرگ دیگر زخمی گردیدند علاوہ آن شب
چہاردہم در مقبرۂ جناب عالیۂ مغفورہ شور نشور برپا گردیدہ و ضعفاے سادات مؤمنین
کہ درانجا باذن سرکاری ساکن بودند بسیارے از ایشان از اہل علم و طلبہ و مقدسین
و زائرین بودند و شب و روز بتلاوت کلام مجید و نماز و عزاداری مشغول مے ماندند
بدون صدور قصور با زن و بچہ و عیال و اطفال بکمال ہتک حرمت دفعۃً بیرون نمودہ
شدند و مہلت برداشتن اثاث البیت و اسباب عزاداری نیافتند آن بےچارگان
ہمان وقت حسب الحکم در شب تار مکانات خود گذاشتہ در مکانات احباب قرار گرفتند

اظہارات آنہا نمودہ می شود تا باطمینان بدون خوف این و آن بیان سازند و چون اشخاص مظہرین نزد دیانت الدولہ بہادر محبوس اند خوف بر آنہا مستولی پس انسب آنست کہ ازان محبس ہائی یافتہ در محبس محکمۂ شرعیہ در آیند تا باطمینان تام بیان حال خود نمایند و احیانا اگر امرے برخلاف اظہار سابق بطریق امانت بیان خواہند کرد اضعف العباد چگونہ اظہار آن بسرکار فلک اقتدار خواہد نمود و خدانخواستہ اضرار غربا را گوارا تواند کرد کہ رعایت جانب ضعفا را در مقابلہ اقویا بر خود واجب و لازم می دانم اطلاعًا معروض گشت۔ ہموارہ خورشید فرمان فرمائی از افق دینداری و حاجت روائی طالع و لامع باد بفضل رب العباد۔

بادشاہ نے مجتہد کو اپنے قلم سے جو جواب دیا وہ بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

عہد جنت آرامگاہ مطابق عہد معدلت عہد ما بدولت و اقبال ہرگز نیست و نخواہد شد ناموری آنست کہ بمضمون حکم غرابت مشحون سابق وا رسیدہ بے رو و رعایت قوی و ضعیف و حسب سوال سائل آن کہ منشای ستگاری ہردو جہان ست کاربند شوند و رچنین احکامات کہ برائے ناموری ایشان و تخطمی فراہم کشیدہ نہ شدہ باشند اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ۴۔ شوال ۱۲۶۸ھ ہجری۔

تبرا پر شیعہ و سنیوں کے درمیان فساد

مجتہد العصر کے گھرانے کے مجموع مین سلطان العلما و سید العلما کا ایک معروضہ واجد علی شاہ کے نام ہے جس مین لکھا ہے۔ انا انجاکہ ہمت والا نہمت بندگان سکندر شان بطرف تعزیہ داری مصروف و در عہود سابقہ تبرا قطعًا موقوف شدہ بود و الحال بندگان

حسب رائے معلی ۱۹ - محرم ۱۲۶۹ھ ہجری۔

تنبیہ مجتہد العصر اپنے ایک فتوے مین لکھتے ہین - حال اعلان تبرا مثل اعلان گاوکشی واذان ست بلے این قدر فرق ست کہ آن از شعائر ایمان ست واین از شعائر اسلام واگر تشیع بسبب ترک تبرا زائل نہ شود اسلام نیز بسبب ترک گاوکشی و اذان زائل نمی شود چنانچہ در بلاد اسلام با وجود قدرت اعلان شعائر اسلام لازم ست ہم چنین در بلاد ایمان ترویج شعائر آن لازم و در صورت عدم قدرت در ہر دو امر ترک اعلان متحتم و تقیہ در دار التقیہ مے باشد نہ در غیر آن چنانچہ در عمل مشرکین اعلان مراسم اسلام نشاید وہمچنین در ہنگام تسلط اہل خلاف احتراز از اعلان مراسم ایمان می باید وسد ابواب فساد تعلق بحاکم دارد موقوف بر ترک مراسم ایمان نیست۔

شیخ قطب الدین اور مولوی حسین علی کے اخراج کا واقعہ

شیخ قطب الدین جو مرزا وصی علی خان کی کارپردازی مین شریک تھا بمقدمۂ قتل گنگا بخش تعلقہ دار ماہ شوال ۱۲۷۰ھ ہجری مطابق جولائی ۱۸۵۴ء مین علی نقی خان کے حکم سے مصلحۃً میر نادر مہتمم روند شہر کے ساتھ کانپور کو روانہ ہوا گنگا بخش کے مقدمے مین بہت عرقریزی وجان فشانی وخیر خواہی سلطنت کی کچھ سمجھ کر کی تھی اور فلاح ورفاہ کا امیدوار تھا مگر قسمت سے زیادہ حاصل نہوا۔ بلکہ بدنامی اُٹھائی بعد چند روز کے پھر اپنے گانون مین آکر رہنے لگا۔

مولوی حسین علی بلگرامی کے نکالے جانے کا واقعہ بھی سن رکھنے کے قابل ہے لوگ انکے بھی نصیب کی قسم کھاتے تھے چنانچہ حکیم بندہ رضا خان کی بدولت مبارک محل

برین ہم اکتفا نشدہ شب پانزدہم دو پاس شب گذشتہ تاخت رسید وہمان وقت اخراج
این بے چارگان با عیال واطفال بطرف آن روے گومتی شد حالا در کربلاے پار روزانہ
در تمازت آفتاب و شب در شبنم و ریگ بیابان بے آب و دانہ بسر مے نمایند زیراکہ قوت
و نان شبینۂ آن غربا ہر روزہ بر مجلس عزا بود بوقوع این اضطراب قلب بداعیان
سلطنت لاحق گشتہ یقین کہ حقیقت واقعہ بسمع مبارک نرسیدہ والا بندگان سکندر شان
کہ در ترویج دین مبین و اجراے تبرا و بناے عزاداری از مشرق تا بمغرب مشہور اند چگونہ
ہتک حرمت شیعیان گوارا می فرمودند و این قدر ہتک حرمت شیعیان وزائرین
و سادات نمی شد مسموع مے شود کہ مخالفین کہ درانجا می گذرند می گویند کہ این سزاے
تبرا ست و بعض سقایان سنّی در آب دادن مضائقہ مے نمایند و می گویند کہ اگر سنی شوید آب
مے دہیم چونکہ جمیع امور در عالم مشہور خواہد شد و باعث ذلت شیعیان و خوشنودی
مخالفان ست لہذا عرض حال بنا بر خیر اندیشی واجب دانستہ بعرض رسانید یقین ست
کہ تدارک این امر ناگہانی بعواطف بندگان سلطانی چنان بظہور رسد کہ استحکام عزاداری
و تبرا یوماً فیوماً متزاید گردد و سادات و مؤمنین و علما و زائرین مع عیال و اطفال
از ورطۂ اضطراب نجات یابند و براے دوام سلطنت بدعا شوند آفتاب جہان بانی
و سلطنت لامع باد بالنون والصاد۔

پھر دوسرا معروضہ بھیجا۔

بادشاہ نے اپنے قلم سے یہ حکم لکھا۔ آنانکہ زاہد و عابد و بزعم کامل ایشان نیک
و مورد عنایات ما بدولت و اقبال باشند اسماے آنہا بعد ضمانت خرد و
اہالیان خود عرض دارند تا حکم احضار آنہا بجاے خود ہا شرف صدور یابد و ما بقی

وہاج الدولہ اور نثار علی خان دفعتہً گرفتار قہر سلطانی ہوے - اصطبل کے اندر سلاخ آہنی کے کٹھرون مین قید ہوے ان کی سب خدمتین خواجہ سراؤن کو ملین - گو ثابت الدولہ اور وہاج الدولہ وغیرہ دو برس سے معتوب بادشاہ تھے مگر تنخواہ ملتی تھی وزیر کے دربار مین وہ حاضر رہتے تھے بعض رکن اعظم سلطنت جو ردیف کی طرح حریف کمین سے تھے اُنھون نے فرصت وقت پاکران کو بھی داخل فرقۂ خارجیہ کر دیا غرض کہ ۲۰- رجب سنہ ۱۲۷۳ہجری مطابق ۲ جون ۱۸۵۶ء روز یک شنبہ کو یہ قیدی مع عیال واطفال کے گاڑیون پر سوار کرا کے تلنگون اور خاص بردارون کی حراست مین میر محمد اکبر کمیدان کی نگرانی مین روانہ کانپور ہوے اور دو روز قبل اِن اخراج شہر مین منادی ہوگئی تھی کہ اِن کے ساتھ جس شخص کا معاملہ ہو سرکار مین نالش کرے اِن مین سے وحید الدولہ اور رضی الدولہ محاسبہ دواب وغیرہ کی علت مین کئی دن کے واسطے رہگئے اور سب روانہ ہوے ترک سوارون کا رسالہ دار عنایت اللہ خان رضی الدولہ سے رخصت لیکر اپنے گھر گیا تھا وہ آکر شریک حال ہوا اور رفاقت سے ہاتھ نہ اُٹھایا- نجیب الدولہ اور قطب الدولہ ایک گاڑی مین سوار ہوکر روانہ ہوے راہ کے نشیب وفراز سے گاڑی اُلٹ گئی دونون کے چوٹ بہت لگی راہ مین میر اکبر نے بہت سختی کی مقصود یہ تھا کہ ان سے کچھ ہاتھ لگے ثابت الدولہ کے ہاتھ مین کئی انگوٹھیان تھین لے لین اور کچھ نہ ملا پانی نہین دیتے تھے بچے پیاس سے تڑپتے تھے بہزار خرابی دریا کے پار اُترے - جان بچی - ایک مکان کرائے پر لیکر رہے پھر ہر ایک اپنی تلاش معاش کو ہر طرف گیا - ۱۱- رمضان مطابق ۲۳- جولائی روز دوشنبہ کو رضی الدولہ اور وحید الدولہ بھی کانپور کی طرف روانہ ہوگئے -

کے وثیقے سے سو روپے ماہوار ان کو علیحدہ ملتے تھے اور اِسی قدر نواب مخدرۂ علیا کے نوٹ سے بے منت پہونچتا تھا۔ یہ مشاہرہ متولی اور مختار کار کے اختیار سے باہر تھا گورنمنٹ سے بموجب تحریر وصیت علیحدہ ہو کر ملتا تھا۔ میر سید جان ہم وطن اِن کے گورنر جنرل کے میر منشی تھے اُن کی سعی سے یہ صورت ہوئی تھی۔ اِس کے بعد نواب سُلطان عالیہ بیگم سے بہت کچھ حاصل ہوا وہ امور شرعیہ مین ان کی شاگرد تھین۔ نواب ممتاز الدولہ کو اِن کا تسلط اور اختیار اندر اور باہر بہت ناگوار تھا مگر کچھ بس نہین چلتا تھا بیگم صاحبہ کی بدولت فراغت اور آرام حاصل تھا علی نقی خان سے اور نواب سے بہت خصوصیت حاصل ہو گئی تھی۔ آخر باستصواب رزیڈنٹ بادشاہ کے حکم سے وقت فریضۂ نماز عصر سلخ رجب ۱۲۶۷ھ ہجری مطابق یکم جون ۱۸۵۱ء کو دیوان سلطانی کا چپڑاسی اور سپاہی مولوی صاحب کے پاس گئے اور اُنکو بیک بینی و دوگوش پیادہ پا شہر کے باہر نکالدیا کئی گاڑیان عیال و اطفال کی پیچھے روانہ ہوئین روانگی کے وقت جو کچھ گھر مین تھا وہ عین المال سپاہ ہوا۔ نواب سلطان عالیہ بیگم بہت کچھ مزاحم ہوئین مگر کچھ اثر نہوا مولوی صاحب نے کانپور سے اپنے بیٹے کو شملے کو بھیجا میر منشی کو عرضی دی۔ گورنر جنرل کے حکم سے رزیڈنٹ نے اسباب پھروایا جسقدر دستیاب ہو سکا۔ لیکن بیگم صاحبہ نے اُسکا نعم البدل عطا کیا۔

بادشاہ کے تمام ڈوم مصاحبونکا اخراج

رزیڈنٹ نے بادشاہ کو سمجھایا کہ قطب الدولہ وغیرہ ڈومون کو بھی نکلوا دینا چاہیے اُن کی نصیحت بادشاہ کی مرتکز خاطر ہوئی اور رضی الدولہ۔ نجیب الدولہ۔ قطب الدولہ۔

سپاہی سڑک پر آنے جانے والون کا اہتمام کررہے تھے اسسٹنٹ کا منشی ہاتھی پر سوار شہر سے اُنکے پاس جارہا تھا سپاہیون نے منع کیا وہ ہاتھی سے اترکر حد باغ تک پیدل ہوکر چلا گیا۔ راہ مین لال جی سے اپنی کیفیت بیان کی اُسنے کہا کہ تم بلند سواری پر تھے اس وجہ سے تمکو منع کیا تھا مین میانے مین جاتا ہون مجھے کوئی منع نکرے گا جب باغ کے تلے پہونچا سپاہیون نے ممانعت کی اُسنے میانے کی سواری کا عذر کیا مگر سپاہیون نے نہ مانا آخر حد باغ تک یہ بھی پیدل گیا لال جی نے سلیمن صاحب سے اپنے ہتک کی شکایت کی وہ بہت غصے ہوے علی نقی خان وزیر کو بلواکر روبکاری کی اور بشیر الدولہ سے ہزار روپے جریانہ لیکر لال جی کو دلوائے۔

دوسرا واقعہ یہ ہو کہ ایک دن علی نقی خان کی سواری بڑے دور باش سے بیلی گارد کی سڑک سے درِ دولت پر جاتی تھی بیلی گارد کا ایک تلنگہ تھالی مین جنس طعام رکھے ہوئے دھوپ مین چھتری لگائے اپنے مقام رسوئی کو جاتا تھا سواری کے لوگون نے خلاف داب ہندوستان سمجھکر اُسے چھتری لگانے کو منع کیا سپاہی نے کچھ تامل کیا آخر حجت ہونے کے بعد چھتری اُس سے چھین لی صوبہ دار نے رزیڈنٹ سے رپورٹ کی اُنھون نے حکم دیا کہ جب وزیر کی سواری اِدھر سے نکلے تم چھتری لگاؤ جو منع کرے اُسے سونٹے مارو۔ جب یہ خبر علی نقی خان نے سنی راہ راست چھوڑکر خط منحنی اختیار کیا کہ کبھی گولہ گنج ہوکر کبھی بسواری بجرہ درِ دولت پر جانے لگے جب گورنر جنرل کو رزیڈنٹ نے رپورٹ کی تو وہان سے حکم آیا کہ اپنی چھاؤنی مین سپاہی چھتری لگایا کرے۔

انتقال مرزا ولی عہد بہادر

مرزا جاوید علی بہادر بادشاہ کے دوسرے فرزند کہ ولی عہد تھے کئی مہینے سے مبتلاے

بادشاہ کی چند روزہ بیداری

علی نقی خان کے طالع کی یاوری سے بادشاہ کا مزاج اُن سے بہت رضا مند ہوتا گیا اور رسوخ ترقی پاتا گیا اور بادشاہ نائب کے اعتماد پر مطمئن رہے بعد چندے حسب اتفاق کچھ عرائض مستغیثان مظلوم کی وزیر کے توسط کے بغیر بادشاہ کے ملاحظے مین گذرین طبع والا دادرسانی پر راجع ہوئی اور ایک سررشتہ اخبار موسوم بہ اخبار حضور بہ اہتمام منشی مظفر علی اسیر جاری ہوا ہر روز پرچے بادشاہ سنتے اور اپنے ہاتھ سے احکام جاری کرتے اہلکاران سلطنت خبردار ہوے کاروبار سلطنت عمدہ طور پر چلنے لگا یہ سلسلہ دو ایک مہینے جاری رہا پھر اہلکارون نے پاؤن پھیلائے اور ہر کڑی اُسکی ٹوٹ گئی

سلطنت کے ملازمون کے ہاتھ سے لال جی اخبار نویس کی چھاؤنی کے رستے مین ہتک ہونا اور بیلی گارد کے ایک تلنگے سے علی نقی خان کے آدمیون کا چھتری چھین لینا صاحب رزیڈنٹ کا غصہ ہونا سلطنت کو ان معاملون مین نیچا دیکھنا۔

کپتان برڈ صاحب رزیڈنٹ کے اسسٹنٹ اول تھے وہ آب وہوا ے شہر کی ناموافقت کی وجہ سے چھاؤنی منڈیاؤن مین رہا کرتے تھے لال جی اخبار نویس رزیڈنٹی ہر روز اخبار سنانے کو اُنکے پاس جاتا تھا۔ ایک روز نواب عزت محل راجہ جیپال کے باغ مین جو چھاونی کے رستے پر واقع تھا گئی تھین بشیر الدولہ ناظر کے

زیب دامانِ جناب حضرتِ خاقانِ ہند زینتِ آغوشِ پاک حورِ عین شدہائے ہائے
گفت ہاتف مصرعِ سالِ وفاتِ او وہین ماہ اوجِ سلطنت زیرِ زمین شد ہائے ہائے

بادشاہ کا علی نقی خان وزیر سے کشیدہ خاطر ہو جانا اور آخر کار صفائی ہو کر حضور عالم بہادر خطاب دینا

ایک دن بادشاہ نے علی نقی خان سے ملک اودھ کی آمدنی کا حال دریافت کیا وزیر نے اُسکا جواب مناسب حال عرض کیا چند روز پیشتر سے شہر مین مشہور ہو گیا تھا کہ بادشاہ تمام موسم برسات مین باغ گاؤ گھاٹ مین دریا کے کنارے رہین گے اتفاقاً اُسی دن تمام اسباب پھر دولت خانۂ قدیم تحسین گنج مین واپس آیا اس وجہ سے بعض ناقھمون نے وزیر کی معزولی کا مضمون تراشا اور اصل حقیقت یہ ہی کہ واقع مین بادشاہ وزیر سے کچھ کشیدہ خاطر ہو کر کوٹھی دلکشا مین رونق افروز ہوئے اور حکم قطعی یہ دیا کہ کوئی شخص ہمارے پاس نہ آئے مگر بندے علی خان کو جو اِس حکم سے مستثنیٰ تھا اِس شخص کے اختیار مین انتظام اندرونی و بیرونی تھا فقط گاڑی کی گھوڑیان باہر سے جایا کرتی تھین اور احاطے کے اندر کوئی باہر سے نہ آتا تھا۔ وزیر پر بھی اِس برہمی کا حال خوب ظاہر ہو گیا تھا اور اِس افواہ عوام سے علی نقی خان خود متزلزل ہو رہے تھے اور تدبیر سوچ رہے تھے آخر کار محمد خان داروغہ بندے علی خان کو اپنے حال سے آگاہ کیا اور یہ دریافت کیا کہ بادشاہ کی میری نسبت کیا نیت ہے محمد خان اور بندے علی خان مین بہت موافقت تھی محمد خان ایک دن اس امر کی جستجو کے لئے بندے علی خان کے خیمے پر پہونچا ایک سائیس کو کچھ روپے دیکر اپنی خبر کرائی جواب ملا

تپ دق و سرفۂ مزمنہ ہو رہے تھے آخر مستسقی بھی ہو گئے اطبانے بچاؤ اپنی بدنامی کا سمجھکر بلطائف الحیل علاج سے ہاتھ کھینچا۔ ڈاکٹرون کے علاج کی تجویز ہوئی ایک دن حسب الحکم ڈاکٹر اسپر بخر صاحب مع ڈاکٹران چھاؤنی شہزادے کے دیکھنے کو آئے اُنھون نے اپنے مزاج کی کیفیت بزبان شیرین بیان کی کچھ تجویز کر کے چلے گئے لیکن کچھ مفید نہوا کیونکہ وقت ہاتھ سے جا چکا تھا آخر کو چیچک نکلی اُسکی شدت زیادہ موجب ہلاکت ہوئی ۱۰ رجب ۱۲۶۵ھ ہجری مطابق ۲۶ مئی ۱۸۴۵ء کو شام کے قریب شاہ منزل مین نقل مکان کیا تھا اُس کے نوین دن انتقال کیا۔ ۸ بجے صبح کو امجد علی شاہ کے پہلو مین دفن ہوے۔ اِس خبر کو بادشاہ سے ناسازی مزاج کی وجہ سے مصاحبون نے چھپایا۔ لیکن جوش خون پدری درد جگر کب چھپا سکتا ہو اُس دن بادشاہ بہ نسبت اور دنون کے بہت افسردہ اور مضطرب الحال رہے کھانا کھانے کے وقت خود بیان کیا کہ آج نوالہ میرے حلق سے نہین اُترتا اور دل خود بخود بھرا آتا ہے اسکا کیا باعث ہی حاضرین نے باتون مین لگا لیا۔ آخر سوم کی رات کو بادشاہ کی والدہ نے ظاہر کیا اور کلمات صبر و شکیبائی کے اُسوقت بادشاہ بہت بیتاب ہوے سوم کے دن کپتان بہک صاحب قائم مقام رزیڈنٹ تعزیت کے لئے علی نقی خان کے پاس آئے وہ اُنکو بادشاہ کے پاس ناسازی مزاج کی وجہ سے نہ لیگئے۔ مرزا ولیعہد کا سن دس برس پانچ مہینے کا تھا۔

قطعۂ تاریخ وفات از نتیجۂ فکر منشی احمد حسن

رفت از دنیا ولی عہدِ شہنشاہِ جہان — جوہر تیغ خلافت بیرنشین شد ہائے ہائے
شد بزیر خاک پنہان وارث تاج و نگین — خاتم دستِ سلیمان بےنگین شد ہائے ہائے

اپنے خطاب سلطانِ عالم سے اسے مشتق فرمایا صبح کو سب نے اس کی نذرین دین
بندے علی خان کا بڑا حق رسوخ ثابت ہوا۔

سلیمن صاحب رزیڈنٹ کا علی نقی خان سے سخت ناراض ہوجانا مہاراجہ دگبجے سنگھ زمیندار بلرام پور و تلسی پور کے ذریعہ سے صورت رفع ملال کی نکلنا اور اُس کا قائم نہ رہنا۔

۲۔ جولائی ۱۸۵۵ء روز سہ شنبہ کو صاحب رزیڈنٹ نے بادشاہ کو ایک خط مشعر عزل وزیر سلطنت مع چند مدات کے لکھا پہلے چپراسی مصلح السلطان کے پاس لایا کہ جلد بادشاہ کے ملاحظے مین گذرانین اُنھون نے چاہا کہ پہلے علی نقی خان کے پاس بھیجین پھر کچھ احتیاط سے بادشاہ کے پاس بھیجدیا بادشاہ نے ملاحظہ کر کے علی نقی خان کو دیدیا کہ اس کا جواب مناسب لکھکر بھیجدو مشیران خاص نے بہت بنا بنا کر اُسکا یہ جواب لکھا کہ "اہلکار خاص بسبب علالت مزاج اقدس پرستاری مین رہے اس وجہ سے مہات مالی وملکی مین توجہ کامل نہوئی اب فی الجملہ علالت کو تخفیف ہوئی ہی انشاء اللہ آپ کی تجویز کے مطابق عمل مین آئیگا حضور عالم بہادر کو قطع نظر عہدۂ وزارت کے منزلت قرابت خاص بھی حاصل ہی اور ہر حال مین یہ خیر خواہ سرکارین متصور ہین ان کا حفظ مراتب بہر صورت مکنون خاطر ہمایون رہتا ہے غالب ہی کہ نظر بہ اتحاد سرکارین آپ کی بھی نظر عطوفت ہر حال مین انپر رہے گی انشاء اللہ تمام امور مالی وملکی کی درستی اپنے پیش نہاد رکھین گے"۔

کہ کل ۳ بجے مجھ سے ملاقات ہوگی جب بادشاہ استراحت مین ہون گے غرض جب
ملاقات ہوئی نواب کا حال بیان کیا بندے علی خان نے اُسکی تصدیق کی کہ فی الحقیقت
بادشاہ نے روپوشی فقط نواب کے لئے اختیار کی ہو اب تدبیر یہ ہو کہ مین کل گاڑی
اِس سڑک پر لے آؤنگا نواب علی نقی خان کا سلام ہوجائے گا چنانچہ گاڑی اُدھر سے
نکلی نواب نے سلام کیا قدمون پر سر جھکایا بادشاہ نے بچشم غضب دیکھا جب گاڑی
سے اُترے بندے علی خان پر بہت خفا ہوئے اُسنے قسم کھاکر اپنے تئین بری کیا۔
اور اُسی دن بادشاہ نے دیکھا کہ سپاہی بندوق کے توڑے چڑھائے پھر رہے ہین
بندے علی خان سے پوچھا یہ کون لوگ تھے عرض کی کہ حضور جنگل ہی زمیندار متمرد شب کو
رمنے کے گرد پھرتے رہتے ہین حالانکہ وہ سپاہی روند کے ملازم تھے حفاظت کے لئے
پھرتے تھے بادشاہ بندے علی سے جواب سُنکر خائف ہوئے چاہا کہ اُسی وقت سوار ہوکر
قیصرباغ مین تشریف لیجائین بندے علی مانع ہوا اور نواب سے کہلا بھیجا کہ کل مین بادشاہ
کو لے آؤنگا آپ اُسوقت مستعد رہیئے۔ غرض بعد ملاحظۂ کاغذات بادشاہ گاڑی مین
سوار ہوئے قیصرباغ کے دروازے کے پاس گاڑی کے پہیے کو کمین چڑھا دیا۔ گاڑی رُک گئی
نواب علی نقی خان وہان کھڑے ہوے تھے بادشاہ سے عرض حال کیا کہ حضور یہین اُترین
اور سلام کیا بادشاہ گاڑی سے اُترکر داخل مسجد ہوے نواب نے قرآن ہاتھ مین لیکر
بادشاہ کے روبرو بہت قسمین کھائین اور اپنی صفائی حاصل کی بادشاہ نے بندے علی سے
فرمایا کہ علی نقی خان کے واسطے خلعت منگواؤ نواب نے عرض حال کیا کہ بندے کی شہر
مین بڑی بدہوائی ہو رہی ہی امیدوار ہون کہ میرے خطاب کو تبدیل فرمایئے چنانچہ
خلعت بھی عنایت ہوا اور **حضور عالم بہادر** خطاب بھی مرحمت ہوا۔

اُنھین کو رہنے دین اُن کی پیش دستی کا کام شرف الدولہ ابراہیم علی خان سے لین کہ وہ انتظام ملک سے بخوبی واقف ہین اگر یہ بات بادشاہ اور وزیر دونون گوارا کرین تو ہماری دلجمعی ہو پھر اِس ریاست کو بھی ترقی ہو مہاراجہ صاحب کو بھی یہ بات پسند آئی اور بہت بشاش ہو کے رزیڈنٹ سے رخصت ہوے بارہ بجے تحسین گنج پہونچے اُس وقت علی نقی خان دولت سرا مین تھے اپنے آنے کی اطلاع کی نواب صاحب نے اندر طلب کیا مہاراج نے جو کچھ رزیڈنٹ سے سُنا تھا حرف بحرف سب بیان کیا مہاراج کی گفتگو سے علی نقی خان کے دل پر صدمہ ہوا چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا مہاراج نے رفع ملال کے لئے کہا کہ "اِس مین حضور کا نقصان نہین شرف الدولہ کے بلوانے مین کچھ کسر شان نہین اور جن کو رزیڈنٹ نے دربار مین حاضر ہونے کو منع کیا ہے بظاہر دربار مین نہ آئین مخفی حضور کو اختیار ہے جس طرح رزیڈنٹ نے کہا ہی چندے اِسپر عمل کیجئے بظاہر تو سلیمن صاحب دوست معلوم ہوتے ہین فقط اتنی بات کی تکرار ہے یہ بھی کر گذریئے بنظر خیر خواہی عرض کرتا ہون آئندہ آپ کو اختیار ہے" یہ کہہ کے رخصت ہوے مہاراج کا کہنا نواب کے دل پر مؤثر ہوا۔ کلمات نصیحت پسند آئے چار پانچ دن کے بعد چار پانچ آدمی نظر بند ہوئے دوسرے روز نواب علی نقی خان نے مہاراجہ دگبجے سنگھ سے کہا کہ اب جا کے سلیمن صاحب سے اطلاع کرو کہ ہمنے اُن آدمیون کو نکلوا دیا اُنھون نے جا کے رزیڈنٹ سے کہا رزیڈنٹ نے جواب دیا اچھا تمھارے کہنے سے ہمکو یقین ہوا مگر شرف الدولہ ابھی پیش دست نہین ہوے اُنھون نے کہا اتنا تو ہوا ہی اب نواب علی نقی خان کو یہان آنے دیجئے بہتر یہ ہی کہ اس کی گفتگو تخلیے مین ہو تو خود بھی فہمایش کیجئے۔ رزیڈنٹ نے کہا اچھا جاؤ آج تیسرے پہر کو

سنہ ۵۹ ۱۲ فصلی مین سلیمن صاحب اور علی نقی خان وزیر مین بدانتظامی ملک کے سبب رنج ہو گیا۔ اُن کو اپنی رزیڈنٹی پر ناز انکو اپنی وزارت کا دعویٰ۔ صاحب رزیڈنٹ کے پاس نواب علی نقی خان کی آمد و رفت موقوف ہوئی اور اُنکے متوسط کی بھی اپنے پاس آنے کی صاحب رزیڈنٹ نے ممانعت کردی۔ نواب علی نقی خان کو نہایت تشویش ہوئی ایک دن مہاراجہ دگبجے سنگھ صاحب بہادر زمیندار بلرام پور تلسی پور سے نواب نے کہا کہ تم سلیمن صاحب بہت مہربان مین اگر ہو سکے تو کوئی صورت رفع ملال کی نکالو۔ اس کو وہ غم کو ٹالو وہ سلیمن صاحب کے پاس گئے بہت سی گفتگو کے بعد مطلب کی بات شروع کی علی نقی خان سے بگاڑ کی وجہ پوچھی رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ ہملوگ سب صاف دل ہوکے ملتے ہین دل مین زور نہین ہمکو یہ ریاست کسی طرح مٹانا منظور نہین بلکہ یہ چاہتے ہین کہ روز بروز یہ ملک سرسبز و شاداب ہو رعایا آرام پائے اور یہ اضطراب دور ہو لیکن بدانتظامی اور سہل انکاری بادشاہ کی دیکھ کے طبیعت مایوس ہو اسکا بڑا رنج و افسوس ہی جو ہدایت ہم کرتے ہین اُسپر قائم نہین رہتے سوا اسکے جلساز دغاباز چار پانچ ایسے سرکار مین ہین کہ وہ اور بھی اُنکو خراب کرتے ہین مہاراج نے کہا کہ آپ جو کہتے ہین بجا ہی مگر یہ کہئے کہ آپ نے کیا تجویز فرمایا ہی جس سے یہ بکھیڑا پاک ہو نا فلون کو قوت ادراک ہو۔ رزیڈنٹ نے تامل کے بعد جواب دیا کہ ہماری رائے مین تو یون آتا ہی کہ چار پانچ شخص مثل وصی علی خان اور دیوان چندی سہاے اور برنڈن وغیرہ کے جو اربع عناصر اور حواس خمسہ کی طرح وزیر کے ہم دم و مشیر ہین نکالدیے جائین کسی معاملے مین دخل ندینے پائین۔ نواب علی نقی خان جو بالفعل وزیر ہین اُن کو انتظام ملک مین دخل نہین گو اپنے نزدیک ہوشیاری اور مستعدی کرتے ہین مگر اُن مین قوت انتظامیہ نہین۔ بادشاہ اُنکو بہت چاہتے ہین اپنے کیے کو بنا ہتے ہین وزیر اعظم

ولی عہدی اور جرنیلی کا تقرر اور بعض قسم کی بدنظمیون کا بیان

بادشاہ نے ایک روز صاحب رزیڈنٹ کو پیام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آ ئیے اگر بوجہ علالت کے کسی اور سواری پر نہین آسکتے تو کرسی یا تامجان پر بیٹھ کے ہمارے پاس آ ئیے یا صاحب قائم مقام کو ہمارے پاس بھیجد یجئے اس کا سبب یہ ہو کہ کئی دن پیشتر سلیمن صاحب رمنۂ شاہی مین گھوڑے سے گر پڑے تھے پانؤن مین بہت چوٹ لگی تھی وہان سے راکھ کے جھلنگے چھاننے پر لیٹ کر کوٹھی کو گئے تھے بادشاہ نے تامجان بھی بھیجا مگر درد کی شدت سے اُسپر سوار نہ ہوسکے کئی مہینے تک پانؤن درست نہوا لکڑی کے سہارے سے چلتے تھے اِس وجہ سے بسک صاحب آ ئے خلوت ہوئی اور بادشاہ کے تیسرے بیٹے حامد علی خان کیوان قدر کو خلعت ولی عہدی اور نوین بیٹے ہز بر علی خان فریدون قدر کو خلعت جرنیلی اُنکی صلاح سے عنایت ہوا اسکے بعد شرف الدولہ رائے جگنا تھ عرف غلام رضا خان کو خلعت بے باقی علاقۂ حضور تحصیل اور نواب محمد خان سفیر شاہی کو خلعت معمولی اور شیخ مصاحب علی اُن کے کارگذار کو دوشالہ ورومال مرحمت ہوا۔ اہلکارون کی خوب بن پڑی انتظام اچھے اور بُرے کا جاتا رہا۔

افسران فوج علاقون سے روپیہ ضروریات کا خاطر خواہ لیکر آپس مین حصّۂ رسدی تقسیم کر لیتے تھے فوج کی بالکل اصلاح ودرستی نہ تھی ایک پلٹن نجیب کی تیس ہزار روپے اجارے پر تھی ان سب باتون کے سوا سفارش اندرونی وبیرونی ہوتی تھی سوار وپیدل نوکری چور تھے۔ اجبار نویس جو ہر علاقۂ نظامت پر رہتے تھے اُن کا درماہہ پندرہ روپیہ سے کم اور بیس سے زیادہ نہوتا تھا۔ پرچہ اخبار کا اجارہ

نواب علی نقی خان کو مہاراج نے آکے نواب علی نقی خان سے کہدیا وہ اپنی طلب سُن کے بہت خوش ہوے سہ پہر کے وقت سوار ہوے اور مہاراجہ دیبی سنگھ کو بھی اپنے ہمراہ لیا رزیڈنٹ کے پاس پہونچے وہ بہت لطف سے پیش آئے مہاراج تو رزیڈنٹ کو سلام کر کے علٰحدہ ہو گئے جانبین مین صفائیان منظور تھین تین گھنٹے تک سلیمن صاحب ور علی نقی خان کی خلوت مین باتین ہوا کین۔ بعد اسکے علی نقی خان رخصت ہوے مہاراجہ دیبی سنگھ نے اُسوقت علی نقی خان کو بہت بشاش پایا۔
مہاراجہ نے چند روز لکھنؤ مین رہکر بہت بات بنائی مگر اُن دونون حاکمون کی رائے ہرگز مطابق نہ پائی مجبور ہو کر مہاراج نے سلیمن صاحب سے کہا کہ مجھکو دربار شاہی کا رنگ بیرنگ معلوم ہوتا ہی اب آپ کی صلاح کیا ہی مجھسے تو دیکھا نہین جاتا کہان تک روز صدمے اُٹھاؤن اگر ارشاد ہو تو مین اپنے گھر جاؤن اُنھون نے جواب دیا کہ تمھاری اور مقربان شاہی کی طبیعت مین بہت فرق ہی اصل مین ریاست کا درخت بے اصل ہی اور جس درخت کی جڑ نہ مضبوط ہو وہ باد مخالف سے ایک دن ضرور منھ کے بل آئے گا جو اُسکے سائے مین ہین اُنکو بے شک گزند پہونچا ئیگا اگر اپنا بچاؤ منظور ہی تو ابھی سوچے سمجھے چلے جاؤ یہی بہتر ہے اندیشہ تو تھا ہی یہ سُن کے اور گھبرائے وہان سے پھر کے سیدھے نواب علی نقی خان کے پاس مہاراج چلے آئے موقع پاکر رخصت کی درخواست کی علی نقی خان نے بخوشی گھر جانے کی اجازت دی اور یہ کہا کہ ضابطہ تم بھی جانتے ہو جو کچھ مال تمھارے ذمے ہے مناسب ہی کہ اُسکی مال ضامنی کسی سے لکھوا دو۔ مہاراج نے رائے سدھن لال کی ضمانت لکھوا دی چلتے وقت علی نقی خان نے ایک نقارہ اور ایک توپ عنایت کی مہاراج دونون چیزین بلا رام پور اپنے ساتھ لے گئے۔

سکہ زد برسیم وزر از فضل تائید آلہ ظل حق واجد علی سلطان عالم بادشاہ (۱۲۶۶ھ)
دوسری طرف ایک تاج ہی اُسپر ایک چھتری ہی جسکے دونون طرف دو جھنڈیان کھڑی
ہین اُنکو دو مرمیڈون نے ایک ایک ہاتھ سے سہارا دیا ہے دوسرے ہاتھون مین
اُن کے ایک ایک چنور ہی اور بازوون مین پر بنے ہوئے ہین۔ مرمیڈ انگریزی مین
ایک دریائی جانور کا نام ہی جسکے اُوپر کا حصہ عورت یا مرد کے مشابہ ہوتا ہی اور نیچے کا
مچھلی کی طرح یہ نہایت نایاب جاندار چیز بڑے بڑے سمندرون مین رہتی ہی مرمیڈ کا
ترجمہ عربی مین بنت البحر یعنی دریائی عورت کہتے ہین۔ اِس تاج کے تلے ایک قلعہ کی
علامت ہی اُسکے تلے دو تلوارین کھڑی ہین جنکے قبضے اُسکے تلے ہین اور پھل ترچھے
نیچے کو اس طرح قائم ہین جیسے مثلث کے ضلع ہوتے ہین اُن جھنڈیون کے
ڈنڈے اتنے لمبے ہین کہ ایک ایک ڈنڈا ایک ایک تلوار سے ملتا ہوا تلے کو چلا گیا ہے
ہر ایک ڈنڈے اور تلوار سے بھی مثلث کی شکل پیدا ہی۔ اِن تمام چیزونکے آس پاس
دور مین سکے کے کنارے سے ملی ہوئی یہ عبارت مندرج ہی۔ ضرب ملک اودھ
بیت السلطنت لکھنؤ سنہ ۴ جلوس میمنت مانوس۔ اُس فہرست مین اتنی تفصیل نہ تھی
ہمنے خود سکہ دیکھ کر یہ حلیہ لکھا ہے۔

ورود مہاراجہ دلیپ سنگھ و مہاراجہ جیاجی راو سیندھیہ

مہاراجہ دلیپ سنگھ مع ڈاکٹر لوگن صاحب کے جنوری ۱۸۵۴ء مطابق ۱۲۷۰ھ ہجری
مین فرخ آباد سے لکھنؤ مین آئے بہت تھوڑے سے شاگرد پیشہ اور سواری کا
جلوس ساتھ تھا شہر کی سیر کرکے کلکتے کو چلے گئے۔

ہوتا تھا اور یہ اجارہ لاکھوں روپے سالانہ تک پہونچتا ہے مستاجر اخبار داروغۂ اخبار کہلاتا تھا اِسی کی طرف سے اخبار نویس مقرر ہو کر جاتے تھے اور یہ خود اخبار نویس سے ہزار بارہ سو روپے ماہوار سے کم نہ لیتا تھا بلکہ اِس سے زیادہ وصول کرتا تھا۔

بادشاہ کی تجویز سے مہینوں کے نئے نام مقرر ہونا اور ایک سنہ تجویز ہونا

بادشاہ نے وزیر اور مصلح السلطان انجم الدولہ کے نام احکام جاری کئے کہ ۱۳۔ ذیقعدہ سنہ ۱۲۷۱ہجری سے سال یوم المبارک شروع سال نو قرار پایا ہے سب دفتروں میں یہ حکم پہونچا دیں کہ سال ہجری کے بعد مطابق اُسکے تاریخ و سال موصوف اور بعد اُسکے سنہ جلوس والا لکھے جائیں اور سنہ یوم المبارک کے مہینوں کے نام اِس طرح مقرر ہوں گے (۱) ماہ واجدی (۲) ماہ محمدی (۳) ماہ اختری (۴) ماہ اسکندری (۵) ماہ حسینی (۶) ماہ اثنا عشری (۷) ماہ امانی (۸) ماہ صنوبر (۹) ماہ مراتب (۱۰) ماہ منصوری (۱۱) ماہ سلیمانی (۱۲) ماہ نبی۔

مرقوم ۱۲۔ شہر ذیقعدہ ۱۲۷۱ہجری مطابق ماہ واجدی سنہ یوم المبارک مطابق ۵ سنہ جلوس والا۔ ذیقعدہ سے سال شروع کرنے کی یہ وجہ ہے کہ بادشاہ اسی مہینے میں پیدا ہوئے تھے۔

واجد علی شاہ کا سکّہ

انڈین میوزیم کے اندر رکھے ہوئے سکوں کی فہرست کے دوسرے حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے سکّے پر ایک طرف یہ بیت تھی۔

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		اسی دفتر کے اہتمام مین خرچ اور تقسیم ہوتا تھا اور علاقجات مین گماشتے روپیہ رکھنے اور خزانہ لکھنؤ کو پہونچانے کے واسطے خزانچی صدر خزانۂ اودھ کی طرف سے مقرر ہوتے تھے اور تنخواہ دفاتر و مصاحبان و شاگرد پیشہ وغیرہ اسی دفتر سے ملتی تھی
۴	دفتر بیت الانشا یعنی منشی خانۂ سلطانی	اس دفتر مین رازداری کے کاغذات اور پولیٹکل صیغے کے احکام رہتے تھے یہین سے رزیڈنٹ کے نام پرچہ پیام جاری ہوتا تھا اس دفتر کا افسر منشی الملک کہلاتا تھا۔ احکام بادشاہی اس عبارت سے صادر ہوتے تھے اہالیان بیت الانشا چنین کنند و چنین نمایند اس دفتر مین کار مذکورۂ بالا کے علاوہ عرضداشتون پر تجویز مہتمم سررشتہ لکھ کر وزیر بادشاہ سے دستخط صاد کرا لیتے تھے۔
۵	دفتر وزارت	یہ دفتر وزیر کے ماتحت رہتا اور بحالی و موقوفی اس کے ملازمین کی وزیر کے اختیار مین رہتی تھی اور وزیر کے احکام کی تعمیل کے واسطے ایک شخص جس کو داروغۂ دیوانخانۂ وزارت کہتے تھے مقرر رہتا اور وہ بھی وزیر کی راے اور اختیار سے مقرر ہوتا تھا اور جملہ کاغذات احکام و حساب و کتاب شاہی بغیر نشانی دفتر وزارت کے معتبر تصور نہین ہوتے تھے اسی طرح احکام وزیر بھی جو نفاذ

۱۸۵۵ء مطابق ۱۲۷۱ ہجری مین مہاراجہ جیاجی راو سیندھیہ والی گوالیار نے صاحب رزیڈنٹ کی ہمراہی مین تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ پہلے فیض آباد اجودھیا کا تیرتھ کیا پھر لکھنؤ آئے اوٹرم صاحب رزیڈنٹ کی کوٹھی مین اُترے وزیر سے رزیڈنٹ نے ملاقات کرائی قیصرباغ دکھانے کو لے گئے بادشاہ کو ناگوار ہوا کہ میرا مکان تماشا گاہ نہین کئی دن رہکر شہر کو دیکھ کر چلے گئے۔

تفصیل دفاتر شاہی موجودۂ عہد واجد علی شاہ

نمبر	نام دفتر	کیفیت
۱	دیوان خاص	جملہ احکام تحریری وزبانی بادشاہی اِس دفتر سے جاری ہوتے تھے اور یہ دفتر درِ دولت شاہی پر رہتا تھا اور جملہ احکام فرمائشات کی تعمیل اِس سے متعلق تھی اور آنے جانے والونکی عرض ومعروض بھی اسی کے توسط سے ہوتی تھی اور جملہ انتظام در دولت کا اس کے ماتحت تھا
۲	دیوان عام	جملہ اخبار عرض ومعروض خاص وعام دیوان عام کے ذریعہ سے پیش ہوا کرتے تھے اِس دفتر کو شاخ دفتر خاص سمجھنا چاہیئے اس کا مہتمم علٰحدہ رہتا تھا اور یہ دفتر بھی درِ دولت سلطانی پر تھا۔
۳	دفتر خزانہ مصارفت	اِس دفتر مین جملہ مداخل ومخارج کا حساب بمقابلہ دفتر دیوانی مرتب ہوتا تھا اور کل زر آمدنی مال وسوائی

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		خبر کرتا اور مہتمم اُن پرچہ ہاے اخبار کو بادشاہ تک پہونچا دیتا اُن پرچہاے اخبار مین جو بات لائق سماعت و تدارک ہوتی اُسپر احکام شاہی صادر ہوکر تعمیل کو دفترون مین بھیجے جاتے۔
۱۰	سرشتۂ اخبار دفتران بادشاہی	اِس سرشتے کا حال یہ تھا کہ دفتر وزارت و دیوانی و بخشی گری و جملہ کچہریات لکھنؤ مین ایک ایک شخص اخبار لکھنے پر مقرر تھا جو کچہری کے معاملات کا حال روزمرہ ہوتا بادشاہ کے حضور مین پہونچاتا۔
۱۱	دفتر دیوانی	اِس دفتر مین تمام حساب وکتاب جملہ مداخل ومخارج وجاگیر وغیرہ ہوتا تھا اور علاقجات امانی مین ماموری اہلِ قلم حسابدان اِسی دفتر سے ہوا کرتی تھی۔
۱۲	دفتر بیت الاجرا	منشی خانہ کے کاغذات اس دفتر کی مہر سے مزین ہوکر دوسرے دفترون مین مرسل ہوتے تھے یہ سرشتہ ایک جزبیت الانشا کا تھا۔
۱۳	دفتر بخشی گری	اِس دفتر مین جملہ احکام ماموری و برطرفی ملازمان فوجی کی تعمیل ہوتی تھی یعنی اِس دفتر کے محرر (بخشی) ملک اودھ کے ہر ہر علاقے مین جہان جہان فوج متعین ہوتی تھی افسر دفتر یعنی بخشی الملک کی طرف سے مقرر

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		ہوتے وہ بھی اور دفترون مین پہونچتے۔
۶	سرشتۂ اخبار ڈیوڑھیات	اِس سرشتے کے ہرکارے محلات بادشاہی اور ڈیوڑھیات رؤسا و امرا پر خبر لانے کو مقرر رہتے تھے اور پرچہ اخبار تحریری مہتمم کے ذریعہ سے پیش کرتے تھے اور اُس تحریر اخبار تدارک طلب پر احکام حسب مناسب صادر ہوتے تھے۔
۷	سرشتۂ اخبار کوٹ گشتی	یہ سرشتہ مخصوص کسی سرشتے سے نہ تھا اِسکے ہرکارے کل شہر مین گشت کرتے پھرتے تھے اور جس کچہری مین رئیس یا ملازم شاہی امیر و غریب کی خبر لائق سمع بادشاہ سمجھتے بذریعۂ تحریر معرفت مہتمم سرشتہ کے پیش کرتے۔
۸	سرشتۂ روند	اِس سرشتے کے مہتمم کے ہمراہ جو داروغہ کے نام سے مشہور تھا کسی قدر سپاہی و سوار رہتے تھے اور وہ لوگ واسطے حفاظت شہر و نگرانی و تہدید مفسدہ پردازونکے شب و روز خاص شہر مین گشت کرتے تھے جہان کہین کوئی بات لائق تدارک پاتے حسب مناسب تدارک و گرفتاری مین مصروف ہوتے۔
۹	سرشتۂ اخبار ملکی	اِس سرشتے کا مہتمم علیحدہ تھا اِس سرشتے سے ہر ایک علاقہ و تحصیل مین ایک ایک اہلِ قلم مع ہرکارون کے چکلہ دار و تحصیلدار کے ہمراہ متعین رہتا تھا اور ہر ایک اخبار نویس ہر ایک اہلکار علاقہ و رعایا کے روزمرہ حالات سے مہتمم کو

نمبر	نام دفتر	کیفیت
۱۶	محکمۂ کوتوالی	اِس محکمے کے ماتحت حفاظت شہر لکھنؤ کے تھانے تھے اور ہر ایک تھانے مین اُس کی ضرورت کے مطابق آدمی جو کوتوالی والے سپاہی مشہور تھے اور ایک تھانہ دار و محرر مقرر رہتے تھے۔ مقدمات فوجداری اِسی کوتوالی مین فیصل ہوا کرتے تھے۔ علی رضا بیگ پسر سیتا بیگ کوتوال تھا سرکار شاہی مین اُس کا اقرار نامہ اِس مضمون کا داخل تھا کہ جس کسی کا مال چوری جایا کرے گا اُسکو مین اگر نہ دلا سکون تو خود مالک کو اُسکی قیمت ادا کرونگا علی رضا بیگ نہایت منتظم و نیک نام تھا اسکی کارگذاری سے حکام شاہی اور رعایا دونون راضی تھے اور حسنِ خدمت کے صلے مین واجد علی شاہ نے اُسکو خطاب محمد علی رضا خان بہادر منتظم السلطنت عطا کیا تھا اور یہی کوتوال عہد انگریزی یعنی ۱۸۵۶ء مین عہدۂ اکسٹرا اسسٹنٹی پر مامور ہوا اور ایام غدر عہد مرزا برجیس قدر مین پھر کوتوال ہوا بہت سی تباہی اور خانہ نشینی کے بعد سرکار انگریزی نے کچھ بذریعۂ محکمۂ پنشن پرورش کی اور اِسی زمانے مین وفات پائی۔
۱۷	محکمۂ مرافعہ	یہ محکمہ سلطان العلما مجتہد العصر مولوی سید محمد صاحب کے

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		رہتے تھے اور اُس مقام کی فوج متعینہ کی تنخواہ کی تقسیم اور تمام حساب وکتاب کیا کرتے تھے اور ہر ایک پلٹن مین وکیل وسررشتہ دار تکدمہ فوج مین مقرر تھے وہ اپنی اپنی پلٹن اور سپاہ کا حساب درست کرا کے محررون (بخشیون) سے تنخواہ تقسیم کرالیا کرتے تھے اِن وکیلون ورسررشتہ دارون کی موقوفی وبحالی کا بخشی الملک کو اختیار نہ تھا مگر بخشیون کی موقوفی وبحالی کا اختیار حاصل تھا۔
۱۴	محکمۂ صدر امانت	اِس سررشتے کا افسر مہتمم صدر امانت کہلاتا تھا امین اِس محکمے کے اُسکے ماتحت تھے تنازع اراضیات وغیرہ کا فیصلہ اِسی سررشتے کی معرفت ہوتا تھا۔
۱۵	محکمۂ عدالت العالیہ	یہ محکمہ نواب سعادت علی خان کے عہد مین نزاع ترکہ واملاک وقرضہ وغیرہ صیغۂ دیوانی کے لئے مقرر ہوا تھا چنانچہ یہ محکمہ عہد واجد علی شاہ تک اُسی انتظام پر بدستور چلا آیا۔ دعوے اِس محکمے کا سفید کاغذ پر پیش ہوتا تھا بعد فیصلے کے رسوم چہارم دعوے متدعویہ سے عدالت مین لیا جاتا تھا اور خرید وفروخت مکانات کی سند (یعنی قبالجات) بعد لٹکانے اشتہار ووصول زرفیس تعداد قیمت مکانات کے مہر شاہی لگ کر اِس محکمے سے ملتی تھی۔

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		ماتحت ملک اودھ کے ہر ایک علاقے مین تھانجات اور برقنداز مقرر کیے گئے تھے۔
۲۱	محکمۂ جدید	یہ محکمہ واجد علی شاہ کے عہد مین مقرر ہوا تھا اِس محکمے مین قرضے کے مقدمات فیصل ہوتے تھے اور قانون اس کا بھی مرتب ہوا تھا۔
۲۲	بیت الضرب	اِس سرشتے مین روپے اور پیسے تیار ہوتے تھے۔
۲۳	سرشتۂ نزول	اِس سرشتے مین جملہ املاک نزول[۱] متعلقۂ سرکار شاہی کی نگرانی رہتی تھی۔
۲۴	سرشتۂ گنجیات و پرمٹ	اس سرشتے مین پرمٹ کا کام ہوتا تھا۔
۲۵	سرشتۂ دواب	اِس مین حساب تیاری ضروریات رتھ خانہ و توپخانہ و اصطبل و بہم رسانی دانہ و چارۂ دواب ہوتا تھا اِس سرشتے سے محرر بھی ہر ایک علاقے مین جہان کہین توپخانہ وغیرہ رہتا تھا علحدہ مقرر رہتے تھے۔
۲۶	سرشتۂ آبکاری	اِس کے افسر کو داروغہ کہتے تھے شراب فروشون سے تھوڑا سا محصول لیا جاتا تھا شرفا شراب اپنے گھر مین تیار کرا لیتے تھے اُن سے نہ کچھ محصول لیا جاتا تھا اور نہ مواخذہ ہوتا تھا مگر جو شخص خلاف قاعدہ شراب فروشی کرتا تھا وہ شخص البتہ ماخوذ ہوتا تھا اور جب کسی عہد مین

[۱] یعنی املاک خالصہ ۱۲

نمبر	نام دفتر	کیفیت
		ماتحت امجد علی شاہ کے عہد مین مقرر ہوا تھا اور اسی کے ذریعہ سے مفتیان شیعہ مذہب ملک اودھ کے جملہ مقامات مین فیصلے کے واسطے مقرر ہوتے تھے جو مقدمہ اُن سے فیصل نہین ہوسکتا تھا اُس کا فیصلہ اِسی محکمۂ مرافعہ مین ہوتا تھا اور خاص لکھنؤ مین محکمۂ فوجداری علٰحدہ تھا اُسکا فیصلہ بھی اِسی محکمے مین منظور و منسوخ ہوتا تھا۔
۱۸	سررشتۂ اودھ فرانیٹر پولیس	یہ محکمہ عہد امجد علی شاہ مین واسطے انسداد ٹھگی و ڈکیتی کے رزیڈنٹ کی تجویز سے مقرر ہوا تھا اِس محکمے مین کرنیل رچمنڈ صاحب رزیڈنٹ کی تحریک سے واجد علی شاہ کے عہد مین جمعیت پیادہ و سوار زیادہ ہوتی گئی تھی۔
۱۹	محکمۂ تنقیح مستغیثان ملازم سرکار کمپنی سکنائے اودھ	اِس محکمے مین سپاہیان مستغیث ملازم سرکار کمپنی انگریزی کا فیصلہ کرنیل سلیمن صاحب رزیڈنٹ کے قانون کے مطابق ہوکر منظوری کو رزیڈنٹ کے پاس جاتا تھا۔
۲۰	محکمۂ صدر تھانجات	اسکو صدر الصدوری بھی کہتے ہین اس مین تنقیح جرائم فوجداری ملک اودھ کی ہوتی تھی اور یہ سید مرتضٰی صاحب بن سید محمد صاحب مجتہد العصر بن سید دلدار علی صاحب کے زیر حکم تھا اور اِس کے

تلنگوں کی پلٹنیں اور دوسرے پیادے حضوری - خاص قدیم
جان باز - فتح مبارک - اختری - واجدی - دَل - گھنگھور - سکندری - جان نثار
ظفر مبارک - گلابی پلٹن - جہان شاہ - جہان پناہ - نصرت - اعداکش - دشمن کوب
اعداشگاف - فتح جنگ - فغفوری - وزیری - خسروی - اعداشکار - صاعقہ کردار ثابت
حسام حیدری - برق - عنایت - کاظمی - ذوالفقار صفدری - ذوالفقار حیدری
محمدی - ناصری - جعفری - عباسی - رفعت - صف شکن - صفدری - قیصری - بادشاہ
پلٹن - عسکری - فتح عیش - جرار شمس - قائم - بجلی - بائیسی - علی غول جمعیت ہمراہی
سرباز خان کپتان ولیم ہرسی انگریز - جمعیت ہمراہی امتیاز خان کپتان الگزنڈر آر انگریز
جمعیت کوتوالی اولش احمدی - خاص برادران مشہور و نام زد داہنے و بائیں - اُولش
غالب جنگ جمعیت نالہ کاند و علاقہ جگدیس پور متعلق نظامت سلطانپور برای حفاظت
مسافران - جمعیت متعینۂ مقام ڈلمؤ و بریلی علاقۂ بیسواڑہ - جمعیت معابر گومتی
جمعیت پرتلہ والا جمعیت معابر گذرات گنگ -

انتظام مالگذاری وغیرہ

برہان الملک اور صفدر جنگ کے وقتون مین اس ملک کی حدین دور دور تک
تھین بعد اسکے جس سلسلے سے شان اقبال والیان ملک مین انگریزی اقتدار کے
سامنے تنزل آتا گیا اُسی طرح ملک کی وسعت مین کمی آتی گئی زمان آخر واجد علی شاہ تک
جو حدین اسکی قائم تھین وہ یہ ہین شمال مین ملک نیپال علاقۂ بلرام پور و تلسی پور
متعلقۂ اودھ سے ایک سُو نواسی کوس براہ بطول ہی - جنوب مین دریاے گنگا سے

[illegible]	نام دفتر	کیفیت
		شہر مین شراب فروشی کی ممانعت ہوجاتی تھی تو شہر سے پانچ کوس کے فاصلے پر شراب بکتی تھی اُس وقت شرفا بھی عام طور پر دعوت وغیرہ مین استعمال سے اجتناب کرتے تھے۔ بلکہ اِس معاملے مین ایک حکم نواب سعادت علی خان کا صاحب رائے قوم کایستھ کی عرضداشت پر جو ایک مؤرخ اور شاعر نامی اُس عہد کا تھا یہان بطور یادگار کے درج کیا جاتا ہو۔ **عرضداشت** قرقرے ایام ہولی مین کہو کیا کیجئے ٭ جی مین آتا ہی کہ اِس صورت مین کنٹھی لیجیے گر تماشا کا تیھون کا دیکھنا منظور ہو ٭ شاہ دودن کے لئے ہمکو اجازت دیجیے **حکم نواب سعادت علی خان** محتسب را درونِ خانہ چہ کار

واجد علی شاہ کے عہد کی سپاہ کی تفصیل

سواروں کے رسالون کے نام۔ میمنہ شاہی۔ میسرہ شاہی۔ قاآنی۔ اسدی۔ مظفری۔ تہوری۔ منصوری۔ اکبری۔ غضنفری۔ بانکہ۔ ترچھا۔ خاقانی۔ سلیمانی۔ جنگی۔ زنگیان۔ یعنی حبشیان۔ محمدی یعنی رسالہ زنبورکچیان (اِس رسالے کے پاس توپین بندوق کی شکل پر تھین جو عرض مین توپ سے چھوٹی اور طول مین لانبی تھین اور اونٹون کی سواری مین سرہوتی تھین) اسکے علاوہ شترسوارون کا علٰحدہ رسالہ تھا۔

متعلق ہوئے اُنکے واسطے علیٰحدہ محکمہ مقرر ہوا جس کا نام حضور تحصیل تھا بڑے بڑے
تعلقون کی آمدنی خزانۂ عامرۂ سلطانی مین بلاوساطتِ عامل واخل ہوتی ورحساب
اُس کا دفتر دیوانی سے متعلق رہتا دہات لکھنؤ کا ایک عامل علیٰحدہ رہتا اس ملک
مین اجارہ دینے کا بہت رواج تھا نظامت خواہ چکلہ کچھ ہو مستاجری ہو جاتا تھا
اسقدر اجارے کی کثرت ہوئی کہ راجہ درشن سنگھ عہد نصیر الدین حیدر مین جمعی ۸۶ لاکھ
روپے کا مستاجر ہوگیا اور سیطرح حکیم مہدی منتظم الدولہ نظامت خیرآباد وغیرہ کے مستاجر تھے جو اسی ذریعہ سے پایۂ وزارت پر
پہونچ گئے مستاجری مین فوج شاہی متعینہ علاقہ بدستور متعین ہتی اور وقت ضرورت مددملتی عملۂ تحصیل و تحریر
مستاجر کی جانب سے تجویز ہوتا مصارف فوج کشی جنگ و جدال و حرب و قتال
تعلقہ داران گڑھی کا اقساط سرکاری کی مدمین مجرا ہو جاتا تھا باقی تحصیل
یوم شگون وانعامات اور دوسرے ہر قسم کے مصارف مستاجر سے متعلق رہتے - اور امانی
ہونے کے وقت مین ناظم اور عملہ اور دوسری ہر قسم کی تنخواہ خزانۂ عامرہ سے ملتی
عملے کی تجویز دفتر دیوانی اور بیت الانشا کے افسر کرتے تحصیلدارون کا تقرر بڑے
اہلکارون کی سفارش اور حاکم علاقہ کی تجویز سے ہوتا تھا - افواج شاہی کے علاوہ
ہر سال سپاہ نظامت جس کو سہ بندی کی سپاہ کہتے تھے نوکر رکھی جاتی تھی حاکم نظامت
اُسکے عزل و نصب کا مجاز تھا - عملۂ نظامت و محال کو تحصیلدار سے لیکر اطلاق نویس و
پوتہ دار تک حسب حیثیت سہ بندی کے نام سے دو روپیہ ماہانہ کے حساب سے ملتے کہ
ہر عملہ وہ روپیہ تنخواہ سپاہیان و خدمتگاران ذاتی مین صرف کرتا - اخبار نویس و
ہرکارہاے خبر رسانی ہر نظامت و ہر چکلہ و ہر محال مین متعین رہتے - خواہ امانی ہو خواہ
اجارہ - ہر سال کا آغاز اس ملک مین ماہ کنوار سے اور سال کا اختتام ماہ بھادون مین ہوتا

دھار وھرا تھا گنگا پار کانپور و فتحپور وغیرہ انگریزی علاقے تھے۔ مغرب مین بانس بریلی وشاہ جہان پور وغیرہ مشرق مین گورکھپور و جونپور و کاشی عرف بنارس یہ قلمرو شاہ اودھ پانچ نظامتون پر منقسم تھی (۱) خیرآباد (۲) گونڈہ بہرائچ۔ (۳) سلطانپور (۴) بیسواڑہ (۵) سلون۔

ہر نظامت مین تین تین چار چار چکلے تھے حاکم نظامت ناظم۔ و منتظم چکلہ چکلہ دار کہلاتے تھے اور چکلہ دارون کی ماتحتی مین تحصیلداران محال مامور ہوا کرتے تھے۔ ناظم کو پورے پورے اختیار حاصل ہوتے تھے اور بڑے مرتبے کا آدمی ہوتا جملہ سامان شان وشوکت مہیا رکھتا تھا اُس کی سواری کے سامنے موافق رفعت کے حاکمانہ جلوس جیسے چوبدار۔ عصا بردار اور علم بردار چلتے تھے نقیب آگے آگے بولتے جاتے نقارۂ اسپی آگے آگے بجتا۔ توپون کی سلامی سر ہوتی پیادہ وسوار پس وپیش چلتے - سوائے چکلہ جات متعلقۂ نظامت کے جو علاقے زائد تھے اُن کی تفصیل یہ ہی (۱) باڑی بسوان (۲) دریاباد رودولی۔ (۳) دیواکرسی (۴) نواب گنج بارہ بنکی (۵) گوشائین گنج (۶) موہان (۷) رسول آباد (۸) صفی پور (۹) بانگر مؤ ملانوان (۱۰) سانڈی پالی (۱۱) محمدی (۱۲) میان گنج۔

یہ علاقے کبھی دو دو چار چار شامل ہوکر ایک ایک حاکم کے سپرد ہوتے اور کبھی ایک علاقہ دو حکام سے متعلق کیا جاتا اور چکلہ ہاے متعلقہ نظامت بھی کبھی کبھی قانون پر منقسم ہوکر علیحدہ علیحدہ حاکمون کے سپرد ہو جاتے اکثر علاقے ایسے بھی تھے کہ زمیندارون اور تعلقہ دارون نے اپنے آرام اور رفت کی وجہ سے ناظمون کے حکم سے تحصیل خزانۂ سرکار شاہی کرادیے دہات متفرق جو علاقون سے نکالکر تحصیل خاص کے

صورت مین وہ افسر فوج شاہی جسنے بھیاگری کی تھی زمیندار کو اُسکے علاقے تک حفظ وآبرو کے ساتھ پہونچا دیتا حاکم جبر و زیادتی نہین کر سکتا تھا اِن وجوہات سے اکثر مالگذار سرکشی پر آمادہ ہوکر جمع سرکار حسب تجویزِ حاکم قبول نہین کرتے تھے آخرکار نوبت فوج کشی کی پہونچتی اور بعد اطلاع بادشاہ وقت ناظم یا چکلہ دار تدارک پر متوجہ ہوتا یا تو زمیندار ناظم کی یورش سے خوف کھاکر حاضر ہوا یا جنگ شروع ہوگئی اور کچھ روز جنگ وجدال ہوکر گڑھی خالی ہوئی اور زمیندار کا مال لٹ گیا علاقہ خام تحصیل کر لیا گیا ایام خام تحصیل مین بھی زمینداران مفسد فتنہ پردازی سے باز نہ آتے رعایاے علاقہ کو ترغیب فرار دیا کرتے تھے ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کا شیوہ اختیار کر لیتے

اکثر علاقے سپاہ کی تنخواہ مین مکفول ہو جاتے تھے فوج کے آدمی سال کے آخر تک اپنا زر تنخواہ اُس علاقے سے وصول کرتے اور حاکم کی دست اندازی پھر اُس مین نہ ہو سکتی تھی اور اِس انتظام کا نام **قبض** تھا۔ سپاہ کے آدمی اپنی رسید سرکار مین داخل کرتے اور خرچ کے موافق سیاہہ ہو جاتا تھا اور کبھی زمیندار اپنی رضامندی سے زر مالگذاری کی قبض کسی فوجی افسر کے نام کرا دیتا اور اپنی اسامیون کو ماتحت اُسی افسر کے کر دیتا اِس بندوبست کا نام **جھوگ** تھا ایسے ہی وجوہ سے زمیندار زر مالگذاری دست برداشتہ ادا نہ کرتے تھے اور ہر ایک زمیندار کے لئے نانکار مقرر تھی۔

نانکار دو قسم کی تھی دیہی و تنخواہی۔ نانکار دیہی اُسکا نام تھا جو زمیندار پاتے تھے اور نانکار تنخواہی وہ تھی جو تنخواہ مین قانون گویون اور چودھریون اور دوسرے مستحقین کو ملتی تھی۔ اگر زمیندار بھاگنے کے بعد حاضر ہو گیا تو پھر آباد کیا جاتا اور جو زمیندار سنگینی جمع یا اپنی رعایا کی سرکشی کی وجہ سے اپنی رضامندی سے علاقہ خام

سنہ فصلی ایجاد عہد جلال الدین اکبر شہنشاہ دہلی کا سال حسابی مین عملدرآمد تھا۔
عزل ونصب حکام علاقجات کا ماہ کنوار مین پیش ہوتا۔ حاکم علاقہ ماہ کنوار سے مطابق سال گذشتہ حسب نشاندہی قانون گوے پرگنہ جنگلی معاش کے لئے ذرنانکار قدیم الایام سے مقرر تھا بطور بھری بابت اقساط خریف مالگذاری وصول کرتا اور ماہ پھاگن آغاز فصل ربیع مین حکام متوجہ تشخیص ہوتے زمینداروں کے روبرو مالگذاری مشخص ہوتی اور قبولیت پر دستخط زمیندار یا کارندۂ مجاز کے ثبت کرائے جاتے اور جمع سرکار پر حقوق تحریر متصدیان بحساب ایک آنہ یا نیم آنہ افزود ہوتے اور ان حقوق کا نام بھری نظامت وبھری محال تھا بھری نظامت عملۂ نظامت وبھری محال متصدیان محال کو حسب تجویز حاکم وقت مرحمت ہوتا اور دونون فصلون کی بھیٹ ہر اہلکار کو معاف تھی۔

قدیم الایام سے سال کی بارہ قسطین مقرر تھین بعد تشخیص وصول مجرا ہوکر باقی کی قسطین ماہ بھادون تک مقرر ہوکر زرمشخصہ وصول ہوتا۔

زمیندار اور سرکار کے تعلقات باہمی

اِس ملک مین سرکار اور زمیندار مین صفائی نہ تھی۔ زمیندار نے اگر قابو پایا تو ایک حبہ ندیا اور سرکار کا جو ہاتھ پہونچا تو جملہ مال ومنال لے لیا اِس وجہ سے اکثر مالگذار وتعلقہ دار بغیر نوشتہ اطمینان وبھیاگری افسرانِ فوج شاہی حاضر نہوتے اور جو لوگ اِس طریق سے حاضر ہوتے اُن کا معاملہ اگر زمیندار وناظم کی رضامندی سے فیصل ہوگیا اور قبولیت لکھ گئی تو وہ بھیاگری چھوٹ گئی نارضامندی کی

زمیندار و حاکم کی ملاقات ہوتی اور بعد گفتگوے باہمی اپنی فوج مین داخل ہوتے بعض زمیندار نخوت شعار ناعاقبت بین بلا تشدد حاکم و تجویز سنگینی جمع محض دلیری و شجاعت کے زعم پر ناحق آمادۂ پیکار ہوتے اور بندگان خدا کا ناحق کشت و خون ہونے کے بعد آشتی پر آجاتے ہر تعلقہ دار اپنے تعلقہ کا حاکم مجاز تھا تصفیۂ معاملات رعایا و سزادہی باشندگان اُن کے حیطۂ اختیار مین تھی۔

واجد علی شاہ کے عہد مین صاحب رزیڈنٹ کے مشورے سے ہر علاقے مین تھانہ دار مقرر ہوے تھے لیکن تھانون کا عدم و وجود برابر تھا جس موضع مین تھانے کا مکان ہوتا تھا وہان کی رعایاے بازاری البتہ کسی قدر تھانے کی حکومت مانتی تھی تعلقہ دار لوگ تنازعۂ سرحدی مین بغیر اطلاع و اجازت سرکار کے باہم جنگ کیا کرتے تھے۔ شاہ وقت و زمیندار تعلقہ مین صرف اسی قدر باریک فرق تھا کہ زمیندار خراج گذار و شاہ باج گیر تھا باقی جملۂ مراتب حکومت مساوی تھے۔

آمدنی ملک

واجد علی شاہ کے اخیر عہد تک ایک کرور بین تیس لاکھ روپے کی آمدنی ملک کا مع مال سوائی کم و بیش حساب ہوتا تھا جیسا کہ افضل التواریخ مین مرقوم ہی اور بہت پر شاد کی تاریخ مین ملک کی آمدنی مال اس عہد کی ایک کرور انتیس لاکھ اکتالیس ہزار آٹھ سو اٹھارہ روپے لکھی ہی اور کہین اس سے کم بھی بتائی ہی۔ اس کتاب مین کاتبون نے اختلاف کر دیا ہی۔

رقم نانکار و چندہ جو رعایا زمانۂ قدیم سے قانون گویون اور دوسرے اشخاص مستحق کو ملتی تھی وہ قریب پچاس لاکھ کے تھی۔ ملک ویران نہ تھا کاشتکار کم تھے

تحصیل کرا دیتا تھا اُسکو اراضی سیر ونانکار ملتی تھی اور سرنذ اسامی وار زمینداران
وصول کرلیتی اور تحصیل کے واسطے اُس علاقے مین جداگانہ عملہ یعنی ضلعدار و متصدی
مقرر ہوتے۔ اور یہ دستور عام تھا کہ جس زمیندار کے ذمے بقایا سال گذشتہ کی
حاکم معزول کے وقت کی رہ گئی وہ باقی حاکم حال کو کسی طرح وصول نہین ہوتی تھی۔
اکثر مستاجر معزول کے عذرات پر ناظمان منصوب کو انفصال زر بقایا کی تاکید
پیشگاہ سلطانی سے ہوتی تھی مگر کون اسپر توجہ کرتا تھا حاکم منصوب کو فکر مالگذاری
حال اس قدر عائد ہوتی تھی کہ ایصال بقایا کے لئے فرصت نہ پاتا تھا وہ باقی
زمیندارون کو اکل حلال ہو جاتی اور چونکہ ہر سال معزولی و منصوبی حاکمان کا
سلسلہ جاری رہتا ہر حاکم منصوب اپنے مفاد کو مقدم تر سمجھتا۔ سرکار شاہی سے یہ رعایت
زمینداران قدیم کے ساتھ مرعی تھی کہ زمیندار زمینداری سے بجز وقوع نمک حرامی
شدید کے خارج نہین ہوتا تھا یہی رعایت آمدنی سرکار کے نقصان کا سبب تھی
یعنی جب زمیندار کو زمینداری جاتے رہنے سے ہر طرح اطمینان حاصل رہا پھر ایسی
نیک اندیشی اُنکے خیالات مین کہان جڑ پکڑ سکتی ہی کہ رعایت سرکاری کا شکریہ
ادا کرکے سر انقیاد و اطاعت ہر وقت خاک آستانۂ سلطانی پر جُھکاتے۔ ہر گڑھی مین
موافق حیثیت علاقہ کے سامان حرب و ضرب ھیار رہتا۔ بادۂ نخوت سے آتش جہل
ہر وقت ملتہب رہتی حکام کے دربار مین جب کبھی شاذ و نادر نوبت حاضری کی پہونچتی
تو برنگ پیل دمان گرجتے ہوے سپاہیان مسلح ہمراہ بے خوف و خطر ملاقات کرتے۔
اور اکثر تعلقہ دارون کی ملاقات کا یہ دستور تھا کہ جب وہ لشکر کے قریب پہونچتے
تو حاکم بھی کچھ دور تک مع فوج کے اُنکے سامنے آتا اور چند رفقاے معتمد کی ہمراہی مین

(۵)۔ اِس ملک مین سڑک اور ریل نہ تھی سڑک کانپور سے لکھنؤ تک حکام انگریزی کی تجویز سے امجد علی شاہ کے عہد مین بنی تھی۔

فیض آباد کے پاس اودھ یعنی اجودھیا مین ہنومان گڑھی کی مسجد کا واقعہ

اِس واقعہ کی تاریخون کے سوا اُن کاغذات کا مجموعہ بھی میری نظر سے گذرا ہی جس مین ہر قسم کے تحقیقاتی امور مندرج ہین۔ یہ نقل ہی اِس مقدمے کی مثل کی اِس مین اہلِ معاملہ کے بیانات گواہون کے اظہارات اور موقعہ کی تحقیقات حکام کی طرف سے اور نقشۂ مقامات متنازعہ فیہ غرض سب کچھ ہے اور اول سے آخر تک موافق و مخالف فتوے بھی مندرج ہین جن سے بخوبی یہ ہنگامہ روشنی مین آگیا ہی اور تمام کارروائی زبان فارسی مین ہی تاریخ اجودھیا مین لکھا ہی کہ ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے وقت مین ابھے رام بہت بڑا فقیر کامل تھا ہنومان جی نے اُسکو خواب مین اپنے درشن دئے اور تعمیر مندر کے لئے ہدایت کی اُنھین دنون مین نواب صاحب سخت بیمار ہوئے اور ابھے رام سے رجوع لائے اُسنے دعا کی اور دعا کی برکت سے نواب صحت پاکر نہایت مشکور ہوئے اور ابھے رام نے مندر ہنومان جی طیار کرایا مشہور ہی کہ اِس مندر کی تعمیر مین نواب صاحب نے بہت مدد فرمائی قبل اِس سے کہ کوئی دوسرا مضمون شروع کیا جائے اِس مجموعۂ کاغذات قلمی سے ابوالمنصور خان صفدر جنگ اور شجاع الدولہ کے پروانے جو مندر ہنومان گڑھی کی تعمیر کی اجازت کے لئے صادر ہوے تھے یہان نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہی احمد شاہ بہادر بادشاہ غازی

مہر صفدر جنگ فدوی ابوالمنصور خان

برہان الملک وزیر الممالک

کیونکہ اِس ملک مین نوکری پیشہ زیادہ تھے۔ واجد علی شاہ کی تخت نشینی سے پہلے ملک کا محاصل ڈیڑھ کڑور روپے کا تھا لیکن ہر طرح کی بے اِنتظامیون کے سبب کڑور روپے بھی داخل خزانۂ شاہی نہین ہوتے تھے جیساکہ ہت پرشاد نے ایک مقام پر لکھا ہے۔

متفرق باتین

ابواب سرکاری بہت قسم کے تھے اہل حرفہ سے بھی محصول لیا جاتا تھا مختصر تصریح یہ ہی بٹ چھپائی یعنی ہر سال بٹے چھاپے جاتے تھے کندلہ یعنی تارکشان دریبۂ برگ تنبول فروش۔ و گنجیات و آبکاری وغیرہ وغیرہ۔

(۲)۔ اِس ملک مین نامی مہاجن و ساہوکار مالدار صاحب عزت بہت تھے۔ ہندوستان کے ہر ایک شہر مین اُن کی ہنڈی چلتی تھی۔

(۳)۔ سکے شاہان دہلی و شاہان اودھ و سرکار انگریزی کے ہر عہد کے اِس ملک مین بعد وضع بٹہ چلتے تھے ان کی تبدیل و بدل اور خرید و فروخت مین مہاجن مفاد کثیر اُٹھاتے۔

(۴)۔ دارالضرب یعنی ٹکسال خاص لکھنؤ مین تھی ہر سال روپے اور اشرفی کا سنہ ابتداے غرۂ محرم سے تبدیل ہوجاتا اور اِس سال کا روپیہ تاآخر سال گھن کہلاتا تھا اور وہی خزانۂ بادشاہی مین داخل ہوتا بعد آغاز دوسرے سال کے یہ روپیہ چلن کہلاتا تھا اور فی صدی ایک روپیہ نو آنہ بٹہ لیا جاتا۔ چاندی ضرب لکھنؤ کی خالص و بلاآمیزش ہوتی تھی زیور اِس روپے کو گلا کر بنایا جاتا تھا مگر مچھلی دار روپیہ قدیم یعنی چھوٹی گولی کا روپیہ بہت کامل لعیار تھا۔

ٹھاکر کا باقی تھا بابر نے جنم استھان کو منہدم کر کے مسجد بنوائی اور اُسی جنم استھان کا پتھر جو سنگ کسوٹی کا نہایت منقش اور قیمتی بنا ہوا تھا اپنی مسجد مین لگایا جو آجتک موجود ہی سرگ دوار دریاے سرجو پر ۱۸۱۳ گز تک محدود ہی یہ مقام بت متبرک ہی رام گھاٹ دریا کی مسجد فدائی خان صوبہ دار نے بنائی تھی جسکو ہندوون نے یہانتک مٹایا کہ ایک دو منار اور تھوڑی دیوار ایک کنارے کی باقی رہی۔ امجد علی شاہ کے وقت مین اسکی تعمیر کا حکم ہوا تھا مگر اُن کو موت نے مہلت اجل نے فرصت نہ دی اور قلعہ مین بھی ایک مسجد تھی یہ قلعہ لچھمن جہنت کو معاف ہو گیا۔ اس لئے وہان مسلمانون کا گذر مشکل ہو گیا۔ اجودھیا مین ایک ٹیلہ تھا رام چندر جی نے اُس مقام پر ہنومان جی اپنے رفیق کو بعد فتح لنکا کے بٹھایا تھا اس لئے ہنومان پرست ہنود اُسکو ہنومان بیٹھک کہتے ہین یہ قلعہ کا پھاٹک تھا لیکن خرابی اجودھیا کے بعد کہ اِس مقام پر ایک اِملی کا درخت اور ٹیلہ باقی رہا۔ یہان بھی اورنگ زیب عالمگیر نے تبخانے کو کھدوا کے ایک مسجد قناتی بنوادی تھی اسی کے موافق محراب و ممبر تھے۔ ہندوون کو اِس مسجد کے مٹانے مین اصرار رہا اہل اسلام بُعد کے باعث وہان جا نہ سکے۔ برہان الملک کے عہد مین بعض ہندوون نے مسجد کو جو اُس بلندی پر تھی گرا دیا۔ فوج سرکاری پہونچی اُنکو سزا دیکر تبخانے کو توڑ کر بدستور مسجد بنادی۔ بعد ایک مدت کے ایک ہندو فقیر بھی املی کے درخت کے نیچے جھنڈی گاڑ کر رہا ایک چھوٹی سی کوٹھری بنائی اُس مین بت رکھ کر ہنومان کا مقام قرار دیا ایک عرصہ گذر جانے کے بعد مسلمانون کو غافل پا کے ہندوون نے چاہا کہ پھر ٹھاکر دوارہ بنا کے ہنومان کی مورت رکھدین لیکن قاضی محمد عاقل نے اُس مسجد کی مرمت

رفعت پناہ غفور بیگ محفوظ باشند

ابھے رام بیراگی التماس نمود کہ در اودھ میخواہد کہ جاے ہنومان تعمیر سازد لہذا مرقوم مے شود کہ احدے متعرض احوال او نشود و غور و اعانت لازم داند کہ بخاطر جمع درانجا بودہ بعبادت الٰہی و دعائے خیر پردازد مرقوم ہفتم شہر ذیقعدہ سنہ ۳ مطابق سنہ ۱۱۶۴ ہجری۔

برہان الملک
مہر
شجاع الدولہ

متصدیان مہمات حال و استقبال بلدۂ اودھ بدانند

بظہور پیوست کہ حقائق و معارف آگاہ ابھے رام بیراگی باغ و مکان ہنومان برائے سکونت فقرا در بلدۂ مذکور احداث ساختہ و احدے مزاحم نشدہ لہذا نوشتہ مے شود کہ الحال ہم از مکان مذکور بوجہے من الوجوہ موافق معمول متعرض نشدہ در امورات متعلقہ مورد پرداخت نمودہ باشند کہ فقرا بخاطر جمعی درانجا سکونت دارند درین باب تاکید دانند و حسب المسطور بعمل آرند مرقوم ۱۵۔ ربیع الاول سنہ ۲ مطابق سنہ ۱۱۸۰ ہجری۔

اجودھیا میں مساجد۔ اجودھیا میں جہاں تخانۂ جنم استھان رامچندرجی تھا اُسکے متصل سیتاجی کی رسوئی ہی بابر بادشاہ نے وہاں سنہ ۹۲۳ ہجری میں ایک عالی شان مسجد جو جامع مسجد ہی باہتمام سید موسی عاشقان بنوائی تھی جس کی تاریخ خیر باقی (۹۲۳) ہی آجتک وہ مسجد سیتا کی رسوئی کہلاتی ہی اور پہلو میں وہ مندر باقی ہی کہتے ہیں کہ وقت فتحیابی اہل اسلام تین مندر یعنی جنم استھان جہاں مہاراجہ سری رامچندرجی کی ولادت ہوئی تھی اور سرگدوار عرف رام دربار اور ترتیا کے

نام ونشان مٹا دیا طاق ومحراب ومنبر کو منہدم کرکے مسجد کا گمان باقی نرکھا جب انتہا کو
ورشن سنگھ کی حکومت پہونچی تو اجودھیا مین کئی برس تک اذان اور گاؤکشی بند رہی
شاید عہد حکومت محمد علی شاہ مین پھر اذان کی رسم جاری ہوئی اور گاؤکشی بھی بدشواری ہوئی
الغرض یہانتک ہنگامون کی نوبت آئی کہ سوائے مسجد منہدمہ ہنومان گڑھی کے
مسجد بابری جہان سیتا کی رسوئی تھی اُس کے صحن مین بھی ہندون نے تبخانہ بنایا
اور مسجد واقع رام گھاٹ دریا کو بھی خراب کرکے اُسکے صحن مین اپنے مسکن بنائے مسجد مین
کوڑا ڈالنے لگے اور مسلمانون کی سیکڑون قبرین توڑکر اینٹون اور پتھرون سے بڑی
شان وشوکت کے تبخانے بنائے یہان تک کہ مسجدین پست اور تبخانے بلند ہوگئے
تحقیقاتی کاغذات کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ایک مہنت نے بیان کیا کہ اُس ٹیلۂ خاص کل
رقبہ جسپر رامچندر جی نے ہنومان کو بٹھایا تھا تخمیناً ڈیڑھ بیگہ پختہ کا ہے اور سیتا رام
کا مندر ہنومان کے مندر کے بننے سے دس سال کے بعد بنا ہے۔

شاہ غلام حسین کا مسجد کی آبادی کے لئے جہاد کا عزم کرنا

۱۲۷۱ھ ہجری مین واجد علی شاہ کے عہد مین شاہ غلام حسین نے مولوی محمد صالح کی
امداد سے دوبارہ مسجد کی آبادی اور تبخانے کی بربادی کے لئے بعزم جہاد حیدرآباد مین
کہ گومتی کے پار ہے محمدی جھنڈا قائم کیا حسن علی خان بانکے کا بیٹا احسان علی خان
رسالہ دار اُن کا مددگار ہوا بلکہ رستم علی خان اور بہادر علی خان دونون بھائی شریک
ہوکے مستعد کارزار ہوے دوسرے بعض مساکین بھی ان کے شریک حال ہوئے اور
یہ سب فیض آباد کو چلے۔ رَدَناہی تک پہونچے تھے کہ اعلیٰ علی قائم مقام آغائی ناظم

کرادی اور اُنھین کی اجازت سے باقی شاہ فقیر مسلمان اُس مین رہتا تھا نماز پڑھتا تھا
اذان کہتا تھا اور مسجد کے پہلو مین ایک چبوترہ تھا اُسپر عشرہ محرم مین تعزیہ رکھتا تھا۔
جب شجاع الدولہ بکسر کو گئے تو اتیت وہان آرہے اور مسجد کے متصل چھپر ڈال لیا اور
ہنومان کی مورت کو اُس مین قائم کیا مگر حاصل مین مسلمان فقیر کا بھی حصہ رہا
جب فقیر کو تسخیر کر لیا رفتہ رفتہ مکان معقول تعمیر کر لیا اب آمد بھی بڑھ گئی اس عرصے
مین فقیر کا انتقال ہوگیا اُس کے وارثون نے مال تال لیا اور علیحدہ مسجد سے عقب
اُس ٹیکری کے کھرونیا تالاب پر تکیہ جمایا لیکن اتیت مراعات کئے جاتے تھے حقوق فقیر
دئے جاتے تھے بعد چندے بیراگیون نے اتیتون کو نکالا اپنا عمل کر کے مسجد کے
ممبر کو توڑ ڈالا اس بات پر قاضی حبیب اللہ نے بلوا کیا اور پھر ممبر بنایا اور بیراگیون
سے اقرار نامہ عدم تعرض مسجد کا لکھوا کے کسی مسلمان فقیر کو اذان کے واسطے مقرر کر دیا
غرض یہ چارون مسجدین سلاطین ماضیہ کی بنوائی ہوئی اجودھیا مین واقع تھین۔

اجودھیا کے ہندوونکی حکومت مین آنے سے مسجدون کے آثار بگڑنا

جب علاقہ پچھم راٹھ وغیرہ کی حکومت راجہ درشن سنگھ کے حوالے ہوئی تو اُس علاقے کے
ہندوون کی قوت زیادہ ہوگئی آس پاس اُس ٹیلے کے احاطہ کھچوایا لڑائی کے
قابل قلعہ بنوایا اسکے سبب سے روز بروز ہندو فقرا زور پکڑتے گئے مسجد کے آثار بگڑتے گئے ہندوون کی نظامتین
ہونے لگین مہنت زور پکڑ گئے مسلمانون کو اُنکے مقابلے کی طاقت نرہی اُس مسجد کے
گرد دیوار قائم کر کے مکان گڑھی مین ملا لیا اور ہنومان گڑھی اسکا نام رکھا پرستش
کرنے لگے اُس مسلمان فقیر کو پہلے تو کچھ دیتے رہے جب وہ مرگیا تو مہنتون نے مسجد کا اب

دو تین سو مسلمان نماز کے واسطے مسجد بابری مین کہ سیتا کی رسوئی مین ہی جمع ہوئے
شاہ صاحب پیش امام ہوے یہ خبر بیراگیون کو پہونچی اُنھون نے مسجد کو گھیر لیا سرکاری
آدمی جو ہندوون سے رشوتین کھا چکے تھے اِدھر اُدھر مونھ پھیر کر ہٹ گئے مسلمانون نے
جو دیکھا کہ خواہ مخواہ گھیرے مین مرتے ہین وہ بھی مقابلے اور لڑنے مرنے کو آمادہ ہوے
آخر کار کوتوال کے پیادون اور الگزینڈر آر کے سوارون نے متوسط ہو کر دفع شر کیا
لیکن اتنی دیر ہنگامہ رہا کہ مسلمان جمعہ کی نماز ادا نہ کر سکے دوسرے روز شنبے کو جان ہرسی
انگریز بھی لکھنؤ سے کپتان آر کی شرکت کے لئے اجودھیا پہونچ گیا دونون انگریزون نے
مسجد کو دیکھا اُسکے دروازے مین کواڑ نہ تھے شاہ صاحب سے ملکر کہا کہ مسجد کے دروازے مین
کواڑ نہین کسی طرح کی آڑ نہین یہ مناسب ہی کہ ایک جوڑی کواڑ کی قائم ہو تا کہ حفاظت
ہو جائے مخالف دفعۃً آنے نہ پائے مولوی صاحب نے جھٹ پٹ دو مجاہدون کو کواڑ
لانے کے واسطے بیگم پورہ کو کہ ایک محلہ اجودھیا مین ہی بھیجا کسی مرد مسلمان نے ایک
جوڑی کواڑ کی گاڑی پر لدوا کے دونون مجاہدون کے ساتھ کی گاڑی کچھ آگے بڑھی
تھی کہ بیراگیون نے خبر پا کر دفعۃً آکر گھیر لیا اہلِ مسجد کو خبر ہوئی تو رستم علی خان اور
بہادر علی خان اور فقیر بخش نائی اور بہادر خان اور ایک اور مجاہد فوراً وہان پہونچ گئے
لڑائی ہوئی ان ساتون نے بہت سے ہندوون کو تہ تیغ کیا آخر خود بھی مارے گئے
گڑھی کے متصل یہ ہنگامہ ہوا مسلمانان مسجد کو خبر ہوئی تو تلوارین لے کے جھپٹے
مان سنگھ کے لوگ سد راہ ہوے یہان بھی ایسی تلوار چلی کہ فیصلے کے بعد مقتولون کا حساب
ہوا تو مسلمانون سے ہندو زیادہ شمار ہین آئے جب مینھ برسنے لگا اور بدلی خوب
گھر آئی تو شاہ صاحب کی جماعت مسجد مین پھر آ ئی۔ اُس وقت ایک ترہ فروش

سلطان پور کے ملازمون سے روکا جانے ندیا شاہ صاحب نے لکھنو کا راستہ لیا اور
جو فیض آباد پہونچ گئے تھے اُن کو نثار حسین نائب کوتوال ورکپتان الگزینڈر آر نے
نکال دیا بہانے سے ٹالدیا۔ بعد چندے پرچۂ اخبار فیض آباد سے ہندو مسلمانون کی
تکرار کا بادشاہ کے حضور مین گذرا ملاحظے کے بعد آغا علی خان معروف بہ آغائی ناظم
اور مرزا منعم بیگ کوتوال کے نام حکم ہوا کہ مسجد کی تحقیقات کرو اِس سہارے پر شاہ صاحب
نے پھر چند مسلمان قاضی نور علی ساکن مضافات اعظم گڑھ کے ساتھ اجودھیا کو بھیجے
یہ لوگ مسجد بابری مین مقیم ہوئے تھوڑے دنون کے بعد شاہ صاحب بھی داخل مسجد
مذکور ہوئے مولوی صالح بھی اُن کے ساتھ تھے اور کسی کے کہنے سے وہان سے نہ نکلے
ان کے پاس جماعت کم تھی اور کچھ سامان بھی نہ تھا مگر کمر ہمت بیراگیون کے ہاتھ سے
مسجد کے نکالنے کی باندھی کپتان آر صاحب ور مرزا منعم بیگ کوتوال اور مرزا
اعلیٰ علی نے مسلمانون کو ان کی شرکت سے روکا اور بیراگیون کی مدد کو راجہ مان سنگھ
اور راجہ کشندت رام پانڈے چکلہ دارا ور دوسرے زمیندار گرد و پیش کے جوق جوق
پہونچ گئے یہان تک کہ دس ہزار آدمی جمع ہوگئے اور گھاگھرا کے گھاٹ روک لئے
کہ شاید کوئی مسلمان مدد کے لئے اِدھر کا قصد کرے تو اُتر نہ سکے مولوی صاحب اور
شاہ صاحب کے ساتھ تمام سو آدمی تھے اور وہ بھی غربا کسی زبردست آدمی نے ساتھ ندیا
ان کی یہ حالت تھی کہ ملا تو روزی نہین تو روزہ کسی نے انکی کمک نہ کی اور خبر نہ لی

بیراگیون کا مسجد مین مسلمانون کو ذبح اور قرآنون کو پامال کرنا

آخر شش دسوین یا بارھوین ذیقعدہ سنہ ۱۲۷۱ ہجری مطابق جولائی ۱۸۵۵ء کو تقریبا

سیکڑون ہندوؤں کے نوکر اور گردو پیش کے ہندو زمیندار مدد کو پہونچے تھے اِس لئے دس بارہ ہزار کے قریب کثرت ہوگئی تھی یہانتک نوبت پہونچی کہ بیگم پورے کے رہنے والون پر جو غلام حسین کے رشتہ دار تھے بیراگیون اور گوہار کے لوگون نے جاکر حملہ کیا اُن بیچارون نے جس طرح ہوسکا حفظ ناموس کیا آخر کار مجبور ہوکر گھرون مین اسباب چھوڑکر فیض آباد کو چلے گئے۔ بیراگیون کو اس قدر قوت ہوگئی کہ کسی مسلمان کو ہنومان گڑھی سے گذرنے نہین دیتے تھے۔

سلطنت کی طرف سے مسجد کی تحقیقات

دو چار دن پیشتر اِس معرکے کے حکام سرکار سے جب کچھ بن نہ آئی تب یہ رائے ٹھہرائی کہ مولوی نہال الدین اجودھیا مین جاکے بصلاح و صوابدید مولوی حفیظ اللہ داروغۂ عدالت فیض آباد اور مولوی سید محمد پیش نماز اِس باب خاص مین ساکنان اجودھیا اور فیض آباد سے استفسار کرین بعد تحقیقات کما ینبغی بے رو و رعایت کیفیت واقعی بادشاہ کے حضور مین پیش کرین اگر نشان مسجد کا دیکھین مشاہدہ اپنا بیان کرین چنانچہ سولھوین ذیقعدہ ۱۲۷۰ہجری کو یہان سے روانہ ہوکر دو منزل پہونچے تھے کہ سُنا کہ مجاہد پہلی منزل پہونچے حوصلہ پست ہوگیا لیکن تعمیل حکم کے لیے وہان پہونچے تحقیقات شروع کی ان مولویون اور میر سید علی صاحب مجتہد فیض آباد کے روبرو اکثر رئیسون نے دیکھنا مسجد کا اور بعضون نے اُس مین پڑھنا نماز کا ظاہر کیا اور قاضی یار علی نبیرۂ حبیب اللہ نے کئی محضر سابق کے دکھائے کہ اُن محضرون سے بھی مسجد کا ثبوت ہوتا تھا طرفہ یہ کہ بعض ہندوون نے بھی بنائے مسجد کے موافق

تھوڑا سا کھانا مجاہدون کے واسطے لایا دو دن کے بھوکے تھے دسترخوان بچھایا کھانے کا لنگا لگایا۔ دونون انگریزون نے بھی مسلمانون سے کہلا بھیجا کہ تم کمرین کھول کے بخاطر جمع اپنی مسجد مین رہو باہر نہ نکلو تم سے کوئی نہ بولیگا جب تک فیصلہ نہو لیگا۔ اب مرزا اعلیٰ علی اور دونون انگریز اور مرزا نثار حسین مع اپنی سپاہ اور توپ کے وہان سے ہٹکر دور ایک کھرنی کے درخت کے تلے جا کھڑے ہوئے ایک گھڑی نہ گذری تھی کہ ہزارون بیراگی نعرے مارتے ہوئے آئے اور مسجد کو گھیر لیا رجب علی شاہ فقیر کے کوٹھے سے چڑھکر غلام حسین کے ہمراہیون پر گولیان برسانا شروع کین اور مسجد مین آکر مجاہدون کو ذبح کیا اُن کے جسمون کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے مسجد مین لہو بہنے لگا۔ اکثر مسلمانون کے گلون مین قرآن شریف حمائل تھے اُنکو پُرزے پُرزے کرکے پانون سے روندا اور جلایا اور جنگلہ جو سرکاری حکم سے مسجد بابری کے چبوترے پر تیار ہوا تھا توڑ ڈالا اور مسجد کی دیوار کو جزائرون سے چھلنی کردیا مقتولین کی لاشین بے گور و کفن پڑی رہ گئین دوسرے دن مرزا نثار حسین نے در مسجد پر ایک بڑا غار کھدواکر کل دفن کردیا ان کے مارے جانے کی تاریخ کسی نے بَلَغَ الْعُلٰی (۱۲۷۱) سے نکالی ہے۔ افضل التواریخ مین رام سہاے نے لکھا ہے کہ غلام حسین کے ساتھ ایک سو تیس[۱۳۰] آدمی کام آئے تھے تاریخ اِس واقعہ کی یہ ہی۔

پئے سالش کمر چو ہمت بست ملہم غیب گفت یافت شکست

اِن کے دفن کے بعد بیراگی مسجد مین جوتیان پہنے آئے ہوم کیا سنکھ بجایا بہت لےاودیان کین۔ اُسکے قریب شہدائے سید سالار مین سے خواجہ بیٹھے کی قبر تھی اُسے توڑ ڈالا بیراگیون کی جمعیت زیادہ نہ تھی لیکن راجہ مان سنگھ اور پانڈے راجہ کشندت رام کے

مسلمانون کا مولوی امیر علی کی سرغنائی مین جہاد کو کھڑے ہونا

پہلے سندیلہ مین اہل اسلام نے مولویون کی تحریک سے اجتماع کر کے جہاد پر کمر باندھی بعض آدمیون نے منع کیا کہ یہ بات اچھی نہین حاکم وقت اور انگریزون سے مقابلہ پیدا ہو جاے گا کچھ بن نہ پڑے گی اور توہین اسلام کے واسطے ہو جاے گی غرض ایک نہ مانا۔
اِدھر بعض علماے لکھنؤ کے کان کھڑے ہوے اُنکے ساتھ کچھ مسلمان کھڑے ہوے اور کہنے لگے کہ آج ہندوون نے ہنومان گڑھی کی مسجد کھود دی ہے اگر ایسی ہی مسلمانی بودی ہے تو کل لکھنؤ مین عمل کرینگے ہر خانۂ خدا مین ایک ایک بت دھرینگے آخرش ارباب فرنگی محل سے مولوی عبدالرزاق صاحب اور بندگی میان کے پوتے مولوی سید امیر الدین علی عرف مولوی امیر علی ساکن امیٹھی نے جوش حرارت اسلام کی وجہ سے چاہا کہ توہین اسلام کا دفعیہ کرین اسلیئے جہاد پر کمر باندھی اور بہت سے آدمیون نے ان کا ساتھ دیا۔ امیٹھی مین جاکر محمدی جھنڈا گاڑا جب یہ خبر نواب علی نقی خان کو پہونچی کہ علماے فرنگی محل بھی جہاد پر آمادہ ہوے یہ سنتے ہی حد سے زیادہ پریشان ہوے اور مولوی مفتی محمد یوسف کو بلوا کے دریافت کیا کہ فرنگی محل مین کن کن صاحب نے یہ فساد اُٹھایا ہے ہم تو اِس خاندان کو بہت مانتے ہین اپنا اُستاد جانتے ہین ہمارے خلاف کرتے ہین براے خدا جلد جائیے فتنۂ خوابیدہ نہ جونکائیے ہنگامے کو مٹائیے اُنکو سمجھا کے نشیب و فراز دکھا کے امیٹھی سے پھیر لائیے وہ جو فرنگی محل مین آئے اور غیظ و غضب نواب کی خبر لائے پھر تو گویا مولوی عبدالرزاق کے گھر پر قیامت کبریٰ تھی نور کے تڑکے حسب الحکم وزیر مولوی فقیر اللہ رفیق شرف الدولہ غلام رضا اور

گواہی دی چنانچہ اُن دونون صاحبون نے کیفیت راست براست بے کم وکاست بادشاہ کے حضور مین ارسال کی جب یہ کیفیت یہان آئی اور بعض اہل غرض درباریون نے ملاحظہ فرمائی سمجھے کہ اب کوئی ایسا فریب کیا جائے کہ پھر مہنتون سے کچھ پرشاد ہاتھ آئے یہ فقرہ جما کے وزیر کے پاس حاضر ہو کے عرض کیا کہ حضور یہ کیفیت جو دونون مولویون کی دوحرفی ہی اسکا کیا اعتبار اِک طرفی ہی اسپر تعمیر مسجد کا حکم لگانا اور اپنی رعایا کو ستانا ضعف عملداری ہی بلکہ رعیت آزاری ہی آپ نائب سلطان ہین آپ کے نزدیک ہندو مسلمان دونون برابر ہین انصاف یہ چاہتا ہی کہ راجہ مان سنگھ اور آغا علی خان ناظم کو ارشاد ہو کہ وہ جا کے دیکھین اور اِس امر کو خوب چھانین گو راجہ صاحب مدعا علیہ ہین لیکن یہ ایمان کا مقدمہ ہی غرض گو کی بات نہ مانین گے نواب صاحب کو خود یہ منظور تھا نیت مین فتور تھا کیفیت کی جانب خیال نہ کیا ٹال دیا مگر مان سنگھ اور آغائی کو روانہ کیا اِن دونون نے اجودھیا مین پہونچکر مسلمانون کو دھمکایا ہندوون کو سر چڑھایا مسلمان بیچارے بقول شخصے قہر درویش بجان درویش صلح پر راضی ہوئے آخر آغائی اور مان سنگھ نے ایک اقرار نامہ اور صلحنامہ مہنتون سے لکھوا کے سرکار مین بھیجدیا کہ اب یہان کسی طرح کا فساد و عناد ہندو مسلمانون مین باقی نہین ہے آپس مین نااتفاقی نہین ہے جب اِس مضمون کا اقرار نامہ اور صلح نامہ وزیر نے ملاحظہ کیا مارے خوشی کے ہنس دیا اور کہا کہ الحمدللہ جو ہونا تھا ہو گیا مگر اب فساد مٹ گیا مگر ایسی کچھ صورت ہوئی کہ نواب کے نزدیک تعمیر مسجد اور جو خون مسلمانون کا ہوا تھا اُسکے انتقام کی ضرورت نہ ہوئی۔

بانی مبانی اِس فساد کے ہوتے ہین میر حیدر جو بشیر الدولہ خواجہ سرا کا منشی اور متوسل ہے اس کا ایک عزیز مولوی امیر علی نامی چاہتا ہے کہ اس آتش فتنہ و فساد کو خوب بھڑکائے اور مفت مین میری بدنامی اور نارسائی ظاہر ہو۔ بشیر الدولہ اِس سے واقف ہوا تو اُسنے اپنے سر سے الزام اُتارنے کے لئے منشی میر حیدر کو روانہ کیا کہ ایسا کچھ نشیب و فراز دکھاؤ کہ مولوی صاحب کو پھیر لاؤ چنانچہ حسب الحکم میر حیدر نے امیٹھی مین جا کے مولوی صاحب سے عہد و پیمان کیا اور رخصت دلا دینے پر بشیر الدولہ کی طرف سے قرآن درمیان کیا مولوی صاحب اس وجہ سے دو تین دن کے بعد میر حیدر کے ساتھ ناکے تک پہونچے اور وہان سے بشیر الدولہ کے ساتھ کہ وہ استقبال کو گئے تھے شہر مین آئے اور امجد علی شاہ کے امام باڑے مین اُتارا جب تک رہے اُن کی ضیافت کی۔ اور اپنے ساتھ علی نقی خان کے پاس لیگئے وزیر نے سب طرح سے مولویصاحب کو سمجھایا اور چاہا کہ خلعت دیکر رخصت کرین لیکن مولویصاحب نے خلعت نہ لیا اور جہاد سے ہاتھ نہ اُٹھایا بلکہ بہت بے لطف گفتگو کی جس سے وزیر کے دل کو ملال ہوا وزیر نے مآل اندیشی کی راہ سے اُنکو قید کر لینا چاہا تا کہ فساد کو طول نہو میر حیدر نے بشیر الدولہ سے کہا کہ یہ صورت ہوئی تو پہلے مین اپنا گلا کاٹ کر مر جاؤن گا آخر ش اُسی شب کو مولوی صاحب کو اُن کے مکان پر پہونچا دیا۔ سلامتی کے ساتھ وہ نکل گئے مولویصاحب نے جمعہ کی نماز پڑھی اور تقریبًا (۱۷۰) آدمی مجاہدین سے لے کر روانہ ہوے راہ مین ایک فقیر آزاد نے مولوی صاحب سے کہا کہ ہرگز نہ جاؤ ضرور مارے جاؤگے مولوی صاحب اس لطیفۂ غیبی سے کچھ متنبہ نہوے۔

مولویصاحب کی فہمائش کے لئے وزیر کی طرف سے چند معززین کو بھیجا جانا۔

جب سلطنت مین مولوی صاحب کی روانگی کی خبر پہونچی تو علی نقی خان نے

میر صفدر علی چکلہ دار حیدر گڑھ ایٹھی کو روانہ ہوے اُنھون نے پہونچکر بکمال نرمی ابلاغ حکم سرکار کیا کہ حضور عالم کہتے ہین کہ تمکو کیون اضطراب ہی پہلے تدارک اس کا ہمپر واجب ہی اگر خدانخواستہ ہم اِس امر دینی مین کچھ پہلو تہی کرین اُس وقت تمکو مناسب ہی اُسوقت مولوی امیر علی نے بھی اُن سے بکمال لطف بات کہی اور مناسب وقت کے جواب دیا آخر کوئی امر طے نہوا میر صفدر علی نے دو ایک روز بعد یہ نوشتہ لکھدیا اور زبانی بھی بحلف اقرار کیا کہ اگر مسجد ثابت ہوگی تو نواب صاحب بہادر اُسی وقت بنوا دینگے اور بیراگیون سے بی ادبی کا انتقام بھی لینگے اور اگر ثابت نہوئی تو مجبوری ہی جہاد کا نام بھی نہ لیجیے گا اِس عہد و مواثیق پر وثوق کرکے مولوی عبدالرزاق مع اعوان و انصار اپنے گھر کو آئے مگر مولوی امیر علی تشریف نہ لائے مولوی عبدالرزاق صاحب نے حسب الطلب نواب سے ملاقات کی نواب نے خلعت دینے مین بہت اصرار کیا مولوی صاحب نے انکار کیا رخصت ہوکر مکان پر آئے دو ایک بار اور دربار گئے جب نواب تعمیر مسجد مین چنان اور چنین کرنے لگے تب یہ اپنے پھر آنے پر خود نفرین کرنے لگے چاہا کہ پھر واپس جائین اب شہر سے نکلنا دشوار تھا کہ لوہے کے پل سے ناکجات پر سرکار کی طرف سے بندوبست تھا۔

مولوی امیر علی کا وزیر کی طلب پر آنا اور بے نیل مرام اپنی جماعت مین پھر جانا

جب مولوی عبدالرزاق کے پھر آنے پر بھی وزیر کو اطمینان نہوا اور مولوی صاحب کی جمعیت کا جوش جہاد کم نہوا تو اُنھون نے بادشاہ سے عرض کیا کہ فدوی بہت چاہتا ہی کہ یہ فساد کسی طرح سے بند ہوجائے مگر خانہ زاد سلطنت یعنی خواجہ سرا پردۂ غفلت مین

سب سے پہلے جمع ہوے اور کئی سو پٹھان ولائتی قندھاری کوہی دشتی لباس سیاہ سے
آئے علحدہ سب سے اُترے چند روز مین رنگ بے رنگ دیکھ کر اُلٹے پھر گئے بعد اسکے
یہ حال رہا کہ مجاہدین کے لشکر کے ایک دن پچاس گئے دوسرے دن پچاس اور آگئے
اِس مدت مین یہ غلغلہ سارے ہندوستان مین پھیل گیا ہر ایک مسلمان موافق عقیدۂ
خاص کے اپنی جگہ مستعد و آمادہ ہوا اور بعض رئیس انگریزون کے خوف سے بدل
متمنی اور بظاہر متردد و خائف ہو کر ساکت و خاموش رہ گئے ایک دن جنرل اوٹرم
صاحب رزیڈنٹ واجد علی شاہ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ ہندوستان مین ہندو
اور مسلمانون کے درمیان فساد عظیم برپا ہوا چاہتا ہی مبادا کشت وخون کی نوبت
پہونچے ہزارون آدمیون کا ناحق خون ہوجائیگا ارکان سلطنت پر اسکا تدارک
اور انتظام واجب ہی مولوی امیر علی بانی مبانی ایسے شر و فساد کا ہوا ہی اُسے قرار واقعی
سزا دینی چاہیے اُسے لکھنؤ سے کیون جانے دیا قید کر لینا مناسب تھا علی نقی خان نے
کہا کہ مین نے مہنت کو بُلوایا ہی رزیڈنٹ نے کہا کہ شاید وہ بے ضمانت یہان نہ آئین
بادشاہ بولے کہ آپ نے یہ کیا کہا کیا وہ ہماری رعیت نہین ہین پھر کیا سبب حاضر نہونے کا
رزیڈنٹ اِسکا جواب بنرمی دیکر رخصت ہوئے۔

ہنومان گڑھی کے مہنت اور لشکر مجاہدین سے دو تین مولویون کا اصلاح کے لئے لکھنؤ مین آنا۔

بادشاہ بذات خاص متوجہ تحقیقات مقدمہ ہوے اور اُنکے حکم سے ہنومان گڑھی کا
بلرام داس مہنت راجہ مان سنگھ اور کپتان بارلو کی ضمانت سے در دولت پر حاضر ہوا

رمضان علی خان اور میر صفدر علی کو مولوی صاحب کی فہمایش کے لئے روانہ کیا مولوی صاحب نے معدودے چند سمجھ کر قید کر لیا یہ معاملہ جب ظاہر ہوا تو میر صفدر علی کارندۂ اہتمام الدولہ حیدر حسن خان اور تہور علی خان کو کچھ فوج اور توپخانہ دیکر اور چکلہ داران بارٹی وبسوان کو ہمراہ کرکے انتظام کے لئے بھیجا مولوی صاحب نے بنظر حفاظت گڑھی سترکھ مین قیام کیا فوج شاہی نے محصور کر لیا پھر وزیر نے شیخ حسین علی نائب راجہ نواب علی خان خلف مصاحب علی خان تعلقہ دار محمود آباد کو مولوی صاحب کی فہمائش کے لیے بھیجا انھون نے پہونچکر پہلے مجاہدین کو نرمی سے سمجھایا اُسکے بعد سختی سے کہا شیخ حسین علی اور تہور علی خان معرکے کے اختتام تک سوال وجواب کے لئے رہے اور کوئی دقیقہ فہمائش کا باقی نہ چھوڑا آخرکار عشرۂ محرم کے قریب آ جانے کی وجہ سے یہ عہد ومیثاق قرار پایا کہ ایک مہینے کی میعاد مین اگر گڑھی مین مسجد نہ بن جائے تو پھر مجاہدین کو اختیار رہے تہور علی خان نے اپنے جوش ایمان سے ازراہ سپہ گری یہ کہا کہ اُسوقت ہم بھی آپکے شریک جہاد ہون گے۔ ۲۴- ذیحجہ ۱۲۷۱ھ ہجری سے ۲۴ محرم ۱۲۷۲ھ ہجری تک کا وعدہ مؤکد ہوا۔ مولوی امیر علی صاحب ہمراہ شیخ حسین علی کے مقام سترکھ سے چلے آئے فوج شاہی واپس آئی مولوی صاحب اس مدت معینہ تک سہالی علاقۂ نواب علی خان مین رہے ہر روز سو من جنس غلہ اور تھوڑا خرچ ضروری ملتا رہا۔

خبر جہاد کی شہرت سے ہندوستان کے مسلمانون کی طبائع مین بے چینی پیدا ہونا۔

اس عرصے مین جب یہ خبر دور دور کے شہرون مین پہونچی تو جہاد کا نام سُنکر سیکڑون مسلمان شریک مجاہدین ہوے تقریبًا دو ہزار کی جمعیت ہوگئی رامپور اور بریلی بھیت کے پٹھان

محمدِ حنفی ابن حیدرِ کرار
پس از شہادتِ فرزند احمدِ مختار

چہار طرف سے اِسلامیون کو جمع کیا
یزید مرتد و ملعون سے انتقام لیا

دیار شام کو لوٹا بہ حشمت و اقبال
کیا یزید کی افواج سے جدال و قتال

سرِ شمر تنِ ناپاک سے اُتار لیا
دمشق مین عمر سعد کو بھی مار لیا

میانِ سال نہ وہ جاہ و احتشام رہا
نہ فوج اُسکی رہی اور نہ شاہ شام رہا

اب اِس زمانے مین افسوس و آہ و واویلا
ہوا ہے از سرِ نو اہل دین کو رنج و بلا

کہ کافرانِ اودھ نے زراہِ ظلم و عناد
کیا ہے لشکرِ اِسلام سے کمال فساد

قریب دیر جہا بیر واجب التعزیر
بنا تھی مسجدِ اِسلام ہم چو بدر منیر

بعہدِ ورشن مظلوم و کافر گمراہ
کیا فساد یہ بیراگیون نے خاطر خواہ

لگے بنانے بڑھا کر یہ کافرِ مقہور
سواد مسجدِ اقدس مین خانۂ لنگور

حصار دیر مین محصور کر لیا مسجد
شمول معبدِ مقہور کر لیا مسجد

خبر یہ سُنکے اُٹھے اہلِ دین بشیون و شین
گئے قلیل جماعت سے وان غلام حسین

جو مان سنگھ حرامی ہے نطفۂ شیطان
زراہِ بغض و عداوت لعین بے ایمان

ملازم اپنے روانہ کئے بجنگ و جدال
تب اہلِ دین سے برپا ہوا جدال و قتال

محاصرے مین لعینون کے آ گئے غازی
شجاعت اپنی جہان کو دکھا گئے غازی

بجنگ کافرِ ظالم مجاہد بن سعید
خدا کی راہ مین غازی ہوئے تمام شہید

پس از شہادتِ آن کشتگانِ راہِ خدا
چہار طرف سے آ کر کے لشکرِ اعدا

بنائے مسجدِ عالی کو کر دیا مسمار
زراہِ بغض و عداوت لعین ناہنجار

رکھا تھا مسجدِ عالی مین وان کلام مجید
کیا لعینون نے اوراق کبریا کو شہید

وزیر نے اُسے اپنا مہمان کیا مولوی صاحب کے پاس بھی چند افسرانِ فوج بھیجے گئے اُنھون نے وزیر کی طرف سے کہا کہ یہ مہینہ ماتم فرزند رسول کا تھا مین عزاداری مین مشغول تھا انشاء اللہ تھوڑے توقف مین بہت کام بن جائیگا چنانچہ مان سنگھ کو اجودھیا کو بھیجا گیا ہی اگر وہ مسجد بنوا تا ہی تو بہتر نہین تو ہنتون کو لاتا ہی روبکاری ہوگی اب ہرگز تامل نہ ہوگا آپکو بھی مناسب ہی کہ مولوی برہان الحق اور مولوی عبدالرزاق اور مولوی تراب علی کو بطور رسالت روانہ فرمائیے اور اب آگے نہ جائیے اِن کی گفتگو سے مولوی امیر علی نے توقف کیا اور تینون مولویون کو فقط پانچ دن کے وعدے پر اِس عرضی منظوم کے ساتھ بھیجا۔

سپاس و حمد بدرگاہ خالقِ کونین	سلام حضرت باری بسید الثقلین
درود حضرت حق بر رسول عالی جاہ	بر آل اطہر و اصحاب آن رسول اللہ
یہ اشتہار جہاد یہ کر دیا ارقام	باطلاع تمامی امم رسول کرام
کہ جب جنابِ رسالت پناہ پاک رسول	گئے جہان سے کیا قرب کبریا کو قبول
یہ کہہ گئے تھے صحابہ سے احمد مختار	کہ مین نے چھوڑے ہین دنیا مین دو بزرگ شعار
اِک اہلِ بیت رسالت دگر کلامِ مجید	یہ دونون واسطے تم سب کے ہین امام سعید
جدا نہونگے تا حشر دونون نیک انجام	محافظ انکے رہین جملہ صاحبِ اسلام
دریغ و درد و تاسف کہ بعد ہجر رسول	کیا نہ حکم پیمبر کا شامیون نے قبول
بدشت کرب و بلا با ہزار ظلم و ستم	رسید از طرف شام لشکرِ اظلم
حسین ابن علی صاحبِ لوا و تاج	کہ جس کے نانا کو قرب خدا ہوئی معراج
گذشت تشنہ و مظلوم سید الشہدا	شہید گشت جگر گوشۂ رسولِ خدا

لوائے نصرتِ اسلام ہوگیا استاد
بسمت شہر اودھ از برائے عزم جہاد

باعتقادِ صحیحہ بفضلِ ربّانی
امیدوار عنایاتِ ظلّ سبحانی

غریب و بے کس و مسکین و با دلِ غمگین
محبّ آل نبی عبدہ امیر الدین

اُٹھا ہے خادم شرع رسول والا جاہ
بپاس اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

درین والا کہ سہالی مین کردیا ہے مقام
بحکم حضرتِ سلطانِ دین ذوالاکرام

برائے معذرتِ عرضِ حال این رو داد
کہ اہل دین سے اور کافرون سے ہیگا فساد

روانہ کردئے علمائے صادق الایمان
بہ پیش نائبِ ذی جاہ حضرتِ سلطان

اہالیانِ خلافت پناہ قیصرِ جاہ
کرینگے منصفی و معدلت سے گروہ نگاہ

بپاس دین رسالت پناہ صلِّ علیٰ
کہ فرض عین ہے مقہور کردنِ اعدا

روانہ ہووے گا شنبے کو لشکرِ اسلام
برائے غارت و تاراج شہر لچھمن و رام

اللہم انصر من نصر دین محمد واخذل من خذل دین محمد صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم

۲ محرم ۱۲۷۲ ہجری کو وکلائے لشکر اسلام و افسران فوج لکھنؤ مین داخل ہوئے۔ نواب احمد علی خان اور مولوی غلام جیلانی اور مولوی غلام امام شہید اور مولوی فضل حق خیرآبادی چار ثالث مقرر ہوئے لیکن یہ عجیب ہے کہ ایک دن بھی وکلائے اسلام اور مہنت کی روبکاری روبرو نہوئی بلکہ مہنت اور اُسکے ساتھیون کی تو قدر بھی ہوئی صوبہ سنگھ کپتان کی لین مین جگہ رہنے کو ملی مولوی صاحبان کو پوچھا بھی نہین ارکان دولت نے اپنے طمع نفسانی سے مولوی صاحب کی عرضداشت منظوم بادشاہ کے ملاحظے مین نگذرانی آخرکار کوتہ اندیشون نے دنیا کے طمع سے اپنا کام کیا۔ مہنت اور مولوی امیر علی کے وکیلون کو رخصت کردیا۔

جلایا آگ مین قرآن ایزدِ باری ‏ ‏ ہر ایک لاش کو دی خوب ذلت و خواری
اودھ کا ناظمِ گمراہ تھا جو آغائی ‏ ‏ بچشم دیکھ گیا مومنون کی رسوائی
اُسی نے قتل کیا ہی سپاہ غازی کو ‏ ‏ اُسی نے گور دکھائی ہر اِک نمازی کو
زمکر اعلیٰ علی سب وہین شہید ہوئے ‏ ‏ خدا کی راہ مین مردانِ دین شہید ہوئے
جو کوتوال ہے اُس شہر کا وہ منعم بیگ ‏ ‏ لیا مھنتون سے اُسنے بخوبی اپنا نیگ
شریک قتل رہا وہ بھی اور نثار حسین ‏ ‏ نصیب باد سواد الوجوہ فی الدارین
اِنھین کے ظلم سے پارہ ہوا کلامِ مجید ‏ ‏ اِنھین کے مکر سے مُومن ہوے اودھ مین شہید
مہیوی والے زمیندار نے بظلم و ستم ‏ ‏ کٹایا قصبۂ کھیری کو زیر تیغ دودم
امام باڑے کو پھونکا مع ضریح شریف ‏ ‏ ہزار حیف کہ اِسلام ہو گیا ہی ضعیف
ہوا ہی بانیِ این جور و ظلم و شور و فساد ‏ ‏ لعین و مرتد و مکار رائے ہر پرشاد
امید ہے کہ شہنشاہ قبلۂ عالم ‏ ‏ ابوالمظفر و منصور و خسروِ اعظم
سپہر رفعت و قدسی صفات و والا جاہ ‏ ‏ خدیوِ کشورِ ہندوستان فلک درگاہ
محبِ پنجتنِ پاک افتخارِ زمن ‏ ‏ خلیفۂ سبحانی تاجدار زمن
جناب واجد علی شاہ ظلِ سُبحانی ‏ ‏ رئیس اُمتِ والا حبیبِ یزدانی
زبانِ فیض مبارک سے یون کرین ارشاد ‏ ‏ کہ کافرانِ اودھ پر شتاب ہووے جہاد
وزیر حضرتِ خاقان حضورِ عالمِ دین ‏ ‏ کرین وہ دستخطِ والا اِس امر پر تزئین
جناب قبلۂ و کعبہ ہین مجتہد اسلام ‏ ‏ زآلِ احمدِ مختار شاہ و خیر انام
یقین ہے کہ شریک جہاد ہو جائین ‏ ‏ معین لشکرِ نیکو نہاد ہو جائین
بعہد میمنت مہد حضرتِ سلطان ‏ ‏ جناب واجد علی شاہ سایۂ رحمان

اور مجاہدین کو آگے نہ بڑھنے دے رزیڈنٹی سے متواتر تاکیدی پرچہ پیام آنے لگے کہ اِس فتنے کا انسداد جلد کرنا چاہیئے۔ رزیڈنٹ نے صاف کہدیا تھا کہ مولوی صاحب کے فساد کو نہ روکا تو سلطنت کی خیر نہین ہو اور حریفون نے اپنے بچاؤ کے لئے بادشاہ سے مولوی صاحب کی نسبت بہت سی خلاف باتین بنا بنا کے بیان کین علی نقی خان وزیر بھی خائف تھے اور مہنتون اور اُن کے طرفدارون سے متفق تھے اور اپنی جیب طمع بھر چکے تھے پھر کیونکر صاف صاف خدا سے ڈرکر عرض کرتے۔ غرض کہ پندرہ دن تک مولوی صاحب دریاباد مین رہے۔

مولویون کا مجاہدین کے لشکر مین پہونچکر تفرقہ اندازی کے لئے وعظ کہنا

وہ مولوی صاحبان جو سندیلے مین محرک جہاد ہوئے تھے وزیر سے متفق ہو کر اُنکے حکم سے دریاباد مین مجاہدین کے لشکر مین فہمائش کے لئے آئے اور چاہا کہ اُنکو اِس ارادے سے روکین اور عیدگاہ کی مسجد مین بیٹھ کر گول گول باتین خوف حاکم وقت و خوف جان و آبرو سے بطور وعظ کے بیان کین جاہل یہ سنکر سب سے پہلے بگڑے کہ واہ مولویو تم سب اہل دنیا ہو کل تمنے ہمکو آمادہ جہاد کیا تھا اب حاکم وقت کے سمجھانے سے ہم کو مرتد کرتے ہو اب ہمین فریب ندو یہ فضیلت مال دنیا جاہلون کے ہاتھ سے جاتی رہیگی یہ سُنکر عوام سے ڈرکر چپکے لوٹ گئے۔

افضل التواریخ مین لکھا ہی کہ سلطنت نے مولوی سعد اللہ کو دوسرے ۲۲ علمائے منتخب کے ہمراہ مولوی صاحب کی خدمت مین بھیجا مولوی صاحب نے کسی سے ملاقات نکی لیکن حدیقۂ شہدا سے ملاقات ہونا ثابت ہی اُس مین لکھا ہی کہ بروقت ملاقات کے

وزیر کا رزیڈنٹ کو ہنومان گڑھی مین مسجد کے ثابت نہونے کی اطلاع دینا

مولوی صاحب کو بہت کچھ سمجھایا اعتنا نہوئی راجہ نصرت جنگ۔ راجہ مان سنگھ
قائم جنگ اور تہور علی خان رسالدار کی رپورٹ کی بنیاد پر بظاہر اپنے بچاؤ اور مہنتون کی
بے جرمی کی باتین لاطائل ذہنی تراشین اور بادشاہ سے باتفاق ہمزبان ہوکر عرض کیا
اور رزیڈنٹ کے پاس پرچۂ پیام مشروحاً بھیجا کہ ہنومان گڑھی مین مسجد کا ہونا کسی طرح
ثابت نہین ہوتا بعد مدارج تفہیم ہر فریق کو عدول حکمی کی سزا دیجائیگی رزیڈنٹ نے
اس مضمون کی رپورٹ گورنر جنرل کو دی اور پرچۂ پیام کا یہ جواب بھیجا کہ اہالیان سلطنت نے
اس باب مین حق وانصاف ادا کیا اور مذہب وملت کی رعایت نکی حاکم وقت کو
ایسا ہی عدل وانصاف چاہیئے اس مدت حکمرانی مین کبھی ایسا امر واجبی اور مناسب حال
جیسا چاہیئے سرزد نہین ہوا اس پرچۂ پیام نے خاتمہ کر دیا غافلون نے چاہا کہ کسی جعل
وفریب سے یہ امر لیت ولعل مین رہ جائے مگر چارۂ علاج خود بند کر دیا تھا۔ اب مولوی
صاحب کے وعدے کی مدت بھی تمام ہوئی۔ ہنومان گڑھی مین مسجد کا ہونا تحقیقات
اور اکثر ثقات کے مشاہدے سے ثابت ہو چکا تھا اس عہد کے منقضی ہونے کے بعد
مولوی صاحب مایوس ہوئے اور چار و ناچار مستعد مرگ ہوکر اہل جہاد کی جماعت کے ساتھ
اجودھیا کا عزم کیا اور وہان سے بانسے کو کوچ کر گئے اور پھر وہان سے دریاباد گئے اور
عیدگاہ کے باغ مین مقام کیا علی نقی خان کے حکم سے توپخانہ اور تلنگون کی پلٹن اور
نقیب کپتان بارلو صاحب و حاجی مرزا حسین علی کمیدان گلابی پلٹن کی ماتحتی مین روانہ
ہوئے اس فوج مین کثرت سے مسلمان تھے اس فوج کو یہ حکم تھا کہ مولوی صاحب

اِس کڑی پر بہت سے چلے گئے مولوی صاحب نے اپنے نسبتی بھائی شیخ حسین علی کو کہا الحمد للہ
کہ تمنے اور تمھاری فوج نے مثل زمان سابق کئی سو برس کے بعد آب و دانہ بند کیا ہے
حسین علی نے جواب دیا کہ مجھ سے کبھی ایسا نہوگا اُسی وقت غلّہ وغیرہ ضروریات چھکڑونپر
لدوا کر بھجوا دیا اور بہت سی برادرانہ دلجوئی کی۔ جب لوگون کی کثرت بڑھی تو مولوی صاحب
گرفتاری کے خوف سے شریک نماز نہوتے تھے اِس کا بھی دغابازون سے کچھ عجب نہ تھا
محافظت کے لئے تین آدمی ہر وقت تلوارین کھینچے کھڑے رہتے تھے اور ہر شخص کو پاس
نہ جانے دیتے تھے سوا شیخ حسین علی کے یا کبھی تہور علی خان جایا کرتا تھا۔ ایک دن شیخ
حسین علی نے بہت سی منت و سماجت کے بعد کمر سے قرولی نکالکر مولوی صاحب کو دی
اور پانوون پر سر رکھکر کہا کاشکے مجھے اِس وقت آپ جان سے مار ڈالتے بہت سی
آفتون سے بچون گا اور اپنی بہن کو رانڈ نہ دیکھ سکون گا۔ پھر شیخ حسین علی لکھنؤ کو
علی نقی خان وزیر کے پاس گئے اور اُن سے تمام حال عرض کیا اُنھون نے کہا جیسے ہو سکے
اِس فتنۂ و فساد کو بند کرنا چاہیے اب خوف تزلزل سلطنت ہی اور مسجد سہولت کے
ساتھ وقت مناسب مین بن سکتی ہی مولوی صاحب ایسے اقوال کو بے اصل اور
بے فروغ سمجھے کہا کہ جب ان سے ایفاے وعدہ نہو سکا تو ان سے مسجد نہین بن سکے گی
اور نہ وقت مناسب ہاتھ آئیگا میر محمد حسین خان ناظم بہرائچ محسن الدولہ کی طرف سے
مولوی صاحب کے پاس سمجھانے کو گئے تو مولوی صاحب نے اُن سے کہا کہ جب تک سلطنت
کی طرف سے مسجد کی تعمیر ہو میرے ہمراہیون کے اخراجات ضروری کے آپ متکفل ہوجیے
کیا مضائقہ مین توقف کرونگا مگر ارکان سلطنت کو بلطائف الحیل ٹالنا منظور تھا
ایفاے وعدہ کون کرتا وہ اپنی دل جمعی کرچکے تھے۔

مولوی سعد اللہ نے ایک تسبیح ملے کی مولوی امیر علی کو دی تھی اور بہت کچھ تالیف قلوب کی باتین کی تھین لیکن مولوی امیر علی اپنے ارادے سے باز نہ آئے مولوی سعد اللہ نے وہین از روے احکام شریعت وعظ آغاز کیا اور قریب ایک ہزار کے آدمی مولوی امیر علی کی ہمراہی سے جدا ہوگئے یہ مولوی سعد اللہ زیارت خانۂ کعبہ سے مشرف ہوکر آئے تھے اور کئی کتابین اِن کی تالیفات سے مشہور ہین جیسے میزان الافکار شرح معیار الاشعار اور شرح فصول اکبری وغیرہ۔ رام پور کی نوکری مین آخر حصہ عمر کا بسر کیا۔

مجاہدین پر فوج شاہی کی طرف سے سختی

پنجشنبے کو عصر کے وقت مولوی صاحب کے جتھے مین کوچ کا نقارہ ہوا سب نے کمر باندھی ہتھیار لگائے فوج شاہی بھی اُدھر تیار ہوئی تو یون مین چھرہ ویکر جتاب وشن کی لیکن کسی کی جرأت سامنے آنے کی نہ پڑی یہانتک کہ دریاباد کا حصار بند کر دیا تھا مولوی صاحب نے اپنے مجاہدین کے رعب سے پھاٹک کھولدیا وہان سے قصبے کے کنارے پر ڈاک بنگلے کے مقابل مجاہدین نے قیام کیا سات دن تک وہین رہے۔ جب فوج شاہی نے سبب حرکت دریافت کیا تو کہا کہ مقام اول مین پانی کی قلت اور عفونت کی کثرت ہوگئی تھی اس وجہ سے دوسرا مقام اختیار کیا جب مولوی صاحب مسجد عیدگاہ مین تھے تو نماز جمعہ مین شاہی فوج کے ہزارون مسلمان کیا سپاہی کیا سردار اُنکے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب نماز پڑھکر اپنے لشکر مین جاتے تھے تو قتل پر کمر باندھتے تھے۔

جب سلطنت مین یہ خبر پہونچی تو حکم آیا کہ آب و دانہ اور رسد مجاہدین پہ بند کرو کہ اُنپر عافیت تنگ ہو جائے۔ جب مجاہدین پر رسد بند ہوگئی تو فاقے پر فاقے گذرے

ساتھ لکھا کہ جب اہل اسلام قلیل ہون اور کفار کا غلبہ ہو اُسوقت خلاف حکم اولوالامر یعنی حاکم وقت کے جنکے اختیار مین ہون خواہ انگریز ہون یا مسلمان جہاد حرام ہے پس جو شخص ایسے امر کا مرتکب ہو وہ طاغی و باغی ہی (انتہیٰ)

مین نے اسکے متعلق جو قلمی کاغذات کا مجموعہ دیکھا ہی اُس مین مہنتون کے بیانات موضع متنازعہ کا نقشہ اور اسکے رام بیراگی کے نام اگلے والیان اودھ کے فرمان۔ واجد علی شاہ کا شقہ علی نقی خان وزیر کے خطوط مجتہد کے نام مجتہد کے خطوط مولوی امیر علی کے نام اور مولوی صاحب کے جوابات دوسرے اہلکاران متعلقہ کی تحریرین علما کے فتوے سب کچھ موجود ہین ان مین مجتہد صاحب کی کوئی تحریر مولوی امیر علی کے موافق موجود نہین بلکہ اُن کے کام کے خلاف ہی۔

چنانچہ ایک خط مین مجتہد صاحب مولوی امیر علی کو لکھتے ہین کہ سابق ازین آن والا مقام در خط خود در پاسخ رقیمہ تفہیم وافہام کہ ازین جانب مرسل گردیدہ وعدہ وعمل بر نصح و وعظ نخیف نمودہ بودند چنانچہ وکیل سامی مولوی مسیح الزمان خان صاحب بعد ملاقات ملازمان والاشان حضور عالم صاحب بہادر دام اقبالہ یک مرتبہ نزد این جانب نیز آمدہ بودند از ایشان ہم مدارج تفہیم وافہام کما ینبغی لعمل آمدہ غالباً بیان نمودہ باشند تعجب ست کہ الحال مسموع میشود کہ باز تصمیم بر حرب وجدل ساختہ از مقام بیرون آمدہ راہ پیش روی را اختیار نمودہ اند این معنی باعث تحیر وتحسر گردید کہ این خُلفِ وعدو نکثِ عہد از چہ راہ است خلاصہ این کہ جسارت بر جہاد با عدم مکنت واستطاعت واستعداد القاے نفس در تہلکہ است وقال اللہ تعالیٰ ولا تلقوا باید یکم الی التہلکۃ وعلت غائیہ جہاد حصول غلبۂ اسلام وشوکت مسلمین ست

اِس جہاد کے باب مین علماے حنفیہ و امامیہ کے فتوے اقوال

افضل التواریخ مین لکھا ہی کہ عالمان حنفی و امامیہ سے فتوی طلب ہوا تو علماے حنفیہ نے یہ فرمایا کہ جب تک بادشاہِ عہد عزم غزا نکرے رعایا بطور خود منصب جہاد نہین رکھتی اور عالمان امامیہ نے بغیر امام ممانعت کلی کی۔ قیصر التواریخ مین لکھا ہی کہ اِس عرصہ مین بادشاہ اور علی نقی خان کی تحریک سے سلطان العلما مجتہد العصر نے بھی کچھ تحریر کیا اور وہ تحریر مولوی صاحب کے پاس پہونچی لیکن اُسے خلاف نفس الامر سمجھے اور تحقیق یہ ہی کہ سلطان العلمانے کوئی فتوی سرکاری ایما سے بالتصریح نہین لکھا تھا بلکہ یہ جواب دیا تھا کہ ایک شخص نے بے غرض نفسانی رفع توہین اسلام پر کمر باندھی اور مرنے پر آمادہ ہوا ہی سراسر اُسکے حق بجانب ہی کیونکر خلاف شریعت غزاے محمدی حاکم کے دباؤ سے لکھون لیکن مقام حیرت ہی کہ لکھنؤ دار المؤمنین مشہور ہی اُسمین صرف ایک شخص مسکین ضعیف و نحیف نے ہمت مردانہ کی ہی مقام عبرت ہی علماے فرنگی محل نے بھی اِسی طور سے تحریر کیا بلکہ کہنے لگے کہ حاکم وقت کو اپنے شہر مین رہنے دینے کا اختیار ہے مگر ہم کبھی اِس شخص کے قتل کا فتوی ندینگے۔

لیکن بعض دنیا طلب علماے اہلِ سنت نے جیسے مولوی حسین احمد۔ اور مولوی غلام جیلانی وکیل عدالت انگریزی ۔ اور مولوی محمد یوسف۔ اور مولوی فضل حق[1] خیرآبادی (مؤلف ہدیۂ سعیدیہ و حاشیۂ قاضی مبارک وغیرہ) اور مولوی سعد اللہ اور دوسرے علمائے گمنام نے محض بطمع دنیا مولوی امیر علی صاحب کے قتل کا فتوی عبارات مختلف سے رنگین کرکے دیا اور دلّی کے بعض علمانے بھی ایسی برہان اور حجت کے

[1] یہ مولوی عبد الحق صاحب خیرآبادی کے باپ ہین ۱۲

دریا بخش نمودند لہذا خان گرامی شان عبدالرحیم خان صاحب را مع نقل حکمنامۂ معلّی کہ
بعد روانگی خط سابق نزد من رسید فرستادم فی الواقع آن نقل مطابق اصل ست مقام
اشتباہی نیست چنانچہ مہر محکمہ شرعیہ کہ دران النقل مثل الاصل منقوش ست بر نقل حکمنامہ
ثبت ست خلاصہ آنکہ احتمال جعل و تدلیس در ما نحن فیہ متطرق نمی تواند شد ترقب کہ
جواب خط سابق و انچہ الحال مکنون خاطر باشد نوشتہ بزودی تمام ترارسال نمایند و نصح و
خیر خواہی این جانب را در بارۂ مسلمین تلقی بالقبول لازم و متحتم دانند و بعد رسیدن خط
سامی انچہ صلاح خواہد بود خواہم نوشت حررہ یوم الخمیس الاربعین من شہر صفر
ختم اللہ بالحسن والظفر ۱۲۷۲ھ مہر طغرای مجتہد العصر

دیگر آنکہ بعد تحریر این خط مسموع شد کہ از دریا باد ہم بیشتر کوچ کردہ اند چنین
پیشروی عقلاً و عرفاً و شرعاً خوب نیست ہرگز ہرگز ارادۂ محاربہ نخواہند کرد زیرا کہ
سابق ازین انچہ خونریزی مسلمین شدہ ظاہر ست و الحال ہم سفک دماء مسلمانانِ
طرفین کہ خواہد شد باعث بران از روے انصاف کہ خواہد بود و فساد و عناد زائد و
مقصود غیر حاصل و چنین کارے عاقل نمی کند و پیشتر وعدہ ہم کردہ بودند کہ موافق نصح
این جانب عمل خواہند کرد بہر حال ہر جا کہ این خط بآن صاحب برسد توقف نمایند۔

بادشاہ نے ایک شقہ خاص اپنے قلم سے مولوی امیر علی کے لئے لکھکر دیا تھا اور
وہ مجتہد العصر کے پاس بھیجا گیا تھا کہ وہ مولوی صاحب کو پہونچا دین اس فقرے مین
اُسی کی طرف اشارہ ہی مع نقل حکمنامہ معلّی کہ بعد روانگی خط سابق نزد من رسید فرستادم
اِس سے معلوم ہوا کہ اب مولوی امیر علی کے عزم سے بہت تشویش پھیل گئی تھی
بادشاہ تک پریشان ہو گئے تھے۔ وزیر اور بادشاہ نے مجتہد صاحب کے ذریعہ سے

وچون در ما نحن فیہ بسبب عوائق وموانع جدیدہ او منعکس گشتہ مثمر ثمر غیر از ہتک اسلام وسفک دماء مسلمین نیست بلکہ چہ عجب کہ منجر بمقاتلۂ مسلمین با مسلمین شود پس صورتی براے جہاد متصور نمی تواند شد لہذا توقف در اطراف وجوانب ولحاظ عواقب امور در اندیشی لازم ست واعتماد بر اقوال وافعال عوام جہال نمودہ جسارت بر چنین امور عظیمہ مناسب نیست بنا بر نصح وخیر خواہی مسلمین وحفاظت وحراست عرض ونفوس محرمہ مؤمنین نوشتہ وما علی الرسول الا البلاغ سہ بر رسولان بلاغ باشد وبس +
والسلام علی من اتبع الہدیٰ - حررہ یوم الجمعۃ بست خلون من صفر المظفر ۱۲۷۱ھ
مکرر آنکہ فسخ عزیمت محاربہ را واجب ولازم دانستہ از ارادۂ آن باز آیند
وچون جناب حضور عالم بہادر دام اقبالہ وعدۂ حتمیہ در بارۂ ضمان خود جان ومال وعرض وآبروے سامی فرمودہ اند متوکل علی اللہ ہر جا کہ باشند اطمینان داشتہ باشند-

اِس خط مین مجتہد صاحب نے عالمگیری اور در مختار کی روایت سے جو بیان شرط اباحت جہاد مین ہی اپنی راے پر اِستدلال بھی کیا ہی-

جو شخص یہ خط اور حکمنامۂ سرکاری کہ مولوی امیر علی صاحب کی حفظ آبرو کے لئے سرکار سے دیا گیا تھا اُنکے پاس لیکر گیا تھا اُسنے جواب مین مجتہد صاحب کو لکھا کہ مولویصاحب نے اُس حکمنامے کو جعلی سمجھا - اسپر پھر مجتہد صاحب نے مولوی صاحب کو یہ خط لکھا-

مولوی صاحب رفیع المناصب منیع المراتب سمحہ اللہ احسن المواہب

بعد اہداے سلام سنت الاسلام اشتیاق انضمام خیر انجام واضح ولائح باد پیشتر خطے مہری خود معرفت بعض کارکنان سرکار فلک اقتدار مرسل گشتہ بود والحال نیز اعتیاطاً نقلش ملفوف نمودہ شد تعجب ست کہ تا حال جوابش نفرستادند وچون تاخیر بسیار

صح الجواب واللہ اعلم بالصواب کتبہٗ بخط عبد اللہ عفی عنہ۔

ایک گمنام شخص نے مولوی امیر علی کے قتل کے بعد یہ فتویٰ لکھا۔

سوال

امیر علی سنی المذہب وہمراہیانش اندرین قضیہ ومعرکۂ مقضیہ ناجی وشہید گردید یا ناری پلید

جواب

سواے فرقۂ اثنا عشریۂ امامیہ کسے ناجی نیست کشتہ شود خواہ بموت خود بمیرد واللہ یعلم

عبدہ حسین بن علی۔

مجاہدین کی جماعت سے کچھ آدمیون کا چلا جانا اور مصارف مجاہدین

سراج الدین لکیدان بھی ریاست کی طرف سے فہمائش کو بھیجا گیا اُسکے کہنے سے کچھ لوگ بریلی۔ رامپور اور پیلی بھیت کے خوف زدہ ہوکر اپنے گھرون کو چلے گئے اُنھین بقدر ضرورت کچھ زاد راہ بھی دیا گیا اور کچھ افغان ولائتی کوہی فتوے سنتے ہی اُٹھ گئے اب مجاہدین متفرق اور پریشان حال چھ سو کے قریب تن بمرگ دیکر رہ گئے اُنپر فاقے ہونے لگے موت سبکی نظر مین تھی پچاس روپے روزنہ نواب علی خان راجہ محمود آباد اپنے پاس سے اور پچاس روپے شیخ حسین علی اُن کے کارندے چندہ کراکے کفالت مجاہدین کے لئے دیتے تھے میر عباس ہمشیرہ زادہ میرک جان نامی پیر اک جس کا ذکر فسانۂ عجائب کے آغاز مین دوسرے اہلِ کمال لکھنؤ کے ساتھ ہی مجاہدین کے لشکر کا کوتوال تھا اُس کی معرفت روپیہ تقسیم ہوتا تھا۔

اس لئے اپنے نوشتے بھیجے کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہماری بات پر مولوی صاحب کان ندھرینگے اور مجتہد صاحب کو مقدس سمجھکر اُن کے قول کا اعتبار کرینگے چند علمانے ایک فتوی مرتب کیا تھا جسکی نقل یہ ہی۔

سوال

چہ می فرمایند علماے دین و مفتیان شرع متین کہ مولوی امیرالدین علی بانتقام بے ادبی با کلام مجید و انہدام مسجد و کشتہ شدن شہیدان اودھ از دست کفاران اودھ بموجب احکام علما و احادیث نبوی و احکام آیات کلام مجید کمر ہمت براے جہاد بستہ راہی ہنومان گڑھی مے شوند در مقام دریاباد افواج شاہی سدراہ شدہ مخالفت کوچ می سازند و مولوی مذکور کہ بجوش حمیت دین وعدۂ جان نثاری از حضرت باری نمودہ فسخ عزیمت نمی سازند و بادشاہ باعث فساد حاکم بالادست مجبور شدہ براے مصلحت چند ایام منع روانگی می فرماید درین حال اگر مولوی امیرالدین علی کوچ سازند و مقابلہ و مجادلہ از مجاہدان و افواج سلطان اسلام بوقوع آید پس مرگ مسلمانان طرفین چگونہ خواہد بود حسبتہً للہ بلا رو و رعایت دستخط مزین فرمایند۔

جواب

ہوالموفق درین حال جماعۂ مولوی امیرالدین علی راہرگز قتل روا نیست بل درنہی قول تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ داخل شدنست کذا فی العالمگیریہ ہرکہ مرتکب منہی عنہ باشد اصلا مثاب نخواہد شد واللہ اعلم۔ کتبہ محمد سعد اللہ عفی عنہ۔

فی الواقع فسخ عزیمت می باید و در شہادت دغدغہ است واللہ اعلم کتبہ محمد یوسف

صح الجواب۔ حررہ حسین احمد غفراللہ ذنوبہ۔

کرچکے تھے موضع بھلسر کوچلدیے اہلِ جہاد اسباب ظاہری سے محض بے سامان تھے دوم دودن
کے بھوکے پیاسے سوم ایک منزل کے تھکے ماندے کمربن سفر کی باندھے قضا کار جب لشکر
امیر علی حسب رہنمائی حسین علی اُس ٹیکری کے برابر پہونچا بارلو کے مُنھ سے نکلا فیر مسلمان
گولہ اندازون نے طوعاً وکرہاً چھرون کو بھر دیا مگر جوش دینداری سے توپون کو اونچا کردیا
دوچار ضرب بادہوائی سرکین اگرچہ عالم دھوان دھار ہوا لیکن خالی وار ہوا توپ کی
آواز سُنتے ہی مولوی صاحب کا گھوڑا بھڑکا مولوی صاحب زمین پر گر پڑے اور اِس
صدمے سے دو ایک دانت بھی ٹوٹے مولوی صاحب نے ساتھیون کو آمادہ کیا کہ جوانو پہلے
گولہ اندازون کو ڈانٹ کر توپین چھین لو غازیون نے تلوارین میان سے لین اور اللہ اکبر
کہکر ایک ہی حملے مین ڈھالین توپون کے موںھ پر رکھ دین گولہ انداز بھاگ نکلے لیکن
بارلو نے یہ تدبیر کی تھی کہ اِن توپون کے پیچھے کچھ دور دو توپین اور لگائی تھین اور
گھات مین کمپنیان جمائی تھین وہان سے نشانہ تاک کر توپ سرکی اِسنے غازیونکی فوج
زیر وزبر کی پہلا چھرا مولوی صاحب کے بازو پر لگا خون جاری ہوا ہاتھ بیکار ہوا لڑائی
سے عاری ہوئے مگر ابھی مسلمان اُنکے ہمت دلانے سے برابر لڑ رہے تھے کہ کمیار کے تعلقہ دار
اور ٹھاکر سنگھ بھیلیہ کے آدمی لشکر مجاہدین کے پس پشت سے نمودار ہوئے یہ لوگ اِس
بغلی گھونسے سے بے خبر تھے اُدھر سے اِدھر جھکے دوہری لڑائی پڑ گئی انکے سہارے
سے لڑائی بگڑ گئی بندوق کی باڑھ چلی توپ کا چھرہ پڑنے لگا بہت سے ہندو مارے گئے
مسلمان بھی قتل ہوئے ظہر کے وقت سے لڑائی شروع ہوئی تھی مگر تیزی عصر کے وقت
سے پکڑی کہ توپ وبندوق دونون کا استعمال زور وشور سے ہونے لگا عصر سے شام تک
تلوار چلی پانسو ہندوون کو تہ تیغ کیا آخر سب مسلمان بھی جان بازی کرتے کرتے

مجاہدین بادشاہی فوج کے ہاتھونسے عالمِ آخرت کا راستہ لیتے ہین

۲۶ صفر ۱۲۷۲ہجری مطابق ۷ نومبر ۱۸۵۵ء روز چہارشنبہ کو مولوی صاحب نے نماز بجماعت پڑھی اور لشکرِ اسلام لیکر محمد پور کو روانہ ہوے اُسوقت تقریبًا تین سَو آدمیون سے زیادہ ہمراہ نہ تھے جب یہ غول کچھ دور جا پہونچا تو کپتان بارلو کو خبر ملی اُسنے چار کمپنیان اور دو توپین لیکر تعاقب کیا اور تین کمپنیان گلابی پلٹن کی حاجی مرزا حسین علی کی ماتحتی مین تیار ہوئین۔ بارلو نے شیخ حسین علی سے کہا کہ اگر یہ غول محمد پور جا پہونچا تو سمجھ لو کہ بہت دور نکل گیا فورًا پالکی سے اُترکر گھوڑے پر سوار ہوکر آگے بڑھو حکمت عملی سے مولوی صاحب کے غول کو مقام زد پر ٹھہراؤ اُن کی آن باتون مین لگاؤ پھر ہم سمجھ لینگے ایک دم کی فرصت آگے بڑھنے کی نہ دینگے تمپر مولوی صاحب کو اعتماد ہی شیخ صاحب اُسی وقت باد صرصر سے زیادہ سرعت کرکے چشم زدن مین آندھی کی طرح گھوڑا دوڑا کر آپہونچے اور شجاع گنج کے اُس پار مولوی امیر علی کے غول کو ٹھہرایا ساتھ ہی بارلو بھی مع توپخانہ آیا شیخ حسین علی مولوی صاحب سے باتین بنانے لگے اُدھر بارلو کا ہر گولہ اندازہ موقع سے توپین جمانے لگا شیخ نے ہاتھ باندھکر اور ٹوپی قدمونپر رکھکر عرض کیا کہ آپ یکبار اور ہمارا کہنا مانین اور ردولی تشریف فرما ہوکے دو تین دن مقام کرین اگر خدا نے چاہا تو بے جنگ وجدل مسجد بن جاے گی بندگان خدا پر آنچ نہ آئیگی یہ بکھیڑا بیکار ہے بندہ ذمہ دار ہی یہ باتین مولوی صاحب کے دل مین اثر کرگئین اُدھر انگریزنے اونچی ٹیکری دیکھ کر توپین لگا دین تلنگون کی صفین جما دین مولوی صاحب رضامند ہوکے ردولی کو روانہ ہوئے اُدھر شیخ صاحب کہ اپنا کام تمام

دیگر

سر بجاۓ نقش بجاۓ دگر ۱۲۷۲

نقش سلیمان مین لکھا ہے کہ مولوی سید امیر علی صاحب مرحوم نے اپنی تاریخ حیات مین خود فرمائی تھی ؎

بذکرِ حق سراپا گوش دارم | مۓ مہرِ علی در جوش دارم
شنو تاریخ من قبل از شہادت | سرِ میدان کفن بر دوش دارم

اس ہنگامے مین مولوی صاحب کے ہمراہیون مین سے ۲۶۵ آدمی کام آۓ اور ایک سو چند آدمی ہندوؤن کے مقتول ہوۓ۔

قیصر التواریخ مین یون لکھا ہی کہ مولوی صاحب محمود آباد سے روانہ ہوکر آٹھ کوس حیات گنج مین جا پہونچے دن چھپنے کے قریب تھا شمال کی جانب ایک باغ مین ٹھہرے منظور یہ تھا کہ فریضۂ ظہر کے بعد ردولی مین جو تین کوس تھا چلکر ٹھہرینگے جتنے نمازی تھے وہ ایک ایک دو دو ردولی کو چلے شاہی فوج سدراہ ہوئی گلابی کمپنی جوار کے کھیت مین اور بارلو کی کمپنی اور توپین کھیت کے سرے پر جبین اتفاقاً کئی تلنگے اپنی قطار سے بڑھکر راستے پر کھڑے ہوۓ تاکہ مجاہدون کو جو ردولی جاتے تھے منع کرین کپتان بارلو نے خود مولوی صاحب کے پاس آکر کہا کہ مولوی صاحب بادشاہ وقت اور رزیڈنٹ کے حکم کے خلاف آپ کو آگے جانا مناسب نہین اپنی جماعت کو منع کیجیے اور آپ کو بھی مناسب ہی کہ اس عزیمت سے باز رہیے ورنہ ہم کو حکم ممانعت کا ہے۔ مولوی صاحب نے کپتان کو جھڑک کر کہا کہ کافر سامنے سے ہٹ جا ورنہ کوئی مجاہد گولی سے مار ڈالیگا کپتان اپنی فوج مین گھوڑا بھگاکے چلا گیا اور حکم دیا کہ آگے بڑھین

ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے یہ بیان حدیقۂ شہدا کے موافق ہی۔
افضل التواریخ مین تھوڑا سا فرق پایا جاتا ہی کیونکہ دونون نے جوش مذہبی کے تعصب سے لکھا ہی اِس آخری کتاب مین مذکور ہی کہ مولوی صاحب کو محمود آباد سے روانگی کے وقت بارلو صاحب نے ممانعت کی مولوی صاحب نے جوش غضب سے بندوق سر کی بارلو بچ گیا پھر تو طرفین سے جنگ شروع ہو گئی بارلو کے گولہ اندازون نے مولوی صاحب سے ساز کیا تھا آسمانی فیر سر ہونے لگے اور مولوی صاحب بڑھتے ہوئے گروہ مجاہدین کے ساتھ لشکر کے قریب پہونچے جب یہ کارسازی فوج کی بارلو کو معلوم ہوئی فورًا راجہ شیر بہادر تعلقہ دار کمیار متعلقۂ نظامت بہرائچ کو اطلاع دی اور توپ بند کر کے شمشیر خون آشام میان سے نکالکر حملہ آور ہوئے اِس زمرے مین دھنئے جولاہے اور کنجڑے وغیرہ زیادہ تھے تلوار کی چمک دیکھتے ہی پسپا ہوے چند آدمی جو مرد شریف و باوضع و ایماندار تھے کچھ دیر ٹھہرے آخر کار مولوی صاحب نے مصلحتہً رزمگاہ سے کنارہ کیا مردم مجتمع متفرق ہو گئے۔ مولوی صاحب اور اُن کے چند مصاحب و رفیق ہٹتے ہوئے نالۂ رحیم نگر مین شجاع گنج کے متصل پہونچے اور لشکر کے جمع کرنے کی فکر کی کہ یکایک مردمان راجہ کمیار و بارلو صاحب نے ۲۶ صفر ۱۲۷۲ھ ہجری روز چہارشنبہ وقت نزول آفتاب اُسی نالے مین اُن سب کو شربت قتل پلایا۔ لاش اُس نالے مین رہی اور سر لکھنؤ روانہ ہوا۔

تاریخ قتل

گفت از روے ہمتِ ازلی
قتل شد مولوی امیر علی
۱۲۷۲

بدن سے لباس بھی اُتار لیا اور اُن کے ہاتھون سے ہتھیار بھی لینے لگے مولوی صاحب
کے ہاتھ سے تلوار جدا نہوتی تھی اس لئے کلائی کو ہاتھ سے کاٹ لیا اس سے
معلوم ہوا کہ نماز کی حالت مین مارا جانا غلط ہی یہ کمال حماقت تھی کہ لڑائی تو جاری
تھی اور وہ سجادے پر مشغول نماز ہوتے سُنا ہی کہ اِس گروہ مین دو عورتین بھی
بعزم جہاد شریک تھین اور دونون ماری گئین القصہ شاہی فوج نے میدان
جنگ سے کوچ کر کے محمد پور مین جو تین کوس تھا مقام کیا مقتولین کی لاشین وہین
خاک و خون مین غلطان چھوڑ دین - دوسرے دن کہ جمعرات تھی مسلمان زمیندارون
نے کہ قریب رہتے تھے جمع ہو کر ہر ایک مقتول کی لاش کو اُٹھا کر اُس آم کے
درخت کے تلے دفن کیا مولوی صاحب کے پہلو مین اُن کے جوان بھتیجے کو دفن کیا جسکی
لاش مولوی صاحب کے ہاتھ پر گر پڑی تھی اور دوسرے مقتولون کو ایک گڑھا کھود کر
پیوند زمین کیا اسکے سوا جہان جسکی لاش متفرق پڑی تھی اُسے وہین دفن کر دیا -
۱۳۳ آدمی جان سے مارے گئے تھے مجروحین کا حساب نہین - مجروحین خوف
جان سے آٹھ دس کوس تک بھاگے اور راجہ شیر بہادر کے آدمیون نے کپتان
بارلو کے حکم سے اُنکا تعاقب کر کے تمام مجروح مفرورین کو تہ تیغ کیا صرف میر عباس
کوتوال لشکر بہزار خرابی بچکر اپنے گھر پہونچا بادشاہی فوج کے مقتول و مجروح
کی تعداد ۱۲۵ ہے جیسا کہ قیصر التواریخ مین مرقوم ہے مقتل مین مولویصاحب کا
مقبرہ بنا دیا گیا ہی ہر پنجشنبے کو لوگ جمع ہوتے ہین اہل منت مرادین مانگتے ہین -
جب اِس حادثے کی خبر دہلی مین پہونچی تو مولوی امام بخش صہبائی فاروقی
نے اِس ماتم مین یہ مرثیہ لکھا -

تو اول خالی توپ داغو نہ مانین تو فیر کرو۔ تلنگے مجاہدین کے گولیان مارنے لگے لیکن مجاہدین
کے اسّی آدمی جوار کے کھیت سے نکلکر دفعۃً توپ پر جا پڑے اور بند کردی چارون
طرف سے فوج کے سپاہی گولیان برسا رہے تھے مگر مجاہدین دل کھولکر تلوار سے
خوب لڑے اور اُن کے غول سے صدائے تکبیر بلند تھی گولیون کا کچھ خیال نکرتے تھے
جب یہ صورت ہوئی بارلو الگ ہو گیا اور گلابی نے پیچھے سے آکر کمر ماری غرض آدھ گھڑی
مین یہ سب خاک مین مِل گئے اور تین توپین خالی مغربی جانب سے چلین جنکی آواز سے
بہت مجاہد فرار ہوئے اُس وقت مولوی صاحب سترہ اٹھارہ آدمیون کے ساتھ اپنے
سجادے پر مشغول نماز تھے تلنگون نے دور سے لوگون کی جمعیت دیکھکر توپ ماری
آم کے درخت مین گولہ لگ کر بڑا ٹہنا نمازیون کے سرون پر گرا بعد اسکے تلنگے یورش
کرکے گولیان مارنے لگے دوسری طرف سے کمیار کا تعلقہ دار راجہ شیر بہادر اپنی جمعیت
کے ساتھ آپڑا سب کا کام تمام کیا اور مفرورین کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کیا
مولوی صاحب اپنے سجادے پر رو بقبلہ گرے باقی نمازی اُن کی لاش کے گرد پڑے
تھے ایک تلنگے نے مولوی صاحب کا سر کاٹ لیا۔ بارلو نے وہ سر وزیر کے پاس
بھجوا دیا جب وہان سر لیکر پہونچے تو اُنھون نے کہا کہ یہان کیون لائے چاہتے ہو کہ
لکھنؤ مین بھی کوئی ہنگامہ برپا ہو دو تلنگے اور شتر سوار لیکر آئے تھے حکم ہوا کہ اِسکو رزیڈنٹ
کو ملاحظہ کراکے موقع قتل پر لیجا کر دھڑ کے ساتھ دفن کردو یہ ڈر ہے کہ اگر واپس لیجائینگے
مبادا مجاہدین مین سے کوئی اِسکو دیکھکر چھین لے اور ہمین مار ڈالے رزیڈنٹ کو
ملاحظہ کراکے معلوم نہین سر کو کہان پھینک کر چلے گئے۔ افضل التواریخ مین لکھا ہے
کہ بادشاہ کے حکم سے قصبۂ جنہٹ مین لب تالاب دفن کردیا تلنگون نے مقتولین کے

مظلوم مسلمانون کے خون کا سلطنت پر وبال

تذکرۂ حکومت السلمین مین لکھا ہی کہ امیر علی کا معرکہ بھی بے انتظامی سلطنت پر قوی دلیل ہوگیا اور اِس واقعہ سے زیادہ تر بدانتظامی ملک کی شہرت پذیر ہوئی جب اِس خونین حادثے سے تین ماہ کے بعد انتزاع سلطنت ہوا ایک شخص نے دیوان حافظ سے تفاول کیا یہ شعر نکلا۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چندان امان نداد کہ شب را سحر کند

اُردو اخبار کے کارسپاڈنٹ کی رپورٹ

اُردو اخبار نمبر ۲۸- تاریخ ۲- دسمبر ۱۸۵۵ء مطابق ۲ ماہ ربیع الاول ۱۲۷۲ ہجری مین لکھا ہی کہ ہمارے ایک کارسپاڈنٹ مقام لکھنؤ سے لکھتے ہین کہ مولوی امیر علی کے ساتھ ساڑھے چھ سو کے قریب آدمی مارے گئے بارہ جگہ گنج شہیدان ہی اور فوج سرکاری مین سے آٹھ سو آدمی مارے گئے اور چونکہ یہ سب ہنود تھے گنگا مین بہا دئے گئے کہتے ہین کہ چار گھڑی پیشتر اِس لڑائی کے مولوی امیر علی صاحب یہ مصرع پڑھتے تھے ؎

سَرِ میدان کفن بردوش دارم ۔ شعر لنے حساب کیا تو اِسمین سے تاریخ نکلتی ہے۔ کہتے ہین کہ مجتہد العصر (سید محمد بن سید دلدار علی) کو بڑا غم ہی اور جتنے مولوی فرنگی محل مین تھے سبھون نے بُرے بھلے مسئلے لکھ کر مولوی امیر علی کی جماعت بھی توڑ دی اور اُنھین قتل بھی کروا دیا مگر مجتہد العصر سے جسنے مسئلہ پوچھا وہ دستخط کیا کہ سنی و شیعہ بہت راضی ہوے۔ چنانچہ جتنے اہلِ سُنت ہین سب نے فرنگی محل کے مولویونکو

سخت بیجا زند سگّانِ دیارِ لکھنؤ — بیذقے گرد خداوند اسوارِ لکھنؤ
تا کجا در خویش مے گیری از آغوش ہوا — برق بے باکانہ زن بر خارزارِ لکھنؤ
تا بکے ہنگامہ آراید بچشمِ اہلِ دل — از میان بردار اے صرصر غبارِ لکھنؤ
کم چہ خواہد گشت ای طوفان نوح از موج آب — گر ز جوشت قطرۂ آید بکارِ لکھنؤ
سیّدِ مظلوم را کردند بے دنیان شہید — تُف باہلِ لکھنؤ لعنت بکارِ لکھنؤ
بر سرِ نعشِ شہیدِ بے کسے خونہا ببار — اے سحاب ار چند باشی از بخارِ لکھنؤ
بر حسین انچہ از یزید آمد بخاکِ کربلا — بر علی آمد ہم از اہلِ دیارِ لکھنؤ
عافیت از برزن و کویش شود روزے بدر — ہم چنین باشد میسّر کار و بارِ لکھنؤ
در تلاشِ اینکہ از خاکش چسان بیرون رود — مے طپد نقشِ قدم در رہگذارِ لکھنؤ
ہر در و دیوار او از شش جہت نفرین کند — بر صغارِ لکھنؤ و بر کبارِ لکھنؤ
گرمیِ غم یا رب از بحرش برانگیزد بخار — باز ابر آتش ببارد بر بہارِ لکھنؤ
داشتی ای آہ مظلومان چرا عصیان صبر — منجنیقے شو کہ بکشاید حصارِ لکھنؤ
تا بکے بینم بہ بندش گردنِ احرار را — بگسلد یا رب کمندِ روزگارِ لکھنؤ
قوت از بازو و آب تیغ بیدادش رود — تا کجا بینم جفائے بے شمارِ لکھنؤ
دست ناپاکش بسوز ای چرخ در عینِ بہار — پائے گلچینان نیاید تا بخارِ لکھنؤ
چون ز قتلِ سیدِ مسکین کہ خلدش باد جائے — شد لگدکوبِ مطاعن اعتبارِ لکھنؤ
از پئے نفرینِ او ہاتف ز روے درد دل — گفتہ باد افتنہ مقرون بادیارِ لکھنؤ

انچہ در راھو ئی شرار کلک صہبائے فگند
تا ابد مثلش نیابے در دیارِ لکھنؤ

اُنھون نے رفتہ رفتہ اندر سے باہر تک سبکو ہم آہنگ وہم زبان کر کے ظاہر مین خیرخواہ بنے اور باطن مین ہجوم طمع کی وجہ سے درپئے تخریب بُنیان سلطنت ہوے اور اپنا بھی کام بنالیا کون کہے کون سنے ایک گروہ مصاحبون کا اس سے علیحدہ تھا اُن کو بھی جوڑ توڑ لگا کر بیپا کر دیا اور کچھ لوگون کو جعل سازی سے نکالدیا اپنے آپ رہ گئے اندر اور باہر انھین کا طوطی بولتا تھا جب کہ سب جانب سے اُنکو اطمینان حاصل ہوا اور مراسم دوستانہ سرکارین مین وصی علی خان کی صلاح سے جو سرکارین کے مغوی و مجرم تھے خلل اندازی کرنے لگے اور بادشاہ بھی ان کی حرکات وسکنات خلاف سے آگاہ ہوے تو چاہا کہ یہ دفع ہون مگر بسبب خلق اور حلم اور اثبات عدم تلون مزاجی کے دفعتہً دفع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ مگر موقع کے منتظر تھے کہ اِس عرصے مین اتفاقاً اوٹرم صاحب رزیڈنٹ نے اِنھین ذات شریف کے مشورے سے معزولی بادشاہ مین شورش مچائی۔

صوبۂ اودھ کے انگریزی ملک مین الحاق کے وجوہات

اُس وقت سے کہ لارڈ کلایو نے ۱۷۶۵ء مین نواب وزیر شجاع الدولہ کو اُن کا ضبط شدہ ملک واپس دیا اِس خاندان کی حفاظت سرکار انگریزی کے ذمّے رہی اور چونکہ والیان ملک کو نہ تو باہر کی یورش کا خطرہ اور نہ خانگی بغاوت کا اندیشہ تھا اسلئے امتداد زمانہ مین اس ملک کے رئیسون نے پرلے درجے کی اوباشی و رجفاشعاری اختیار کی مگر اُن مین اتنی خوبی البتہ تھی کہ وہ سرکار انگلشیہ کے خیرخواہ بنے رہے گنگا اور گھاگرا کے مابین کی سرزمین جس کی آبادی اب ایسی کثیر ہے کہ روے زمین پر کسی اور دیہاتی قطعون کی آبادی اُسکو نہین پہونچتی پشتہا پشت سے

چھوڑ دیا اور اُن کی مذمت اور ہجوین لکھ لکھ کر گلی کوچے مین دربدر لگا دین اور مجتہد العصر
کے پاس جمعہ کے دن مسجد آصف الدولہ مرحوم مین سُنّی لوگ جوق جوق آتے ہین اور
اُن کے ثنا خوان رہتے ہین۔ ہم واسطے ملاحظہ لوگون کے ایک فتوے مجتہد العصر کا
اور ایک فتوے مولوی سعد اللہ اور مولوی محمد یوسف کا لکھتے ہین۔ مجتہد صاحب سے کسی نے
پوچھا کہ جو لوگ فیض آباد مین غلام حسین شاہ کے ساتھ شہید ہوگئے اور کلام اللہ کے ساتھ
ہندوون نے بے ادبیان کین اسپر آپ کیا حکم فرماتے ہین مجتہد العصر نے یہ دستخط کیا
قصاص مسلمانان از کافران و قصاص کلام اللہ و بنا نمودن مسجد بر حکام وقت بہ تجویز
حاکم شرع واجب ست۔ اور جو مسئلہ کہ مولوی سعد اللہ اور مفتی محمد یوسف نے
لشکر مین مولوی امیر علی صاحب کے بیان کیا یہ ہی کہ جو کوئی مولوی میر علی کے ساتھ
مارا جائیگا دوزخی ہی جس طرح کُتّے بلّی مرتے ہین اسی طرح مرینگے۔ سو یہ بات سُنکے
بہت لوگ مولوی امیر علی صاحب کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے انتہیٰ۔

واجد علی شاہ کی معزولی مین علی نقی خان کی سازش

محاربۂ غدر مین منشی میڈی لال نے لکھا ہی کہ سب کو معلوم ہی کہ ابتداے سنہ
جلوس مین بادشاہ کا مزاج اصلاح و اعتدال پر تھا مگر کیا کرین کہ ایسا ہی مرض
انکو لاحق ہوا کہ اطباے حاذق نے تشخیص کیا کہ بادشاہ فکر بندوبست مملکت مین
توجہ کم کرین ورنہ باعث علالت شدید کا ہوگا اس سبب سے مدار المہامی
علی نقی خان کو کہ وہ خسر تھے تفویض ہوئی اس خاندان شاہی مین جسنے کہ چکمہ
کھایا ہی خسر سے کھایا ہی غرضکہ جون ہی مدار المہامی اِن ذات شریف کو ہوئی

۱۸۳۱ء مین لارڈ ولیم بنٹنگ جو ہندوستانی ریاستون کے دلی خیرخواہ تھے
غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے پاس خود آئے اور انتظام ملکی مین جو جو خرابیان
تھین وہ سب بادشاہ کو جتائین اور فرمایا کہ عہدنامے کے موافق ایسا انتظام رکھو کہ
جس سے بیچاری رعایا کو آرام پہونچے۔ اُسپر کوئی ظلم وستم نہ کرنے پائے ورنہ سرکار
انگریزی تمکو بھی نواب مرشدآباد کی طرح پنشن خوار بنا دیگی۔ اور کاروبار سلطنت
چھین لیگی اِس دھمکی سے البتہ کچھ کچھ اصلاح ہوئی مگر تھوڑے دنون مین یہان آش
درکاسہ تھی جیساکہ حال پہلے تھا ویسا ہی پھر ہوگیا۔ اور بدانتظامی ملک مین قائم رہی
جس شخص کو اپنی حفاظت کی قوت تھی اُسکے سوا کسی کی جان محفوظ نہ تھی۔ مالگذاری
کا ٹھیکہ دار بزور شمشیر زر تحصیل وصول کیا کرتا تھا۔ شمار کیا گیا ہے کہ طرح طرح کی
زیادتیون کی وجہ سے ہر سال اودھ مین دو ہزار آدمی مارے جاتے تھے لٹیرون نے
ہر راستے کو خطرناک کر رکھا تھا۔ ہر زمیندار کی خاص اودھ مین گڑھی تھی۔ اور اگر
اُسکو مناسب معلوم ہوتا تھا تو وہ حکام شاہی سے مبازرت کرتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ آغاز
صدی سے برٹش فوج اودھ مین موجود تھی مگر لارڈ ولزلی نے جس حکمت عملی کا برتاؤ
کیا تھا اُسکی نسبت پچاس برس تک افسوس رہا تھا۔ اسکے سبب سے یہ فوج حکام کا
ظلم قائم رکھنے کے لئے تھی۔ وہ حاکم و محکوم مین کسی طرح کی مداخلت کی مجاز نہ تھی۔
ماہ نومبر ۱۸۴۷ء مین واجد علی شاہ کی تخت نشینی کے چند ماہ بعد لارڈ ہارڈنگ صاحب
خود لکھنؤ مین آئے اور بادشاہ کو متنبہ کیا کہ اگر دو برس کے عرصہ مین اچھا انتظام نہوگا
تو بمجبوری گورنمنٹ انگریزی مداخلت کرکے اودھ کی حکومت اپنے ذمے کریگی۔ اِس
دو سال مین بھی کچھ صورت بہتری کی انتظام مین پیدا نہ ہوئی مگر اِس نظر سے کہ ایسے

حالت ابتری مین تھی[1]۔

ہندوستان مین کوئی ایسا کم بخت شامت کا مارا صوبہ نہ تھا کہ وہ اتنی مدت تک شکنجہ فرسا ظلم و تعدی کا رہا ہو جیسا کہ ملک اودھ۔ وہان سپاہ انگریزی موجود تھی اسکے خوف کے مارے رعایا سرکشی نہین کرسکتی تھی اور سارے ظلم و ستم سہتی تھی اور سینے سے آہین کھینچکر چپکی ہو رہتی تھی۔ وارن ہیسٹنگز۔ لارڈ کارن والس۔ سرجان شور۔ لارڈ ولزلی۔ اور لارڈ مائرا کے تمام مباحثون اور گفتگوون اور نصائح و پند کا کچھ اثر نہ تھا[2]۔

والیان ملک اودھ کو جنھون نے ۱۸۱۹ء مین لارڈ مائرا کی صلاح سے بادشاہ کا لقب اختیار کر لیا اور شاہ دہلی کی اطاعت بالکل چھوڑ دی بار بار فہمائش کی گئی کہ اپنے ملک کا انتظام کرین۔ سنہ ۱۸۰۱ء مین ایک عہدنامہ سرکار انگریزی اور نواب سعادت علی خان سے قرار پایا تھا جس کی شرط ششم مین یہ مشروط تھا کہ باقی ماندہ ملک مین نواب اور اُن کے ورثہ کی حکومت بلا مزاحمت رہیگی اور نواب اپنے اہلکارون کے ذریعہ سے ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کی بہبودی اور اُنکی جان و مال کی حفاظت ہوگی اور نواب ہمیشہ حسب ہدایت و صلاح افسران کمپنی کے کاربند ہون گے مگر اِس صوبے کا یہ حال ہوا کہ سنورنا تو درکنار رہا اور بھی رہا سہا بگڑ گیا۔ یہان کی بدعملی اور ظلم و زیادتی اِس درجے کو پہونچ گئی تھی کہ اُس کے پاس جو انگریزی ضلعے تھے اُن کی امن و عافیت مین بھی خلل پڑ جانیکا اندیشہ ہو گیا تھا۔

---

[1] دیکھو تاریخ ہند مؤلفۂ ہنٹر صاحب ۱۲

[2] دیکھو تاریخ ہند مؤلفۂ منشی ذکاء اللہ صاحب ۱۲

نواب محمد خان سفیر شاہی اور راجہ بختاور سنگھ مہتمم رسد رسانی لشکر ہمراہ ہوئے علی نقی خان وزیر چہنٹ تک مشائعت کو گئے سلیمن صاحب نے ابتدا سے انتہا تک ہر ضلع کا سفر کیا اور زمین ملک اودھ اور پیدایش ورمحاصل بیگہ کا تخمینہ کیا تعلقہ دار اور ناظم حاضر ہوتے تھے اور سفیر شاہی کی معرفت رزیڈنٹ سے ملتے تھے جو اُن سے پوچھا اُس کا جواب پایا لوگون نے اپنی اغراض نفسانی کی وجہ سے اور جو لوگ عمال وزیر کی بے اعتدالیون سے ناراض تھے اُنھون نے رزیڈنٹ کی خدمت مین شکایتی عرضیان پیش کرنی شروع کین وزیر کی نالیاقتی اور بدانتظامی کے ثبوت کے لئے رزیڈنٹ نے وہ عرضیان لیکر تمام استغاثات کو وقتاً فوقتاً گورنر جنرل کی خدمت مین بھیجنا شروع کیا اور بہر تفصیل سے دلیل بے انتظامی ملک ور نالیاقتی وزیر کی نکالتے تھے۔

جب بیسواڑے کے علاقے مین نواب گنج امین الدولہ مین آئے تو علی نقی خان بھی گئے بعد ملاقات کے شکار کھیلکر چلے آئے۔ دورہ کرکے ۱۴۔ ربیع الثانی ۱۲۶۶ہجری مطابق ۲۷۔ فروری ۱۸۵۰ء روز چہار شنبہ کو شام کے وقت صاحب رزیڈنٹ واپس آئے پہلے شاہ منزل مین آئے اِس وجہ سے کہ مرزا ولیعہد استقبال کو گئے تھے اور بادشاہ تفریحاً کہین تشریف لے گئے تھے اُس دن ملاقات نہوئی ہار اور عطر لیکر رخصت ہوے۔ ۶۔ مارچ کو شام کے قریب بادشاہ رزیڈنٹی مین تشریف لے گئے۔ تعارفات معمولی کے بعد کچھ حال سیر و سیاحت اور تعلقہ دارون کا مذکور رہوا۔ بعد ازان مراجعت کی۔ شوکت الدولہ سفیر شاہی ۵۔ مارچ۔ مطابق ۲۲۔ ربیع الثانی کو عہدۂ سفارت سے موقوف ہوے۔ عجیب اتفاق ہوا کہ لشکر مین سفیر کی کنیز نے اُن کی بی بی کے جور و ظلم سے بھاگ کر رزیڈنٹ کے خیمے پر جا کر فریاد کی اور اُنسے

سنگین امر مین دست اندازی مناسب نہین گورنمنٹ نے یکایک اِس امر کا کرنا مناسب تصور نہ کیا جو لارڈ ہارڈنگ صاحب فرما گئے تھے اور جنگ دوم برہما کے سبب سے بھی انتظام اودھ کی جانب توجہ نہوئی ۱۸۵۴ء تک ملک اودھ مین کچھ بہبودی نظر نہ آئی جو گورنمنٹ نے بار بار ضروری تصور کرکے تفہیم کی تھی اور اُسکی رعایا ظالمون کے ظلم سے نالان اور گریان تھی بس جس بات کی نیک نہاد لارڈ بنٹنگ اور سپاہی مزاج لارڈ ہارڈنگ نے صرف دھمکی دی تھی اُسکو لارڈ ڈالہوزی نے کر دکھایا گورنر جنرل موصوف نے صاحب رزیڈنٹ کو حکم دیا کہ ملک اودھ کا دورہ کرکے تمام رعایا کی بدحالی کی کیفیت لکھین اور رپورٹ اِس بارے مین کرین کہ آیا جو عہدنامہ سنہ ۱۸۰۱ء کی رو سے گورنمنٹ انگریزی پر فرض ہی اُس مین اور بھی تامل ہو سکتا ہی جو ابتک امر سنگین کے اختیار کرنے مین ناگواری طبیعت کی وجہ سے ہوا ہی۔

کرنیل سلیمن صاحب کا ملک اودھ مین دورہ کرکے اُسکی بدنظمی کے بیان مین گورنر جنرل کو رپورٹ کرنا اور یہ صلاح دینا کہ سرکار انگریزی اودھ کا انتظام ہمیشہ کے لیے اپنے ہاتھ مین لے لے

۱۳ محرم ۱۲۶۶ہجری مطابق ۲۹- نومبر ۱۸۴۹ء روز پنجشنبہ کو سلیمن صاحب مع کپتان برڈ صاحب کے ملک کے دورے کے لیے جانے کو بادشاہ کے پاس آئے اور اُنسے ملکر روز شنبہ یکم دسمبر کو مع عملۂ دفتر فارسی و انگریزی کے بہرائچ کی طرف روانہ ہوئے اِس سے قبل رزیڈنٹ ہمیشہ حاکم وقت کے ہمراہ ہوتے تھے شوکت الدولہ

رعایا کا قول تھا کہ ٹھگ اور ڈاکو بیکسون پر کبھی ترس بھی کھاتے ہین مگر سپاہ شاہی کے دل مین کبھی رحم نہین آتا نہ چولھے مین آگ چھوڑتے ہین نہ گھڑے مین پانی۔

۲۴۶ قلعے یا گڑھیان تھین ۲۷۶ تو پین اُنپر چڑھی رہتی ہین۔ زمیندار اکثر راجپوت تھے اُنھون نے بہت سی زرخیز زمینون کو جنگل اور بن بنا رکھا تھا۔ وہ بدمعاشون اور چورون اور لٹیرون کے کمین گاہ بن رہے تھے جس مین وہ مسافرون اور تاجرون کو بیٹھے لوٹتے تھے۔ دارالسلطنت سے سولھا ہی میل کے فاصلے پر ایک تعلقہ دار نے تیس میل زرخیز زمین کو جنگل بنا رکھا تھا اور اِس احاطے مین چار گڑھیان بنا رکھی تھین جہان کہین کچھ امن بھی تھا وہان کسی جھونپڑے پر پھوس نظر نہ آتا تھا۔ بادشاہ سلامت وہ سلیمان بارگاہ تھے کہ جب انسان کو پری بنا آئے تو اُنکے پاس جائے تُکھراج پری و نیلم پری کا بھیس بدلے تو اُنکے اندر کے اکھاڑے مین پہونچ سکے منصب وزارت اُن کا جب پائے کہ قانون ستار سے خوب واقفکار ہو مصاحب اُن کا جب بنے کہ طبلے پر تھاپ لگانی آتی ہو اور نقل اُتارنے مین بھانڈون کو مات کرتا ہو جو کوئی عہدہ دار اول مقرر ہوتا تو پہلے نذرانہ پیش کرتا غرض اِس لنکا مین جو تھا باون گز کا تھا چھوٹے بڑے جتنے اہلکار تھے رشوت ستانی اور ایذا رسانی کے سوا کچھ کام نہ رکھتے تھے[1]۔

گو کرنیل سلیمن صاحب ہندوستانی ریاستون کی ضبطی کے دشمن تھے مگر اُنھون نے بھی یہ لکھا کہ اودھ کے تخت سلطنت کو مین دل سے قائم رکھنا چاہتا ہون مگر پچاس برس کے تجربے سے یہ امر یقین کے مرتبے کو پہونچ گیا کہ بادشاہ اودھ سے کوئی

---

[1] دیکھو تاریخ ہندوستان مؤلفۂ منشی ذکاء اللہ صاحب ۱۲

بالمشافہ جور و ظلم کا سب حال بیان کیا اُنھون نے خانگی حال سنکر اپنے پاس آنے کی ممانعت کردی اور کنیز کا مقدمہ مجتہد العصر کے سپرد کردیا مرزا وصی علی خان کو مجتہد العصر سے خصوصیت تقلیدی تھی اسلیے روبکاری کے بعد یہ فتویٰ دیا کہ ایسا ظالم ایسی خدمت جلیل کے قابل نہین اِس وجہ سے سفیر صاحب موقوف ہوے۔ روز سہ شنبہ ۲۷۔ ربیع الثانی مطابق ۱۴۔ مارچ کو خلعت سفارت بادشاہ نے مسیح الدولہ حکیم مرزا علی حسن خان اپنے معالج خاص کو عنایت کیا۔ محمد خان اپنے عیال و اطفال اور اسباب کو لیکر فرخ آباد کو چلے گئے اُن کے بڑے بھائی رئیس فرخ آباد کی سرکار مین مختار تھے۔ نقش سلیمان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محمد خان حافظ رحمت خان کے پوتے اور عمر خان کے بیٹے ہین شہر لکھنؤ مین اول چند سال تک کلکٹر رہے تھے وکالت کے زمانے مین شوکۃ الدولہ خطاب پایا تھا بعد زوال سلطنت واجد علی شاہ اُن کو اپنے ساتھ کلکتے لے گئے وہان اُنھون نے انتقال کیا لاش اُن کی بریلی مین آئی اور حافظ رحمت خان کے مقبرے مین دفن ہوئے۔ غرض کرنیل صاحب نے اپنے دورے کا حال روزنامچے کے طور پر لکھکر گورنر جنرل کے روبرو پیش کیا اُس مین رعایا پر ظلمون کے ہونے کا وہ حال لکھا گیا جس کے سُننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین وہ لکھتے ہین کہ بادشاہ کے پاس سپاہ ستر ہزار ہے جسکی تنخواہ بہت تھوڑی ملتی ہے اور اکثر چڑھی رہتی ہی وہ رعایا کی چھاتی پر مونگ دل دل کے اپنا پیٹ پالتی ہی۔ اُن کے گروہ جا بجا غریب دہقانون سے دھینگا مشتی کرکے رسد لیتے ہین اور اُن کی آبادی کو ویرانہ اور خرمنون کو بے دانہ بناتے ہین اُن کے گھرون کے کواڑ اور کھپریل تک اُتار کر اپنا توا گرم کرنے کے لئے لے جاتے ہین۔

پانسو روپئے روزانہ اُن کے بیٹے وزیر محمد خان کے لئے مقرر کئے جو ہندوستان
کے کمانڈر انچیف کی تنخواہ کے برابر ہے اور کمزور نواب اودھ کے پاس
گورنر جنرل کا ایک ایجنٹ صرف اس لئے رہتا تھا کہ وہ خط ایک کے
دوسرے کے پاس پہونچائے اِس ایجنٹ کا خرچ اودھ کی ریاست پر
۲۲۳۱۱۲۰۰ روپیہ سالانہ ڈالا جاتا تھا۔ انگریزی رزیڈنٹ تو مہاراجہ
سیندھیا کے پاس رہتا اور ضعیف نواب اودھ اخراجات ادا کرتا اس کی
تفصیل آپ آصف الدولہ کے حال مین دیکھین سلیمن صاحب کو چاہیے تھا کہ
وہ اِسی طرح تحمل سے اودھ مین کام لیتے جس طرح ہلکر اور سیندھیہ کے
دربار مین رہکر اُن کو لینا پڑتا اور زیادہ سے زیادہ واجد علی شاہ کے
اختیارات سلب کرکے ایک کونسل جو ملکی ہندو مسلمان تجربہ کار اہلکارون
سے مرکب ہوتی مقرر کردیتے یا بادشاہ کو معزول کرکے اُن کے کسی لائق
عزیز کو منصوب کردینے کا مشورہ گورنمنٹ کو دیتے۔

کرنیل سلیمن کو یہانتک ریاست کا وقار گرانا منظور تھا کہ یکم ستمبر
۱۸۵۰ء مطابق ۲۶۔ محرم ۱۲۶۷ ہجری روز یک شنبہ کو عہدۂ سفارت
شاہی رزیڈنٹی سے موقوف کردیا اور یہ تجویز کیا کہ دو مرتبہ ہر مہینے مین
بادشاہ اُن کے پاس جایا کرین اسی طرح وہ دو مرتبہ بادشاہ کے پاس
آیا کرین اس کے سوا جب ضرورت ہو رزیڈنٹ کا اسسٹنٹ بادشاہ سے
مل لیا کرے لیکن بادشاہ نے اِس حکم کی منسوخی کے لیے بڑی تصریح کے ساتھ پرچہ
پیام لکھا اور اِس تجویز سے مخالفت کی اِسلئے ملتوی رہی۔

امید نہین ہوسکتی کہ معموری بلاد اور آسودگی عباد مین کوشش کریگا اور اپنی رعایا کو ظالمون کے ظلم وجفا سے بچائیگا اور کوئی انتظام خلق کے آرام کا کرے گا۔ مین یہ نہین خیال کرتا ہون کہ برٹش گورنمنٹ کی خوطینت اور خصلت ایسی واقع ہوئی ہو کہ موافق عہدنامون کے اِس ملک کی شامت زدہ رعایا کی حفاظت کا فرض اُس کو مدت تک اِس امر سے باز رکھیگا کہ وہ اِس ملک کا انتظام اپنے ہاتھ مین ہمیشہ کے لئے لے لے اور بادشاہ کے واسطے اُسکی شان ومرتبے کے موافق وظیفہ مقرر کردے۔

افسوس اور صدہزار افسوس

کرنیل سلیمن صاحب نے اودھ مین آکر خوب آرام اُٹھایا پچھلی تکالیف یہان کے لطفون نے بھلا دین اور وہ زور باندھا کہ بڑے بڑے عہدہ دارون کے ساتھ اسطرح پیش آجاتے کہ بہادر قومون مین رہکر اُن کے ایک چھوٹے سے افسر کے ساتھ بھی ایسی جرأت نکرسکتے اُسوقت ہندوستانی ریاستین علی العموم ایسی بےانتظامیون سے پاک صاف نہ تھین جو اودھ مین پائی جاتی تھین یہ کام کہین زیادہ تھے کہین کم۔ چنانچہ الور کے مہاراؤ راجہ بختاور سنگھ نے جو ۱۸۱۵ء مین فوت ہوئے ایکبار بیماری کے آرام نہونے کے سبب رسول شاہی فقیرون پر جنکے وہ بہت معتقد تھے جادوگری کا شبہہ کرکے بہت سے بےگناہون کے ناک کان کٹوا کر مٹکے مین بھروائے۔ لیکن اصلی بات یہ ہے کہ وہ ریاستین بہادرون کے زیر قدم تھین لکھنؤ کے رئیس اِس جوہر سے عاری تھے۔

نواب میر خان سے سرکار کمپنی نے عہدنامہ کیا تو علاوہ والی ملک بنانے کے

نکالی اور اُن کی مدت رخصت کو خواب پریشان سمجھے اور اپنی کوتہ اندیشی سے سلیمن صاحب کی مدت رزیڈنٹی کی فروگذاشتین جمع کر کے ایڈیٹران اخبارات کلکتہ کو کچھ دیکر عبارات رنگین مین چھپوائین اور یہ نہ سمجھے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا سلیمن صاحب نے ایک انگریز تاجر برنڈن نامی کی حرکات ناشایستہ دیکھکر شہر سے نکلوا دیا تھا اُسنے لندن مین جاکر نالش کی بہت سی خاک اُڑائی لیکن خاک حاصل نہوا جب سلیمن صاحب چلے گئے اور بظاہر کسی طرح کا کھٹکا نرہا تو ۱۱- صفر ۱۲۷۱ھ ہجری مطابق ۳- نومبر ۱۸۵۴ء روز جمعہ کو مرزا وصی علی خان بھی شادان و فرحان کاکوری سے علی نقی خان وزیر کے پاس چلے آئے پانچ اشرفیان نذر دین اور وزیر کے پانون پر سر رکھکر بہت سا شکر گذار ہوے اور بالاجمال رزیڈنٹ کی ناقہمی و ناانصافی کی شکایت اور اپنا بچنا بیان کیا سلیمن صاحب کی رخصت کے زمانے مین کئی انگریزون کے عہدۂ رزیڈنٹی پر مقرر ہونے کی خبر مشہور ہوئی چنانچہ سر جارج شیکسپیر صاحب کی شہرت زیادہ تھی - مگر گورنر جنرل کی تجویز سے میجر جنرل جیمس اوٹرم صاحب لکھنؤ کے رزیڈنٹ مقرر ہوے کیونکہ گورنر جنرل اودھ کے متعلق جو کام کرنے والے تھے اُسکے لئے یہ کرنیل سلیمن سے بھی زیادہ موزون تھے - اوٹرم صاحب پہلے کلکتے کو آئے گورنر جنرل کی ملاقات کے بعد روانہ لکھنؤ ہوئے مسیح الدولہ سفیر شاہی عارضۂ دنبل وغیرہ مین گرفتار تھے کپتان ہیر صاحب کی تحریر کے ذریعہ سے کشان کشان کانپور گئے - ۴- دسمبر ۱۸۵۴ء مطابق ۸- ربیع الاول ۱۲۷۱ھ ہجری روز دوشنبہ کو نصف شب کے وقت رزیڈنٹ کوٹھی دلکشا مین داخل ہوے ۵- دسمبر کو مرزا ولی عہد اور علی نقی خان وزیر اور دوسرے امرا جلوس شاہی کے ساتھ استقبال

کرنیل سلیمن کا رخصت لیکر جانا اور جنریل اوٹرم صاحب کا اُن کی جگہ مقرر ہونا۔ اور اِن کا بھی گورنر جنرل کو اودھ کا انتظام گورنمنٹ انگریزی کے ہاتھ مین لے لینے کا مشورہ دینا۔

کرنیل سلیمن صاحب نے علالت مزاج کی وجہ سے ڈاکٹر کی تجویز سے ۱۵ مہینے کی رخصت لی اور پرچۂ پیام بادشاہ کو بھیجا کہ مین تبدیل آب وہوا کی غرض سے ایک مہینے تک چھاونی منڈیاؤن مین رہونگا کپتان ہیر صاحب قائم مقام سرکارین کے مقدمات کا انفرام کرینگے اور ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۵۴ء مطابق ۱۲ محرم ۱۲۷۱ ہجری روز پنجشنبہ کی شام کو ۷ بجے ڈاک مین میرٹھ کو روانہ ہوے راہ مین ڈاکٹر کی تجویز مین کچھ خدشہ گذرا کہ شاید کارپردازان سلطنت سے موافقت کرکے اسی پردے مین لکھنؤ سے میرے اخراج کی تدبیر کی ہو اپنا خلجان رفع کرنے کے لئے میرٹھ کو گئے ڈاکٹرون کو جمع کرکے اپنی علالت مزاج اور آب و ہوا کی تبدیلی کا حال بیان کیا۔ بالاتفاق سب نے کہا کہ ہمارے نزدیک آب وہواے شملہ تمھارے واسطے اچھی نہوگی بلکہ لکھنؤ کی آب وہوا اچھی تھی۔ چنانچہ انھون نے ڈاکٹرون کی اِس راے سے گورنر جنرل کو مطلع کیا مگر اُن کی تحریر مقبول نہوئی اور یہ جواب ملا کہ جنرل اوٹرم صاحب رزیڈنٹی لکھنؤ کے لئے عدن سے مقرر ہو چکے ہین بعد انقضاۓ مدت رخصت البتہ تم اپنی جگہ پر واپس جا سکتے ہو اس حکمت عملی کو اکثر سمجھے کہ دشمن نے اپنا وقت پاکر یہ صورت سلیمن صاحب کے اخراج کی

اپنے ہاتھ مین لے لینے مین ذرا سا بھی تامل نہ کرے اور اِس کام کے واسطے بہت جلد قطعی تدابیر عمل مین لائے اُنھون نے یہ بھی بیان کیا کہ پچاس لاکھ آدمی جنکے واسطے عمدہ گورنمنٹ ہونے کے لئے ہم کفیل ہین وہ فقط اِس بادشاہ اور اُسکے خاندان کے قائم رکھنے کے اندر تباہ و برباد ہو رہے ہین۔

لارڈ ڈلہاوزی اور اُن کی کونسل کا بادشاہ اودھ کے ملک کی دیوانی و فوجداری اور سپاہ کے اختیارات سرکار کمپنی کے انتظام مین داخل کر لئے جانے کے بارے مین کورٹ ڈائرکٹرز کو درخواست کرنا۔ وہان سے اودھ کو سرکار کمپنی کے ملک مین داخل کر لینے کے واسطے حکم ہونا۔ گورنر جنرل کا ملک اودھ کو ضبط کر کے تخت بادشاہی کو بالکل اُلٹ دینا

اب گورنر جنرل نے ایک یادداشت نہایت مفصل لکھی برسون سے جو شہادتین بدنظمی ملک اودھ کی پیش ہوتی تھین اُنکو بالتفصیل لکھا اور جو رائین اِس معاملے مین تھین لکھین اور اُنھون نے اِس سے قطع نظر کی کہ آسودگی رعایا کی خاطر سلطنت کا لینا گورنمنٹ پر واجب ہی اُس مین بیان کیا کہ اگر ہماری سپاہ اودھ مین موجود نہ ہوتی تو رعایا نے اپنا ہاتھ پتھر کے تلے سے کبھی کا نکال لیا ہوتا اور اُنپر ہرگز ظلم و ستم نہ ہونے پاتا اسلئے چپ چاپ رہنا ہمارے انصاف اور عدالت کا مقتضی نہین ہے

کو گئے شاہ منزل مین ٹی پارٹی ہوئی۔ بعد اسکے صاحب رزیڈنٹ اور صاحب اسسٹنٹ
مرزا ولی عہد اور علی نقی خان کے ساتھ بادشاہ کی ملاقات کو گئے۔ شوقیہ چند کلمات
کے بعد عطر و پان لیکر رخصت ہوے تھوڑی دیر کوٹھی رزیڈنٹی مین ٹھہر کر چھاؤنی
منڈیاؤن مین چلے گئے اور خزانہ رزیڈنٹی کے کاغذات پر متوجہ ہوئے اور باقی سب
کام کپتان ہیر صاحب کے حوالے ہوئے جنرل وٹرم صاحب اور کرنیل سلیمن صاحب سے
خط وکتابت جاری تھی سلیمن صاحب نے اپنے عہد کی تمام خرابیون کا حال جو صوبۂ
اودھ مین واقع ہوتی رہین اوٹرم صاحب کو سمجھا دیا اور جو شخص ان خرابیون کے
بانی تھے اُن کے حالات لکھ بھیجے لیکن اسکے بعد یہ خبر مشہور ہوئی کہ سلیمن صاحب نے
دو برس کی رخصت طلب کی ہے غالب ہے کہ کانپور سے کلکتے کو روانہ ہون اور
گورنر جنرل سے ملکر لندن کو چلے جائین اُنھین دو عارضے مہلک تھے ایک ذیابطیس
دوسرا آشوب چشم۔ چنانچہ جب کلکتے سے جہاز پر سوار ہوے کئی دن کے بعد مر گئے
کم فہم اور ناعاقبت اندیش اُنکے لکھنؤ نہ آنے سے بہت خوش ہوئے تھے کہ خدا نے ہماری
دعا مستجاب کی مگر اُن ثمرات کو نہ سمجھے جو اُنھون نے اپنے تردد سے اِس سرزمین پر
کشتکاری کی تھی کہ اپنی فصل پر نشو و نما کرکے اپنا ثمرہ دکھلائینگے جنرل وٹرم صاحب
بھی دل سے یہ چاہتے تھے کہ ہندوستانی ریاستین جو چند باقی ہین وہ قائم رہین۔
اُن کے نام بھی لارڈ ڈلہاوزی کا حکم آیا کہ اودھ کے انتظام کا حال اور رعایا کی کیفیت
دیکھ کر لکھو کہ اب بھی وہان پہلی ہی سی صورت ہے یا کچھ درستی ہو گئی ہے اُنھون نے
یہ لکھا کہ نہ تو اب تک کسی فوج کی درستی ہوئی اور نہ آیندہ کسی اصلاح اور فلاح ملکی کی
امید ہے اب گورنمنٹ پر موافق عہدنامون کے واجب اور فرض ہے کہ ملک کے انتظام کو

رپورٹین کورٹ ڈائرکٹرز کی خدمت مین بھیجی گئین دو مہینے تک وہان بہت غور وخوض کیا گیا۔ لارڈ ڈلہاوزی کی رائے کے خلاف سب ڈائرکٹرون کی بالاتفاق یہ راے ہوئی کہ اودھ کو ممالک سرکار کمپنی مین داخل کر لینا چاہیئے اور تخت شاہی کو قائم نہ رکھنا چاہیے۔

ہندوستان مین جس وقت یہ حکم آیا لارڈ ڈلہوزی اُسوقت ایسے علیل تھے کہ ہل بھی نہین سکتے تھے اُن کو یہ خیال ہوا کہ ایسا خطرناک کام اپنے جانشین کے عین ابتدائی زمانۂ حکومت کے لئے چھوڑ جانا انصاف کے بہت بعید ہوگا۔ اور اگرچہ کورٹ آف ڈائرکٹرز کے پس وپیش کے باعث اُن کو اِس نازک کام کے انجام دینے کے لیے صرف چند ہفتے رہگئے تھے تاہم اُسکا اختتام کو پہونچانا رعایاے اودھ کے حق مین وہ اپنا فرض سمجھتے تھے اور اپنے دل کا حال ایک خانگی خط مین اِس طرح بیان کیا ہی کہ اِس فرض کے ادا کرنے کی نیت سے خداے قادر مطلق کی عنایت پر بکمال عجز وانکسار بھروسہ کر کے مین اِس خدمت کو جسپر لکھوکھا بندگانِ خدا کی آزادی اور بہبودی موقوف ہی سنجیدگی تمام ادا کرنے پر آمادہ ہوں اور اگرچہ میرا دل تشویش سے خالی نہین مگر اُسکے ساتھ ہی مجھکو اِس بات کا اطمینان کلی حاصل ہی کہ اِس فعل کے حق بجانب ہونے مین ہرگز شک نہین گورنر جنرل نے اِس حکم کی تعمیل بڑی سرگرمی سے کی سپاہ کو سرحد پر جانے کا حکم ہوا۔ جب فوج انگریزی کے کانپور مین جمع ہونے کی خبرین اُڑین اور اِس بات کے سب مین چرچے ہونے لگے تو بادشاہ نے رزیڈنٹ کے اسسٹنٹ سے اِس باب خاص مین دریافت کیا اُسنے جواب دیا کہ راجہ نیپال لاکھ آدمیون کی جمعیت کے ساتھ اپنے مقام پرستش کو جاتا ہی اُسکے اہتمام کو

گو بادشاہ نے اُن عہدون مین جو رعایا کی آسائش کے لئے کیے گئے تھے بیوفائی کی مگر برٹش گورنمنٹ کے جو اتحاد اور اخلاص کے پیمان تھے اُن مین سرمو عہد شکنی نہین کی بلکہ وہ ہمیشہ برٹش گورنمنٹ کی ضرورتون کے وقت مین اپنے مقدور کے موافق مددگار اور معاون رہے اسلئے احسانمندی اور انصاف کا اقتضا یہ ہے کہ ہم رعایا کی آسودگی اور بہتری کے لئے بادشاہ کی علو مرتبگی اور عالی منصبی مین جسقدر ممکن ہو تنزل کم کرین - ملک کی ترقی اور رعایا کی بہبودی بغیر اسکے بھی ہو سکتی ہو کہ ملک اودھ سرکار کمپنی کے ملک کا ایک صوبہ بنایا جائے اور تخت بادشاہی بالکل اُلٹ دیا جائے - اِس لئے میری رائے نہین ہی کہ ملک اودھ سرکار کمپنی کے ملک کا ایک صوبہ بنایا جائے - بلکہ جسقدر ملک بادشاہ کے قبضے مین ہی وہ اُس کے بدستور بادشاہ بنے رہین لیکن دیوانی اور فوجداری اور سپاہ کا انتظام کمپنی کے سپرد کردین اور سالانہ روپیہ اُنکو اِسقدر ملا کرے جس سے وہ اپنی شان شاہی کو نبھائے رہین - اس رائے کے ساتھ سر برنز پی کاک ممبر کونسل نے اتفاق کیا - سر جان گرینٹ نے اختلاف کیا اور کہا کہ اودھ سرکاری عملداری مین شامل کرنا چاہیے - جرنیل لو نے جو پہلے لکھنؤ کے رزیڈنٹ بھی رہ چکے تھے یہ کہا کہ ملک اودھ مین بدانتظامی اِس مدت دراز سے پھیل رہی ہی کہ جب تک وہ سرکار کمپنی کے ملک کا ایک صوبہ نہین بنے گا وہان کا عمدہ انتظام ہی نہین ہوگا غرض لارڈ ڈلہاوزی کی اِس رائے کے مخالف بھی ہو گئے کہ سلطنت کا ست نکال لینا چاہیے مگر اُسکی کھال مین اتنا دم باقی رکھنا چاہیے کہ وہ مردہ بصورت زندہ نظر آتی رہے اور بالکل نظرون سے غائب ہو کر دفن نہ کی جائے - آخر کو یہ سب رائین اور کرنیل سلیمن اور جرنیل اوٹرم کی

روانہ کرین غرض اُسی وقت راجہ جےلال سنگھ اہتمام رسد کو روانہ ہوئے۔ پنجشنبے کو
علی نقی خان وزیر خواب غفلت سے بیدار ہوئے معلوم نہین تمام رات کس خواب
وخیال مین کٹی اب دل پر افکار کا ہجوم ہوا وقت خاص پر صاحب رزیڈنٹ کے
پاس پہونچے اُنھون نے کہا کہ نواب گورنر جنرل نے حسب الحکم کورٹ ڈائرکٹرز
۱۲ لاکھ روپیہ سالانہ مصارف ذات بادشاہ کے لئے اور تین لاکھ روپیہ عملہ وشاگرد پیشہ
کے لیے مجموع پندرہ لاکھ روپیہ مقرر فرمایا ہی اور نواب شجاع الدولہ کی اولاد کی تنخواہ
اپنے ذمے لی ہی اور ملک محروسہ کا انتظام موافق دستور سرکار کمپنی کے ہوگا محبت نامہ
بھی انھین احکام کا بادشاہ کو پہونچیگا۔ اور یہ جدید عہدنامہ گورنر جنرل نے تجویز کیا ہی
چاہیے کہ اِسپر بادشاہ اپنی مُہر کمال رضامندی سے کردین اور اِس بارے مین تمھاری
بڑی خیرخواہی سرکار کمپنی مین ہو گی کیونکہ تم کو بادشاہ کے مزاج مین پورا دخل ہی
اسکے جلدو مین لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر بادستور قصبۂ مچھرہٹہ نسلاً بعد نسلٍ تمھارے
واسطے مقرر ہوگا ورنہ درصورت خلاف مجرم سرکار قرار پاؤگے۔ بعد زوال شمسی جبسے
نیر اقبال سلطنت پر زوال آیا وزیر نے مراجعت کی اور نہایت مضطرب الحال بادشاہ
کے پاس آئے اور حقیقت حال مشروحاً بادشاہ سے عرض کی اور بہت سا نشیب وفراز
سمجھایا مقربان خاص نے بھی بالاتفاق وزیر کے خوف سے بقاے دولت کی یہی صلاح
عرض کی بلکہ مہاراج بالکرشن نے اصل مطلب کا راضی نامہ لکھکر نظر انور مین گذرانا اِس
عرصے مین بادشاہ کی والدہ اور محمد جواد علی بادشاہ کے حقیقی بھائی آئے اور اُنھون نے
مشورہ دینے والون کو کلمات پرغضب کہے اور اِس صلاح کو رو کا جمعہ کے دن عصر کے وقت
صاحب رزیڈنٹ بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ سے کہا کہ نواب گورنر جنرل نے

فوج سرکار جمع ہوئی ہے آپ رعایا کی تشفی کے لئے اشتہار جاری کردین تاکہ فوج کا منظنہ دل سے جاتا رہے اور جو کوئی اس کے خلاف سمجھے گا مجرم سرکار ہوگا اور مین بھی صاحب مجسٹریٹ کانپور کو شہر مین منادی کردینے کے لیے لکھتا ہون۔ جنرل وٹرم گورنر جنرل سے اِس باب مین مشورہ کرنے کو گئے تھے اُن کو ہدایت ہوئی کہ وہ بادشاہ سے اِس عہدنامے پر دستخط کرائین کہ مین سلطنت اودھ خود سرکار کمپنی کے حوالے کرتا ہون۔

۳۰۔ جنوری ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۔ جمادی الاولی ۱۲۷۲ھ ہجری روز چہار شنبہ کو کپتان ہیر صاحب جنرل وٹرم صاحب کے استقبال کو ناکۂ چار باغ تک گئے علی نقی خان بھی بعد زوال شمسی نہایت اطمینان کے ساتھ استقبال کو گئے اُس وقت تک کسی طرح کا کھٹکا وسوسہ بلکہ گمان بھی دل مین نہ تھا اور جو کچھ افواہ خلائق یا دوستانِ دور و دراز سے سنتے تھے اُسے زٹل۔ افسانۂ بازاری جانتے تھے۔ بمبئی کے کئی تاجرون اور عملۂ انگریزی نے متواتر بذریعۂ خطوط اور بعض نے بالمشافہ خبر پہونچائی اور بعض انگریزون نے پارلیمنٹ لندن کی تجویز کی بھی اطلاع کردی اور اُس کی صورتِ اصلاح امکانی بھی بتائی لیکن ارکانِ سلطنت اِن سب باتون کو لغو و مہمل سمجھے اور اگر کسی نے مقربانِ بادشاہ سے کہا مثل خواب پریشان سمجھ کر اُڑا دیا غرض ۳ بجے جنرل وٹرم صاحب داخل رزیڈنٹی ہوئے توپین سلامی کی چلین اُس وقت جنرل صاحب نے علی نقی خان سے کہا کل دس بجے ہمارے پاس آؤ گورنر جنرل کے احکام تمکو سنائین گے اور سرکار کمپنی کی فوج ممالک محروسہ کے انتظام کے لئے آتی ہے آپ کسی امین کو اہتمام رسد کے لیے

مضمون یہ تھا کہ کل ملکی اور جنگی حکومت اودھ کی گورنمنٹ انگریزی کے اختیار مین ہمیشہ کے لیے رہے اور خطاب شاہی بادشاہ حال تک رہے اور اُنکی اولاد ذکور صلبی تک بادشاہ کی عزت و توقیر قائم رہے اور اُنکا کل اختیار محل مین اور دلکشا مین اور موضع بی بی پور مین رہے۔ مگر اُن کو اختیار سزاے قصاص دینے کا نہو گا۔ اور بادشاہ واجد علی شاہ بارہ لاکھ روپیہ سالانہ واسطے مصارف کے پائین گے جس سے حیثیت شاہی قائم رہے اور سوا اسکے تین لاکھ روپیہ سپاہ چوکی پہرہ محلات کے خرچ کے لیے اُن کو ملیگا اور اُن کے جانشین کو صرف بارہ لاکھ سالانہ ملیگا اور اُن کے ہم جدی واسطہ دارون کو گذارہ گورنمنٹ انگریزی سے ملیگا۔

آثار محشر مین لکھا ہی کہ اُس زمانہ مین یہ مشہور ہوا تھا کہ اوٹرم صاحب کو گورنر جنرل نے اتنی باتون کے لیے حکم دیا تھا۔ (۱) بادشاہ اور اُن کے اقارب واعزہ کے لیے پندرہ لاکھ روپے مقرر ہوئے ہین۔ (۲) سرکار کمپنی کو ملک رضاے خاطر سے دینے کے کاغذ پر بادشاہ سے دستخط کرالین (۳) اگر بادشاہ نہ کرین تو اُسکی کیفیت تحریر کرین۔ (۴) بادشاہی توپخانہ ضبط کرلین۔ (۵) بادشاہ دلی یا آگرہ مین رہین۔ (۶) گوالیار چونکہ قریب ہی اس بارہ مین کمیٹی کرنے کے بعد حکم دیا جائیگا (۷) جہان کلکٹری یا مجسٹریٹی ہو وہان بادشاہ کا قیام ہونا چاہیے۔ (۸) بادشاہ کے عزیز و اقارب شہر سے علیحدہ کردئے جائین یا بادشاہ کے ساتھ چلے جائین۔ (۹) اودھ مین دو برس تک جرنیلی کا عمل درآمد رہے۔ (۱۰) بادشاہ کے رشتہ دارون کے ہاتھ مین جسقدر نوٹ ہین دو سال تک اُن کی آمدنی اِن لوگون کو نہ ملے۔ (۱۱) جملہ ساکنان لکھنؤ سرکار انگریزی مین روزگار کرین۔ (۱۲) تمام بادشاہی عہدہ دار قید ہون۔

حسب الحکم کورٹ ڈائرکٹرز باجازت وزیر اعظم انگلستان بنظر اتحاد و روابط قدیم اس خاندان عالی شان کے کمال عطوفت و خیر خواہی سے مشاہرۂ مذکورۂ بالا آپ کے لیے مقرر فرمایا ہی اور تمام بارِ تکالیفِ شاقۂ انتظام ممالک محروسہ بذات خود گوارا کیا ہی بصورت پرورشِ رعایا اور آبادی ملک اور دادرسی مظلومان اور دولت خواہی و خیر اندیشی حضرت مرتکز خاطر ہی - اب حضرت اِن تکالیف لاحقہ سے فارغ البال ہوکر شب و روز اپنے عیش و عشرت مین بسر فرمائین اور انصاف شرط ہی کہ بادشاہ دہلی جو تمام ہندوستان کا مالک تھا اُس کے لیے لاکھ روپیہ ماہوار مقرر ہو- پس آپ کے واسطے سب طرح سے سمجھکر مقرر کیا ہی اور اب کوئی مقام افہام و تفہیم کا باقی نہین رہا کس واسطے کہ کرنیل سلیمن نے اپنی مدت منصوبی مین ہر جزو کل مین کس طرح سمجھایا اور ہر امر مین آپ کو اختیار دیکر آپ خود ممد و معاون رہے مگر اُن کی اِس خیر خواہی کو مدار المہام سلطنت محض اپنے طمع نفسانی و فہم نادرست سے پرکاہ کی برابر بھی نہ سمجھے بلکہ اُسکے خلاف مین کوشش بے فائدہ کرتے تھے- نواب سعادت علی خان کے عہد سے آج تک جسقدر عہد نامے ہوئے وہ سب منسوخ ہوئے کیونکہ جب تعمیل اُن کے خلاف ہوئی ہمنے تامل و تساہل مین ملتوی رکھا اسلئے یہ نیا عہد نامہ ہی حضرت اپنی استرضاے خاطر مبارک سے بلا اکراہ و اجبار مہر کردین کہ ہمیشہ طریق روابط اتحاد قدیم و رسوم معاشرت و ملاقات و دستور تعظیم و تکریم بالاترا ایام سابقہ سے سرکار کمپنی کی طرف سے حضرت کے ساتھ عمل مین آئے گا جو خوشنودیِ خاطر اقدس در اعتبار خاص و عام کا موجب ہوگا- اور نارضامندی و نامنظوری و ناگواراے خاطر ہمایون کی صورت مین اس باب خاص مین نواب گورنر جنرل کے ملال خاطر کا موجب ہوگا اور ایک عہد نامہ بادشاہ کو دکھایا جس کا

اِس واسطے کہ ہر عہد سلطنت مین جس طرح عہدنامہ مرکوزِ خاطر اہالیان سرکار کمپنی ہوا ہر امر ناسخ کو جب چاہا منسوخ کرکے دوسرا داخل کیا ہمارے آبائے کرام نے اُسے بکمال رضامندی بلا اکراہ قبول کیا اور کبھی سبقت اپنی طرف سے کسی عہدنامے کے تبدل و تغیر کی نہین کی بہرحال سرکار کمپنی کی مرضی کے تابع رہے۔ اور مشکل وقتون مین فوج اور روپے اور اسباب و رسامان ضروری سے اعانت مین مضائقہ نہین کیا اور اپنے آپ لاکھون روپے کا نقصان گوارا کیا اور کبھی اُسکی شکایت نہین کی اور سلطنت کی بعض رعایا و اقربا کی حمایت سرکار کمپنی نے اپنی عدالت کے خلاف کی اُسکے لیے اپنے حلم و بردباری سے سرکار کمپنی کی مرضی کو مقدم سمجھا۔ بادشاہ کی والدہ جو اُسوقت شریک صحبت تھین اُنھون نے پس چلمن سے بہت کلمات آشتی جو مناسب حال تھے فرمائے اور کہا کہ یہ ٹکڑا زمین کا جو ہمارے قبضہ و اختیار مین ہوگیا ہی محض عطیۂ جناب ملکۂ معظمہ (کوئن وکٹوریہ) ہی گورنمنٹ انگریزی کی ہمت سے اُسکا چھین لینا بہت بعید ہی کہ خود تاج بخشی کی وزارت سے مرتبۂ بادشاہی دیا اب بے قصور ایسے امر کا صدور شان و شوکت شاہنشاہی کے خلاف ہی کہ فقط حیلۂ غفلت ٹھہرا کر ایسی اہانت و توہین سے ملک چھینا جاتا ہی۔ ہندوستان مین جن ریاستون مین نوبت فتنہ و فساد و جنگ و جدل کی پہونچی پھر اُن کا ملک اُن کے وارثون کو دیدیا ہے اور ہمارے ساتھ باوجود اِس طاعت و فرمانبرداری کے جو ہمیشہ سے ہوئی بے التفاتی ظاہر ہو۔ اگر سلطنت کے کامون مین بادشاہ کی طرف سے غفلت شعاری ہی تو سرکار کمپنی نے پہلے جلوس کے وقت لیاقت و قابلیت کا امتحان لے لیا ہوتا اور اگر مدار المہام سلطنت کی غفلت ہی تو مواخذہ اور سیاست اُنپر ہونا چاہیے آپکو اختیار ہے۔ کوئی بھی انتظام

(۱۳) اہلکاران شاہی نے جو کچھ زر محاسبہ وصول کیا ہو وہ سپاہ کی تنخواہ مین دیدیا جائے۔ (۱۴) تنخواہ عملۂ بادشاہی کی سرکار کمپنی سے تعلق رکھے۔ (۱۵) جو اہلکار محاسبے سے پاک ہون اُن سے تعرض نہ کیا جائے۔ (۱۶) بادشاہ جہان رہنا چاہین دو ماہ مین وہان اپنا اسباب اُٹھا لیجائین۔ (۱۷) بادشاہ کے ہر ایک عزیز و اقارب کی نانکار ضبط کرلی جائے۔ (۱۸) زمیندار لوگ دو برس تک اپنی اپنی زمینداری سے بے دخل رہین اور تحصیلدار اُن کے علاقے کا زر تحصیل رعایا سے وصول کرکے انگریزی خزانے مین داخل کرین۔ (۱۹) تحصیلدارون اور چکلہ دارون سے ایک سال کی ضمانت لے لی جائے انتہیٰ اِنمین سے بہت سی باتین بے اصل معلوم ہوتی ہین۔

منشی ذکاء اللہ صاحب لکھتے ہین کہ رزیڈنٹ نے جس وقت بادشاہ سے اِس عہدنامے پر دستخط کرنے کے لیے کہا تو اُس شامت زدہ کے حواس بجا نہ تھے وہ اِس طرح روتا تھا جیسے کہ دائی کی گود مین بچہ گھٹی دینے کے وقت روتا ہی اپنی پگڑی اُسنے رزیڈنٹ کے پیرون مین رکھدی اور عہدنامے پر دستخط کرنے سے قطعی انکار کردیا اور کہا کہ مین ایسے جبر و ظلم صریح پر کسی طرح راضی نہین ہو سکتا اگر مدار المہام اور راہالیان سلطنت کی غفلت سے امور مرجوعہ سلطنت مین خرابی پائی جاتی ہی تو اس صورت مین اُس کی اصلاح اُن کے تغیر و تبدل سے ممکن ہی نہ یہ کہ اِس حیلے سے ملک پر قبضہ کرکے وارث سلطنت کو معطل و بے دخل کردیا جائے۔ نواب گورنر جنرل کے ارشاد سے تعجب ہی کہ مواخذہ ہمارے آباے کرام کا جو قدیم سے مکنون خاطر ہوتا چلا آیا ہے وہ سب میرے زمانے پر منحصر رکھا تھا جو عہدنامے سرکارین مین ہوئے ہین کیونکہ اُن کے اور عدالت کے خلاف نہوگا ہمارے آباے کرام نے کبھی عہدشکنی نہین کی

اور تمام شہر مین گھر گھر مین عجب ماتم برپا ہوا۔ اور ہر ایک دیوار و در سے وحشت و
ویرانی برس رہی تھی۔ تین دن تک کسی نے کچھ نہ کھایا۔

اب بادشاہ کو اپنے وزیر کی دیانت داری و وفا شعاری اور لیاقت و خوش کرداری
کا حال معلوم ہوا مگر اب کیا ہو سکتا تھا وقت تدبیر کا ہاتھ سے جا چکا تھا اُسکی کردار
ناسزاوار کا علاج اور چارہ کچھ نہو سکتا تھا کفِ افسوس ملکر رہ گئے۔

اب بعض نامی اشخاص اصلاح کے درپے ہوئے چنانچہ نواب محسن الدولہ اور
نواب منور الدولہ اور شرف الدولہ محمد ابراہیم خان وغیرہ کی رائے اِس بات پر
قرار پائی کہ بادشاہ نے جو مہر اور راضی نامے سے انکار کیا ہی اُسپر مستقل و قائم رہین
اور انگریزون کا شک و شبہہ دفع کرنے کی غرض سے ملازمین شاہی کو حکم قطعی پہونچے
کہ کوئی شخص ہتھیار نہ باندھے اور توپین جہان جہان ہین چرخ سے گرا دیجائین اور دولت
کے سپاہی گارد اور پہرے کے اپنے اپنے ہتھیار میگزین مین داخل کردین فقط لاٹھیون سے
پہرہ دین انگریزون کے تردد کا یہ پہلا مرحلہ بآسانی طے ہو گیا۔ تاہم انگریزون نے احتیاطاً
دو کمپو شہر مین بُلا لیے اِس عرصے مین اور بھی انگریزی فوج یعنی گورون اور ہندوستانیون
کی پلٹنین اور ترک سوارون اور گورون کے رسالے اور گھوڑ چڑھے توپخانہ کی بارہ
توپین اور بیل باتری کی بارہ توپین شہر کے پاس آ گئین اور یہ فوج کربلاے تال کٹورہ
کے قریب عالم باغ کے سامنے میدان مین ٹھہری۔ فوج کہتی تھی کہ ہمارے انگریز
قیصر باغ کو قیصر گڑھ تصور کر رہے تھے ورنہ اس قدر فوج لانا عبث تھا اور کیونکر ایسا
شبہہ نہوتا جہان فوج شاہی کے سوار عایاے جنگ جو کی کثرت پچاس ہزار سے کم نتھی
اسکے سوا زمیندار اور تعلقہ دار اور راجے اور ملک محروسہ کی تمام رعایا مسلح تھی مگر

اور اصلاح حال کے بہانے سے کسی کا گھر چھینتا ہے یہ بات انصاف سے دور ہے۔
یا آس ہی طرف آپ کو مظنۂ تخریب ہو ہم اُسکو آپ کے حوالے کردین۔ رزیڈنٹ نے
جواب دیا کہ ہم کو تمام باتون کا مواخذہ مئیب سے چاہیے نہ نائب سے۔ والدۂ بادشاہ
نے جواب دیا کہ جب آپ یا نواب گورنر جنرل ہماری فریاد نہ سُنین تو اُسوقت ہم اپنا
عرض حال جناب ملکۂ معظمہ سے کرین اور یہ تاج اور عباے خاص عطیۂ ملکۂ عالیہ ہے
جسے ہم اپنا مزید تفاخر سمجھتے ہین اِس امانت سرکار انگلش کو سرکار مین دیدین۔
رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ ہم کو اور نواب گورنر جنرل کو اِس مین کچھ دخل نہین اور
یہ تصور نہ فرمائیے کہ بے اجازت صاحبان کورٹ ڈائرکٹرز اور بے حکم ملکۂ معظمہ کے
ایسا بڑا کام از خود کیا ہے اگر وزراے سلطنت آپ کو اجازت ولایت جانے کی دیدین
اُسوقت بعد تنقیح کلی ملک کے تفویض کرنے کا جناب ملکۂ معظمہ کو اختیار ہے۔ پھر والدۂ
بادشاہ نے کہا کہ اگر آپ واجد علی شاہ سے ناراض ہین تو میرے دوسرے بیٹے جنرل
سکندر حشمت کو وارث سلطنت کیجیے یا مرزا ولی عہد کو بادشاہ بنائیے اور اجراے
امور سلطنت عملداری سرکار کمپنی کے موافق اہالیان سرکار کمپنی کی طرف سے عمل مین
آئے والدہ بادشاہ کی اِس تقریر کے بعد جہان آرا بیگم عرف کھیتو بیگم زوجۂ
محمد علی شاہ نے کہ واجد علی شاہ کی دادی ہین کہا کہ سب سے بالاتر یہ ہے کہ امجد علی شاہ
کے بیٹے مصطفےٰ علی خان کو تخت پر بٹھائیے اگرچہ وہ ہماری غیر کفو عورت سے ہین
رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ اُنکی تخت نشینی سے تمکو کیا فائدہ کھیتو بیگم نے کہا کہ اِس نظر
سے کہ نام سلطنت باقی رہے اور یہ بدنامی ہمارے نام سے جاتی رہے۔ یہ سُنکر جنرل
اوٹرم صاحب رخصت ہوئے۔ اِس خبر وحشت اثر کے مشہور ہوتے ہی بادشاہی محلات

قبضۂ و اختیار مین رہینگے۔ باقی تمام مکانات شاہی ہمارے قبضے مین آئین گے۔
جن مین عدالتین نشست کرینگی حکام کا قیام ہوگا اور املاک شاہی مین خون ہونگے۔
تو اُن کا تصفیہ بھی ہماری تجویز سے ہوگا۔ آج سے تین دن تک آپکو اختیار ہے بعد
اسکے ہمارے احکام جاری ہونگے۔ بعد اسکے رزیڈنٹ نے راضی نامہ جو وزیر کے ذریعہ
سے حاصل ہوا تھا بادشاہ کے ملاحظے مین گذرانا۔ بادشاہ نے کہا کہ میری اسپر مہر ہے
یہ درست ہی لیکن جب مین نے برضامندی مہر کی ہو تو پھر میرے انکار کا کیا سبب ہے
اور جب آپ خود ہر امر جزئی کو بالمشافہ کہتے ہین پس ایسے امر عظیم کے واسطے مجھ سے
کیون نہ پوچھا اور یہ مہلت تین دن کی کیا ضرور ہی آپ کو ہر وقت اختیار ہی۔ پھر رزیڈنٹ
نے کہا کہ اگر ہماری رضامندی کے موجب کیجیے گا تو وہ امر کرینگے جو باعث مسرت ہوگا
اور اگر ہماری ناراضی منظور ہی تو قیام لکھنؤ بھی دشوار ہو جائیگا۔ والدۂ بادشاہ نے
جواب دیا جو خرابی اِس گھر کی تمھاری بدولت ہونی تھی ہو چکی اس سے بدتر اور کیا
ہوگا اب قیام اس شہر کا اور دوسرے کا اور جو چاہو دونون برابر ہین اس سے زیادہ
ہماری آبروریزی کیا ہوگی اور جبر صریح اس سے زیادہ کیا ہوگا صاحب رزیڈنٹ
بعد اِسکے رخصت ہوے جب درِ دولت پر پہونچے تو گارد نے دستی سلامی دی اور جابجا
پہرون کو بے ہتھیار دیکھکر متعجب ہوئے مصلح السلطان سے پوچھا جواب دیا کہ بادشاہ
نے فوج سرکاری کی آمد کی وجہ سے صاحبانِ انگریز کے رفع ترددات کی غرض سے
ملازمان سلطنت اور رعایاے شہر کو ہتھیار باندھنے کی ممانعت کر دی ہی اور توپین بھی
اِسی واسطے چرخ سے گرا دی ہین۔ روز پنجشنبہ ۷ فروری کو اول صبح سے ایک
تلاطم عظیم شہر مین برپا ہوا اور کوچۂ و بازار مین رعایا منادیٔ صور اسرافیل کی منتظر ہی

افسوس ہی کہ یہان سب نے نامردی کی اور اہلکارون نے بڑی نمک حرامی کی۔
روز دوشنبہ ۴۔ فروری کو صاحب رزیڈنٹ اور کپتان ہیر اور جنرل ویلا صاحب کمان افسر فوج بادشاہ کے پاس آئے اور گورنر جنرل کی تحریر جو بادشاہ کے نام پر تھی دی اُس مین کئی مدین بہت توضیح سے لکھی ہوئی تھین اور پچھلے معاملات کی تفصیل مسندنشینی نواب سعادت خان کے عہد سے اس وقت تک تھی اور ہر امر جزئی وکلی مین سلطنت کی بے التفاتی اور بعض الفاظ بادشاہ کی غفلت اور بے پروائی کے بیان مین درج تھے بادشاہ نے جب اسکو پڑھا تو دلِ پُر درد سے بے اختیار ایک آہ کھینچکر جناب باری کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ خداوندا تو شاہد حال ہی کہ مجھپر یہ جفا اور جبر صریح ہی اور حیلۂ انتظام سے میرا گھر مجھ سے چھینا جاتا ہی۔ مین کبھی گوارا نہ کرونگا کہ یہ آبروریزی خاندان سلطنت کی میری وجہ سے ہو تھوڑی دیر کے بعد جو کچھ افاقہ ہوا تو رزیڈنٹ نے دلجوئی کی راہ سے بادشاہ کی تسکین خاطر کے لیے کہا کہ بخدا ہمارا قلب بھی متحمل نہین ہوسکتا کہ آپ کو ایسے صدمۂ روحانی مین دیکھین۔ جب نواب گورنر جنرل نے یہ احکام ارشاد فرمائے تھے تو میرے قلب کا بھی عجب حال ہوا تھا۔ بہرحال یہ راضی نامہ فارسی وانگریزی مضمون واحد کا حاضر ہی برضا ورغبت اسپر مُہر فرمائیے کہ مین نے ملک محروسہ سرکار کمپنی انگریز بہادر کے تفویض کیا اور مشاہرہ مجوزہ بہ طیب خاطر بلا اکراہ قبول کیا بادشاہ نے جواب دیا کہ اگر حکم صدر بدعملی وبے انتظامی وعدم تحصیل زر کی نسبت ہی تو تفویض ملک مین مضائقہ نہین ورنہ جبر وتعدی سے نہین ہوسکتا۔ اسکے بعد رزیڈنٹ نے کہا کہ سات مکان وسیع مثل شاہ منزل۔ مبارک منزل۔ خورشید منزل۔ سکندر باغ۔ بادشاہ باغ۔ رمنہ۔ اور کوٹھی دلکشا سیر وتفریح کے لیے آپ کے

چپ چپاتے نئے حاکمون کے پاس حاضر ہوئے پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ جو ملک اودھ کی کل آمدنی کے ایک ساتوین حصے سے کچھ زیادہ تھا بادشاہ کا وظیفہ مقرر ہوا وزراے اودھ کی مدت وزارت ۱۴۳ سال ۳ ماہ ۲۴ دن ہی اور مدت بادشاہت ۱۴ سال تاریخ معزولی یہ ہے ؎ لکھنؤ شد خراب واویلا ۱۲۷۲

واجد علی شاہ کی معزولی کی تاریخ از راے پورن چند متخلص بعاجز

بیک دورۂ چرخ فیروزہ رخت | نہ قصر شہی ماند و نے تاج و تخت
نمودار شد صورتِ انقلاب | برافتاد از آسمان آفتاب
مہِ چار دہ درعروج کمال | زجورِ فلک دید شانِ ہلال
ز سر دور شد ظلِ لطف آلہ | سریرِ شہی منتزع شد ز شاہ
نہ چتر مرصع نہ تاجِ بلند | مقدر بچاہِ بلا در فگند
بہارِ محمد امین گرد شد | گلستان منصور خان زرد شد
بہ گلزار بختِ شجاع سعید | ز دشت بلا باد صرصر رسید
گلِ گلشنِ آصف سینہ چاک | درافتاد از شاخ دولت بخاک
چنین شور در خاص و عام اوفتاد | ہماے سعادت بدام اوفتاد
خیابان غازی نہال نصیر | ز دست خزان گشت در دار و گیر
سموم غم و رنج و درد و الم | بباغ محمد علی زد قدم
چو کافور رنگینئ سرمدی | پرید از رخ لالۂ امجدی
بہ ایوانِ شاہی درون و برون | دلِ اہلِ دولت سرا بود خون

کوتوال شہر کوٹھی رزیڈنٹی مین اس منادی کے لیے حاضر تھا لیکن منادی موقوف رہی رعایائے شہر خاص بازار سے بیلی گارد تک جمع تھی اِس عرصے مین صاحب رزیڈنٹ نے وزیر کو طلب کیا تو بادشاہ کے حکم سے علی نقی خان داخل رزیڈنٹی ہوئے اور اُن سے ملاقات کر کے پھر آئے۔ اِس موقع پر ایک ثقہ آدمی نے وزیر کو بازار سے گذرتے دیکھا تھا اُن کا بیان ہر کہ آزاد آدمی اُسپر تف اور لعنت کی آوازے کستے تھے اور نہایت سخت الفاظ مین تعریض کرتے تھے۔

اِسکے بعد مہاراجہ بالکرشن اور شرف الدولہ غلام رضا اور منصف الدولہ سید باقر افسر عدالت اور مرزا علی رضا کوتوال شہر اور میر نادر حسین مہتمم روند اور دوسرے اہلِ خدمت مثل بندہ علی خان اور دیانت الدولہ اور احسن الدولہ اور اعظم علی بیگ اور طالب علی وغیرہ حاضر ہوئے۔ ہر ایک نے صاحب رزیڈنٹ سے اپنی خدمت کو بیان کیا صاحب رزیڈنٹ جو اِس وقت چیف کمشنر تھے ہر ایک کو ہر ایک صاحب کے سپرد کرتے تھے۔ باقی درجۂ دوم کے اہلکارون کو حکم ہوا کہ تم اپنے اپنے متعلق کے کام سے ہوشیار رہو خلاف حکم سرکار نہ کرنا ورنہ نارسا ٹھہروگے بعد اسکے سب رخصت ہوئے۔ مرزا علی رضا کوتوال شہر نے چاہا کہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائے لیکن چیف کمشنر نے اُس کا استعفا قبول نہ کیا اور تنخواہ مین دو سو روپے اضافہ کر دئے اور شہر کی صفائی کے لیے حکم دیا۔

غرض جبکہ واجد علی شاہ نے عہدنامے پر دستخط کرنے سے قطعی انکار کر دیا تو ضبطی ملک اودھ کا اشتہار جاری کیا گیا اِسپر کسی نے کان تک نہ ہلایا ملک پر قبضہ ہو گیا نہ کسی کی نکسیر پھوٹی نہ ہلدی لگی نہ پھٹکری۔ تمام تعلقہ دار اور اہلکار اور رئیس

خزان آمد بباغستانِ شاہی — روان شد بلبلِ باغِ ظرافت
نہ تاجِ زر نہ تختِ خسروی ماند — بسر شد سایۂ چترِ ندامت
رقم بنمود عاجز عیسوی سال — سعادت رفتہ از نجمِ سعادت ۱۸۵۶ء

نقل اشتہار گورنمنٹ انگریزی جو ہر تھانے پر لگایا گیا

ساکنان ملک اودھ کے لیے بموجب حکم بندگان نواب مستطاب معلّی القاب گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کے جاری ہوا واقع ہفتم فروری ۱۸۵۶ء مطابق ۲۹-جمادی الاولی ۱۲۷۲ ہجری

بموجب اُس عہدنامے کے جو ۱۸۰۱ء مین مؤکد ہوا سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر نے حفاظت بقیۂ ملک اودھ کی ایسے سررشتۂ بندوبست کے جاری کرنے کی معرفت اپنے اہلکارون کے جملہ دشمنان اندرونی و بیرونی سے اپنے ذمّے قبول کی اور والی اودھ خود ذمہ دار ہوا کہ اُسکے باعث سے رفاہ خلائق وحفاظت جان ومال ساکنان ملک اودھ کی حاصل ہو چنانچہ اس عہدنامے کی روسے ذمہ داری سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر کو عائد ہوئی۔ پچاس برس کے زیادہ عرصے سے اُسکی تعمیل وعدہ وفائی کے ساتھ برابر تمام وکمال ہوتی رہی اگرچہ سرکار دولتمدار اُس عرصے کے درمیان جنگ وجدال مین متواتر مصروف رہی تاہم ملک اودھ کی سرزمین پر کوئی بیرونی دشمن قدم نہ دھرنے پایا اور کسی طرح کا فساد عظیم تخت اودھ کی پائداری مین خلل انداز نہین ہوا۔ سرکاری فوج ہمیشہ شاہ اودھ کے قرب وحضوری مین حاضرباش رہی اور جب کبھی

نہ یاری بغم خواریِ شاہ بود — بدل یاس و حرمان بلب آہ بود
عزا خانہ شد منزلِ لکھنؤ — الم حلقہ زن بود در چارسو
عجب ماتم جان گزا پیش شد — کہ ہر خویش و بیگانہ از خویش شد
ندانم چہ غوغا چہ اسرار بود — کہ شور قیامت نمودار بود
بر آشفت روح امین در جنان — بفردوس زد گریہ منصور خان
بلرزید گورِ شجاع شجاع — لبِ روح آصف بخواند الوداع
سعادت زبس گریۂ دردناک — بغلطید سیماب سان زیر خاک
بخاکِ نجف روح غازی طپید — طپان بود جانِ نصیرِ سعید
بروح محمد علی تاب بود — ز غم چشم حیرت پر از آب بود
بنالید امجد علی زار زار — سرِ خویشتن زد بسنگِ مزار
نفیر از جہانے دریغا چہ شد — صدا بود ہر سو کہ آیا چہ شد
کسے دست بر سر زد و آہ کرد — کس از درد و غم شورِ جانکاہ کرد
کسے سینہ می کوفت از دست غم — کسے سر ہمی زد بسنگِ الم
کسے بود از جانِ شیرین بہ تنگ — کسے را شد از زندگی عار و ننگ
دل عاجز از شورشِ ناگہان — ز فرطِ الم بود غوغا کنان
چو از دست شہ رفت تخت و کلاہ — بگفتم شدہ منتزعِ ملکِ شاہ
۱۲۷۲

تاریخ دیگر

شہِ عالی گہر واجد علی شاہ — ز سر افگند چون تاجِ خلافت
بہارستانِ قیصر باغ شد زرد — سوادِ لکھنؤ شد بے لطافت

سمجھا گیا کہ آیندہ ایساہی واقعہ وقوع مین آئیگا- یہ بات تمام عالم پر روشن ہو گئی
کہ دوستانہ طور پر وقت مناسب مین تنبیہ و آگہی مناسب دی گئی مگر وزرا و بادشاہان
اودھ کی تمردی و نالائقی یا سہل نگاری کے سبب سے سرکار کمپنی انگریز بہادر کے
دوستانہ مقاصد رائگان ہوئے- پچاس برس کے عرصے سے زیادہ تک جو صلاح
بے غرض و چشم نمائیہاے غضبانہ مع متواتر تنبیہات و اعتراضات و تہدیدات
کے وقوع مین آئی اُن مین سے کوئی بھی اصلاح پذیر نہوئی- اور عہدنامے کے
اصل میثاق پر عمل نہونے اور شاہ اودھ کے وعدے کی تعمیل نہونے سے بسبب
نالائقی و خیانت و تعدی کے ملک اودھ کی بیچاری مایوس رعایا ضائع و برباد ہوتی رہی
یہ بات تمام ملک مین مشہور ہی کہ شاہ اودھ ملک مذکور کے اکثر والیان پیشین کی طرح
اِس ملک کی مہمات کے انتظام مین پوری مداخلت نہین کرتے ہین- عموماً تمام
ملک اودھ کی حکومت کا اختیار یا تو کمینہ مقربون یا جابر و خائن شخصون کو جو کارگذاری
مین نالائق اور درجۂ اعتبار سے ساقط ہین تفویض ہوتا ہی محصلان مالگذاری اپنے
علاقون مین سرخودی کے ساتھ حکمرانی کر کے رعایا سے بلا لحاظ اقرار سابق یا حال
کے جبراً کوڑی پیسے تک مواخذہ کرتے ہین- اور شاہ اودھ کی اکثر فوج بے ربط و ضبط ہی
اور بخشیان فوج کی بداعمالی کی وجہ سے تنخواہ سے محروم ہے اور اپنی محنت کے
عوض مین دیہات کو گویا لوٹنے کے واسطے مجاز ہے یہانتک کہ جس ملک کی حفاظت
کے واسطے جو فوج متعین ہی اُسپر وہی جابر و قاہر ہوتی ہی- ڈاکوون کے غول علاقون کو
غارت کرتے ہین آئین و عدل کا نام و نشان نہین ہتھیار باندھکر خانہ جنگی اور خونریزی
رات دن رہتی ہی اور کہین جگہ لحظہ بھر حفاظت جان و مال کی مطلق نہین ہے-

بادشاہ کے اقتدار کی نسبت کسی نے ناحق دھمکی دکھلائی تو اُس فوج کی اعانت دینے مین ہرگز دریغ نہین ہوا۔ باوجود اِس معاہدۂ عظیم اور استوار عہدنامے کے جملہ والیان ملک اودھ کی جانب سے برعکس اسکے علی الاتصال بالکل تساہل وتغافل ہوتا چلا آیا ایسے سررشتۂ بندوبست کے اجرا کے واسطے جو میثاق ظہور مین آیا کہ اُس کے بموجب رعایا وسکنائے ملک اودھ کی جان ومال کی حفاظت ہو وہ گویا دیدہ ودانستہ بطور اپنے رویّے کے اُس سے انحراف کرتے رہے اِس میثاق سے انحراف کرنے کی وجہ سے ممکن تھا کہ سرکار دولتمدار کمپنی انگریز بہادر اِس سے کہین پہلے اُس عہدنامے کو ناجائز کردیتی اور والیان ملک کی خبرگیری سے انکار کرتی۔ لیکن اتابک کمپنی انگریز بہادر کو ایسے امور کا اجرا جو ایک دودمان عالی شان کے اقتدار و اختیار کے مخل ہون منظور نہ تھا اِس لیے اُنھون نے اپنی رعایا کی نسبت کیسے ہی احکامات خلاف عدل وانصاف جاری کئے لیکن کمپنی انگریز بہادر ہمیشہ دوستی ووداد پر قائم رہی۔ تاہم کمپنی انگریز بہادر اُس تعدی عظیم وپریشانی سے رعایائے ملک اودھ کو بچانے کے لیے جو اسکو علی الاتصال عائد حال ہوتی رہی بکمال کوشش متوجہ رہی۔

بہت برس گذرے کہ گورنر جنرل بہادر لارڈ ولیم بنٹنگ نے اس نظر سے کہ جو کوشش رعایائے ملک اودھ کی بہبادی کے لیے ظہور مین آئی تھی اُسکی مزاحمت ہو دربار اودھ مین اطلاع دی کہ ضرورتہً ملک اودھ کا تمام وکمال انتظام اہلکاران سرکار کمپنی انگریز بہادر کے اہتمام مین داخل کرنا پڑے گا۔ چنانچہ جو کلمات تنبیہ لارڈ ولیم بنٹنگ کی جانب سے ظہور مین آئے تھے آٹھ برس کا عرصہ گذرا کہ لارڈ ہارڈنگ بہادر نے بذات خود اُنکا اعادہ کیا۔ اُس زمانے مین والی ملک اودھ کو بڑے امرار کے ساتھ

اور عہد نامہ سنہ ۱۸۰۱ع کو جس سے یون ہی انحراف ہوا ناجائز و ساقط گردانا گیا اور
چونکہ شاہ موصوف عہد نامۂ جدید کے انعقاد سے جو عہد نامۂ سابق کی جگہ منظور تھا
انکار کر گئے اور عہد نامۂ سابق کی شرائط جبکہ بحال تھین بسبب عدم مداخلت اہالیان
کمپنی انگریز بہادر کے ملک اودھ مین نافع نہوئین اور بدون ایسی مداخات کے شایستہ
بندوبست کا جاری ہونا اس ملک مین ممکن نہین ان وجوہات سے تمام عالم کو ظاہر ہی
کہ سرکار کمپنی انگریز بہادر کو دو صورتون کے سوا اور کوئی چارہ نہین یا تو ملک اودھ کی
رعایا کو ترک کرے اور اُنکے ہاتھ پاؤن باندھ کے معرض ظلم و تعدی مین ڈالدے
یا سرکار اپنے اقتدار عظیم کو اُن لوگون کے حق مین لفا کرے جنکی رفاہیت کے واسطے
پچاس برس کے عرصے سے دست اندازی کا وعدہ کیا تھا۔ اور اودھ کے بندوبست
کا تمام و کمال نظم و نسق ہمیشہ کے واسطے اپنے اختیار مین کرلے۔ اِن دونون صورتون
مین سے سرکار کمپنی انگریز بہادر نے بلا تامل دوسری صورت کو اختیار کیا ہے۔
اسلیے اشتہار دیا جاتا ہی کہ آج کے دن سے ملک اودھ کا نظم و نسق بلا شرکت غیر
ہمیشہ کے لیے کمپنی انگریز بہادر کے قبضۂ اختیار مین آگیا ہی سب عامل و ناظم و چکلہ دار
و جملہ نوکران دربار اور سب اہلکاران مالی و ملکی دیوانی و فوجی و سب سپاہیان دربار
اور جملہ ساکنانِ اودھ کو لازم ہی کہ آئندہ کمپنی انگریز بہادر کے اہلکارون کی اطاعت
اور فرمان برداری کلّی کرتے رہین اگر کوئی اہلکار دربار یا جاگیردار یا زمیندار یا کوئی
دوسرا شخص ایسی اطاعت و فرمانبرداری سے اغماض کریگا یا کوئی مالگذاری دینے مین
عذر کریگا یا اور کسی طرح سرکار کمپنی انگریز بہادر کی حکومت مین تعرض و مزاحمت
ہونچائیگا تو شخص مذکور مفسد گنا جائیگا۔ اور قید بھی کیا جائیگا اور جاگیر یا اراضی اُسکی

اب وہ وقت آیا کہ سرکار انگریز بہادر اُن بُرائیون اور خرابیون کی زیادہ متحمل نہین ہوسکتی جنکو سرکار کے عہدنامۂ مذکور کو اختیار کرنے کی وجہ سے مضبوطی حاصل ہوتی ہی اور سرکار اُس قدر خبرگیری والیان ملک اودھ کی جس کے باعث وہ اقتدار جس سے یہ خرابیان پیدا ہوتی ہین بحال و برقرار رہے رکھ سکتی ہے۔ پچاس برس کے تجربے سے بخوبی ثابت ہوا کہ عہدنامہ ۱۸۰۱ء سے رعایاے اودھ کے لیے کوئی رفاہ وخیریت پیدا نہوئی۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ رعائے ملک اودھ کی حفاظت اِس تعدی عظیم سے جو کہ مدت سے لاحق ہے کسی صورت سے ممکن الوقوع نہین ہی۔ بجز اِسکے کہ ملک اودھ کا تمام انتظام ہمیشہ کے لیے سرکار کمپنی انگریز بہادر کے سپرد ہو۔

اِس غرض سے حسب الحکم خاص واسترضاے آنرابیل کورٹ آف ڈائرکٹرز کے یہ بات ٹھہری کہ عہدنامہ ۱۸۰۱ء جس سے ہرایک والی اودھ نے انحراف وتجاوز کیا ہے آج کی تاریخ سے تمامہ ناجائز و ساقط ہی چنانچہ واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کو ایک نئے عہدنامے کے مقرر کرنے کے لیے نصیحت کی گئی جسکی وجہ سے ہمیشہ کے لیے ملک اودھ کا انتظام بلا اشتراک غیر سرکار انگریز بہادر کے سپرد کیا جائے اور ضروری مراتب شاہ اور اُن کے اقربا کی منزلت و دولت اور توقیر کے بحال وبرقرار رکھنے کے لیے ظہور مین آئین مگر شاہ موصوف نے ایسے دوستانہ عہدنامے کے انعقاد سے انکار کیا۔ شاہ اودھ واجد علی شاہ جملہ والیان سابق ملک اودھ کی نسبت عہدنامہ ۱۸۰۱ء کی تعمیل مین منکر یا سہل انکار یا غافل ہوئے جسکی وجہ سے اصرار ایسے بندوبست کا ملک اودھ مین جو رعایا کی رفاہ اور خیریت کا موجب ہو لازم کیا گیا۔

سلطانی برآمده چپڑاسیان و سواران اردلی صاحب کلان ہمراہ گرفتہ باماکن خود
کہ گویا بہشت شدادی بکنار گومتی مع باغ رضوان داغ بود آمدہ مقیم شد در اثناے راہ
از مفاصل وکوہے باشد درویشان بے نوا آزاد مشرب ولوطیان عادی تریاک وتنب
بہ انداختن گلوبند نعلین بوسیدہ وریختن یا وندہاے پر نجاست برسواری وزیر
اقسام تمسخر وتضحیک وطعن وتشنیع ولعنت وملامت بکار بردند کہ زبان قلم بہ تحریرش
قاصرست پس صحبت وزیر باکفار ساحران وبنگالیان وسحر پردازان وفقراے
کاذب وملایان سیفی خوان اسماء اللہ دان گرم گشتہ ہزار دو ہزار بمصرف آمدن گرفت
وبجہت ندماے سلطانی ہزاران روپیہ رشوت کارسازی فرستادہ می شدند
مدعا ازین اصراف آنکہ مہربانی بادشاہ بدستور مبذول حال وزیر باشد ودر تصفیہ
مزاجش تفاوت نیاید ویا دوزیر از خاطر نرود۔

واجد علی شاہ کا معزولی کے بعد کلکتے مین سکونت اختیار کرنا

خم خانۂ جاوید مین ہی کہ واجد علی شاہ کے اُس ملک پر جسکی آمدنی دو کروڑ روپے
سالانہ سے کم نہ تھی انگریزون نے قابض ومتصرف ہوکر صرف پندرہ لاکھ روپے
سالانہ اُنکے اخراجات کے لیے مقرر کیے اُنھون نے بے بسی کی حالت مین سواے
اطاعت کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا تاہم اُنھون نے اپنا تخت سے اُتار دیا جانا
قوین انصاف تسلیم نکیا اور اپنے کج فہم مشیرون کی صلاح سے اِس بات پر آمادہ
ہوئے کہ خود بدولت لندن تشریف لیجاکر شہنشاہ ہند وانگلینڈ سے دادخواہی کرین
چنانچہ ۵۔رجب ۱۲۷۲ہجری مطابق ۳۔مارچ ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بہ رات گئے

ضبط سرکار کی جائیگی۔ اور وہ لوگ جو فوراً بلا عذر سرکار کمپنی انگریز بہادر کی تابعداری قبول کرینگے عامل ہون یا اہالیان دربار یا جاگیردار یا زمیندار یا سکنائے اودھ سب سے وعدہ کیا جاتا ہی کہ وہ حفاظت و لحاظ و التفات اہالیان کمپنی انگریز بہادر کا پائین گے یا پاتے رہین گے۔ تعداد مالگذاری کا تعین انصاف اور بندوبست واجبی کے ساتھ عمل مین آئیگا اور ملک اودھ کی آبادی و آراستگی کے باب مین بتدریج کوشش برابر ہوتی رہیگی۔ ہر کسی کی بلا طرفداری کسی کے عدل گستری ہوتی رہیگی۔ جان و مال کی حفاظت کی جائیگی۔ اور ہر ایک شخص اپنے حقوق واجبی پر بے اندیشہ اور بغیر کسی کی دست اندازی کے قابض و متصرف رہیگا فقط

الحاق کی پالیسی پر قدرت کی طرف سے صلہ

اِس طرح پر جیسا کہ بیان ہوا ملک اودھ بلا تعرض قلمرو سرکار انگلشیہ مین ملحق کر لیا گیا مگر لارڈ ڈائل ہوزی کے عہد کا یہ فعل جسکی راستی پر وہ ہمیشہ نازان رہے رعایا کو بہت شاق گذرا۔ اور علی نقی خان وزیر کے سر پر یہ بدنامی مشہور عام رہی کہ اُسنے انگریزون سے سازش کر کے اپنے ذاتی فائدے کے لئے ملک اودھ بے اُنگلی ہلائے چھنوا دیا اور خود بھی اس نمک حرامی کا کوئی مفید صلہ نہ پایا۔ اور آجتک اُسکا نام نمک حرام کا مرادف سمجھا جاتا ہی اور اُسکے نام کے ساتھ حقارت پیش نظر ہو جاتی ہی آثار محشر مین لکھا ہی درین ایام بر زبان ہر کہ و مہ انواع کلمات تذلیل وزیر مے بود آخر الامر حسب الحکم بادشاہ وزیر را بہ قیام در محلہاے سلطانی ہم مناسب ندانستہ بایماے صاحب ایجنٹ و رسیدن حکم بادشاہ ممانعت گردید لہذا مدار الدولہ از محل

۱۳ مئی ۱۸۵۶ء کو مٹیا برج مہاراجہ بردوان کی کوٹھی مین جو مولوی مسیح الدین خان سفیر شاہی نے پہلے سے بکرایہ تجویز کر رکھی تھی رونق افروز ہوئے جب کلکتہ مین بادشاہ کے ورود کا حال معلوم ہوا تو قلعہ فورٹ ولیم سے ۲۱ - توپونکی سلامی سر ہوئی لیکن آثار محشر مین یون لکھا ہو کہ چونکہ بادشاہ کا ورود کلکتے مین استغاثے کی غرض سے ہوا تھا اسلیے گورنر جنرل نے نہ اُنکا استقبال کیا نہ سلامی کی توپین سر کرائین نہ مہمانداری کے لوازم ادا کئے اِسی زمانے مین مہاراجہ گوالیار بھی وہان گئے ہوئے تھے اُن کا استقبال اعلیٰ پیمانے پر ہوا اور گورنمنٹ ہوس کے قریب ایک پر تکلف کوٹھی مین مہمان کئے گئے - چند ہفتے کے انتظار کے بعد منور الدولہ کے مشورے سے ایک خط بادشاہ کی طرف سے دوستانہ شکایت مین گورنر جنرل کو بھیجا گیا چند روز تک قاصد اور خط کی گورنر جنرل کے حضور تک رسائی نہوسکی آخر منور الدولہ کا رفیق منشی باقر علی اِس کام مین کوشش کرنے لگا اور گورنر جنرل کے عملے کو کچھ دیکر وہ خط گورنر جنرل کو پہونچایا ایک ہفتے کے بعد اُنھون نے یہ جواب بھیجا کہ حضرت کے تشریف لانے کی خبر ہمکو نہ ہوئی ورنہ رسم استقبال اور سلامی توپخانہ عمل مین آتی اور حضرت کے استغاثے کی درستی یہان سے مشکل ہو اسلیے کہ ہمکو ولایت سے یہ حکم ہے کہ جو کچھ لارڈ ڈلہوزی گورنر جنرل سابق ملک اودھ کی نسبت تجویز کر گئے ہین اُسی کے مطابق عمل کرین اُس کام مین کمی وبیشی نہو اِس صورت مین حضرت کو اختیار ہے کہ اپنے معاملے مین رجوع لندن مین اصالتہً یا وکالتہً ملکۂ معظمہ کے حضور مین اور صاحبان پارلیمنٹ سے کرین - لکھنؤ مین غرضمندون نے جس قدر شاہی محلات مین سامان پایا اُسکو تصرف دوستانہ مین لانے مین کمی نہین کی یہانتک کہ تمام سامان شاہی یون ہی

اپنے پھوپھا نواب حسام الدولہ بہادر کو لکھنؤ مین اپنا مختار مقرر فرما کر راہی کانپور ہوئے
اُسوقت جو حالت اقربا و متوسلین شاہی کی ہوئی اُسکے تصور سے کلیجہ مُنھ کو آتا ہے۔
جناب عالیہ ملکۂ کشور۔ نواب خاص محل صاحبہ۔ معشوق محل۔ جنرل مرزا اسکندر حشمت
برادر حقیقی۔ مرزا ولی عہد۔ جنرل فریدون قدر۔ اور نواب منور الدولہ وزیر زمان امجد علی شاہ
ہمرکاب ہے۔ اِنکے علاوہ کم و بیش تین سو متوسلان بارگاہ نے بھی رفاقت کرکے حق نمک ادا کیا۔
لیکن رزیڈنٹ کی ممانعت کی وجہ سے منشی خانے اور بیت الانشا کا کوئی آدمی بادشاہ
کے ساتھ نہ گیا۔ جب بادشاہ کانپور کی طرف چلے تھے تو وزیر کی بیوی اظہار خصوصیت
کے لیے بادشاہ کے کارخانون کے ساتھ روانہ ہوئی نوکرون نے بادشاہ سے یہ حال
عرض کیا بادشاہ نے بڑی بے التفاتی کے ساتھ واپس کر دیا۔ سامان درست
کرنے کے بعد بادشاہ ۷۔ اپریل کو کانپور سے روانہ ہو کر ۱۲۔ اپریل کو بنارس پہونچے۔
لکھنؤ سے بنارس تک دو گھوڑونکی گاڑی مین سفر کیا۔ کیونکہ ابتک ریل نہین بنی تھی۔
ان ایام مین گرمی کی بڑی شدت تھی چنانچہ سفر مین ازحد تکالیف شاقہ اُٹھائین۔
خاصکر اُس مقام پر جہان دریاے گنگا و گھاگرہ کا اتصال ہے بہت تکلیف پہونچی
بادشاہ نے کانپور مین ایک ماہ تک قیام کرکے مسہل لیا اور اپنے ساتھیون مین سے
بعض کو خشکی کی راہ سڑک سڑک کلکتے کو بھیجا اور اکثر کو کشتیون مین بٹھا کر ہمراہ لیا
بنارس کے راجہ نے اخلاص مندی کا اظہار کیا اسلیے بادشاہ اُنکی دارالحکومت تک بجرے مین بیٹھکر گئے
یہان ہر طرح کا آرام ملا مہاراجہ ایسری پرشاد نراین سنگھ نے مراسم مہمانی اِس شان
و شوکت و فراخ دلی سے ادا کیے کہ خود بادشاہ باوجود آلام روحانی کے اُنکی حسن خدمات
سے خوش و سپاس گذار ہوے دس روز وہان قیام کرکے دُخانی جہاز پر سوار ہو کر راہی کلکتہ ہوئے

سفر انگلستان اختیار نہ کرین اِس وجہ سے بادشاہ نے کلکتے سے آگے کو سفر ملتوی کیا۔ والدۂ بادشاہ۔مرزا محمد حامد علی بہادر ولی عہد اور سکندر حشمت بادشاہ کے بھائی کو ہمراہ لیکر اِس سفر کے لیے آمادہ ہوئین اور بادشاہ کی طرف سے اُنھون نے وکالت کا قصد کیا اور مولوی مسیح الدین خان اُن کے ساتھ ہوئے و ۱۸ جون ۱۸۵۶ء کو بوقت شب سوار ہوکر راہی منزل مقصود ہوئے اِس قافلۂ شاہی غریب الدیار مین ۱۱۰ زن و مرد تھے بادشاہ نے تحائف گران بہا و نایاب برائے نذر جناب ملکۂ کوئن وکٹوریہ اور دو برس کا زادراہ دیکر رخصت کیا اُنھین پریشانیون مین ایک برس مشکل سے گذرا تھا خبر آئی کہ میرٹھ اور دہلی مین فوج برگشتہ ہوگئی اور فوج باغی نے مرزا برجیس قدر کو لکھنؤ مین مسند حکومت پر بٹھایا۔بادشاہ کا کلکتے مین اطباے ہمراہی معالجہ کرتے تھے تھوڑے دن مین صورت صحت نمایان ہوئی تھی جس دن جشن صحت قرار پایا تھا کہ گورنر جنرل نے بنظر حفظ ما تقدم دوربینی و مصلحت اندیشی سے یہ تجویز قرار دی کہ واجد علی شاہ چندے اندرون قلعہ ولیم فورٹ قیام فرمائین اور گورنر کے حکم سے ہنگام شب جشن سکرٹری اعظم آئے اور بادشاہ سے واسطے تشریف بری قلعہ کے گفتگو کی بادشاہ نے بنظر رفع تکلیف فرمایا کہ حالت علالت مین جو تکالیف مقدر تھین اُٹھائین قلعہ مین تنہائی کا عالم ہوگا شدت تکلیف ہوگی اگر گورنر جنرل کے دل مین کسی طرح کا شک ہو تو جس طرح کی حفظ و نگرانی مناسب راے عالی ہو اِس جگہ کر لی جاے چونکہ مقام پذیرائے عذر نہ تھا سکرٹری اعظم نے کچھ نہ سنا اور بادشاہ کو سات آٹھ مصاحبون اور چند دوسرے رفقا کے ساتھ ماہ شوال ۱۲۷۳ ہجری مین قلی دروازے کی راہ سے داخل قلعہ کیا اور اشخاص ذیل ہمراہ گئے۔

برباد گیا۔ جو کچھ تھوڑا سا سامان ساتھ تھا اُس مین سے کچھ تو سفر انگلستان کے مصارف مین خرچ ہوا اور کچھ کلکتے کی اقامت کے لیے اسباب ضروری تیار کرنے مین خرچ ہوگیا اور کچھ خائن مصاحبون نے اڑا یا۔ حالانکہ انگریزون نے بادشاہ کو لکھنؤ چھوڑنے پر مجبور نہین کیا تھا مگر خود غرضون نے مال مارنے کے لیے اِس بہانے سے وہان سے اکھیڑا۔ اِدھر چیف کمشنر نے جائزہ جملہ کارخانجات سلطانی اور ملازمین شاہی کا لیا فوج پیادہ ورسالہ ملا کر مجموع ستاسی ہزار ملازم ہر فرقہ وپیشہ بموجب فرد دفتر شاہی برآمد ہوئے سبکو حکم برطرفی سُنا دیا سات ہزار چوپایہ دوسو ہاتھی دو ہزار گھوڑے ۷۰۰ اشیر دولاکھ کبوتر اور بیشمار اسباب سرکار شاہی مین موجود پایا جنکا کوٹھی دلارام مین دو ماہ تک نیلام ہوتا رہا اسی طرح اور اسباب کمیاب کوڑیون پر نیلام ہوا کر وڑون روپے کا سامان جو دو سو برس کے قریب زمانۂ وزارت وشاہی مین مہیّا ہوا تھا چشم زدن مین برباد ہوگیا۔ دیکھتے دیکھتے سب کارخانۂ شاہی درہم برہم ہوگیا۔

بہت عہد اقبال مین زر لُٹا   مگر جب زوال آگیا گھر لُٹا

شاہی سفارت کا دادخواہی کے لیے لندن جانا ہندوستان مین شورش غدر پیش آنے سے خود بادشاہ کا فورٹ ولیم مین نظربندی کے صدمات اُٹھانا اور سفارت کے مقاصد کا بھی بیکار ہو جانا۔

کلکتے مین پہونچنے کے بعد خیال ہوا کہ شاید شدائد سفر اور غم وہم ورنج وفکر سے پھر نہ کہین مرض خفقان ومراق عود کر آئے اسلیے اطبّا کی یہ رائے ہوئی کہ خود بادشاہ

تجویز ہوئی اُس مین بادشاہ رونق افروز ہوئے آمدوشد مردم کا باب کلیۃً مسدود تھا ہروقت گوردن کے پہرے متعین رہتے۔ تحریر کسی کی بادشاہ تک پہونچنے نہ پاتی نہ پیام زبانی کسی ذریعہ سے گوش زد ہو سکتا تھا ایک عالم سکوت تھا حیرت رفیق۔ کلفت مصاحب حال تھی چارنا چار مثل مرغ بے پر اُسی قفس کوٹھی کے اندر تڑپتے رہے۔ ۲۸-صفر ۱۲۷۵ہجری کو فتح الدولہ برق نے بحالت تپ انتقال کیا بادشاہ کو سخت صدمہ ہوا اُستاد ملکہ جان نثار تھے۔

ہر ایک امر کی آخر کچھ انتہا بھی ہی شب مصیبت ختم کے قریب پہونچی سحر عشرت کے آثار نمایاں ہو چلے لارڈ کیننگ صاحب گورنر جنرل بعد روانگی لارڈ ڈائل ہوزی کے کلکتے مین وارد ہوئے اُنکا محبت نامہ خریطۂ زربفت مین رکھا ہوا اِس عبارت سے بادشاہ کے پاس پہونچا کہ بوجہ بغاوت باغیان ناہنجار ارباب کونسل نے آپ کے قیام کی تجویز قلعہ مین فرمائی ہی جب فساد رفع ہو گا پھر مٹیا برج آپ کے قدوم سے زینت پائیگا اور ابتک کوئی کج ادائی منجانب متوسلان سرکار انگریزی آپ کی خدمت مین نہین ہوئی شان وشوکت شاہانہ وپاس ولحاظ جیسا کہ سابق سے تھا بدستور رہا حکم ضروری کی تعمیل ضرور تھی خاطر جمع فرمائیے بادشاہ نے اسکے جواب مین بعد ادائے شکریہ تحریر فرمایا کہ یہ مجبور نہ باغی ہے نہ شریک باغیان نہ بھائی سے مطلب نہ بیٹے سے سرکار ہر شخص اپنے فعل کا مختار ہی یہان نہ مفسدے کی خبر ہی نہ مفسدہ پردازون کی اطلاع اس حالت مین تکلیف شاقہ گذرتی ہی ہنوز کثرتِ ضعف بیماری نے رفاقت نہین چھوڑی لگر خاطر دریا مقاطر پسند کرے تو اہل وعیال مین بسر کرون اِسکا جواب کچھ نہ ملا اور اُسی حالت مین تن بتقدیر بسر کرتے رہے۔ ایک روز ایک سارجنٹ ہمراہ روند قریب قیام گاہ آیا اور اُسنے بحالت طیش

(۱) مجاہد الدولہ مرزا زین العابدین خان۔
(۲) دیانت الدولہ متدین الملک محمد معتمد علی خان امانت جنگ خواجہ سرا۔
(۳) ذوالفقار الدولہ سید محمد سجاد علی خان بہادر رسالہ دار رسالۂ میمنہ شاہی۔
(۴) فتح الدولہ برق بخشی الملک رسالہ دار رسالۂ میسرۂ شاہی۔
(۵) طبیب الدولہ بہادر۔
(۶) مہتمم الدولہ برادر خورد فتح الدولہ کمیدان پلٹن جعفری
(۷) مصاحب الدولہ رفیق۔
(۸) ناظم علی سوار۔
(۹) باقر علی چوبدار۔
(۱۰) محمد خان چوبدار۔
(۱۱) جیدار خان گول بردار۔
(۱۲) جمال الدین چپڑاسی۔
(۱۳) شیخ امام علی حقہ بردار۔
(۱۴) امیر بیگ خواص۔
(۱۵) ولی محمد بولدان بردار۔
(۱۶) شیر خان گولہ انداز۔
(۱۷) عبدالرزاق آرام کوش۔
(۱۸) کریم بخش سقہ۔
(۱۹) قادر بخش کہار انگشت بردار
(۲۰) امامی گاڑی پوچھ۔
(۲۱) مسماۃ کربلائی آبدار۔
(۲۲) مسماۃ راحت السلطان خاصہ بردار
(۲۳) بی حسینی پان دار مخاطب بہ طلبگار سلطان
(۲۴) محمدی خانم پوشاک بردار۔

بادشاہ مع ہمراہیان ایک مکان مختصر مین قریب قلی دروازہ قیام پذیر ہوئے۔ نواب خاص محل۔ تاج النسا بیگم۔ دلدار محل۔ بڑی بیگم مخاطب بہ عاشق السلطان مختار عالم قیصر بیگم۔ خجستہ محل۔ اور دیگر لواحقان مع جملہ کارخانجات مٹیابرج مین چھوٹے۔ بادشاہ کو مفارقت اعزہ کا صدمہ ہوا۔ جان نثار لوگ بھی دولت محرومی طالع سے نالان رہنے لگے ایک ہفتہ اُس مکان تنگ مین قیام رہا۔ آٹھوین دن ایک کوٹھی قلعہ مین

دیگر

ملکۂ کشورآن جناب عالیۂ فلک قباب | مادر خسرو اودھ مہر کلاہ ومہ رکاب
کرد سفر ازین جہان آہ ملول وخستہ جان | وز ہمہ خلق ناگہان رو بہ نہفت در حجاب
بود بشوق کعبہ خوش در رہ صبر جبرکش | داد خدائے منعمش اجر وجزائے بیحساب
خامۂ سینہ چاک من باہمہ حسرت ومحن | سال وصال او نوشت ملکۂ مغفرت مآب

دیگر

سکندر حشمت آن جنرل بہادر | کہ از وا افزون بودہ جلالش
بجود وہمت وخلق ومروت | ندیدہ دیدۂ عالم مثالش
دریغا کز غم جان کاہ مادر | پس از ماہے ز روز انتقالش
بصد حسرت ازین عالم سفر کرد | جہان شد تیرہ زاندوہ وملالش
بران یک غم غمش چون دیگر افزود | غم دیگر شدہ تاریخ سالش

مرزا حامد علی بہادر لندن کو لوٹ گئے اور کچھ دنون وہان بے سروسامانی کے ساتھ بسر کئے اِسی عرصے مین ایک تحریر لندن سے واضح ہوا کہ ۲۲- جمادی الاخری ۱۲۷۳ھ ہجری کو جناب والدہ بادشاہ اور ۱۰- رجب سنہ مذکور کو مرزا صاحب عالم سکندر حشمت بہادر برادر اور رافت آرا بیگم دختر مرزا ولی عہد بہادر کا انتقال ہوا اس سانحۂ جان گزا اور واقعۂ ہوش ربا سے طبع مقدس ملول ہوئی ملک فرانس جناب عالیہ اور جرنیل صاحب کا مدفن ہوا دیکھیے قدرت قادر کہان لکھنؤ کی ولادت اور کہان فرانس کی موت یہ سامان ظاہر صرف اِس واسطے پیش آیا تھا کہ خاک اجسام مذکورین خاک فرانس مین مل جائے جہان یہ خبر جان گداز پہونچی تھی

وغضبناکی یہ کہا کہ انھین کے ہم جنسون نے ہماری میم اور بابا لوگون کو قتل کیا ہے
یہ لوگ قابل قصاص ہین ہم انکو تباہ کرینگے یہ کلمہ نہایت ناگوار طبع ہمایون ہوا

مصرعہ جس جگہ بس نہ چلے ہاے وہان کیا کیجے

خون جگر کھا کر چپ رہے علی الصباح کرنیل صاحب سے شکایت کی اور آمد ورفت
روند اُس طرف سے مسدود ہوگئی۔ باقر علی چوبدار نے گفتگوے باہمی ہین بحالت غیظ
محمد شیر خان گولہ انداز کی ناک دانت سے کاٹ لی کہ وہ موقوف ہوا اور اُسی حالت
مین بادشاہ نے مجاہد الدولہ کے مشورے سے علی نقی خان کے نام یہ تحریر ارسال کی
کہ بلا حکم نواب صاحب کسی طرح کا خرچ نہو اور چوبدار نے یہ کاغذ سپاہی متعینہ پہرہ کو
دیا یہ تحریر تو مکتوب الیہ تک نہ پہونچی مگر شدائد نگرانی زیادہ ہوگئی کریم بخش سقہ بوجہ
بیماری آزاد کیا گیا۔ اس طرح سات آدمی بلطائف الحیل مقام قیام سے نکل گئے
خاصہ بادشاہ کے لئے محلات سے آتا تھا پہرے والے بعد معائنہ پہونچا دیتے کسی طرح کا
نامہ وپیام بادشاہ تک نہ پہونچنے پاتا ہان لندن سے جو خطوط آتے تھے وہ محصلان
متعینہ براہ راست پہونچا دیا کرتے تھے۔ اُدھر بادشاہ کی والدہ حج اور زیارت کے
ارادے سے لندن سے روانہ ہوکر ۱۸۵۸ء مین فرانس کے دار الحکومت مین پہونچکر
رہگراے ملک آخرت ہوئین اور بعد ایک ماہ کے مرزا اسکندر حشمت نے بھی انتقال کیا۔
اُن کی وفات کی تاریخ یہ ہو۔

جناب عالیۂ رشک مریم وبلقیس	ہم سکندرِ حشمت بہادرِ ذی جاہ
چو ارتحال نمودند در سواد فرنگ	دوچند گشت بعالم ظہور حسرت وآہ
دوبارہ مصرعۂ تاریخ سال باید خواند	دوبارہ قلب ہمہ از دو صدمۂ جانکاہ

اور دو لاکھ روپے سرکار انگریزی سے ملے۔ ۲۹ ستمبر ۱۸۵۹ء کو مرزا ولی عہد
بھی سفر ولایت سے بے نیل مرام واپس آ گئے کم وبیش دو کروڑ روپے کی
زیرباری اس سفر مین ہوئی اور نتیجہ جو نکلا ظاہر ہے۔
مرزا محمد ہزبر علی فریدون قدر جرنیل صاحب نے بوجوہ چند درچند بادشاہ پر نالش
کرکے حصہ ماہواری اپنا مع والدہ معشوق محل کے جدا کرالیا۔

واجد علی شاہ کی وفات

تذکرۂ خم خانۂ جاوید مین لکھا ہے کہ اگرچہ شاہ اودھ کی ظاہری حالت اور
انتزاع سلطنت کو دیکھکر عبرت پسندونکا خیال تھا کہ اب وہ طمطراق وشاہانہ
عیش ونشاط اس مٹیا برج مین کہان مگر نہین اپنی آنکھون سے دیکھنے والے
اور حقیقت حال سے آگاہ اشخاص بخوبی جانتے ہین کہ اس فلاکت اور گئی گذری
حالت مین بھی اس باوضع بادشاہ نے تادم مرگ اپنی کسی عادت اور کسی شاہانہ
عیش پرستی وشغل مین فرق نہ آنے دیا اور اس شعر کا مصداق بنا رہا۔

تند بادِ قہر نے کشتی کو توڑا پر یہان
زمزمہ لب پر وہی ہی ہر چہ بادا باد کا

اس غریب الوطنی مین بھی بیس ہزار قدیم متوسلین حضرت کے ہمرکاب رہے
اور سب کے ساتھ حتی الوسع وہی سلوک وہی برتاؤ قائم رہا جو زمانۂ سلطنت مین
برتا جاتا تھا۔ جسنے مٹیا برج کی اُس زمانہ مین سیر کی ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ اِس
مٹی ہوئی حالت مین بھی اُسے باغ ارم بنا کر راجہ اندر کا اکھاڑہ کر رکھا تھا
اسپر محلات وایوان دلکشا کی وہی شان سامان واسباب آرائش کی وہی

کہ یہ مژدۂ راحت افزا بھی گوش گذار ہوا کہ بطن نواب اختر محل منکوحۂ دوم سے بعمر ۲۳ سال نور دیدۂ اقبال روشنی بخش کاشانہ ہوا اور نام مرزا حسین اور عرف چھوٹے مرزا مقرر ہوا۔

بعد چندے ایک عرضداشت میر واجد علی داروغۂ مقام لکھنؤ کی طرف سے پہونچی کہ باغی مغلوب ہوئے انتظام سرکار کماحقہ ہو گیا مین نے جو کوشش و اہتمام حفاظت متعلقان سرکار انگریزی مین کی خدا جانتا ہی صاحب کمشنر نے میم صاحبات اور بچون کو میری حراست سے اپنے پاس بلالیا اور آٹھ محل مبارک اس حفاظت مین میرے شریک حال رہے سلطان جہان محل۔ شہنشاہ محل۔ امیر محل۔ فخر محل مع شاہزادۂ قمر قدر۔ اختر محل۔ امراؤ محل۔ سیدہ محل وغیرہ صاحب کمشنر نے محلات متذکرۂ بالا کی آبادی کا حکم دیدیا ہی۔ باقی محلات بحالت تباہ و پریشان دربدر سرگردان و حیران ہین نہ پوشاک ہی نہ سامان خوراک اور یہ سب بے قصور ہین اگر کوئی تحریر حضرت اقدس کی صاحب کمشنر کے پاس پہونچے تو محلات کی صورت آبادی ظہور مین آئے اور تا اجرائے تنخواہ پچاس پچاس روپیہ ماہوار بطور گذر اوقات مقرر فرمایا جائے اسباب جہانتک باقی تھا کوتوالی مین اُٹھ گیا مگر میری مہر لگی ہوئی ہی اور سرکار نے وعدہ واپسی فرمایا ہی بادشاہ نے گورنر جنرل کو لکھا وہان سے صورت طمانیت حاصل ہوئی اور بادشاہ نے واجد علی داروغہ کو حکم دیا کہ ایک جگہ تمام محلات کو آباد کیا جائے۔ آخر کار خدا خدا کر کے بعد فرو ہونے ہنگامۂ غدر کے کامل ۲۶ ماہ کی کڑیان جھیل کر حکم رہائی ملا چنانچہ ۹۔ جولائی روز شنبہ ۱۸۵۹ء کو حضرت سلطان عالم مع رفقاے خاص داخل مٹیا برج ہوئے اُس دن جملہ محلات مین شکرانۂ سلامتی ادا ہوا

گو انتزاع سلطنت سے شان وشوکت شاہانہ مین فرق آیا تھا مگر خزائن و دفائن سابقہ سے ایسی عسرت وتنگی نہ تھی کہ باعث شکایت ہوتی انگریزون کا تسلط ملک پر بخوبی ہوگیا تھا رعایا اور حکام سب مطمئن تھے۔ بادشاہ اور دوسرے متوسلان شاہی کے کان ہروقت اِس خبر کے منتظر تھے کہ صداے واپسی ملک عنقریب فرحت بخش ہوگی۔ گو یہ آرزو تو دل کی دل ہی مین رہی لیکن فلک شعبدہ باز نے ایک شعبدہ تازہ برپا کیا اور بلائے آسمانی خطۂ دوآبہ واودھ پر نازل کی کہ ۱۸۵۷ء مین سپاہ انگریزی کا دل ایسا منقلب ہوا کہ تمام خیر خواہی جاتی رہی نئے کارتوس جو ولایت سے آئے تھے فوج متعینۂ دمدمہ کو جو قریب کلکتہ ہے تقسیم ہوئے اُنکے خیال ناقص مین یہ سوداے خام سمایا کہ ان کارتوسون پر چربی گائے اور سور کی لگی ہوئی ہے پس سپاہیان ہنود ومسلمان نے ایک دوسرے کے مشورے سے یہ قرار دیا کہ یہ کارتوس اِس قابل نہین کہ دانتون سے کاٹے جائین حکّام کے سامنے اُن کے کاٹنے سے انکار کیا اور بذریعۂ نامۂ وپیام خفیہ اکثر مقامات اور چھاونیون مین جہان جہان فوج مقیم تھی اطلاع کی اور اُنکو آمادۂ عدول حکمی کیا افسرون نے اُن کو ہر طرح سے سمجھایا کہ سرکار کو کسی کے دین وایمان کی خرابی وبربادی سے کچھ غرض نہین اور کارتوسون مین کوئی شے خلاف ملت ومشرب ہنود واسلام نہین ملائی گئی مگر سپاہ کے ذہن مین کچھ نہ آیا اور عدول حکمی سے باز نہ آئے اب حاکم ومحکوم دونون کی طرف سے اطمینان رخصت ہوا اور تلنگون کی بعض پلٹنین اِسی عدول حکمی کے قصور مین اُس اطراف مین موقوف کی گئین اور مقام بارکپور سے ماہ مارچ مین بعد لینے ہتھیار کے اِس پار دریا

افراط جو ہر شخص کے وہم و گمان مین بھی نہ آئے غرض وہ کونسی شوکت و شان تھی جو وہان نمایان نہ تھی ہر قسم کے جانورون کا دلی شوق تھا چنانچہ آپ کا چڑیا خانہ ایسا نادر اور بے مثل تھا کہ اکثر یورپ کے سیاح اُسے دیکھنے آتے تھے اور آپ کے مذاق اور تلاش کو سراہتے تھے خفیف علالت کے بعد ۲۱۔ستمبر ۱۸۸۷ء مطابق ۳۔محرم ۱۳۰۵ھ ہجری کو نو گھڑی رات گئے انتقال کیا اور سرفراز علی خان نامی ایک شخص کے خط سے جو وہین موجود تھا اُن کا انتقال کرنا ۲ محرم کو ثابت ہوتا ہے۔ انتقال سے تیسرے دن اپنے تیار کردہ امام باڑہ سبطین آباد مین پیوند زمین ہوئے جو مٹیا برج مین واقع ہے۔

تذکرۂ مرزا برجیس قدر رمضان علی خان اور حالات غدر

یہ شاہزادہ حضرت محل کے بطن سے ہی جب اِسکو کچھ ہوش آیا تو مولوی غلام حضرت بنا بر تعلیم علوم و فنون و آداب خاندانی کے مامور ہوئے ممو خان اِس محل کا داروغہ اور ٹھاکر پرشاد دیوان تھا۔ ۱۸۵۶ء مین جب انقلاب زمانہ پیش ہوا اور سریر سلطنت شاہ اودھ سے منتزع ہو کر ملک اودھ کارپردازان انگلشیہ کے زیر اہتمام آیا اور واجد علی شاہ کلکتے کو چلے گئے۔ املاک قیصر باغ و دیگر مکانات سکونت محلات و اسباب دولت خانہ حسام الدولہ کے اہتمام مین چھوڑا حضرت محل مثل اکثر دوسرے محلون کے بادشاہ کے ساتھ کلکتے نہ گئی تھی اور بدستور اپنے مکان سکونت مین قیام پذیر تھی سرکار شاہی سے مصارف معینہ عطا ہوتے تھے۔ضروریات معرفت حسام الدولہ بہادر رفع ہوتین

جس امر کا آئندہ کو اندیشہ ہی اسیوقت ظہور مین آجائیگا فوج باغی خاندان و متوسلان شاہی کو برباد اور قتل کر ڈالے گی پس تن بہ تقدیر جو ہو سو ہو سردست تو جان بچانی واجب ہی۔

الغرض افسران فوج باغی نے ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ ہجری کو مرزا برجیس قدر کو مسند ریاست اودھ پر بٹھایا اور عہد و پیمان جیسا منظور ہوا کیا اور کرالیا نذر مسند نشینی کے مراسم ادا ہوئے منادی ہوئی کارگذاران شاہی جو بخوف جان و مال گوشۂ اختفا مین چھپے ہوئے تھے تلاش ہو ہو کر حاضر کیے گئے اور ہر ایک کو عہدہ جات سابقہ تفویض ہوئے افسر لوگ ہر روز ڈیوڑھی مرزا برجیس قدر پر دربار کرتے اور مشورہ کر کے جو امر اُنکے مزاج مین آتا عمل مین لاتے ممو خان کو نائب ریاست بنایا اور ناصر الدولہ خطاب دیا اور خدمت فراہمی اسباب جنگ و زر نقد مرزا برجیس قدر کی جانب سے اُس کے متعلق کی اور مطابق احکام فوج کاروبار ملکی و جنگی جاری ہونے لگے مرزا برجیس قدر کی عمر اُسوقت مین گیارہ سال کی تھی کنار مادر سے جب کنارہ کش ہوئے دولت سرائے شاہی مین مشغول لہو و لعب رہا کیے گھر سے قدم باہر نہین نکالا جب انگریز تسلط کرتے ہوئے داخل لکھنؤ ہوئے تو سپاہ باغی نے اپنی حفاظت مین حضرت محل اور برجیس قدر کو محمود آباد کی راہ سے دریائے گھاگرا عبور کرا کے مقام بونڈی مین پہونچایا جب بونڈی مین بھی فوج انگریزی کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا تو دونون ماں بیٹے روانہ نیپال ہوئے اُس واقعہ کی تاریخ یہ ہے۔

شد جانب کوہ چون مُشبک تازہ   مرزا رمضان علی ناکام

کے اُتار دی گئین یہ تلنگے جہان پہونچے پیادگان فوج سرکاری کو اپنی چرب ہانی
سے منحرف کرتے گئے غرضکہ یہ ہنگامہ ترقی پذیر ہوا فوج کے ہاتھ سے حکام انگریزی
پر صدمۂ جان وماں پہونچا ہوتے ہوتے یہ سموم فساد گلستان ملک اودھ مین پہونچی
یعنی ۲۴ جون ۱۸۵۷ء کو فوج باغی قریب لکھنؤ پہونچی صاحب کمشنر سپاہ باغی کی
آمد کے انسداد کے لئے گئے چونکہ اُن کا مجمع کثیر تھا واپس آئے اور مقام بیلی گارد مین
جسکو حصن حصین پہلے سے بنا رکھا تھا داخل ہوئے فوج باغی تعاقب کنان آئی
اور محاصرہ قلعہ مچھی بھون و بیلی گارد کا کرلیا دوسری جولائی تک لوٹ مار کا بازار
شہر مین خوب گرم رہا ہزارون رئیسون کا خان ومان دولت تباہ ہوا صدہا مستورات
عصمت کوش بیوہ و برباد ہوگئین ایک آفت ناگہانی برپا تھی تیسری جولائی ۱۸۵۷ء
کو فوج کی منادی ہوئی اور افسران سپاہ معرفت راجہ جےلال سنگھ پسر راجہ
درشن سنگھ ملازم سرکار شاہی کے حضرت محل کی ڈیوڑھی پر پہونچے اور مرزا برجیس قدر
نابالغ کی مسند نشینی کی اِستدعا کی حضرت محل اِس امر کے سننے سے نہایت مضطرب
اور حیران ہوئی اور دل مین خیال کیا کہ یہ فوج بداندیش جسنے اپنے آقاے قدیم
کے متعلقین کو بیرحمی و بیدردی سے ایذاے سخت پہونچائی ہمارے ساتھ کیا
سلوک کریگی یہ لڑکا ابھی نہایت صغیر سن ہے نیک و بد کی تمیز نہین ایسے معارک
جان ستان مین کیا کرے گا ساکت رہی اور ممو خان داروغہ اور حسام الدولہ
سے مشورہ جو ہوئی یہ لوگ بمقتضاے عاقبت بینی اِس کار قبیح کے نتائج
سمجھانے لگے جب سپاہ بے سر نے لیت و لعل دیکھا اُسکی نیت فتنے کی طرف
مائل ہونے لگی آخرکار یہ مشورہ قرار پایا کہ درخواست نہ قبول کرنے کی صورت مین

فرشِ زمین پہ چرخ برین کا جواب ہے
افشان جو ہو گئی ہے تمھاری جبین سے دور
تکرار ایسے لفظ کی بوسے کے وقت آہ
مَنہ آپ رکھین زبان کو نہین سے دور
یون خال روے یار ہے رُخ سے علحدہ
رہتا ہے جیسے ملک حبش شاہ چین سے دور
مین اپنا سر کرونگا قدم پر ترے نثار
اے شہسوار ہو تو ذرا قاش زین سے دور
حق خاک تیری راہ مین سر بھر نذر ہے
کس طرح جاؤن جان تری سرزمین سے دور
مٹی خراب ہو گئی نیپال مین مری
رہتا ہے کیون مزار امامِ مبین سے دور
مل لون شب وصال مین دل کھول کھول کر
یارب تو کر حجاب بتِ شرمگین سے دور

گورنمنٹ برٹش کا غدر کے بعد ملک کی اصلاح کرنا

غدر کے فرو ہونے کے بعد جب ملک اودھ مین سرکار انگریزی کا بالکل تسلط ہو گیا تو لارڈ کیننگ نے اپنی راے اور فرہنگ سے اودھ کا جو انتظام کیا وہ نہایت مفید اور عجیب و غریب تھا جناب ممدوح نے اپنی فطرت بلند اور

تاریخ روانگی چو جستم نیپال شتافت آمد آواز

اور وہین رہنے لگے۔ اپریل ۱۸۷۹ء مین حضرت محل نے نیپال مین انتقال کیا
دیکھئے لکھنؤ مین پیدا ہوئی اور رخت ہمایون نے وہ یاوری کی کہ شاہ اودھ کی
زوجیت کا شرف نمایان حاصل کیا ثروت وعیش وعشرت مین بسر کرتی رہی
یہ کیا جانتی تھی کہ بادشاہ کلکتے چلے جائین گے۔ فوج باغی کی بدولت اُسکو
سنگستان نیپال مین سر ٹکرانا پڑیگا لیکن پیکر کا خمیر اُسی آب و گل سے تھا
کسی نہ کسی بہانے سے وہان پہونچا دیا۔ جہان کی مٹی تھی وہین مل گئی۔
مرزا برجیس قدر شعر بھی کہتے تھے یہ اُنکی غزل ہے ؎

فرقت نصیب رہتا ہے جس نازنین سے دور
یارب نکیجیو مجھے اُس مہ جبین سے دور

رکھا نصیب نے مجھے کس نازنین سے دور
بھاگے ہے ہر حسین جہان جس حسین سے دور

بلبل تو ہون پر ایک گل یاسمین سے دور
برجیس ہون مگر ہے بت زہرہ جبین سے دور

ہوتا نہین اثر ترے دل مین تو سنگدل
یان تیر آہ گذرا ہے عرش برین سے دور

ہے شکر کردگار عقوبات سے بچے
خالق نے کر دیا مجھے تاج و نگین سے دور

یارب وہ دن ہون پھر کہ پری بے نقاب ہو
رکھون حجاب کو رخ پردہ نشین سے دور

صداقت اور عدالت وعزم جزم کی قوت کا اثر اُن لوگون پر ہوا جنکے توسل اور موافقت سے انگریز
اپنا کام بنانا چاہتے تھے اور جنکی مخالفت سے اُنکے تمام بھلے کام بُرے معلوم ہوتے تھے تمام اُنکی
نیک نیتی بدنیتی سے بدتر سمجھی جاتی ساری اُنکی مہربانی کی کوشش اور سعیان بے اثر ہوتین
ساری گرمجوشی۔ اور دلچسپی اگرچہ بالکل اکارت نہوتی تھی مگر بہت سا حصّہ اُسکا
بے مصرف رہتا۔ ہر افسر نے یہ سمجھا کہ جسقدر میری قدرت بھلائی کرنے کی رعایا
کو معلوم ہوگی اُسی قدر مین گورنمنٹ کا عمدہ کارروا اہلکار سمجھا جاؤن گا مجھے
اپنے پاس سب کو آنے دینا چاہیے اور جو مجھسے کوئی امداد کی استدعا کرے اُسکی
استعانت کرنی چاہیے کہ جس سے غریبون کا کام نکلے اور خود غریب اور امیر کے
درمیان اس طرح سپر بننا چاہیے کہ امیر کا ظلم غریب تک نہ پہونچے اور غریب کوئی
گزند امیر کو نہ پہونچا سکے اپنے رعب و داب مین اِس خوبی سے کام لینا چاہیے کہ جس سے
سب کے مصائب دور ہون فقط حکومت جتانے سے کام نہین لینا چاہیے۔

جب ۱۸۵۶ء مین ملک اودھ ضبط ہوکر انگریزی عملداری مین شامل ہوا تو چیف کمشنر کو
گورنمنٹ کی طرف سے یہ ہدایتین کی گئین کہ بندوبست اراضی گانوُن گانوُن کا جدا جدا کیا جائے
اور اُن لوگون کے نام پر کیا جائے جو حقیقت مین اراضی پر قبضہ رکھتے ہین مگر کوئی حق مالکانہ
اُنکا نہ سمجھا گورنمنٹ کی یہ ہرگز نیت نہین ہو کہ اپنے اور کاشتکارون کے درمیان تعلقدارونکو
بیچ کا واسطہ بنائے اگر تعلقدارونکا کوئی حق ہوگا تو وہ اُنکو آیندہ عدالتمین تحقیقات کرکے پاینگے
۱۸۵۵-۵۶ء مین جو بندوبست ہوا اُسکی اور واجد علی شاہ کے عہد کی آمدنی کا مقابلہ کرکے
مہتہ پرشاد متوطن آگرہ کی تاریخ اودھ سے دکھاتا ہون یہ تاریخ سلیمن صاحب رزیڈنٹ
کے کہنے سے لکھی ہو یہ شخص رزیڈنٹ کے ساتھ رہتا تھا اور اخبار نویسی کا عہدہ رکھتا تھا۔

عقل ارجمند کے زور سے وہ اصلاح اور ترمیم گورنمنٹ کا بحرِ زخار بہایا کہ تمام
سرشتون کے سرچشمے جو اپنے پرانے ڈگر مین چلکر بہ رہے تھے اُنکا پانی اُبل کر
بھر گیا یہ انتظام بالکل گورنمنٹ ہند نے ایجاد کیا تھا اور اُسوقت تک اُسمین
ایسی کامیابی ہوئی کہ کبھی پہلے نہ ہوئی تھی۔ بطور نمونہ مشتے از خروارے ہم بیان کرتے ہین
ملک اودھ مین جو نئے مالک ہوئے اُنھون نے اُسکے ساتھ نہایت فیاضانہ
سلوک کیا اِس فیاضی سے ہماری غرض یہ نہین ہے کہ خیرخواہان سرکار کو
بڑے بڑے انعام عطا فرمائے اور سرکشون کو سزاے خفیف دی۔ بلکہ یہ مطلب ہی
کہ نظم و نسق ملکی مین جتنے امور اہم ہوتے ہین اُن مین روشن ضمیری اور دوراندیشی
سے کام کیا گیا۔ زمین پر زر مالگذاری نہایت فیاضی سے گورنمنٹ نے مقرر کیا
اور اُس مین اعلیٰ درجے کے زمیندارون کے ساتھ نہایت مروت اور فتوت
برتی جیسا گورنمنٹ نے اُن اعلیٰ درجے کے ساتھ نیک سلوک کیا ویسا ہی
اُن سے ادنیٰ درجے کے آدمیون کے ساتھ سلوک کرایا اور اِس خوبصورتی سے
اِس کام کو سرانجام دلایا کہ اُسمین لوکل گورنمنٹ کو وہ مداخلت نہین کرنی پڑی
جو اعلیٰ درجے کے آدمیون کو تلخ اور ناگوار گذرتی اُنکو گورنمنٹ نے خود عمل
کرکے یہ سمجھایا کہ اعلیٰ حاکم اپنی ادنیٰ رعیت کی بہبود کے لیے ہوا کرتے ہین رعیت
حکام کی بہبود کے لیے نہین کہ وہ سارے دن اپنا خون پانی ایک کرکے چار پیسے
کمائے اور اُنکو حاکم بیہودہ اپنے آرام و عیش مین اُڑائے۔

اس تمام کامیابی مین ہم کو صرف ایک لفظ رعب و داب کا یاد رکھنا چاہیے
جسنے یہ سب عمدہ کام کر دیا ہے اس رعب و داب کے یہ معنے ہین کہ ایک انگریز کی

ان اضلاع کا شروع بندوبست پنجسالہ موافق قانون پنجاب کے کیا گیا تھا۔

گورنمنٹ انگریزی کی افتاد ایسی پڑی تھی کہ وہ ہمیشہ ایسے کامون کے واسطے قانون جلد بنا دیتی ہے اور فقط اپنے خیالات اور قیاسات ہی کو لباس قانونی پہنا دیتی ہے اُسکی تاریخ ایسی مثالون سے بھری پڑی ہی کہ اُسنے قوانین بے تامل ایسے جاری کردیے کہ جِس سے بہت سی بُرائیان پیدا ہوئین ابھی ملک اودھ کو اپنی عملداری مین زبردستی شامل کیا تھا اور اُسکی سمجھ مین نہ آیا تھا کہ تعلقہ دار کیا چیز ہین فقط اُنکو یہ سمجھ کر کہ وہ کاشتکار اور گورنمنٹ کے درمیان ایسے آدمی ہین کہ دونون کے لوٹنے والے اور حق تلف کرنے والے ہین۔ حالانکہ اسٹریچی صاحب نے یہ لکھا کہ یہ تعلقہ دار حقیت مالکانہ اور اِستحقاق حاکمانہ تمام اراضی پر قدیم سے رکھتے ہین اور اِس مین کچھ شک وشبہ کو جگہ نہین۔

اِس غلطی فاحش کی اصل دریافت کرنا کچھ اُن صاحب دماغونپر دشوار نہین ہی جو گورنمنٹ ہند کے انتظام اندرونی کو خوب سمجھتے ہین۔

جو انگریز عمدہ دار ہندوستان مین رہتے ہین وہ بہت مشابہ ہندوستانیون سے ہوجاتے ہین اور اُن کو علم اِس اپنے تغیر حال پر نہین ہوتا اِس مشابہت سے ہمارا مطلب یہ نہین ہی کہ وہ ہندوستانیون کے رسوم عادات اور طرز معاشرت اختیار کرلیتے ہین اور دھوتی پہنکر چوکا برتن کرنے لگتے ہین یا غرارہ دار پائجامہ پہنکر سر پر منڈاسا باندھتے ہین۔ نہین اِن باتون مین اُنکی بہت کم فرق آتا ہے۔ بڑا فرق یہ ہوجاتاہے کہ اِس ملک کی آب وہوا اُنکے دماغ کو ایسی لگتی ہے کہ اپنے طرز خیالات کو بھول جاتے ہین اور دماغ اُنکا اور ہی خیالات کا مخزن ہوجاتا ہے

قسمت	ضلع	مالگذاری عہد سلطنت	مالگذاری عہد انگریزی حسب بندوبست [illegible]	[illegible] مالگذاری بندوبست انگریزی	جمع اراضی معافی [illegible] حسب بندوبست	تعداد و تعلقہ جات وجمع مالگذاری	
						تعداد تعلقہ جات	جمع
لکھنؤ	خاص لکھنؤ	۹۹۸۶۸۱	۹۲۱۰۸۷	۱۷۱۳۸۹	۱۱۳۳۶	۵۷	۳۰۷۶۳۴
	دریاباد	۱۳۴۸۷۲۶	۹۹۷۳۲۵	۲۷۷۲۷	۱۸۸۵۱	۶۹	۵۲۰۳۴۹
	اُناؤ	۱۱۱۵۳۶۴	۱۱۲۳۷۹۸	۱۷۶۶۳	۴۴۴۹	۴۴	۳۱۷۲۰۵
فیض آباد	سلطانپور	۱۱۶۱۹۵۷	۹۵۷۴۶	۶۸۲۳۳	۱۲۵۶۳	۲۷	۵۱۹۹۸۹
	خاص فیض آباد	۱۱۱۰۳۹۴	۱۱۲۴۳۹۷	۳۹۲۲۹	۶۳۰۳	۲۸	۷۶۱۸۱۴
	پرتاب گڑھ	۲۴۳۶۰۶	۱۱۳۷۹۴۰	۵۶۲۵	۱۶۵۷۷	۳۴	۱۰۳۹۷۲۴
سیتاپور	ہردوئی	۱۴۶۱۳۶۱	۱۱۹۶۵۶۴	۲۷۳۹۴	۳۱۴۱	۶۴	۴۷۷۱۲۸
	سیتاپور	۱۳۵۸۵۷۴	۹۴۱۹۸۷	۳۱۵۶۰	۳۲۸۰	۱۷۱	۷۱۷۳۴۵
	لکھیم پور	۵۰۰۰۰	۴۲۱۱۶۰			۷۲	۱۱۵۶۱۷
بہرائچ	خاص بہرائچ	۸۹۸۹۵۱	۵۸۹۶۱۴	۱۹۳۱۷	۳۶۶۱	۴۲	۵۶۸۵۳۹
	گونڈہ	۷۷۷۸۷۹	۹۴۷۳۵۰	۱۰۱۶۰	۱۹۳۹۵	۵۲	۵۵۰۰۷۰
	ملانوان	۳۶۳۳۳۰	۲۵۷۳۸۰	۹۰۲۵۰	۱۸۰۰	۳۶	۲۹۰۰۲۰

اور اِس بات پر کچھ خیال نہین کیا کہ یہان تعلقہ دار دو تہائی زمین کے مالک
ہین پہلے ہی سال کے بندوبست سرسری کا یہ نتیجہ تھا کہ جب ملک انگریزی
عملداری مین آیا تو سال اول مین ۶۶ لاکھ روپیہ تعلقہ دارون نے خزانۂ
سرکار مین داخل کیا تھا اور ۲۳۵۰۰ گانؤن اُنکے پاس تھے اور ۵۶-۱۸۵۵ء
کے بندوبست مین نصف زمین اُن کے قبضے سے نکل گئی۔ بعض صورتون مین
نصف سے بھی زیادہ جائداد سے بے دخل ہوئے۔ راجہ مان سنگھ کے پاس
۵۷۷ گانؤن تھے اور دو لاکھ روپے مالگزاری کے وہ دیتے تھے۔ بندوبست
۵۷-۱۸۵۶ء مین اُن کے پاس چھ گانؤن رہ گئے اور صرف ۲۹۰۰ روپے
کے مالگزار ہو گئے کیا دو لاکھ روپے سال کی آمدنی تھی یا تین ہزار روپے کے
قریب رہ گئی۔ اسٹریچی صاحب لکھتے ہین کہ اگرچہ سچ ہے کہ راجہ مان سنگھ اودھ
کے پُرانے خاندانی رئیسون مین کا نہ تھا مگر بہت قدیمی خاندان بھی اِس آفت
سے نہین بچے۔ ایک خاندان کے پاس ۳۷۸ مواضع تھے ۲۶۶ چھن گئے
ایک دوسرے خاندان کے پاس ۲۰۴ دہات تھے اُن مین سے ۱۵۵ لے لئے گئے
راجہ دہاوت سنگھ کے پاس ۲۲۳ گانؤن تھے ستر اسّی ہزار روپیہ
مالگزاری کا دیتے تھے وہ بھی دو سو دہات سے بے دخل ہوئے۔
پشت ہا پشت سے یہ دہات اُن کے قبضے مین چلے آتے تھے جب غدر ہوا تو
افسران بندوبست اُنھین کے مکانون مین پناہ گزین ہوئے۔ اُنھون نے
بچشم خود دیکھا کہ وہی کاشتکار جنکے ساتھ بندوبست کیا گیا تھا راجہ کے
ہاتھ پاؤن پڑنے آتے تھے۔ وہ بندوبست اراضی جسنے قدیمی حقوق کو اپنے

وہ واقعات اور مقدمات پر اُس طرز سے خیال ہی نہین کرتے جو انگریزون کے
ساتھ مخصوص ہین جس صیغے اور سرشتے مین وہ عہدے پاتے ہین اُس مین جو
رائین اور روایتین پہلے سے چلی آتی ہین اُن کو وہ اپنا ایمان بناتے ہین جیسے
ہندو مسلمان اپنے بزرگون کی روایات کے ماننے کے شیدا ہوتے ہین اُسی طرح
یہ عہدہ دار پہلی رایون اور روایتون کے مقلد ہو جاتے ہین۔ آزادانہ خیالات
اور تحقیقات کے میدان مین جوان مردانہ قدم نہین دھرتے اور تقلید کے گڑھے
سے نہین نکلتے آنکھین کھولکر رستہ نہین چلتے۔ کولھو کے بیل کی طرح آنکھون پر پٹی
باندھے ایک دائرے مین چکر کھاتے ہین۔ رات دن پھرتے ہین مگر جب دیکھو
وہین کے وہین ہین ایک نئی بات کے پیدا کرنے کو بدعت جانتے ہین غرض پہلے
جو کچھ اِس صیغے مین تحقیقات کر گئے ہین اُنھین پر صبر کئے بیٹھے رہتے ہین اور یہ
نہین سمجھتے کہ بالفعل جو معاملات کی صورت ہے اُس مین خود تفتیش کرنی چاہیے
اگر اُنھون نے دیکھ لیا کہ پہلے سے کوئی لکھ گیا ہے کہ تعلقہ دار ایک بیچ کا واسطہ دار
رعایا اور گورنمنٹ کے درمیان ہے تو اب وہ اِس تفحص مین تکلیف اپنے اوپر
گوارا نہین کرتے کہ پہلے افسر کا تجربہ ایک خاص ضلع کے ساتھ مخصوص تھا اُسوقت
سلطنت کو وسعت ایسی نہ تھی کہ اُسمین تجربے کے لیے میدان دوڑنے کے لیے آگے ہوتا
اس کو دیکھیے کہ سرجان شور کے زمانہ ۱۷۸۸ء مین بعد تحقیقات کے یہ امر متحقق
ہوا کہ تعلقہ دار کا درجہ کاشتکار سے کم ہے مگر اُس کے خاص حقوق یہ ہین کہ وہ
اپنا زر مالگذاری خود ہی خالصہ یعنی گورنمنٹ کے خزانہ مین داخل کرتا ہی جب ملک
اودھ سرکاری عملداری مین شامل ہوا تو بھی تعلقہ دار کے یہی معنی سمجھے گئے

ہوئی کہ قرقی عام کا اشتہار سوا ے چھ آدمیون کی جائداد کے نامناسب معلوم ہوتا ہے ملک اودھ کی جنگ کو بغاوت مین شمار کرنا نہین چاہیے بہتر ہوگا کہ اِس قرقی اراضی کے باب مین جس قدر سختی کم ہو سکے کم کی جائے اور نرمی اختیار کی جائے۔ ملک اودھ کو ایسا سمجھا جائے جیسا کہ کوئی غیر ملک فتح ہوتا ہے غرضکہ اِس اشتہار کا آخر کو یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ دو تہائی تعلقہ دار سرکار انگریزی کے تابع ہو گئے جو باون لاکھ روپے کے مالگذار تھے گویا نصف ملک کی آمدنی نہین کے ہاتھون گورنمنٹ کے خزانے مین داخل ہونے لگی اور اِن تعلقہ دارون کے ساتھ مدارات وہ کی گئی جو مبارزین کے ساتھ ہوتی ہے باغیونکی سی سزائین اُن کو نہین دی گئین۔ اِس عرصے مین سر روبرٹ مونٹ گومری پنجاب کے لفٹنٹ گورنر ہو گئے اور سر چارلز نگ فیلڈ اُنکی جگہ چیف کمشنر مقرر ہوئے۔

سوال کا انتظام اِس ملک مین بالکل پنجاب کا سا کیا گیا کہ ایک چیف کمشنر مقرر کیا گیا اور اسکے ماتحت کمشنر اور ڈپٹی کمشنر اور اسسٹنٹ کمشنر وغیرہ مقرر ہوئے اور اِن سب کو دیوانی فوجداری اور مال کے اختیارات دیے گئے ایک حاکم تینون عدالتون کا کام کرتا سوا ے اِسکے اور بہت سے کامونکی خبر گیری اُسکے ذمّے کی گئی فقط اِن حاکمون کا اقتدار اور اختیار اِن عدالتون کے ہاتھ مین ہونے سے نہ تھا بلکہ ایک جنگی پولیس اُن کے ماتحت کیا گیا پندرہ رجمنٹین جن مین سے ہر رجمنٹ مین آٹھ سو جوان تھے پولیس مین بھرتی ہوئین اگر اُس رعایا پر جو ابھی تلوار کے زور سے مغلوب ہوئی تھی مگر رسّی جلی تھی بل اُسکا نہ گیا تھا وہی برقنداز قدیمی چپڑاس کا پٹا گلے مین ڈالے ہوئے

ظلم سے برباد کیا تھا خود ۱۸۵۷ء کے طوفان مین اُڑ گیا۔
لکھنؤ مارچ ۱۸۵۸ء مین فتح ہوا اور لارڈ کیننگ کا مشہور اشتہار مشتہر ہوا اگرچہ وہ مارچ ۱۸۵۸ء مین مشتہر ہوا مگر اپریل ۱۸۵۹ء کے گزٹ مین منطبع ہوا اُسکا خلاصہ یہ تھا کہ سوائے درگ بجے سنگھ بلرام پور اور کلونت سنگھ راجہ پدھانہ اور راجہ ہردیو بخش تعلقہ دار کوٹھار اور کاشی پرشاد ٹھاکر سیندی اور زبر سنگھ زمیندار گوپال کھیر کے علاقون کے تمام زمین ملک اودھ کی ضبط ہوئی اور کسی کا حق واستحقاق اراضی باقی نہین رہا جو تعلقہ دار چیف کمشنر کو ہتھیار اپنے دیدینگے اور سرکشی کو چھوڑ دینگے اُن کا قصور بشرطیکہ کسی انگریز کو قتل نہ کیا ہو معاف کیا جائیگا اور اُنکی عزت وآبرو باقی رکھی جائے گی۔
سر رویرٹ مونٹ گومری چیف کمشنر نے جون ۱۸۵۸ء مین تعلقہ داران اودھ کو لکھنؤ مین بلایا اور اُن کو وہ شرائط بتلادین جن سے کہ وہ اُس اراضی پر قبضہ پا سکتے تھے جو عملداری انگریزی سے پہلے اُنکے پاس تھین۔ بڑا عمدہ اثر اِس اشتہار کا یہ تھا کہ بندوبست ۱۸۵۶ء کو اُسنے باطل اور منسوخ کردیا اِس اشتہار کی نسبت اسٹریچی صاحب لکھتے ہین کہ جب وہ جاری ہوا تو اِسمین شک نہین کہ اُس سے غرض یہ تھی کہ سرکش تعلقہ دارون کو سزا دیجائے مارچ ۱۸۵۸ء مین ہرگز یہ امید نہین ہوتی تھی کہ تعلقہ دار اُسکو ایک سند عظیم اپنے حقوق کی سمجھین گے ایام غدر مین تو ایک تعلقہ دار نے اور اُن شخصون نے جن سے وہ متعلق تھا پڑھا تک بھی نہین اسلیے وہ تھوڑے دنون تک ردی سمجھا گیا۔
جب اِس اشتہار کی نقل بورڈ کنٹرول کے پاس پہونچی تو وہانسے ہدایت

ظلم کرتا ہوا یسے تعلقہ دارون کی تعداد تین سو کے قریب ملک اودھ مین ہے۔
اُن مین سے ۷۷ تعلقہ دار اُس دربار مین کہ گورنر جنرل نے منعقد کیا تھا موجود
ہوئے تھے اُس وقت تک اُن کو دربار شاہی مین جانا ایسا اجنبی معلوم
ہوتا تھا کہ اُنکو یہ اندیشہ تھا کہ کہین اُنکو گولیون سے اکھٹا کر کے نہ اُڑا دین
مگر جس وقت ۲۶۔ اکتوبر سنہ ۱۸۶۱ع کو یہ سب دربار مین حاضر ہوئے اور دربار
شاہانہ کی شان دیکھی تو اُن کو حیرت تھی۔ بعض رئیسون کو خود گورنر جنرل نے
فرمان ریاست عطا فرمائے۔ سر روبرٹ مونٹ گومری صاحب چیف کمشنر
ملک اودھ نے یہ تحریک کی کہ بڑے بڑے تعلقہ دارون کو تھوڑے سے اختیارات
مجسٹریٹی بھی دینے چاہیین اور اس مین اِن کے مابعد کے چیف کمشنر ونگ فیلڈ
صاحب نے اور بھی زور لگایا کہ بعض عظیم الشان تعلقہ دارونکو اسسٹنٹ مجسٹریٹ
اور کلکٹر کے اختیارات دینے چاہیین۔ ایسے اختیارات پر تھوڑے دنون تک
چنان وچنین ہوتی رہی۔ آخر کار گورنمنٹ نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور
چیف کمشنر نے تعلقہ دارون کے ایک دربار عالی شان مین چھ تعلقہ دارون کو
اختیارات مجسٹریٹی عطا فرمائے اور اِس امر مین ایسی کامیابی ہوئی کہ اودھ کی
رئیس سے مغربی وشمالی (منجملہ ممالک متحدہ) مین بھی آنریری مجسٹریٹ مقرر کیے گئے۔

پولیس کا انتظام تو ہوا ہی تھا چوکیدارن کا بھی انتظام ہوگیا ابتک یہ
چوکیدار گانؤن کے ملازم ہوا کرتے تھے اور نہایت بُرے حال رہتے تھے
مگر اب وہ گورنمنٹ کے ملازم ہوگئے اُنکی عزت وآبرو بڑھ گئی۔

اور سرشتۂ آبکاری کا بھی خوب انتظام ہوا مقام صدر مین شراب

حفاظت کے واسطے مقرر ہوتے تو ضرور وہ اُنپر حملہ آور ہوتی اور اُن سے کسی طرح نہین دبتی مگر ان جنگی پولیس کے جوانون پر جوروی اور ہتھیارون سے اپنی سپاہیانہ شان دکھاتے تھے اُنکا حوصلہ نہ پڑتا تھا کہ دست درازی کرین اودھ کی رعایا مین اکثر آدمی ہتھیار بند تھے اور اُنکو ہتھیار عزیز تھے یہ اِس پولیس ہی کا کام تھا کہ ایک سال کے اندر رعایائے اودھ سے بہ تفصیل ذیل ہتھیار چھینے گئے اور ۱۵۶۹ قلعے اور گڑھیان مسمار کی گئین۔

توپین	۷۲۰
آتشی ہتھیار	۱۹۲۳۰۷
تلوارین	۵۷۹۵۵۴
اور مختلف ہتھیار	۶۹۴۰۶۰

اور معلوم نہین کو نسا حصہ ان ہتھیارون کا کنوون گڑھون اور تالابون مین پھینکا گیا اور زمین مین دفن ہوا ہوگا۔ اِن ہتھیارون کے دِلانے مین تعلقہ دارون نے نہایت امداد اور اعانت کی۔ نہایت دانشمندی اور حکمت سے گورنمنٹ نے تعلقہ دارون اور رعایا مین ایک نیا علاقہ قائم کیا۔ پہلے تعلقہ دار تو اکثر اُس شخص کو کہتے تھے کہ وہ ہر شخص کا مخالف ہو اور ہر شخص اُسکا دشمن ہو۔ بادشاہی عاملون کا دشمن جانی ہو اپنے ہمسایون سے پرخاش رکھتا ہو اور اُنکے لوٹنے اور قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اپنی رعایا پر ظلم وستم کرتا ہو مگر اب تعلقہ دار اُسے کہتے ہین جو پانچہزار روپے یا اُس سے زیادہ کا مالگزار سرکار ہو اور تمام حقوق اپنی رعایا کے ادا کرتا ہو اور نہ کسی پر

وہ ایسا زبردست ہوگیا کہ کوئی چیز اُسکے مقابلے مین سوائے سرکشی اور بغاوت
رعایا کے نرہی ایشیا کی تمام سلطنتون مین رعایا کی سرکشی عجیب اثر رکھتی ہے
اور وہ حکمرانون کے انقلابات زیادہ کرتی رہتی ہے جب مصیبتون اور آفتون
کے سبب سے رعایا ناراض ہوتی ہے اور پھر ناراضی بڑھکر بلندی پر پہونچتی ہے
توسب اُسوقت کے منتظر سرکشی کے لئے آمادہ بیٹھے رہتے ہین جب ظلم سے ملک کی
آمدنی مین تزلزل پیدا ہوتا ہے تو گورنمنٹ کی آمدنی متزلزل ہونے سے رعایا
روپیہ نہین دیتی اور جب روپیہ نہین ملتا تو سپاہ کی تنخواہ نہین ملتی۔ سپاہ اول
بہت غل مچاتی ہے اور دھرنا دیتی ہے اور آخر کو بغاوت اختیار کرتی ہے پھر
ساری رعایا اِس سپاہ کے ساتھ ہوتی ہے اِس سے انقلاب عظیم واقع ہوتا ہے
کوئی دل چلا دلاور صاحب تدبیر پیدا ہوتا ہے اور رعایا اور سپاہ کے سرپر
ہاتھ رکھکر کہتا ہے کہ آؤ میرے ساتھ ہین حاکم ظالم کے گریبان کو پاداشں
مظالم کے ہاتھ سے پھاڑتا ہون پھر وہ سب اُس کے ساتھ ہوتے ہین
وہ حاکم کو معزول کرتا ہے ساور خود جلدی جلدی منازل حکومت طے کرکے
معراج سلطنت پر پہونچتا ہے اور جو یون حکمران بنتے ہین اُن کے خاندان
مین بھی دو تین نسل تک فرمانروائی ہوتی رہتی ہے اور پھر اُنکا بھی وہی
حال ہوتا ہے جو اور فرمانروایون کا ہوچکا ہے۔ ہندوستان چھوٹی چھوٹی
ریاستون مین منقسم ہے بدانتظامی سے ضعف سلطنت ہوتا ہے اور یہ ضعف
سلطنت اور دشمنون کو اُسکے فتح کرنے کی رغبت دلاتا ہے بس اودھ کی بدنظمی
نے مرہٹون کو دست اندازی پر مستعد کیا خانہ خراب نواب کبھی کے خاک مین ملجاتے

بنے کا دستور لکھنؤ سے شروع ہوا۔

غرض اودھ مین یہ اصول گورنمنٹ کا قرار پایا کہ ہندوستان مین سب سے اعلیٰ درجے کی حکومت سرکار انگریزی کو بے شبہہ حاصل ہے اُسکو کوئی خوف بیرونی حملون کا نہین ہے اگر خوف ہے تو یہین کے باشندون سے اسلیے ضرور ہے کہ گورنمنٹ رعایا کے دلون مین اپنی محبت اور اخلاص پیدا کرے جو گورنمنٹ کے بوجھون کو ہلکا کرے اور ضرورت کے وقت سب طرح اُسکی مدد کر سکے

بصیرت و عبرت اور اودھ مین گورنمنٹ انگریزی کی متابعت و حکومت کی برکت

ہندوستان مین صوبۂ اودھ نہایت مرفہ الحال اور سرسبز و شاداب تھا مگر جب سے کہ اُس کے نوابون نے سرکار انگریزی کی سعادت متابعت حاصل کی تھی تو اُس مین وہ نحوست پھیلی کہ رعایا کو دیکھیے تو نہ پیٹ کو روٹی نہ بدن کو کپڑا نہ رزق نہ موت زمین کی پیداوار کو دیکھیے تو خاک جہان سو من غلہ پیدا ہوتا تھا سو سیر بھی پیدا ہونا موقوف ہوا۔ اب سوال نہایت توجہ کے قابل یہ ہے کہ کیون سعادت متابعت انگریزی سے ملک اور اہلِ ملک پر یہ شامت اور نحوست آگئی یہ آثار بد کیون اُن مین پیدا ہوئے اِس کا جواب دینا مشکل نہین ہے۔ ہندوستانی سرکارین ہمیشہ ضعیف ہوتی ہین اِس لیے اُن کا ظلم و ستم بھی ضعیف ہوتا ہے مگر جب انگریزون کے قوت بازو نے اُن کی تقویت کی تو اُن کے ظلم و ستم مین بھی جان آگئی اور

آخری دور کے والیان اودھ ایسے سادہ مزاج اور عقل کے دشمن ہوے کہ سلطنت کو تنزلزل پہونچانے کے لیے جو کام اُنھون نے کئے وہ دشمن بھی نہین کر سکتا کہ نہایت کمینہ مزاج اوباش اور بدچلن عورتون اور خود غرض غیر ہمدرد اہلکارون کے لئے بیش قرار وثائق مقرر کر کے سرکار کمپنی کو اُنکا مددگار بنایا اِن اہل وثائق کی بدولت بھی سلطنت نے بہت کچھ نیچا دیکھا کیا یہ وثیقہ مقرر کرنے والے اپنے جانشینون کو اتنا ناہنجار سمجھتے تھے جو اپنے دوستون کی پرورش اغیار کے ہاتھون مین دیجاتے تھے اور اپنے عزیز جانشینون سے کسی سلوک کی توقع نہین رکھتے تھے یا درخت سلطنت کی جڑ کو کمزور جانتے تھے۔ زوال سلطنت کے لیے یہ بھی ایک سامان تھا۔ پس اِن باتون نے اودھ کو وہ ویران اور تباہ کیا کہ کوئی قطعۂ ہند کیا کوئی قطعۂ دنیا بھی ایسا نہ تھا کہ جس مین رعایا کی یہ خستہ حالی اور ملک کی یہ لاثانی ویرانی ہو کہ سیکڑون گانؤن مین چراغ بھی ٹمٹماتا نظر نہ آئے چکی کی آواز کی جگہ اُلّو کی آواز کان مین آئے۔

اگرچہ واجد علی شاہ کے تاج ریاست سر سے اُتر جانیکی وجہ سے بعض خاص خاص آدمی جنکی خود مختاری چھن گئی اور تیغ سیاست سر پر لٹکنے لگی اُنکے لیے تو یہ انقلاب ایک بلائے عظیم تھا۔ مگر رعایا اور لاکھون بندگان خدا کے لحاظ سے اِس انقلاب کو ایک رحمتِ الٰہی سمجھا گیا۔ جب تک اودھ مین سلطنت قائم رہی بھر دیکھ لو کہ خلق خدا پر کیا ظلم ہوئے اور اُنکی کیا نوبت پہونچی۔ انسانون کی حالت جانورون سے بد تر ہو گئی۔ بدنظمی اور فتنہ پردازی وہ پھیلی کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہان کے حاکمون کو قابلیت ہی نہین کہ وہ ملک کو سنبھال سکین اور امن وامان اور

اگر سرکار انگریزی اُن کی سرپرستی نکرتی۔ ایشیا اور یورپ مین تمام سلطنتون مین ظلم ہونے کا ایک ہی سبب ہو کہ حکومت کرنے کی اُجرت رعایا سے روز بروز زیادہ لی جائے جب ان ضعیف نوابون کی انگریزون نے مدد کی تو اُسکے عوض مین زر کثیر مانگا اور جب روپیہ مانگا تو اِن نوابون کو اپنی رعایا سے زیادہ خراج لینا پڑا تو اِس سے رعایا ناراض ہوئی اور ناخوشی سے وہ سرکشی کرکے اپنے دل کا غبار نکالنے لگی مگر قوت انگریزی اُسکی سرکشی کا سر دبائے ہوے تھی وہ کب اُٹھنے دیتی تھی پس اِس سبب سے کچھ اور رعایا کو نہ بنا سوائے اسکے کہ دُکھ بھرتی اور روپیہ دیتی اور دل مین کوستی اِس ظلم وستم کی اصلاح انگریزون کے دل مین جب ہی آتی کہ وہ دیکھتے کہ ہمارے زر موعود کے ادا کرنے مین کچھ خلل آنے والا ہے۔ سنہ ۱۸۰۱ع سے انگریزون نے تو بہت سا ملک کاٹکر اِس جھگڑے کی طرف سے اپنا اطمینان کرلیا۔ مگر یہان کے حکمرانون کی عادت مین غفلت۔ کاہلی۔ زیادہ ستانی۔ فوج کی طرف سے بے پروائی وغیرہ وغیرہ ملک کو بربادی بخشنے والی باتین پڑگئین اور متوارث ہوکر طبیعت ثانی بنگئین اور پھر اُسپر شیعہ وسنی کی تفریق نے کاروبار سلطنت کی مٹی پلید کر رکھی تھی۔ اودھ مین یہ حالت تھی کہ جب کوئی بادشاہ تخت نشین ہوا اُسنے پہلے چُن چُن کر سنیون کو نکالدیا۔ اودھ مین اب بھی چھوٹے چھوٹے تعلقہ دارون کا یہ حال ہے کہ جو شیعہ ہین وہ کسی سُنّی کو نوکر نہین رکھتے حالانکہ مذہب کو کاروبار مین دخل نہین دینا چاہیئے عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود مطلب کام سے ہے کہ رعایا کی بہتری وبہبودی ہو عیسائی کرے یا یہودی شیعہ یا سُنّی۔

استحکام نظم ونسق جاری کرسکین پس یہان انگریزی قبضہ ایک ضروری اور لازمی امر تھا
اگر انگریز یہان کے بندگان خدا کی خبر نہ لیتے تو کون لیتا۔ یہ سچ ہے کہ انسان کا
قاعدہ ہے کہ وہ بیگانون کی حکومت سے یگانون کے زور وظلم کو اچھا سمجھتا ہے
قومی اعزاز اور افتخار کا کیا مقتضی یہ ہوتا ہے کہ اجنبی قوم کو اپنے اوپر حاکم بنائے
اور اُسکے آگے سرجھکائے اِس سے وہ ہزار درجہ بہتر اپنی ہی قوم کے ظلم وستم کو
اپنے اوپر گوارا کرتا ہے۔

پاے در زنجیر پیش دوستان ٭ بہ کہ با بیگانگان در بوستان

مگر اسمین شک نہین کہ اِس عملداری سے اودھ کی رعایا کو بہت فائدے حاصل ہوئے
ملک مین جو ظلم وستم ہو رہے تھے اُنکی جگہ امن وامان چین وآرام ہوگیا اور ایک ایسی
زبردست سلطنت قائم ہوگئی جو سرکشون کے ظلم وستم روک سکتی تھی۔ اُسنے سارے ملک کی
رعایا کے مزاج اور طبیعت سے جنگ جوئی اور پرخاش خوئی کو نکالکر غریبی ومسکینی
پیدا کردی۔ ہزارہا آدمی جو تلوار کی آنچ سے اپنا توا گرم کرتے تھے اور اُن کے نیچے
بنی نوع انسان کی ہڈیان جلاتے تھے وہ محنت ومشقت سے روٹی کمانے لگے جس لوہے
کی پیکان تیر مین اور پھل تلوار مین اور بھالین نیزون مین لگائی جاتی تھین اُسکے آلات
زراعت وصنعت بننے لگے اور جن کندھون پر تلوارین رہتی تھین اُنپر ہل رہتے ہین۔
غرض لوگ مردم شکاری کی مشق چھوڑکر اپنے اپنے جائز کام مین پڑگئے۔ انگریزون
نے رعایا کی بہبودی کی محافظت کی ان کے مقاصد نگہداشت کے لیے خزانے کو
عزیز نہین رکھا اور تعلیم وتجارت اور زراعت اور اسباب حفظ صحت وراحت کو ایسی
ترقی دی کہ دنیا مین اُسکی نظیر نہین پائی جاتی فقط۔